تحقیق وتخریج کے ساتھ (اضافہ شدہ ایڈیشن)

غُنیۃ الطالبین



تالیف السیّد شیخ عبد القادر جیلانی

مترجم مع فوائد اضافی: حافظ مبشر حسین لاہوری

NOMANI

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

✻✻✻ تنبیہ ✻✻✻

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

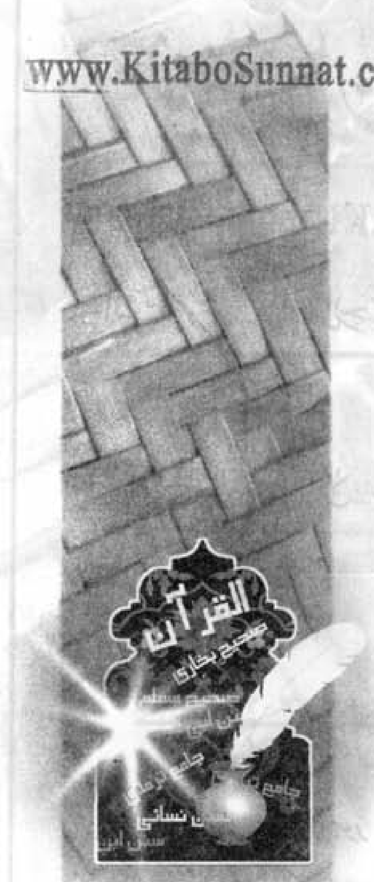
اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com



غُنیۃ الطالبین

220

نام کتاب

غنیۃ الطالبین

مؤلف

السید شیخ عبدالقادر جیلانی

مترجم

مع فوائد اضافی حافظ مبشر حسین لاہوری

تاریخ اشاعت

مطبوعہ

علی آصف پرنٹرز لاہور

ناشر

نعمانی کتب خانہ

e-mail: nomania2000@hotmail.com

NOMANI

تحقیق وتخریج کے ساتھ (اضافہ شدہ ایڈیشن)

غُنیۃ الطّالبین



تالیف

السیّد شیخ عبدُالقادر جیلانی

مترجم

مع فوائد اضافی: حافظ مبشر حسین لاہوری

نُعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

حصہ اول

باب نمبر ۵

آداب کا بیان

باب نمبر ٦

آدابِ دعا

باب نمبر ۷

آدابِ نکاح

باب نمبر ۸

تبلیغ دین اور وعظ و نصیحت کا بیان

باب نمبر ۹

باب نمبر ۱۰

باب نمبر ۱۱

باب نمبر ۱۲

باب نمبر ۱۳

تیسری مجلس

فہرست مضامین

حصہ دوم

باب نمبر ۱

باب نمبر ۵

باب نمبر ۶

نماز پنجگانہ کے اوقات اور فضائل

باب نمبر ۷

نماز جمعہ، عیدین، استسقاء، کسوف نماز قصر، نماز جنازہ، وغیرہ کا بیان

باب نمبر ۸

باب نمبر ۹

راتوں کی نمازوں کی فضیلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کا عقیدہ ومسلک اور ان کے عقیدت مندوں کی غلو کاریاں

شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے نام سے کون واقف نہیں۔ علمی مرتبہ، تقویٰ وللّٰہیت اور تزکیۂ نفس کے حوالہ سے شیخ کی بے مثال خدمات چہار دانگ عالم میں عقیدت واحترام کے ساتھ تسلیم کی جاتی ہیں۔ مگر شیخ کے بعض عقیدت مندوں نے فرطِ عقیدت میں شیخ کی خدمات وتعلیمات کو پس پشت ڈال کر ایک ایسا متوازی دین وضع کر رکھا ہے جو نہ صرف قرآن وسنت کے صریح خلاف ہے بلکہ خود شیخ کی مبنی برحق تعلیمات کے بھی منافی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اگر ان عقیدت مندوں کو ان کی غلو کاریوں سے آگاہ کیا جائے تو یہ نہ صرف یہ کہ اصلاح کرنے والوں پر برہم ہوتے ہیں بلکہ انہیں اولیاء ومشائخ کا گستاخ قرار دے کر مطعون کرنے لگتے ہیں۔ بہر حال ایک دینی واصلاحی فریضہ سمجھتے ہوئے راقم یہ سطور لکھنے کی جسارت کر رہا ہے۔ اگر اس کے ذریعے ایک فرد کی بھی اصلاح ہو جائے تو اُمید ہے کہ وہ میری نجات کے لیے کافی ہوگا۔ ان شاء اللہ

مقدمۃ الکتاب کی اس بحث کو بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ شیخ جیلانیؒ کے سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصہ میں شیخ کے عقائد ونظریات اور دینی تعلیمات کے بارے میں بحث کی گئی ہے جب کہ تیسرے حصہ میں ان غلط عقائد کی نشاندہی کی گئی ہے جنہیں شیخ کے بعض عقیدت مندوں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر عوام میں پھیلا رکھا ہے۔

❶ شیخ کے سوانح حیات

ابتدائی حالاتِ زندگی:

شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کا پورا نام عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ بن جنکی دوست الجیلی (الجیلانی) ہے جبکہ آپ کی کنیت ابومحمد اور لقب محی الدین اور شیخ الاسلام ہے۔ (دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ۲۰/۴۳۹)، (البدایہ والنہایہ: ۱۲/۲۵۲)، (فوات الوفیات: ۲/۳۷۳)، (شذرات الذہب: ۴/۱۹۸)، علاوہ ازیں امام سمعانی نے آپ کا لقب 'امامِ حنابلہ' ذکر کیا ہے۔ (الذیل علی طبقات الحنابلہ لابن رجب: ۱/۲۹۱)

صاحبِ شذرات نے آپ کا سلسلہ نسب حضرت حسنؓ بن علیؓ تک پہنچایا ہے۔ آپ ۴۷۱ھ (اور بقولِ بعض ۴۷۰ھ) میں جیلان میں پیدا ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ایضاً) اور

''جیلان یا گیلان (کیلان) کو ویلم بھی کہا جاتا ہے، یہ ایران کے شمالی مغربی حصے کا ایک صوبہ ہے، اس کے شمال میں روسی سرزمین 'تالیس' واقع ہے، جنوب میں برز کا پہاڑی سلسلہ ہے جو اس کو آذربائیجان اور عراقِ عجم سے علیحدہ کرتا ہے۔ جنوب میں مازندان کا مشرقی حصہ ہے اور شمال میں بحرِ قزوین کا مغربی حصہ، وہ ایران کے بہت خوبصورت علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔'' (دائرۃ المعارف: ۶۲۱/۱۱ بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت: ۱۹۷/۱)

علاقائی نسبت کی وجہ سے آپ کو جیلانی، گیلانی یا کیلانی کہا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت:

شیخ صاحب کی ابتدائی تعلیم وتربیت کا تذکرہ کتبِ تواریخ میں نہیں ملتا، البتہ یہ بات مختلف مؤرخین نے بیان کی ہے کہ

''آپ اٹھارہ برس کی عمر میں تحصیلِ علم کے لئے بغداد روانہ ہوئے۔'' (اردو دائرۃ المعارف: ۹۲۹/۱۲)

امام ذہبی کا بھی یہی خیال ہے کہ آپ نوجوانی کی عمر میں بغداد آئے تھے۔ (سیر ایضاً)

علاوہ ازیں اپنے تحصیلِ علم کا واقعہ خود شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''میں نے اپنی والدہ سے کہا: مجھے خدا کے کام میں لگا دیجئے اور اجازت مرحمت کیجئے کہ بغداد جا کر علم میں مشغول ہو جاؤں اور صالحین کی زیارت کروں۔ والدہ رونے لگیں، تاہم مجھے سفر کی اجازت دے دی اور مجھ سے عہد لیا کہ تمام احوال میں صدق پر قائم رہوں۔ والدہ مجھے الوداع کہنے کے لئے بیرونِ خانہ تک آئیں اور فرمانے لگیں:

''تمہاری جدائی، خدا کے راستے میں قبول کرتی ہوں۔ اب قیامت تک تمہیں نہ دیکھ سکوں گی۔''

(نفحات الانس ص: ۵۸۷، از نور الدین جامی بحوالہ دائرۃ المعارف، ایضاً)

شیوخ وتلامذہ:

حافظ ذہبیؒ نے آپ کے شیوخ میں سے درج ذیل شیوخ کا بطورِ خاص تذکرہ کیا ہے:

''قاضی ابوسعد مخرمی، ابوغالب (محمد بن حسن) باقلانی، احمد بن مظفر بن سوس، ابوقاسم بن بیان، جعفر بن احمد سراج، ابوسعد بن خشیش، ابوطالب یوسفی وغیرہ'' (سِیَر: ۴۴۰/۲۰)

جبکہ دیگر اہل علم نے ابوزکریا یحییٰ بن علی بن خطیب تبریزی، ابوالوفا علی بن عقیل بغدادی، شیخ حماد الدباس کو بھی آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ (دائرۃ المعارف، اُردو: ۶۳۰/۱۱)

علاوہ ازیں آپ کے درج ذیل معروف تلامذہ کو حافظ ذہبیؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے:

''ابوسعد سمعانی، عمر بن علی قرشی، شیخ موفق الدین ابن قدامہ، عبدالرزاق بن عبدالقادر، موسیٰ بن عبدالقادر (یہ دونوں شیخ کے صاحبزادگان سے ہیں)، علی بن ادریس، احمد بن مطیع ابوہریرہ، محمد بن لیث وسطانی، اکمل بن مسعود

ہاشمی، ابو طالب عبداللطیف بن محمد بن قبیطی وغیرہ'' (ایضاً)

شیخ کی اولاد:

امام ذہبیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بیٹے عبدالرزاق کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''ولد لأبی تسعة وأربعون ولدا سبعة وعشرون ذکرا والباقی أناث'' (سیر: ۲۰/۴۴۷ نیز دیکھئے: فوات الوفیات: ۲/۳۷۴)

''میرے والد کی کل اولاد ۴۹ تھی جن میں ۲۷ بیٹے اور باقی سب بیٹیاں تھیں۔''

شیخ کا حلقہ درس:

شیخ نے تعلیم سے فراغت کے بعد دعوت وتبلیغ، وعظ ونصیحت اور تعلیم وتربیت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا جس اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ آپ نے یہ سلسلہ شروع کیا، اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اللہ نے آپ کے کام میں بے پناہ برکت ڈالی اور آپ کا حلقہ درس آپ کے دور کا سب سے بڑا تعلیمی وتربیتی حلقہ بن گیا۔ حتیٰ کہ وقت کے حکمران، امراء ووزرا اور بڑے بڑے اہل علم بھی آپ کے حلقۂ وعظ ونصیحت میں شرکت کو سعادت سمجھتے۔ جبکہ وعظ ونصیحت کا یہ سلسلہ جس میں خلق کثیر شیخ کے ہاتھوں توبہ کرتی، شیخ کی وفات تک جاری رہا۔ (سیر: ۲۰/۴۴۱)

حافظ ابن کثیر شیخ کی ان مصروفیات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''آپ نے بغداد آنے کے بعد ابوسعید مخرمی حنبلیؒ سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابوسعید مخرمی کا ایک مدرسہ تھا جو انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے سپرد کر دیا۔ اس مدرسہ میں شیخ لوگوں کے ساتھ وعظ ونصیحت اور تعلیم وتربیت کی مجالس منعقد کرتے اور لوگ آپ سے بڑے مستفید ہوتے۔'' (البدایہ والنھایہ: ۱۲/۲۵۲)

شیخ کی وفات:

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ''شیخ عبدالقادر ۹۰ سال زندہ رہے اور ۱۰ ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو آپ فوت ہوئے۔'' (سیر: ۲۰/۴۵۰)

تالیفات وتصنیفات:

شیخ جیلانیؒ بنیادی طور پر ایک مؤثر واعظ ومبلغ تھے تاہم مؤرخین نے آپ کی چند تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صاحبِ قلم بھی تھے۔ مگر اس سے یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہئے کہ مؤرخین نے آپ کی جن تصنیفات کا احاطہ کیا ہے، وہ تمام فی الواقع آپ ہی کی تصنیفات تھیں بلکہ آپ کی ذاتی تصنیفات صرف تین ہیں جبکہ باقی کتابیں آپ کے بعض شاگردوں اور عقیدت مندوں نے تالیف کر کے آپ کی طرف منسوب کر رکھی ہیں۔ اب ہم ان تمام کتابوں کا بالاختصار جائزہ لیتے ہیں:

(۱) غنیۃ الطالبین: اس کتاب کا معروف نام تو یہی ہے مگر اس کا اصل اور بذاتِ خود شیخ کا تجویز کردہ نام یہ ہے: الغنیة لطالبی طریق الحق یہ کتاب نہ صرف یہ کہ شیخ کی سب سے معروف کتاب ہے بلکہ شیخ کے افکار ونظریات پر مشتمل ان کی مرکزی

تالیف بھی یہی ہے۔ دورِ حاضر میں بعض لوگوں نے اسے شیخ کی کتاب تسلیم کرنے سے انکار یا تردّد کا اظہار بھی کیا ہے لیکن اس سے مجالِ انکار نہیں کہ یہ شیخ ہی کی تصنیف ہے جیسا کہ حاجی خلیفہ اپنی کتاب 'کشف الظنون' میں رقم طراز ہیں کہ ''الغنية لطالبي طريق الحق للشيخ عبد القادر الكيلاني الحسني المتوفى سنة ٥٦١ هـ إحدى وستين وخمس مائة'' (ص:۲/۱۲۱۱)

''غنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جو ۵۶۱ ہجری میں فوت ہوئے، انہی کی کتاب ہے۔''

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ (البدایہ:۱۲/۲۵۲) میں اور شیخ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ (ج ۵/ص ۱۵) میں اسے شیخ کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔

(۲) فتوح الغیب: یہ کتاب شیخ کے ۷۸ مختلف مواعظ مثلاً توکل، خوف، اُمید، رضا، احوالِ نفس وغیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ بھی شیخ کی کتاب ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ

''شیخ عبدالقادرؒ نے غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب لکھی ہے۔ ان دونوں کتابوں میں بڑی بڑی اچھی باتیں ہیں، تاہم شیخ نے ان کتابوں میں بہت سی ضعیف اور موضوع روایات بھی درج کردی ہیں۔''

(البدایہ ایضاً اور دیکھئے کشف الظنون:۲/۲۴۰)

(۳) الفتح الرباني والفيض الرحماني: یہ کتاب شیخ کے ۶۲ مختلف مواعظ پر مشتمل ہے، یہ بھی شیخ کی مستقل تصنیف ہے۔ (دیکھئے: الأعلام از زرکلی:۴/۴۷)

(۴) الفيوضات الربانية في المآثر والأوراد القادرية: اس میں مختلف اوراد و وظائف جمع کئے گئے ہیں۔ اگرچہ بعض مؤرخین نے اسے شیخ کی طرف منسوب کیا ہے مثلاً دیکھئے الاعلام (ایضاً) مگر فی الحقیقت یہ آپ کی تصنیف نہیں بلکہ اسے اسمٰعیل بن سید محمد القادری نامی ایک عقیدت مند نے جمع کیا ہے جیسا کہ اس کے مطبوعہ نسخہ سے اس کی تائید ہوتی ہے اور ویسے بھی اس میں ایسے شرکیہ وظائف واَوراد اور بدعات وخرافات پر مبنی اذکار ہیں کہ جن کا صدور شیخ سے ممکن ہی نہیں۔ واللہ اعلم

(۵) الأوراد القادرية: یہ کتاب بھی بعض قصائد و وظائف پر مبنی ہے۔ اسے محمد سالم بواب نے تیار کر کے شیخ کی طرف منسوب کر دیا ہے حالانکہ اس میں موجود شرکیہ قصائد ہی اسے شیخ کی تصنیف قرار دینے سے مانع ہیں۔

اس کے علاوہ بھی مندرجہ ذیل کتابوں کو آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے:

(۶) بشائر الخيرات

(۷) تحفة المتقين وسبيل العارفين

(۸) الرسالة القادرية

(۹) حزب الرجا والانتهاء

(۱۰) الرسالة الغوثية

(۱۱) الكبريت الأحمر فى الصلاة على النبىؐ

(۱۲) مراتب الوجود

(۱۳) يواقيت الحكم

(۱۴) معراج لطيف المعاني

(۱۵) سر الأسرار ومظهر الأنوار فيما يحتاج إليه الأبرار

(۱۶) جلاء الخاطر فى الباطن والظاهر

(۱۷) آداب السلوك والتوصل إلى منازل الملوك

شیخ کی مندرجہ تصنیفات وتالیفات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: معجم المؤلفین: ۵/۳۰۷، دائرۃ المعارف اردو: ۱۱/۹۳۲، ہدیۃ العارفین: ۱/۵۹۶، کشف الظنون بترتیب اسماء الکتب وغیرہ

❁ ❁ ❁

شیخ کے عقائد ونظریات اور تعلیمات

شیخ کی ذاتی تصنیفات کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا عقیدہ وہی تھا جو اہل السنۃ کا متفقہ عقیدہ ہے بلکہ آپ خود اپنے عقیدہ کے حوالہ سے رقم طراز ہیں کہ "اعتقادنا اعتقاد السلف الصالح والصحابة" (سیر اعلام النبلاء: ۴۴۲/۲۰) "ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کا ہے۔" بلکہ شیخ دوسروں کو بھی سلف صالحین کا عقیدہ و مذہب اختیار کرنے کی اس طرح تلقین کرتے ہیں کہ

"عليكم بالاتباع من غير ابتداع، عليكم بمذهب السلف الصالح امشوا في الجادة المستقيمة"
"تمہیں چاہیے کہ (کتاب وسنت کی) اتباع اختیار کرو اور بدعات کا ارتکاب نہ کرو اور تمہیں چاہیے کہ سلف صالحین کے مذہب کو اختیار کرو اور یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر تمہیں گامزن رہنا چاہیے۔"
(الفتح الربانی: المجلس العاشر ص ۳۵)

نیز فرماتے ہیں کہ
"فعلى المؤمن اتباع السنة والجماعة فالسنة ما سنه رسول الله صلى الله عليه وسلم والجماعة ما اتفق عليه أصحاب رسول الله"
"مومن کو چاہیے کہ سنت اور سنت پر چلنے والی جماعت کی پیروی کرے۔ سنت وہ ہے جسے رسول اللہؐ نے سنت قرار دیا اور جماعت وہ ہے جس پر اللہ کے رسول کے صحابہ کا اتفاق رہا۔" (الغنیۃ: ۱/۱۶۵)

شیخ جیلانیؒ کے عقائد ونظریات کی مزید معرفت کے لئے ہم ان کی مختلف کتابوں سے ان کے عقائد ونظریات کا سرسری جائزہ پیش کرتے ہیں:

ایمان کے بارے میں:

ایمان کی تعریف میں اہل السنۃ اور فرقِ ضالہ میں نمایاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیخ جیلانیؒ کے ہاں ایمان کی وہی تعریف ملتی ہے جو اہل السنۃ کے ہاں معروف ہے جیسا کہ شیخ فرماتے ہیں:

"ونعتقد أن الإيمان قول باللسان ومعرفة بالجنان وعمل بالأركان يزيد بالطاعة وينقص بالعصيان ويقوي بالعلم ويضعف بالجهل وبالتوفيق يقع" (الغنية: ۱/ ۱۳۵)

"ہمارا عقیدہ ہے کہ ایمان، زبانی اقرار، قلبی تصدیق اور ارکان اسلام پر عمل پیرا ہونے کے مجموعہ کا نام ہے۔

ایمان اطاعت سے بڑھتا، نافرمانی سے کم ہوتا، علم سے مضبوط اور جہالت سے کمزور ہوتا رہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے یہ حاصل ہوتا ہے۔''

غنیۃ کے پہلے باب میں بھی شیخ اسی سے ملتی جلتی تعریف بیان کرتے ہیں کہ

"الایمان قول وعمل لأن القول دعوی والعمل هو البینة والقول صورة والعمل روحها"

(ص۱۴، ایضاً)

''ایمان قول وعمل کا نام ہے کیونکہ قول (زبانی) دعویٰ ہے اور عمل اس دعویٰ کی دلیل ہے۔ قول صورت ہے اور عمل اس کی روح ہے۔''

توحید کے بارے میں:

توحیدِ ربوبیت واُلوہیت کے بارے میں شیخ رقم طراز ہیں کہ

"النفس بأجمعها تابعة لربها موافقة له إذ هو خالقها ومنشؤها وهي مفتقرة له بالعبودية"

(فتح الغیب: ص۲۱)

''انسانی نفس (فطرت) مکمل طور پر اپنے ربّ کا مطیع ہے کیونکہ ربّ تعالیٰ ہی اس کے خالق و مالک ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کی بندگی کرنے پر محتاج ہے۔''

نیز فرماتے ہیں کہ

"الذي يجب على من يريد الدخول في ديننا أو لا أن يتلفظ بالشهادتين لا إله الا الله محمد رسول الله ويتبرأ من كل دين غير دين الإسلام ويعتقد بقلبه وحدانية الله تعالى" (الغنیۃ:۱/۱۳)

''جو شخص اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے، اس پر واجب ہے کہ سب سے پہلے کلمہ شہادت کا اپنی زبان سے اقرار کرے اور دین اسلام کے علاوہ دیگر تمام ادیان سے اعلانِ برأت کرے اور اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت تسلیم کرے۔''

اسماء وصفات کے بارے میں:

اسماء وصفات کے بارے میں شیخ اپنا موقف اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ولا نخرج عن الكتاب والسنة نقرأ الأية والخبر ونؤمن بما فيهما ونكل الكيفية الى علم الله عزوجل" (ایضاً:۱/۱۲۵)

''(اسماء وصفات کے سلسلہ میں) ہم کتاب وسنت سے باہر نہیں جاتے۔ ہم آیت پڑھتے ہیں یا حدیث اور ان دونوں پر ایمان لاتے ہیں جبکہ ان کی کنہ وحقیقت کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔''

اسماء وصفات کے حوالہ سے اہل السنۃ کا یہی موقف ہے جسے شیخ نے اپنی تصنیفات میں جابجا اختیار کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ

ساتھ فرقِ ضالہ کے نظریات کی تردید بھی کی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: (ایضاً: ۱/۱۲۵ تا ۱۴۰)

قرآن مجید کے بارے میں:

شیخ فرماتے ہیں کہ

"ونعتقد أن القرآن كلام الله وكتابه وخطابه ووحيه الذي نزل به جبريل على رسول الله......"

(الغنیۃ: ۱/۱۲۷)

"ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآنِ مجید اللہ کا کلام، مقدس کتاب، خطاب اور اس کی وہ وحی ہے جسے جبریلؑ کے ذریعے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔"

آنحضرت ﷺ کے بارے میں:

شیخ فرماتے ہیں کہ

"ويعتقد أهل الاسلام قاطبة أن محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم رسو ل الله وسيد المرسلين وخاتم النبيين عليهم السلام" (الغنیۃ: ایضاً)

"تمام اہل اسلام کا اس بات پر متفقہ اعتقاد ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ تمام رسولوں کے سردار اور خاتم النّبیین یعنی آخری رسول ہیں۔"

آخرت کے بارے میں:

شیخ آخرت کے بارے میں لکھتے ہیں

"ثم إن الإيمان بالبعث من القبور والنشر عنها واجب كما قال الله......"

"روزِ آخرت قبروں سے جی اُٹھنے اور حشر ونشر پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔" (الغنیۃ: ۱/۱۴۶)

علاوہ ازیں عذابِ قبر، پلِ صراط، حوضِ کوثر، جنت وجہنم، میزان وشفاعتِ کبریٰ وغیرہ کے حوالہ سے بھی شیخ نے غنیۃ میں وہی عقائد رقم کئے ہیں جو اہل السنۃ کے ہاں معروف ہیں۔

ردِّ شرک وبدعت کے حوالہ سے شیخ کی تعلیمات:

شیخ جیلانیؒ توحید کے زبردست حامی اور شرک وبدعت کے قاطع تھے جیسا کہ ان کے مندرجہ اقتباسات سے واضح ہے:

"أن يمد يديه ويحمد الله ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يسأل الله حاجته"

"انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کے حضور دستِ سوال دراز کرے، اللہ کی حمد وثنا کرے، محمدؐ پر درود وسلام بھیجے پھر اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔" (الغنیۃ: ۱/۹۲)

"ويكره أن يقسم بأبيه أو بغير الله في الجملة فإن حلف حلف بالله وإلا ليصمت" (الغنیۃ: ایضاً)

"آباء واجداد یا غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ (بمعنی حرام) ہے لہٰذا قسم کھانی ہو تو صرف اللہ کی قسم کھائی جائے ورنہ

خاموشی اختیار کی جائے۔“

شیخ آدابِ قبور کی مسنون دعا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

” وإذا زار قبرا لا يضع يدًا عليه ولا يُقَبِّله فإنه عادة اليهود ولا يقعد عليه ولا يتكأ إليه ...... ثم يسأل الله حاجته“ (الغنیۃ:۱/۹۱)

”جب قبر کی زیارت کرنے جاؤ تو قبر پر ہاتھ نہ رکھو اور نہ ہی قبر کو چومو۔ کیونکہ یہ یہود کی علامت ہے اور نہ ہی قبر پر بیٹھو اور نہ اس کے ساتھ ٹیک لگاؤ۔ پھر اللہ سے اپنی حاجت طلب کرو“

”وتكره الطِّيَرَةُ ولا بأس بالتفاؤل“ (ایضاً)

”بدشگونی حرام ہے البتہ فال (نیک اور اچھی بات) میں کوئی حرج نہیں۔“

بلکہ بدشگونی کے حوالہ سے شیخ حدیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

”جس شخص کو بدشگونی نے اس کے کام سے روک دیا، اس نے شرک کیا۔“ (الغنیۃ:۱/۹۶)

”اتبعوا ولا تبتدعوا، وافقوا ولا تخالفوا، أطيعوا ولا تعصوا، اخلصوا ولا تشركوا وحدوا الحق وعن بابه لا تبرحوا، سلوه ولا تسئلوا غيره استعينوا به ولا تستعينوا بغيره توكلوا عليه ولا تتوكلوا على غيره“ (الفتح الربانی:ص۱۵۱)

”سنت کی پیروی کرو اور بدعات جاری نہ کرو۔ (دین کی) موافقت کرو اور خلاف ورزی نہ کرو۔ فرمانبرداری کرو اور نافرمانی نہ کرو۔ اخلاص پیدا کرو اور شرک نہ کرو۔ حق تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرو اور اس کے دروازے سے منہ نہ موڑو، اسی خدا سے سوال کرو، کسی اور سے سوال نہ کرو۔ اسی سے مدد مانگو، کسی اور سے مدد نہ مانگو۔ اسی پر توکل و اعتماد کرو اس کے علاوہ کسی اور پر توکل نہ کرو۔“

شیخ رقمطراز ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص خود یا اس کا بھائی (عزیز) بیمار ہو تو وہ اس طرح دعا کرے:

”اے ہمارے ربّ! جو آسمان میں ہے، تیرا نام مقدس ہے، ارض وسما پر تیرا ہی حکم ہے۔ جس طرح ارض وسما میں تیری ہی رحمت کے دریا بہتے ہیں، اے پاکیزہ لوگوں کے ربّ! ہمارے گناہ معاف فرما دے، اپنی رحمت سے ہم پر مہربانی فرما، اس مصیبت و بیماری میں اپنی طرف سے شفا عطا فرما۔“ (الغنیۃ:۱/۹۶)

”ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھ کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، جو کچھ تیرے لئے مفید ہے یا مضر، اس کے متعلق اللہ کے علم میں (تقدیر کا) قلم چل چکا ہے، اس کے خلاف نہیں ہو سکتا......“ (فیوضِ یزدانی ترجمہ الفتح الربانی: مجلس ۱۳، ص۸۹)

قبولیتِ عبادات کے بارے میں شیخ کا موقف:

شیخ فرماتے ہیں

”إذا عملت هذه الأعمالَ......وإصابة السنة“ (الفتح الربانی:ص۱۰)

''تم سے تمہارے اعمال اس وقت تک قبول نہیں کئے جا سکتے ہیں جب تک کہ تم اِخلاص پیدا نہ کرلو۔کوئی قول، عمل کے بغیر مقبول نہیں اور کوئی عمل اخلاص اور سنت کی مطابقت کے بغیر مقبول نہیں۔''

خلاصہ بحث اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی گواہی:

مندرجہ اقتباسات کے سرسری مطالعہ سے کم از کم یہ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کہ شیخ جیلانی سلفیُ العقیدہ تھے۔اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں تمام فرقِ ضالہ کی بھرپور تردید کی ہے۔شیعہ وروافض، مرجیہ وقدریہ، جہمیہ، کرامیہ اور معتزلہ وغیرہ کی تردید تو بہت نمایاں ہے جبکہ ان کے علاوہ صرف ایک ہی گروہ ایسا رہ جاتا ہے جسے فرقہ ناجیہ کہا جاسکتا ہے اور اسی گروہ کو شیخ نے اصحاب الحدیث اور اہل السنۃ قرار دے کر ان کی تعریف وتوصیف کی ہے اور دیگر لوگوں کو بھی انہی کی طریق پر چلنے کی جابجا ہدایت کی ہے۔لہٰذا اب یہ فیصلہ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ شیخ صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔علاوہ ازیں یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جو فرقِ ضالہ کے عقائد ونظریات کی نشاندہی وتردید کے حوالہ سے ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں، نے شیخ جیلانی اور ان کے بعض اقوال وفرمودات کو اپنے فتاوی میں بطورِ تائید و استشہاد جابجا نقل کیا ہے مثلاً دیکھئے: (فتاوی ابن تیمیہؒ: ج۵/ص۸۵، ج۱۰/ص۴۵۵، ۵۲۴، ۵۴۸، ج۱۱/ص۶۰۴)

اگر شیخ جیلانی کے عقائد ونظریات میں کوئی بگاڑ ہوتا تو ابن تیمیہؒ اس کی ضرور نشاندہی اور تردید فرماتے مگر اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ ابن تیمیہؒ نے شیخ جیلانیؒ کا نہ صرف ذکرِ خیر فرمایا ہے بلکہ انہیں 'اکابر الشیوخ'، 'الشیخ الامام' اور 'ائمتنا' میں شمار فرمایا ہے۔(دیکھئے مجموع الفتاوی: ج۱۱/ص۶۰۴، ج۵/ص۸۵)

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ شیخ جیلانیؒ کی کتابوں کے تتبع سے ان کے بعض تفردات بھی ملتے ہیں جن پر آئندہ سطور میں 'شیخ کے بعض تفردات' کے ضمن میں تبصرہ کیا جائے گا۔

فقہی مسلک:

آپ کے بارے میں اہل علم نے متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ آپ فقہی مسائل میں حنبلی المسلک تھے۔جیسا کہ حافظ ذہبیؒ نے (سیر أعلام النبلاء: ۲۰/۴۳۹) اور عبدالحی بن عماد حنبلی نے (شذرات الذہب: ۴/۱۹۹) اور محمد بن شاکر کتبی نے (فوات الوفیات: ۲/۲۹۵) میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔علاوہ ازیں خود شیخ کے درج ذیل اقتباسات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ فقہی مسائل میں امام احمد بن حنبل کے پیرو تھے:

"وينبغي للإمام أن لا يدخل طاق القبلة فيمنع من ورآه رؤيته بل يخرج منه قليلا وعن إمامنا احمد رحمه الله رواية أخرى: أنه يستحب قيامه فيه" (الغنية: ج۲، ص۲۰۰)

''امام کے لیے جائز نہیں کہ وہ بالکل محراب کے اندر اس طرح گھس کر کھڑا ہو کہ مقتدیوں کی نظر ہی سے اوجھل ہو جائے بلکہ اسے چاہیے کہ محراب سے قدرے باہر ہو کر کھڑا ہو اور ہمارے امام احمد بن حنبل سے اس مسئلہ میں ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مستحب ہے۔''

"وروى أمامنا أبوعبد الله أحمد رحمه الله في رسالة له بإسناده عن أبي موسىٰ الأشعري......"

(ایضاً:ص۲۰۳)

''ہمارے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبلؒ نے اپنے ایک رسالہ میں اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کیا ہے......''

"قال الإمام أبوعبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني رحمه الله وأَمَاتَنَا على مذهبه أصلا وفرعا وحَشَرَنا في زمرته ......" (ایضاً)

''امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانیؒ نے فرمایا......اللہ تعالیٰ ہمیں عقائد وفروعی مسائل میں انہی کے مذہب پر موت دے اور روزِ محشر انہی کے گروہ میں ہمیں اُٹھائے......''

امام شعرانی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ شیخ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ دونوں ہی سے متاثر تھے اور ان دونوں اماموں کے مسلک پر فتویٰ دیتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ:۱۰۹) مگر مذکورہ اقتباسات سے آپ کا حنبلی المسلک ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ نیز یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ شیخ بھی بعض متعصبین کی طرح اپنے امام کے اندھے مقلد تھے بلکہ آپ کی تقلید کا دائرہ صرف وہاں تک تھا کہ جہاں تک قولِ امام شرعی نصوص سے متعارض نہ ہوتا جب کہ ایسے تعارض کی صورت میں آپ حدیثِ نبوی ہی کو ترجیح و فوقیت دینے کے قائل تھے۔ جیسا کہ موصوف غنیۃ الطالبین میں رقمطراز ہیں کہ

"ولا ينظر إلى أحوال الصالحين (وأفعالهم) بل إلى ما روى عن الرسولا والاعتماد عليه حتى يدخل العبد في حالة ينفرد بها عن غيره" (ج۲ص۱۴۹)

''صالحین (علماء ومشائخ) کے افعال واعمال (اور اقوال) کو پیش نظر نہ رکھا جائے بلکہ اس چیز کو پیش نظر رکھا جائے جو آنحضرتؐ سے مروی ہے اور اسی مروی (حدیث) پر اعتماد کیا جائے خواہ اس طرح کرنے سے کوئی شخص دوسرے لوگوں سے ممتاز ومنفرد ہی کیوں نہ ہو جائے۔''

(پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اندریں صورت اس کی انفرادیت حدیث مصطفیٰ کی وجہ سے ہے نا کہ خواہش پرستی کی بنا پر!)

شیخ جیلانیؒ اور زہد وتصوف:

تصوف کے حوالہ سے یہ بات واضح رہے کہ حلول، وحدت الوجود اور وحدت الشہود وغیرہ کے وہ نظریات جو متاخر صوفیا (مثلاً ابن عربی ۶۳۸ھ، عبدالکریم جیلی ۸۱۱ھ، وغیرہ) کے ہاں پائے جاتے ہیں، متقدمین کے ہاں ماسوائے منصور حلاج (۳۰۹ھ) کے، ان کا واضح سراغ نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ متقدم صوفیا کے مستند حالات اور ان کی تصنیفات سے ان کے صحیح العقیدہ ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ (دیکھئے: تاریخ تصوف از یوسف سلیم چشتی: ص۱۴۳ تا ۵۲۰) البتہ تزکیہ نفس کے سلسلہ میں انہی متقدمین کے ہاں بعض خلافِ شرع اُمور بھی پائے جاتے ہیں (مثلاً دیکھئے: شریعت وطریقت از عبدالرحمٰن کیلانی: ص۱۵۶، ۲۱۸ تا ۲۲۱، ۲۲۸، ۲۶۴ تا ۲۷۱، ۲۷۴، ۲۷۵، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۰ وغیرہ) البتہ ان خلافِ شرع امور کا تعلق عقائد وایمانیات کی بجائے

عبادات و معاملات سے ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ خیر القرون کے تصوف اور مابعد کے تصوف میں بعد المشرقین کی طرح نمایاں خلا ہے۔ بلکہ پہلی صدی ہجری میں تو یہ لفظ تصوف کہیں ڈھونڈ نے سے بھی نہیں ملتا، البتہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں انتہائی متقی حضرات کے لئے زاہد، عابد اور صالح وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے جاتے تھے جبکہ دوسری صدی ہجری ہی میں ان کے ساتھ لفظ 'صوفی' بھی مترادف کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ (دیکھئے: شریعت وطریقت: ص ۱۱۷ نیز مجموع الفتاوی: ۶/۱۱) اور رفتہ رفتہ یہی لفظ اتنا معروف ہوا کہ زاہد، عابد اور صالح جیسی اصطلاحات معدوم ہو کر رہ گئیں۔ گویا متقدمین کے ہاں لفظ صوفی دراصل زاہد و عابد کی جگہ مستعمل تھا۔

زہد کا تصور چونکہ اسلام میں موجود ہے یعنی "ازهد في الدنيا يحبك الله" ''دنیا سے بے رغبتی کرو تو خدا تم سے محبت کرے گا۔'' (صحیح ابن ماجہ: ۳۳۱۰) اس لئے متقدم صوفیا جو دراصل زہاد و عباد ہی تھے، کے طرزِ عمل، طریقۂ عبادت اور تزکیۂ نفس کے سلسلہ کو دیگر ائمہ دین نے ہدفِ تنقید نہیں بنایا اور ویسے بھی ان صوفیا اور زہاد کی طرزِ زندگی مجموعی طور پر شریعت ہی کی آئینہ دار تھی کیونکہ ان میں سے اکثر حضرات کتاب وسنت کے عالم باعمل اور دین و شریعت کے اَسرار و رموز سے کما حقہ واقف تھے۔ تاہم ان میں عقائد سے ہٹ کر عبادات و معاملات میں غلو اور بگاڑ پیدا ہو چکا تھا، اس کی طرف بھی گذشتہ سطور میں نشاندہی کر دی گئی ہے۔ یہی غلو رفتہ رفتہ اس قدر بڑھا کہ متاخرین صوفیا نے شعوری یا غیر شعوری طور پر دین شریعت کے متوازی دین 'طریقت' ایجاد کر لیا جو نہ صرف عبادات و معاملات میں دین و شریعت کے برخلاف تھا بلکہ عقائد و نظریات میں بھی اسلامی عقائد کے منافی تھا اور یہ صورتِ حال اس وقت پیدا ہوئی جب مسلمان صوفیا نے ہندی و یونانی فلسفہ تصوف کو اسلام میں درآمد کر لیا اور اس پر طرہ یہ کہ بعض مسلمان صوفیا وحدت الوجود جیسے شرکیہ فلسفہ تصوف کے حق و اثبات میں قرآن و سنت سے غلط و بے جا استشہاد کرنے لگے......!!

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں تصوف اور اس کے متعلقات پر ایک طویل بحث سپردِ قلم فرمائی ہے۔ (دیکھئے: ج ۲ ص ۲۶۹ تا ۳۳۶) جو دراصل زہد و تقویٰ سے متعلقہ تعلیمات یعنی توکل، صبر، شکر، رضا، صدق اور آدابِ معاشرت وغیرہ پر مبنی ہے۔ ہم واضح کر آئے ہیں کہ متقدمین کے ہاں تصوف دراصل زہد و تقوی ہی کے مترادف سمجھا جاتا تھا اور متاخر صوفیا کے عقائد و نظریات (یعنی وحدت الوجود، حلول وغیرہ) متقدمین کے ہاں نہیں پائے جاتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ شیخ جیلانیؒ کے عقائد و نظریات سراسر اہل السنۃ کے موافق ہیں جیسا کہ 'شیخ کے عقائد و نظریات' کے ضمن میں اس پر تفصیلی بحث کی جا چکی ہے۔ ویسے بھی شیخ جیلانیؒ ایسے گمراہانہ نظریات کے سخت مخالف تھے مثلاً منصور حلاج جو حلول جیسے گمراہانہ نظریہ کا قائل ہو چکا تھا، کے بارے میں شیخ جیلانیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''منصور حلاج کے دور میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس کا ہاتھ پکڑتا اور اسے اس کی لغزش سے باز رکھتا، اگر میں اس

کے زمانے میں ہوتا تو منصور کے معاملے کو اس صورتِ حال سے بچا تا جو اس نے اختیار کر لی تھی۔''

(اخبار الاخیار ص ۱۲۳ از عبدالحق محدث دہلوی بحوالہ دائرۃ المعارف اردو: ج ۱۲/ ص ۹۳۴)

علاوہ ازیں دائرہ المعارف کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ

''شیخ عبدالقادر تصوف میں پُراسرار رمزیت (جو باطنیہ یا غیر متشرع متصوفین کو تقویت پہنچاتی تھی) کے خلاف تھے۔'' (ایضاً)

علاوہ ازیں وحدت الوجود وغیرہ کی تردید شیخ کے مندرجہ ذیل فرمودات سے بھی ہوتی ہے:

''وهو بجهة العلو مستو على العرش...... والله تعالىٰ على العرش...... وهو باين من خلقه ولا يخلو من علمه مكان ولا يجوز وصفه بأنه في كل مكان بل يقال أنه في السماء على العرش......''

اللہ تعالیٰ بلندی کی طرف عرش پر مستوی ہے......اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے......اور وہ مخلوق سے جدا ہے۔ اس کے علم سے کوئی جگہ (اور چیز) مخفی نہیں اور اس کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں کہ وہ ہر جگہ پر موجود ہے بلکہ اس کا وصف یوں بیان کرنا چاہئے کہ وہ آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے اور یہی چیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کی ہے کہ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طٰہٰ: ۵) ''رحمٰن، عرش پر مستوی ہے۔'' (الغنیۃ: ۱/ ۱۲۱ تا ۱۲۴)

یاد رہے کہ شیخ کی طرف منسوب سلسلہ قادریہ کی حقیقت ہم آگے چل کر واضح کریں گے۔

شیخ کی کرامات:

جب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء و رسل کے ہاتھوں کوئی خرقِ عادت کام ظاہر ہو تو اسے معجزہ کہا جاتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا اژدھا بن جانا، حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کا ٹھنڈا ہو جانا، نبی اکرمؐ کے لئے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔ اور جب کسی نیک صالح مؤمن کے ہاتھوں کوئی خرقِ عادت چیز ظاہر ہو تو اسے کرامت کہا جاتا ہے جیسے حضرت مریمؑ کے پاس بے موسمی پھلوں کا آنا (آلِ عمران: ۳۷)، بعض صحابہ کے لئے اندھیرے میں عصا کا روشن ہونا وغیرہ البتہ معجزہ اور کرامت کے حوالہ سے یہ باتیں یاد رہیں کہ

❶ معجزہ نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے۔

❷ جس طرح کوئی ولی، کسی نبی کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا، اسی طرح کسی ولی کی کرامت کسی نبی کے معجزے کے مساوی نہیں ہو سکتی۔ (النبوات لابن تیمیہؒ: ص ۱۰۹ تا ۱۱۶)

❸ معجزہ یا کرامت کے ظہور میں انبیاء و اولیا کا کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ ان کا صدور اللہ کے حکم و مرضی پر موقوف ہوتا ہے۔ (مثلاً دیکھئے الاسراء: ۹۰ تا ۹۳)

❹ نبی کے معجزے سے اِنکار تو کسی مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہیں لیکن کسی ولی کی کرامت کو تسلیم بھی کیا جا سکتا ہے اور ردّ بھی۔ (دیکھئے مجموع الفتاویٰ: ۱۱/ ۲۰۸)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شیخ جیلانیؒ انتہائی متقی، عالم باعمل اور اللہ کے ولی تھے، اس لئے ان کے ہاتھوں کرامات کا ظہور کوئی امر مستبعد نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی طرف سینکڑوں کرامتیں منسوب ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر ایسی ہیں جنہیں ان کے عقیدت مندوں نے بلا دلیل ان کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ شیخ کی ان کرامتوں کے حوالہ سے عام طور پر لوگوں میں دو طرح کے طبقہ ہائے فکر پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ عقیدت مند جو شیخ کی طرف منسوب ہر چیز آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیتے ہیں اور دوسرے وہ جو آپ کی کسی بھی کرامت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ شیخ جیلانیؒ اللہ کے ولی تھے، اس لئے ان کی کوئی بھی کرامت بشرطیکہ وہ ثابت ہو، تسلیم کرنی چاہئے۔ البتہ شیخ کی کرامتوں کے اثبات یا عدمِ اثبات کے حوالہ سے مزید گزارش یہ ہے کہ اکثر و بیشتر کرامتیں محض آپ کی طرف منسوب ہیں، حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ جیسا کہ حافظ ذہبی رقم طراز ہیں کہ

"قلت ليس في كبار المشائخ من له أحوال و كرامات أكثر من الشيخ عبدالقادر لكن كثيرا منها لا يصح وفي بعض ذلك أشياء مستحيلة" (سیر: ج۲۰رص۴۵۰)

"میں کہتا ہوں کہ کبار اولیاء ومشائخ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں گزرا جس کی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے زیادہ کرامتیں معروف ہوں، تاہم شیخ جیلانیؒ کی طرف جو کرامتیں منسوب ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر درست نہیں بلکہ بعض تو ویسے ہی ناممکنات میں سے ہیں۔"

کچھ اسی طرح کا تبصرہ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ (البدایہ والنھایہ: ج ۱۲رص۲۵۲) میں کیا ہے مگر حافظ ابن کثیرؒ یا حافظ ذہبی نے یہ نشاندہی نہیں فرمائی کہ شیخ کی کون کون سی کرامات غیر صحیح اور کون سی مستحیل ہیں، تاہم راقم الحروف اس سلسلہ میں کچھ مزید حقائق ذیل میں پیش کرنا چاہے گا:

٭ شیخ جیلانی کی کرامتوں کو سب سے پہلے جس عقیدت مند نے کتابی شکل میں جمع کیا وہ علی بن یوسف الشطنوفی ہے جس کی وفات کا شیخ جیلانی کی وفات سے تقریباً ۱۵۰ سال کا فاصلہ ہے یعنی شطنوفی ۷۱۳ھ میں فوت ہوا۔ (دیکھئے الاعلام: ۵/۱۸۸، کشف الظنون: ۱/۲۵۷) جبکہ شیخ کی وفات ۵۶۱ھ کو ہوئی۔

شطنوفی شیخ جیلانی کی بعض کرامتوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جس سے ان کی شیخ جیلانیؒ کے معاصر ہونے کا شک گزرتا ہے، علاوہ ازیں جن کرامتوں کو شطنوفی نے اپنی سند سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ان میں بھی اکثر و بیشتر اسناد میں ضعیف راوی موجود ہیں۔ اسی لئے ائمہ محققین نے شطنوفی کی اس تالیف پر زبردست تردید و تنقید کی ہے۔ بطورِ مثال چند ائمہ کے اقوال ذکر کئے جاتے ہیں:

① حافظ ابن حجر شیخ الکمال جعفر کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ

"ذكر فيه غرائب وعجائب وطعن الناس في كثير من حكايات وأسانيده فيه"

"شطنوفی نے اس کتاب میں بڑی عجیب وغریب باتیں ذکر کی ہیں اور لوگوں نے اس کی بیان کردہ اکثر حکایتوں

اور اسناد پر جرح کی ہے۔'' (الدرر الکامنہ:۳/۱۴۲)

② ابن الوردی اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں کہ

''إن في البهجة أمور لا تصح ومبالغات في شان الشيخ عبدالقادر لا تليق إلا بالربوبية''

(کشف الظنون:۱/۲۵۷)

''بهجة الأسرار میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جنہیں تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور شیخ جیلانی کے بارے میں بعض ایسے مبالغہ آمیز خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو باری تعالیٰ کے سوا اور کسی کی شان کے لائق نہیں۔''

③ ابن رجب فرماتے ہیں کہ

''قد جمع المقرئ أبوالحسن الشطنوفي...... فيه من الرواية عن المجهولين ...... إن الشطنوفي نفسه كان متهما فيما يحكيه في هذا الكتاب بعينه'' (ذیل الطبقات لابن رجب:۱/۲۹۳)

''شطنوفی نے شیخ جیلانیؒ پر تین جلدوں میں کتاب لکھی ہے اور اس میں رطب و یابس کا طومار باندھا ہے۔ حالانکہ کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کردے۔ میں نے اس کتاب کے بعض مندرجات دیکھے ہیں مگر میرا نفس اس بات پر مطمئن نہ ہوا کہ میں اس میں مذکور باتوں پر اعتماد کرسکوں کیونکہ اوّل تو اس میں مجہول راویوں سے روایتیں لی گئی ہیں اور دوسرا یہ کہ اس میں نہ صرف کذب و افترا اور جھوٹ کے بے شمار پلندے ہیں بلکہ ان جھوٹی باتوں کو شیخ جیلانیؒ کی طرف منسوب کرنا بھی شیخ جیلانیؒ کے شان کے منافی ہے۔ علاوہ ازیں شیخ الکمال جعفر کی یہ بات بھی میری نظروں سے گزری ہے کہ شطنوفی نے اپنی اس کتاب بهجة الأسرار میں جو چیزیں بیان کی ہیں، انہیں بیان کرنے میں شطنوفی مُتَّهَم (جس پر جھوٹا ہونے کا شک ہو) ہے۔''

مندرجہ بالا ائمہ محققین کے اقتباسات ہی سے بهجة الأسرار اور اس میں موجود شیخ کی کرامتوں کی اصلیت واضح ہو جاتی ہے، تاہم سردست حاجی خلیفہ کے حوالے سے یہ بات ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مندرجہ پہلے دو اقتباس کشف الظنون میں نقل کئے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ دیگر ائمہ کی تنقید بھی ان کی نظر میں تھی مگر اسکے باوجود انہوں نے ان ائمہ نقاد کے بارے میں علمی و تحقیقی جواب دینے کی بجائے اسطرح اپنے خیالات کا اظہار فرمایا:

''وأنى لغبي جاهل حاسد ضيع عمره في فهم ما في السطور وقنع بذلك عن تزكية النفس وإقبالها على الله أن يفهم ما يعطى الله (سبحانه و تعالى) أولياء ه من التصريف في الدنيا والآخرة''

''اس کندہ ناتراش احمق اور حاسد شخص پر افسوس ہے کہ جس نے بهجة الأسرار کی عبارتوں کو سمجھنے میں اپنی عمر ضائع کردی اور تزکیۂ نفس اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس بات کو سمجھنے کی ذرا بھی کوشش نہ کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کو دنیا و آخرت میں آزادانہ تصرف و اختیار کی دولت سے نواز دیتے ہیں۔''

حاجی خلیفہ کی اس عبارت سے ائمہ نقاد کی وہ جرح تو بالکل رفع نہیں ہوئی جو انہوں نے بھجة الأسرار پر کی ہے تاہم اس سے یہ خدشہ ضرور لاحق ہوا ہے کہ حاجی خلیفہ کے افکار ونظریات میں بھی واضح جھول ہے، اس لیے اہل تحقیق کو حاجی خلیفہ کے عقیدہ ومسلک کا غیر جانبدارانہ جائزہ لینا چاہئے......!

۞ شیخ جیلانی کی کرامتوں پر دوسری جامع و مستقل کتاب قلائد الجواهر ہے جسے محمد بن یحیٰی القاذفی (۹۶۳م، دیکھئے الاعلام: ۱۱/۸) نے شیخ کی وفات سے تقریباً چار سو سال بعد لکھا اور اس کی اسنادی حیثیت بھجة الأسرار سے بھی زیادہ مجروح ہے۔ اکثر وبیشتر واقعات تو بھجة ہی سے ماخوذ ہیں جبکہ بعض واقعات تو اتنے جھوٹے ہیں کہ خود جھوٹ بھی ان سے شرما جائے۔ بغرضِ اختصار ایک واقعہ کی نشاندہی ضروری ہے، صاحبِ کتاب رقمطراز ہیں کہ

''سہل بن عبداللہ تستری نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اہل بغداد کی نظر سے آپ عرصہ تک غائب رہے، لوگوں نے آپ کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو دجلہ کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے دجلہ کی طرف گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ پانی پر سے ہماری طرف چلے آرہے ہیں اور مچھلیاں بکثرت آپ کی طرف آن آن کر آپ کو 'سلام علیک' کہتی جاتی ہیں۔ ہم آپ کو اور مچھلیوں کے آپ کا ہاتھ چومنے کو دیکھتے جاتے تھے۔ اس وقت نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ اسی اثنا میں ہمیں ایک بڑی بھاری جائے نماز دکھائی دی اور تخت سلیمانی کی طرح ہوا میں معلق ہو کر بچھ گئی۔ یہ جائے نماز سبز رنگ اور سونے چاندی سے مرصع تھی۔ اس کے اوپر دو سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ پہلی سطر میں ﴿أَلاَ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَهُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ اور دوسری سطر میں اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ لکھا ہوا تھا۔ جب یہ جائے نماز بچھ چکی تو ہم نے دیکھا کہ بہت سے لوگ آئے اور جائے نماز کے برابر کھڑے ہوگئے...... سہل بن عبداللہ تستری بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کی دعا پر فرشتوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو 'آمین' کہتے سنا۔ جب آپ دعا ختم کر چکے تو پھر ہم نے یہ ندا سنی أبشر فإني قد استجبت لک ''تم خوش ہو جاؤ میں نے تمہاری دعا قبول کر لی......''

(قلائد الجواہر ترجمہ محمد عبدالستار قادری: ص ۸۸،۸۹)

شیخ کی طرف منسوب اس کرامت کے اِمکان یا عدم اور اس کے حضرت سلیمانؑ کی مقبول دعا (صٓ: ۳۵) کے منافی ہونے سے بھی قطع نظر اس وقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ سہل بن عبداللہ تستری شیخ جیلانیؒ کی پیدائش سے بھی بہت پہلے یعنی ۲۸۳ھ میں فوت ہو چکے تھے۔ (الاعلام: ۲۱۰/۳) جبکہ شیخ جیلانیؒ ۴۷۱ھ کو پیدا ہوئے۔ اب تستری اور شیخ جیلانی کا یہ درمیانی دو سو سالہ وقفہ یہ ثابت کرتا ہے کہ تستری کی شیخ سے کسی طرح بھی ملاقات ثابت نہیں مگر یہ تو ان مؤلفین ہی کی کرامت ہے جنہوں نے تستری کو وفات کے بعد شیخ جیلانی کا دیدار نصیب کروا دیا......!!

اس پر طرہ یہ کہ 'قلائد' کے مترجم اور قلائد کا یہ حوالہ اپنی تصنیفات میں پیش کرنے والے عقیدت مند (مثلاً ضیاء اللہ قادری فی 'سیرت غوث الثقلین' ص ۱۶۴ وغیرہ) بھی مکھی پہ مکھی مارتے چلے جارہے ہیں اور ان 'محققین' کو یہ بھی توفیق نہیں کہ ایسی بے تکی

باتوں کو لکھتے وقت ذرا عقل و بصیرت کو بھی استعمال کر لیں!!

٭ شیخ کے حالات و کرامات سے متعلقہ سب سے بنیادی اور جامع کتابوں کی استنادی حیثیت تو خوب واضح ہو چکی ہے اور اب یہ بھی واضح رہے کہ شیخ کی جملہ کرامات میں سے ننانوے فیصد کرامتوں کا تعلق انہی دو کتابوں سے ہے اور انہی دو کتابوں کے ننانوے فیصد واقعات و کرامات محض جھوٹ کا پلندہ ہیں جبکہ شیخ کی کرامتوں پر مبنی دیگر کتابوں کی استنادی حیثیت تو ان سے بھی بدر جہا بدتر ہے بلکہ جو اضافی کرامتیں ان کے علاوہ کتابوں میں موجود ہیں، انہیں 'ہوائی فائر' سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اب یہاں یہ سوال باقی ہے کہ اگر شیخ کی ننانوے فیصد کرامتوں کی کوئی اصلیت نہیں تو پھر ایک فیصد کرامتیں جنہیں صحیح کہا جا سکتا ہے، وہ کہاں ہیں؟ تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ انہیں تراجم کی کتابوں (مثلاً سیر اعلام النبلاء از ذہبیؒ، الطبقات الکبریٰ از شعرانی وغیرہ) میں سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ البتہ ان کی بھی صحت پر قطعی حکم لگانے سے پہلے ان کی اسناد کی تحقیق از بس ضروری ہے مگر افسوس کہ شیخ جیلانی پر لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی آج تک اس کی زحمت گوارا نہیں کی۔ بلکہ آپ کے عقیدت مندان سنی سنائی کرامتوں کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جیسے یہ شیخ کی کرامتیں نہیں بلکہ ان کے 'مختارِ کل' و 'مالکِ ملک' ہونے کے نمونے ہیں، حالانکہ یہ حیثیت تو معجزات کے حوالہ سے انبیا کو بھی حاصل نہیں۔ (دیکھئے الاسراء: ۹۰ تا ۹۳)

شیخ کے بعض تفردات:

ہمارے ہاں شخصیات پر لکھنے والے عموماً اس بات کا خیال تو رکھتے ہیں کہ مطلوبہ شخصیت کے فضائل و مناقب پر جہاں سے اور جو بھی رطب و یابس ملے، اسے بلا تحقیق سپردِ قلم کر دیا جائے۔ مگر اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جاتی کہ زیرِ مطالعہ شخصیت کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کرتے ہوئے ان حقائق کو بھی سامنے لایا جائے جو ان کی علمی و فکری لغزشوں پر مشتمل ہو۔ عملی کوتاہیوں سے صرفِ نظر کرنا تو یقیناً مستحسن ہے مگر علمی و نظریاتی لغزشوں کو اس لئے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ کسی کے فضائل و مناقب اور علمی وجاہت سے متاثر ہونے والا شخص اس کی علمی و فکری لغزشوں کو بھی عین حق سمجھ کر اپنا لیتا ہے، اس لئے ایسی چیزوں کی نشاندہی ایک علمی امانت کو آگے منتقل کرنے کے مترادف ہے۔ امانت و دیانت کے انہی تقاضوں کے پیش نظر ذیل میں ہم اس حوالہ سے کچھ بحث کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔

شیخ کے عقائد و نظریات کے حوالہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا جو نکتہ نظر ہے وہ تو اوپر بیان ہو چکا، تاہم شیخ الاسلام کے ساگردِ رشید حافظ ذہبیؒ کے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں خیالات کچھ اس طرح کے ہیں کہ

"وفي الجملة الشيخ عبدالقادر كبير الشان وعليه مآخذ في بعض أقواله ودعاويه والله الموعد وبعض ذلك مكذوب عليه" (سیر اعلام النبلاء: ۲۰/۴۵۱)

"حاصل بحث یہ ہے کہ شیخ جیلانی بڑی اونچی شان کے مالک تھے مگر اس کے باوجود ان کے بعض اقوال اور دعوے قابل مؤاخذہ اور محل نظر ہیں جنہیں ہم اللہ ہی کے سپرد کرتے ہیں جب کہ بعض تو محض جھوٹ کا پلندہ ہیں جنہیں ان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔"

شیخ جیلانیؒ کے وہ کون سے خیالات و فرمودات ہیں جو محل نظر ہیں، اس کی تفصیل تو حافظ ذہبیؒ نے بیان نہیں فرمائی، تاہم شیخ کی مطبوعہ کتابوں کے مطالعہ سے ممکن ہے کہ ایسی کئی چیزیں سامنے آ جائیں۔ ویسے بھی انسان ہونے کے ناطے خطا و نسیان ایک فطرتی بات ہے جس سے کسی بشر کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف نے جب شیخ کی بعض کتابوں کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا تو شیخ کے بعض ایسے تفردات بھی نظر سے گذرے جن سے اتفاق ممکن نہیں۔ ان میں سے بعض تفردات کی نشاندہی تو راقم نے اسی کتاب (غنیۃ الطالبین) پر اپنے حواشی میں کر دی ہے جب کہ بعض اہم تفردات کی نشاندہی ذیل میں کی جاتی ہے:

❶ شیخ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ

"قل بسم الله، اسم الذي أجرى الأنهار وأنبت الأشجار، اسم من عَمَّر البلاد بأهل الطاعة من العباد فجعلهم لها أوتادا كالجبال فصارت الأرض بهم لمن عليها كالمهاد فهم الأربعون الأخيار من الأبدال المنزهون الرب عن الشركاء والأنداد وملوك في الدنيا وشفعاء الأنام يوم التناد إذ خلقهم ربي مصلحة للعالم ورحمة للعباد" (ج۱/ص۲۲۶)

''کہو بسم اللہ، یہ اس ذات کا نام ہے جس نے دریا جاری کیے، درخت پیدا کیے، اپنے اطاعت شعار بندوں کے ساتھ شہر آباد کیے اور ان بندوں کو پہاڑوں کی طرح اوتاد (میخیں، کیل) بنایا، جن کی وجہ سے زمین اپنے باشندوں کے لیے فرش کی طرح ہوگئی۔ یہ چالیس برگزیدہ بندے ہیں جنھیں اَبدال کہا جاتا ہے۔ یہ ابدال اللہ تعالیٰ کے شریکوں کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی (بیان) کرتے ہیں۔ یہ ابدال دنیا کے بادشاہ اور روزِ قیامت سفارش کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات کی تدبیر کرنے اور بندوں پر لطف وکرم کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔'' (نیز دیکھئے: الغنیۃ مترجم از شمس بریلوی: ص۲۵۰)

مذکورہ اقتباس میں اَوتاد و اَقطاب وغیرہ کے حوالہ سے شیخ نے جو نکتہ نظر پیش کیا ہے، اس کے ظاہری مفہوم کی کوئی ایسی توجیہ جس سے اس کی شرکیہ آمیزش بآسانی دور ہو سکے، بہت مشکل ہے، مگر اس بنیاد پر معاذ اللہ شیخ پر کوئی فتویٰ صادر کرنے کی بھی راقم اس لئے جسارت نہیں کرسکتا کہ ائمہ نقاد مثلاً ابن تیمیہؒ، حافظ ذہبیؒ، ابن حجرؒ، ابن رجبؒ وغیرہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اکثر و بیشتر نے شیخ کے اہل السنۃ اور صحیح العقیدہ ہونے کی گواہی دی ہے اور ویسے بھی شیخ جیلانی کے عقائد و نظریات کے حوالے سے ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ شیخ صحیح العقیدہ مسلمان اور اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے ولی تھے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اقتباس کے بارے میں یہ موقف اپنایا جائے کہ یہ شیخ کی کتاب میں کسی اور نے شامل کر دیا ہوگا اور ویسے بھی یہ بات معقول ہے کہ جب بعض متعصبین نے احادیث وضع کرنے یا کتبِ احادیث میں تحریف کرنے میں خوف خدا کا لحاظ نہیں رکھا تو شیخ کی کتاب میں ایسی بات کا پیوند لگانے میں یہ خوف ان کے لئے کیسے مانع ہوسکتا تھا۔ یا پھر اس کی کوئی ایسی توجیہ تلاش کرنی چاہئے جس سے اس کا بگاڑ باقی نہ رہے۔ اور اس کی توجیہ یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ متقدم صوفیا کے ہاں ابدال و اقطاب کی

اصطلاحات زہاد وعباد کے محض درجاتِ تفاوت کے لیے مستعمل تھیں، لیکن متاخر صوفیا نے چند موضوع احادیث کی بنا پر غوث، قطب، اَبدال وغیرہ سے وہ اولیا مراد لینے شروع کر دیے کہ جنہیں ان کے زعم باطل میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے مختلف اُمور کا مختار ونگران بنایا ہے۔ حالانکہ یہ نظریہ نہ صرف واقعاتی حقائق کے خلاف ہے بلکہ اسلامی عقائد کے بھی صریح منافی ہے۔ اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ شیخ جیلانی کے ہاں اَبدال واوتاد سے مراد وہی مفہوم تھا جو متقدم صوفیا سمجھتے تھے، نہ کہ وہ جو متاخرین کے ہاں معروف ہوگیا۔ واللہ اعلم!

❷ شیخ فرماتے ہیں کہ:

”ونؤمن بأن الميت يعرف من يزوره إذ اتاه وآكده يوم الجمعة بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس“ (غنیۃ الطالبین:۱/۱۴۲)

”ہمارا ایمان ہے کہ مردہ کی قبر پر آنے والے کو مردہ پہچانتا ہے۔ جمعہ کے دن طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک یہ شناخت اور زیادہ قوی ہوتی ہے۔“ (الغنیۃ مترجم شمس بریلوی: ص ۱۶۵)

❸ اللهم إني أتوجه إليک بنبيک عليه سلامک نبي الرحمة يا رسول الله! إني أتوجه بک إلی ربی ليغفرلي ذنوبي اللهم إني أسألک بحقه أن تغفرلي وترحمني......“ (الغنیۃ: ج ۱/ص ۳۶)

”یا اللہ! میں تیرے نبی علیہ السلام کے وسیلے سے جو نبی الرحمہ تھے، تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ یارسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے ربّ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف فرما دے۔ یا اللہ! میں تیرے نبی کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما۔“

❹ اسی طرح شیخ نے (الغنیۃ: ج ۱/ص ۳۱۷ تا ۳۳۵) میں شہر رجب میں نماز اور روزوں کے بہت سے فضائل ذکر کئے ہیں مگر شیخ نے اس ضمن میں جن روایات سے استشہاد کیا ہے، انہیں اہل علم نے موضوع قرار دیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے الموضوعات: ۲/۲۰۵، تنزیہ الشریعہ: ۲/۱۶۱ اور اللآلی المصنوعۃ: ص ۱۱۷)

❺ اسی طرح شیخ نے (غنیۃ الطالبین: ج ۲/ص ۲۳۵ تا ۲۶۱) میں ہفتہ کے مختلف دنوں اور راتوں کی بہت سی نفلی نمازوں کا بھی ذکر کیا ہے مگر بطورِ استشہاد جن روایتوں کو شیخ نے پیش کیا ہے، انہیں محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کی رائے

شیخ کے مذکورہ تفردات میں سے پہلے تفرد کی کچھ توجیہ راقم نے پیش کر دی ہے تاہم دیگر تفردات کی توجیہ اور تحقیق وتطبیق، میں دیگر غیر جانبدار اہل علم کے سپرد کرتا ہوں لیکن اس گزارش کے ساتھ کہ علمائے سلف اور سچے اولیاء ومشائخ کے حوالہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی اس نصیحت کو بھی مدنظر رکھیں:

”وكثير من مجتهدي السلف قالوا وفعلوا ما هو بدعة ولم يعلموا أنها بدعة إما لأحاديث ضعيفة ظنوها صحيحة وأما الآيات فهموا منها ما لم يرد منها وأما لرأي رأوه وفي المسألة نصوص لم

تبلغهم وإذا اتقى الرجل ربه ما استطاع دخل في قوله تعالیٰ: ﴿رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ أَخْطَأْنَا﴾ وفي الصحيح (مسلم:١٢٦) أن الله قال: قد فعلت'' (مجموع الفتاویٰ:١٩/١٩١)

''سلف صالحین میں سے بہت سے مجتہدین سے بعض ایسے اقوال وافعال مروی ہیں جو بدعت کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں ۔لیکن ان اہل علم نے انہیں بدعت سمجھ کر اختیار نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے یا تو انہیں ضعیف روایات کی بنا پر یہ سمجھتے ہوئے اختیار کیا تھا کہ یہ روایات صحیح ہیں ۔یا پھر انہوں نے بعض آیات سے استنباط کرتے ہوئے ایسا کیا مگر ان کا وہ استنباط درست نہ تھا اور انہیں اس خاص مسئلہ میں بعض نصوص نہ مل سکیں (جن سے ان کی صحیح رہنمائی ہوسکتی تھی)۔بہر حال جب کوئی شخص حتیٰ المقدور اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل میں جگہ دے تو پھر وہ اس فرمانِ خداوندی میں شامل ہے:''اے ہمارے ربّ! اگر ہم سے بھول چوک یا خطا سرزد ہو تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا''اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواباً فرماتے ہیں کہ میں نے تمہاری بات قبول کر لی ہے۔''

❁ ❁ ❁

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

(ماخوذ از اردو دائرۃ المعارف)

مقالہ نمبرا

عبدالقادر الجیلانیؒ: (الجیلی) حنبلی عالم اور واعظ' (سلسلہ قادریہ کے بانی' جن کا شمار اولیائے کبار اور صوفیائے عظام میں ہوتا ہے۔ دیباچہ فتوح الغیب میں ان کا اسم گرامی محی الدین ابومحمد بن ابی صالح (موسیٰ) جنگی دوست (بن عبداللہ) درج ہے' مگر الذہبی نے ان کا نام ''عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ بن جنگی دوست'' لکھا ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک ان کا سلسلہ نسب حضرت امام حسنؓ سے جا ملتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان کا پورا نسب درج کیا ہے۔ دیباچہ فتوح میں انہیں نہ صرف حسنی بلکہ حسینی بھی لکھا گیا ہے۔ ان کی پیدائش ۴۷۰ھ/ ۱۰۷۷ـ۱۰۷۸ء میں اور وفات ۱۰ ربیع الآخر ۵۶۱ھ/ ۱۱ اپریل ۱۱۶۶ء کوئی ہوئی۔ ان کے حالات زندگی پر مخصوص رسائل لکھنے والے (عقیدت مند) مصنفین انہیں اسلام کا سب سے بڑا ولی خیال کرتے ہیں۔ ان کی زندگی اور سرگرمیوں کے بارے میں ان مصنفوں کے بیانات تاریخی سے زیادہ اخلاقی اور تبلیغی نوعیت کے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ تحریریں ان کی زندگی کے تاریخی حالات کی فراہمی میں زیادہ مدد نہیں دیتیں۔ صرف ابن تغری بردی ایسا مصنف ہے جس نے ان کے مولد کا نام جیل لکھا ہے' جو واسط اور بغداد کے درمیان ایک گاؤں ہے۔ باقی سب ماخذ اس بات پر متفق ہیں کہ جناب شیخؒ عجمی الاصل اور بحیرۂ خزر کے جنوبی صوبے جیلان کے ایک مقام نَیف (نِیُف) کے رہنے والے تھے۔ وہ بغداد میں تحصیل علم کی غرض سے اٹھارہ سال کی عمر میں آئے اور اس وقت سے لے کر اپنی وفات تک یہی شہران کی سرگرمیوں کی جولانگاہ بنا رہا۔

دیگر متعدد اساتذہ کے علاوہ انہوں نے فنون و ادب کی تعلیم التبریزی (م ۵۰۲ھ/ ۱۱۰۹ء) سے حنبلی فقہ کی تعلیم ابو الوفاء بن العقیل (م ۵۱۳ھ/ ۱۱۲۱ء' جنہوں نے اعتزال چھوڑ کر حنبلی مذہب اختیار کر لیا تھا) اور قاضی ابوالسعد المبارک المخرمی سے اور حدیث کی تعلیم مصارع العشاق کے مصنف ابومحمد جعفر السراج (م ۵۰۰ھ/ ۱۱۰۶ء) سے حاصل کی۔ تصوف سے انہیں ابوالخیر حماد الدباس (م ۵۳۳ھ/ ۱۱۳۱ء) نے روشناس کرایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابوالخیر' جن کی نسبت شربت (دبس) فروشی سے ماخوذ ہے اور جنہوں نے بظاہر کوئی کتاب نہیں لکھی' اپنے وقت کے نہایت محترم و مسلّم صوفی بزرگ تھے' جن کے

تقشف زہد و اتقا کا' نیز اس سخت ریاضت کا ذکر' جو وہ اپنے زیر تربیت مریدوں سے کرایا کرتے تھے' ابن الاثیر (۱۰:۲۷۴) نے بھی کیا ہے۔ پچاس سال کی عمر میں انہوں نے سب سے پہلے ایک مجلس میں وعظ کیا' (۵۲۱ھ/ ۱۱۲۷ء)۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے وعظ اور درس کا چرچا بہت جلد دور دور تک ہونے لگا۔ ان کے پہلے وعظ کے چھٹے سال بعد ان کے شیخ المخرمی کا مدرسہ ان کے حوالے کر دیا گیا۔ جس کی توسیع کے لیے ارباب ثروت نے مالی امداد دی اور غریبوں نے مفت جسمانی مشقت سے اعانت کی۔ یہاں ان کے اہم مشاغل افتا' درس تفسیر' حدیث و فقہ اور بالخصوص وعظ تھے' جس کے لیے ان کی شہرت دور دور تک تھی' جو دنیائے اسلام کے تمام حصوں سے بے شمار شاگردوں کو کھینچ لائی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے اثر آفرین اور دلنشیں مواعظ نے بہت سے یہودیوں اور عیسائیوں کو دین اسلام کا حلقہ بگوش بنایا۔ وہ دنیوی ضرورتوں سے بے نیاز تھے اور بے خوفی سے کلمہ حق بیان کرتے تھے' جس سے دربار خلافت بھی متاثر ہوتا تھا۔ وہ غریبوں کی امداد کیا کرتے تھے۔ ان کے مدرسے کو ان کے متعدد بیٹوں میں سے عبدالوہاب اور ان کی اولاد نے اوقاف کی امداد سے جاری رکھا۔

شیخؒ نے ایسے دور میں زندگی بسر کی جب کہ تصوف کا عروج تھا اور صوفیہ کے مسلک میں وسعت پیدا ہو رہی تھی' ان سے پہلے کی صدی میں ایک نزاع جو مدت سے جاری تھی' بہت شدید شکل اختیار کر چکی تھی' جس سے اسلامی معاشرے کا ہر فرد متاثر ہو رہا تھا۔ نزاع یہ تھی کہ آیا انسان کو ایسا مسلک لادینی اختیار کر لینا چاہیے کہ وہ دین کی طرف سے بے پرواہ ہو جائے اور محض (رسمی اور رواجی طور پر مسلمان کہلائے' یا اسے ایسا دین عقل پرست اختیار کرنا چاہئے جو اہل دین کے مسلمات وعقائد سے متصادم ہو۔ ادبی کتابوں میں لاتعداد شکایتیں نہ صرف اس مضمون کی ملتی ہیں جن سے مزخرفات دنیا کی کشش کے مقابلے میں یاس کا اظہار کیا گیا ہے' بلکہ ساتھ ہی فقہی مذہب کے پول پر بھی حسرت وافسوس ظاہر کیا گیا ہے' اور اسے ''مردہ علم جو مردہ لوگوں نے اوروں تک پہنچایا'' کہا گیا ہے۔ ان حالات میں شیخ عبدالقادرؒ سے پہلی پشت کے لوگوں میں تصوف نے اپنے روحانی وجذباتی اثر کی وجہ سے ایک ہمہ گیر تحریک کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ تاریخی حالات نے ایک سوال کو سامنے لا کر کھڑا کر رکھا تھا اور وہ یہ تھا کہ زہد و تصوف کے عناصر کو شریعت کے ساتھ ہم آہنگ کس طرح کیا جائے۔ شیخ کے استاد ابن عقیل نے جیسا کہ حنبلی مذہب کی طرف منتقل ہونے والے ایک جوشیلے شخص کو زیب دیتا ہے' تصوف کی ضرورت وافادیت سے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد متشدد اور کٹر حنبلیوں نے کئی دفعہ تصوف کے متعلق یہی روش اختیار کی۔ لیکن یہ نہ تھا کہ ان کے لیے صرف یہی راستہ کھلا تھا۔ الانصاری الہروی (م ۴۸۱ھ/ ۱۰۸۸ء) نے جس نے سختی کے ساتھ امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر قائم رہتے ہوئے فقہی مناظرے کیے (اور جو اس مذہب کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے کہ ''مذہب احمد احمد مذہب'' تصوف پر کتابیں لکھی ہیں' جن کی اپیل جذباتی ہے (اور ابن جبیر کی شہادت کے مطابق ابن الجوزی نے گو صوفیہ کی مجالس رقص وسرود پر حملے کیے تھے لیکن وہ خود ایسی مجالس منعقد کیا کرتے تھے جو صوفی عقیدے کے طور طریقے کے مطابق ہوتی تھیں۔

یہ وہ دور تھا جس میں جناب شیخ نے عملی سرگرمیاں شروع کیں۔ ان کی تصنیف الغنیۃ الطالبین طریق الحق

(قاہرہ ۱۳۰۴ھ) میں ان کی حیثیت ایک معلم دینیات کی ہے' اس کتاب کے شروع میں ایک سنی مسلمان کے اخلاق اور معاشری فرائض کی وضاحت کی گئی ہے۔ ازاں بعد اس میں حنبلی مسلک کے ایک رسالے کی صورت میں وہ معلومات درج کر دی گئی ہیں' جن کا حاصل کرنا ہر مومن کے لیے ضروری ہے۔ اس میں (اسلام کے) تہتر فرقوں کی ایک مجمل سی تشریح بھی شامل ہے اور آخر میں تصوف کے مخصوص طریقے کا ذکر کیا گیا ہے۔ غالی حنبلی ان مخصوص فرائض کو جنہیں صوفیہ نے اپنے آپ پر لازم گردان لیا ہے' محل نظر قرار دیتے ہیں۔ ابن تیمیہ کے نزدیک بعض ایام کی مخصوص اجتماعی دعائیں جو غنیۃ میں مکی کی قوت القلوب سے لے کر درج کی گئی ہیں' اس وقت محل اعتراض بن جاتی ہیں جب وہ شرعی فریضے کی حیثیت اختیار کر لیں۔ لیکن احکام شرعیہ کے ساتھ تصادم جیسا کہ ابن الجوزی نے تلبیس ابلیس میں اپنے زمانے کے صوفیوں کے ہاں بیان کیا ہے' شیخ کی تحریروں میں نظر نہیں آتا۔ نبی اکرم ﷺ کے پیغام کے سامنے' جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں آیا ہے' چوں وچرا کے بغیر سر تسلیم خم کر دینا ہی کسی صوفی کے اس دعوے کو خارج از بحث کر دیتا ہے کہ اسے مستقل وحی والہام کے ذریعے سے پیغام ملتا ہے۔ اعمال نافلہ کی بجا آوری کا مطلب یہ ہے کہ احکام الٰہیہ کے مطالبات (فرائض) کو اس سے پہلے ادا کیا جا چکا ہے۔ (اس کتاب میں) اگرچہ مجاہدات اور ریاضات کی ممانعت نہیں کی گئی' تاہم ان کی اجازت بعض شرائط کے ساتھ ہی دی گئی ہے۔

یہی خیالات ان کے خطبوں میں بھی ظاہر کیے گئے ہیں' جن کے مجموعے الفتح الربانی کی صورت میں موجود ہیں۔ ان خطبوں میں جناب شیخ نے سامعین کو اکثر ولی کامل کی طرف توجہ دلائی ہے' لیکن ان خطبوں کا مضمون اور ان کا طرز بیان ظاہر کرتا ہے کہ ان کے مخاطب صرف صوفی نہ تھے۔ ان خطبوں کا انداز بیان سیدھا سادا ہے' جن میں صوفیوں کی اصطلاحیں استعمال کرنے سے احتراز کیا گیا ہے' اور صرف سادہ اخلاقی نصیحتیں کی گئی ہیں۔ ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطبے سامعین کے بڑے بڑے اجتماعات میں دیئے گئے تھے۔ ان انسانوں کے سامنے جو تقدیر کی طاقت کو ایک مستقل خطرہ محسوس کرتے رہے ہیں' وہ انسان کی مثالی شکل پیش کرتے ہیں' یعنی ایسے ولی کی جو اپنے عارضی وجود پر غالب آ کر حقیقی ہستی کو پالیتا ہے۔ ایسا شخص تقدیر اور موت کے خوف پر بھی قابو پالیتا ہے' کیونکہ وہ اس ذات کے ساتھ واصل ہو جاتا ہے جس کے ہاتھ میں تقدیر اور موت کی کنجیاں ہیں۔ شیخ عبدالقادرؒ نے جس تصوف کی تعلیم دی ہے' وہ نفس وھویٰ کے خلاف جہاد کرنے پر مشتمل ہے' جو جہاد بالسیف سے (جو کفار کے مقابلے میں کیا جاتا ہے) افضل اور اکبر ہے اور اسی طرح شرک خفی پر' یعنی اپنے نفس کے بت کی پرستش پر' نیز جملہ مخلوقات کے اصنام پر غلبہ حاصل کرنے اور ہر خیر وشر میں اللہ کی رضا کو کارفرما دیکھنے اور اس کی شریعت کے مطابق اس کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کا نام ہے۔

شیخ عبدالقادرؒ پر الشطنوفی کی کتاب لبہجۃ الاسرار' جسے دوسرے مصنفوں نے اپنا ماخذ بنایا ہے' ان کی وفات کے سو سال بعد لکھی گئی تھی۔ اس کا بیان جسے الذہبی ناقابل اعتماد قرار دے کر مسترد کر چکا ہے۔ انہیں افضل واعظم ولی ظاہر کرتا ہے۔ اس کتاب میں جناب شیخ کو ولی کامل کے اس تصور کے مطابق جو کہ خود ان کے ذہن میں تھا' پیش نہیں کیا گیا' بلکہ اس کتاب کا

پیش کردہ بزرگ ایسا نہیں جو کائناتی تسلیم ورضا کی علامت کا کام دے سکے' اور اس جہاں اور اگلے جہاں دونوں کو ترک کر دینے اور دونوں جہانوں میں اللہ کی تقدیر کو قبول کرنے میں اس کے نمونے کی پیروی کی جا سکے۔ (مقالہ نگار کی رائے میں) الشطنوفی نے ولی کی حیثیت سے شیخ عبدالقادرؒ کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ ایک ایسے زہد و اتقا کی پیداوار ہے' جس نے اپنے مثالی تصور کو عملی صورت دینے کی امید ترک کر دی ہو۔

القصیدۃ الغوثیۃ کے نام سے ایک نظم بھی ہے' جو ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اس نظم کا لب ولہجہ ان کی مصدقہ تحریرات سے جداگانہ ہے۔

❀ ❀ ❀

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

(ماخوذ از اردو دائرۃ المعارف)

مقالہ نمبر۲

تاریخ اسلام کے معروف ترین روحانی پیشوا اور عظیم صوفی، جو عرف عام میں غوث اعظم اور پیر پیراں کے نام سے مشہور ہیں، (بعض قدیم تذکرہ نگاروں نے انہیں ''شیخ الاسلام، تاج العارفین، محی الدین'' کے القاب سے یاد کیا ہے (دیکھئے ابن تغری بردی: النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ' ۵:۳۷۱) اسی مؤرخ کا بیان ہے کہ وہ ''الجیلانی'' کے عرف سے بھی مشہور تھے (دیکھئے کتاب مذکور)۔ ان کی کنیت ابو محمد تھی۔ ان کے اکثر سوانح نگاروں نے ان کا پدری سلسلہ نسب امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے اور مادری سلسلہ نسب امام حسین بن علیؓ سے ملایا ہے۔ بعض لوگوں نے اس مسئلے پر شبہات کا اظہار بھی کیا ہے مگر علامہ رشید رضا نے لکھا ہے کہ انساب اور تاریخ کے متاخرین علما میں سے تقریباً ستر مصنفین نے عبدالقادر الجیلانیؒ کو حسنی الاصل سادات میں شمار کیا ہے اور ان کے درج ذیل شجرۂ نسب کی تصدیق کی ہے: ''ابو محمد عبدالقادر محی الدین بن ابی صالح موسیٰ جنگی دوست بن عبداللہ (المکنی بابی عبداللہ ایضاً) بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن الحسن المثنیٰ بن الحسنؓ السبط بن الامام علیؓ۔ ابن تغری بردی نے بھی بعینہ یہی شجرہ درج کیا ہے (النجوم الزاھرۃ' ۵:۳۷۱)۔ والدہ کی طرف سے ان کے حسینی الاصل ہونے کی تصریح دارا شکوہ نے کی ہے (دارا شکوہ: سفینۃ الاولیاء' ص ۴۳)

اس بات پر اکثر تذکرہ نگار متفق ہیں کہ الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ میں پیدا ہوئے (البستانی: دائرۃ المعارف' ۱۱:۶۲۱)۔ جیلان اور دیلم کے علاقے، بحیرۂ خزر (شمالی ایران) کے جنوبی ساحل پر واقع ہیں، جن کی مشرقی حدود ری اور طبرستان سے ملتی ہیں (ابوالفداء: تقویم البلدان' ص ۴۲۶)۔ البتہ جیلان کی جس بستی میں ان کی پیدائش ہوئی، اس کا نام الشطنوفی نے نیف اور یاقوت نے بشتیر بیان کیا ہے، عبدالمؤمن، السیوطی اور فیروز آبادی نے یاقوت کا اتباع کیا ہے (یاقوت الحموی: معجم البلدان' ۱:۴۲۶؛ صفی الدین عبدالمؤمن: مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع' ۱:۲۰۰ الفیروز آبادی: القاموس المحیط' ۱:۳۷۲؛ البستانی: دائرۃ المعارف' ۱۱:۶۲۱)۔ یہ امکان بھی ظاہر کیا گیا کہ ان میں سے ایک بستی میں، شیخ کی پیدائش اور دوسری میں پرورش وغیرہ ہوئی ہو (البستانی: دائرۃ المعارف' ۱۱:۶۲۱)۔ شیخ کا سال ولادت اکثر سوانح نگاروں کے مطابق یکم

رمضان ۴۷۰ھ/ ۱۰۷۷۔۱۰۷۸ء ہے (ابن الاثیر: الکامل، ۱۱: ۱۲۱: ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ، ۱۲: ۲۵۲) اور دارا شکوہ نے دوسرا قول ۴۷۱ھ/ ۱۰۷۸۔۱۰۷۹ء کا بھی نقل کیا ہے (سفینۃ الاولیاء ص ۴۵)۔ ابن تغری بردی نے دوسرے قول (یعنی ۴۷۱ھ) پر ہی اعتماد کیا ہے (ابن تغری بردی: النجوم الزاہرۃ، ۵: ۳۷۱)۔

شیخ کے والد کا نام ابو صالح موسیٰ جنگی (زنگی) دوست تھا۔ شیخ کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے سلسلے میں ان کا تذکرہ نہیں ملتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انتقال شیخ کی کم سنی میں ہو گیا تھا۔ والد نے اسی دینار ترکے میں چھوڑے تھے، ان میں سے چالیس دینار شیخ کو والدہ نے اس وقت دیے جب وہ طلب علم کے لیے بغداد روانہ ہوئے۔ بقیہ رقم شیخ کے دوسرے بھائی کے لیے رکھی گئی (نور الدین جامی: نفحات الانس، ص ۵۸۷)۔ شیخ کی والدہ کا نام ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ تھا۔ وہ ابو عبداللہ الصومعی کی صاحبزادی تھیں۔ الصومعی اپنے وقت کے معروف صوفی بزرگ تھے، وہ متعدد مشائخ کی صحبت سے فیض یاب تھے اور وہ ایک مستجاب الدعوۃ ولی سمجھے جاتے تھے۔ جامی نے ان کا تذکرہ ''از بزرگان مشائخ گیلان و رؤسائے زہاد ایشان'' کے الفاظ سے شروع کیا ہے (کتاب مذکور، ص ۵۸۶)۔ ممکن ہے کہ شیخ اوائل عمر میں اپنے نانا الصومعی کے قرب میں رہے ہوں، بہر نوع شیخ کو اپنے نانا کے نام پر سبط ابی عبداللہ الصومعی الزاہد (یعنی نبیرہ الصومعی) کے عرف سے پکارا جاتا تھا (ابن تغری بردی: النجوم الزاھرۃ، ۱۱: ۳۷۱)

اٹھارہ برس کی عمر میں شیخ، تحصیل علم کے لیے بغداد روانہ ہوئے۔ جامی نے اس موقع سے متعلق شیخ کا اپنا بیان نقل کیا ہے ''میں نے اپنی والدہ سے کہا، مجھے خدا کے کام میں لگا دیجیے اور اجازت مرحمت کیجیے کہ بغداد جا کر علم میں مشغول ہو جاؤں اور صالحین کی زیارت کروں۔ والدہ رونے لگیں...... تاہم مجھے سفر کی اجازت دے دی اور مجھ سے عہد لیا کہ تمام احوال میں صدق پر قائم رہوں۔ والدہ مجھے الوداع کہنے کے لیے بیرون خانہ تک آئیں اور فرمانے لگیں ''تمہاری جدائی، خدا کے راستے میں قبول کرتی ہوں۔ اب قیامت تک تمہیں نہ دیکھ سکوں گی......'' (نور الدین جامی: نفحات الانس، ص ۵۸۷)

شیوخ و اساتذہ:

بغداد میں جن شیوخ اور اساتذہ سے شیخ عبدالقادر مستفید ہوئے، ان میں چند ممتاز شخصیات یہ ہیں: ۱۔ ابو زکریا یحییٰ بن علی بن الخطیب التبریزی (م ۵۰۲ھ)، جو نحو، لغۃ اور ادب کے امام تھے۔ نظامیہ (بغداد) میں شعبہ ادب کی تدریس اور کتاب خانے کی نگرانی ان کے سپرد کی گئی تھی، دین اور ادب میں کئی تالیفات ان کی یادگار ہیں (السیوطی: بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ، قاہرہ ۱۹۶۵ء، ۲: ۳۳۸: یاقوت: معجم الادباء مطبوعہ قاہرہ، ۲۰: ۲۵)۔ التبریزی سے شیخ نے عربی زبان اور ادب کی تحصیل کی، جس کے نتیجے میں شیخ میں عربی زبان پر قدرت اور فصاحت و بلاغت کے نہایت اونچے معیار کے ساتھ شعر اور خطابت کا جوہر پیدا ہوا (البستانی: دائرۃ المعارف، ۱۱: ۶۲۱)۔ (۲) ابو الوفاء علی بن عقیل البغدادی المظفری (م ۵۱۳ھ)، معروف حنبلی فقیہ، جو فقہ میں الارشاد اور الفصول کے علاوہ متعدد کتب کے مصنف بھی تھے (البغدادی:

ھدیۃ العارفین'ا:۴۹۵) شیخ نے ان سے فقہ کا درس لیا (البستانی: دائرۃ المعارف'۱۱:۶۲۲)۔ (۳) ابوبکر احمد بن المظفر: (۴) ابو غالب محمد بن الحسن الباقلانی اور دیگر متعدد شیوخ حدیث سے علم حدیث پڑھا۔ شیخ کے شیوخ حدیث اور دیگر اساتذہ کی فہرست کے لیے (دیکھئے التادفی: قلائد الجواہر' ص ۴ تا ۶) الشیخ حماد الدباس ۵۲۵ھ شیخ عبدالقادرؒ کے مشائخ صحبت میں سے تھے۔ شیخ حماد عارف اور زاہد مرتاض بزرگ تھے اور علوم درسیہ کے اعتبار سے امی تھے۔ جامی نے انہیں ''قدوۂ مشائخ کبار' لکھا ہے اور بتایا ہے کہ شیخ عبدالقادرؒ ان کی صحبت میں غایت ادب ملحوظ رکھتے تھے۔

علوم عربیہ اور علوم دینیہ میں شیخ نے یکساں طور پر تبحر حاصل کیا تھا' بالخصوص مؤخر الذکر علوم میں وہ طبقہ عالیہ کے علما میں شمار ہوتے تھے۔ ۵۲۸ھ میں شیخ کے معلم اور مرشد قاضی ابوسعید المخرمی' کا قائم کردہ مدرسہ شیخ کے سپرد کیا گیا جس میں انہوں نے مختلف تیرہ علوم وفنون کی تدریس کا کام سنبھالا۔ اس سلسلے میں تفسیر' حدیث' فقہ حنبلی' فقہ مع اختلاف المذاہب' اصول فقہ اور نحو کے اسباق خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ نماز ظہر کے بعد شیخ کے ہاں قرآن مجید کی تجوید وقرأت کا درس ہوتا اور صبح وشام تفسیر وحدیث اور دیگر علوم پڑھنے والی جماعتیں بیٹھتیں (البستانی: دائرۃ المعارف'۱۱:۶۲۲)۔ دارالافتا کا کام بھی ان کے ذمے تھا اور اقطار اسلامی سے کثیر استفتا انہیں وصول ہوتے۔ وہ امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے مذاہب کے مطابق فتویٰ لکھتے (کتاب مذکور'۱۱:۶۲۲)

تلامذہ:

جن اصحاب نے علوم درسیہ میں شیخ عبدالقادرؒ سے استفادہ کیا اور ان سے حدیث روایت کی' ان میں سے چھ کے اسما یہ ہیں: ابوسعد السمعانی' عمر بن علی القرشی' الحافظ عبدالغنی' الشیخ الموفق' یحیٰی بن سعد اللہ التکریتی' عبدالرزاق بن عبدالقادر' موسیٰ بن عبدالقادر (مؤخر الذکر دو اصحاب شیخ کے صاحبزادگان سے ہیں)۔

تالیفات:

(۱) الغنیۃ لطالبی طریق الحق (غنیۃ الطالبین کے نام سے معروف ہے' مگر خود مؤلف نے دیباچے میں اس تالیف کا نام الغنیۃ لطالبی طریق الحق لکھا ہے)' شیخ کی معروف اور ان کے افکار پر مشتمل مرکزی تالیف یہی الغنیۃ ...... ہے۔ کتاب کا آغاز شریعت اسلامی کے ارکان کی تفصیل اور متعلقہ مسائل فقہیہ کے بیان سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد ''کتاب الادب'' میں انفرادی اور مجلسی زندگی کے بارے میں شرعی آداب بتائے گئے ہیں۔ ''باب الامر بالمعروف'' میں امر بالمعروف کی اہمیت اور اس کی شرائط بیان کی گئی ہیں۔ ''باب معرفۃ الصانع'' میں ایمان کی حقیقت اور فرق بدعت وضلالت کا بیان ہے۔ ''باب الاتعاظ بمواعظ القرآن میں نفس' روح اور قلب کی تشریح ہے' کبائر وصغائر سے تحذیر اور توبہ کے بیان کے بعد اس طویل باب میں سال کے مختلف ایام وشہور میں آنے والی شرعی عبادات وتقریبات کے لیے ہدایات درج کی گئی ہیں۔ کتاب کی آخری فصلوں میں طریقت کے مباحث لیے گئے ہیں جن میں مبتدی مریدین سے لے کر شیوخ طریقت تک کے لیے آداب بتائے

ہیں۔ انہیں فصول میں صحبت، فقر، مجاہدہ، توکل، شکر، صبر، رضا اور صدق کے مباحث بھی ملتے ہیں۔ اس عظیم تالیف کے مندرجات میں شریعت وطریقت کا اصل لب لباب بیان کرتے ہوئے مسلمانوں میں ایمان وعمل کے احیا کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ یہ کتاب دو اجزا میں، بولاق میں ۱۲۸۸ھ اور ۱۳۲۲ھ میں چھپی۔ مکہ مکرمہ سے اس کا ایک ایڈیشن ۱۳۱۴ھ میں شائع ہوا (سرکیس: معجم المطبوعات، عمود ۷۲۸)۔ دہلی سے ۱۳۰۰ھ میں یہ کتاب، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے بین السطور فارسی ترجمے اور عبداللہ لبیب سیالکوٹی (بن عبدالحکیم سیالکوٹی) کے مقدمے کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔ بعض اہل علم نے الغنیۃ کو شیخ عبدالقادرؒ کی تالیف ماننے میں تردد کا اظہار کیا ہے (عبدالعزیز الملتانی: النبراس، لاہور، ص ۲۷۶)۔ اس کتاب کے بعض مندرجات یقیناً محل غور معلوم ہوتے ہیں مثلاً ''باب معرفۃ الصانع'' میں اہل بدعت وضلالت کی تفصیل کے سلسلے میں المرجئۃ کے بارہ گروہ بتائے ہیں اور الحنفیۃ کو بھی المرجئۃ کا ایک گروہ شمار کیا ہے، نیز الحنفیۃ کے تعارف میں یہ الفاظ ملتے ہیں: واما الحنفیۃ فهم بعض اصحاب ابی حنیفة النعمان بن ثابت زعموا ان الایمان هو المعرفة والاقرار بالله ورسوله وبماجاء من عند جملة''...... الخ. اس عبارت پر الغنیۃ کے مترجم (فاضل سیالکوٹی) نے حاشیے پر یہ نوٹ لکھا ہے: ''بدانکہ ذکر حنفیہ در فرق مرجیہ وگفتن کہ ایمان نزد ایشاں معرفت است واقرار، خلاف مذہب ایں طائفہ است کہ در کتب مقرر است و شاید ایں را بعضے مبتدعان بہ بغض ایں فرقہ داخل کردہ اند ایں را در کلام شیخ قدس سرہ'' (الغنیۃ الطالبین طریق الحق، فارسی ترجمہ ازمولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، دہلی ۱۳۰۰ھ، ص ۲۲۷ تا ۲۳۰) (۲) الفتح الربانی والفیض الرحمانی: یہ کتاب، شیخ کے باسٹھ مواعظ پر مشتمل ہے، قاہرہ میں ۱۲۸۱ھ اور ۱۳۰۲ھ میں طبع ہوئی (معجم المطبوعات، عمود ۷۲۸)۔ (۳) الفیوضات الربانیۃ فی الاوراد القادریۃ: قاہرہ سے ۱۳۰۳ھ میں چھپی (حوالہ سابق)۔ (۴) فتوح الغیب: یہ کتاب اٹھتر مقالات پر مشتمل ہے۔ استنبول میں ۱۲۸۱ھ میں طبع ہوئی (حوالہ سابق)۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن پاک وہند سے بھی شائع ہو چکے ہیں، جن میں بالعموم شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی فارسی شرح اور ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔ (۵) بشائر الخیرات: اس میں نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے لیے متعدد عبارات مرتب کی گئی ہیں، اسکندریہ میں ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوئی (حوالہ سابق)۔ اس کے علاوہ، البغدادی نے شیخ کی درج ذیل تالیفات کے نام گنوائے ہیں: ۔(۶) تحفۃ المتقین وسبیل العارفین۔ (۷) حزب الرجاب والانتہاء۔ (۸) الرسالۃ الغوثیہ۔ (۹) الکبریت الاحمر فی الصلوٰۃ علی النبی ﷺ (غالباً یہ وہی تالیف ہے جس کا تذکرہ سرکیس نے بشائر الخیرات کے نام سے کیا ہے (معجم المطبوعات، عمود ۷۲۸)۔ (۱۰) مراتب الوجود۔ (۱۱) یواقیت الحکم۔ (۱۲) معراج لطیف المعانی۔ (دیکھئے البغدادی: ھدیۃ العارفین، ۱: ۵۹۶)۔

عمر رضا کحالہ نے شیخ کی تالیفات میں مزید یہ نام درج کیے ہیں: (۱۳) جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر۔ (۱۴) سر الاسرار ومظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار۔ (۱۵) آداب السلوک والتوصل الی منازل (ملک؟) الملوک (عمر رضا کحالہ: معجم المؤمن ۵: ۳۰۷)۔

رشید رضا نے اپنے مضمون میں بتایا ہے کہ مفتی طرابلس (شام) کے کتاب خانے میں قرآن مجید کی ایک عمدہ تفسیر کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تفسیر بھی شیخ کی تالیف ہے۔ مضمون نگار نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ اوراد و ظائف کی قبیل سے کئی ایسی چیزیں بھی شیخ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں جن کی نسبت شیخ کی طرف درست نہیں (البستانی: دائرۃ المعارف' ۱۱: ۶۲۲)۔

تبلیغ و موعظت:

تدریس' افتا' خانقاہی تربیت' اور تصنیف و تالیف کے ساتھ' عامۃ الناس کی اصلاح کے لیے شیخ نے تبلیغ و موعظت کے کام کی طرف بھی توجہ کی۔ شیخ کے خطبات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نہایت بلند پایہ خطیب تھے۔ عام وعظ کا آغاز انہوں نے ۵۲۱ھ میں کیا جب بغداد میں ابوالفتوح الاسفرائینی نے ایسے خطبے دئے جن میں بے بنیاد روایات کی کثرت ہوتی اور ناپسندیدہ مضامین کی بھرمار۔ اس سے عوام و خاص میں بے چینی پیدا ہوئی۔ دوسری طرف جب شیخ کے مواعظ کا سلسلہ شروع ہوتو لوگوں نے ذوق وشوق سے شیخ کی مجالس کی طرف رجوع کیا اور ابوالفتوح کا مسئلہ خود بخود ختم ہو گیا (ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ' ۱۲: ۱۹۸)

شیخ کی مجلس وعظ بھی' قاضی ابوسعید المخرمی کی درس گاہ میں منعقد ہوتی۔ شائقین کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ مدرسے میں توسیع کرنی پڑی۔ ان کی مجلس میں صدہا اہل علم' قلم اور کاغذ لے کر بیٹھتے او عامۃ الناس کے رجوع کا یہ عالم تھا کہ گویا سارا بغداد شیخ کے موعظ پر امنڈ آتا (ابوالحسن علی ندوی: تاریخ دعوت وعزیمت' ۱: ۱۸۲-۱۸۳) یہ بھی بتایا گیا ہے کہ درس گاہ میں ناکافی جگہ ہونے کے باعث شیخ کی مجلس وعظ' شہر سے باہر عید گاہ بغداد کے کھلے احاطے میں منعقد کی جانے لگی' جہاں اہل بغداد کے علاوہ دیگر بستیوں کے لوگ بھی گھوڑوں وغیرہ پر سوار ہو کر آتے' سواروں کی صفیں' مجلس کے اردگرد' فصیل شہر کی صورت اختیار کر لیتیں (البستانی: دائرۃ المعارف' ۱۱: ۶۲۱)۔

شیخ کے سلسلہ مواعظ کے پیچھے یہ احساس کارفرما نظر آتا ہے کہ ملت اسلامیہ زوال کی زد پر ہے جس سے بچاؤ کے لیے دوسری کوئی قوت عالم اسلام میں سرگرم عمل نہیں' خطیب کا یہ احساس اس جذبے میں تبدیل ہو جاتا ہے کہ عالم اسلام کے مرکز بغداد میں کھڑے ہو کر کم از کم ایک صدائے درد تو بلند کی جائے۔ شیخ کے ایک خطبے سے ایک اقتباس اردو میں ملاحظہ ہو:

''جناب رسول اللہ ﷺ کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں' اور اس کی بنیاد بکھری جاتی ہے' اے باشندگان زمین آؤ اور جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کر دیں اور جو ڈھے گیا ہے' اس کو درست کر دیں' یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی' سب ہی کو مل کر کام کرنا چاہیے' اے سورج' اے چاند اور اے دن تم سب آؤ'' (تاریخ دعوت وعزیمت' ۱: ۲۰۰)۔

حکام اور امرا کے لیے بھی' امر بالمعروف کے سلسلے میں' شیخ کے ہاں کسی اور رعایت کی گنجائش نہ تھی۔ ایک معاصر خلیفہ المقتفی لامراللہ نے ابوالوفا یحییٰ بن سعید کو عہدۂ قضا تفویض کیا حالانکہ یہ شخص ''ابن المزحم الظالم'' کے لقب سے معروف تھا' اس موقع پر شیخ نے خلیفہ وقت کے اس اقدام کی برسر منبر مذمت کی اور دوران وعظ میں اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''تم

نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو ''اظلم الظالمین'' ہے کل کو قیامت کے دن اس رب العالمین کو کیا جواب دو گے جو ارحم الرحمین ہے۔'' خلیفہ تک یہ بات پہنچی تو کانپ اٹھا اور قاضی مذکور کو فی الفور معزول کر دیا۔ (التادفی: قلائد الجواہر' ص ٦)۔

اس سلسلہ تبلیغ کے اثرات' عظیم اصلاحی تحریکوں سے بڑھ کر ہوئے' ہر مجلس میں مشرف باسلام ہونے والوں اور بے عملی سے تائب ہو جانے والوں کا تانا بندھ جاتا۔ شیخ کا یہ سلسلہ مواعظ چالیس برس تک جاری رہا۔ اس طرح لاکھوں نفوس ان سے براہ راست مستفید ہوئے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت' ١:١٨٦)۔

تجدیدی کام:

پانچویں صدی ہجری تک عالم اسلام میں سیاسی وفکری ضعف و اضمحلال اپنے عروج کو پہنچ چکا تھا۔ عہد اموی میں جاہلیت کی رجعت قہقری اور بعد کے ادوار میں خلق قرآن' اعتزال' فلسفہ ملحدانہ اور باطنیت کے فتنوں نے اہل اسلام کے خواص میں تشکیک والحاد اور عوام میں عملی بے راہ روی کے بیج بو دیئے تھے۔ سابقہ صدیوں میں بھی مصلحین امت نے عظیم تجدیدی کام کیا۔ تاہم چوتھی صدی ہجری کے آخری اور پانچویں کے نصف اول میں امام غزالیؒ اور عبدالقادرؒ' تاریخ اسلام کے دو نہایت بلند پایہ مصلحین ابھرے۔ غزالیؒ کی فکری تحریک سے تشکیک والحاد کے فتنے کا سدباب ہو گیا۔ لیکن جمہور امت میں بے یقینی اور بے عملی کے روگ کا مداوا ابھی باقی تھا۔ یہ کام عظیم صوفی مبلغ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے انجام دیا' جنھوں نے اپنے علم' روحانیت اور خطابت سے اپنے اصلاحی کام کو پوری طرح مؤثر بنا دیا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت' ١:١٧٨-١٨٠)

کرامات:

معجزہ یا کرامت خرق عادت کے معنی میں' مغربی مصنفین کے لیے عموماً ایک ناقابل فہم موضوع رہا ہے۔ مگر علمائے اسلام کے ہاں معجزات وکرامات پر مشتمل واقعات کو عقل سلیم اور اصول روایت کی رو سے پرکھنے کے بعد قابل یقین حقائق قرار دیا جاتا ہے۔ (مفصل بحث کے لیے علم الکلام اور علم العقائد کی کتب کی طرف رجوع کیا جائے)۔ شیخ عبدالقادرؒ کے تذکرہ نگاروں نے ان کی کرامات کثرت سے نقل کی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسے تمام واقعات' علمی صحت کے معیار پر پورے اتریں۔

مآخذ الکتبی:

فوات الوفیات' ٢:٢۔ (٢) ابن العماد: شذرات الذہب' ٤:١٩٨۔ (٣) الیافعی: مرأۃ الجنان' ٣:٣٤٧ تا ٣٦٦۔ (٤) ابن رجب: ذیل طبقات الحنابلۃ' ص ٢١٧ تا ٢١٩۔ (٥) ابن الاثیر: تاریخ الکامل ١١:١٢١۔ (٦) البغدادی: ھدیۃ العارفین ١:٥٩٦۔ (٧) وہی مصنف: ایضاح المکنون ١:٢٥٧' ٢٧٣و٢:٢٦٣' ٢٦٠۔ (٨) حاجی خلیفہ: کشف الظنون' ٦٦٢' ٩٨٧' ١٢٤٠' ١٧٣٨' ٢٠٥٣۔ (٩) علی اللخمی الشطنوفی: بہجۃ الاسرار و معدن الانوار فی بعض مناقب عبدالقادر الجیلانی

(١٠) محمد التادفی: قلائد الجواہر فی مناقب عبدالقادر الجیلانی۔ (١١) الشعرانی: طبقات ١:١٠٨۔ (١٢) ابن تغری بردی: النجوم الظاہرۃ، ١٩٦٣ء، ٥: ٣٧١۔ (١٣) داراشکوہ: سفینۃ الاولیاء، لکھنؤ ١٨٧٢ء، ص ٤٣ تا ٥٨۔ (١٤) عبدالنبی کوکب: شاہ جیلان، لاہور ١٩٧١ء۔ (١٥) خاتون پاکستان (ماہنامہ)، کراچی، غوث اعظم نمبر ١٩٦٧ء۔ (١٦) نور بخش توکلی: سیرۃ سیدنا غوث اعظم، لاہور ١٩٦٦ء۔ (١٧) حبیب الرحمٰن خان شیروانی: ذکر محبوب، حیدر آباد دکن ١٣٤٣ھ۔ بحوالہ دائرۃ المعارف اردو ج ١٢ ص ٩٢٤ تا ٩٣٥۔

❁ ❁ ❁

بسم الله الرحمن الرحيم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تحقیق وتخریج کے ساتھ (اضافہ شدہ ایڈیشن)

غنیۃ الطالبین



کچھ غنیۃ الطالبین کے بارے میں!

گذشتہ سطور میں بات ثابت کی جا چکی ہے کہ غنیۃ الطالبین (جس کا اصل نام الغنیة لطالبی طریق الحق ہے) شیخ مرحوم ہی کی تصنیف ہے اور جن لوگوں نے اس سے تردد یا انکار کا اظہار کیا ہے' دلائل کی رو سے ان کا موقف کمزور ہے۔ بہرصورت راقم الحروف کو کچھ عرصہ قبل نعمانی کتب خانہ (اردو بازار لاہور) کی طرف سے شیخ موصوف کی اسی مشہور زمانہ تصنیف پر کام کرنے کا موقع ملا تو اسے غنیمت جانتے ہوئے راقم نے شیخ کی کتاب کو دلائل و حواشی سے مزین کر دیا۔ تاکہ عامۃ الناس کو شیخ کی اصل تعلیمات سمجھنے میں سہولت ہو۔ کتاب ہذا کی ترتیب وتسوید میں جن باتوں کو خصوصی طور پر مدنظر رکھا گیا وہ یہ ہیں۔

☆ کتاب ہذا جو دراصل عربی میں ہے' کا ترجمہ بامحاورہ عبارت میں کر دیا گیا ہے تاہم یہ بات مدنظر رکھی گئی ہے کہ ترجمہ اصل عربی عبارت کے قریب تر رہے اور جہاں کہیں اصل عبارت پر اضافے کی ضرورت محسوس ہوئی اسے قوسین (......) کے ساتھ ممتاز کر دیا گیا ہے۔

☆ کتاب میں موجود احادیث کی تخریج بھی کر دی گئی ہے تاکہ قارئین کے لئے احادیث کو اصل مراجع سے تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ کتاب ہذا میں چونکہ ضعیف اور موضوع روایات بھی بکثرت ہیں اس لیے ان کی بھی اکثر و بیشتر مقامات پر نشاندہی کر دی گئی ہے۔ تاہم اس نشاندہی کے لیے اسباب ضعف پر بحث کرنے کی بجائے بغرض اختصار انکار حوالہ ہی ان مراجع سے دے دیا گیا ہے جو ان کے ضعیف اور موضوع ہونے کی علامت ہیں۔ لہٰذا جس حدیث کی تخریج میں الموضوعات (لابن جوزیؒ) الموضوعات الکبریٰ (لملاعلی قاریؒ) الکامل (لابن عدیؒ) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (للالبانیؒ) اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ (سیوطیؒ) وغیرہ میں سے کسی مصدر کا حوالہ دیا گیا ہو' اسے ضعیف ہی خیال کیا جائے۔

☆ شیخ موصوف کے بیان کردہ مسائل میں سے کتاب وسنت کے موافق مسائل کو مزید دلائل و براہین سے مزین کر دیا گیا ہے البتہ بشر ہونے کے ناطے جن مسائل میں شیخ موصوف سہو ونسیان اور لغزش قلم کا شکار ہوئے ہیں' ان کی باحسن طریقے سے کتاب وسنت کی روشنی میں نشاندہی کر دی گئی ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. (الحشر:۱۰)

حافظ مبشر حسین لاہوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ از مصنف

حمد وثناء: ❀ ❀ فضیلۃ الشیخ پیران پیر ابو محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی ؒ فرماتے ہیں:

اے میرے رب! تو میرے لئے آسانی فرما' اے بزرگ و برتر! میری اعانت فرما' اے میرے اللہ! میں تیرے تعاون اور لطف و کرم کا محتاج ہوں۔ یا اللہ! ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر اپنی رحمتیں نچھاور فرما اور ان کے اہل و عیال اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی اپنی رحمتیں نازل فرما۔

ہر قسم کی حمد وثنا کے لائق وہ ذات بابرکات ہے جس کی تعریف کے ساتھ ہر کتاب کا آغاز کیا جاتا ہے اور اسی کے ذکر اور نام کے ساتھ ہر خطبے اور بیان کی ابتدا کی جاتی ہے۔ اسی کی حمد کے ساتھ اہل جنت اجر و ثواب کے گھر میں نعمتوں سے نوازے جائیں گے اور اسی کے نام کے ساتھ ہر بیماری میں شفا طلب کی جاسکتی ہے اور اسی کے (حکم کے) ساتھ ہر طرح کی پریشانی اور مصیبت رفع ہوتی ہے۔ اسی کی طرف آہوں اور دعاؤں کے ساتھ سختی اور تنگی یا خوشی اور غمی کی حالت میں ہاتھ بلند کئے جاتے ہیں اور وہ مختلف زبانوں پر مشتمل ہر طرح کی ندا و صدا کو سننے والا ہے۔ مجبور اور پریشان کی دعا کو قبول کرنے والا ہے۔ پس اس کے لئے ہر وہ حمد ہے جو اس کے لائق اور شایان شان ہے۔ صرف وہی اپنے انعامات اور عطیات کے سبب شکر کے لائق ہے۔ اس نے حجت کو واضح فرما دیا ہے اور ہدایت کا راستہ دکھلا دیا ہے۔

درود و سلام: ❀ ❀ اللہ مالک الملک اپنے برگزیدہ رسول پر ان گنت' بے شمار رحمتیں نازل فرمائے جس رسول نے اندھیروں میں ہدایت کا اجالا کر دیا اور وہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اور آپ کے اہل و عیال پر' آپ کے اصحاب پر' آپ کے بھائیوں (دیگر نبیوں) پر جو منصب رسالت پر فائز ہوئے اور مقرب فرشتوں پر بھی اللہ کی رحمتیں اور اس کی سلامتیاں نازل ہوں۔

سبب تالیف: ❀ ❀ حمد وثنا اور درود و سلام کے بعد عرض ہے کہ میرے کچھ دوستوں نے مجھ سے اصرار کیا اور پرزور الفاظ میں درخواست کی کہ میں یہ کتاب تصنیف کروں کیونکہ ان کے حسن ظن کے مطابق میں صحیح مسائل کو پیش کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور تھا۔ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ ہی اقوال اور اعمال میں غلطیوں سے بچانے والا ہے اور وہی دلی ارادوں اور نیتوں سے

بخوبی واقف ہے۔ مجھ سے جس کام کا مطالبہ کیا گیا اس میں آسانی اور سہولت کے انعام واکرام سے نوازنے والی وہی ذات ہے۔ اسی بلند و بالا معزز ہستی سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ دلوں کو ریا کاری اور نفاق سے صاف کر دے اور گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے۔ بے شک وہی گناہوں اور خطاؤں کو بخشنے والا اور اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

احباب کی فرمائشوں کی تکمیل: ❀❀ لہٰذا جب میں نے فرمائش کرنے والوں کو ان کی فرمائش میں سچا جانا کہ وہ واقعی آداب شرعیہ یعنی فرائض (احکامات الٰہیہ) سنن (نبی علیہ السلام کے اقوال وافعال) اور عبادات کی کیفیت سے آگاہی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ شوق رکھتے ہیں کہ وہ آیات اور علامات کے ساتھ صانع عالم (یعنی اللہ تعالیٰ) کی ذات کا تعارف حاصل کریں، مزید برآں وہ قرآن اور نبیؐ کے فرمان سے رشد و ہدایت چاہتے ہیں جن کا ذکر ہم اس کتاب کے مختلف ابواب میں کریں گے اور نیک بندوں کے اخلاق و آداب معلوم کرنے کا بھی شوق رکھتے ہیں جن کو ہم اثنائے کتاب ذکر کریں گے تاکہ یہ کتاب انہیں راہ راست پر گامزن ہونے، احکامات الٰہیہ کو بجالانے اور منہیات سے باز آنے میں ان کی مددگار ثابت ہو، چونکہ میں نے از راہ کشف ان کے ارادوں کو سچا جانا اور ان کی درخواست قبول کر لی اور پھر اجر و ثواب اور روز جزا نجات کی امید کرتے ہوئے، رب الارباب کی توفیق سے اس کتاب کو تصنیف کرنے کے لئے پختہ عزم کر لیا۔

میں نے اس کتاب کا نام "غنية لطالبى طريق الحق" یعنی "راہ حق کے متلاشیان کو کفایت کرنے والی" رکھا ہے۔ (اسے ہی بالاختصار "غنية الطالبين" کہا جاتا ہے۔)

❀❀❀

باب -۱

ایمان واسلام کا بیان: ❀ ❀ ہم ان امور سے (اپنی کتاب کا) آغاز کرتے ہیں جو دین اسلام میں داخل ہونے والے پر ضروری ہیں۔

مسلمان ہونے کا طریقہ: ❀ ❀ سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ کلمہ شہادت یعنی **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** (اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے (آخری) رسول ہیں) کا اقرار کرے۔ اور وہ (نومسلم) اسلام کے علاوہ ہر دین سے برأت کا اظہار کرے اور اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتقاد رکھے جیسا کہ ہم اس (توحید) کو عنقریب بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل دین ''دین اسلام'' ہے اللہ تعالیٰ (جو بزرگ و برتر ہیں) ارشاد فرماتے ہیں: بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے[۱] اور مزید (دوسرے مقام پر) ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو تلاش کرے گا وہ اس سے کبھی قبول نہیں کیا جائے گا۔[۲]

مسلمان ہونے کا فائدہ: ❀ ❀ لہٰذا جب اس نے کلمہ شہادت کا اقرار کر لیا تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اب اسے قتل کرنا' اس کی اولاد کو قیدی (لونڈی و غلام) بنانا اور اس کے مال کو بطور غنیمت لوٹنا حرام ہے۔ اور اس کی سابقہ تمام حقوق اللہ میں کوتاہیاں معاف کر دی جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے نبیؐ) آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ (اپنے کفر و شرک سے) باز آ جائیں تو ان کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے[۳] اور ارشاد نبویؐ ہے: مجھے کافروں کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر لیں۔ پس جب وہ اس کلمہ کا اقرار کر لیں گے تو مجھ سے اپنے خون

---

۱ [آل عمران:۱۹]

۲ [آل عمران:۸۰] اسلام اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ آخری سچا دین ہے جو سابقہ تمام ادیان کا ناسخ ہے جیسا کہ سورۃ [الفتح:۲۸] میں ہے۔ دین اسلام کی دعوت حق یہ ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے اور صرف اسی ایک معبود برحق کی عبادت و اطاعت کی جائے' اپنی زندگیوں اور نظاموں میں صرف اسی کی حاکیت کو اعلیٰ اور اولیٰ خیال کیا جائے۔ محمد رسول اللہؐ کو خاتم النبیین گردانتے ہوئے تمام انبیاء پر ایمان لایا جائے۔ عقائد کے ساتھ ساتھ وہ اعمال بھی اختیار کیے جائیں جو قرآن مجید یا حدیث رسول میں بیان کیے گئے ہیں' اور یہ جان لینا چاہئے کہ دین اسلام کے سوا کوئی اور دین عنداللہ قبول نہیں ہوگا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' جو یہودی یا عیسائی میرے بارے میں سنے اور مجھ پر ایمان لائے بغیر فوت ہو جائے۔ وہ جہنم میں جائے گا۔ مسلم (۱۵۳) مسند احمد' ۲/۲۹۶

۳ [الانفال:۳۸] یعنی کفر و شرک سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیں اور اعمال صالحہ شروع کر دیں تو ان کی بخشش یقینی ہو جائے گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے اسلام قبول کر لیا اور نیک اعمال شروع کر دیئے اس کے سابقہ گناہوں کا مؤاخذہ نہیں ہوگا اور جس نے اسلام لانے کے بعد بھی برے اعمال ترک نہ کئے تو اس کے اگلے پچھلے تمام گناہوں کا مؤاخذہ ہوگا۔ بخاری (۶۹۲۱) مسلم/ایمان (۱۹۲)

اور مال محفوظ کر لیں گے[۴] اور جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے: اسلام سابقہ تمام گناہ مٹا دیتا ہے[۵]

نومسلم پر غسل واجب ہے: ۞ ۞ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے نومسلم پر غسل واجب ہو جاتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ثمامہ[۶] بن اثال اور قیس[۷] بن عاصم کو اس وقت غسل کرنے کا حکم دیا تھا جب وہ اسلام لائے اور ایک روایت میں ہے کہ (آپ نے اسے حکم دیا): کفر کے بال منڈوا دے اور غسل کر لے[۸]

احکامات کی بجا آوری: ۞ ۞ اس کے بعد اس پر پنجگانہ نماز ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ بے شک ایمان قول و عمل کا مجموعہ ہے[۹]

---

۴ بخاری (۶۹۴۶) مسلم/ ایمان' ۳۴

۵ [ان الاسلام یجب...... ما كان قبله. مسند احمد' ۴/ ۱۹۹- دلائل النبوۃ' ۴/ ۳۵۱] صحیح مسلم کتاب الایمان (۱۲۱) میں ہے کہ جب عمرو بن عاص اسلام قبول کرنے کے لئے آئے تو انہوں نے نبی اکرمؐ سے کہا ہاتھ بڑھایئے میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے ہاتھ بڑھایا جب کہ انہوں نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا آپؐ نے پوچھا اے عمرو! کیا ہوا؟ عمرو نے کہا میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا کون سی؟ اس نے کہا یہ کہ میرے سابقہ گناہ مٹا دیئے جائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے عمرو! کیا تو جانتا نہیں کہ اسلام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ [ان الاسلام یهدم ما كان قبله]

۶ ثمامہ بن اثال کی حدیث درج ذیل کتابوں میں ہے: بخاری (۴۶۲) مسلم (۱۷۶۴) لیکن غسل کا حکم ان کتابوں میں ہے مسند احمد ۵/ ۶۱ ابن خزیمہ ۱/ ۱۲۵ موارد الظمآن (۲۳۴)

۷ قیس بن عاصم کی حدیث درج ذیل کتب میں ملاحظ فرمائیں۔ ابوداؤد ۱/ ۳۵۵- ترمذی ۱/ ۶۰۴- نسائی ۱/ ۱۰۹- ابن خزیمہ ۱/ ۱۲۶- ابن حبان ۱/ ۲۳۴

۸ ابوداؤد کتاب الطہارۃ (۱۲۹) مسند احمد ۳/ ۴۱۵- البیہقی ۱/ ۱۷۲ نومسلم پر غسل کے وجوب یا مستحب ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے راجح مسئلہ وجوب غسل ہے اور اس کی وجوہات یہ ہیں (i) آپؐ نے ثمامہ اور قیس بن عاصم کو جب وہ مسلمان ہونے آئے تو غسل کا حکم دیا [فامره النبیؐ ان یغتسل] اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے الا کہ کوئی مانع ہو۔ (ii) فتح مکہ یا دوسرے مواقع پر مسلمان ہونے والوں کے غسل کی صراحت اور ذکر نہیں اور عدم ذکر سے عدم شیء لازم نہیں آتا۔ (iii) میدان جنگ میں مسلمان ہونے والے کو غسل کا حکم نہ دینا تخصیصات میں شمار ہو گا۔ (iv) امام احمد بن حنبل' امام شوکانی اور دیگر فقہاء کے نزدیک بھی یہ غسل واجب ہے۔ (☆) امام ابوحنیفہ اور ھادویۃ وغیرہ کے نزدیک نومسلم پر غسل اس صورت میں فرض ہو گا جب وہ جنبی حالت میں ہو ورنہ اس پر غسل مستحب ہے۔ (☆) امام شافعی' ابن حزم کے نزدیک یہ غسل مستحب ہے۔

۹ امام بغوی ایمان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تمام صحابہ' تابعین کرام اور ان کے بعد آنے والے اہل سنت علماء سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اعمال ایمان کا حصہ ہیں اور ایمان قول' عمل اور عقیدہ (قلبی صداقت) کا نام ہے جو اطاعت سے بڑھتا ہے اور گناہ و نافرمانی سے کم ہوتا ہے۔ [شرح السنۃ' ۱/ ۳۹] امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ایمان قول اور عمل کا نام ہے جو بڑھتا رہتا ہے مگر زنا' شراب وغیرہ سے اس میں کمی آ جاتی ہے۔ [کتاب السنۃ' ۱/ ۳۰۷] امام بخاری فرماتے ہیں: ایمان قول اور فعل کا نام ہے جو بڑھتا اور کم ہوتا رہتا ہے۔ قرآن نے ایمان کے بڑھنے کا اعلان کیا ہے جب کہ حدیث میں اس کے کم ہونے کا بھی ذکر ہے۔ صحیح بخاری' ۱/ ۵- احناف کے نزدیک ایمان جامد ہے جو کم ہوتا ہے نہ زیادہ۔ تمام اہل آسمان یعنی فرشتے اور اہل جنت اور اہل ارض یعنی انبیاء' اولیاء اور تمام ایمان دار نیک ہوں یا بد سب کا ایمان برابر ہے [شرح فقہ اکبر ۸۷]

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ایسا عقیدہ خلاف اہل سنت و خلاف صحابہ ہے بلکہ مرجئہ (گمراہ فرقہ) کا عقیدہ ہے۔ کتاب السنۃ' ۱/ ۳۰۵

واضح رہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا عقیدہ صحابہ اور اہل السنۃ علماء کے مطابق ہے اور ان کے نزدیک ایمان تین چیزوں کا مجموعہ ہے' زبان سے اقرار کرنا' دل سے تصدیق کرنا اور اعضا سے عمل کرنا اور ایمان اطاعت سے بڑھتا ہے اور معصیت سے کم ہوتا ہے۔ دیکھئے غنیۃ الطالبین (ص ۱۱۵)

اس لئے کہ قول دعویٰ ہے اور عمل اس (دعوے) کی دلیل ہے اور قول صورت ہے جب کہ عمل اس کی روح ہے۔

نماز کی شرائط: ادائیگی نماز سے قبل کچھ شرائط ہیں اور وہ یہ ہیں۔ (۱) پاک پانی سے پاکیزگی حاصل کرنا اگر پانی نہیں تو تیمّم کیا جائے[۱۰] (۲) پاک لباس سے ستر ڈھانپنا[۱۱] (۳) نماز کے لئے پاک جگہ کا انتخاب کرنا[۱۲] (۴) قبلہ رو ہو کر کھڑے ہونا[۱۳] (۵) نیت کرنا[۱۴] (۶) نماز کا وقت ہو جانا۔[۱۵]

وضو کے فرائض: طہارت یعنی وضو میں کچھ چیزیں فرض ہیں اور کچھ سنتیں ہیں۔ راجح مذہب کے مطابق فرائض وضو دس ہیں۔ (۱) سب سے پہلے نیت اور ارادہ کرنا[۱۶] یعنی وضو کرنے والا اپنے وضو سے ناپاکی (حدث/ بے وضوگی) دور کرنے کا ارادہ کرے، اگر تیمّم ہو تو پھر بھی نماز کی اباحیت (جواز) کا ارادہ ہو کیونکہ تیمّم ناپاکی دور نہیں کرتا۔ نیت کا (اصل) محل دل ہے اگر دلی ارادے کے ساتھ زبان سے بھی نیت کر لی جائے تو افضل ہوگا[۱۷] اور اگر صرف دلی ارادے پر اکتفا کیا جائے تو بھی

---

[۱۰] قرآن مجید میں ہے: اے اہل ایمان! جب نماز کا ارادہ ہو تو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لیا کرو۔ [المائدۃ:۶] اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو [النسآء:۴۳]

[۱۱] قرآن مجید میں ہے: اے نبیؐ! اپنے کپڑے پاک رکھ اور ناپاکی دور کر دے۔ [المدثر:۴-۵] اے بنی آدم! ہر مسجد کے پاس اپنی زینت پکڑو [الاعراف:۳۱] بالاتفاق اس آیت سے مراد ستر کی پردہ پوشی کرنا ہے۔

[۱۲] آپؐ نے ایک مرتبہ جوتا پہن کر نماز پڑھائی اور نماز میں جوتا اتار دیا...... آپؐ نے فرمایا کہ جبریلؑ نے مجھے خبر دی تھی کہ جوتے کو گندگی لگی ہے اس لئے میں نے جوتا اتار دیا تھا۔ [احمد ۳/۲۰] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز والی جگہ پاک ہونی چاہئے۔

[۱۳] قرآن مجید میں ہے کہ اپنا چہرہ (نماز کے لئے) مسجد حرام کی طرف کرلو۔ [البقرۃ:۱۴۴]

[۱۴] حدیث نبوی ﷺ ہے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ بخاری ۱/۵۴۔ مسلم (۱۹۰۷)

[۱۵] قرآن مجید میں ہے کہ نماز اہل ایمان پر مقررہ اوقات پر فرض کی گئی ہے۔ [النساء:۱۰۳]

[۱۶] آپؐ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ بخاری ۱/۵۴ جس طرح نماز کے لئے وضو شرط ہے اسی طرح وضو میں بھی یہ ضروری ہے کہ وضو کرتے وقت مخصوص نماز ادا کرنے کا ارادہ ہو اگر وضو ٹھنڈک حاصل کرنے یا کسی اور مقصد کے لئے کیا گیا ہو تو اس وضو سے نماز ادا کرنا درست نہیں کیونکہ ہر عمل کے لئے ارادہ اور نیت ضروری ہے۔ اسی طرح تیمّم کرتے وقت بھی ادائیگی نماز کا ارادہ ضروری ہے بعض لوگ تیمّم میں تو ادائیگی نماز کی نیت کرنا ضروری قرار دیتے ہیں جب کہ وضو کو مستثنیٰ کر دیتے ہیں حالانکہ وضو اصل ہے تیمّم فرع ہے۔ فرع کو (عموماً) اصل پر قیاس کیا جاتا ہے نا کہ اصل کو فرع پر۔

[۱۷] زبان سے نیت کی ادائیگی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں جب کہ نیت دلی ارادے کا نام ہے زبانی اقرار نیت نہیں کہلاتا۔ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں: نیت قصد و ارادے کا نام ہے اور اس کا محل دل ہے زبان سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس لئے نبیؐ اور صحابہؓ سے الفاظ کے ساتھ نیت کرنا کسی طرح بھی ثابت نہیں۔ [اغاثۃ اللفہان ۱/۱۵۶۔ زاد المعاد ۱/۲۰۱] امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں اگر کوئی انسان حضرت نوحؑ کی عمر کے بقدر یہ تلاش کرتا رہے کہ رسول اللہؐ اور آپ کے اصحاب میں سے کسی نے زبان سے نیت کی ہو تو وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکے گا سوائے سفید جھوٹ کے۔ [اغاثۃ اللفہان ۱/۱۵۸]۔ انور شاہ کاشمیری فرماتے ہیں: نیت دلی ارادہ ہے۔ فیض الباری ۱/۸۔ مجدد الف ثانی: زبان سے نیت کرنا رسول اللہ سے سند صحیح بلکہ سند ضعیف سے بھی ثابت نہیں...... زبان سے نیت کرنا بدعت ہے [مکتوبات ۴۳ ۷] مزید بہت سے اہل علم للہ

کافی ہوگا (۲) وضو سے قبل بسم اللہ پڑھنا بھی فرض ہے[۱۸] یعنی وضو کے لئے پانی استعمال کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے
(۳) پھر کلی کرنا[۱۹] (فرض) ہے، اور منہ میں پانی گھمانے' غرغرہ کرنے اور باہر نکالنے کا نام کلی ہے۔
(۴) استنشاق:۔یعنی ناک میں پانی چڑھانا بھی فرض ہے[۲۰] استنشاق ناک کے دونوں سوراخوں میں پانی داخل کرنے کو کہتے ہیں۔
(۵) پھر چہرہ دھونا (پانچواں فرض ہے) ہے۔ چہرے کی حد لمبائی (طول) میں سر (پیشانی) کے بالوں سے لے کر دونوں جبڑوں اور تھوڑی کے نیچے تک ہے اور چوڑائی (عرض) میں چہرے کی حد ایک کنپٹی سے لے کر دوسری کنپٹی تک ہے۔
(۶) پھر دونوں کہنیوں تک ہاتھوں کا دھونا (فرض) ہے۔[۲۱]

ؒ نے زبانی الفاظ کے ساتھ نیت کو بدعت قرار دیا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الابداع فی مضار الابتداع ص ۲۷۷/سیف القاطع للشیخ فلاتی ص ۱۲۷-المدخل لابن حجاج' ۲/ ۴۷۵-ابن حجر/ بدعات (اردو) ص ۳۶۴-فطری طور پر انسان روزمرہ کی زندگی میں بہت سے کام کرتا ہے لیکن ان کے لئے زبان سے نیت نہیں کرتا بلکہ ایسا کرنے والے کو سب بیوقوف قرار دیں گے اور طنز و مزاح کا نشانہ بنائیں گے۔اس لیے نیت صرف دل سے کی جاتی ہے باقی رہا شیخ کا یہ فیصلہ کہ''دل کے ساتھ زبان سے بھی کر لی جائے تو یہ افضل ہے'' تو اس فیصلے کی کوئی شرعی دلیل کتاب وسنت میں موجود نہیں۔

۱۸ وضو سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھنی چاہیے اس لئے کہ آپؐ نے بہت تاکید سے اس کا حکم دیا ہے۔آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ: بسم اللہ کہتے ہوئے وضو کیا کرو۔مسند احمد' ۳/۲۹۲-دارمی' ۱/ ۲۱-نسائی (۱۱۷) ابن خزیمہ (۱۴۴)۔آپؐ نے فرمایا: اس شخص کا کوئی وضو نہیں جس نے (وضو سے پہلے) اللہ کا نام نہیں لیا۔ابوداؤد (۱۰۱)

۱۹ کلی کرنا فرض ہے اس لئے کہ آپؐ نے حکم دیا ہے [اذا توضات فمضمض / جب تو وضو کرے تو کلی بھی کر] ابوداؤد (۱۴۴) بیہقی' ۱/۵۲/ آپؐ نے کلی کو کبھی ترک نہیں کیا بلکہ ہمیشہ ہر وضو میں کلی کرنا آپؐ سے ثابت ہے۔

۲۰ استنشاق یعنی ناک میں پانی داخل کرنا اس لئے فرض ہے کہ آپؐ نے اس کا حکم دیا ہے اور آپ کا حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔الا کہ کوئی قرینہ صارفہ ہو۔(i) آپؐ نے فرمایا من توضا فلیستنثق / جو وضو کرے وہ ناک میں پانی چڑھائے۔مسلم ۱/ ۲۱۲ (ii) آپؐ نے فرمایا: جو وضو کرے وہ ناک صاف کرے۔بخاری ۱/ ۵۲-مسلم ۱/ ۲۱۲-نسائی ۱/ ۵۷-ابن ماجہ ۱/ ۱۴۳-الموطا ۱/ ۱۹-مسند احمد ۲/ ۵۱۸ (iii) آپؐ نے فرمایا کہ: ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرو سوائے حالت روزہ میں۔ابوداؤد ۱/ ۳۱-ترمذی ۱/ ۵۶-نسائی ۱/ ۵۷-ابن ماجہ ۱/ ۱۴۲-مسند احمد ۴/ ۳۳۔بعض لوگ اسے سنت کہتے ہیں کہ اس کا حکم قرآن میں نہیں لہٰذا استنشاق فرض نہ ہوا۔حالانکہ ہر چیز کی فرضیت کے لئے صرف قرآنی حکم ضروری نہیں بلکہ حدیث وسنت کے ذریعے آپ کا حکم بھی فرضیت پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ آپؐ نے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈال دوں گا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں۔احمد ۲/ ۲۵۰-بخاری مع الفتح ۴/ ۱۸۷-ابن خزیمہ (۱۴۰) پس ثابت ہوا کہ اگر آپ حکم دے دیتے تو مسواک کرنا بھی فرض ہو جاتا۔لہٰذا استنشاق اس لئے فرض ہوا کہ آپؐ نے اس کا حکم دیا ہے اور عدم قرینہ صارفہ کے وقت امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔علاوہ ازیں قرآن مجید میں چہرہ دھونے کا حکم ہے اور چہرے میں رخسار' پیشانی' منہ اور ناک بھی شامل ہے لہٰذا انہیں دھونا قرآن ہی کی رو سے بھی فرض ہوا۔

۲۱ دلیل [المائدۃ:۶]

(۷) پھر سر کا مسح کرنا (فرض) ہے۔[۲۲] مسح کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پانی میں ڈبو کر خالی نکالا جائے اور انہیں سر کے اگلے حصے پر رکھتے ہوئے اپنی گردن تک کھینچا جائے پھر ہاتھوں کو واپس اس جگہ پر (کھینچتے ہوئے) لایا جائے جہاں سے مسح شروع کیا گیا تھا اس حالت (مسح) میں دونوں انگوٹھے کانوں کے سوراخوں میں رہنے چاہیے پھر ان انگوٹھوں کے ساتھ کانوں کے سوراخ اور ارد گرد کی کھال کا مسح کیا جائے۔[۲۳] (۸) پھر وضو کرنے والا دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے۔[۲۴] پاؤں کے جوڑ میں ابھری ہوئی ہڈیاں ٹخنے کہلاتی ہیں۔ مذکورہ (تمام) اعضا ایک ایک مرتبہ دھونے ضروری ہیں۔ (۹) نواں فرض اعضا کے دھونے میں ترتیب کو قائم رکھنا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے ایمان والو! جب تم نماز کے ارادے سے اٹھو تو اپنا چہرہ اور ہاتھ کہنیوں سمیت دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولو۔[۲۵] (۱۰) اور دسواں فرض موالاۃ یعنی (پے در پے) تسلسل اختیار کرنا ہے۔[۲۶] یعنی پہلے عضو کے بعد دوسرے عضو کو اتنی جلدی دھولیا جائے کہ پہلا عضو خشک نہ ہونے پائے۔

سنن وضو: ⊛ ⊛ وضو کی سنتیں بھی دس ہیں۔ (۱) دونوں ہاتھ برتن میں داخل کرنے سے پہلے دھولینا[۲۷] (۲) مسواک کرنا[۲۸]

---

۲۲ عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے سر کا مسح کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو سر کی پیشانی سے شروع کرتے ہوئے اپنی گدی تک لے گئے پھر دونوں ہاتھوں کو واپس اس جگہ تک لے کر آئے جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔ بخاری ۱/ ۵۸- مسلم ۱/ ۲۱۰- ابوداؤد ۱/ ۲۷- ترمذی ۱/ ۴۶- نسائی ۱/ ۶۱- احمد ۴/ ۳۸۔ مسح کا یہی طریقہ درست ہے اور اسے باقی اعضاء کے برعکس صرف ایک ہی مرتبہ کرنا ثابت ہے۔ اور ایک مرتبہ کا معنی یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سر کی پیشانی سے گردن کی گدی تک لے جائیں اور پھر وہاں سے واپس پیشانی تک کھینچ لائیں۔

۲۳ مسح کرتے ہوئے ہاتھوں کی سبابہ یعنی شہادت والی انگلیاں کانوں کے اندر داخل کی جائیں اور انگوٹھوں سے کانوں کے بیرونی جانب کا مسح کیا جائے۔ ابوداؤد ۱/ ۲۷- ابن خزیمہ (۱۷۴)

۲۴ [سورۃ المائدۃ:۶] ارجلکم کا عطف فاغسلوا کے ساتھ ہے لہٰذا پاؤں دھونا ضروری ہیں مسح کفایت نہیں کرے گا [عن ابن عباس۔ تفسیر طبری ۱۰/ ۵۵] نبی ﷺ نے ہمیشہ وضو میں پاؤں دھوئے ہیں مسح اس وقت کرتے تھے جب آپ ﷺ موزے یا جرابیں پہنے ہوتے۔ آپؐ نے کچھ صحابہ کو دیکھا کہ ان کی ایڑھیاں خشک رہ گئیں تو فرمایا: ان ایڑھیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔ [مسلم ۱/ ۲۱۴- بخاری ۱/ ۳۵]

۲۵ [سورۃ المائدۃ:۶] یہ آیت وضو میں ترتیب کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے۔ آپؐ نے بھی ارشاد فرمایا: اس ترتیب سے شروع کرو جس سے اللہ نے شروع کیا ہے [مسلم بشرح نووی ۸/ ۱۷۰- نسائی بشرح سیوطی ۵/ ۱۵۵] آپؐ نے خلاف ترتیب وضو کبھی نہیں کیا۔ قفوالاثر ۱/ ۸۲۔

۲۶ وضو میں تسلسل کا خیال رکھنا چاہیے ہاں اگر کسی مانع اور عذر کی وجہ سے تسلسل ٹوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں (جیسے پانی کا بند ہو جانا یا زمین صاف نہ ہو تو ننگے پاؤں کسی صاف جگہ جا کر دھولینا) حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ آپ غسل کرنے سے پہلے وضو کر لیتے جب کہ پاؤں غسل سے فراغت کے بعد الگ جگہ پر ہو کر دھوتے۔ بخاری ۱/ ۷۷- مسلم ۱/ ۲۵۴- مسند احمد ۶/ ۳۳۵- نسائی ۱/ ۱۱۳- ابن ماجہ ۱/ ۱۹۰۔

۲۷ اگر نمازی رات سو کر اٹھا ہے تو دونوں ہاتھ پہلے دھونا فرض ہے علاوہ ازیں ہاتھ دھونا مستحب ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی رات کی نیند سے بیدار ہو تو برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے قبل انہیں دھولے۔ بخاری ۱/ ۵۲- مسلم ۱/ ۲۳۳- ابوداؤد ۱/ ۲۳- ترمذی ۱/ ۴۳- نسائی ۱/ ۱۲- ابن ماجہ ۱/ ۱۳۸۔ آپؐ کے عمل سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ بخاری ۱/ ۵۱- مسلم ۱/ ۲۰۵۔

۲۸ آپؐ نے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اپنی امت پر بوجھ ڈال دوں گا تو میں ضرور انہیں حکم دیتا کہ وہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں۔ بخاری ۲/ ۴۰- مسلم ۱/ ۲۲۰- ابوداؤد ۱/ ۱۱- ترمذی ۱/ ۳۸- نسائی ۱/ ۱۲- مسند احمد ۱/ ۸۰- مؤطا ۱/ ۶۶۔

(۳) کلی اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مگر روزے کی حالت میں مبالغہ سے بچا جائے[۲۹] (۴) ڈاڑھی کا خلال کرنا دو مختلف روایتوں میں سے ایک روایت کے مطابق[۳۰] (۵) اور آنکھوں کی اندرونی جانب کو دھونا (۶) دائیں جانب سے ابتدا کرنا (ہر عضو کے دھونے میں)[۳۱] (۷) دونوں کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینا[۳۲] (۸) گردن کا مسح کرنا[۳۳] (۹) انگلیوں کے درمیان خلال کرنا[۳۴] (۱۰) ہر عضو کا دوسری یا تیسری مرتبہ دھونا۔[۳۵]

تیمّم: ❁❁ تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو ایسی پاک مٹی پر مارا جائے جس کی غبار ہاتھوں کو چمٹ جائے، تیمّم کرتے وقت فرض نماز پڑھنے کا ارادہ ہو، بسم اللہ بھی پڑھی جائے، ہاتھ صرف ایک مرتبہ مارے جائیں، ہاتھوں کی انگلیاں کھلی اور کشادہ ہوں۔ پھر تیمّم کرنے والا اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کی اندرونی جانب سے اپنے چہرے پر مسح کرے اور ہتھیلیوں کی اندرونی طرف کے ساتھ بیرونی طرف (پشت) پر مسح کیا جائے۔[۳۶] بڑی طہارت (غسل) کا بیان ہم آداب قضائے حاجت کے باب میں ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ

شرائط نماز: ❁❁ ستر عورت سے مراد ہے کہ پاک کپڑا اس قدر ہو کہ وہ نمازی کی شرمگاہ اور دونوں کندھے ڈھانپ

---

۲۹ آپؐ نے ایک صحابی سے فرمایا: وضو اچھی طرح کر، انگلیوں کے درمیان خلال کر اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کر مگر اس وقت نہیں جب تو روزہ دار ہو۔ ابوداؤد ۱/۳۱-ترمذی ۱/۵۶-نسائی ۱/۵۷-ابن ماجہ ۱/۱۴۲-مسند احمد ۴/۳۳۔

۳۰ داڑھی والا شخص داڑھی کا خلال بھی کرے گا اس لئے کہ آپؐ داڑھی کا خلال کیا کرتا تھے۔ ابوداؤد ۱/۳۲-ابن ماجہ ۱/۱۴۸-ترمذی ۱/۴۹۔ پوری داڑھی دھونا ضروری نہیں بلکہ ایک چلو ہی کافی ہے۔ ابوداؤد ۱/۳۲۔

۳۱ رسول اللہؐ جوتی پہننے، کنگھی کرنے، طہارت حاصل کرنے اور غرض کہ تمام کاموں میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے۔ بخاری ۱/۲۳۵۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ قاعدہ شرعیہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر عزت و تکریم والا عمل دائیں ہاتھ سے کیا جائے اور اس کے منافی عمل (استنجا وغیرہ) بائیں ہاتھ سے کیا جائے۔ [نیل الاوطار ۱/۱۷۱]

۳۲ سر کے مسح کے بعد کانوں کے مسح کے لیے دوبارہ انگلیاں تر کرنا یا پہلے سے تر انگلیوں سے مسح کرنا دونوں ہی طرح احادیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے بیہقی (۱/۶۵) حاکم (۱/۱۵۱-۱۵۴) نیل الاوطار (۱/۱۶۱-۱۶۲) زاد المعاد (۱/۱۹۴-۱۹۵)

۳۳ گردن کے مسح میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں۔

۳۴ انگلیوں کا خلال فرض ہے اس لئے کہ آپؐ نے خلال کا حکم دیا ہے۔ ابوداؤد ۱/۳۱-ترمذی ۱/۵۶-نسائی ۱/۵۷-ابن ماجہ ۱/۱۴۲-نیل الاوطار ۱/۱۵۴

۳۵ ہر عضو کا کم از کم ایک مرتبہ دھونا فرض ہے دو یا تین مرتبہ دھونا افضل ہے۔ بخاری ۱/۵۱-مسند احمد ۲/۸-ترمذی ۱/۶۱ سوائے سر کے مسح کے بخاری ۱/۵۸-مسلم ۱/۲۱۰ لیکن تین سے زیادہ مرتبہ وضو کے اعضا دھونا ظلم وزیادتی ہے۔ ابوداؤد ۱/۳۰-مسند احمد ۱/۱۸۰

۳۶ آپؐ نے تیمّم کا یہی طریقہ صحابہ کو سکھلایا۔ آپؐ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان پر پھونک ماری پھر ان کے ساتھ اپنے ہاتھوں پر مسح کیا بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ پر اور دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پھر دونوں ہاتھوں سے چہرے کا مسح کیا۔ بخاری ۱/۹۳-مسلم ۱/۲۸۰-ابوداؤد ۱/۷۷-ترمذی ۱/۲۳۹ دارقطنی میں کلائیوں پر مسح کا ذکر ہے جب کہ مکمل بازوؤں پر مسح کرنے کی تمام احادیث سنداً ضعیف اور ناقابل حجت ہیں۔

سکے[۳۷] ریشم کے علاوہ ہر قسم کا کپڑا قابل استعمال ہے (مرد کے لئے) کیونکہ ریشمی کپڑے میں نماز باطل ہے اگر چہ وہ پاک ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح چھینے ہوئے کپڑے میں بھی نماز نہیں ہوتی۔ نماز کی جگہ تمام نجاستوں سے پاک ہونی چاہئے اگر اس جگہ کوئی نجاست ہو جسے ہوا اور دھوپ نے خشک کر دیا ہو تو اس پر پاک جائے نماز بچھائے اور نماز ادا کرے تو دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق نماز درست ہوگی اسی طرح ایک ضعیف روایت کے مطابق غصب کی ہوئی جگہ پر بھی نماز درست ہوگی۔ قبلہ رو ہونے کی شرط میں اگر نمازی مکہ میں یا اس کے قرب و جوار میں ہے تو عین کعبہ کی طرف رخ کرے گا اور اگر مکہ سے دور ہے تو اس کے لئے سمت کعبہ ہی کافی ہے۔[۳۸] اور یہ سمت ستاروں، سورج اور ہواؤں وغیرہ کے مشاہدات اور دلائل سے حتی الوسع پہچانی جائے۔ نیت کا محل دل ہے یعنی بغیر ریا کاری اور شہرت کے فرضی معین نماز ادا کرنے اور اللہ کے حکم کو بجالانے کا اعتقاد رکھے اور نماز کی فراغت تک خشوع و خضوع کا خیال کرے۔ حدیث میں ہے کہ نبیؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: تمہارے لئے نماز سے اسی قدر ہے جس قدر تمہارا دل حاضر رہے۔[۳۹]

نماز کے کے وقت کا علم یقینی طور پر ہوتا ہے اور ابر آلود آندھی وطوفان یا دیگر مواقع ہوں تو ظن غالب سے وقت کا اندازہ کیا جاتا ہے۔[۴۰] پھر مؤذن اس طرح اذان دے۔ [اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ...... آخر تک تمام کلمات دو دو مرتبہ] اللہ سب سے بڑا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں اور بے شک محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ آؤ نماز کی طرف۔ آؤ کامیابی کی طرف۔ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں ہے۔ پھر اقامت اس طرح کہے۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ اشھد ان محمّدا رسول اللّٰہ حیّ علی الصلٰوۃ حیّ علی الفلاح قد قامت الصلاۃ قد قامت الصلوٰۃ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ۔[۴۱]

---

[۳۷] نماز میں شرمگاہ اور کندھوں کا ڈھانپا ہوا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں (اے بنی آدم! ہر مسجد کے پاس اپنی زینت پکڑو [اعراف:۳۱] اس زینت سے بالاتفاق ستر چھپانا مراد ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک مرد ستر کی حد گھٹنوں سے لے کر ناف تک ہے۔ [المغنی لابن قدامہ ۲/۲۸۴] اور راجح مسئلہ کے مطابق ران ستر میں شامل ہے [ابوداؤد ۲/۳۶۳-احمد ۳/۴۷۸ دار قطنی ۱/۲۲۴-ترمذی ۱۰/۲۳۹

کندھے ڈھانپنے کی دلیل۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھے ننگے ہوں۔ بخاری ۱/۱۰۱-مسلم ۱/۳۶۸-ابوداؤد ۱/۱۴۶

اگر کوئی عمداً ستر یا کندھے (اور عورت سر کو) ننگا رکھ کر نماز پڑھے تو وہ نماز احادیث کی روشنی میں باطل قرار پائے گی۔ عورت کے لئے سر ڈھانپنا بھی ضروری ہے آپؐ نے فرمایا: بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر نہیں ہوتی۔ ابوداؤد ۱/۱۴۹-ترمذی ۲/۱۶۹-احمد ۶/۱۵۰

[۳۸] ارشاد باری تعالیٰ ہے اپنے چہرے مسجد حرام کی طرف کرلو [البقرۃ:۱۴۴] نبیؐ نے مدینہ سے کعبے کی سمت سمجھاتے ہوئے فرمایا: جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے وہ قبلہ ہے المؤطا ۱/۱۹۶

[۳۹] مسند احمد ۴/۳۱۹-الاتحاف ۳/۱۱۶

[۴۰] ارشاد باری تعالیٰ ہے: بے شک نماز اہل ایمان پر مقررہ اوقات پر فرض ہے [النساء:۱۰۳]

[۴۱] آپؐ نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت بلالؓ کو مذکورہ اذان و اقامت ہی سکھلائی تھی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ابوداؤد ۱/۱۱۶- لله

ادائیگی نماز کا طریقہ: مذکورہ شرائط پوری کرنے کے بعد (نمازی) اللہ اکبر کہتے ہوئے نماز میں داخل ہو اللہ اکبر کے علاوہ دوسرے الفاظ تعظیم (اللہ بزرگ و برتر است وغیرہ) جائز نہیں۔[۴۲] نماز کے کچھ ارکان ہیں اور کچھ واجبات' کچھ سنتیں اور کچھ حالتیں (ھیئات) ہیں۔[۴۳]

ارکان نماز: نماز کے پندرہ ارکان ہیں (۱) قیام (۲) تکبیر تحریمہ (۳) سورۃ فاتحہ (۴) رکوع (۵) رکوع میں اطمینان (۶) قومہ (دوسرا قیام) (۷) اور اس میں اعتدال (۸) سجدہ کرنا (۹) سجدے میں اطمینان (۱۰) قعدہ (۱۱) اور اس میں اعتدال (۱۲) آخری تشہد (۱۳) اور اس میں بیٹھنا (۱۴) نبیؐ پر درود بھیجنا (۱۵) سلام پھیرنا۔[۴۴]

واجبات نماز: نماز میں نو چیزیں واجب ہیں (۱) تکبیر تحریمہ کے علاوہ تکبیرات (۲) رکوع سے اٹھتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا (۳) ربنا لک الحمد کہنا (۴) رکوع میں (کم از کم) ایک مرتبہ سبحان ربی العظیم کہنا (۵) اور سجدے میں (کم از کم) ایک مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہنا (۶) دو سجدوں کے درمیان بیٹھ کر ایک مرتبہ رب اغفرلی پڑھنا (۷) پہلا تشہد (۸) اور اس میں بیٹھنا (۹) سلام میں نماز کے اختتام کی نیت کرنا۔

سنن نماز: نماز میں چودہ سنتیں ہیں (۱) دعائے افتتاح (۲) اعوذ باللہ پڑھنا (۳) بسم اللہ پڑھنا (۴) آمین کہنا

---

[۴۱] ابن ماجہ ۱/۲۳۲-۲ – مسند احمد ۴/۴۳-۴۳ – جب کہ ابومحذورہؓ کو آپؐ نے ترجیع والی اذان اور دوہری اقامت سکھلائی ہے۔ مسلم ۱/۲۸۷-ابوداؤد ۱/۱۱۷-مسند احمد ۳/۴۰۸۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اگر اذان دوہری ہو تو اقامت اکہری ہوگی اگر اذان چوہری (ترجیع والی) ہو تو اقامت دوہری ہوگی۔ لیکن ایک روایت سے اذان لے لینا اور کسی دوسری روایت سے اقامت لے کر خلط ملط کرنا درست نہیں۔

[۴۲] آپؐ نے ہمیشہ اللہ اکبر کے ساتھ نماز شروع کی ہے اور اسی کا حکم دیا ہے لہٰذا تکبیر تحریمہ کے لیے اللہ اکبر کے علاوہ کوئی دوسرا جملہ درست نہیں۔

[۴۳] اصل میں ارکان اور واجبات دونوں فرائض سے ہیں اور سنن وھیئات دونوں کا تعلق سنن سے ہے۔ ارکان میں کسی ایک چیز کو بھی چھوڑ دیا تو نماز باطل ہوگی۔ آپؐ نے ایک صحابی کو دیکھا کہ وہ ادائیگی نماز میں جلد بازی کر رہا تھا آپؐ نے اسے کہا کہ تیری نماز نہیں ہوئی...... پھر اسے نماز کا طریقہ سکھلایا اور ہر رکن میں اعتدال واطمینان اختیار کرنے کی تلقین کی۔ دیکھئے: بخاری ۸/۲۹ – مسلم ۱/۲۹۸-ابوداؤد ۱/۱۹۷-مسند احمد ۲/۴۲۷-ترمذی بشرح عارضۃ ۲/۹۷

[۴۴] ہر عمل کی قبولیت کے لئے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نماز سنت نبویؐ کے مطابق ہو بصورت دیگر وہ عمل عنداللہ مردود اور ناقابل قبول ہوگا۔ نماز کے لئے بھی آپؐ نے حکم دیا ہے صلوا کما رأیتمونی أصلی/نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو لہٰذا ادائیگی نماز میں ہر مستند و ثابت سنت (طریقہ) پر عمل کرنا ضروری ہے سوائے اس کے جس میں رخصت یا ترک ثابت ہو جائے مثلاً نماز میں تکبیرات' فاتحہ' رکوع وسجود' ان میں خشوع وخضوع' رفع الیدین وغیرہ آپؐ نے کبھی ترک نہیں کیا نہ ہی ان کے چھوڑ دینے میں کوئی رخصت دی ہے لہٰذا یہ افعال ضروری قرار پائیں گے۔ تسبیحات میں کمی وزیادتی دونوں طرح ثابت ہے لہٰذا ایک مرتبہ تسبیح کہنا ضروری ہوگا اس سے زائد افضل ہوگا۔ بعض حالتوں کے (سہواً) ترک ہونے پر انہیں دوبارہ ادا کرنا اور سجدہ سہو کرنا ضروری ہے جیسا کہ آپؐ سے ایک مرتبہ دو رکعات رہ گئیں تو صحابہ کی اطلاع پر آپؐ نے انہیں ادا کیا اور آخر میں سجدہ سہو کیا۔ جن حالتوں میں آپؐ نے صرف سجدہ سہو پر اکتفا کیا ہے ان کے ترک ہونے پر صرف سجدہ سہو ہی لازم آئے گا جیسے پہلا تشہد وغیرہ۔

(۵) فاتحہ کے علاوہ سورت کا پڑھنا (۶) قومہ میں سمع اللہ۔۔ کے بعد مِلْءُ السمٰوٰت۔۔۔ دعا کا پڑھنا (۷) رکوع و سجود میں ایک سے زیادہ تسبیحات پڑھنا (۸) رب اغفرلی پڑھنا (۹) دو روایتوں میں سے ایک روایت کے مطابق ناک پر سجدہ کرنا (۱۰) دو سجدوں کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا (جلسہ استراحت) (۱۱) اس دعا کے ساتھ چار چیزوں سے پناہ مانگنا (اے اللہ! میں تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں جہنم کے عذاب سے' قبر کے عذاب سے' مسیح دجال کے فتنے سے اور زندگی و موت کے فتنے سے (۱۲) آخری تشہد میں درود و سلام کے بعد مسنون دعائیں مانگنا (۱۳) وتر میں دعائے قنوت پڑھنا (۱۴) ضعیف روایت کے مطابق دوسری جانب سلام پھیرنا۔

ھیئات نماز: ۞ ۞ نماز میں پچیس ھیئات (حالتیں) ہیں (۱) نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرنا' رفع یدین کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کندھے کے برابر اٹھائے جائیں' دونوں انگوٹھے کانوں کی لو تک اور انگلیوں کے پورے کانوں کے بالائی حصے تک بلند ہوں' یہاں تک ہاتھ اٹھانے کے بعد انہیں نیچے چھوڑ دیا جائے پھر دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھتے ہوئے ناف کے اوپر باندھنا[۴۵] نظر سجدے کی جگہ پر رکھنا' قرأت اور امین کو اونچی کہنا (جہری نمازوں میں) اور انہیں آہستہ کہنا (سرّی نمازوں میں) رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا' پشت کو ہموار کھینچ کر رکھنا' رکوع میں بازو و پہلو سے دور رکھنا۔

سجدہ کرتے ہوئے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھنا[۴۶] پیٹ رانوں سے دور رکھنا' رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھنا[۴۷] گھٹنے کو گھٹنے سے جدا رکھنا' (سجدے میں) ہاتھوں کو کندھوں کے برابر رکھنا' دو سجدوں کے درمیان اور پہلے تشہد میں پاؤں بچھا کر بیٹھنا' دوسرے تشہد میں سرین پر بیٹھنا' دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر مٹھی باندھ کر رکھنا اس طرح کہ شہادت والی انگلی سے اشارہ ہو اور انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنا ہو' بایاں ہاتھ کھول کر بائیں ران پر رکھا جائے۔[۴۸]

---

۴۵ عین ناف پر یا اس سے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایتیں ضعیف' ناقابل حجت ہیں جب کہ ناف سے اوپر یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایات قوی اور راجح ہیں۔ دیکھئے: ابوداؤد/ا ۱۶۸- مسند احمد۴/ ۳۱۸ (۵/ ۲۲۶) ابن خزیمہ (۴۷۹) شرح مسلم للنووی (۴/ ۱۱۵)

۴۶ سجدے میں جاتے ہوئے گھٹنے پہلے رکھنے والی روایت ضعیف ہے۔ دیکھیے سلسلہ الاحادیث الضعیفہ ۲/ ۳۲۹ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت قوی اور راجح ہے اس میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے بلکہ اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے۔ نسائی ۲/ ۲۰۷- احمد۲/ ۳۸۱- ابوداؤد/ا ۳۵۵ ہاتھ پہلے رکھنے کے ثبوت کی مزید تفصیل کے لئے دیکھیے المحلی لابن حزم ۴/ ۱۲۹

۴۷ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیؐ کو دیکھا آپ سجدے میں پیٹ کو اٹھا کر (رانوں سے الگ) رکھتے اور اپنی پیٹھ (پنڈلیوں سے) اٹھا کر رکھتے۔ ابوداؤد/ا ۲۰۶۔ ابوحمید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ نبیؐ درمیانے تشہد میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور آخر تشہد میں تورک کرتے یعنی بایاں پاؤں بچھا کر سرین پر تکیہ کر کے بیٹھتے۔ ابوداؤد/ا ۱۶۸- ابن ماجہ/ا ۳۳۸- بخاری ا/ ۲۱۰

۴۸ نبیؐ حالت تشہد میں دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے چھنگلی اور ساتھ والی انگلی بند کر لیتے' انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنا لیتے اور شہادت والی انگلی سے اشارہ (حرکت) کرتے مسلم (۱۱۳)

مذکورہ شرائط میں سے بغیر عذر کسی شرط کو چھوڑنے سے نماز درست نہ ہوگی۔ اگر کسی رکن کو جان بوجھ کر یا بھول کر چھوڑ دیا تو نماز باطل ہوگی۔ اگر کسی واجب کو بھول کر ترک کر دیا تو اس کی تلافی سجدہ سہو سے کرے لیکن اگر واجب نماز کو عمداً چھوڑا تو نماز باطل ہوگی۔ اگر کوئی سنت یا ھیئت (حالت/کیفیت) چھوڑ دی جائے تو نماز باطل ہوگی نہ سجدہ سہو لازم آئے گا۔[۴۹]

۴۹؎ سابقہ حاشیہ (۴۴) کا مطالعہ کریں۔

باب - ۲

زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ کا نصاب:[۵۰] ❀ ❀ زکوٰۃ اس آدمی پر فرض ہے جو صاحب نصاب ہو یعنی اس کے پاس بیس مثقال (ساڑھے سات تولہ) سونا ہو یا دوسو درہم (ساڑھے باون تولہ) چاندی ہو یا سونے اور چاندی میں سے ایک جنس کے بقدر مالیت کا سامان تجارت ہو یا پانچ اونٹ ہوں یا تیس گائیں ہوں یا چالیس بھیڑ بکریاں ہوں اور جانور کھلے چرنے والے ہوں۔ یہ تمام چیزیں ایک سال تک مالیت میں رہی ہوں (تو ان کی زکوٰۃ نکالنا فرض ہے۔) عام غلام اور مکاتب غلام پر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔[۵۱]

زکوٰۃ کی مقدار: ❀ ❀ سونے اور چاندی سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ دی جائے۔ لہٰذا بیس دیناروں سے آدھا دینار ہوگا کیونکہ بیس کا دسواں حصہ دو دینار بنتا ہے اور دو دیناروں کا چوتھا حصہ نصف دینار ہوتا ہے۔ دوسو درہموں میں سے پانچ درہم (چالیسواں حصہ) ہے کیونکہ دوسو درہم کا دسواں حصہ بیس درہم بنتا ہے اور بیس کا چوتھائی حصہ پانچ درہم ہوگا۔[۵۲]

پانچ اونٹ ہوں تو ایک بکری زکوٰۃ دینا ہوگی۔[۵۳] بھیڑ ہونے کی صورت میں چھ ماہ کا بچہ کفایت کر جائے گا ورنہ ایک سالہ بکری کا بچہ دینا ہوگا۔[۵۴] دس اونٹ ہوں تو دو بکریاں، پندرہ ہوں تو تین بکریاں، بیس ہوں تو چار بکریاں دی جائیں۔ 25 اونٹ

---

۵۰ زکوٰۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے اور ہر صاحب نصاب پر ہر سال مال کا چالیسواں حصہ ادا کرنا فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور زکوٰۃ ادا کرو'' [البقرۃ:۴۳]

۵۱ آپؐ نے فرمایا آدمی کے گھوڑے اور غلام پر زکوٰۃ نہیں۔ بخاری ۲/۱۴۹ اور مکاتب پر زکوٰۃ نہیں سنن کبریٰ ۴/۱۰۹

۵۲ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: جب تیرے پاس دوسو درہم ہوں اور ان پر ایک سال گذر جائے تو اس میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور اگر بیس دینار ایک سال تک رہیں تو ان میں نصف دینار زکوٰۃ ہے۔ ابوداؤد (۱۵۷۳) نیل الاوطار ۴/۱۳۸

۵۳ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ''جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں بحرین کا عامل بنا کر بھیجا تو ان کی طرف زکوٰۃ کے نصاب اور مقدار پر مشتمل ایک تفصیلی لسٹ لکھ کر بھیجی اور لکھا کہ یہ وہی تفصیل زکوٰۃ ہے جو اللہ کے رسولؐ نے مسلمانوں پر مقرر کی تھی'' اور یہ مکمل ترجمہ اسی حدیث کے مطابق ہے۔ یہ حدیث مندرجہ ذیل کتابوں میں موجود ہے۔ بخاری ۲/۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶- ابوداؤد ۱/ ۳۵۸- نسائی ۵/ ۱۳- ابن ماجہ ۱/ ۵۷۵- احمد ۱/ ۱۱

۵۴ پانچ اونٹوں پر دی جانے والی زکوٰۃ کی بکری کی حتمی عمر احادیث میں مذکور نہیں البتہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کا مال (خواہ جانور ہوں یا نقدی) درمیانے درجے کا ہونا چاہیے۔ آپؐ فرماتے ہیں: ولکن من وسط اموالکم زکوٰۃ کا مال درمیانی حیثیت کا ہو اللہ تعالیٰ نے تم سے بہترین کا سوال کیا ہے نہ بدترین کا تقاضہ کیا ہے۔ ابوداؤد مع عون المعبود ۲/ ۱۶

ہو جائیں تو ایک بنت مخاض (وہ اونٹنی جس کا دوسرا سال شروع ہوا) ہے۔ اگر بنت مخاض نہیں تو ایک ابن لبون (دو سالہ نر جس کا تیسرا سال شروع ہو) دیا جائے۔ اگر 36 اونٹ ہو جائیں تو ایک بنت لبون (دو سالہ مادہ جس کا تیسرا سال شروع ہو) دی جائے۔ اگر 46 اونٹ ہو جائیں تو ایک حقہ (تین سالہ مادہ جس کا چوتھا سال شروع ہو جائے) دیا جائے۔ اگر 61 اونٹ ہو جائیں تو ایک جذعہ (چار سالہ مادہ جس کا پانچواں سال شروع ہو جائے) دیا جائے۔ اگر 76 اونٹ ہوں تو دو بنت لبون دی جائیں اگر 91 ہو جائیں تو 120 تک دو حقے دیئے جائیں اگر ان سے بھی تعداد بڑھ جائے خواہ ایک ہی بڑھے تو ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر 50 پر ایک حقہ دیا جائے گا۔

اگر گائیں 30 ہو جائیں تو ایک سالہ نر یا مادہ بطور زکوٰۃ نکالا جائے اگر 40 ہو جائیں تو دو سالہ بچہ (نر یا مادہ) دیا جائے اگر 60 ہو جائیں تو ایک ایک سالہ دو بچے دیئے جائیں اگر 70 ہو جائیں تو ایک بچہ یک سالہ اور ایک دو سالہ دیا جائے۔ پھر اسی طرح ہر 30 میں یک سالہ اور ہر 40 میں دو سالہ بچہ دیا جائے۔ 40 بکریوں سے لے کر 120 تک ایک بکری زکوٰۃ دی جائے۔ 121 سے 200 تک دو بکریاں دی جائیں۔ 201 سے لے کر 300 تک تین بکریاں دی جائیں اگر اس سے بھی زیادہ بکریاں ہو جائیں تو ہر 100 پر ایک بکری بڑھتی جائے گی۔

مستحقین زکوٰۃ: ❁ ❁ مذکورہ اموال سے زکوٰۃ نکالنے والا اپنی زکوٰۃ ان آٹھ اصناف میں تقسیم کر سکتا ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے[55] (۱) فقراء جو بقدر ضرورت خرچے کے مالک نہیں (۲) مسکین جن کا خرچ ان کی آمدن سے زیادہ بنتا ہو (۳) زکوٰۃ کی وصولی کرنے والے اور حاکم وقت تک پہنچانے تک اس کی حفاظت کرنے والے (۴) مؤلفۃ القلوب' وہ غیر مسلم جن سے توقع ہو کہ اگر انہیں مال دیا گیا تو یہ اسلام قبول کر لیں گے یا اسلام کے خلاف اپنی سازشوں سے باز آ جائیں گے۔[56] (۵) گردنوں کے آزاد کرنے میں' اس میں مکاتب غلام شامل ہیں اور ایک روایت کے مطابق یہ بھی جائز ہے کہ کسی غیر مکاتب غلام کو مال زکوٰۃ سے خرید کر آزاد کر دیا جائے (۶) مقروض' وہ قرض دار جو ادائیگی قرض کی طاقت نہیں رکھتے (۷) فی سبیل اللہ' اس میں وہ غازی اور مجاہد شامل ہیں جنہیں حاکم وقت وظائف جاری نہیں کرتا اگرچہ یہ غازی امیر ہوں (۸) مسافر سے مراد وہ لوگ ہیں جو خرچ نہ ہونے کے سبب اپنے گھر پہنچنے سے عاجز ہوں۔

نفلی صدقہ: ❁ ❁ فرضی صدقہ (زکوٰۃ) کی ادائیگی کے علاوہ نفلی صدقہ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ' کی طرف دن رات (ہر وقت) توجہ کرتے رہنا مستحب[57] ہے بالخصوص برکت والے مہینوں میں جیسے ماہ رجب ماہ شعبان ماہ رمضان ہے اور عید کے موقع پر'

---

٥٥ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آٹھ مصارف زکوٰۃ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: بے شک زکوٰۃ کے مستحق فقراء ہیں' مساکین ہیں' زکوٰۃ جمع کرنے والے ہیں' وہ لوگ جن کے دلوں کو (اسلام سے) مانوس کرنا مقصود ہے' غلام' مقروض' مجاہدین (فی سبیل اللہ) اور مسافر ہیں۔ [التوبۃ: ٦٠]

٥٦ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہوں اور ان کی اسلام پر دلجمعی کے لئے ان سے تعاون کرنا ضروری ہو۔

٥٧ اسلام میں نفلی صدقات و خیرات کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ آپ ؐ ارشاد فرماتے ہیں: سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے

عاشوراء کے دن اور قحط سالی اور گرانی کے موقعوں پر خاص خیال کرنا چاہیے تاکہ اس صدقے کی وجہ سے جسم، مال اور اہل و عیال میں خیر و عافیت رہے اور دنیا میں فوری بدلہ اور آخرت میں بے پناہ ثواب حاصل ہو۔

صدقہ فطر (فطرانہ):[۵۸] اگر عید والے دن اور رات کا اپنے لئے اور اہل و عیال کے لئے خرچہ موجود ہو تو اپنی طرف سے، اپنی بیوی کی طرف سے، اپنے غلام کی طرف سے، اپنی اولاد کی طرف سے، اپنے والدین کی طرف سے، اپنے بہن بھائیوں کی طرف سے، اپنے چچاؤں اور چچا زادوں کی طرف سے، قرابت کی ترتیب کے مطابق فطرانہ ادا کرے بشرطیکہ یہ تمام افراد اس کے زیر کفالت ہوں۔ فی کس آدمی کا فطرانہ 3\1 5 رطل والے عراقی صاع کے بقدر ہے جو کھجور، منقہ، گندم، جو، یا ان کا آٹا یا ستو سے ادا کیا جائے۔ صحیح مسلک کے مطابق پنیر دینا بھی درست ہے۔[۵۹] اگر ان میں سے کوئی قسم بھی موجود نہ ہو تو شہر میں استعمال ہونے والا کسی طرح کا غلہ بھی فطرانے میں دیا جا سکتا ہے جیسے چاول، مکئی اور کنگنی وغیرہ۔

❁ ❁ ❁

لہ روز اپنے سائے تلے جگہ دیں گے اور اس روز اللہ کے سائے کے علاوہ دوسرا کوئی سایہ نہ ہوگا (ان میں ایک وہ شخص ہے) جس نے پوشیدہ کر کے صدقہ دیا۔ بخاری ۱۱/ ۱۳۱۸- مسلم ۳/ ۱۲۰

۵۸ فطرانہ اس لئے ادا کیا جاتا ہے کہ رمضان المبارک میں اگر کسی فرد سے روزے میں کمی کوتاہی واقع ہوگئی ہو تو اس سے پاکیزگی اور معافی حاصل ہو جائے اور فقرا بھی عید کی خوشی میں شامل ہو جائیں جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، آپؐ نے صدقہ فطر اس لئے فرض کیا کہ روزہ دار بے ہودگی اور فحش کلامی سے پاکیزگی حاصل کر لے اور غرباء و مساکین کو خوراک مہیا ہو جائے جو شخص عید کی نماز سے قبل اسے ادا کر دے تو اس کا صدقہ فطر مقبول ہے اور جو شخص نماز کے بعد ادا کرے تو یہ نفلی صدقات کی طرح ایک صدقہ شمار ہوگا (فطرانہ نہیں) ابوداؤد ۱/ ۳۷۳- ابن ماجہ ۱/ ۵۸۵

۵۹ فطرانے میں ایک صاع طعام (گندم، جو، مکئی وغیرہ) ادا کیا جائے گا۔ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ: نبیؐ نے فطرانہ ایک صاع مقرر کیا ہے کھجور سے ہو یا جو سے ہو (یا کسی اور مستعمل غلے/ طعام سے ہو) یہ ہر مسلمان غلام، آزاد مذکر و مؤنث، چھوٹے اور بڑے پر آپؐ نے فرض کیا ہے۔ بخاری ۲/ ۱۶- مسلم ۲/ ۶۷۷- ابوداؤد ۱/ ۳۷۳- ترمذی مع عارضۃ ۳/ ۱۸۲- نسائی مع المجتبیٰ ۵/ ۳۴- احمد ۲/ ۵۵- مؤطا ۱/ ۲۸۴ ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک فطرانے میں قیمت (نقدی) ادا کرنا درست نہیں جب کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک جائز ہے۔ ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں اور ایک مد تقریباً ۵۰۰ سے ۶۰۰ گرام تک وزن رکھتا ہے اس لئے ایک صاع اڑھائی کلوگرام تقریباً ہوگا۔

باب -۳

روزوں کا بیان

رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں:[۶۰] جب رمضان المبارک شروع ہو جائے تو اس کے روزے رکھنا فرض ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: تم میں سے جو کوئی اس مہینے میں حاضر ہو وہ اس کے روزے رکھے۔[۶۱] جب رمضان کے شروع ہونے کی تحقیق ہو جائے خواہ خود چاند دیکھنے سے[۶۲] یا ایک عادل شخص کی شہادت سے[۶۳] یا شعبان کے تیس دن پورے ہونے سے اگرچہ تیسویں رات کو آسمان خوب ابرآلود ہو' تحقیق کے بعد رات کو کسی وقت دوسری فجر طلوع ہونے سے پہلے پہل روزے کی نیت کر لی جائے کہ میں صبح رمضان کا روزہ رکھوں گا۔[۶۴] اسی طرح ہر رات یہ نیت کرتا رہے حتیٰ کہ مہینہ مکمل ہو جائے۔ اگر رمضان کی پہلی رات ہی یہ نیت کر لی جائے کہ میں مکمل رمضان کے روزے رکھوں گا تو ایک ضعیف روایت کے مطابق یہ بھی جائز ہے۔ لیکن صحیح پہلی صورت ہی ہے۔ پھر جب صبح صادق طلوع ہو جائے تو روزہ دار تمام دن کھانے' پینے اور جماع سے پرہیز کرے۔ کسی طرف سے بھی پیٹ کے اندر کوئی چیز نہ جانے پائے اور نہ روزہ دار سینگی لگوائے نہ دوسرے کو سینگی لگائے'[۶۵] عمداً نہ قے کرے[۶۶] نہ منی خارج کرے۔[۶۷] اگر مذکورہ اشیاء میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر لیا تو روزہ باطل ہو

---

۶۰ روزہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے دوسرا رکن ہے اور ہر بالغ عاقل مسلمان پر رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کر دیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ[البقرۃ:۱۸۳]

۶۱ [البقرۃ:۱۸۵]

۶۲ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا' چاند دیکھ کر روزہ رکھو' چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو اگر آسمان غبار آلود ہو تو شعبان کے تیس دن مکمل کرو (پھر روزے شروع کرو)۔ بخاری ۳/۳۵-مسلم ۲/۷۶۲-مسند احمد ۲/۲۵۹

۶۳ رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے ایک عادل مسلمان کی گواہی کافی ہے جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: ایک اعرابی نبیؐ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو کلمہ شہادت کا اقرار کرتا ہے اس نے کہا ہاں۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔ ابوداؤد ۱/۵۴۷-ترمذی ۳/۲۰۶-نسائی ۴/۱۰۶-ابن ماجہ ۱/۵۲۹

۶۴ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ جس شخص نے طلوع فجر سے قبل روزے کی نیت نہ کی تو اس کا روزہ نہیں۔ ابوداؤد ۱/۵۷۱-مسند احمد ۶/۲۸۷-دارمی ۲/۷

۶۵ روزہ کی حالت میں سینگی (پچھنے) لگوانا آپؐ سے ثابت ہے۔ بخاری ۳/۴۳-ابوداؤد ۱/۵۵۳۔ البتہ نقاہت پیدا ہونے کا خدشہ ہو تو پھر مکروہ ہے۔

۶۶ آپؐ نے فرمایا: جو شخص عمداً قے کرے وہ روزے کی قضائی دے۔ ابوداؤد ۱/۵۵۵-ترمذی ۳/۷۹

۶۷ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم نے قصداً منی خارج کرنے والے پر روزہ کی قضائی کا فتویٰ دیا ہے البتہ خود بخود منی خارج ہونے کی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔

جائے گا لیکن روزہ دار غروب آفتاب تک کچھ نہ کھائے نہ پیئے اور اس روزے کی قضائی دے البتہ جماع کرنے کی صورت میں قضائی کے ساتھ کفارہ بھی ادا کرے گا۔[۶۸]

اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک تندرست صحیح سالم' معز عیوب سے پاک اور مسلمان غلام آزاد کرے اگر غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو (60) ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے' فی کس مسکین ایک مد کھانا ہو اور ایک مد 1/3 1 رطل عراقی کے برابر ہے۔ یعنی 1/3 173 درہم فی کس ہو یا نصف صاع کھجور' جو یا شہر میں دستیاب غلے سے دیا جائے جیسا کہ ہم نے صدقہ فطر میں بیان کیا ہے۔ اگر وہ کسی چیز کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو کفارہ ساقط ہو جائے گا اور وہ اللہ سے معافی مانگے اور توبہ کرے اور باقی رمضان میں انتہائی احتیاط کرے۔ مزید برآں رمضان میں دن کے وقت جوان عورت کے ساتھ خلوت نہ کی جائے نہ بوس وکنار کیا جائے اگرچہ عورت اس کے لئے حلال ہو۔

روزہ دار وقت زوال کے بعد مسواک کرنے'[۶۹] گوند چبانے' تھوک جمع کر کے نگلنے' سالن کا نمک مرچ چکھنے'[۷۰] غیبت اور چغلی کرنے' جھوٹ بولنے اور گالی وغیرہ نکالنے سے پرہیز کرے۔[۷۱] روزہ دار کو (وقت غروب کے بعد) روزہ کھولنے میں جلدی کرنی چاہیے[۷۲] البتہ ابر آلود دن میں قدرے تاخیر افضل ہے۔ اسی طرح سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے سوائے اس کے جسے فجر کے طلوع ہونے کا خدشہ ہو۔[۷۳] افطاری میں افضل یہ ہے کہ کھجور سے کی جائے یا پانی سے کی جائے۔[۷۴] افطاری کے

---

۶۸ آپؐ کے پاس ایک آدمی آیا جس نے حالت روزہ میں جماع کر لیا آپؐ نے کہا کیا تو ایک گردن آزاد کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟ اسے کہا نہیں۔ پوچھا دو ماہ مسلسل روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پوچھا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتا ہے؟ کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا بیٹھ جا وہ بیٹھ گیا۔ آپؐ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرہ لایا گیا آپؐ نے اسی شخص کو کہا کہ اسے لے جا اور صدقہ کر دے تو اس نے کہا ان دو ٹیلوں کے درمیان مجھ سے زیادہ کوئی فقیر نہیں۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا۔ اس کو لے جا اور اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔ بخاری ۱۱/ ۵۱۶- مسلم ۲/ ۷۸۱

۶۹ روزہ دار کے لئے مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ آپؐ حالت روزہ میں مسواک کر لیا کرتے تھے۔ بخاری ۲/ ۳۱۱- اسی طرح گوند چبانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ حلق میں داخل نہ ہو۔

۷۰ کسی چیز کو چکھنا جو حلق میں داخل نہ ہو۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ دیکھئے: بخاری ۴/ ۱۵۴- ابن ابی شیبہ ۳/ ۴۷- بیہقی ۴/ ۲۶۱

۷۱ آپؐ نے فرمایا: جو شخص حالت روزہ میں بھی جھوٹی بات اور اعمال بد ترک نہیں کرتا تو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں۔ بخاری ۴/ ۹۹

۷۲ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک وہ افطاری میں جلدی کریں گے۔ بخاری ۴/ ۱۷۳- مسلم ۲/ ۷۷۱- افطاری میں تاخیر کرنا یہودیوں' عیسائیوں کا عمل ہے۔ ابوداؤد ۳/ ۳۰۵

۷۳ نبیؐ سحری اتنی تاخیر سے کھاتے کہ آپ کی سحری اور اذان کے درمیان صرف پچاس آیات کے بقدر وقفہ ہوتا۔ بخاری ۴/ ۱۱۸- مسلم

۷۴ نبیؐ نماز (مغرب) سے قبل تر کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار کرتے اور اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے افطاری کرتے' یہ بھی میسر نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ بھر لیتے۔ مسند احمد ۳/ ۱۶۳- ابوداؤد ۲/ ۳۰۶- ابن خزیمہ ۳/ ۲۷۷- ترمذی ۳/ ۷۰

وقت نبیؐ سے منقول دعا پڑھے اور وہ یہ ہے۔

آپؐ نے فرمایا: جب روزہ دار کے سامنے کھانا چن دیا جائے تو وہ کہے:

بسم اللہ اللّٰھم لک صمت وعلٰی رزقک افطرت، سبحانک وبحمدک، اللّٰھم تقبل منا فانک انت السمیع العلیم۔[۵۷]

اعتکاف کا بیان: مسلمان کے لیے اعتکاف کرنا مستحب ہے۔ اعتکاف اس مسجد میں ہوسکتا ہے جس میں نماز باجماعت ادا کی جاتی ہو۔ سب سے افضل مسجد جامع مسجد ہے جب کہ اعتکاف کے دوران یوم جمعہ شامل ہو۔ اور اعتکاف بغیر روزے کے بھی درست ہے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ روزہ بھی رکھا جائے کیونکہ روزہ معتکف کا عزم بڑھاتا ہے، کسرنفسی میں اس کا مددگار ثابت ہوتا ہے اور اس کے مقاصد کو پورا کرنے میں بڑا لائق ثابت ہوتا ہے۔

اعتکاف کی تعریف: اعتکاف کی تعریف یہ ہے کہ نفس کو کسی خاص مقام پر محبوس کرلیا جائے اور کسی چیز سے چمٹ کر اس پر ہمیشگی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ مورتیاں (بت) کیا ہیں جن سے تم چمٹ گئے ہو۔[۶۷]

اعتکاف کرنا سنت ہے: اعتکاف نبیؐ اور صحابہ کرام سے منقول سنتوں میں سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپؐ اللہ کو پیارے ہوگئے اور صحابہؓ کو یہ کہہ کر رغبت دلاتے: جو کوئی اعتکاف کا ارادہ رکھے وہ آخری دس دنوں میں اعتکاف کرے۔[۷۷]

جب اعتکاف[۸۷] اختیار کرلیا جائے تو ان اعمال میں مشغولیت اختیار کی جائے جن سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے جیسا کہ تلاوت قرآن مجید ہے اور سبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ جیسے کلمات ہیں اور کائنات میں غور وفکر ہے۔ معتکف غیر ضروری باتوں

---

۵۷ دارقطنی ۲/۸۵ یہ روایت مرسل اور ناقابل حجت ہے البتہ مندرجہ ذیل دعا بسند صحیح ثابت ہے۔
ذَھَبَ الظَّمَاُ وابتلّت العُروقُ وَثَبتَ الْاَجرُ ان شاء اللّٰہ. دارقطنی ۲/۸۵-ابوداؤد ۲/۵۵۰-مستدرک حاکم ۱/۴۲۲

۶۷ [سورۃ الانبیاء:۵۶]

۷۷ المؤطا ۱/۳۱۹۔ اس مفہوم کی دوسری حدیث بخاری (۲۰۲۷) میں بھی ہے۔

۸۷ اعتکاف کا لغوی معنی کسی چیز کے ساتھ جم کر بیٹھ جانا اور نفس کو اس کے ساتھ لگائے رکھنا ہے اور شرعی طور پر تمام دنیاوی معاملات ترک کر کے عبادت کی نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی خاطر مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ اعتکاف سال بھر میں کسی وقت بھی ہوسکتا ہے، آپؐ سے ماہ شوال میں اعتکاف بیٹھنا بھی ثابت ہے لیکن آپؐ رمضان المبارک میں ہمیشہ اعتکاف بیٹھتے تھے۔ آپؐ نے رمضان کے درمیانی عشرے کا بھی اعتکاف کیا ہے لیکن افضل آخری عشرے کا اعتکاف ہے کیونکہ اس کی ہی آپؐ ترغیب دلاتے اور خود بھی اسے ترک نہ فرماتے۔
مباحات اعتکاف: (۱) حاجات ضروریہ کے لئے مسجد سے نکلنا (۲) اعتکاف کے لئے خیمہ لگانا (۳) اعتکاف والے سے اس کی بیوی ملاقات کے لئے مسجد میں آسکتی ہے اور وہ بیوی کو محرم ساتھ نہ ہونے کی صورت میں گھر چھوڑنے جاسکتا ہے۔ (۴) استحاضہ والی عورت اعتکاف کرسکتی تفصیل کے لیے دیکھئے [بخاری کتاب الاعتکاف ۳/۶۳]

اور کاموں سے پرہیز کرے اور ذکر الٰہی کے علاوہ خاموشی کو اختیار کرے، معتکف کے لئے درس و تدریس اور قرآن پڑھانا جائز ہے اس لئے کہ ان کا نفع دوسروں کو بھی پہنچتا ہے لہٰذا اس میں ذاتی مشغولیت والی عبادت سے زیادہ اجر و ثواب ہے۔ معتکف ضروری حاجات میں اعتکاف سے باہر آ سکتا ہے جیسا کہ غسل جنابت کے لئے، کھانے پینے کے لئے، بول و براز کے لئے، کسی فتنے میں واقع ہونے کے خوف یا بیمار ہونے کے خوف سے بھی باہر آ سکتا ہے۔

❁ ❁ ❁

باب - ۴

حج کا بیان:[۷۹] ❁ ❁ جب کسی مسلمان پر حج کی شرائط پوری ہو جائیں تو اس پر بلا تاخیر حج وعمرہ ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے اور وہ شرائط یہ ہیں کہ اسلام لانے کے ساتھ آزاد ہو' عاقل ہو' بالغ ہو' زادراہ کی استطاعت رکھتا ہو' راستہ دشمنوں سے پرامن ہو' بیت اللہ تک رسائی ممکن ہو۔

یعنی اس قدر وقت ہو کہ حج ادا ہو سکے' سواری پر سفر کرنے کے قابل ہو' زادراہ کے علاوہ اپنے اہل وعیال کو اس قدر نان ونفقہ دے سکتا ہو کہ اس کی واپسی تک انہیں کافی ہو اور ان کی رہائش کا بھی بندوبست کر جائے اگر کوئی قرض ہو تو اس کی ادائیگی کی بھی استطاعت رکھتا ہو' واپسی پر بھی بقدر ضرورت مال' جائیداد' کرایہ اور سامان وغیرہ ہونا چاہیے۔ اگر ان شرائط کو پورا نہ کیا' اہل وعیال کے نفقہ میں کمی کوتاہی کا مرتکب ہوا یا قرض کی ادائیگی کے بغیر حج کو روانہ ہو گیا تو وہ گناہ گار اور مغضوب ہو گا۔ اس لیے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کے لئے یہ گناہ بھی بہت بڑا ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت کو ہلاک و برباد کر دے[۸۰] اگر وہ ان تمام شرائط کی تکمیل میں کامیاب ہو گیا تو حج وعمرے کی ادائیگی کے بعد اس فریضے سے آزاد (سبکدوش) ہو جائے گا۔

میقات احرام: ❁ ❁ جب حج کرنے والا شرعی میقات پر پہنچ جائے[۸۱] یعنی اہل مشرق ذات عرق پر پہنچے' اہل مغرب جحفہ پر' اہل مدینہ ذوالحلیفہ پر' اہل یمن یلملم پر' اور اہل نجد قرن المنازل پر' تو غسل کرے اور صفائی حاصل کرے اگر پانی نہ ہو تو تیمّم کر لے اور ایک چادر سے (ازار) تہہ بند باندھ لے اور دوسری اوپر اوڑھ لے جب کہ دونوں چادریں سفید اور پاک ہوں۔

---

۷۹ حج اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں شامل ہے۔ صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی بھر میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔ جب کسی مسلمان میں حج کی شرائط مکمل ہو جائیں تو اسے بلا تاخیر اس فریضے کی ادائیگی کر لینی چاہیے اگر اس حالت میں بغیر حج کیے فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کو اس کی طرف سے حج کر کے اللہ کا قرض اتارنا ضروری ہے۔ حج کی تین اقسام ہیں۔ (i) حج افراد۔ اس میں صرف حج کیا جاتا ہے۔ (ii) حج قران (iii) حج تمتع۔ ان دونوں قسموں میں حج اور عمرہ دونوں ادا کیے جاتے ہیں فرق اتنا ہے کہ قران میں قربانی ساتھ لے جانا اور اختتام حج تک احرام نہ اتارنا شرط ہے جب کہ تمتع میں یہ دونوں شرطیں معاف ہیں اس لئے تمتع سہل اور افضل حج ہے۔

۸۰ ابوداؤد/۱/۳۹۳ - مسند احمد/۲/۱۶۰'۱۹۳

۸۱ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ' اہل شام کے لئے جحفہ' اہل نجد کے لئے قرن المنازل' اہل یمن کے لئے یلملم' میقات مقرر کیے اور جو ان کے اندر ہیں ان کا میقات ان کا گھر ہے اسی طرح اہل مکہ' مکہ ہی سے احرام کا تلبیہ پکاریں گے۔ بخاری ۳/۱۶۵ - مسلم ۲/۸۳۸ - ابوداؤد/۱/۴۰۳ - احمد/۲/۱۱

اور خوشبو استعمال کرے پھر دو رکعت (نفل) نماز ادا کرے اور دل سے احرام کی نیت کر کے احرام باندھ لے[۸۲] پھر اگر افضل حج یعنی حج تمتع کا ارادہ ہو تو عمرے کا تلبیہ پکارے، حج افراد کی صورت میں حج کا تلبیہ پکارے اور (حج قران کی صورت میں) حج وعمرہ دونوں کا تلبیہ پکارے۔ اور شرط لگاتے ہوئے کہے اے اللہ! میں عمرہ، حج یا دونوں کا ارادہ کرتا ہوں پس میرے لئے آسانی فرما اور میرا یہ عمل قبول فرما اور میرا احرام وہاں ختم ہوگا جہاں تو نے مجھے روک دیا۔[۸۳] اور تلبیہ اس طرح کہا جائے گا:

لبیک اللّٰھم لبیک لَاشریک لک لبیک ان الحمد والنّعمة لک والملک لَا شریک لک۔

''اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک ہر قسم کی تعریف اور انعام تیرے لئے ہے اور ملک بھی، تیرا کوئی شریک نہیں۔'' حاجی یہ تلبیہ بآواز بلند پکارے، احرام باندھنے کے بعد اور پنجگانہ نمازوں کے بعد پکارے، دن رات کے شروع ہوتے وقت اور رفقاء سے ملاقات کے وقت بھی پکارے، نشیب و فراز پر چڑھتے اترتے، دوسروں کا تلبیہ سنتے ہوئے اور حرم کی مساجد اور مقامات پر بھی یہ تلبیہ پکارتا رہے۔[۸۴]

تلبیہ سے فراغت کے بعد نبیؐ پر درود وسلام بھیجے اور اپنے لئے جو چاہے دعا مانگے۔[۸۵]

محرم کے لئے شرائط: ❀❀ حاجی حالت احرام میں سر نہ ڈھانپے، سلا ہوا کپڑا نہ پہنے، موزے نہ پہنے، اگر اس نے خلاف ورزی کی تو ایک بکری (خون) دینا پڑے گی۔ اگر اس کے پاس تہہ بند اور جوتا نہیں تو سلا ہوا کپڑا (شلوار) اور موزے پہن سکتا ہے۔ اپنے بدن اور کپڑوں پر کسی طرح کی خوشبو استعمال نہ کرے اگر جان بوجھ کر خوشبو استعمال کی تو اسے دھو ڈالے اور ایک بکری کی قربانی دے۔ اسی طرح اپنے ناخن اور سر کے بال نہ کاٹے اگر اس نے تین ناخن تراشے یا سر اور بدن سے تین بال مونڈھے تو ایک بکری دینا ہوگی اگر تین سے کم ارتکاب کیا تو ہر ناخن اور ہر بال کے بدلے ایک مد طعام صدقہ کرے۔

---

۸۲ کیونکہ نیت کا اصل محل دل ہے بعض لوگ حج کے تلبیہ کو الفاظی نیت خیال کرتے ہیں حالانکہ ان الفاظ کی حیثیت محض ایسے ہی ہے جیسے نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ کہی جاتی ہے اور تکبیر تحریمہ کو الفاظی نیت کہنا حماقت ہے۔ جس طرح تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز کی عبادت شروع ہو جاتی ہے اسی طرح تلبیہ کہنے کے بعد حج کی عبادت شروع ہو جاتی ہے۔ اگر حج تمتع کا ارادہ ہو تو حاجی یہ کہے **اللّٰھم انّی ارید العمرة** اگر حج افراد کا ارادہ ہو تو یہ کہے **اللّٰھم انّی ارید الحج** اگر حج قران کا ارادہ ہو تو یہ کہے **اللّٰھم انّی ارید العمرة والحج۔**

۸۳ یہ شرط لگانا احادیث سے ثابت ہے بخاری ۷/۹۔ مسلم ۲/۸۶۸۔ احمد ۶/۱۶۴

۸۴ تلبیہ احرام باندھنے سے شروع ہو کر دس ذوالحجہ جمرۃ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک جاری رہے گا۔ ترمذی ۲/۱۱۰

۸۵ حج وعمرہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ احرام کی حالت میں درج ذیل ممنوعات سے گریز کرے ورنہ ارتکاب کی صورت میں گناہ گار ہوگا اور بعض صورتوں میں فدیہ دینا لازم آئے گا:

(۱) قمیص، جبہ، شلوار، پگڑی، ٹوپی، موزے پہننا بخاری ۱/۲۰۹۔ (۲) احرام کے بعد خوشبو کا استعمال کرنا۔ بخاری ۱/۲۴۸۔ (۳) دستانے استعمال کرنا بخاری ۱/۲۴۸۔ (۴) نکاح و منگنی کرنا۔ مسلم ۱/۲۵۳۔ (۵) ہر قسم کی معصیت، جھگڑا، بیوی سے شہوانی گفتگو یا بوس وکنار [بقرۃ: ۱۹۷]۔ (۶) حدود حرم میں شکار کرنا، درخت یا گھاس کاٹنا البتہ اذخر گھاس کی اجازت ہے۔ بخاری ۱/۲۴۷۔ (۷) عورت کا برقعہ یا مخصوص عربی نقاب (جو چہرے پر باندھا جاتا ہے) استعمال کرنا بخاری ۱/۲۴۸۔ (۸) بال اکھاڑنا یا منڈوانا مسلم ۱/۳۸۲ ناخن کو بھی اس پر قیاس کیا گیا ہے۔

محرم نہ اپنا نکاح کرے نہ ہی کسی کا نکاح کرائے البتہ اپنی عورت کے پاس آمد ورفت رکھ سکتا ہے اور اپنی بیوی یا لونڈی سے فرج یا غیر فرج میں جماع نہ کرے۔ اگر عقبہ کو کنکر مارنے سے قبل جماع کر بیٹھا تو اس کا حج باطل ہو گیا۔[۸۶]

محرم منی نہ نکالے' عورت کی طرف تانک جھانک نہ کرتا رہے' اگر اس نے عورتوں کو دیکھا اور انزال ہو گیا تو اس پر ایک بکری کا کفارہ دینا لازم آئے گا۔ محرم جانور اور ان کے بچوں کا شکار نہ کرے جانور خواہ حرام ہوں یا حلال ہوں اور نہ ہی اس شکار کا گوشت کھائے جو اس کے لئے یا اس کے ایماء پر یا اس کے بتانے اور مدد کرنے سے ذبح کیا گیا ہو۔ جیسا کہ اس نے ذبح کرانے کے لئے اسے پکڑا ہو یا ذبح کرنے کی چھری دی ہو یا اسی طرح کے تعاون کا کوئی اقدام کیا ہو تو اس ارتکاب پر شکار کے ہم مثل چوپایا قربانی دینا پڑے گا۔[۸۷] جیسا کہ شتر مرغ ہو تو اونٹ کی قربانی دینا پڑے گی' جنگلی گدھا (زیبرا) ہو تو گائے کی' جنگلی گائے یا بیل وغیرہ ہو تو عام گائے بیل کی' اگر ہرن یا لومڑی ہو تو پہاڑی بکری کی' اگر بجو ہو تو مینڈھے کی' خرگوش ہو تو بکری کی' جنگلی چوہا ہو تو چار ماہہ بکری کے بچے کی' اگر سانڈہ (سوسمار) ہو تو بڑے کے مقابلے میں بکری کا بڑا بچہ اور چھوٹے کے مقابلے میں بکری کا چھوٹا بچہ دے' تمام حالتوں میں ہم مثل کا خیال رکھے' اگر کبوتر ہو تو فی کبوتر ایک بکری کی قربانی دے۔ اگر ان میں سے کسی کی مثل نہ ملے تو اس کی قیمت صدقہ کرے' قیمت کا تعین دو عادل مسلمان کریں گے۔ محرم پالتو جانوروں کو ذبح کر سکتا ہے اور ان کا گوشت بھی کھا سکتا ہے اور نقصان دہ جانوروں کو قتل کر سکتا ہے[۸۸] جیسے سانپ' بچھو' کاٹنے والا کتا' درندہ' شیر' چیتا' بھیڑیا' تیندوا' چوہا' ابلق' کوا' چیل اور اس سے ملتے جلتے پرندے' بھڑ' مچھر' پسو' چیچڑی' گرگٹ' مکھی اور تمام حشرات الارض۔

اگر چیونٹیاں تکلیف دیں تو ان کو مارنا بھی جائز ہے اور ایک روایت کے مطابق جوں' لیکھ کا مارنا بھی جائز ہے اور دوسری روایت کے مطابق جوں' لیکھ کے مارنے پر حتی المقدور صدقہ کرے۔ حرم کے جانور نہ مارے وگرنہ وہی کفارہ دینا ہو گا جو حالت احرام میں شکار کے مرتکب پر ہے۔ حرم کے کسی درخت کو نہ کاٹا جائے نہ اکھاڑا جائے وگرنہ بڑے درخت کے بدلے

---

۸۶ جماع کرنے سے حج فاسد ہو جائے گا آئندہ سال اس کی قضائی دینا ضروری ہے۔ حضرت عمرؓ' ابن عباسؓ' ابن عمرؓ' مالکؒ' شافعیؒ' احمدؒ' ابوحنیفہؒ وغیرہ کا یہی فتویٰ ہے۔ المغنی لابن قدامہ ۵/۱۶۶- فقہ السنۃ ۱/۵۷۵

۸۷ محرم کے لئے پانی کے جانور کا شکار کرنا اور کھانا جائز ہے جب کہ خشکی کے جانور کا شکار کرنا منع ہے۔ ارتکاب کی صورت میں اس جانور کی مثل (صورت یا قیمت میں ملتا جلتا) جانور مکہ مکرمہ میں لے جا کر ذبح کرے۔ اس کا گوشت مساکین میں تقسیم کر دے یا جانور کی جو قیمت ہو اس سے کھانا خرید کر مسکینوں کو کھلا دے یا جتنے مسکینوں کا کھانا بنتا ہو ہر ہر مسکین کے بدلے ایک ایک روزہ رکھے۔ [المائدۃ:۹۰]

۸۸ حالت احرام میں مندرجہ ذیل افعال میں کوئی حرج نہیں:-

(۱) غسل کرنا (۲) احرام کا لباس تبدیل کرنا (۳) سر یا بدن کھجانا (۴) کپڑے دھونا (۵) چھتری استعمال کرنا (۶) کمر بند یا پیٹی استعمال کرنا (۷) بیگ لٹکانا (۸) تہبند نہ ہو تو شلوار یا پاجامہ پہننا (۹) مرغی بکری وغیرہ ذبح کرنا (۱۰) سانپ' بچھو' چیل' چوہا' پاگل کتا' کوا (موذی درندے مارنا)

بخاری ۱/۲۴۸- موطا ۱/۳۲۵- مسلم ۱/۳۷۳

گائے دینا پڑے گی اور چھوٹے درخت کے مقابلے میں ایک بکری وینا ہوگی۔ یہی حکم حرم مدینہ کے شکار اور درخت کا ہے کہ یہ اس محرم پر حرام ہیں مگر اس کا تاوان یہ ہے کہ جو شخص مدینے میں ایسا کرے اس کے کپڑے وغیرہ چھین لیے جائیں اور چھیننے والے کے لئے یہ حلال اور مباح ہوں گے۔

مکہ کی طرف: ❁ ❁ اگر حاجی کے پاس اتنا وقت موجود ہو کہ وہ یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) سے چند دن پہلے ہی مکہ پہنچ سکتا ہے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ اچھی طرح غسل کرے اور بلندی والے راستے سے مکہ میں داخل ہو۔ مسجد حرام کے پاس پہنچ جائے تو باب بنوشیبہ سے اندر داخل ہو۔[۸۹] بیت اللہ کو دیکھتے ہی ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگے: [اَللّٰھُم اِنَّکَ اَنتَ السَّلَامُ وَمِنکَ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامَ' اَللّٰھم زِدْ ھٰذا البَیْتَ تعظیمًا و تَشْرِیْفًا و تَکْرِیمًا......][۹۰] [اے اللہ! بے شک تو تمام نقائص سے مبرّا ہے اور تو ہی سلامتی دینے والا ہے یارب! ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ' اے اللہ! اس گھر کی عظمت' شرافت' کرامت' ہیبت اور نیکی میں اضافہ فرما' اور جن لوگوں نے یہاں حاضری دی اور حج کیا ان کی عظمت و شرافت اور ہیبت میں بھی اضافہ فرما۔ اے اللہ! تیری تعریفات کثرت سے ہیں کیونکہ تو ہی ان کے لائق ہے اور وہ تعریفات تیرے جاہ و جلال کے شایان شان ہیں۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے گھر تک پہنچایا اور اس گھر کی زیارت کے قابل سمجھا' ہر حال میں ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں' اے اللہ تو نے اپنے گھر کے حج کے لئے ہمیں بلایا ہے اور ہم بھی اسی مقصد کے لئے آئے ہیں اے اللہ! میرا حج مقبول ہو' میرے گناہ دور ہوں' میرے معاملات درست ہوں' تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں] یہ دعا بلند آواز سے پڑھی جائے۔ پھر حاجی طواف قدوم کرے اور اپنی چادر دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لے۔ دایاں کندھا ننگا ہو جب کہ بایاں کندھا ڈھانپا ہو۔

طواف: ❁ ❁ حاجی حجر اسود کے پاس آ کر اسے چھوئے اگر ممکن ہو تو بوسہ دے وگرنہ ہاتھ پھیر کر ہاتھ کو ہی چوم لے۔ اگر بھیڑ کی وجہ سے یہ بھی ممکن نہ ہو تو دور سے ہی حجر اسود کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے اور یہ کلمات کہے:[۹۱] [بسم اللہ واللہ اکبر...... اللہ کے بابرکت نام سے جو اللہ سب سے بڑا ہے' اے اللہ! میں تجھ پر ایمان لایا تیری کتاب کی تصدیق کی' تیرے وعدے کو پورا کیا اور تیرے نبیؐ کی سنت پر چلا] اور اپنی دائیں جانب سے طواف شروع کر دے اس طرح کہ حجر اسود سے حالت رمل میں چلتا ہوا باب بیت الحرام سے ہوتا ہوا حطیم جس میں بیت اللہ کا پرنالہ ہے' سے گزرے (چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر تیز تیز چلنے کو رمل کہتے ہیں)۔ اور رکن یمانی تک پہنچ کر اس پر ہاتھ پھیرے مگر چومے نہیں پھر حجر اسود تک جا پہنچے اور

---

۸۹ نبی اکرمؐ مکہ مکرمہ میں بلندی والے راستے سے داخل ہوئے (بخاری ۲/ ۱۷۸) اور باب بنوشیبہ سے مسجد حرام میں داخل ہوئے (السنن الکبرٰی ۵/ ۷۲)

۹۰ مسند الشافعی ۱/ ۳۳۹

۹۱ حجر اسود کے استلام کی مختلف صورتوں کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (بخاری ۱/ ۲۱۸- مسلم ۱/ ۴۱۲)

ایک طواف کا چکر گن لے۔ اسی طرح دوسرا اور تیسرا چکر پورا کرے اور یہ دعا پڑھتا رہے۔[۹۲] اللّٰھم اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُورًا وسَعْيًا مشكورًا و ذنبًا مغفورًا/ اے اللہ میرا حج قبول فرما میری کوشش قبول فرما اور میرے گناہ معاف فرما۔ باقی چار چکروں میں آہستہ آہستہ چھوٹے قدموں کے ساتھ عام چال اختیار کرے اور یہ دعا کرتا رہے: ربّ اغفر وارحم واعف عمّا تعلم وانت الاعزّ الاکرم اللّٰھم ربّنا اتنا فی الدّنیا حسنة وفی الأخرة حسنة وقنا عذاب النّار۔ اے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما' وہ گناہ معاف کر دے جو تو ہی جانتا ہے کیونکہ تو عزت وتکریم کے لائق ہے۔ اے اللہ! ہماری دنیا اور آخرت سنوار دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے۔ اس کے علاوہ بھی دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعائیں مانگ سکتا ہے۔

حاجی کو چاہیے کہ وہ طواف کا ارادہ کرتے وقت باوضو ہو' نجاستوں سے پاک ہو اور ستر ڈھانپا ہو کیونکہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس طواف میں تمہارے لئے کلام کو مباح رکھا ہے۔[۹۳] طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو مختصر رکعتیں ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یاایھا الکافرون اور دوسری میں قل ھو اللّٰہ پڑھے پھر حجر اسود کے پاس آ کر استلام کرے۔[۹۴]

صفا مروہ کی سعی: ❁ ❁ پھر باب صفا سے نکل کر کوہ صفا پر جائے اور اس پر اس قدر چڑھے کہ بیت اللہ نظر آنے لگے پھر تین تکبیریں کہہ کر یہ دعا پڑھے۔[۹۵] [الحمد للّٰہ علیٰ ما ھدٰانا' لا الٰہ الاّ اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ لا الٰہ الاّ اللّٰہ ولا نعبد الا ایاہ مخلصین لہٗ الدّین ولو کرہ الکافرون. / تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ہدایت دی اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے نے تمام لشکروں کو شکست دی اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق

---

۹۲ دوران طواف (ربّنا اتنا فی الدّنیا حسنة (ابوداود/۲/ ۱۹۹) کے علاوہ کوئی اور دعا رسول اللہؐ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں چونکہ طواف کو نماز کہا گیا ہے (نسائی ۲/ ۳۱) لہٰذا کوئی بھی مسنون دعا پڑھی جا سکتی ہے۔

اضطباع (دایاں کندھا ننگا رکھنا) اور پہلے تین چکروں میں رمل (آہستہ آہستہ دوڑنا) یہ دونوں کام طواف قدوم میں ہیں باقی میں نہیں بخاری ۱/ ۲۱۹ - اور یہ دونوں کام صرف مردوں کے لئے ہیں عورتیں مستثنیٰ ہیں۔

۹۳ ترمذی بشرح عارضۃ ۲/ ۱۸۲ - نسائی ۲/ ۳۱ - دارمی ۲/ ۴۴ - مستدرک حاکم ۱/ ۴۵۹ - السنن الکبریٰ ۵/ ۸۷

۹۴ آپؐ سے اسی طرح سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھنا منقول ہے۔ مسلم ۲/ ۸۸۶ - ابوداود ۱/ ۴۴۰ - نسائی ۲/ ۱۳ - ابن ماجہ ۲/ ۱۰۲۴ - دارمی ۲/ ۴۰۔

۹۵ یہ دعا ابن عمرؓ سے منقول ہے الموطا ۱/ ۳۷۲ - السنن الکبریٰ ۵/ ۹۴۔ آپؐ سے منقول دعا کے کلمات یوں ہیں:

لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ' انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ. مسلم ۲/ ۸۸۶ - ابوداود ۱/ ۴۴۰ - نسائی ۲/ ۱۳

نہیں ہم صرف اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں اسی کے دین پر مخلص ہیں خواہ کافر ناپسند کریں۔ پھر صفا سے نیچے اترے اور نیچے اترتے ہوئے دوسری اور تیسری مرتبہ تلبیہ پکارے اور دعا مانگے پھر صفا سے بالکل اتر کر معمولی رفتار سے آگے بڑھے حتیٰ کہ حاجی اور دو سبز نشان جو مسجد کے پاس نصب ہیں' کے درمیان چھ ہاتھ کے بقدر فاصلہ رہ جائے پھر دوڑتا ہوا سبز نشانوں تک پہنچے پھر کوہ مروہ تک پہنچنے کے لئے رفتار آہستہ کر دے اور مروہ پر چڑھنا شروع کر دے' کوہ مروہ پر بھی اسی طرح کرے جس طرح کوہ صفا پر کیا ہے پھر اترنا شروع کر دے اور آہستہ چلنے والی جگہ پر آہستہ چلے اور دوڑنے والی جگہ پر دوڑ لگائے یہاں تک کہ پھر صفا تک پہنچ جائے۔ پھر اسی طرح سات چکر شمار کرے جو صفا سے شروع ہو کر مروہ پر ختم ہوں۔ بیت اللہ کے طواف کی طرح سعی میں بھی باوضو ہو۔ سعی سے فراغت کے بعد سر منڈوائے یا بال کتروائے بشرطیکہ حج تمتع کر رہا ہو اور قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہو تو اب وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو حلال آدمی کر سکتا ہے۔[۹۶]

منیٰ کی طرف: ❀ ❀ پھر جب ترویہ کا دن آ جائے (یوم الترویۃ ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ) تو مکہ ہی سے اپنی قیام گاہ سے حج کا احرام باندھے اور منیٰ میں ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کریں منیٰ میں ہی رات گذارے اور وہیں صبح کی نماز پڑھے۔[۹۷]

عرفات کی طرف: ❀ ❀ پھر سورج نکلنے کے بعد لوگوں کے ساتھ میدان عرفات میں جہاں لوگ وقوف کرتے ہیں چلا جائے۔[۹۸] زوال کے بعد امام لوگوں کو خطبہ دے گا جس میں عصری ضروری مسائل بتائے گا جیسا کہ وقوف عرفات' قیام اور اس کا وقت' عرفات سے روانگی کا وقت' مزدلفہ میں مغرب وعشاء کا جمع کرنا' مزدلفہ میں رات گذارنا' وہاں سے منیٰ کو روانہ ہونا' منیٰ میں شیطانوں کو کنکر مارنا' قربانی کرنا' سر منڈوانا اور طواف افاضہ وغیرہ کرنا غرض کہ امام یہ تمام مسائل بتائے گا۔ حاجی کو چاہئے کہ وہ امام کے قریب ہو اور پوری توجہ سے مسائل سنے اور یاد رکھے۔ پھر امام کے ساتھ ظہر وعصر دو اقامتوں کے ساتھ اکٹھی کر کے ادا کرے' پھر جبل رحمت وجبل صخرات کی طرف امام کے قریب جائے اور قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے اور پوری تندہی' توجہ وانہماک کے ساتھ دعا اور حمد وثنا میں مشغول ہو جائے۔[۹۹]

---

۹۶ صفا سے مروہ تک پہنچنا ایک چکر شمار ہوتا ہے پھر واپس صفا پر آنے سے دوسرا چکر ہوگا۔ ساتویں چکر میں جب مروہ پر پہنچ جائیں تو اب تکبیر وذکر ودعا کا عمل نہ دہرائیں کیونکہ سعی مکمل ہو چکی ہے۔ مردوں کی طرح عورتیں بھی سبز نشانوں کے درمیان ہلکی دوڑ لگائیں کیونکہ یہاں دوڑنے کا اصل سبب عورت یعنی سیدہ ہاجرہ ہی ہے اور عورت کو اس عمل سے کتاب وسنت میں مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ سعی سے فارغ ہو کر بال منڈوانا افضل ہے البتہ کترانے میں بھی رخصت ثابت ہے۔ عورت سر کے بال کٹوائے' اسے بال منڈوانے سے منع کیا گیا ہے۔

۹۷ پانچوں نمازیں وقت پر ادا کریں کیونکہ آپؐ نے ایسا ہی کیا تھا۔ بخاری ۱/ ۲۲۵

۹۸ صحابہ کرامؓ اور رسول اللہؐ ۹ ذوالحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے میدان عرفات کی طرف تلبیہ وتکبیر اور تسبیح پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔ بخاری ۱/ ۲۲۵

۹۹ میدان عرفات اور یوم عرفات دونوں کی بہت فضیلت احادیث میں مذکور ہوئی ہے۔ جو شخص میدان عرفات میں وقوف نہ کر پائے اس کا حج نہیں

میدان عرفات میں دعائیں: ❀ ❀ حاجی کو چاہئے کہ وہ کثرت کے ساتھ مندرجہ ذیل دعائیں کریں: اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ساری بادشاہی ہے اسی کے لئے ہر طرح کی تعریف ہے وہ زندگی اور موت کا مالک ہے خود زندہ ہے موت سے مبرّا ہے اسی کے ہاتھ میں ساری بھلائیاں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا کر دے' میری آنکھوں اور میرے کانوں میں نور پیدا کر دے' میرا کام آسان فرما دے۔ اگر حاجی کو دن کے وقت امام کے ساتھ قیام نہ مل سکے تو دسویں تاریخ کی صبح صادق سے پہلے پہلے جب کہ امام عرفات سے (مزدلفہ کی طرف) روانہ ہو چکا ہو' مزدلفہ میں پہنچ کر امام سے جا ملے تو اس نے وقوف پالیا علاوہ ازیں اس کا حج فوت ہو جائے گا۔

میدان عرفات سے مزدلفہ کی طرف واپسی پر حاجی کو امام کے ساتھ نہایت وقار اور اطمینان کے ساتھ روانہ ہونا چاہیے پھر مزدلفہ پہنچ کر امام کے ساتھ مغرب وعشاء جمع کر کے ادا کرے اگر جماعت نکل جائے تو اکیلا ہی پڑھ لے۔ پھر اپنی سواری کھول دے اور مزدلفہ میں رات گذارے اور یہیں سے شیطانوں کو مارنے کے لئے کنکر اکٹھے کر لے یا جہاں سے آسانی سے مل سکیں۔[۱۰۰] کنکروں کی تعداد ستر (۷۰) ہو یہ اندازہ رکھے کہ ہر کنکر چنے سے بڑا اور اخروٹ سے چھوٹا ہو۔ کنکر دھو لے تو مستحب ہے۔

پھر مزدلفہ میں فجر کی نماز صبح صادق پھوٹتے ہی اندھیرے میں پڑھ لے پھر مشعر حرام مقام پر آئے' وہاں رُکے اور کثرت سے سُبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ و لا الٰہ الاّ اللّٰہ واللّٰہ اکبر کا ورد کرے اور خوب دعائیں مانگے[۱۰۱] اور بہترین دعا یہ ہے: اے اللہ! جس طرح تو نے ہمیں یہاں وقوف کرنے کی توفیق بخشی اور یہ مقام دکھایا اسی طرح ہدایت کی روشنی میں ہمیں اپنے ذکر کی بھی توفیق بخش ہمارے گناہ معاف فرما اور ہم پر اپنا رحم فرما جیسا کہ تو نے اپنے ان الفاظ کے ساتھ وعدہ فرمایا

---

[۹۹] نہیں اور عرفہ کے دن کی فضیلت کے بارے میں آپؐ نے فرمایا: عرفات کے دن خوب ذکر و دعا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دن تمہارے ساتھ فرشتوں میں فخر کرتا ہے اور بہت سارے گناہ گاروں کو جہنم سے آزادی دیتا ہے۔ (مسلم ۱/۴۳۶)

آپؐ نے ۹ ذوالحجہ کی ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کر کے ادا کی ہے۔ مسلم ۱/ ۳۹۷

اگر کوئی شخص جبل رحمت کے قریب نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا: میں نے یہاں (جبل رحمت کے قریب) قیام کیا ہے جب کہ عرفات سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ مسلم ۱/۴۰۰

[۱۰۰] آپؐ ۹ ذوالحجہ کو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز ادا کئے بغیر عرفات سے میدان مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مزدلفہ پہنچ کر عشاء کے وقت مغرب کے تین فرض اور عشاء کے دو فرض پڑھائے۔ بخاری ۱/ ۲۲۷۔ کنکریاں مزدلفہ سے اٹھانا ضروری نہیں منیٰ سے بھی حاصل کی جا سکتی ہیں۔ مسلم ۱/ ۴۱۵۔ مزدلفہ میں جہاں بھی پڑاؤ ڈالا جائے درست ہے۔ مسلم ۱/۴۰۰

[۱۰۱] آپؐ نے ۱۰ ذوالحجہ کو فجر کی نماز اوّل وقت میں ادا کی پھر مشعر حرام پر آئے اور قبلہ رو ہو کر ذکر و دعا میں مشغول ہو گئے حتیٰ کہ صبح کی روشنی خوب پھیل گئی (بخاری ۱/ ۲۲۸)

ہے اور تیری بات حق ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے): جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو اور ایسے ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اگرچہ تم اس سے قبل گمراہوں میں سے تھے۔ پھر وہاں سے واپسی کرو جہاں سے لوگ واپسی کرتے ہیں اور اللہ سے معافی طلب کرو بے شک وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔[۱۰۲]

اور جب خوب دن روشن ہو جائے تو منیٰ کی طرف لوٹے (سورج نکلنے سے پہلے) اور وادی محسر سے تیزی سے گذرے۔ جب منیٰ میں پہنچ جائے تو جمرہ عقبۃ کو سات کنکریاں مارے اور ہر کنکر پر ہاتھ اتنے بلند کرے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آئے اور ساتھ اللہ اکبر بھی کہے۔ آپؐ سے اسی طرح رمی منقول ہے اور پہلے کنکر پر ہی تلبیہ ختم کر دے اور رمی کا وقت طلوع شمس سے لے کر زوال سے پہلے تک ہے البتہ ایام تشریق میں رمی زوال کے بعد کرے۔ رمی سے فارغ ہو کر قربانی ذبح کرے اگر پاس ہو تو اور سر کے تمام بال منڈوائے یا کترا وئے۔ عورت چند پوروں کے بقدر بال کتروائے۔ پھر مکہ چلا جائے اور وضو و غسل کرے اور طواف زیارت کی نیت کر کے طواف کرے اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرے پھر اگر چاہے تو صفا مروہ کی سعی کرے کیونکہ طواف قدوم میں یہ سعی ہو چکی ہے اور اب ضروری نہیں۔ اب احرام کھول کر حلال ہو جائے اور اس کے لئے ہر وہ چیز حلال ہے جو احرام میں منع تھی۔[۱۰۳] پھر زمزم پر جا کر خوب سیر ہو کر پانی پیے اور یہ دعا مانگے: اے اللہ! اسے ہمارے لئے نفع مند علم، کشادہ رزق، سیرابی اور ہر بیماری سے شفا کا ذریعہ بنا دے اور اس سے ہمارا دل دھو دے اور اسے اپنے خوف سے بھر دے۔

پھر منیٰ کو لوٹ جائے اور وہاں تین راتیں بسر کرے اور ایام تشریق میں ہمارے ذکر کردہ طریقے کے مطابق روزانہ تینوں شیطانوں پر سات سات کنکریاں مارے۔ ابتداء جمرہ اولیٰ سے کرے جو مسجد خیف کے قریب ہے اور مکہ میں باقی جمرات سے دور ہے۔ حاجی جمرہ اولیٰ کو بائیں طرف کرے اور قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو۔ رمی سے فارغ ہو کر تھوڑا آگے بڑھ جائے تاکہ دوسروں کے کنکروں سے محفوظ رہے۔ اگر ممکن ہو تو اتنی دیر کھڑا ہو کر دعائیں کرے جتنی دیر سورۃ بقرۃ کی تلاوت میں لگتی ہے۔

پھر درمیانی جمرے کو کنکر مارے اور جمرے کو دائیں جانب رکھتے ہوئے قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو اور حسب سابق یہاں بھی دعائیں مانگے پھر آخری جمرہ کو دائیں جانب رکھتے ہوئے کنکر مارے یہ جمرۃ عقبہ کہلاتا ہے اس مرتبہ بھی حاجی قبلہ رخ ہو لیکن یہاں وقوف نہ کرے۔ پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی اسی طرح جمرات (شیطانوں) کو کنکر مارے اگر تیسرے دن کنکر مارے بغیر جلدی کرتے ہوئے منیٰ سے نکلنا چاہے تو بقیہ کنکر زمین میں دفن کرے اور مکہ کے لئے روانہ ہو جائے۔[۱۰۴] ابطح مقام

---

۱۰۲ [البقرۃ: ۱۹۸، ۱۹۹]

۱۰۳ ۱۰ ذوالحجہ کو مندرجہ ذیل پانچ کام بالترتیب ادا کرے اگر ترتیب قائم نہ رہ سکے تو کوئی حرج نہیں۔ (۱) رمی (کنکر مارنا) (۲) قربانی کرنا (۳) حجامت بنوانا (۴) طواف افاضہ (۵) منیٰ میں واپسی۔

۱۰۴ پہلے دو جمرات کو کنکریاں مار کر وقوف اور دعا کرنا ثابت ہے تیسرے جمرے کو کنکریاں مارنے کے بعد وقوف اور دعا منقول نہیں ہے۔ بخاری ۱/۲۳۶۔

پر پہنچ کر ظہر' عصر' مغرب' عشاء تمام نمازیں ادا کرے' کچھ دیر ستالے پھر مکہ میں داخل ہو جائے اور چاہے تو مکہ میں اقامت اختیار کرے چاہے تو اس کے گرد و نواح جیسے زاہر/ ابطح وغیرہ میں قیام کرے اور جب بیت اللہ میں داخل ہونے کا ارادہ ہو تو ننگے پاؤں داخل ہو کر اس میں نوافل ادا کرے اور خوب سیر ہو کر آب زمزم پئے' آب زمزم پیتے وقت علم' بخشش اور رضائے الٰہی کی نیت کر لے۔ کیونکہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: آب زمزم اس چیز کے لئے ہے جس کے لئے پیا جائے''[۱۰۵] اور کعبہ کی طرف اپنی نگاہ اور توجہ کثرت سے کرے کیونکہ بعض احادیث کے مطابق رؤیت بیت اللہ عبادت ہے۔

پھر طواف وداع کیے بغیر مکہ سے رخصت نہ ہو پھر حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان کھڑے ہو کر یہ دعا مانگے: اے اللہ یہ تیرا گھر ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور باندی کا بیٹا ہوں تو نے اپنی ایک مخلوق کو میرے تابع بنا کر مجھے اس پر سوار کیا اور مجھے اپنے شہروں کی سیر کراتے ہوئے اپنی توفیق سے مکہ پہنچایا اور مناسک حج کی ادائیگی میں میری اعانت فرمائی پھر اگر تو مجھ سے راضی ہے تو اپنی رضا میں اور اضافہ فرما اور اگر تو مجھ سے راضی نہیں ہوا تو میری یہاں سے واپسی سے پہلے مجھ سے راضی ہو جا اگر تو نے مجھے اپنا گھر چھوڑنے کی اجازت دی ہے تو مجھے اس حال میں رخصت فرما کہ میں تیرے علاوہ کسی اور کا دامن نہ پکڑوں اور تیرے گھر کے علاوہ کسی دوسرے گھر کی آرزو نہ کروں۔ اے اللہ! میرے بدن کو عافیت دے' جسم میں تندرستی دے اور میرے دین میں پاکیزگی پیدا فرما اور میری واپسی اچھی بنا اور جب تک زندہ رکھے اپنی اطاعت پر قائم رکھنا اور میرے لئے دنیا و آخرت کی تمام سعادتیں جمع فرما دے' بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔[۱۰۶] اس کے علاوہ بھی دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعا مانگنا مستحسن ہے۔ اس کے بعد نبیؐ پر درود و سلام بھیجے اور طواف وداع کے بعد مکہ میں قیام نہ کرے ورنہ طواف لوٹانا پڑے گا یا ایک بکری ذبح کرنا ہوگی۔

اگر وقت کم ہو: ❁ ❁ اگر محرم مکہ معظمہ ایسے وقت میں پہنچے کہ قلتِ وقت کی وجہ سے وقوف عرفات کے فوت ہو جانے کا خدشہ ہو تو مقررہ میقات سے احرام باندھ کر سیدھا میدان عرفات پہنچ جائے اور عرفات سے غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ پہنچ کر رات بسر کرے پھر منیٰ میں رمی کرے پھر جب مکہ جائے تو دو طواف کر لے پہلے طواف میں طواف قدوم کی نیت کرے دوسرے میں طواف زیارت کی نیت کرے پھر صفا مروہ کی سعی کر لے۔ سعی کے بعد اس کے لئے ہر چیز حلال ہو جائے گی پھر تین دن منیٰ میں جمرات کو کنکر مارے اور تمام اعمال اسی طرح انجام دے جس طرح پیچھے ذکر کیا گیا ہے۔

عمرہ: ❁ ❁ عمرے کا طریقہ یہ ہے کہ بیان کردہ شرعی میقات سے غسل کرکے اور خوشبو استعمال کر کے احرام باندھ لے اور دو رکعت نوافل ادا کرے' پھر بیت اللہ کا طواف کرے' صفا مروہ کی سعی کرے اور بال منڈوا لے یا کتروا لے' اگر قربانی نہیں

---

۱۰۵ سنن ابن ماجہ ۲/ ۱۰۱۷- مسند احمد ۳/ ۳۵۷- ارواء الغلیل ۴/ ۳۲۰- حاکم ۱/ ۴۷۳

۱۰۶ الاتحاف ۴/ ۲۸۳- العلل المتناھیۃ ۲/ ۳۴۴

لایا تو احرام کھول کر حلال ہو جائے۔ اگر عمرہ کرنے والا مکہ میں ہو تو مقام تنعیم جا کر احرام باندھے[۱۰۷] اور اسی طرح باقی مناسک عمرہ ادا کرے۔

جماع حج کو باطل کر دیتا ہے: ❀ ❀ جماع حج کو باطل کر دیتا ہے بشرطیکہ فرج یا غیر فرج میں انزال کیا جائے۔[۱۰۸]

ارکان حج: ❀ ❀ حج کے چار ارکان ہیں۔ (۱) میقات سے احرام باندھنا (۲) عرفات میں قیام کرنا (۳) طواف زیارت کرنا (۴) صفا مروہ کی سعی کرنا۔ شیخ (یعنی امام احمد بن حنبلؒ) سے یہ بھی مروی ہے کہ حج کے صرف دو ارکان ہیں (۱) عرفات کا قیام (۲) بیت اللہ کا طواف لیکن صحیح پہلی بات ہی ہے۔ اگر ان ارکان میں سے کوئی رکن چھوٹ جائے تو حج ناقص ہوگا اور اس کی دوبارہ قضائی ضروری ہے۔ اسی سال کر لے یا آئندہ سال احرام باندھ کر آئے لیکن دم دینے سے تلافی نہ ہوگی۔

واجبات حج: ❀ ❀ حج میں پانچ چیزیں واجب ہیں (۱) مزدلفہ میں آدھی رات کے بعد والی رات بسر کرنا (۲) منیٰ میں رات بسر کرنا (۳) جمرات کو کنکر مارنا (۴) سر منڈوانا (۵) طواف وداع کرنا۔ اگر کوئی واجب رہ گیا تو اس کی تلافی دم (خون) دینے سے ہو جائے گی جس طرح ہم بتا چکے ہیں کہ اگر نماز میں کوئی واجب رہ جائے تو اس کی تلافی سجدہ سہو سے ہو جاتی ہے۔

سنن حج: ❀ ❀ حج کی پندرہ سنتیں ہیں۔ (۱) احرام کے لئے' مکہ میں داخلے کے لئے' عرفات میں قیام کے لئے' مزدلفہ میں شب بسری کے لئے' ایام منیٰ میں جمرات کی رمی کے لئے' طواف زیارت کے لئے' طواف وداع کے لئے' غسل کرنا (۲) طواف قدوم (۳) رمل (۴) طواف وسعی میں اضطباع کرنا (۵) بوقت طواف سعی کرنا (۶) رکن یمانی اور حجر اسود کو استلام کرنا (۷) حجر اسود کو چومنا (۸) صفا مروہ پر چڑھنا (۹) منیٰ میں تین راتیں گذارنا (۱۰) مشعر حرام پر وقوف (۱۱) تینوں جمرات پر وقوف (۱۲) خطبہ و ذکر (۱۳) مقامات سعی میں سخت سعی کرنا (۱۴) چلنے والی جگہ پر چلنا (۱۵) طواف کے بعد دو رکعت نماز۔ اگر ان سنتوں کو چھوڑ دیا یا کسی ایک کو نہ پایا تو افضلیت سے محروم ہوگا مگر کوئی کفارہ وغیرہ لازم نہیں۔

ارکان عمرہ: ❀ ❀ عمرہ کے تین ارکان ہیں (۱) احرام (۲) طواف (۳) سعی۔

واجبات عمرہ: ❀ ❀ عمرہ میں صرف سر منڈانا (یا کتروانا) واجب ہے۔

سنن عمرہ: ❀ ❀ بوقت احرام غسل کرنا اور طواف اور سعی میں مسنون ذکر و دعا کرنا۔ مندرجہ بالا چیزوں کے متروک ہونے کا حکم حج کے مسائل میں ہم ذکر کر آئے ہیں۔

---

۱۰۷ آپؐ نے میقات کی تعیین کے بعد فرمایا اہل مکہ' مکہ ہی سے احرام باندھیں۔ (اس لیے مکہ سے باہر جا کر احرام باندھنا درست نہیں) بخاری ۳/۱۶۵- مسلم ۲/۸۳۸- ابوداؤد ۱/۴۰۳- احمد ۱/۲/۱۱

۱۰۸ جماع حج کو فاسد (ضائع) کر دیتا ہے آئندہ سال دوبارہ قضائی لازمی ہے۔ حضرت عمرؓ، ابن عباسؓ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ، ابوحنیفہ وغیرہ کا یہی فتویٰ ہے۔ المغنی ۵/۱۶۶- فقہ السنۃ ۱/۵۷۵

مدینے کی طرف: ❀ ❀ اگر حاجی پر اللہ تعالیٰ لطف وکرم اور عافیت کے ساتھ احسان فرمائیں اور مدینہ پہنچ جائے تو اس کے لئے مستحب[۱۰۹] ہے کہ مسجد نبویؐ میں تشریف لے جائے۔ مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے:[۱۱۰] اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمدؐ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے اور مجھ سے عذاب کے دروازے بند کردے تمام تعریفیں اللہ ہی کے شایان شان ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ پھر قبر نبویؐ کے پاس آئے، قبر زائر کے سامنے قبلے کے درمیان ہو اور زائر قبلے کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو جب کہ قبر اس کے سامنے اور منبر اس کے بائیں جانب ہو اور منبر کے قریب کھڑا ہو کر درمیانی آواز کے ساتھ یہ کہے: اے نبیؐ! آپؐ پر اللہ کی سلامتیاں، رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور آپ کی آل پر رحمتیں برسا جس طرح تو نے ابراہیمؑ پر رحمتیں برسائیں بے شک تو ہی تعریف اور تکریم کے لائق ہے۔ اے اللہ! ہمارے سردار حضرت محمدؐ کو وسیلہ (جنت کا بلند مقام) فضیلت، بلند درجہ اور مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے انؐ سے وعدہ فرمایا ہے۔

اے اللہ! ارواح میں سے روح محمدؐ پر رحمتیں نچھاور فرما اور اجسام میں سے بھی جسم محمدؐ پر رحمتیں برسا جیسا کہ نبیؐ نے آپ کا پیغام (اسلام) پہنچایا اور آیات پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سنائیں اور علی الاعلان تیرے دین کا نام لیا اور تیرے راستے میں جدو جہد کی، دنیا کو تیری فرمانبرداری کا حکم دیا، نافرمانیوں سے منع کیا، تیرے دشمنوں سے نفرت اور تیرے دوستوں سے محبت رکھی اور موت تک تیری بندگی میں مصروف رہے۔ اے اللہ! تو نے اپنی کتاب میں اپنے نبیؐ کے لئے فرمایا: اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے بعد آپؐ کے پاس آتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے دعا استغفار کرتے تو یقیناً وہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔[۱۱۱]

(اے اللہ!) میں تیرے نبیؐ کے پاس آیا ہوں، اپنے گناہوں کی تجھ سے معافی مانگتا ہوں، تجھ سے توبہ مانگتا ہوں، تجھ سے یہ التجا کرتا ہوں کہ تو میرے لئے مغفرت واجب فرما دے جیسا کہ تو نے اس کے لئے مغفرت واجب فرمائی جو آپؐ کے

---

[۱۰۹] آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے۔ مسلم ۱/۴۴۶

[۱۱۰] رسول اللہؐ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ قبروں پر حاضری کے وقت وہی دعا پڑھتے تھے جو رسول اللہؐ نے حضرت عائشہؓ کو اس وقت سکھائی تھی، جب انہوں نے آپؐ سے سوال کیا تھا کہ قبروں کی زیارت کے موقع پر کیا کہوں؟ تو آپؐ نے کہا یہ کلمات کہو:

السلام علی اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم الله المستقدمین منا والمستاخرین و انا ان شاء الله بکم لاحقون. مسلم ۱/۳۱۴ علاوہ ازیں کثرت سے درود شریف پڑھا جائے۔ یہ آپ کا عام حکم ہے۔

[۱۱۱] [النساء:۶۴] گناہوں کی معافی کے لئے بارگاہ الٰہی میں ہی توبہ واستغفار ضروری اور کافی ہے۔ یہاں گناہ گاروں کو آپؐ کی طرف اس لئے بھیجا جا رہا ہے کہ انہوں نے جھگڑوں میں فیصلے کے لئے دوسروں کی طرف رجوع کر کے آپؐ کا استخفاف کیا تھا۔ اس غلطی کے ازالے کے لئے انہیں آپؐ کے پاس آنے کی تاکید کی گئی ہے۔ آیت کے سیاق وسباق اور الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس ہدایت کا تعلق صرف آپؐ کی زندگی سے تھا لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ آج بھی آپؐ کے روضہ پر استغفار کے لئے حاضری ایسے ہی ہے جیسے آپؐ کی زندگی میں تھی۔ نعوذ باللہ من ذلک!

پاس آپ کی زندگی میں آیا' اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور آپ نے بھی اس کے لئے دعا مغفرت طلب کی اور یا اللہ تو نے اسے بخش دیا۔ اے اللہ! میں تیری طرف تیرے نبیؐ کے ذریعے متوجہ ہوتا ہوں جو رحمت والے نبیؐ ہیں۔ اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میرا رب میرے گناہ بخش دے۔ اے اللہ! میں تجھ سے نبیؐ کے حق کے ساتھ التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ اے اللہ! محمدؐ کو سب سے پہلا سفارشی (شفیع) بنا سب سے پہلا کامیاب سائل بنا' اگلے پچھلے تمام لوگوں سے زیادہ معزز بنا' اے اللہ جس طرح ہم بلا دیکھے تجھ پر ایمان لائے اور بلا ملے تیرے نبیؐ کی تصدیق کی' اسی طرح تو ہمیں نبیؐ والے مقام میں داخل فرما اور آپ کی جماعت کے ساتھ ہمیں اٹھا اور آپ کے حوض کوثر پر پہنچا اور آپ کے جام کوثر سے ایسا مشروب پلا جو سیراب کن' خوشگوار اور بابرکت ہو جسے پی کر ہمیں پیاس کی حاجت نہ رہے اور ہم رسوا نہ ہوں' نہ غدار بنیں' نہ مرتد ہوں نہ منکر بنیں نہ متردد ہوں' نہ ہم پر تیرا عذاب ہو اور نہ ہم گمراہ بنیں اور ہمیں بھی آپ کی شفاعت کے حق داروں کی فہرست میں شامل فرما لے۔

پھر اپنی دائیں جانب سے قدرے آگے بڑھ کر یہ کہے: اے رسول اللہؐ کے دو صحابیو! تم دونوں پر بھی اللہ کی سلامتیاں' رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ اے ابوبکر صدیقؓ تجھ پر سلام' اے عمر فاروقؓ! تجھ پر سلام۔ اے اللہ! ان دونوں کو نبیؐ اور اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرما۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے) ہماری بخشش فرما اور ہمارے ان مسلمان بھائیوں کو بھی بخش دے اور جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کینہ و بغض پیدا نہ کر' اے ہمارے رب! بے شک تو رحم کرنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔[۱۱۲] پھر دو رکعت نماز ادا کر کے بیٹھ جائے۔

زائر کے لئے مستحب ہے کہ وہ قبر و منبر رسولؐ کے درمیان جو قطعہ جنت ہے[۱۱۳] اس میں نماز پڑھے اگر تبرکاً منبر پر ہاتھ پھیرنا چاہے تو کوئی حرج نہیں۔ مسجد قبا میں نماز پڑھنا بھی مستحب ہے[۱۱۴] اور شہدائے احدیٰ قبروں کی زیارت بھی مستحب ہے وہاں جا کر خوب دعائیں مانگے۔ پھر جب مدینہ سے لوٹنا چاہے تو مسجد نبویؐ میں آ کر قبر کی طرف بڑھ کر رسول اللہؐ کو پہلے کی طرح سلام کرے اور آپ کو الوداع کہے۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی سلام کرے پھر یہ دعا مانگے۔ اے اللہ! تیرے نبیؐ کی قبر کی زیارت میری آخری زیارت نہ ہو اور مجھے آپ کی محبت اور سنت پر موت دے۔ (آمین یا ارحم الرّحمین)۔

---

۱۱۲ [الحشر: ۱۰]

۱۱۳ اسے روضۃ الجنۃ کہا جاتا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو جگہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ بخاری ۱/۲۵۳

۱۱۴ آپؐ ہر ہفتے پیدل اور کبھی سوار ہو کر مسجد قبا جاتے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے۔ مسلم ۱/۴۴۸ ایک روایت میں ہے کہ مسجد قبا میں نماز پڑھنا عمرہ ادا کرنے کے برابر ہے۔ ترمذی ۱/۲۶۹

باب -۵

آداب کا بیان

ملاقات کے وقت سلام کرنا:[۱۱۵] سلام کی پہل کرنا سنت ہے جب کہ سلام کا جواب دینا سلام کرنے سے بھی ضروری ہے۔سلام کرنے والے کو اختیار ہے خواہ یہ کہے' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا الف لام حذف کر کے یوں کہہ لے' سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔اس سے زیادہ کوئی لفظ نہ کہے۔اس مسئلے میں حضرت عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ کے پاس ایک دیہاتی (گنوار) آیا اور اس نے کہا' السلام علیکم! آپؐ نے اسے سلام کا جواب دیا وہ بیٹھ گیا آپؐ فرماتے ہیں اس کے لئے دس نیکیاں ہیں۔پھر ایک اور آیا اور اس نے کہا' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپؐ نے اسے بھی سلام کا جواب دیا' جب وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا' اس کے لئے تیس نیکیاں ہیں۔[۱۱۶] (سلام کرنے میں) سنت طریقہ یہ ہے کہ چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کہے اور سوار پیادہ کو اور بیٹھے ہوئے کو سلام کہے۔جماعت میں سے ایک آدمی سلام کہہ دے تو سب کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے۔اسی طرح جماعت میں سے ایک آدمی جواب دے دے تو سب کی طرف سے کفایت کر جاتا ہے۔مشرک کے ساتھ سلام میں پہل کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔اگر مشرک سلام کہہ دے تو اسے جواب اس طرح دے' وعلیک (اور تجھ پر بھی)[۱۱۷] البتہ مسلمان مسلمان کو وعلیکم السلام کہہ کر جواب دے جیسا کہ سلام کرنے والے نے السلام علیکم کہا تھا۔اگر جواب میں ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا اضافہ کر دے تو زیادہ بہتر ہے۔اگر کوئی مسلمان دوسرے کو صرف سلامٌ کہے تو اسے جواب دینا ضروری نہیں بلکہ اسے بتائے کہ اسلام میں ''السلام علیکم'' ہے فقط ''سلام'' نہیں کیونکہ جملہ تامہ نہیں۔عورتوں کا آپس میں سلام کہنا پسندیدہ ہے لیکن مرد کا جوان عورت کو سلام کہنا مکروہ ہے اگر وہ بے پردہ ہے تو کوئی حرج نہیں۔بچوں کو سلام کہنا بھی مستحب

---

۱۱۵ اسلام نے ہمیں آداب حسنہ واخلاق فاضلہ سے مزین کیا ہے ہر معاملے میں نیکی' بھلائی اور اجر وثواب کے پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ملاقات کے وقت سلام کہنا انہی آداب میں شامل ہے۔سلام سے باہمی محبت بڑھتی ہے اور حقیقت میں یہ سلامتی کی دعا ہے مزید برآں سلام سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔اتنے فوائد کے باوجود مسلمان اسلامی تہذیب وتمدن کو ترک کرتے ہوئے کفار کی نقالی اور مشابہت کر رہے۔ہیلو' گڈ مارننگ وغیرہ الفاظ میں کوئی بھلائی اور بہتری نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں کافرانہ کلچر سے محفوظ رکھے۔

۱۱۶ مکمل حدیث اس طرح ہے کہ السلام علیکم کہنے والے کے لئے دس نیکیاں ہیں' السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے والے کے لئے بیس نیکیاں ہیں اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے والے کے لئے تیس نیکیاں ہیں۔ ترمذی (۲۶۸۹) ابوداؤد (۵۱۹۵) مسند احمد ۴/ ۴۳۹

۱۱۷ آپؐ نے غیر مسلم سے سلام میں پہل سے منع فرمایا اور کہا کہ اگر وہ کہیں تو جواباً وعلیکم کہو۔مسلم (۲۱۶۷) بخاری ۱۱/ ۳۶-ترمذی (۲۷۱۰) احمد ۲/ ۲۶۶

ہے کیونکہ اس میں انہیں ادب سکھانا مقصود ہے۔[۱۱۸] اسی طرح مجلس سے جانے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ اہل مجلس کو سلام کہے۔ اسی طرح جب واپس لوٹے تو پھر سلام کہے‘[۱۱۹] اسی طرح اگر اس کے اور لوگوں کے درمیان دروازے یا دیوار وغیرہ کی اوٹ حائل ہو تو (سامنے ہونے پر) سلام کہے۔ اسی طرح اگر کسی کو سلام کہا پھر اس سے دوبارہ ملاقات ہو جائے تو دوبارہ سلام کہے۔

فاسق و فاجر کو سلام نہ کیا جائے جیسا کہ شطرنج یا نرد کھیلنے والوں سے گذر ہو یا شرابیوں‘ جواریوں کے پاس سے گذر ہو تو انہیں سلام نہ کرے البتہ اگر وہ اسے سلام کریں تو ان کے سلام کا جواب دے لیکن اگر یہ ظن غالب ہو کہ میرے جواب نہ دینے سے یہ لوگ ان گناہوں سے باز آ جائیں گے تو جواب نہ دے۔ کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک کلام نہ کرے۔[۱۲۰] سوائے بدعتیوں‘ گمراہوں اور نافرمانوں کے‘ ان سے ترک کلام میں ہی بہتری ہے۔ سلام کہہ دینے سے ترک کلام کا گناہ جاتا رہتا ہے۔ مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کرنا مستحب ہے اگر مصافحے میں پہل کی ہو تو اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ کھینچے جب تک کہ دوسرا خود اپنا ہاتھ کھینچ لے۔

اگر دو مسلمان گلے ملیں اور دین و تقویٰ کا خیال کرتے ہوئے ایک دوسرے کا سر اور ہاتھ چومیں تو کوئی حرج نہیں البتہ چہرے کا چومنا مکروہ ہے۔

تعظیم کے لئے کھڑا ہونا: ❀ ❀ عادل حکام‘ والدین‘ دین دار اور متقی حضرات کے لئے تعظیماً کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت سعدؓ کو بنو قریظہ کے یہودیوں کے لئے بلوایا اور وہ ایک سفید گدھے پر سوار ہو کر آئے تو آپؐ نے فرمایا‘ کھڑے ہو کر اپنے سردار کے استقبال کے لئے آگے بڑھو۔[۱۲۱] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسولؐ جب حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے تو وہ کھڑی ہو کر آپ کی طرف لپکتیں‘ آپ کا دست مبارک پکڑ کر چومتیں اور اپنی جگہ پر آپ کو بٹھا دیتیں اور جب حضرت فاطمہؓ بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوتیں تو آپؐ ان کی طرف بڑھتے‘ اس کا ہاتھ چومتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔[۱۲۲]

ایک اور روایت میں آپؐ سے منقول ہے کہ جب کسی قوم کا معزز شخص تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت و تکریم کرو۔[۱۲۳]

---

۱۱۸ آپؐ نے بچوں کا سلام کیا۔ بخاری ۱۱/ ۲۷۔ مسلم (۲۱۶۸)

۱۱۹ آپؐ نے فرمایا: مجلس میں آنے والا سلام کہے اور واپس جاتے ہوئے بھی سلام کہے۔ (ابوداؤد (۵۱۹۹) ترمذی (۲۶۹۸)

۱۲۰ آپؐ نے فرمایا: کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین راتوں سے زیادہ (ناراضگی میں) چھوڑے رکھے۔ بخاری ۸/ ۲۳

۱۲۱ بخاری ۴/ ۸۱

۱۲۲ ترمذی (۳۸۷۲)

۱۲۳ طبرانی ۲/ ۳۳۴۔ الخطیب ۱/ ۸۸۔ قیام تعظیمی (کسی کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونے) کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کی آمد پر اپنی جگہ ساکت ہو کر کھڑے (STAND UP) ہونا جس طرح سکول میں طالب علم استاد کی آمد پر کھڑے ہوتے ہیں‘ عدالت‘ فوج‘ پارلیمنٹ وغیرہ میں لوگ‘ جج‘ بڑے افسر یا سیاسی لیڈر کے احترام میں اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں پھر اس کی اجازت یا بیٹھنے کے ساتھ ☜

کیونکہ اس سے دل میں محبت و الفت بڑھتی اور گہری ہوتی ہے۔ اس لئے اہل خیر اور مصلحین کے لئے تعظیما کھڑے ہونا اور تحائف پیش کرنا پسندیدہ ہے جب کہ گناہ گار اور بدکردار لوگوں کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

چھینکنے کے آداب:[۱۲۴] ❀ چھینک کے وقت ادب یہ ہے کہ چھینکنے والا اپنے منہ کو (ہاتھ وغیرہ سے) ڈھانپے' آواز پست رکھے اور بآواز بلند الحمدللّٰه ربّ العالمین کہے کیونکہ آپؐ سے ایک روایت منقول ہے[۱۲۵] کہ جب آدمی الحمدللّٰه کہتا ہے تو فرشتہ ربّ العالمین کہتا ہے' جب آدمی الحمدللّٰه ربّ العالمین کہتا ہے تو فرشتہ یرحمک ربّک (تیرا رب تجھ پر رحم کرے) کہتا ہے۔ چھینکتے وقت دائیں بائیں التفات نہ کرے اور جب یہ الحمدللّٰه کہہ لے تو سننے والا جواباً یرحمک اللّٰه کہے اس کے بعد چھینکنے والا دوبارہ یہ کلمات کہے: ''یهدیکم اللّٰه ویصلح بالکم / اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حالات بہتر کرے۔'' اگر چھینکنے والا یہ کہے' (یغفر اللّٰه لکم / اللہ تمہیں معاف کرے) تو یہ بھی جائز ہے۔ اگر اسے تین سے زیادہ چھینکیں آئیں تو اس کو جواب دینا ساقط ہو جائے گا کیونکہ یہ نزلہ وزکام کی وجہ سے ہے جیسا کہ ایک حدیث میں سلمہ بن اکوعؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:[۱۲۶] چھینکنے والے کو تین بار تک جواب دیا جائے اگر اس سے زیادہ چھینکے تو وہ زکام میں مبتلا ہے۔

لے بیٹھ جاتے ہیں تو یہ صورت اور اس سے ملتی جلتی ہر صورت میں تعظیمی قیام حرام ہے' گناہ کبیرہ ہے' اسے پسند کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے جیسا کہ نبی کی احادیث سے ثابت ہے۔

آپؐ نے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ احمد ۴/۱۰۰

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو نبیؐ سے بڑھ کر کوئی اور ہستی محبوب نہیں تھی لیکن وہ نبیؐ کے لئے تعظیماً قیام نہیں کرتے تھے اس لئے کہ آپؐ اسے ناپسند کرتے تھے۔ ترمذی (۲۷۶۴)

آپؐ نے فرمایا: جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں (اے صحابہ!) تم ایسا نہ کرنا۔ احمد ۵/۲۵۳

قیام کی دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی جگہ سے آگے بڑھ کر آنے والے مہمان کا استقبال کیا جائے' مصافحہ معانقہ کیا جائے' اسے ازراہ ادب عزت والی جگہ پر بٹھایا جائے تو اس استقبالی قیام میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے نہ کہ قیام تعظیمی کا۔ شیخ صاحب کی پیش کردہ روایات اسی دوسری صورت سے متعلقہ ہیں۔ حضرت سعد والی حدیث میں استقبال کے لئے آگے بڑھنے کا اشارہ موجود ہے اور ایک روایت میں یہ وضاحت ہے کہ (وہ زخمی تھے اس لئے) آپؐ نے فرمایا: آگے بڑھ کر انہیں سواری سے اتارلو۔ اسی طرح حضرت فاطمہؓ والی روایت سے بھی تعظیمی قیام نہیں بلکہ استقبالی قیام ثابت ہوتا ہے۔ تیسری روایت میں معزز شخص کی عزت و تکریم کا مطلق ذکر ہے جس کی تخصیص دوسری روایات سے ہو رہی ہے کہ تعظیمی قیام ہرگز جائز نہیں البتہ استقبالی صورت کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

۱۲۴ آپؐ نے ارشاد فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتے ہیں اور جمائی کو ناپسند' جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو سننے والا یرحمک اللّٰه کہے (بعض روایات میں ہے کہ چھینکنے والا دوبارہ کہے: یهدیکم اللّٰه ویصلح بالکم) اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے جب کسی کو جمائی آئے تو حتی المقدور اسے روکنے کی کوشش کرے۔ بخاری ۱۰/۵۰۱

۱۲۵ الحمیدی (۹۷۳)

۱۲۶ مسلم (۲۹۹۳) ابن ماجہ ۳۷۱۴

جمائی کے آداب: ❁ ❁ جب کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنے ہاتھ یا آستین سے منہ ڈھانپ لے۔ آپؐ نے فرمایا ''جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے کیونکہ جمائی کے ساتھ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔''[۱۲۷] ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتے ہیں اور جمائی کو ناپسند' لہٰذا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ حتی المقدور اسے روکے اور ہاحانہ کرے۔ کیونکہ یہ شیطانی کام ہے اور شیطان اس سے خوش ہوتا ہے۔''[۱۲۸]

مرد بے پردہ بڑھیا عورت کو چھینک کا جواب دے سکتا ہے لیکن باپردہ جوان عورت کو جواب دینا مکروہ ہے۔ بچے کی چھینک کے جواب میں یہ کہا جائے[۱۲۹] بُورِکَ فِیْکَ یا جزاک اللّٰہ تعالیٰ یا خیرک اللّٰہ تعالیٰ/ اللہ تجھے برکت دے' بدلہ دے' خیر و سعادت دے۔

دس فطری (پیدائشی) خصلتیں: ❁ ❁ ان میں سے پانچ کا تعلق سر سے ہے اور پانچ کا تعلق جسم سے ہے۔ جن کا تعلق سر سے ہے وہ یہ ہیں: (۱) کلی کرنا (۲) ناک میں پانی داخل کرنا (۳) مسواک کرنا (۴) مونچھیں کاٹنا (۵) ڈاڑھی بڑھانا۔ جن کا تعلق جسم سے ہے وہ یہ ہیں: (۱) زیر ناف بال مونڈنا (۲) بغل کے بال اکھاڑنا (۳) ناخن کاٹنا (۴) پانی سے استنجا کرنا (۵) ختنہ کرانا۔[۱۳۰]

مونچھیں: ❁ ❁ کاٹنے کی دلیل ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: مونچھیں صاف کرو اور ڈاڑھی معاف کرو۔ (ایک اور روایت میں ہے: مونچھیں کاٹو اور ڈاڑھی بڑھا)[۱۳۱] دونوں روایتیں ہم معنی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ مونچھیں قینچی کے ساتھ اچھی طرح کاٹی جائیں البتہ استرے سے مونڈنا مکروہ ہے اس لئے کہ عبداللہ بن عمرؓ آپؐ سے روایت کرتے ہیں کہ مونچھیں منڈوانے والا ہم میں سے نہیں۔[۱۳۲]

کیونکہ اس میں مثلہ کرنے سے تشبیہ پائی جاتی ہے اور چہرے کی رونق اور حسن و جمال جاتا رہتا ہے۔ جب کہ بالوں کی جڑوں کے باقی رکھنے میں حسن و جمال قائم رہتا ہے۔ اور صحابہؓ سے بھی مونچھیں کاٹنا منقول ہے۔

داڑھی: ❁ ❁ بڑھانے کا مطلب ہے وافر کرنا' زیادہ کرنا۔ (عفوکا) یہی معنی قرآن مجید میں استعمال ہوا (حتی عفوا) یعنی وہ بہت زیادہ ہو گئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ وہ اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑتے جو مٹھی سے زائد ہوتی اسے کاٹ دیتے'

---

۱۲۷ مسلم (۲۹۹۰) ابوداؤد (۵۰۲۶)

۱۲۸ بخاری ۸/۶۱-احمد ۲/۲۶۵

۱۲۹ یہ کلمات دعائیہ تو ضرور ہیں مگر احادیث سے ثابت نہیں۔ اس لیے حدیث کی اتباع زیادہ ضروری ہے۔

۱۳۰ مسلم ۱/۱۲۹-ابوداؤد ۱/۱۳-مسند احمد ۶/۱۳۷-ترمذی بعارضۃ ۱۰/۲۱۶

۱۳۱ مسلم (۲۵۹) ترمذی (۲۷۶۳)

۱۳۲ مسلم (۱۰۴) احمد ۴/۲۱۱

حضرت عمرؓ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مٹھی سے زائد داڑھی کاٹ لو۔[۱۳۳]

مختلف بالوں کی صفائی: ؎ زیرناف بال مونڈنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور ناخن تراشنے کی دلیل حضرت انس بن مالک والی حدیث ہے کہ نبیؐ نے ہمارے لئے چالیس دن کی مدت مقرر کر دی کہ اس کے اندر اندر مونچھیں کاٹنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال اکھاڑنا اور زیرناف بال مونڈنا ضروری ہے۔[۱۳۴] ہمارے بعض احباب کا خیال ہے کہ یہ مدت کی تعیین مسافر کے لئے ہے اور مقیم کے لئے بیس دنوں سے تجاوز کرنا درست نہیں۔ امام احمدؒ سے اس حدیث کی تصحیح میں اختلاف کیا جاتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے جب کہ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے اس سے انکار کیا ہے۔ بہر حال جب یہ امور مستحب ہیں تو بال ختم کرنے میں چونا استعمال کرنا یا استرا استعمال کرنا دونوں برابر ہیں۔ امام احمدؒ سے چونا استعمال کرنا منقول ہے۔ اسی طرح منصور بن حبیب بن ابی ثابت روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے نبیؐ کے بالوں کو چونا لگایا اور زیرناف آپؐ نے اپنے ہاتھ سے چونا لگایا[۱۳۵] جب کہ حضرت انسؓ اس کے خلاف روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے کبھی چونا استعمال نہیں کیا، جب بال بڑھ جاتے تو آپؐ مونڈ دیتے۔[۱۳۶] اگر چونے والی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو کسی دوسرے شخص سے پردے والی جگہ کے علاوہ چونا لگوانا جائز ہے بشرطیکہ خود طریقہ نہ جانتا ہو۔ ستر والی جگہ پر خود چونا لگائے۔ اس کی دلیل ام سلمہؓ والی روایت ہے کہ نبیؐ زیرناف کے لئے اپنے ہاتھ سے چونا استعمال کیا کرتے تھے۔[۱۳۷] اور امام احمدؒ نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ ہم نے ابوعبداللہ کو چونا لگایا جب کہ زیرناف (شرمگاہ) پر اس نے خود چونا لگایا۔[۱۳۸] جب یہ ثابت ہو جائے کہ زیرناف اور رانوں اور پنڈلیوں کے بال چونے سے صاف کرنا ثابت ہے تو استرے سے مونڈنا بھی جائز ہے کیونکہ استرا چونے سے زیادہ اچھی صفائی کرتا ہے۔ اس قیاس کی تائید حضرت انسؓ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپؐ نے کبھی چونا استعمال نہیں کیا، اگر بال زیادہ ہو جاتے تو آپؐ انہیں مونڈ ڈالتے۔

اس سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چونا یا استرا صرف زیرناف کے لئے قابل استعمال ہے جیسا کہ ام سلمہؓ والی روایت سے ثابت ہے کہ آپؐ زیرناف خود چونا لگاتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مخصوص مقام (شرمگاہ) کے علاوہ مقامات یعنی ران، پنڈلی

---

۱۳۳ یہ آثار مرفوع روایات کے مقابلے میں ناقابل حجت ہیں۔ عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ اور ابوہریرہؓ کے آثار سے استدلال کرتے ہیں کہ مٹھی سے زائد داڑھی کاٹ دینی چاہیے ان کا استدلال نہایت ضعیف اور کمزور ہے اس لئے کہ نبیؐ سے منقول مرفوع روایات ان کی تردید کرتی ہیں۔ تحفۃ الاحوذی ۴/۱۱

۱۳۴ مسلم (۲۵۸) ابوداود (۴۲۰۰) ترمذی (۲۷۵۸)

۱۳۵ ابن ماجہ (۳۷۵۲)

۱۳۶ السنن الکبریٰ ۱/۱۵۲ - تاریخ اصفہان ۱/۳۲۱ - الدر المنثور ۱/۱۱۴

۱۳۷ ابن ماجہ (۳۷۵۲) ابن ابی شیبہ ۱/۱۰۵

۱۳۸ مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۲۷۵

وغیرہ کے بال کوئی دوسرا بھی صاف کرسکتا ہے۔ اگر کسی حدیث میں ان بالوں کی صفائی سے مطلقاً روکا گیا ہو تو یہ ممانعت ہیجڑوں وغیرہ کے لئے ہوئی جوان بالوں کی صفائی سے عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور اس زیب و زینت سے مردوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں۔

سفید بال اکھاڑنے کی کراہت: ❁ سفید بال اکھاڑنا مکروہ ہے کیونکہ عمرو بن شعیب (اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے سفید بال اکھاڑنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ اسلام کا نور ہے۔[۱۳۹] ایک دوسری روایت اس طرح ہے کہ آپؐ نے فرمایا: سفید بال نہ اکھاڑو، جس مسلمان کو حالت اسلام میں سفید بال اگ آئیں وہ قیامت کے دن اس کے لئے نور ثابت ہوں گے۔[۱۴۰] یحییٰ والی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سفید بال کے بدلے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں اور ایک گناہ مٹا دیتے ہیں[۱۴۱] اور بعض تفاسیر کے مطابق وجاء کم النذیر /تمہارے پاس ڈرانے والا آ گیا' سے بڑھاپے کی سفیدی ہے۔ لہٰذا اس چیز کا ازالہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے جو موت سے ڈرانے والی' موت کی یاد دلانے والی' خواہشات اور لذت سے روکنے والی' آخرت کی تیاری پر رغبت دلانے والی اور آخری گھر کی آبادی پر شوق دلانے والی ہو۔ علاوہ ازیں سفید بالوں کا اکھاڑنا تقدیر کا مقابلہ کرنا' اللہ کے کام کو برا سمجھنا اور اللہ کے فیصلے پر ناراض ہونا ہے اور نوجوانی' شادابی اور جوانی کو بڑھاپے پر ترجیح دینا ہے' بزرگی' وقار اور اسلام کی قمیص سے کترانا ہے۔ بڑھاپا ابراہیم خلیل اللہ کی یاد دلاتا ہے اس لئے کہ بعض کتب میں ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام پر سفیدی آئی[۱۴۲] اور نبیؐ سے ایک روایت میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ سفید بال والوں سے حیا کرتا ہے یعنی انہیں عذاب دینے سے شرماتا ہے۔

جمعہ کے دن ناخن کاٹنا: ❁ جمعہ کے دن ناخن تراشنا مستحب ہے' ناخن خلاف ترتیب کاٹے جائیں کیونکہ حدیث نبویؐ ہے کہ جس نے خلاف ترتیب ناخن کاٹے اسے آشوب چشم کی بیماری لاحق نہ ہوگی۔[۱۴۳] ایک حدیث میں امیہ بن عبدالرحمٰن اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں: جو شخص جمعہ کے روز ناخن کاٹے اسے شفا حاصل ہوگی اور بیماری دور ہو جائے گی۔[۱۴۴] ناخن کاٹنے کے متعلق یہی فضیلت جمعرات کے روز بعد از عصر بھی منقول ہے۔

خلاف ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ پہلے انگوٹھا ہو پھر درمیانی انگلی پھر چھنگلی پھر شہادت والی آخر میں چھنگلی کے ساتھ والی۔ ہمارے اصحاب میں سے عبداللہ بن بطہ نے خلاف ترتیب کی یہی توضیح فرمائی ہے۔ وکیع حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ

---

۱۳۹ ابوداؤد/۲/۴۰۲–ترمذی/۱۰/۲۶۰–ابن ماجہ/۲/۱۲۲۶–احمد/۲/۱۷۹

۱۴۰ ترمذی/۷/۱۳۰–نسائی/۶/۲۳–احمد/۲/۱۷۹

۱۴۱ مسند احمد/۲/۲۱۰–ابوداؤد(۴۱۹۸)

۱۴۲ مجمع الزوائد/۱۰/۱۴۹–ابن ابی عاصم/۱/۱۶

۱۴۳ تذکرۃ الموضوعات/۱۶۰–الأسرار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ۲۹۷

۱۴۴ العلل المتناھیۃ/۱/۴۶۴

رسول اللہؐ نے فرمایا: عائشہؓ! جب تم ناخن کاٹو تو درمیانی انگلی سے شروع کرو پھر چھنگلی پھر انگوٹھا پھر چھنگلی کے ساتھ والی اور پھر شہادت والی کیونکہ اس طرح تونگری پیدا ہوتی ہے۔[۱۴۵]

ناخن تراش یا چھری وغیرہ سے ناخن کاٹنے چاہیے۔ دانتوں سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے۔ ناخن کاٹنے کے بعد پوروں کو دھونا اور ناخن مٹی میں دبا دینا مستحب ہے اسی طرح سر یا جسم کے بال اور پچھنے وغیرہ لگوانے سے نکلنے والا خون بھی مٹی میں دبا دینا چاہیے۔ کیونکہ ایک حدیث میں آپؐ نے خون' بال اور ناخن دفنانے کا حکم دیا ہے۔[۱۴۶]

سر منڈانا: ۞ ۞ امام احمد کی نبیؐ سے دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق حج' عمرہ اور خاص ضرورت کے علاوہ سر کے بال منڈانا مکروہ ہے۔ ابو موسیٰؓ اور عبید بن عمیرؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: سر منڈانے والا ہم میں سے نہیں۔[۱۴۷] دار قطنی نے الافراد میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: حج اور عمرہ کے علاوہ بال نہ منڈائیں جائیں۔[۱۴۸] کیونکہ نبیؐ نے خارجیوں کی مذمت کی اور سر منڈانا ان کی نشانی ذکر کی۔[۱۴۹] حضرت عمرؓ نے صبیغ کو کہا اگر تو نے سر منڈا ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: جو شخص شہر میں سر منڈاتا ہے وہ شیطان کے خلقت سے ہے اور سر منڈانا عجمیوں سے مشابہت ہے اور آپؐ کا فرمان ہے: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے۔[۱۵۰]

ہماری بیان کردہ روایات کے مطابق اگر سر منڈانے کی کراہت ثابت ہوگئی تو بالوں کو موچنے سے اکھاڑ لے جیسا کہ امام احمدؒ کیا کرتے تھے' اور اگر چاہے تو باریک مشین یا موٹی مشین سے ترشوا لے۔ اور دوسری روایت کے مطابق یہ کراہت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ عبداللہ بن جعفرؓ کا بیان ہے کہ نبیؐ نے حضرت بلالؓ کو آل جعفر کے پاس بھیجا کہ انہیں بلا لائے پھر انہیں کہا کہ آج کے بعد میرے بھائی جعفر پر نہ رونا۔ پھر حکم دیا کہ میرے بھتیجے میرے پاس لاؤ' ہمیں لایا گیا اور ہم چوزوں کی طرح (چھوٹے) تھے' پھر آپؐ نے نائی کو بلا کر کہا کہ ہمارے سر مونڈ دے۔[۱۵۱]

نبیؐ سے آخری عمر میں بال منڈانا منقول ہے جب کہ آپؐ کے بال کندھوں کے بقدر تھے۔ حضرت علیؓ کی روایت کے مطابق آپؐ کے بال کانوں کی لو تک تھے۔ علاوہ ازیں لوگ ہر زمانے میں بال منڈاتے چلے آ رہے ہیں اور ان پر کوئی اعتراض

---

۱۴۵ معالم السنن ۱/۱۳۱ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ناخن کاٹنے میں دائیں جانب سے پہل کرنا چاہئے کیونکہ آپؐ دائیں جانب کو پسند فرماتے تھے۔

۱۴۶ مجمع الزوائد ۵/۱۶۸ ۱۴۷ مسند احمد ۴/۳۹۶

۱۴۸ کنز الاعمال (۱۲۱۵۱) المجمع ۳/۲۶۱

۱۴۹ بخاری ۹/۱۹۸- ابوداؤد ۲/۵۴۴- احمد ۳/۵

۱۵۰ مسند احمد ۲/۵۰- ابوداؤد (۴۰۳۱)

۱۵۱ ابوداؤد ۲/۴۰۱- احمد ۱/۲۰۴۔ حج وعمرہ کے علاوہ بھی کبھی کبھار سر منڈوا لینے میں کوئی حرج نہیں البتہ ہر وقت سر منڈوائے رکھنا خارجیوں (اسلام سے خارج ہونے والی سب سے پہلی جماعت) کا شیوہ ہے' اور بال اس طرح کٹوانا کہ کچھ بالکل چھوٹے ہوں اور کچھ بہت بڑے' حدیث کے مطابق ممنوع ہے۔

نہیں کرتا۔ چونکہ بال رکھنے میں مشقت اور تکلیف ہے اس لئے انہیں منڈ وانا جائز ہے جیسے بلی کے اور حشرات الارض کے جھوٹے سے بچنے میں مشقت ہے اس لئے ان کا جھوٹا جائز ہے۔

بالوں کے متفرق مسائل: ⚘ قزع مکروہ ہے یعنی سر کے کچھ بال منڈ والینا اور کچھ چھوڑ دینا کیونکہ نبیؐ سے قزع کی ممانعت منقول ہے۔[۱۵۲] بغیر خاص ضرورت کے گردن کے بال منڈ وانا مکروہ ہے۔ پچھنے لگواتے وقت گردن کے بال منڈ وانا آپؐ سے ثابت ہے' گردن کے بال منڈ وانا مجوسیوں کا فعل ہے۔[۱۵۳] امام ابوعبداللہ احمدؒ پچھنے لگواتے وقت گردن کے بال ترشوالیا کرتے تھے' کیونکہ یہ بلا ضرورت نہ تھا۔

روایت میں ہے کہ نبیؐ نے مانگ نکالی اور صحابہؓ کو بھی اس کا حکم دیا۔[۱۵۴] بیس سے زیادہ صحابہؓ نے اس کو بیان کیا ہے جیسا کہ ابوعبیدہؓ، عمارؓ، ابن مسعودؓ وغیرہ۔

مردوں کے لئے تحذیف مکروہ ہے۔ رخساروں اور کنپٹیوں پر بال چھوڑنا تحذیف ہے۔ اور یہ فرقہ علویہ کی عادت ہے۔ البتہ عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ہمارے اصحاب میں سے ابوبکر جلا د اپنی سند سے حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اسے (مردوں کے لئے) مکروہ سمجھا ہے۔ ولید بن مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کو دیکھا ہے لیکن وہ تحذیف نہیں کراتے تھے' چہرے سے موچنے کے ساتھ بال اکھاڑنا مرد وعورت دونوں کے لئے مکروہ ہے کیونکہ آپؐ نے چہرے سے بال موچنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔[۱۵۵] ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ چہرے سے بال موچنا تنمص ہے۔

عورت کا شیشے اور استرے سے پیشانی یا چہرے کے بال صاف کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس کی ممانعت کی روایت بیان ہو چکی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر خاوند یہ خواہش کرے تو بیوی صرف اس کے لئے ایسا کرسکتی ہے بشرطیکہ خاوند کی اس خواہش کو پورا نہ کرنے پر بیوی کو یہ خدشہ ہو کہ وہ اسے طلاق دے کر دوسری شادی کر لے گا اور اس کا گھر تباہ و برباد ہو جائے گا تو ان حالات میں مصلحت کی بنا پر عورت کے لئے چہرے کے بال صاف کرنا جائز ہے جیسا کہ اس کے لئے شوہر کے سامنے رنگا رنگ کپڑوں سے زینت کرنا' قسما قسم کی خوشبو لگانا' شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرنا' اس کے ساتھ کھیلنا کودنا اور اس کے سامنے ناز ونخرے کا اظہار کرنا جائز ہے۔ اس بنا پر آپؐ کی لعنت ان عورتوں پر ہوگی جو چہرے کے بال نوچ کر اپنے خاوندوں کے علاوہ مردوں کو گناہ کی دعوت دیتی ہیں' ان کا دل لبھاتی ہیں اور ان سے منہ کالا کرتی ہیں۔

---

۱۵۲ بخاری ۷/۲۱۰۔ مسلم ۳/۱۶۷۵

۱۵۳ مجمع الزوائد ۵/۱۶۹

۱۵۴ بخاری (۳۵۵۸) مسلم (۲۳۳۶) احمد ۱/۲۵۱

۱۵۵ بخاری ۸/۴۷۴ عورت کے چہرے پر اگر غیر ضروری بال اُگ آئیں جیسے مونچھیں داڑھی وغیرہ تو ان کے اتارنے اور مونڈنے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل اسے جائز اور بعض ناجائز قرار دیتے ہیں۔

خالص سیاہ خضاب کی ممانعت: ❁ ❁ خالص سیاہ خضاب کا استعمال منع ہے کیونکہ حضرت حسنؓ آپؐ سے بیان کرتے ہیں کہ بالوں کی سفیدی کو سیاہی سے بدلنے والوں کے چہرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سیاہ کرے گا۔[۱۵۶] ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا: انہیں جنت کی خوشبو نصیب نہ ہوگی۔[۱۵۷] سیاہ خضاب کے استعمال کی روایات بیوی کو خوش کرنے اور دشمن پر اپنی جوانی ظاہر کرنے پر محمول ہوں گی۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا: سیاہ خضاب استعمال کرو یہ بیوی کے لئے باعث انس اور دشمن کے لئے باعث فریب ہے۔[۱۵۸]

خضاب کیسا ہو؟: ❁ ❁ جیسا کہ مطلق سیاہ خضاب استعمال کرنا مکروہ ہے تو مستحب یہ ہے کہ مہندی اور وسمہ ملا کر خضاب کیا جائے۔ امام احمدؒ نے ۳۳ تینتیس سال کی عمر میں خضاب لگایا تو ان کے چچا نے کہا کہ آپ نے جلدی کی ہے۔ امام احمدؒ نے کہا یہ سنت رسول ہے۔ حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: خضاب میں سب سے بہترین مہندی اور وسمہ (کا ملاپ) ہے۔[۱۵۹]

اس بات میں اختلاف ہے کہ آپؐ نے خضاب کیا یا نہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے تو بہت تھوڑے بال سفید ہوئے البتہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے مہندی اور وسمہ سے خضاب لگایا۔[۱۶۰] حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کے بال مبارک لوگوں کو دکھائے جو مہندی اور وسمہ سے رنگے ہوئے تھے۔[۱۶۱] یہ حدیث آپ کے خضاب استعمال کرنے پر دلیل ہے۔

ورس اور زعفران کے خضاب کا بظاہر امام احمدؒ کے کلام سے جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ ابو مالک اشجعیؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہؐ کو ورس و زعفران کا خضاب لگایا کرتے تھے۔[۱۶۲] پھر جب خضاب سر کے لئے جائز ہے تو داڑھی کے لئے بھی جائز ہے۔ داڑھی کے لئے جواز آپؐ کے قول کی عمومیت سے ثابت ہے کہ سفیدی کو بدلو اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔[۱۶۳] اور ابوذرؓ والی حدیث میں ہے کہ خضاب لگانے میں سب سے بہترین چیز مہندی اور وسمہ (کا ملاپ) ہے۔ یہ حدیث سر اور داڑھی ہر دو کے لئے عام ہے۔ اسی طرح جب فتح مکہ کے روز حضرت ابوبکرؓ اپنے والد ابو قحافہؓ کو آپؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو

---

۱۵۶ مجمع الزوائد ۵/۱۶۶

۱۵۷ مسند احمد ۱/۳۷۳

۱۵۸ ابن ماجہ (۳۶۲۵) یہ حدیث ضعیف ہے۔ مطلق سیاہ خضاب کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ البتہ سیاہ خضاب اور مہندی ملا کر استعمال کرنا اکیلے مہندی سے افضل ہے۔ سیاہ خضاب کی حرمت پر علمائے سلف کے فتاوی ملاحظہ فرمائیں۔ شرح مسلم للنووی ۲/ ۱۹۹۔ فتح الباری ۶/ ۴۹۹۔ تحفۃ الاحوذی ۳/ ۵۷۔

۱۵۹ ابوداؤد ۲/ ۴۰۳۔ مسند احمد ۵/ ۱۴۷۔ ابن عدی ۱/ ۴۱۹

۱۶۰ مسلم (۲۳۳۷) احمد ۳/ ۱۰۰

۱۶۱ بخاری ۷/ ۲۰۷۔ مسند احمد ۶/ ۲۹۶

۱۶۲ مسند احمد ۳/ ۴۷۲

۱۶۳ مسند احمد ۱/ ۱۶۵۔ نسائی ۸/ ۱۳۸

آپؐ نے ابوبکرؓ کی عزت وتکریم کے لئے کہا کہ اگر تم ان کو گھر میں ہی ٹھہراتے تو بہتر تھا کہ ہم خود ان سے ملاقات کے لئے آ جاتے۔ پھر ابوقحافہ نے اسلام قبول کیا' ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید بوٹی کی مانند تھے' آپؐ نے فرمایا کہ انہیں خضاب کرو مگر سیاہ خضاب سے بچنا۔[۱۶۴]

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ڈاڑھی سر کے حکم میں ہے اور سیاہ خضاب کا مطلقاً استعمال منع ہے۔ ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ ثغامہ سفید پھولوں اور پھلوں والی ایک بوٹی ہے جس سے بڑھاپے کی سفیدی کو تشبیہہ دی جاتی ہے۔ ابن اعرابی کے نزدیک یہ برف کی طرح ایک سفید درخت ہے۔

سرمہ لگانا: ❁ ❁ طاق عدد میں سرمہ لگانا مستحب ہے کیونکہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ طاق عدد میں سرمہ لگایا کرتے تھے۔[۱۶۵] طاق عدد کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبیؐ دائیں آنکھ میں تین عدد اور بائیں آنکھ میں دو عدد سلائیاں لگاتے تھے۔[۱۶۶] حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ آپؐ ہر آنکھ میں تین تین سلائیاں لگاتے تھے۔[۱۶۷]

سر کو ناغے سے تیل لگانا: ❁ ❁ یعنی ایک دن تیل لگایا جائے ایک دن اجتناب کیا جائے۔ اس لئے کہ ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے آدمی کو روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تیلوں (روغن) میں سب سے بہترین بنفشہ ہے جیسا کہ ابوہریرہؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ روغن بنفشہ تمام روغنوں پر ایسے ہی فوقیت رکھتا ہے جیسے میں تمام لوگوں پر فوقیت رکھتا ہوں۔[۱۶۸]

سات قیمتی باتیں: ❁ ❁ ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ پر تقویٰ اور بھروسہ کرتے ہوئے سفر وحضر ہر حال میں سات باتوں کا خیال رکھے۔ (۱) پاکیزگی اور صفائی (۲) سرمہ لگانا (۳) کنگھی کرنا (۴) مسواک کرنا (۵) موچنا (قینچی) رکھنا (۶) مچھر (حشرات وغیرہ) بھگانے کا آلہ (مدرآء) رکھے۔ مدرآء ایک بالشت سے چھوٹی گول سر والی لکڑی ہوتی ہے جسے اہل عرب اور صوفیاء حضرات موذی جانوروں سے تحفظ کے لئے اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اس سے بدن کھجانے اور رینگنے والے کیڑے مکوڑے مارنے میں مدد لیتے ہیں تاکہ ہر چیز کو براہ راست ہاتھ سے چھونے سے پرہیز کریں۔ (۷) تیل کی شیشی رکھنا۔

---

۱۶۴ مسلم ۳/۱۶۶۳- ابوداؤد ۲/۴۰۳- احمد ۳/۱۶۰ حدیث کے الفاظ سے بظاہر حکم معلوم ہوتا ہے کہ ہر سفید ریش خضاب لگائے لیکن یہاں امر استحباب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں جیسا کہ بعض روایات میں نبیؐ نے سفید ریش بزرگ کی فضیلت بیان کی ہے کہ ان کی سفیدی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو حیا آ جاتی ہے اور ان کی دعا رد نہیں ہوتی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۱۶۵ ابوداؤد ۱/۸- ابن ماجہ ۱/۱۲۱- مسند احمد ۱/۳۵۱

۱۶۶ شرح السنۃ ۱۲/۱۱۹- ابن سعد ۱/۱۷۰

۱۶۷ مسند احمد ۱/۳۵۴

۱۶۸ الطبرانی ۳/۱۴۱- الموضوعات ۳/۶۵

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ سفر و حضر (ہر حال) میں اپنے پاس تیل کی شیشی رکھتے۔[۱۶۹]

مکروہ عادتیں: ❀ ❀ سیٹی بجانا' تالی بجانا اور نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہ ہیں۔ حالت سماع میں بناوٹی وجد میں آنے والے کو کپڑے پھاڑنے مکروہ ہیں لیکن حقیقی صاحب وجد کے لئے جائز ہے۔[۱۷۰] راستے میں بیٹھ کر کھانا مکروہ ہے۔ مجلس میں پاؤں پھیلا کر بیٹھنا اور ٹیک لگا کر اس طرح بیٹھنا کہ بیٹھا ہوا معلوم نہ ہو مکروہ ہے کیونکہ اس میں اہل مجلس کی حقارت واہانت ہے البتہ معذوری معاف ہے۔ لمبا لباس پہننا مکروہ ہے گوند وغیرہ چبانا بھی مکروہ ہے کہ یہ کمینگی ہے۔ اور پورا منہ کھول کر ہنسنا' قہقہہ لگانا اور بلاضرورت آواز بلند کرنا بھی مکروہ ہے۔ رفتار میں اعتدال رکھے اتنا تیز نہ چلے کہ راہ گیروں سے ٹکرا جائے اور مشقت اٹھائے اور نہ ہی ایسی سست چال ہو کہ وہ غرور ظاہر کرے۔ بلند آواز سے اور ارمان کر کے رونا مکروہ ہے ہاں اگر اللہ کے خوف سے یا عمر کے قیمتی اوقات لہو ولعب میں ضائع ہو جانے سے یا اس پر حسرت وافسوس کرنے کی وجہ سے کہ میں صحیح معنوں میں اپنے فرائض ادا نہ کر سکا' رونے میں آواز بلند ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح مجلس میں بدن سے میل ملنا بھی مکروہ ہے' گندے مقامات جیسے حمام' لیٹرین وغیرہ میں بات کرنا سلام کہنا یا سلام کا جواب دینا بھی مکروہ ہے۔ لوگوں کے درمیان سر کھولنا اور غیر ستر والے بدن کے وہ حصے کھولنا جسے عموماً کھولا نہیں جاتا' مکروہ ہے اور ستر والے حصے کھولنا تو حرام ہے۔ اسی طرح اپنے باپ یا غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ ہے۔ اگر قسم کھانا مقصود ہو تو اللہ کی قسم کھائے وگرنہ خاموش رہے کیونکہ احادیث میں یہی منقول ہے۔[۱۷۱]

اندر آنے سے قبل اجازت لینا: ❀ ❀ انسان کے لئے مناسب ہے کہ کسی کے دروازے پر جا کر یوں اجازت طلب کرے۔ السلام علیکم کیا میں آ سکتا ہوں؟ کیونکہ بنو عامر قبیلے سے ایک آدمی نے اسی طرح آپؐ سے اجازت طلب کی اور آپؐ گھر میں موجود تھے تو اس نے کہا' کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ آپؐ نے اپنے خادم کو کہا کہ اس کے پاس جا کر اسے اجازت مانگنے کا طریقہ بتا تو خادم نے اسے کہا' اس طرح اجازت مانگتے ہیں' السلام علیکم' کیا میں آ سکتا ہوں؟ پھر اس نے سلام کر کے اجازت مانگی تو آپؐ نے اجازت دی اور وہ اندر آ گیا۔[۱۷۲] اجازت مانگنے والا دروازے کی طرف پشت نہ کرے اور نہ ہی

---

۱۶۹ ابوداؤد ۲/۳۹۴- مسند احمد ۴/ ۸۶- تذکرۃ الموضوعات ص ۴۶ (i) سرمہ طاق عدد میں لگانا چاہیے خواہ ایک ایک سلائی یا تین تین سلائیاں دونوں آنکھوں میں اور یہی بہتر ہے یا پھر ایک آنکھ میں جفت دوسری میں طاق تاکہ طاق حالت پوری ہو جائے۔ (ii) ناغے سے کنگھی کرنے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ ہر وقت بناؤ سنگھار میں ہی مصروف نہ رہیں جیسا کہ بعض لوگ ایک بال بھی ٹیڑھا نہیں ہونے دیتے کنگھی شیشہ پاس رکھتے ہیں اسی طرح لباس پر سلوٹ پڑنے سے بچنے کے لیے معانقہ بھی نہیں کرتے مبادا کہ سوٹ کی ڈریسنگ پریسنگ خراب نہ ہو ایسے بناؤ سنگھار سے اسلام نے منع کیا ہے کیونکہ اس سے فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے۔

۱۷۰ یہ تمام باتیں اخلاق رزیلہ میں سے ہیں لہٰذا ان سے اجتناب کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ البتہ کپڑے پھاڑنا کسی حال میں بھی جائز نہیں کیونکہ آپؐ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

۱۷۱ بخاری ۵/۵۳- مسلم ۳/ ۱۲۶۶- مسند احمد ۲/ ۵۲۰ ۱۷۲ ابوداؤد (۵۱۷۷) بیہقی ۸/ ۳۴۰

دروازے سے دور ہو کر کھڑا ہو ورنہ جواب سننے میں دشواری ہوگی۔ اجازت طلب کرنے والا السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ تین مرتبہ دہرائے اگر اندر سے اجازت مل جائے تو بہتر ورنہ واپس چلا جائے البتہ اگر ظن غالب یہ ہو کہ گھر والوں نے دور ہونے یا مشغول ہونے کی وجہ سے توجہ نہیں کی تو تین دفعہ کے علاوہ بھی اجازت مانگ سکتا ہے۔ اس کی دلیل ابوسعید خدریؓ والی حدیث ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اجازت تین مرتبہ طلب کی جائے۔ اجازت مل جائے تو درست ورنہ واپسی اختیار کر لی جائے۔[۱۷۳] اس میں اپنے اور بیگانے سب برابر ہیں خواہ محرم ہوں جیسے والد وغیرہ' کیونکہ نبیؐ سے ایک آدمی نے پوچھا: کیا میں اپنی والدہ سے بھی اندر آنے کی اجازت مانگوں؟ تو آپؐ نے فرمایا: ہاں' کہنے لگا میں ان کے ساتھ ہی گھر میں رہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ان سے بھی اندر آنے کی اجازت مانگ' کہنے لگا میں ان کا خادم ہوں' آپؐ نے فرمایا' اجازت مانگ کیا تمہیں پسند ہے کہ اپنی والدہ کو برہنہ دیکھو؟[۱۷۴]

البتہ بیوی اور لونڈی جس سے ہمبستری جائز ہے' اجازت لینا ضروری نہیں کیونکہ زیادہ سے زیادہ انہیں برہنہ یا نیم برہنہ دیکھنے کا اتفاق ہو سکتا ہے تو ان کا دیکھنا مباح ہے۔

پھر بھی مستحب یہ ہے کہ دروازے پر کھڑا ہو کر زور سے جوتا کھٹکائے تاکہ گھر والوں کو پتہ چل جائے جیسا کہ مھنیٰ کی روایت میں امام احمدؒ سے اس کی صراحت (نص) منقول ہے جب گھر میں داخل ہو تو سلام کہے تاکہ گھر میں خیر و برکت ہو جیسا کہ حدیث میں بھی ہے اس کی بقیہ تفصیل گھر میں داخل ہونے کے باب میں آئے گی۔ (انشاء اللہ) مسافر رات کو گھر میں داخل نہ ہو اس لئے کہ آپؐ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ دو آدمیوں نے ایسا کیا کہ رات ہی کو گھر میں آ گئے اور اپنی بیویوں میں ناخوشگوار چیزیں دیکھیں۔ اگر کسی کو دوسرے کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے تو وہاں تشریف رکھے جہاں مالک مکان اجازت دے اگرچہ مالک مکان ذمی ہو۔ اگر اتفاقاً ایسے لوگوں کے پاس پہنچے جو کھانے میں مشغول ہوں تو ان کے ساتھ شامل نہ ہو ہاں اگر صاحب خانہ کی سخاوت اور خوشی معروف ہو تو کوئی حرج نہیں۔

دائیں اور بائیں ہاتھ سے کون کون سے کام کئے جائیں: ۞ دائیں ہاتھ سے چیز کا پکڑنا' کھانا کھانا' مشروب پینا' مصافحہ کرنا' وضو میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا' اسی طرح جوتا پہننے اور کپڑے پہننے میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح مقدس مقامات پر داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں رکھے جیسے مسجد و مجلس اور گھر وغیرہ ہے۔ بایاں ہاتھ گندی چیزوں اور میل کچیل دور کرنے کے لئے ہے اِلا یہ کہ دایاں ہاتھ لگائے بغیر یہ کام مشکل ہوں یا ناممکن ہوں جیسے بایاں ہاتھ سن

---

۱۷۳ بخاری ۲۳/۱۱

۱۷۴ الموطا (۹۶۳) البیہقی ۹۷/۷ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے گناہ و فساد کے تمام ذرائع مسدود کرنے کی کوشش اخلاق و آداب سے کی ہے۔ کسی کے گھر' دفتر یا خاص جگہ پر داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنا انہی آداب میں سے ہے کیونکہ بسا اوقات انسان بے پردگی وغیرہ کی حالت میں ہوتا ہے اور کسی کے بلا اجازت داخل ہونے سے اس کی بے عزتی ہوتی ہے۔

ہو گیا یا کٹ گیا ہو تو بائیں ہاتھ سے کام لینا مباح ہے۔[۱۷۵]

ایک جوتے میں چلنا جائز نہیں اِلا یہ کہ دوسرے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے اور اسے درست کرنے کے لئے تھوڑا بہت چل لینے میں کوئی حرج نہیں۔[۱۷۶]

اگر کسی معزز آدمی کا فرمان یا خط دے تو دائیں ہاتھ سے' اگر کسی معزز آدمی کے ساتھ چلنے کا اتفاق ہو جو اعلیٰ مقام و مرتبہ والا ہے تو اس کے دائیں جانب چلو اور اسے نماز میں بمنزلہ امام سمجھو اور اگر اس کا مقام و مرتبہ تم سے کم ہو تو اسے اپنی دہنی جانب کرلو اور خود اس کی بائیں جانب چلو۔ بعض کے نزدیک مطلقاً دائیں جانب چلنا ہی مستحب ہے تا کہ بائیں جانب تھوک وغیرہ کے لئے خالی رہے۔

کھانے پینے کے آداب: ۞۞ کھانا شروع کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھنا اور فارغ ہونے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرنا مستحب ہے۔ اس طرح کھانے میں برکت ہوتی ہے اور شیطان دور بھاگتا ہے۔ ایک روایت ہے کہ صحابہ نے آپؐ سے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم کھاتے ہیں مگر سیر نہیں ہوتے' فرمایا: شاید تم الگ الگ ہو کر کھاتے ہو صحابہ نے کہا بالکل' تو آپؐ نے فرمایا: مل کر کھایا کرو اور بسم اللہ پڑھ لیا کرو اس طرح تمہارے کھانے میں برکت ہو گی۔[۱۷۷]

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبیؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی گھر میں داخل ہو اور داخلے کے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لے تو شیطان اپنی اولاد سے کہتا ہے: یہاں تمہارے لئے نہ رات گذارنے کی جگہ ہے نہ رات کا کھانا ہے۔ اگر داخلے کے وقت بسم اللہ نہیں کہتا تو شیطان کہتا ہے رات کا ٹھکانہ مل گیا اور جب کھانے پر بسم اللہ نہیں کہتا تو شیطان کہتا ہے کھانا بھی مل گیا۔[۱۷۸] حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہؐ کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے تو ہم میں کوئی شخص اس وقت تک ہاتھ نہ بڑھاتا جب تک کہ آپؐ کھانے کے لئے ہاتھ نہ بڑھالیں' ایک مرتبہ ایک دیہاتی آیا گویا کہ اسے کسی نے دھکیلا ہے اس نے فوراً کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو آپؐ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک بچی آئی گویا اسے بھی کسی نے دھکیلا ہو وہ بھی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہے آپؐ اس کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور فرماتے ہیں' شیطان اپنے لئے وہ کھانا حلال سمجھتا ہے جس پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے چنانچہ وہ اس دیہاتی کو لایا کہ اس کے ذریعے کھانا حاصل کرے لیکن

---

۱۷۵ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کو جوتا پہننے' کنگھی کرنے' وضو کرنے اور ہر اچھا کام کرنے میں دائیں جانب سے آغاز کرنا پسند تھا۔ بخاری ۱/ ۲۳۵- مسلم ۱/ ۲۶۸

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ قاعدہ کلیہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر اچھے اور مستحسن فعل میں دائیں جانب سے آغاز کیا جائے اور اس کے برعکس فعل میں بائیں جانب سے پہل کی جائے۔ نیل الاوطار ۱/ ۱۷۱

۱۷۶ آپؐ نے ایک جوتا پہن کر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ بخاری (۵۸۵۵)

۱۷۷ مسند احمد ۳/ ۵۰۱- حاکم ۲/ ۱۰۳- الترغیب والترہیب ۳/ ۱۱۵- ابوداؤد (۳۷۶۴)

۱۷۸ مسلم (۲۰۱۸) ابوداؤد (۳۷۶۵)

میں نے اس کا ہاتھ روک دیا پھر وہ اس بچی کو لایا لیکن میں نے اس کا ہاتھ بھی روک دیا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ شیطان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے۔[۱۷۹]

اگر کوئی کھانے کے شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو درمیان میں ہی بسم اللہ اولہ وآخرہ پڑھ لے جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے نبیؐ سے بیان کیا ہے۔[۱۸۰] کھانے کی ابتدا اور انتہا نمک سے کرنا مستحب ہے۔

دائیں ہاتھ سے چھوٹا نوالہ لو اور اچھی طرح چبالو پھر آہستہ آہستہ نگل لو۔ اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہو تو اپنے سامنے سے کھاؤ اور اگر ایک ہی برتن میں قسما قسم کے کھانے ہوں تو ہر طرف سے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔[۱۸۱] اگر پھل فروٹ ہو تو اوپر سے یا درمیان سے نہ اٹھاؤ بلکہ ایک طرف سے اٹھا کر کھاؤ۔ اگر ثرید (شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی) ہو تو تین انگلیوں سے کھاؤ اور انگلیاں چاٹو۔[۱۸۲] کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک نہ مارو اور پانی وغیرہ پیتے وقت برتن میں سانس نہ لو۔[۱۸۳] اگر سانس لینا ہو تو برتن سے منہ ہٹا کر سانس لو اور پھر برتن منہ سے لگا لو۔ کھاتے' پیتے وقت ٹیک لگانا مکروہ ہے۔[۱۸۴] کھڑے ہو کر کھانا پینا جائز ہے البتہ بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔ بیٹھ کر کھانا پینا بہت پسندیدہ ہے۔ اگر صاحب مجلس کسی کو برتن منتقل کرنا چاہے تو اپنی دائیں جانب سے پہل کرے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا جائز نہیں اور نہ ہی ان سے ملمع کئے ہوئے برتن میں۔[۱۸۵] اگر اس طرح کے کسی برتن میں کھانا لایا جائے تو کھانا روٹی پر یا کسی دوسرے برتن میں انڈیل لے پھر تناول کرے اور اس طرح کے برتن میں کھانا لانے والے کو بتا دے کہ یہ ممنوع ہیں۔ اسی طرح سونے چاندی کے عود دانوں کا استعمال ممنوع ہے یہی حکم سونے چاندی کے گلاب پاشوں کا ہے۔ اس لئے ان مجالس میں شرکت حرام ہے جہاں یہ برتن استعمال کئے جاتے ہیں۔

اہل مجلس کو ڈانٹتے ہوئے اٹھنا چاہئے البتہ نرمی کے ساتھ یہ کہے کہ تمہاری خوشیاں اسی میں ہیں کہ مباح اور جائز اشیاء سے تزیین کرو نہ کہ حرام اشیاء سے اور اس لذت میں کوئی فائدہ نہیں جس کا انجام گناہ ہو۔

اللہ تم پر رحم کرے' تم اللہ کے نبیؐ کی حدیث نہیں سنتے کہ جس نے سونے چاندی یا اس سے ملمع برتن میں پیا وہ اپنے پیٹ

---

۱۷۹ مسلم (۲۰۱۷) احمد ۳۸۳/۵

۱۸۰ ترمذی (۱۸۵۸)

۱۸۱ آپؐ نے حضرت عمر بن ابی سلمہؓ کو کھانے کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا: اے لڑکے! بسم اللہ پڑھ' دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا۔ بخاری ۴۵۷/۹

۱۸۲ انگلیاں چاٹنا آپؐ کے قول وفعل سے ثابت ہونے کی وجہ سے سنت ہے۔ بخاری ۴۹۹/۹

۱۸۳ برتن میں سانس لینا منع ہے۔ بخاری ۲۲۱/۱

۱۸۴ ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھانا چاہیے۔ بخاری ۴۷۲/۹

۱۸۵ آپؐ نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے سے منع فرمایا۔ بخاری ۸۲/۱۰

میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔"[۱۸۶] اگر منہ میں کوئی لقمہ ڈال لے تو بلا عذر اسے باہر نہیں نکالنا چاہیے۔ عذر یہ ہے کہ سخت گرم اور تکلیف دہ ہو یا کھانسی آ جائے۔ اگر کھانے کے دوران چھینک آ جائے تو ناک اور منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے ڈھانپ لو اور ایک طرف ہو کر چھینکو تا کہ کھانا محفوظ رہے۔ اگر کوئی شخص یا غلام وغیرہ خدمت کے لئے کھڑا ہو تو اسے بھی شامل ہونے کی اجازت دے اگر وہ نہ بیٹھے تو نفیس ترین کھانے میں سے ایک آدھ لقمہ اسے بھی دے دو۔ اچھی طرح سے برتن صاف کرنا مستحب ہے' اسی طرح گرے ہوئے ریزے چن کر کھالینا۔ اہل مجلس اگر مانوس ہوں تو ان سے دل لگی کی باتیں کرنا اور مناسب حال واقعات سنانا مستحب ہے۔ دنیاداروں کے ساتھ پورے ادب وتمیز سے' فقراء کے ساتھ تواضع وانکساری سے' عوام کے ساتھ خندہ پیشانی سے اور علماء کے ساتھ ادب واحترام سے کھانا مستحب ہے۔ اگر کسی نابینا کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہو تو اسے دستر خوان پر چنا ہوا کھانا بتا دو' کیونکہ نابینا ہونے کی وجہ سے عمدہ کھانا اس سے رہ جائے گا۔ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا اور اس میں شریک ہونا مستحب ہے اگر کھانا چاہے تو درست ورنہ میزبانوں کے حق میں دعا کر دے۔

جیسا کہ حضرت جابرؓ نبیؐ سے بیان کرتے ہیں کہ جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کی اور جس نے بلا دعوت شرکت کی وہ چور بن کر شریک ہوا اور ڈاکو بن کر باہر نکلا۔[۱۸۷]

دعوت میں شرکت اس وقت مشروع ہے جب وہ خلاف شرع کاموں سے محفوظ ہو اگر وہاں خلاف شرع کام ہوں۔[۱۸۸] جیسے ڈھول' سارنگی' بربط' شہنائی' شربوق' شبابہ رباب ہر طرح کے باجے گاجے اور ناچنے گانے والے لونڈے ہیجڑے اور جرّان' جن سے ترک کھیلتے ہیں تو اس مجلس میں شرکت حرام ہے' نکاح میں دف بجانا مباح ہے' ناچ گانا مکروہ ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے (ومن الناس من یشتری لھو الحدیث) آیت میں لھو الحدیث کی تفسیر گانے اور شعر سے کی ہے' ایک حدیث میں ہے کہ گانا دل میں ایسے نفاق پیدا کرتا ہے جیسے سیلاب گھاس پیدا کرتا ہے۔[۱۸۹] شبلیؒ سے گانے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے منع کیا اور یہ آیت پڑھی کے بعد صرف گمراہی ہے"[۱۹۰] اس کی کراہت میں وہ ہیجان ہی کافی ہے جو

---

۱۸۶ بخاری ۱۰/۸۳۔ مسلم (۲۰۶۵) احمد ۶/۳۰۱

۱۸۷ ابوداؤد (۳۷۴۲) بیہقی ۷/ ۶۸۔ دعوت میں اسے ہی شریک ہونا چاہیے جسے بلایا جائے' بلا بلائے مہمان بننا قابل مذمت ہے۔ ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے آپؐ کے ساتھ پانچ بندوں کی دعوت کی تو ایک (چھٹا) آدمی پیچھے پیچھے دروازے تک پہنچ گیا۔ آپؐ نے میزبان سے کہا اگر تم اسے اجازت دو تو ٹھیک ورنہ اسے واپس بھیج دیں۔ صحابی (میزبان) نے کہا میں اسے بھی اجازت دیتا ہوں۔ بخاری ۹/۴۸۴۔ مسلم (۲۰۳۶)

۱۸۸ کسی بھی ایسی مجلس میں شریک ہونا حرام ہے جس میں اللہ اور رسولؐ کے احکامات کا قول وعمل سے مذاق اڑایا جائے جیسا کہ آج کل امراً' ماڈرن اور مغرب زدہ لوگوں کی مجالس اور شادی بیاہ کی تقریبات میں ہوتا ہے کلمہ حق بلند کرنے کی نیت سے تو شرکت جائز ہے بصورت دیگر سخت گناہ اور غضب الٰہی کا باعث ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھتا ہو وہ اس دعوت میں شریک نہ ہو جہاں شراب کا دور چلے۔ مسند احمد ۱/۲۰

۱۸۹ بیہقی ۱۰/۲۲۳۔ الاتحاف ۶/ ۵۲۵

۱۹۰ یونس: ۳۲

گانے سے دلوں میں پیدا ہوتا ہے' شہوت بھڑکتی ہے' عورتوں کی طرف رغبت ہوتی ہے' نفسانی اور باطل خواہشات جوش مارتی ہیں' رعونتیں نمودار ہوتی ہیں' تھرکنیں اور کمینگی پھوٹتی ہے۔ جن لوگوں کا اللہ اور آخرت پر ایمان ہے ان کے لئے تو سب سے خوش کن اور محفوظ چیز اللہ کا ذکر ہے۔

ختنوں کی دعوت مستحب نہیں نہ ہی اسے قبول کرنا ضروری ہے۔ گری پڑی چیزوں کا اٹھانا مکروہ ہے اس لئے کہ لوٹ مار کی مانند ہے اور اس میں خفت و کمینگی پائی جاتی ہے۔ دعوت ولیمہ کے علاوہ ہر وہ دعوت مکروہ ہے جس میں آپ ؐ کے بیان کے مطابق محتاج کو روکا جائے اور غیر محتاج (امیر) کو شریک کیا جائے۔[۱۹۱] بزرگ اور اہل علم کے لئے مکروہ ہے کہ وہ جھٹ سے دعوت قبول کر لیں کیونکہ اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ اسی انتظار میں بیٹھا تھا اور اس میں ذلّت و کمینگی ہے بالخصوص جب میزبان حاکم ہو۔ کہا جاتا ہے کہ جس نے کسی کے برتن میں ہاتھ ڈالا وہ ضرور ذلیل ہوا۔

طفیلی مہمان بن کر کسی کی دعوت میں شرکت کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں بے حیائی اور غصب ہے۔ لہٰذا ڈبل گناہ ہوا (۱) بلا دعوت کھاپے اڑانا (۲) بلا اجازت دوسرے کے گھر داخل ہونا اور اس کے راز ٹٹولنا اور حاضرین دعوت کو پریشان کرنا۔ کھانے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ کھانے والوں کے چہروں کو نہ دیکھا جائے کیونکہ اس طرح لوگ غصہ کرتے ہیں۔ کھانے کے دوران تکلیف دہ یا ہنسانے والی باتوں سے پرہیز کرو مبادا کہ کسی کا گلا گھونٹ جائے۔ غم زدہ باتوں سے بھی بچو کہ کھانا کھانا دشوار نہ ہو جائے۔ کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھ دھونا مستحب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے ہاتھ دھونا مکروہ ہے بعد میں مستحب ہے۔

بدبودار سبزی (کچا لہسن' پیاز اور گندنا وغیرہ) کھانا مکروہ ہے کیونکہ ان کی بو ناگوار ہے اور آپ ؐ کا ارشاد ہے: جو اس مکروہ بو والے پودے کو کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔[۱۹۲] ناک تک پیٹ بھر کر کھانا کہ جس سے بدہضمی کا خدشہ ہو' مکروہ ہے۔ آپ ؐ کا ارشاد ہے: آدم کے بیٹے (اولاد) نے اپنے پیٹ سے بدتر کوئی برتن نہیں بھرا۔[۱۹۳] میزبان کے علاوہ کسی مہمان کو یہ حق نہیں کہ وہ دستر خوان پر موجود کسی اور کو میزبان کی اجازت کے بغیر کوئی لقمہ دے اس لئے کہ وہ میزبان کے دستر خوان پر مباح ہونے کے سبب کھاتا ہے مالک ہونے کے سبب نہیں۔ اس لئے اس وقت میں علماء کا اختلاف ہے کہ جب مہمان کھانے کا مالک بنتا ہے۔ بعض کے نزدیک جب نوالہ منہ جا کر غائب ہو جائے تو مہمان کی ملکیت بن گیا۔ بعض کے نزدیک مہمان کسی صورت بھی مالک نہیں بنتا بلکہ میزبان کی ملکیت میں رہتے ہوئے ہی کھاتا ہے۔

جب کھانا چن دیا جائے تو میزبان سے اجازت کی ضرورت نہیں بشرطیکہ اس شہر کی یہی عادت ہو اور یہ عرفی عادت ہی

---

۱۹۱ احمد/۲/۲۶۷

۱۹۲ مسلم(۵۶۱) احمد/۲/۲۵۲- بیہقی ۳/۷۵

۱۹۳ ترمذی(۲۳۸۰) ابن ماجہ(۳۳۴۹) احمد/۴/۱۳۲

اجازت ہے۔ منہ سے نکال کر برتن میں ڈالنا مکروہ ہے۔ کھاتے وقت خلال بھی نہ کرو۔ روٹی سے ہاتھ صاف کر کے اس کی توہین نہ کرو۔ ایک کھانا دوسرے کھانے سے مکس نہ کرو کیونکہ یہ بہت سے لوگوں کی طبیعت کے موافق نہیں اور اس سے معدہ بھی خراب ہوتا ہے۔ اگر کسی کو کچھ چیزیں یکجا کر کے کھانے کی خواہش ہو تو دوسروں کی خواہش پر اپنی خواہش قربان کر دے۔

مہمان کھانے کی مذمت نہ کرے اور نہ ہی میزبان کھانے کی مدح سرائی اور اسے قیمتی ظاہر کرے کیونکہ اس میں کمینگی اور کم ظرفی پائی جاتی ہے۔ آپؐ نے کھانے کی تعریف اور مذمت کبھی نہیں کی۔[۱۹۴] جب تک دوسرے لوگ کھا رہے ہوں کھانے سے ہاتھ نہ روکو البتہ اگر لوگ خندہ پیشانی سے اجازت دے دیں تو پھر تکلف نہ کیا جائے۔ ایک ہی طشت میں سب ہاتھ دھوئیں کیونکہ آپؐ نے فرمایا: علیحدگی نہ کرو ورنہ تمہارا اتحاد جاتا رہے گا۔ اور آپؐ سے مروی ہے کہ جب تک طشت بھر نہ جائے اسے نہ اٹھایا جائے۔ عام کھائی جانے والی چیزوں سے ہاتھ نہ دھوؤ جیسے باقلا' مسور اور ہرطمان کا آٹا البتہ بھوسہ مستثنیٰ ہے۔ دو کھجوریں اکٹھی کھانا سنت کی خلاف ورزی ہے۔ بعض کے نزدیک اکیلے اور میزبان کے لئے اجازت ہے۔ میزبان سے خاص قسم کے کھانے کا مطالبہ نہ کیا جائے بلکہ جو کچھ سامنے آ جائے اسی پر قناعت کرو کیونکہ اس طرح میزبان پر مشقت ہوتی ہے اور تکلف میں تکلیف ہے۔ آپؐ نے فرمایا: میں اور میری امت کے اتقیاء تکلف (بناوٹ) سے بری ہیں۔[۱۹۵] اگر میزبان خود فرمائش کر دے کہ اپنی خواہش پیش کرو تو پھر خواہش کے مطابق مطالبہ کر دے۔

حلال اور طیب ہدیہ (تحفہ) واپس کر دینا مکروہ ہے۔ ہدیے (تحفے) کا بدلہ دینا یا دعائے خیر کر دینا ضروری ہے۔[۱۹۶]

اگر کھانے پینے والی کسی چیز میں کچھ گر جائے جس میں بہنے والا خون ہو تو مچھلی کے علاوہ ہر چیز ناپاک ہو جائے گی اور اس کا کھانا حرام ہوگا جب کہ وہ مائع حالت میں ہو۔ اگر جامد چیز ہو تو اسے اور اس کے ارد گرد سے کچھ نکال دیا جائے' اگر جامد چیز زہریلی ہو تو اس کھانے کو کھانا تکلیف کی وجہ سے حرام ہے جیسے سانپ اور بچھو وغیرہ۔[۱۹۷] اگر مکھی ہو تو اسے کھانے میں دونوں پروں سمیت ڈبو کر نکال دے۔ اگر مکھی کھانے میں مر بھی جائے تو کھانا خراب نہیں ہوتا۔

آپؐ کا ارشاد ہے: جب کسی کے کھانے میں مکھی گر پڑے تو اسے ڈبو کر نکال دے۔ بلاشبہ مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے اور وہ گرتے وقت بیماری والے پر کا سہارا لیتی ہے۔[۱۹۸] پانی چوس چوس کر پینا چاہئے' بڑے

---

۱۹۴ آپؐ کا یہ وصف تھا کہ کھانے کی عیب جوئی نہ فرماتے اگر پسند ہوتا تو کھا لیتے ورنہ ترک کر دیتے۔ بخاری ۹/ ۴۷۷۔ البتہ عمدہ کھانے کی تعریف آپؐ سے ثابت ہے جیسا کہ آپؐ نے فرمایا ''سرکہ بہترین سالن ہے۔'' (مسلم/۲۰۵۲)

۱۹۵ التذکرۃ (۶۷) الفوائد (۸۶)

۱۹۶ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ اچھائی کی جائے وہ اس کا بدلہ چکائے اگر کچھ پاس نہ ہو تو اس کے لئے دعا خیر کر دو۔ بیہقی ۴/ ۱۹۹

۱۹۷ آپؐ نے فرمایا اگر جامد گھی میں چوہیا گر جائے تو اس جگہ اور ارد گرد سے گھی نکال دو (باقی استعمال کرو) اگر گھی مائع ہو تو سارا ضائع کر دو۔ احمد ۲/ ۲۳۲

۱۹۸ بخاری (۳۳۲۰) ابوداؤد ۲/ ۳۲۷- ابن ماجہ ۲/ ۱۱۵۹- مسند احمد ۲/ ۲۲۹

بڑے گھونٹ نہ بھرے، تین سانسوں میں پیئے، برتن میں سانس نہ لے، شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھے۔
بالاختصار کھانے پینے کے بارہ آداب ہیں۔ چار فرض، چار سنتیں اور چار عام آداب ہیں۔ فرض یہ ہیں۔ (۱) کھائی جانے والی چیز کا علم کہ کہاں سے آئی ہے؟ (۲) شروع میں بسم اللہ پڑھنا (۳) اللہ کی نعمت پر راضی ہونا (۴) اس کا شکر بجالانا۔ سنتیں یہ ہیں: (۱) بائیں پاؤں پر بیٹھنا (۲) تین انگلیوں سے کھانا (۳) انگلیوں کو چاٹنا (۴) اپنے سامنے سے کھانا۔ بقیہ آداب یہ ہیں: (۱) خوب چبانا اور چھوٹے نوالے بھرنا (۲) لوگوں کے چہرے نہ تاکنا (۳) روٹیاں دسترخوان پر بچھا کر اس پر سالن ڈالنا (۴) ٹیک لگا کر یا پیٹ کے رخ لیٹ کر کھانا۔

روزہ کھولنا: ❁ ❁ اگر کسی کے گھر روزہ کھولو تو یہ دعا پڑھو: تمہارے پاس روزہ داروں نے افطاری کی، تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا، تم پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اور فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعا کریں۔ تمام تعریفیں اس رب کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور مسلمان بنایا۔ ہمیں گمراہی سے ہدایت بخشی اور اپنی بہت سی مخلوق پر ہمیں فضیلت بخشی۔ اے اللہ! امت محمدیہ ؐ کے بھوکوں کو کھلا، ننگوں کو (لباس) پہنا، بیماروں کو شفا عطا فرما، گم شدہ واپس لا، خاندانوں کی پریشانیاں دور فرما، ان پر روزی نازل فرما، ہمارا یہاں آنا باعث برکت بنا، واپس جانا مغفرت بنا، ہمیں دنیا آخرت کی بھلائیاں عطا فرما، اے ارحم الرحمین اپنی رحمت سے ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔[۱۹۹]

حمام کے آداب:[۲۰۰] ❁ ❁ حمام کی تعمیر، خرید و فرخت اور اس کا کرایہ سب کچھ مکروہ ہے کیونکہ حمام میں لوگوں کی بے پردگی ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ کا فرمان ہے: حمام بدترین گھر ہے جو لوگوں کو بے حیاء بناتا ہے۔ حمام میں قرآن نہ پڑھا جائے۔ بہتری تو اسی میں ہے کہ حتی الوسع حمام سے اجتناب کیا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ حمام کو مکروہ سمجھتے تھے اور یہ وجہ بتاتے تھے کہ یہ لطیف عیاشی ہے۔ حسن بصریؒ اور محمد بن سیرینؒ حمام میں نہیں جاتے تھے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کبھی حمام میں جاتے نہیں دیکھا۔

اگر کسی کو حمام میں جانے کی ضرورت لاحق ہو تو ازار باندھ کر جانا جائز ہے۔ لوگوں کی بے پردگی نہ دیکھے۔ اگر حمام کو اپنے لئے خالی کرانا ممکن نہ ہو تو رات کے وقت چلا جائے یا دن میں اس وقت جائے جب نہانے والے کم ہوں۔

---

۱۹۹ روزہ افطار کروانے والے کے لئے صحیح احادیث سے صرف اتنی مسنون دعا ثابت ہے: اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ وَاَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُون. مسند احمد ۳/ ۱۱۸ - ابن ابی شیبہ ۳/ ۱۱۰۰ - عبدالرزاق ۴/ ۳۱۱ - اس کے علاوہ کھانے سے فراغت کی دوسری مسنون دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

۲۰۰ بلادِ عجم میں مخصوص مقامات تھے جہاں مرد و خواتین ننگے غسل کرتے تھے انہیں حمام کہا جاتا تھا۔ آپ نے فحاشی و عریانی کا سدباب کرتے ہوئے ان حماموں میں جانے سے اپنی امت کو روک دیا سوائے کسی مجبوری کے اور یہ شرط لگائی کہ بلا ازار داخل نہ ہوں اور تمام عورتوں کو بھی ایسے حماموں میں جانے سے خصوصی طور پر منع فرمادیا۔

امام احمدؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ یقین ہو کہ حمام میں تمام لوگ تہبند باندھے ہوئے ہیں تو جاؤ ورنہ نہ جاؤ۔ حضرت عائشہؓ نبیؐ سے بیان کرتی ہیں: بدترین گھر حمام ہے جہاں نہ پردہ ہے نہ پانی پاک ہے۔[۲۰۱] حضرت عائشہؓ اپنے بارے میں فرماتی ہیں کہ اگر احد پہاڑ کے بقدر بھی کوئی مجھے سونا دے تب بھی میں حمام میں نہ جاؤں۔ حدیث جابرؓ میں آپؐ نے فرمایا: جس کا اللہ اور آخرت پر ایمان ہے وہ بغیر ازار حمام میں داخل نہ ہو۔[۲۰۲] مردوں والی شرائط کا خیال کرتے ہوئے خواتین بھی حمام میں جا سکتی ہیں یا کسی عذر اور تنگی کی وجہ سے بھی رخصت ہے جیسے بیماری' حیض ونفاس وغیرہ۔

ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: عنقریب تم سرزمین عجم فتح کرلو گے تو وہاں مخصوص گھر ہیں جنہیں حمام کہا جاتا ہے' وہاں مرد حضرات بغیر ازار کے ہرگز داخل نہ ہوں اور بیمار یا حیض ونفاس والی عورت کے علاوہ کوئی عورت قطعاً داخل نہ ہو۔[۲۰۳] حمام میں داخل ہو کر سلام کہنا یا قرآن پڑھنا جائز نہیں جیسا کہ حضرت علیؓ کی حدیث میں ہے۔

<u>حالت غسل یا عام حالت میں ننگا' برہنہ ہونے کی ممانعت</u>: ❁ ❁ امام ابوداؤد بہز بن حکیم کی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: میں نے پوچھا' ہم کس کے سامنے کپڑے اتار سکتے ہیں اور کس کے سامنے نہیں؟ آپ نے فرمایا' اپنی بیوی یا لونڈی کے علاوہ کسی کے سامنے نہیں اتارو۔ پھر میں نے پوچھا کہ اگر مشترک جماعت ہو (کوئی ننگا کوئی کپڑوں میں)؟ فرمایا: حتی المقدور ستر چھپاؤ۔ پھر پوچھا اگر کوئی تنہائی میں ہو؟ فرمایا' لوگوں کی بنسبت اللہ کا زیادہ حق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔[۲۰۴]

''امام ابوداؤد حضرت ابوسعیدؓ سے باسند نقل کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے نہ ہی عورت کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھے اور ایک کپڑے میں دو مرد ننگے جمع نہ ہوں نہ ہی دو عورتیں ایک کپڑے میں ننگی جمع ہوں۔[۲۰۵] تنہائی میں بلا ازار غسل کرنا مکروہ ہے اگرچہ کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ جیسا کہ امام ابوداؤد نے عطاء بن یعلی سے باسند نقل کیا کہ یعلی نے کہا: رسول اللہؐ نے دیکھا کہ ایک شخص بلا ازار نہا رہا ہے تو آپ نے منبر پر چڑھ کر حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ بہت حیا والا ہے' پردہ اور حیا کو پسند فرماتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کوئی غسل کرنا چاہے تو پردہ کرلے۔[۲۰۶] اسی طرح پانی کے اندر غسل کی نیت سے یا ویسے ہی بلا ازار غوطہ لگانا مکروہ ہے کیونکہ پانی میں بھی مخلوق بستی ہے۔ حضرت جابرؓ

---

۲۰۱ الاتحاف ۲/۴۰۰

۲۰۲ ترمذی (۲۸۰۱) نسائی ۱/۱۹۸

۲۰۳ ابوداؤد ۲/۶۳-۳ - ابن ماجہ ۲/۱۲۳۳

۲۰۴ ابوداؤد ۲/۶۴-۳ - ابن ماجہ ۱/۶۱۸ - احمد ۵/۳

۲۰۵ ابوداؤد ۲/۶۴-۳ - مسلم ۱/۲۲۶ - احمد ۳/۶۳

۲۰۶ کسی آڑ وغیرہ میں ہو کر جہاں کوئی انسان دیکھنے والا نہ ہو ننگے ہو کر غسل کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ایوبؑ سے ننگے ہو کر غسل کرنا ثابت ہے۔ بخاری ۱/۷۸ - مسلم ۱/۲۶۵۔ البتہ ایسی جگہ جہاں پردے کا انتظام نہ ہو اور لوگوں کی آمد ورفت نہ ہو وہاں ننگے ہونا جائز ہے۔ ابوداؤد ۲/۶۴-۳

فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ازار کے بغیر پانی میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے: حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ پانی میں بھی مخلوق بستی ہے اوران سے پردہ کرنے کے ہم زیادہ حق دار ہیں۔

پانی میں برہنہ ہونے کی رخصت: ❁ ❁ ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ نے پانی میں برہنہ ہونے کی اجازت دی ہے اور اسے مکروہ خیال نہیں کیا۔ آپ سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ وہ ایک ایسی نہر کے پاس ہے جہاں اسے کوئی انسان نہیں دیکھتا؟ تو کہا مجھے امید ہے کہ اسے برہنہ ہوکر پانی میں نہانے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن بہتر اور درست مسئلہ یہی ہے کہ برہنہ نہ ہو۔

انگوٹھی استعمال کرنا: ❁ ❁ امام ابوداؤدؒ باسند حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے جب بعض اہل عجم کو خط لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپؐ سے کہا گیا کہ عجمی بلا مہر کے خط نہیں پڑھتے۔ لہٰذا آپؐ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ نقش (کندہ) کرالیا۔[۲۰۷] حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ آپؐ کی انگوٹھی اوراس کا نگینہ سب کچھ چاندی کا تھا۔ اورایک روایت میں فرمایا کہ آپ کی انگوٹھی چاندی کی تھی جب کہ نگینہ جستی (سیاہ) تھا۔[۲۰۸] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ایک سونے کی انگوٹھی بنوائی اس کا نگینہ ہتھیلی کے رخ رکھتے اوراس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش کرایا پھر صحابہ نے بھی اپنی انگوٹھیاں سونے کی بنوالیں۔

جب آپؐ نے دیکھا کہ انہوں نے سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں ہیں تو آپؐ نے اپنی انگوٹھی یہ کہتے ہوئے پھینک دی کہ میں اب اسے کبھی نہ پہنوں گا پھر آپؐ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اوراس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش کروایا۔ آپؐ کی وفات کے بعد اس انگوٹھی کو حضرت ابوبکرؓ نے پہنا پھر ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے پہنا اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ نے اسے پہنا حتیٰ کہ وہ اریس نامی کنویں میں گرگئی۔[۲۰۹]

لوہے یا پیتل وغیرہ کی انگوٹھی: ❁ ❁ امام ابوداؤدؒ حضرت عبداللہ بن بریدہؓ سے باسند روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی پیتل کی انگوٹھی پہنے رسول اللہؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا' کیا بات ہے کہ مجھے تجھ سے بتوں کی بو آرہی ہے تو اس نے وہ انگوٹھی اتار پھینکی۔ پھر آیا تو لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا' کیا بات ہے کہ میں تم پر آگ والوں کا زیور دیکھ رہا ہوں۔ اس نے وہ بھی اتار کر پھینک دی اور پوچھنے لگا' یارسول اللہؐ! پھر کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں۔ فرمایا چاندی کی بنوالے لیکن ایک مثقال سے ہلکی ہو۔[۲۱۰]

---

۲۰۷ بخاری ۷/۲۰۱۔ مسلم (۲۰۹۲) ۲۰۸ ایضاً

۲۰۹ بخاری ۷/۲۰۱۔ مسلم (۲۰۹۱) ابوداؤد (۴۲۱۸)

۲۱۰ ابوداؤد (۴۲۱۹) مرد حضرات صرف چاندی کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں اگرچہ اس کا نگینہ ہزاروں روپے کا ہو لیکن سونے یا لوہے پیتل وغیرہ کی انگوٹھی منع ہے البتہ عورت سونا پہن سکتی ہے۔ انگوٹھی دائیں یا بائیں ہاتھ کی چھنگلی اوراس کے ساتھ والی انگلی میں صرف جائز ہے۔ درمیانی انگلی' شہادت والی انگلی (اور انگوٹھے میں) پہننا درست نہیں۔ مسلم (۲۰۷۸)

انگوٹھی کس کس انگلی میں پہنی جا سکتی ہے: ❁ درمیانی اور شہادت والی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ ہے کیونکہ نبیؐ نے حضرت علیؓ کو اس سے منع فرمایا تھا۔[۲۱۱] بہتر اور پسندیدہ یہی ہے کہ انگوٹھی بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں پہنی جائے۔ جیسا کہ ابن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبیؐ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور اس کا نگینہ ہتھیلی کے رخ ہوتا تھا۔[۲۱۲] اور اکثر سلف صالح سے اسی طرح منقول ہے کیونکہ اس کے برعکس کرنا اہل بدعت کی علامت اور شعار ہے' مستحب یہی ہے کہ دائیں ہاتھ سے چیزوں کے لین دین کی وجہ سے انگوٹھی بائیں میں پہنے' اس طرح انگوٹھی اور اس کی لکھائی وغیرہ محفوظ رہے گی۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپؐ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اس حدیث کی بنا پر دایاں ہاتھ اور بایاں ہاتھ دونوں برابر ہیں لیکن ترجیح پہلے قول کو ہے۔

بیت الخلاء اور استنجے کے آداب: ❁ جب بیت الخلا میں داخل ہونے کا ارادہ ہو تو اپنے جسم سے ہر وہ چیز دور کر دے جس پر اللہ کا ذکر ہو مثلاً انگوٹھی اور تعویذ وغیرہ۔[۲۱۳] بیت الخلاء میں پہلے بایاں پاؤں داخل کرے پھر دایاں اور یہ دعا پڑھے۔

بسم اللہ اللّٰھم انّی اعوذبک من الخبث و الخبائث......

شروع اللہ کے نام سے اور میں خبیث جنوں اور جنیوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور پلید و ناپاک اور مردود شیطانوں سے بھی۔ آپؒ فرماتے ہیں: بیت الخلا میں شیاطین حاضر ہوتے ہیں لہٰذا شیطانوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو اور یہ دعا پڑھو "میں گندے' خبیث اور نجس شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔" قضائے حاجت کے وقت سر ڈھانپا ہوا اور جب

---

۲۱۱ ابن ماجہ (۱۷۸۵)   ۲۱۲ ابوداؤد (۴۲۲۷)

۲۱۳ قضائے حاجت کے آداب (۱) انگوٹھی وغیرہ اتارنا جس پر اللہ کا ذکر ہو۔ ابوداؤد۱/ ۵- ابن ماجہ ۱/ ۱۱۰۔ (۲) بایاں پاؤں پہلے رکھنا اور دعا پڑھنا: بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبائِثِ. بخاری ۱/ ۴۷۔ (۳) زمین کے قریب ہو کر کپڑا اٹھانا۔ ابوداؤد ۱/ ۴۔ (۴) بائیں پاؤں پر بیٹھنا۔ المعجم الکبیر ۷/ ۱۶۱۔ (۵) سلام کرے نہ اسے کیا جائے' نہ جواب دے۔ ابن ماجہ ۱/ ۱۲۶- ترمذی مع عارضۃ ۱/ ۱۳۲۔ (۶) گفتگو نہ کرے۔ ابوداؤد ۱/ ۴۔ (۷) نرم جگہ کا انتخاب کرے۔ ابوداؤد ۱/ ۱- احمد ۴/ ۳۹۶۔ (۸) صحرا میں قبلے کی طرف پشت یا رخ نہ کرے۔ بخاری ۱/ ۴۸۔ (۹) لوگوں سے چھپ کر بیٹھے۔ مسلم ۱/ ۲۶۹۔ (۱۰) عام راستے میں' پانی کے گھاٹ میں اور (دیوار یا درخت کے) سائے میں نہ بیٹھے۔ مسلم ۱/ ۲۲۶- ابوداؤد ۱/ ۶۔ (۱۱) کھڑے پانی میں پیشاب پاخانہ نہ کرے۔ مسلم ۱/ ۲۳۵۔ (۱۲) کسی بل (سوراخ) میں پیشاب نہ کرے۔ ابوداؤد ۱/ ۷۔ (۱۳) ذکر و دعا سے گریز کرے۔ ابوداؤد ۱/ ۵- ابن ماجہ ۱/ ۱۱۰۔ (۱۴) بیت الخلاء سے نکلتے ہوئے مسنون دعا پڑھے۔ ابوداؤد ۱/ ۷۔ (۱۵) پتھر یا پانی سے اچھی طرح استنجا کرے۔ بخاری ۱/ ۵۰۔ (۱۶) کم از کم تین ڈھیلے استعمال کرے۔ مسلم ۱/ ۲۲۳۔ (۱۷) دائیں ہاتھ سے شرمگاہ نہ چھوئے نہ ہی دائیں ہاتھ سے مسح کرے۔ بخاری ۱/ ۵۰۔ (۱۸) ذکر کو بائیں ہاتھ سے تین مرتبہ جھاڑ لے۔ مسند احمد ۴/ ۳۴۷۔ (۱۹) لید اور ہڈی سے استنجا نہ کرے۔ مسلم ۱/ ۲۲۳ اس نہی میں خوراک اور پاک اشیاء بھی شامل ہیں اور ناپاک اشیاء بھی شامل ہیں۔ (۲۰) فراغت کے بعد ہاتھ صاف کرے۔ بخاری ۱/ ۳۷

مذکورہ بالا تمام شرائط و آداب صحیح احادیث سے پیش کئے گئے ہیں ان کے علاوہ جو آداب ذکر کئے گئے ہیں وہ غیر مسنون ہیں جیسے ننگے سر بیت الخلا میں جانا' استنجاء کرتے وقت پتھر کو دائیں بائیں اور اوپر نیچے گھمانا' وغیرہ۔ ان کو اسلامی آداب میں اس وقت تک شامل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ سنت سے ثابت نہ ہو جائیں۔

تک زمین کے بالکل قریب نہ ہو اپنا کپڑا نہ کھولے' بیٹھے ہوئے بائیں پاؤں پر سہارا رکھے کیونکہ اس طرح فضلہ بسہولت خارج ہوتا ہے' کسی سے بات چیت نہ کرے' سلام کا جواب نہ دے' بولنے والے کا بھی جواب نہ دے' چھینک آئے تو دل میں ہی الحمدللہ کہہ لے' آسمان کی طرف سر نہ اٹھائے' اپنے یا کسی اور کے بول و براز خارج ہونے پر نہ ہنسے' لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر بیٹھے' مستقل اور نرم جگہ منتخب کرے تاکہ پیشاب کی چھینٹوں سے محفوظ رہے اور کوئی شرمگاہ نہ دیکھے' اگر جگہ سخت ہو یا ہوا چلنے کی وجہ سے گرد وغیرہ سے صاف ہو تو آلۂ تناسل کا منہ زمین کے ساتھ لگا دے۔ اگر کھلے میدان میں ہے تو قبلے کی طرف رخ اور پشت نہ کرے بلکہ اس کے علاوہ دوسرے رخ ہو کر بیٹھے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ سورج اور چاند کی طرف بھی منہ (رخ) کر کے نہ بیٹھے' کسی بل میں پیشاب نہ کرے اور درخت کے نیچے بھی نہ بیٹھے خواہ پھل دار ہو یا غیر پھل دار کیونکہ لوگ درخت کی چھاؤں میں بیٹھتے ہیں کہیں ان کے کپڑے گندے نہ ہو جائیں اور اگر درخت سے پھل گرے تو وہ بھی گندا ہو جائے گا۔ قضائے حاجت کے لئے راستے کے درمیان نہ بیٹھے' پانی کی گھاٹ میں نہ بیٹھے اور نہ ہی کسی دیوار کی آڑ میں کیونکہ ایسا کرنے والا لعنت کا مستحق بن جاتا ہے اور اسی طرح حدیث میں ہے۔

بیت الخلا میں اللہ کا ذکر نہ کرے خواہ قرآن ہو یا غیر قرآن تاکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی عظمت سلامت رہے۔ صرف داخل ہوتے وقت دعائے استعاذہ پڑھے اور فارغ ہو کر یوں کہے: الحمدللّٰہ الّذی اذھب عنّی الاذٰی و عافانی غفرانک تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ سے غلاظت دور کی اور مجھے عافیت دی۔ اے اللہ! تجھ سے ہی بخشش کا طالب ہوں۔ اس جگہ سے ہٹ کر پاک جگہ پر ہو جائے اس جگہ استنجا نہ کرے تاکہ ہاتھوں کو یا جسم اور کپڑوں کو غلاظت وغیرہ نہ لگے' پھر دیکھے کہ اگر پاخانہ مخرج سے منتشر نہیں ہوا اور عام روٹین کے مطابق ہے تو چاہے تو ٹھوس چیز یا پانی سے استنجا کر لے اگر ٹھوس چیز سے استنجا کرے تو ڈھیلوں کو اختیار کرے اور ان کی تعداد کم از کم تین ہو' اس سے قبل وہ ڈھیلے غیر مستعمل اور پاک ہوں' ایک ڈھیلا دائیں ہاتھ میں پکڑے اور سامنے سے ابتدا کرے' بائیں ہاتھ سے آلہ تناسل جڑ سے لے کر سر تک دبائے اور تین مرتبہ جھاڑے تاکہ اگر اس میں کوئی قطرہ وغیرہ ہو تو باہر نکل جائے اسے استبراء کہتے ہیں' بائیں ہاتھ سے آلۂ تناسل پکڑ کر دائیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے ڈھیلے پر رگڑے یہاں تک کہ مخرج خشک ہو جائے۔ اس طرح تینوں پتھروں سے تین مرتبہ یہ عمل دہرائے اگر پتھر نہ ملیں تو تین چھتیڑیں یا ٹھیکریں یا ڈھیلے استعمال کرے یا تین مٹھیاں مٹی لے کر صفائی کرے اگر کچھ بھی نہ ہو تو زمین پر یا دیوار پر تین مرتبہ رگڑ کر صفائی کر لے یہاں تک کہ ہر رگڑ کے بعد خشکی اور صفائی ظاہر ہو۔

اس طرح (قبل) آلۂ تناسل کا استنجا مکمل ہو جائے گا۔ استبراء کرتے ہوئے حشفہ (آلۂ تناسل کا سرا) دبانے سے احتیاط کرے کیونکہ بعض مرتبہ ذکر میں کوئی قطرہ رہ جاتا ہے جو وضو کے بعد خارج ہوتا ہے اور وہ وضو باطل کر دیتا ہے' اس لئے جسے یہ بیماری ہو اسے چاہئے کہ وہ استبراء سے چند قدم چلے اور کھنکارے تاکہ اگر کوئی قطرہ وغیرہ ہو تو وہ نکل جائے۔

دبر کا استنجاء: ❀ ❀ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک پتھر بائیں ہاتھ میں پکڑ کر آگے سے پیچھے تک پونچھتا ہوا چلا جائے پھر اسے

پھینک دے پھر دوسرا پتھر لے اور پیچھے سے آگے تک پونچھتا ہوا لائے پھر اسے پھینک کر تیسرا پتھر پکڑ لے اور اسے دبر کے ارد گرد گھما کر پھینک دے۔ اس سے کفایت ہو جاتی ہے۔ اگر تین ڈھیلوں سے صفائی نہ ہو اس کی نشانی یہ ہے کہ تیسرے ڈھیلے پر مزید تری نظر آئے گی' تو پانچ ڈھیلے استعمال کئے جائیں اگر پانچ سے بھی صفائی نہ ہو تو سات یا پھر نو ڈھیلے استعمال کرے۔ تعداطاق ہی رہے۔ اگر پہلے ایک یا دو سے ہی صفائی ہو جائے تو پھر بھی تیسرا (طاق) ڈھیلا استعمال کرنا ضروری ہے' کیونکہ شریعت میں یہی حکم ہے۔ ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کا ایک اور طریقہ یوں ہے کہ بائیں ہاتھ میں ایک ڈھیلا لے کر مقعد کی دائیں طرف سے پونچھتا ہوا آخر تک لے جائے پھر گھماتا ہوا بائیں طرف سے اسی جگہ لے آئے جہاں سے آغاز کیا تھا۔ پھر دوسرا ڈھیلا بائیں طرف سے شروع کر کے گھماتا ہوا اسی جگہ لے آئے جہاں سے آغاز کیا تھا پھر تیسرا ڈھیلا لے کر خاص مقعد پر درمیان میں رگڑے۔ دونوں طریقے جائز ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے کسی دیہاتی صحابی سے جھگڑا کیا اور کہنے لگا میرا خیال ہے کہ تمہیں قضائے حاجت کا صحیح طریقہ نہیں آتا اس نے جواباً کہا کیوں نہیں؟ میں تو بڑا ماہر اور محتاط ہوں' اس نے کہا وہ کیسے! کہنے لگا میں آبادی سے دور چلا جاتا ہوں' ڈھیلے تیار رکھتا ہوں اور شیح جھاڑی کی اوٹ کی طرف منہ کر لیتا ہوں' ہوا کی طرف پشت رکھتا ہوں ہرن کی طرح دونوں پاؤں پر اقعاء کر کے بیٹھتا ہوں شتر مرغ کی طرح پیٹھ زمین سے بلند رکھتا ہوں۔ [''شیح'' ایک خوشبودار جھاڑی ہے جو عموماً صحراؤں میں پائی جاتی ہے۔ ''اقعاء'' سے یہاں مراد پاؤں کی انگلیوں پر بیٹھنا ہے ''اجفال'' سے مراد سرین کا زمین سے اٹھانا ہے]

پانی سے استنجاء: ۞۞ پانی سے استنجاء کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ سے ذکر پکڑ کر دائیں ہاتھ سے پانی انڈیلو۔ ذکر کو استبراء کرنے' کھنکارنے اور دبانے کے بعد سات مرتبہ دھوئے جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے۔ فقہاء مدینہ نے ذکر کو پستان کے مشابہ قرار دیا ہے کہ جب تک اسے کھینچا جاتا رہے اس سے کچھ نہ کچھ نکلتا ہی رہتا ہے۔ پھر جب ذکر پر پانی پڑ جاتا ہے تو اس سے پیشاب نکلنا رک جاتا ہے۔ مقعد (دبر) کو براہ راست بائیں ہاتھ سے دھویا جائے اور دائیں سے مسلسل پانی ڈالا جائے' دھوتے وقت مقعد ذرا ڈھیلی رکھی جائے اور بائیں ہاتھ سے اس قدر دھوئی جائے کہ اس کی طہارت اور صفائی کا یقین ہو جائے۔ قبل و دبر (آلۂ تناسل اور مقعد) کے اندرونی حصے دھونا ضروری نہیں کیونکہ ہماری شریعت میں یہ معاف ہیں اور نہ ریح (ہوا خارج ہونے) سے استنجاء ضروری ہے۔

افضل وہ استنجاء ہے جس میں ڈھیلے اور پانی دونوں استعمال کئے جائیں اگر ڈھیلوں پر کفایت کی جائے تو بھی کافی ہے۔ مطلق پانی پر اکتفا کرنا اس سے افضل ہے۔[۲۱۴] کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اگر پانی استعمال نہ کیا جائے تو طرح طرح کے وسواس پیدا ہوتے ہیں اسی لیے کہا جاتا ہے کہ شاعر لوگ استنجاء پانی سے نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے جھوٹ اور فحش گوئی کی آمد

۲۱۴ پانی سے استنجا کرنے میں فضیلت ہے۔ ابوداؤد/۱/۱۱- ابن ماجہ/۱/۱۲۸

ہوتی ہے جو گناہ ہے۔ ایسے کلام سے اللہ کی پناہ جو غلاظت اور گندگی کا پھل لائے۔ اگر نجاست تمام حشفہ پر یا دائرہ دبر سے تجاوز کر کے ادھر ادھر پھیل جائے تو پھر پانی کے علاوہ کوئی چیز کفایت نہیں کرے گی جس طرح ران یا سینے وغیرہ پر نجاست لگ جائے تو اس کی طہارت صرف پانی سے ہوتی ہے۔

ڈھیلوں میں کیا کچھ جائز ہے: ۞ ۞ ڈھیلوں میں ہر وہ چیز شامل ہے جو جامد ہو' پاک اور صاف کرنے والی ہو مگر کھائی جانے والی چیز نہ ہو اور کسی جانور کا جزء نہ ہو۔ گوبر اور ہڈی سے بھی استنجاء جائز نہیں کیونکہ یہ جنوں کی خوراک ہے۔ رطوبت والی چیز جو چپک جائے اس سے بھی استنجا جائز نہیں کیونکہ اس سے صفائی نہیں ہوتی بلکہ منتشر ہوتی ہے جیسے کوئلہ' شیشہ اور چکنا پتھر وغیرہ۔

استنجاء کب کیا جائے: ۞ ۞ ریح کے علاوہ قبل و دبر سے خارج ہونے والی ہر چیز سے استنجا کرنا ضروری ہے جیسے بول و براز' کیڑے مکوڑے' سنگریزے' خون' پیپ اور بال وغیرہ۔ ذکر سے پانچ چیزیں خارج ہو سکتی ہیں (١) پیشاب (٢) مذی (سفید پانی جو شہوت انگیز خیالات اور بوس و کنار سے نکلتا ہے) اس کا حکم وہی ہے جو پیشاب کا ہے' اس کے خارج ہونے پر ذکر اور خصیے اچھی طرح دھو لئے جائیں جیسا کہ حضرت علیؓ کی حدیث میں ہے آپؐ نے فرمایا: یہ نر کا پانی ہے اور ہر نر سے پانی نکلتا ہے پس ذکر اور خصیے دھو لئے جائیں اور نماز والے وضو کی طرح وضو کیا جائے۔[٢١٥] (٣) ودی (یہ سفید اور گاڑھا پانی ہے جو پیشاب کے بعد خارج ہوتا ہے) اس کا حکم پیشاب کی طرح ہے۔ (٤) منی' یہ سفید پانی ہے جو جماع یا احتلام کے وقت کود کر نکلتا ہے اگر مرد قوی ہو تو یہ پانی زرد ہو گا اور کثرت جماع سے سرخ ہو جاتا ہے اگر مرد کمزور ہو یا پیدائشی مریض ہو تو یہ پانی پتلا ہوتا ہے۔ منی کی بو ایسے آتی ہے جیسے کھجور کے شگوفے یا خمیرے آٹے سے آتی ہے۔ مشہور روایت کے مطابق منی پاک ہے اور خروج منی سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ عورت کی منی پتلی اور زرد ہوتی ہے۔ (٥) ریح جو دبر کے علاوہ کبھی کبھار قبل سے بھی نکل آتی ہے۔

طہارت کبریٰ:[٢١٦] ۞ ۞ اس کی دو قسمیں ہیں (١) کامل (٢) کافی (١) کامل طہارت میں دل سے حدث اکبر یا جنابت کے زائل کرنے کا ارادہ کرنا' اگر دلی ارادے کے ساتھ زبان سے بھی کہہ لے تو افضل ہو گا۔ پانی استعمال کرتے وقت بسم اللہ پڑھے پھر تین مرتبہ ہاتھ دھوئے اور جسم پر لگی ہوئی گندگی صاف کرے' پاؤں کے علاوہ باقی وضو کرے پھر سر پر پانی کے تین چلو ڈالے اور انہیں بالوں کی جڑوں تک پہنچائے پھر سارے جسم پر تین مرتبہ پانی بہا دے۔ دونوں ہاتھوں سے بدن ملے' بغلوں اور بدن کی سلوٹوں کو تر کرے۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا: اپنے بالوں میں خلال کر کے خوب صفائی کرو کیونکہ ہر بال کے نیچے

---

٢١٥ بخاری ١/٥٥- ابوداؤد ١/ ٢٧ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ منی کے خروج پر غسل واجب ہے جب کہ مذی اور ودی کے خروج پر وضو کیا جائے۔ المغنی ١/٢٣٣

٢١٦ طہارت کبریٰ سے مراد غسل جنابت ہے یہ مرد و عورت ہر ایک پر فرض ہے [بخاری ١/٤٤]

جنابت ہے۔[۲۱۷] غسل کی ابتدا دائیں جانب سے کرے پھر غسل والی جگہ سے قدرے ہٹ کر پاؤں دھولے۔ اثنائے غسل اگر نواقض وضو سے محفوظ رہے تو اسی وضوء سے نماز پڑھ لے اگر وضو ٹوٹ جائے تو نماز کے لئے دوبارہ وضو کرے گا۔

مذکورہ بالہ تمام مسائل کی دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ آپؐ جب غسل جنابت کا ارادہ فرماتے تو سب سے پہلے تین مرتبہ ہاتھ دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں پر چلو ڈالتے پھر کلی کرتے' ناک میں پانی داخل کرتے۔ اپنا چہرہ اور دونوں بازو تین مرتبہ دھوتے پھر اپنے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالتے پھر باقی غسل کرتے جب باہر نکلتے تو اپنے پاؤں دھوتے۔[۲۱۸]

(۲) غسل کافی یہ ہے کہ اپنی شرمگاہ دھوئے' نیت کرے' بسم اللہ پڑھے' کلی کرے' ناک صاف کرے اور تمام جسم دھولے۔ کلی اور ناک کی صفائی طہارت کبریٰ (غسل) میں واجب ہے جب کہ طہارت صغریٰ (وضو) میں دو روایتیں ہیں اور صحیح یہی ہے کہ وضو میں بھی یہ واجب ہیں۔

اس غسل سے نماز ادا کرنا درست نہیں اِلا یہ کہ اس سے پہلے غسل اور وضو کی نیت کرلی ہو۔ نیت کی وجہ سے وضو کے باقی افعال غسل میں پورے ہو جائیں گے اگر نیت نہیں کی تو وضو نہیں جب وضو نہیں تو نماز بھی نہیں۔ جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اس آدمی کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں۔[۲۱۹] طہارت کامل میں پورا وضو کیا جاتا ہے۔ پانی کے استعمال میں اسراف غیر مستحب ہے اور اس میں اعتدال ہی پسندیدہ ہے۔ غسل اور وضو میں پانی کم سے کم استعمال کرنا اسراف کرنے سے افضل ہے اور نبیؐ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ایک مد (600 گرام) پانی سے وضو کیا اور ایک صاع (2.4 کلوگرام) پانی سے غسل کیا۔[۲۲۰]

<u>اعضائے جسم کو دھوتے وقت مستحب اذکار:</u> ❁ ❁[۲۲۱] استنجے سے فارغ ہو کر یہ کہے: اے اللہ! میرا دل شک اور نفاق سے پاک کردے' میری شرمگاہ بے حیائی سے محفوظ فرمادے۔ بسم اللہ پڑھتے وقت یہ کہے: اے اللہ! میں شیطانی وسوسوں اور شیطانوں کے حاضر ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ دونوں ہاتھ دھوتے وقت یہ کہے: اے اللہ! میں تجھ سے خیر و برکت کا سوال کرتا ہوں اور نحوست و ہلاکت سے پناہ مانگتا ہوں۔ کلی کرتے وقت یہ کہے اے اللہ! اپنی کتاب قرآن مجید کی تلاوت اور اپنے ذکر کثیر کی مجھے توفیق عطا فرما۔ ناک میں پانی داخل کرتے وقت یہ کہے: اے اللہ مجھ سے راضی ہو کر مجھے جنت کی خوشبو سنگھادے۔ ناک جھاڑتے وقت یہ کہے: اے اللہ! میں تجھ سے آگ کی بو اور برے گھر سے پناہ مانگتا ہوں۔ چہرہ دھوتے وقت یہ کہے: اے اللہ جس دن تو اپنے دوستوں کے چہرے روشن فرمائے گا میرا چہرہ بھی روشن فرمانا اور جس دن تو اپنے دشمنوں کے چہرے سیاہ کرے گا میرا منہ کالا نہ کرنا۔

---

۲۱۷ ابوداؤد/۱/ ۲۴۸

۲۱۸ بخاری/۱/۲۷۔ مسلم/۱/۲۵۳ غسل جنابت میں پاؤں وضو کے ساتھ دھولینا یا غسل سے فارغ ہو کر دھونا ہر دو طرح منقول ہے۔

۲۱۹ ابوداؤد (۱۰۱) غسل فرض سے قبل اگر وضو کیا ہو تو اسی وضو سے نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

۲۲۰ بخاری/۱/۶۲۔ مسلم/۱/۲۵۹ اعضائے وضو کو زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ دھویا جائے جو اس سے تجاوز کرے وہ ظالم ہے ابوداؤد/۱/ ۳۰

۲۲۱ اثنائے وضو ہر عضو پر دعا مانگنا سنت سے ثابت نہیں البتہ وضو کی ابتدا اور انتہا پر مسنون اذکار منقول ہیں۔

دایاں بازو دھوتے وقت یہ کہے: اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لے کر میرا اعمال نامہ میرے دائیں ہاتھ میں دینا۔ بایاں بازو دھوتے وقت یہ کہے: اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے بائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے سے اعمال نامہ پکڑایا جائے۔ سر کا مسح کرتے ہوئے یہ کہے: اے اللہ! مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے' اپنی برکتیں نچھاور فرما اور جس دن تیرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا' مجھے اپنے عرش تلے سایہ عطا فرما۔ کانوں کا مسح کرتے وقت یہ کہے: اے اللہ! مجھے ان لوگوں کی صف میں شامل فرما جو باتیں سن کر اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں اور نیک لوگوں کے ساتھ مجھے بھی جنت کی ندا سنا دے۔ گردن کا مسح کرتے وقت یہ کہے: اے اللہ! میری گردن جہنم سے آزاد فرما' میں زنجیروں اور طوقوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ دایاں پاؤں دھوتے وقت یہ کہے: اے اللہ! اہل ایمان کے ساتھ میرے قدم بھی پل صراط پر مضبوطی سے جما دے اور بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ کہے: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میرے قدم پل صراط سے پھسلیں جس دن کہ منافقوں کے قدم پھسل جائیں گے۔ وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ کہے:[۲۲۲] اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف تو ہی ہے' اکیلا ہے' تیرا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ تیرے بندے اور رسول ہیں۔

اے اللہ! تو اپنی تعریفات کے ساتھ پاک ہے' تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں' میں نے برے عمل کئے اور اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ میں تجھ سے ہی بخشش اور توبہ کا سوالی ہوں لہٰذا تو مجھے فرما دے' میری طرف رجوع فرما لے' بے شک تو ہی رجوع کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! مجھے بار بار توبہ تائب ہونے والوں میں سے بنا' مجھے پاک صاف لوگوں میں شامل فرما' مجھے صابر و شاکر بنا' مجھے توفیق عطا فرما کہ میں صبح شام تیرا ذکر اور تسبیح کرتا رہوں۔

آداب لباس: ❁ ❁ لباس پانچ طرح کے ہیں (۱) جو ہر شخص پر حرام ہیں (۲) کسی کے لئے تو حرام ہیں جب کہ کسی کے لئے حلال ہیں (۳) مکروہ (۴) مباح (۵) ایسا لباس جس سے پرہیز کیا جائے۔ مطلق حرام وہ لباس ہے جو کسی سے غصباً چھین کر استعمال کیا جائے۔ دوسری قسم کے لباس میں ریشم شامل ہے جو عورتوں کے لئے حلال ہے جب کہ بالغ مردوں کے لئے حرام ہے۔[۲۲۳] چھوٹے بچوں کو ریشمی لباس پہنانا جائز ہے یا نہیں اس میں دونوں طرح کی روایتیں ہیں۔ اسی طرح

---

۲۲۲ سر اٹھا کر دعا مانگنے والی روایت ضعیف ہے (ترمذی ۱/ ۱۷) صحیح روایت کے مطابق سر یا انگلی آسمان کی طرف اٹھائے بغیر یہ دعا پڑھے: (i) اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ. مسلم ۱/ ۲۱۰۔ (ii) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ. ترمذی مع عارضۃ ۱/ ۱۷

۲۲۳ نبیؐ نے خالص ریشمی لباس مردوں کے لئے حرام اور عورتوں کے لئے حلال قرار دیا ہے البتہ چار انگلیوں کے بقدر اگر ریشم سے تزیین کی گئی ہو تو مردوں کے لیے بھی اس کی رخصت موجود ہے۔ بخاری ۷/ ۱۹۳۔ مسلم ۳/ ۱۶۴۳۔ اسی طرح کوئی معذور' بیمار اور خارش زدہ آدمی کے لئے ریشمی لباس کے استعمال کی اجازت ہے۔ بخاری ۴/ ۵۰ صحابہ کرام چھوٹے لڑکوں کو بھی ریشمی لباس نہ پہناتے تھے۔ ابوداؤد ۲/ ۳۷۲۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ریشمی لباس منع ہے اگر کوئی عابد و عاجز بھی یہ لباس پہنے تو وہ گناہ گار ہے اسی طرح اگر کوئی جائز لباس پہن کر فخر' تکبر اور ریاکاری کا اظہار کرے تو وہ بھی گناہ گار ہوگا۔ اسی طرح مطلقاً لباس نہ پہننا یا ایسا لباس پہننا جو ستر نہ چھپائے یا ایسا لباس جو گرمی سردی سے نہ بچائے' گناہ' ظلم اور زیادتی ہے اور قرآن و سنت اور طرز صحابہ کے خلاف ہے۔

مشرکین سے جہاد کرنے والے مجاہدین کے لئے ریشمی لباس استعمال کرنے میں بھی دو طرح کی روایتیں ہیں۔ مکروہ لباس وہ ہے جو اتنا لمبا ہو کہ تکبر اور غرور کی حد تک جا پہنچے۔

اسی طرح وہ لباس بھی مکروہ ہے جس میں سوت اور ریشم کی ملاوٹ ہو اور دونوں کی مقدار کا صحیح اندازہ نہ ہو کہ دونوں آدھے آدھے ہیں یا کم وبیش۔ پانچویں قسم کا لباس وہ ہے جسے پہن کر شہرت حاصل کی جائے اور وہ خاندانی اور شہری روایات کے برعکس ہو۔ بہتر یہی ہے کہ عام لوگوں کا سا لباس پہنا جائے تا کہ لوگ اس کی طرف اشارے اور پھبتیاں نہ کہیں۔ اور غیبت بھی نہ کریں اگر خلاف عادت لباس پہن کر انہیں غیبت پر ابھارنے کا سبب بنے تو خود بھی اس گناہ میں شمار ہو گا۔

واجب یا مندوب لباس: ❁ ❁ لباس کی دو اقسام ہیں (۱) واجب (۲) مندوب۔ واجب کی مزید دو اقسام ہیں ایک کا تعلق اللہ کے حق سے ہے دوسری کا تعلق انسان کے حق سے ہے۔ اللہ کے حق سے تعلق رکھنے والا لباس وہ ہے جو لوگوں سے ستر عورت کا باعث ہو جیسا کہ ستر عورت کے بیان میں ذکر کر آئے ہیں۔ انسان کے حق سے تعلق رکھنے والا لباس وہ ہے جو اسے سردی' گرمی اور ضرر سے بچائے۔ لہٰذا ایسا لباس پہننا واجب ہے اور اس کا چھوڑنا جائز نہیں کیونکہ ایسا لباس نہ پہننے سے ہلاک ہونے کا خدشہ ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا حرام ہے۔

مندوب لباس کی بھی دو اقسام ہیں۔ ایک اللہ کے حق سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں ایک خوبصورت اور بڑی چادر شامل ہے جو لوگوں کے اجتماع یا مجمع میں کندھے ننگے ہونے سے محفوظ رکھتی ہے۔ جیسے عیدین اور جمعہ وغیرہ کا موقع ہے۔ دوسری قسم حقوق الناس سے تعلق رکھتی ہے کہ لوگ قسم قسم کے جائز لباسوں سے آرائش حاصل کریں۔ اس سے لوگوں میں وقار و عزت بڑھتی ہے اور ذلت وحقارت ختم ہوتی ہے۔

مکروہ لباس:[۲۲۴] ❁ ❁ ''اقتعاط'' مکروہ ہے یعنی پگڑی باندھ کر اس کا سرا تھوڑی کے نیچے نہ دبانا' اگر دبا لیا جائے تو اسے ''تلحی'' کہتے ہیں جو کہ مستحب ہے۔ ہر وہ لباس بھی مکروہ ہے جو اہل عرب کے طور اطوار کے خلاف ہو اور اہل عجم کے مشابہ ہو۔ دامن حد سے لمبا رکھنا مکروہ ہے جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کا ازار نصف پنڈلی تک ہے' ٹخنوں اور پنڈلی کے درمیان ساری جگہ مباح ہے البتہ جو ٹخنوں سے بھی نیچے ہو گا وہ جہنم کا ایندھن بنے گا' جو تکبر سے اپنا ازار (ٹخنے سے نیچے رکھ کر) گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ (عن ابی سعید...... ابوداؤد) / نماز میں ''صمّا'' مکروہ ہے یعنی چادر اس طرح اوڑھی جائے کہ چادر کے دونوں کنارے ایک جانب ہوں اور ہاتھ باہر نکالنے کی جگہ باقی نہ رہے۔ اسے صمّا' (گونگی بہری بکل) کہتے ہیں۔

---

۲۲۴ احادیث کے منع کردہ لباس کے علاوہ ہر لباس مخصوص شرائط کے ساتھ پہنا جا سکتا ہے مثلاً وہ لباس ستر ڈھانپنے والا ہو (پینٹ' پائجامہ اگر ستر نہ ڈھانپے تو ممنوع ہے) کسی قوم کے مذہبی شعار پر مشتمل نہ ہو جیسے ٹائی باندھنا (مسلم ۳/ ۱۶۴۷) ٹخنوں سے نیچے نہ ہو بخاری ۷/۱۸۲' صمّاء اور احتباء نہ کیا جائے بخاری ۱/۱۰۲' سدل بھی منع ہے۔ ابوداؤد ۱:۱۰۵' اقعاط امام شعبی کے نزدیک مکروہ ہے۔ العبر ۱/ ۱۲۶

''سدل'' بھی مکروہ ہے۔ سدل یہ ہے کہ وسط چادر سر پر ڈال کر دونوں کنارے پشت پر لٹکا لئے جائیں' یہ یہودیوں کا طرز ہے۔

''احتباء'' بھی مکروہ ہے۔ احتباء یہ ہے کہ دونوں گھٹنے سینے سے لگا کر بیٹھ جائے اور پشت کی طرف سے چادر لا کر دونوں گھٹنوں میں باندھ لی جائے تاکہ چادر پشت کے لئے تکیئے اور ٹیک کا کام دے۔ یہ اس وقت مکروہ ہے جب بدن پر اس کے علاوہ کوئی اور چادر (تہہ بند وغیرہ) نہ ہو' اگر اور کپڑا اس کے نیچے ہو تو کوئی حرج نہیں۔

مردوں کا عورتوں سے اور عورتوں کا مردوں سے مشابہت اختیار کرنا مکروہ ہے کیونکہ ایسا کرنے والے پر آپؐ نے لعنت فرمائی اور وعید سنائی ہے۔

حالت نماز میں ''اقعاء'' بھی مکروہ ہے یعنی پاؤں اٹھا کر ایڑھیوں پر بیٹھنا یا دونوں ٹانگیں کھڑی کر کے سرین پر بیٹھنا کیونکہ آپؐ نے فرمایا: [۲۲۵] یہ کتے کی طرح بیٹھنا ہے جو منع ہے۔ ایسا پھٹا ہوا لباس جس سے جسم نظر آئے مکروہ ہے۔ اگر شرمگاہ نظر آئے تو جان بوجھ کر ایسا لباس پہننے والا فاسق ہے اور اس میں نماز پڑھنا درست نہیں۔ آپؐ نے شلوار کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ''شلوار آدھا لباس ہے۔'' [۲۲۶] مرد حضرات کے لئے شلوار کی زیادہ تاکید ہے۔ شلوار کے پائنچے زیادہ کشادہ رکھنا مکروہ ہے اور تنگ رکھنا بہتر اور افضل ہے کیونکہ اس طرح جسم اچھی طرح چھپ جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! شلوار پہننے والیوں کو بخش دے۔'' [۲۲۷] آپؐ نے یہ بات اس عورت کے بارے میں فرمائی جو چلا کر رو رہی تھی پھر وہ گر پڑی تو آپ نے اپنا منہ پھیر لیا۔ آپؐ سے کہا گیا کہ اس نے شلوار پہنی ہوئی ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ آپؐ نے ''کشادہ پائنچوں والی شلواریں ناپسند فرمائیں۔''

''مخرجہ'' یعنی اتنی کشادہ چادر جو کشادہ ہونے کی وجہ سے پاؤں پر پڑتی ہو' کہا جاتا ہے عیش مخرج' فراخ عیش۔ افضل لباس وہی ہے جو ستر چھپائے۔ رنگوں کے اعتبار سے افضل لباس سفید ہے جیسا کہ آپؐ کا فرمان ہے: ''تمہارے بہترین کپڑے سفید ہیں۔'' [۲۲۸] اور ایک روایت ہے: سفید کپڑے استعمال کرو زندہ حضرات بھی اسے پہنیں اور مردوں کو بھی اس میں کفن دو۔ [۲۲۹] ابن عباس کی روایت میں ہے: اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنو کیونکہ یہ سب سے بہترین کپڑے ہیں اور اس میں اپنے مردے کفناؤ اور تمہارا بہترین سرمہ اثمد ہے جو نگاہ تیز کرتا ہے اور پلکیں اگاتا ہے۔ [۲۳۰]

---

۲۲۵ اقعاء دو طرح کا ہے (۱) ایڑھیوں پر بیٹھنا یہ جائز ہے (۲) ٹانگیں کھڑی کر کے سرین پر بیٹھنا یہ حرام ہے۔ مسلم ۱/۳۸۰

۲۲۶ الموضوعات ۳/۴۵

۲۲۷ الموضوعات ۳/۴۶

۲۲۸ ابن ماجہ (۱۴۷۲)

۲۲۹ نسائی ۸/۲۰۵ ۲۳۰ ابوداؤد (۳۸۷۸)

سونے کے آداب: ❀ ❀ سوتے وقت یہ مستحب ہے کہ مشکیزوں کے تسمے باندھ دو' چراغ بجا دو' دروازے بند کر لو' اگر مخصوص بو والی کوئی چیز کھائی ہے تو منہ خوب صاف کر لو تاکہ کوئی کیڑا مکوڑا حملہ آور نہ ہو' بسم اللہ پڑھ لو اور مندرجہ ذیل دعا پڑھو جیسا کہ براؓ بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہؐ نے فرمایا: جب تم اپنے بستر کا ارادہ کرو تو وضو کر کے سیدھی کروٹ لیٹ جاؤ اور یہ دعا پڑھو: ''اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیرے لئے مطیع کر دیا' میں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا' تجھ پر بھروسہ کر لیا' تیری طرف رغبت اور رھبت (خوب) کا رخ کر لیا' تیرے علاوہ کسی طرف پناہ گاہ اور چھٹکارے کی جگہ نہیں' میں تیری نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا اور تیرے مبعوث کردہ نبی پر ایمان لایا۔ اگر تو اس رات فوت ہو گیا تو فطرت پر فوت ہو گا اور سب سے آخر میں یہ دعا پڑھنا۔''

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سنانے کے لئے یہ دعا دہرائی تو میں نے نبیؐ کی جگہ رسول کا لفظ کہہ دیا تو آپؐ نے کہا نہیں بلکہ نبی کا لفظ پڑھو۔[۲۳۱] حدیث میں مذکور سیدھی کروٹ کے مطابق رخ بھی قبلے کی طرف کرے۔ جیسا کہ قبر میں لٹایا جاتا ہے اگر کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں میں غور و فکر کے لئے پشت پر لیٹ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اوندھا لیٹنا مکروہ ہے۔ اگر ڈراؤنا خواب دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ پناہ مانگتے ہوئے بائیں طرف تھتکارے اور یہ دعا مانگے: اے اللہ! مجھے اچھے خواب دکھا اور برے خواب سے کافی ہو جا۔ آیۃ الکرسی' سورۃ الاخلاص' الفلق' الناس پڑھ لے بشرطیکہ جنبی نہ ہو۔ خواب اس سے بیان کرے جو خیر خواہ ہو' عالم ہو' دانشمند ہو اور خوفناک خواب کسی سے بیان نہ کرے کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔

حضرت ابوقتادہ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے لہٰذا جب کوئی تم میں سے برا خواب دیکھے تو بائیں جانب تین مرتبہ تھوکتے ہوئے اس کی برائی سے پناہ مانگ لے تو یہ برا خواب اسے کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔[۲۳۲]

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں بے شک اللہ کے رسولؐ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کرتے تھے: کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد نبوت سے سچا خواب ہی باقی رہے گا۔[۲۳۳] حضرت عبادہ بن صامتؓ نبیؐ سے بیان کرتے ہیں کہ مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزء ہے۔[۲۳۴]

---

۲۳۱ بخاری ۱/۷۱۔ اس کے علاوہ کوئی بھی مسنون دعا پڑھ سکتا ہے مثلاً (i) اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَأَحْیَا. بخاری ۱۱/ ۹۸ (ii) اَللّٰھُمَّ قِنِی عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ. مسند احمد ۲/ ۲۸۷۔ سونے کے وقت دائیں کروٹ لیٹنا مسنون ہے اس کے علاوہ بائیں کروٹ یا پشت لگا کر لیٹنے میں کوئی حرج نہیں البتہ پیٹ کے بل لیٹنے سے نبیؐ نے ڈانٹا ہے۔ مسند احمد ۳/ ۳۴۰

۲۳۲ بخاری ۱۲/ ۳۴۴۔ خواب تین طرح کا ہوتا ہے (۱) اللہ کی طرف سے (۲) شیطان کی طرف سے (۳) روزمرہ کے وسواس اور خیالات۔ اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے جب کہ خیالات سے پیدا ہونے والے خواب کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔

۲۳۳ بخاری ۱۲/ ۳۵۶

۲۳۴ بخاری ۱۲/ ۳۵۸

جب گھر سے باہر نکلنے کا ارادہ ہو تو وہ کلمات پڑھ لے جو امام شعبیؒ حضرت ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ جب بھی میرے گھر سے روانہ ہوتے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ دعا پڑھتے: ''اے اللہ! میں گمراہ ہونے اور گمراہ کئے جانے سے' پھسلنے یا پھسلائے جانے سے' ظلم کرنے یا ظلم کئے جانے سے' جاہل بننے یا جاہل بنائے جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''[۲۳۵]

صبح شام سورۃ اخلاص اور معوذتین بھی پڑھو اس کے ساتھ یہ مسنون دعا بھی پڑھو۔ اے اللہ! تیری توفیق اور حکم سے ہم صبح کرتے ہیں' شام کرتے ہیں' زندگی پاتے ہیں اور فوت ہوتے ہیں۔

صبح کی دعا میں یہ لفظ زیادہ کرلے ''اور تیری طرف ہی ہمیں زندہ ہو کر آنا ہے۔'' شام کی دعا میں یہ لفظ زیادہ کرلے ''اور تیری طرف ہی ہماری واپسی ہے۔''[۲۳۶]

مزید یہ دعا بھی پڑھو: ''اے اللہ! آج تقسیم ہونے والی ہر بھلائی میں مجھے میرے حصے کے مطابق اپنے عظیم بندوں کی فہرست میں شمار فرما' اس کے بعد جو نور ہدایت ہے اس میں بھی شامل فرما' اپنی پھیلی ہوئی رحمت میں بھی' اپنے کشادہ رزق میں بھی' دور کئے جانے والے نقصانات میں بھی' معاف ہونے والے گناہوں میں بھی' دور کی جانے والی سختیوں میں بھی' دفع کی جانے والی آزمائشوں میں بھی' اس عافیت میں بھی جس کے ساتھ تو اپنی رحمت کا احسان کرتا ہے' بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

مسجد میں داخل ہونے کی دعا: ❁ ❁ جب مسجد میں داخل ہونا چاہو تو پہلے دایاں پھر بایاں پاؤں رکھو اور یہ دعا پڑھو: ''اللہ کے نام سے' سلامتی ہو اللہ کے رسولؐ پر' اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آل پر اپنی رحمتیں نچھاور فرما اور میرے گناہ معاف فرما اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''[۲۳۷] حاضرین مسجد کو سلام کہے اگر مسجد خالی ہو تو یہ کہے: ہم پر ہمارے رب تعالیٰ کی سلامتی ہو۔ مسجد میں دو رکعات ادا کئے بغیر نہ بیٹھے۔ اس کے بعد چاہے تو نوافل ادا کرے چاہے تو ذکر اللہ میں مشغول ہو جائے یا خاموش رہے اور دنیوی باتوں سے گریز کرے' بلا ضرورت گفتگو نہ کرے' جب نماز کا وقت ہو جائے تو سنتیں ادا کر کے جماعت کے ساتھ فرض ادا کرے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلنے کا ارادہ ہو تو پہلے بایاں پاؤں باہر نکالے پھر دایاں اور یہ دعا پڑھے: اللہ کے نام سے اور سلامتی ہو محمدؐ پر' اے اللہ! درود و سلام ہو محمدؐ پر اور ان کی آل پر' میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔[۲۳۸] ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ' ۳۳ مرتبہ الحمد للہ' ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کلّ شیءٍ قدیر

---

۲۳۵ ابوداؤد (۵۰۹۴)

۲۳۶ ترمذی (۳۳۹۱)

۲۳۷ ابن ماجہ (۷۷۱)

۲۳۸ احمد ۶/۲۸۲

پڑھنا مستحب ہے۔[۲۳۹] ہمیشہ باوضو رہنا مستحب ہے۔

جیسا کہ حضرت انسؓ کو نبیؐ نے فرمایا: اپنی زندگی میں ہمیشہ باوضو رہ' دن رات جس قدر ممکن ہو نوافل پڑھ' حفاظت پر مامور فرشتے تجھ سے محبت کریں گے' چاشت کی نماز ادا کر' یہ نماز اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی ہے' جب گھر میں داخل ہو تو انہیں سلام کہو اس سے گھر میں خیر و برکت ہوگی۔ بڑے مسلمانوں کی عزت کر' چھوٹوں پر شفقت کر پس تمہیں جنت میں میرا ساتھ نصیب ہو جائے گا۔'' یہ حدیث بہت سے آداب کی جامع ہے۔

گھر میں آنا' حلال کمائی اور خلوت: ۞ ۞ جب اپنے گھر میں داخل ہونے کا ارادہ کرو تو پہلے کھنکارو اور کہو: ہم پر ہمارے رب کی سلامتی ہو جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ جب مؤمن اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دروازے پر دو فرشتے مامور کر دیتا ہے جو اس کے مال اور اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہیں جب کہ ابلیس (۷۰) ستر شیاطین متعین کرتا ہے۔ جب مؤمن اپنے دروازے پر پہنچتا ہے تو فرشتے دعا کرتے ہیں' اے اللہ! اگر یہ حلال کمائی کے ساتھ آیا ہے تو اسے توفیق بخش' پھر جب کھنکارتا ہے تو فرشتے قریب آ جاتے ہیں اور شیاطین بھاگ جاتے ہیں پھر جب السلام علینا من ربنا کہتا ہے تو شیاطین چھپ جاتے ہیں اور فرشتے اس کے دائیں اور بائیں کھڑے ہو جاتے ہیں پھر جب بسم اللہ کہہ کر اندر داخل ہوتا ہے تو شیاطین واپس ہو جاتے ہیں اور فرشتے اس کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتے ہیں' اس کے لئے ہر چیز کو حسین و خوبصورت بنا دیتے ہیں اور اس دن اور رات کی زندگی اس کے لئے پاکیزہ بنا دیتے ہیں۔ جب مؤمن بیٹھ جاتا ہے تو دونوں فرشتے اس کے سرہانے کھڑے ہو جاتے ہیں' پھر جب تک اس دن اور رات میں وہ اپنے گھر میں رہ کر کھاتا پیتا ہے وہ حلال اور طیب ہوتا ہے اور وہ خوش و خرم رہتا ہے۔ لیکن اگر مذکورہ باتوں کو پورا نہیں کرتا تو فرشتے چلے جاتے ہیں اور شیاطین اس کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہ اس کے لئے گھر کی ہر چیز بدصورت بنا کر دکھاتے ہیں' گھر والوں سے بری باتیں سنواتے ہیں حتیٰ کہ اس کے اور اس کے اہل و عیال میں دین میں فساد پیدا کرنے والی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں' اگر کنوارہ ہو تو اس پر شیاطین اونگھ اور سستی مسلط کر دیتے ہیں جب سوتا ہے تو مردہ لاش کی طرح سوتا ہے اور جب بیدار ہوتا ہے تو اس چیز کی آرزو کرتا جو اسے نفع نہیں دیتی اور اس کا نفس پلید رہتا ہے اور شیاطین اس کا کھانا پینا اور سونا جاگنا سب کچھ تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

کسب معاش: ۞ ۞ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: جس نے حلال روزی اس لئے کمائی کہ سوال کرنے سے بچے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اور ہمسائے پر بھی مہربانی کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کا چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح درخشاں ہوگا اور جس نے دنیا حلال طریقے سے کمائی لیکن مقصد فخر و تکبر اور ریاکاری ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا''[۲۴۰]

---

۲۳۹ مسلم (۵۹۷)

۲۴۰ ابن ابی شیبہ ۷/۱۶۔ اسلام ایک معتدل دین ہے۔ اسلام نہ تو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ دنیا کو ترک کر کے جنگلوں اور صحراؤں میں خیمے ☜

ثابت البنانیؒ فرماتے ہیں' مجھے خبر پہنچی کہ عافیت دس چیزوں میں ہے جن میں سے نو کا تعلق کسب معاش میں ہے اور ایک کا عبادت سے۔

حضرت جابرؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے اور جو سوال سے کنارہ کشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بچا لیتا ہے' جو بے نیازی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز بنا دیتے ہیں' اگر تم میں سے کوئی رسی لے کر اس وادی میں جائے اور لکڑیاں جمع کر کے بازار میں لا کر ایک مد کھجوروں کے عوض فروخت کرے تو یہ اس کے لئے مانگنے سے بہتر ہے کہ پھر بھی لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔[۲۴۱]

یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص اپنے لئے سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس پر فقر کے ستر (۷۰) دروازے کھول دیتے ہیں۔[۲۴۲] آپؐ سے یہ بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مؤمن کاریگر صاحب عیال کو پسند کرتا ہے اور تندرست فارغ رہنے والے کو ناپسند کرتا ہے جو نہ دنیا کے کام میں مشغول ہو نہ آخرت کے کام میں۔[۲۴۳] مروی ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اللہ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی ہنر سکھا دیا جائے کہ میں ہاتھ سے کمائی کر سکوں تو اللہ تعالیٰ نے لوہا آپ کے ہاتھ میں نرم بنا دیا گویا کہ لوہا آپ کے ہاتھ میں موم اور آٹے کی طرح ہو جاتا اور آپ اس سے زرہیں بنا کر بیچتے اور اپنے گھر والوں کا خرچ چلاتے تھے۔ آپ کے فرزند حضرت سلیمانؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اے پروردگار! تو نے مجھے ایسی بادشاہی عطا کی ہے جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں عطا کی اور میں نے تجھ سے دعا کی کہ آئندہ بھی ایسی بادشاہی کسی کو عطا نہ کرنا' تو نے میری دعا قبول فرمائی' اب اگر میں تیرا شکر ادا کرنے میں کمی کوتاہی کروں تو مجھے ایسا بندہ بتا دیجئے جو مجھ سے بڑھ کر آپ کا شکر گذار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ اے سلیمان! جو آدمی اپنے ہاتھ سے کمائی کرے تاکہ اپنا پیٹ بھرے' بھوک دور کرے' اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور میری عبادت میں مشغول ہو جائے وہ تجھ سے زیادہ میرا شکر گذار بندہ ہے۔ سلیمان کہنے لگے' اے اللہ! مجھے بھی کوئی پیشہ سکھا دے کہ میں اپنے ہاتھ کی کمائی کھاؤں تو حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو کھجور کے پتوں سے ٹوکریاں بُننے کا فن سکھا دیا تو سب سے پہلے ٹوکریاں (زنبیلیں) بننے والے حضرت سلیمانؑ ہی ہیں۔

بعض حکماء سے منقول ہے کہ دین و دنیا چار طرح کے لوگوں سے قائم ہے۔ (۱) علماء (۲) امراء (۳) مجاہدین

لے لگ لئے جائیں نہ ہی اس بات کو روا رکھتا ہے کہ انسان احکام الٰہیہ سے غافل ہو کر دنیا میں ڈوب جائے۔ اعتدال یہ ہے کہ دنیا میں عبادات کے ساتھ اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے کمائی بھی کی جائے لیکن اپنی آمدن اور مال و دولت کے ساتھ تکبر' ریاکاری اور فخر و مباہات سے گریز کیا جائے۔ اس مفہوم کی حدیث بخاری ۳/۲۶۵ میں بھی ہے۔

۲۴۱ بخاری ۳/۲۶۵- احمد ۲/۴۱۸

۲۴۲ الاتحاف ۵/۴۱۷

۲۴۳ العلل المتناھیۃ ۲/۹۹

(۴) کاریگر۔ امراء چرواہوں کی طرح ہیں جو اللہ کی مخلوق پر نگران ہیں۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں جو لوگوں کو آخرت کا راستہ دکھاتے ہیں اور لوگ ان کی اقتداء کرتے ہیں۔ مجاہدین زمین پر اللہ کا لشکر ہے جو کفار کی بیخ کنی کرتا ہے۔ کاریگر اللہ کے امین ہیں' لوگوں کی مصلحت اور دنیا کی آبادی انہی سے ہے۔ اگر چرواہے بھیڑیئے بن جائیں تو بکریوں کی حفاظت کون کرے گا؟ اگر علماء علم چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہو جائیں تو لوگ کس کی اقتداء کریں گے؟ اگر مجاہدین اپنے گھوڑوں پر فخر و تکبر اور مال کی حرص میں سوار ہو کر نکلیں تو وہ دشمن پر کیسے فتح پائیں گے؟ اگر کاریگر خیانت کرنے لگیں تو لوگ ان پر کیسے اعتبار کریں گے؟ اگر تاجر میں یہ تین اوصاف نہ ہوں تو وہ دنیا اور آخرت میں محتاج رہے گا (۱) زبان کو جھوٹ' بے ہودگی اور قسم کھانے سے محفوظ رکھے (۲) اپنا دل دوست اور پڑوسی کے لئے حسد و بغض سے صاف رکھے (۳) تین باتوں پر ہمیشگی کرے (i) جمعہ اور جماعت میں شرکت کرے (ii) دن رات میں کچھ وقت علم کے لئے نکالے (iii) اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہر رضا پر ترجیح دے۔

خبردار! رزق حرام سے بچو کیونکہ مشہور ہے کہ جب بندہ حرام کی کمائی سے بسم اللہ کہتے ہوئے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے تو شیطان کہتا ہے: کھا' تیری کمائی میں میں بھی شریک تھا اور اب تجھ سے جدا نہیں ہو سکتا بلکہ ہر حال میں تیرے ساتھ کھاتا پیتا رہوں گا۔ اس لئے شیطان ہر حرام کمائی والے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے شیطان!) لوگوں کے مال واولاد میں شریک ہو جا اور ان سے جھوٹے وعدے کر۔[۲۴۴]

مال سے مراد حرام مال ہے اور اولاد سے مراد زنا کی اولاد ہے جیسا کہ تفاسیر میں منقول ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپؐ سے روایت کرتے ہیں: جو آدمی حرام کماتا ہے اور اس سے صدقہ کرتا ہے اس کا اجر نہیں ملتا' جو کچھ اس سے خرچ کرتا ہے وہ بے برکت رہتا ہے اور جو کچھ اس سے چھوڑ مرتا ہے وہ اس کے لئے جہنم کا زاد راہ بنتا ہے۔[۲۴۵]

بالاختصار' حرام سے وہی بچ سکتا ہے جسے اپنے گوشت اور خون سے محبت ہو اور وہ ان دونوں کے حق میں خوف رکھے لہٰذا آدمی کا دین اس کا گوشت اور خون ہے پس وہ حرام اور اہل حرام سے کنارہ کشی اختیار کرے اور ان کا کھانا پینا استعمال نہ کرے۔ کوئی دوسرے کو حرام کے گر نہ سکھائے ورنہ گناہ میں برابر ہوگا' تقویٰ پر ہی دین موقوف ہے اور یہی عبادات کو قائم رکھنے والا اور امر آخرت کی تکمیل کرنے والا ہے۔

---

۲۴۴ [بنی اسرائیل: ۶۴] مال میں شیطان کی مشارکت کا مطلب یہ ہے کہ مال حرام ذریعے سے کمایا جائے اور حرام طریقے سے خرچ کیا جائے اسی طرح غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز بھی اس میں شامل ہے۔ اولاد میں شیطان کی شرکت کا مطلب ہے کہ زنا کیا جائے' عبداللات عبدالعزی غیر اللہ سے منسوب نام رکھے جائیں' بچوں کی غیر اسلامی تربیت کی جائے اسی طرح بیوی سے ہمبستری کے وقت مسنون دعا نہ پڑھی جائے تو شیطان بھی شامل ہو جاتا ہے۔

۲۴۵ احمد ۱/ ۳۸۷

گوشہ نشینی: ۲۴۶ گوشہ نشینی کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ یہ عبادت ہے اسے اختیار کرو۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ مؤمن وہ ہے جو اپنے گھر میں بیٹھتا ہے۔ مزید فرمایا کہ لوگوں میں بہترین وہ ہے جو الگ تھلگ رہے اور لوگ اس کی برائی سے محفوظ رہیں۔ بعض روایات میں آپؐ سے منقول ہے کہ غریب وہ ہے جو اپنے دین کے ساتھ (تحفظ کے لئے) بھاگ جاتا ہے۔

بعض اہل سلف جیسا کہ بشر الحافی ہے' سے منقول ہے کہ یہ زمانہ خاموشی اور گوشہ نشینی کا ہے۔ ''جب حضرت سعدؓ اپنے عقیق والے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے بازار میں آنا جانا اور لوگوں سے ملنا جلنا کیوں ترک کر دیا ہے؟ جواب دیا کہ میں نے بازاروں میں بیہودگی اور مجالس میں لہو ولعب دیکھا تو گھر میں گوشہ نشینی ہی کو عافیت خیال کیا۔'' وہیب بن ورد فرماتے ہیں کہ میں پچاس سال تک لوگوں میں رہا لیکن کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا کہ جو میری غلطی سے درگذر کرتا یا میرے عیب چھپاتا یا غصے میں مجھے معاف کرتا البتہ ہر شخص خواہش پرست ہی تھا۔ شعبی فرماتے ہیں کہ لوگ ایک طویل عرصے تک دین کے مطابق چلتے رہے پھر دین رخصت ہو گیا تو طویل عرصے تک مروت سے زندگی گذارتے رہے حتی کہ وہ بھی ختم ہو گئی تو شرم وحیا کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے یہاں تک کہ وہ بھی رخصت ہو گئی' پھر خوف ورجا کا دور آ گیا' میرا خیال ہے کہ اس کے بعد اس سے بھی خطرناک دور آئے گا۔

---

۲۴۶ گوشہ نشینی اور خلوت کو قرآن مجید نے رھبانیت کے نام سے ذکر کیا ہے۔ رھبانیت کا جامع مفہوم ترک دنیا ہے یعنی دنیا' اہل دنیا اور دنیا کے ساز وسامان حتی کہ جائز ضروریات کو بھی چھوڑ کر جنگلوں میں چلہ کشی اور گیان دھیان کی زندگی گذارنا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی مذہب میں بھی اس کی اجازت نہیں دی۔ البتہ عیسائیوں نے اپنی مرضی اور خواہش کی بنا پر اس بدعت کو جاری کیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ [انہوں نے اس بدعت کو از خود جاری کر لیا اور ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا پھر وہ اس رھبانیت پر پورا نہ اتر سکے' ان میں سے اہل ایمان کو ہم نے ان کا اجر دیا جب کہ ان کے اکثریت نافرمان ہی تھی] (الحدید: ۲۷) عیسائیوں کی ابتدائے رھبانیت کی وجوہات میں سے دو وجوہات قابل ذکر ہیں (۱) مقدس اور نیک خواہشات۔ دین میں فساد اور بگاڑ کی ابتدا ہمیشہ مقدس خیالات اور غلو ومبالغہ آرائی سے ہوئی جیسا کہ عیسائی دنیا کو ترک کر کے جنگلوں میں کٹیا بنا کر رہنے لگے تاکہ زیادہ سے زیادہ رب کی عبادت کے لئے فراغت حاصل کریں اور رب کو راضی کر لیں (اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰه) کا یہی مفہوم ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس طرز زندگی کو ناپسند کیا ہے۔ (۲) دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ عیسیٰؑ کے بعد ایسے بادشاہ ہوئے جنہوں نے تورات اور انجیل میں تبدیلی کر دی' جسے ایک جماعت نے قبول نہ کیا اور بادشاہوں کے ڈر سے پہاڑوں اور غاروں میں پناہ لے لی اور یہ ان کی مجبوری تھی اس لئے رھبانیت کی بنیاد اضطرار اور مجبوری پر تھی لیکن ان کے بعد آنے والے بہت سے لوگ اپنے بزرگوں کی اندھی تقلید میں اس ''شہر بدری'' کو عبادت کا طریقہ سمجھ بیٹھے اور اس کے لیے علائق دنیا سے انقطاع کو ضروری قرار دے لیا اسی کو قرآن مجید میں ابتداع (بدعت) یعنی از خود گھڑ لینا قرار دیا گیا ہے۔

نبیؐ نے اپنی امت کو سختی کے ساتھ رھبانیت سے منع کرتے ہوئے فرمایا: اپنی جانوں پر سختی نہ کرو کیونکہ ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کر دی' اس قوم کے باقی ماندہ گرجوں اور خانقاہوں میں ہیں (پھر آپؐ نے مذکورہ آیت پڑھی کہ) رھبانیت کو انہوں نے خود ہی ایجاد کر لیا تھا ہم نے حکم نہیں دیا تھا۔ ابوداؤد (۴۸۹۶)

حکیم فرماتے ہیں کہ عبادت کے دس حصے ہیں نو حصے خاموشی میں اور ایک گوشہ نشینی میں ہے۔ میں اپنے نفس کو بہلا پھسلا کر خاموشی پر آمادہ کرتا رہا لیکن کامیاب نہ ہوسکا آخرکار گوشہ نشینی اختیار کرلی اور اسی کی برکت سے خاموشی کے نو حصے بھی حاصل کرلئے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ قبر بہترین واعظ ہے' کتاب افضل ترین مونس ہے اور گوشہ نشینی سے زیادہ کسی چیز میں سلامتی نہیں۔

بشر بن حارث فرماتے ہیں کہ حصول علم کا مقصد دنیا سے بھاگنا ہے نہ کہ اسے اختیار کرنا۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ اللہ کے رسولؐ سے پوچھا گیا کہ ہمارے لئے بہترین ہم نشین کون ہے؟ جواب دیا: جسے دیکھ کر اللہ یاد آجائے' اس کا علم تمہارے اندر آخرت کی لگن پیدا کردے اور اس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے۔ حضرت عیسیٰؑ فرمایا کرتے تھے: اے ساتھیو! نافرمانوں سے بغض رکھتے ہوئے اللہ کی محبت حاصل کرو' ان سے دور رہ کر اللہ کا قرب تلاش کرو اور ان سے ناراض ہو کر اللہ کی رضا چاہو۔

اگر میل جول کے بغیر گذارہ نہیں تو اہل علم سے میل جول رکھو کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے: علماء کے ساتھ ہم نشینی عبادت ہے۔ دل کو غور و فکر کا' جسم کو صبر و تحمل کا' اور آنکھوں کو اللہ کے خوف سے رونے کا عادی بناؤ اور کل کی روزی کی فکر نہ کرو کہ یہ اعمال نامے میں درج ہونے والا گناہ ہے اور مساجد میں آمد و رفت بڑھاؤ کیونکہ مساجد کو آباد رکھنے والے اللہ والے ہوتے ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے جو کثرت سے مساجد میں آمد و رفت رکھے تو گویا اس نے دعائے مغفرت کرنے والا ایک بھائی' ایک منتظر رحمت' ہدایت کی طرف راہنمائی کرنے والا ایک ھادی' ہلاکت سے بچانے والا ساتھی' نوادر معلومات اور اللہ کے خوف اور محبت سے گناہوں کی چھوٹ حاصل ہوجاتی ہے۔ انسان کتنی ہی گوشہ نشینی اختیار کرلے اسے ہماری شریعت میں جمعہ اور نماز باجماعت سے غیر حاضری کی گنجائش نہیں اس لئے انہیں چھوڑنا روا نہیں اگر ہمیشہ جمعہ چھوڑے رکھے تو کافر قرار پائے گا کیونکہ نبیؐ کا ارشاد ہے: جس نے تین جمعے بغیر عذر شرعی کے چھوڑ دیئے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر (کفر کی) مہر لگادے گا۔

حدیث جابرؓ میں ہے: ''لوگوں جان لو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض کردیا ہے اور یہ میری اس جگہ' اس مہینے اور اس سال سے لے کر تا قیامت فرض ہے' جس نے اسے عادل و ظالم امام کی موجودگی میں حقیر اور معمولی سمجھتے ہوئے چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بکھرے کام یکجا نہیں کرے گا' اس کا کام پورا نہیں کرے گا' خبردار! اس کی نماز قبول نہیں' اس کی زکاۃ' حج اور روزہ قبول نہیں الا یہ کہ توبہ کرلے اور جو توبہ کرے اللہ بھی اس کی طرف رجوع کرلیتا ہے۔'' علاوہ ازیں ترک جمعہ میں اللہ کی منادی کی توہین بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! جب روز جمعہ نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرو'' اور جو شخص اللہ اور اس کے حکم کی اہانت کا مرتکب ہو وہ کافر ہے' اس پر توبہ کرنا اور تجدید اسلام ضروری ہے اور جو اللہ کی طرف توبہ کرے اللہ بھی اسی کی طرف رجوع فرماتا ہے۔ شرعی عذر کے علاوہ جمعہ چھوڑنا جائز نہیں۔ کہا گیا ہے کہ گوشہ نشینی میں لوگوں سے اس حد تک تعلق رکھو کہ وہ تم پر طعن و تشنیع نہ کرسکیں اور جماعتی زندگی بھی قائم رہے۔ لہٰذا گوشہ نشین

لوگوں سے علیحدہ رہنے کی ہرممکنہ کوشش بھی کرے اور دینی کاموں میں تعاون کرنے والوں سے ملاقات بھی رکھے۔ گوشہ نشینی کا سب سے بڑا فائدہ جھوٹ وغیرہ سے تحفظ ہے کیونکہ دو آدمی جھوٹی سچی باتیں کریں گے ان کے اکٹھے ہونے سے گناہوں کا ڈر بھی ہے' قتل و فساد کا خوف بھی ہے۔ لہٰذا ان تمام گناہوں سے بچنے کا راستہ خلوت و تنہائی ہے۔

آداب سفر: ❀ ❀ اگر کوئی حج' عمرہ' جہاد' تبدیلی گھر یا کسی اور ضرورت کے لئے سفر کرنا چاہے تو پہلے دو رکعت نفل ادا کرے' دعا مانگے اور پھر سفر پر روانہ ہو جائے۔ دو رکعت ادا کرتے ہی یہ دعا مانگ لے:[۲۴۷] اے اللہ! خیر و برکت کی جگہ پر خیر و عافیت سے پہنچا اور اپنی بخشش اور رضامندی عطا فرما' تیرے ہی ہاتھ میں تمام بھلائیاں ہیں اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! سفر میں میرا معاون بن جا' اہل و عیال اور اموال کا محافظ بن جا' اے اللہ! سفر آسان فرما اور ہمارے لئے ہر مسافت لپیٹ دے۔ اے اللہ! میں سفر کی مشقت' واپسی کی مصیبت اور اہل و عیال اور اموال میں برے منظر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ جمعرات' ہفتہ اور سوموار کی صبح کو سفر کرنا مستحب ہے۔ جب سواری پر بیٹھ جائے تو یہ دعا پڑھے: پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے اس سواری کو مسخر فرما دیا ورنہ ہم اس پر قادر نہ تھے اور ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جائیں گے۔ سفر سے واپسی پر دو رکعات نفل پڑھ کر یہ دعا مانگے: ہم واپس آنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں' اپنے رب کی عبادت کرنے والے ہیں اور اس کی حمد و ثنا بیان کرنے والے ہیں۔ آپ ؐ سے اسی طرح منقول ہے۔[۲۴۸]

سفر کا کوئی قائد موجود ہو تو خود قائد بننے کی کوشش نہ کرے اور اگر لوگوں کو پڑاؤ کے مقامات بتانے والا رہبر موجود ہو تو خود ان مقامات کی طرف اشارہ نہ کرے۔ سفر میں خاموش رہے' اچھا ساتھ نبھائے' رفقائے سفر کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے' فضولیات سے گریز کرے' عین راستے پر اور گھاٹ پر پڑاؤ نہ کرے کیونکہ یہ سانپوں اور درندوں کے ٹھکانے ہیں اس لئے ان سے دور رہے اور راستے میں قیام کرنا بھی مکروہ ہے۔

سفر عرف عام کے مطابق ہو' مسافر بری عادتیں ترک کرے' اچھی عادات اختیار کرے' خواہش نفس کو اللہ کی رضا پر قربان کر دے' تقویٰ اختیار کرے۔ شہر سے روانہ ہونے سے پہلے اپنے مخالفین کو راضی کر لے۔ اسی طرح والدین' دادا' نانا' چچا' خالہ سب کو راضی کرے۔ اہل و عیال کے لئے قدر کفایت خرچ چھوڑ جائے یا انہیں بھی اپنے ساتھ لے جائے۔

---

۲۴۷ انسان کو مختلف ضروریات کی بنا پر چھوٹا بڑا سفر کرنا پڑتا ہے خواہ دنیاوی ضروریات ہوں یا دینی مقاصد (حج' جہاد وغیرہ) حج کے سفر سے قبل دو رکعات نفل مسنون ہیں اس کے علاوہ آپ ؐ بغیر نماز کے بھی سفر کے لئے نکلتے رہے ہیں۔ البتہ ہر سفر کی واپسی پر آپ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نفل ادا کرتے۔

۲۴۸ آپ ؐ جب سواری پر سوار ہو جاتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّالَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْن اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُکَ فِی سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُم هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرنَا هٰذَا وَاطْوِلَنَا بُعْدَهٗ اَللّٰهُم اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ وَکَابَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ. اور واپسی پر آپ ؐ یہ دعا پڑھتے اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ. بخاری ۹/۳

سفر امورِ عبادت کے لئے ہو جیسے حج، روضہ رسول یا کسی بزرگ کی زیارت، مقاماتِ مقدسہ کی زیارت وغیرہ۔ یا مباح امور کے لئے ہو جیسے تجارت یا عبادات خمسہ کے علاوہ علم ہے۔ عبادات (ارکان) خمسہ کا علم فرض ہے اور اس کے علاوہ علم مباح ہے۔ اس کی فضیلت بھی ہے اور اسے فرض کفایہ بھی کہا گیا ہے۔

رفقائے سفر سے خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آئے، مخالفت نہ کرے، لڑائی جھگڑا نہ کرے، دوسروں کی خدمت بجالائے، سخت ضرورت کے علاوہ اپنی خدمت کسی سے نہ کرائے اور دورانِ سفر باوضو رہنے کی کوشش کرے۔

آدابِ سفر میں یہ بھی شامل ہے کہ اگر کوئی دوست تھک جائے تو اس کے ساتھ ٹھہر جائے، کوئی پیاسا ہو تو پانی پلائے، خود ڈانٹنے میں نرمی کرے، دوسرا طیش میں ہو تو اس کی خاطر و مدارت کرے، وہ سویا ہو تو اس کے مال کی حفاظت کرے، کسی کے پاس زادِ راہ ختم ہو جائے تو اسے ترجیح دے، اس وقت تک خیر خواہی کرے کہ اس کے لئے کشادگی ہو جائے، اس سے علیحدگی اختیار نہ کرے، اس سے کوئی چیز نہ چھپائے، اس کا راز فشا نہ کرے، پس پردہ اس کی اچھائی کرے، اس کی غیبت کرنے والے کو روکے، احباب کے پاس اس کی اچھائی ذکر کرے، عیب جوئی نہ کرے، نہ ہی اس کی شکایت کرے، اس کی ایذا برداشت کرلے، اسے اچھا مشورہ دے، اس سے تعارف کرلے، اگر عالی مرتبہ ہو تو اس کی اتباع کرے حتیٰ کہ احباب بھی جان لیں، اگر وہ تمہارے تابع ہو تو اس کے ذاتی عیب ازراہِ اصلاح اسے بتادے، زجر و توبیخ سے کام نہ لے، جن چیزوں سے خوف ہو ان سے اللہ کی پناہ مانگ لے۔

جب کسی جگہ پر پڑاؤ کرے یا سونے کا ارادہ ہو تو یہ دعا پڑھ لے: میں اللہ سے اور اس کے تمام کلمات سے جن سے کوئی عابد و فاجر تجاوز نہیں کرسکتا، پناہ مانگتا ہوں، اس کے تمام اسمائے حسنیٰ جنہیں میں جانتا ہوں یا نہیں جانتا، اس کی پیدا شدہ بکھری ہوئی مخلوق کے شر سے، لیل و نہار کی آزمائش سے، دن رات کو آنے والے سے اِلا یہ کہ وہ تیری طرف سے کوئی خبر لائے، میں پناہ مانگتا ہوں اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے! ہر جانور جس کی پیشانی تیرے قبضے میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔[۲۴۹]

سواریوں کے گلوں اور ہاتھ پاؤں میں گھنٹیاں نہ باندھو کیونکہ آپؐ نے فرمایا: ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہے۔[۲۵۰] ایک اور حدیث نبویؐ ہے: جس جماعت میں گھنٹی ہو وہاں فرشتے نہیں ہوتے۔[۲۵۱] سفر میں لاٹھی رکھنا مستحب ہے اس لئے حتی الوسع لاٹھی رکھنا چاہئے۔ جیسا کہ میمون بن مہران ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں: لاٹھی رکھنا انبیاء کی سنت اور اہل ایمان کی علامت

---

۲۴۹ احمد ۳/۴۱۹۔ جب آپؐ کسی منزل پر پڑاؤ ڈالتے تو یہ دعا پڑھتے: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اور فرمایا جو آدمی پڑاؤ کے وقت یہ دعا پڑھ لے تو اس منزل سے کوچ کرنے تک کوئی چیز اسے نقصان نہ پہنچائے گی۔ مسلم (۲۷۰۸) واضح رہے کہ مسنون دعا صرف اسی قدر ہے۔

۲۵۰ ابوداؤد (۴۲۳۰)

۲۵۱ مسلم (۲۱۱۳)

ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ لاٹھی رکھنے میں چھ صفات ہیں (۱) انبیاء کی سنت ہے (۲) صلحاء کی زینت ہے (۳) دشمنوں کے خلاف اسلحہ ہے جیسے سانپ کتے وغیرہ (۴) کمزوروں کا سہارا ہے (۵) منافقوں کے لئے باعث ذلت ہے (۶) نیکیوں میں باعث اضافہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جس مؤمن کے پاس لاٹھی ہو اس سے شیطان دور بھاگتا ہے اور منافق و فاجر اس سے ڈرتے ہیں' نماز کے وقت سترے کا کام دیتی ہے اور تھکاوٹ کے وقت طاقت پہنچاتی ہے۔ اس میں اور بھی بہت سے فوائد ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کے قصے میں ارشاد ربانی ہے: یہ میری لاٹھی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں' بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور میرے لئے اس میں اور بھی فوائد ہیں۔[۲۵۲]

خصی کرنے کا بیان: ❁❁ کسی جانور یا غلام کو خصی کرنا جائز نہیں۔[۲۵۳] حرب اور ابوطالب کی روایت میں امام احمد نے اس کی صراحت فرمائی (اسی طرح چہرے کو داغنا بھی جائز نہیں) نبیؐ نے ہر نسل والے چوپائے کو خصی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ والی حدیث میں ہے اور حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں ''آپؐ نے چہرہ داغنے سے منع فرمایا ہے[۲۵۴] البتہ کان داغنے کی اجازت دی ہے۔'' اگر کسی کو ضرورت ہو کہ میرا جانور گلے میں مل جائے گا اور پہچاننا مشکل ہوگا تو وہ چہرے کے علاوہ ران اور کوہان کو داغ سکتا ہے۔

مسجد کی صفائی: ❁❁ مساجد میں کوڑا کرکٹ پھیلانا جائز نہیں۔ اسی طرح کوئی کام کرنا درزی کا' موچی کا' صنعت کا یا خرید و فروخت وغیرہ کرنا بھی جائز نہیں۔ ذکر اللہ کے علاوہ آواز بلند کرنا بھی درست نہیں۔ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اس کا کفارہ اسے دفن کرنا (صاف کرنا) ہے۔ مسجد کو نقش و نگار اور زعفران وغیرہ سے مزین و آراستہ کرنا مکروہ ہے۔ چونا' سیمنٹ اور مٹی کی لیپ جائز ہے۔ معتکف اور مسافر کے علاوہ مسجد کو گھر اور رہائش گاہ بنانا مکروہ ہے جیسا کہ آپؐ نے بنی عبدالقیس کے وفد کو اور بنو ثقیف کے وفد کو مسجد میں ٹھہرایا تھا۔

مساجد میں اشعار اور قصائد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ بیہودگی' فحاشی اور مسلمانوں کی دل آزاری سے مبرا ہوں لیکن ان سے گریز کرنا ہی بہتر ہے۔ زہد و تقویٰ' دل کو نرم کرنے' آخرت کا شوق دلانے اور خوف الٰہی پر مشتمل اشعار کثرت سے پڑھنا جائز ہیں۔ البتہ ان سے بھی افضل یہ ہے کہ تلاوت قرآن اور ذکر و اذکار کئے جائیں کیونکہ مساجد کا قیام اللہ کے ذکر اور عبادت کے لئے ہے۔ اس لئے اس کے علاوہ کام نامناسب ہیں۔ مسجد سے مٹی اٹھانا مکروہ ہے جب کہ گندگی اور کوڑا کرکٹ نکالنا مستحب ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے' آپؐ نے فرمایا کہ یہ حسین حوروں کا حق مہر ہے۔[۲۵۵]

---

۲۵۲ [سورۃ طٰہٰ:۱۸]

۲۵۳ نبیؐ سے خصی جانور کی قربانی کرنا ثابت ہے۔ احمد ۶/ ۱۳۶۔ البتہ بلاوجہ نسل کشی کرتے ہوئے جانور کو خصی کرنا حرام ہے۔

۲۵۴ مسلم (۲۱۱۷) ترمذی (۱۷۱۰)

۲۵۵ الموضوعات ۳/ ۲۵۴

بچوں اور پاگلوں کا مسجد میں داخلہ مکروہ ہے۔ جنبی کے لئے مسجد میں سے گزر جانے میں کوئی حرج نہیں' حائضہ عورت مسجد میں نہ جائے کیونکہ اس سے مسجد کے گندہ ہونے کا خدشہ ہے۔ اگر جنبی کسی ضرورت کے لئے مسجد میں جانا چاہے تو وضو کر کے بقدر غسل مسجد میں ٹھہر سکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جنابت کا تیمّم بھی کر لے۔ اسی طرح اگر پانی مسجد کے کنویں ہی سے دستیاب ہو تو تیمّم کر کے کنویں تک چلا جائے پھر وہاں پہنچ کر غسل کر لے۔

اشعار اور آوازوں کا بیان:[۲۵۶] ❁ فحش اور لغو باتوں سے پاک اشعار پڑھنے سے پیدا ہونے والا لحن (ترنم) دو قسموں پر مشتمل ہے (۱) مباح (۲) حرام۔ مباح وہ ہے جو چھچھورے پن سے پاک ہو ورنہ حرام ہے۔ جو لہو و لعب پر مبنی ہو وہ منع ہے خواہ چھچھورا پن ہو یا نہ ہو۔ اگر کمینگی ہو تو دو وجہ سے ممانعت ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید کو گویئے جیسی ترنم اور لہجے سے پڑھنا مکروہ ہے تا کہ اس کی شان اور عظمت پر زد نہ آئے۔ اس طرح پڑھنے میں اصول و قواعد چھوڑنے پڑتے ہیں جیسا کہ مد اور ہمزے کو گرا دینا' غیر مد میں مد کر دینا اور مد والی جگہ پر مد نہ کرنا اور بلا وجہ حروف کا ادغام کرنا۔

قرآن حکیم کا نتیجہ اور غرض و غایت خشیت الٰہی ہے' اس کے مواعظ سن کر ڈرنا' اس کے دلائل و واقعات سے عبرت پکڑنا اور اس کے وعدوں کی طرف شوق و ذوق پیدا کرنا ہے۔ اگر قرآن کو راگ میں گا کر پڑھا جائے تو یہ تمام مقاصد فوت ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''[ایمان والے تو وہ لوگ ہیں کہ جن کے دل اللہ کے ذکر سے دھل جاتے ہیں جب آیات کی تلاوت سنتے ہیں تو ان کے ایمان بڑھ جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔[۲۵۷]]'' ''[کیا وہ قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے۔]''[۲۵۸] ''[تا کہ لوگ اس کی آیات پر غور و فکر کریں۔]''[۲۵۹] ''[جب وہ اس چیز کو سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کی گئی ہے تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی آنکھیں حق کو پہچاننے کی وجہ سے آنسوں بہا ئیں گی۔]''[۲۶۰]

اگر سریلی آواز سے قرآن پڑھا جائے تو یہ خوف الٰہی اور انسان کے درمیان رکاوٹ بن جاتی ہے لہٰذا یہ مکروہ ہے۔

حربی کفار کی طرف قرآن لے کر سفر نہ کیا جائے مبادا کہ قرآن ان کے ہاتھ لگ جائے اور وہ اس کی بے ادبی کریں۔

---

۲۵۶ قرآن مجید کو خوش الحانی' طرز اور عربی لہجے میں پڑھنا مستحب ہے بلکہ اس کے ساتھ قواعد کا خیال رکھتے ہوئے الفاظ کو صحیح اعراب اور مخارج سے پڑھنا فرض ہے۔ آپؐ نے فرمایا جس نے طرز سے قرآن نہ پڑھا وہ ہم میں سے نہیں۔ بخاری (۷۵۲۷) البتہ تلاوت میں تجوید و قراءت کے اصول کی مخالفت کرنا اور ایسا سر لگانا جیسا کہ گویئے اور قوال لگاتے ہیں' منع ہے۔

۲۵۷ [الانفال:۲]

۲۵۸ [النساء:۸۲]

۲۵۹ [ص:۲۹]

۲۶۰ [المائدۃ:۸۳]

اجنبی جوان عورت کی آواز کی طرف کان نہ لگاؤ کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے: ''مردوں کے لئے سبحان اللہ کہنا اور عورت کے لئے تالی بجانا ہے۔''[۲۶۱] یہ اس وقت ہے جب نماز میں کوئی حادثہ (غلطی) پیش آئے۔ لہٰذا اشعار، غزلیں، شہوت انگیز امور جیسے عاشق و معشوق کے تذکرے، محبت بھری ہیجان انگیز گفتگو، طبیعت کو ابھارنے والی باتیں کہ جنہیں سن کر طبیعت حرام کی طرف مائل ہو یہ تمام چیزیں کسی کے لئے جائز نہیں۔ اگر کوئی یہ دلیل دے کہ میں راگ و گانا وغیرہ اس لئے سنتا ہوں کہ اپنی حقیقی محبت الٰہی کو بڑھاؤں جو اس کی بخشش کا باعث ہے تو ہم اسے جھوٹا کہیں گے۔ کیونکہ شریعت نے کسی طرح بھی راگ اور باجے گاجے کی اجازت نہیں دی اگر کسی کے لئے کوئی گنجائش ہوتی تو انبیاء اس کے زیادہ حق دار تھے۔ اگر یہ عذر مان لیا جائے تو پھر گانے سننا بھی جائز ہو جائے گا کیونکہ وہ بھی یہ عذر کریں گے کہ انہیں سننے سے ہم وجد میں نہیں آتے۔ شرابی بھی عذر کریں گے کہ ہم پر نشہ نہیں آتا۔ اگر کوئی شرابی یہ کہے کہ شراب پی کر مجھ سے حرام قول و فعل سے بچنا میری عادت ہے تو اس کے لئے شراب جائز نہیں ہو جائے گی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں خوبصورت نازک اندام بچوں اور حسین و جمیل اجنبی دوشیزاؤں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتا ہوں تو اس کا یہ عذر قبول نہ ہوگا بلکہ ہم کہیں گے کہ یہ عمل ترک کرنا واجب ہے اور عبرت کے لئے اور بہت سی چیزیں موجود ہیں۔

یہ حیلہ سازی وہی اختیار کرتا ہے جو ان کا عذر بنا کر حرام کا ارتکاب کرتا ہے یہ قبولیت اور توجہ کے لائق نہیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''(اے نبی!) ایمان والوں کے لئے فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ زیادہ طہارت کا ذریعہ ہے۔'' لہٰذا جو آدمی یہ دعویٰ کرے میری نظر پاک ہے وہ قرآن کو جھٹلاتا ہے۔ میت پر آہ و بکاہ اور نوحہ خوانی مکروہ ہے البتہ آنکھ سے رونا جائز ہے۔[۲۶۲]

کن جانوروں کو مارنا جائز یا ناجائز ہے: ❀❀ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں سانپ دیکھے تو تین مرتبہ مخاطب ہو کر اسے وارننگ دے کہ یہاں سے نکل جا پھر بھی نہ جائے تو اسے مار ڈالے۔ جنگلی سانپ کو بلا وارننگ مارنا جائز ہے۔ اسی طرح چھوٹی دم والا جو دم کٹا معلوم ہو اور وہ سانپ جس کی پشت پر سیاہ خط ہو یا دونوں آنکھوں کے درمیان چند سیاہ بال ہوں بلا وارننگ مار ڈالے۔ وارننگ دینے کا طریقہ یہ ہے: سلامتی سے ہمیں ایذا دیئے بغیر چلا جا۔ آپؐ سے اس مسئلہ میں گھریلو سانپ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''اگر تم اپنے گھروں میں کوئی سانپ دیکھو تو اسے کہو۔

میں تمہیں اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو حضرت نوحؑ اور حضرت سلیمانؑ نے تم سے لیا ہے کہ تم ہمیں اذیت نہ پہنچانا اس کے

---

۲۶۱ بخاری ۲/۸۰

۲۶۲ کچھ لوگ حرام کاری اور حرام خوری کے لئے مختلف حیلے اور عذر وضع کر لیتے ہیں جس طرح کہا جاتا ہے کہ موسیقی روح کی غذا ہے، پردہ تو دل میں ہوتا ہے، خوبصورت مرد لڑکوں اور عورتوں کو دیکھ کر اللہ کی قدرت یاد دلاتے ہیں وغیرہ وغیرہ شیخ صاحب نے پرزور تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ عذر لنگ حرام کاری کے لئے ہے اور اسلام میں ایسے حیلوں کی کوئی گنجائش نہیں جو قرآن و سنت کے دلائل سے متعارض ہوں۔

بعد اگر پھر نظر آئیں تو انہیں مار ڈالو۔'' [۲۶۳] عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: تمام سانپ مار ڈالو اور جوان کے انتقام سے خوف رکھے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ [۲۶۴] حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ بے شک اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: ہر قسم کا سانپ' دو خط یا نقطے والے سانپ اور دم بریدہ سانپ مار ڈالو کیونکہ وہ اندھا کر دیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں۔ [۲۶۵] سالم فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ جو سانپ دیکھتے مار ڈالتے تھے۔ ایک دن ابولبابہؓ نے دیکھ لیا کہ آپ سانپ مارنا چاہتے ہیں تو فرمایا کہ رسول اللہؐ نے گھریلو سانپ مارنے سے منع فرمایا ہے۔ [۲۶۶]

گھریلو سانپ مارنے کی دلیل ابو سائبؓ کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ دریں اثنا تخت کے نیچے سرسراہٹ محسوس ہوئی' دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ سانپ ہے' میں گھبرا کر کھڑا ہو گیا' ابو سعید نے پوچھا کیا ہوا؟ میں نے کہا سانپ ہے' پوچھا پھر کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا مارنا چاہتا ہوں تو ابو سعید نے اپنے گھر کے سامنے والے گوشے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں میرا ایک بھتیجا رہا کرتا تھا' اس نے جنگ احزاب کے روز اپنے گھر جانے کی اجازت مانگی' اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی' آپ نے اجازت دے دی اور تاکید کی کہ اسلحہ ساتھ رکھے' وہ گھر آتا ہے تو دیکھتا ہے کہ دلہن دروازے کے باہر کھڑی ہے۔

یہ دیکھ غیرت میں آ کر اس کی طرف نیزہ بڑھایا' عورت نے کہا جلدی نہ کر گھر میں جا کر دیکھ تو لو کہ کس چیز نے مجھے باہر نکالا ہے چنانچہ وہ گھر میں داخل ہوا تو ایک بدشکل سانپ دیکھا' اس نے سانپ کو نیزے سے چھیدا اور باہر لے آیا' سانپ نیزے میں چھیدا ہوا پھڑ پھڑا رہا تھا' ابو سعید فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں سانپ پہلے مرا یا وہ آدمی؟ اس کی قوم کے لوگ رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپؐ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے زندہ کر کے واپس لوٹا دیں' آپ نے فرمایا اب اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہو۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا: مدینے میں ایک جنوں کی جماعت نے اسلام قبول کیا ہے اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو اسے تین مرتبہ ڈراؤ لیکن اگر پھر بھی وہ ظاہر ہو تو اسے قتل کر ڈالو۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ اسے تین مرتبہ وارننگ دو اگر پھر بھی ظاہر ہو تو اسے مار ڈالو کہ وہ شیطان ہے۔ [۲۶۷] گرگٹ (چھپکلی) مارنا بھی جائز ہے جیسا کہ عامر بن سعید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبیؐ نے گرگٹ مارنے کا حکم دیا اور اسے نافرمان کہا۔ [۲۶۸]

حضرت ابو ہریرہؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ (گرگٹ مارنے والے کو) پہلی ضرب میں ستر (۷۰) نیکیاں ملیں گی

---

۲۶۳ ابوداؤد (۵۲۶۰)
۲۶۴ ابوداؤد (۵۲۴۹)
۲۶۵ بخاری ۴/۱۵۴
۲۶۶ احمد ۲/۹
۲۶۷ ابوداؤد (۵۲۵۷)
۲۶۸ بخاری (۳۳۰۶)

یعنی جو پہلی ہی ضرب میں اسے قتل کر ڈالے اس کے لے ستر نیکیاں ہیں۔[۲۶۹] چیونٹیاں اگر ایذا نہ پہنچائیں تو انہیں مارنا مکروہ ہے جیسا کہ ابو ہریرۃؓ نبیؐ سے بیان کرتے ہیں' ایک چیونٹی نے ایک نبی کو کاٹا تو ان کے حکم سے تمام چیونٹیوں کے گھر جلا دیئے گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تجھے تو ایک چیونٹی نے کاٹا اور تو نے ان کی ایک پوری جماعت ہلاک کر ڈالی جو میری تسبیح بیان کرتی تھی۔[۲۷۰] مینڈک مارنا بھی مکروہ ہے۔

جیسا کہ عبدالرحمٰن بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہؐ سے دوا کے لئے استعمال کئے جانے والے مینڈک کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے مینڈک کے قتل کرنے سے منع کر دیا۔[۲۷۱] جن جانوروں کو مارنا جائز ہے انہیں آگ لگانا مکروہ ہے جیسے جوں' پسو' مچھر' چیونٹی وغیرہ کیونکہ آپؐ نے فرمایا: آگ کے ساتھ آگ کا خالق ہی عذاب دینے کا حق دار ہے۔[۲۷۲] ہر موذی جانور کو مارنا جائز ہے اگرچہ اس نے فی الحال ایذا نہ پہنچائی ہو مگر اس کی طبیعت میں ایذا دینا ودیعت ہے جیسے وہ خطرناک سانپ جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور بچھو' کاٹنے والا کتا اور چوہا وغیرہ۔ اسی طرح سیاہ فام کتا ہے کیونکہ وہ شیطان ہوتا ہے۔[۲۷۳] اگر کوئی جانور پیاسا ہو تو اسے پانی پلا دے جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے ہر ذی روح میں اجر و ثواب ہے۔[۲۷۴] بشرطیکہ وہ جانور موذی نہ ہو کیونکہ موذی جانور کو سیراب کرنے سے اس کی نشو ونما ہو گی اور اس کے خاصۂ اذیت میں اضافہ ہو گا' جو کہ جائز نہیں۔ کتے کو گھر میں رکھنا اور پرورش کرنا تین صورتوں کے علاوہ جائز نہیں (۱) کھیت کھلیان کی حفاظت کے لئے (۲) شکار کے لئے (۳) ریوڑ کی حفاظت کے لئے۔ کاٹنے والے کتے کو گھر میں چھوڑ رکھنا ایک قول کے مطابق جائز ہے دوسرے قول کے مطابق اس کا قتل واجب ہے تاکہ لوگ اس کی ایذا سے محفوظ رہیں۔ حدیث نبویؐ ہے: جو شخص شکار اور ریوڑ کی حفاظت کے علاوہ کتا رکھے تو روزانہ اس کا دو قیراط اجر کم ہوتا رہتا ہے۔[۲۷۵]

چوپائے کو طاقت سے زیادہ استعمال کرنا جائز نہیں جیسا کہ بار برداری' زراعت اور سفر میں خوب استعمال کرنا اور بقدر کفایت چارہ نہ دینا۔ جو کوئی جانوروں پر اس طرح کا ظلم کرے گا وہ گناہ گار ہو گا۔ اسی طرح بہت زیادہ کھلانا بھی مکروہ ہے جیسا کہ لوگ جانور کو موٹا کرنے کے لئے جبراً کھلاتے ہیں۔ پچھنے لگا کر اجرت کھانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں خفت اور کمینگی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ پچھنے لگانے والے کی کمائی گندی ہے۔[۲۷۶] ہمارے بعض اصحاب تو اسے حرام قرار دیتے ہیں کیونکہ امام احمدؒ سے یہ روایت منقول ہے۔

---

۲۶۹ مسلم/السلام (۱۴۶) اس حدیث میں ۱۰۰ نیکیوں کا ذکر ہے۔
۲۷۰ مسلم (۱۷۵۹)
۲۷۱ مسند احمد ۳/۴۵۳
۲۷۲ بخاری ۲/۱۰۵
۲۷۳ مسلم/المساقاۃ (۴۷)
۲۷۴ احمد ۲/۲۲۲
۲۷۵ بخاری ۷/۱۱۲
۲۷۶ مسلم/المساقاۃ (۴۱)

اطاعت والدین: ❀ ❀ والدین کی اطاعت واجب ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: اگر تمہاری زندگی میں والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں ''اف'' بھی نہ کہو اور نہ ہی جھڑکو البتہ انہیں عزت وتکریم سے مخاطب کرو۔[۲۷۷] ایک اور ارشاد ہے: اور دنیا میں ان کا اچھی طرح ساتھ دو۔[۲۷۸] ارشاد باری تعالیٰ ہے: میرا اور اپنے والدین کا شکر کرو اور میری طرف تمہارا لوٹ کر آنا ہے۔[۲۷۹] حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے: جس نے والدین کو ناراض کر کے صبح کی تو اس حال میں صبح کی کہ اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھول دیئے گئے اور جس نے والدین کو ناراض کر کے شام کی تو اس حال میں شام کی کہ اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھول دیئے گئے اگر ایک کو ناراض کیا تو ایک دروازہ کھلا پھر تین مرتبہ فرمایا کہ اگرچہ والدین نے اس پر ظلم ہی کیا ہو۔[۲۸۰] ابن عمرؓ آپؐ سے روایت کرتے ہیں:

والدین کی رضا میں رب کی رضا ہے اور والدین کی ناراضگی میں رب کی ناراضگی ہے۔[۲۸۱] ایک اور روایت میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپؐ کے پاس آ کر عرض کی میں جہاد میں شامل ہونا چاہتا ہوں' پوچھا کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ کہا جی ہاں' فرمایا انہیں میں تیرے جہاد (کا ثواب) ہے۔[۲۸۲]

اطاعت والدین کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں ضروریات زندگی فراہم کرو' حتی الوسع ان کی تکالیف دور کرو' بچوں جیسی ان کی خاطر و مدارت کرو' ان سے منہ نہ بناؤ' بیزاری کا اظہار نہ کرو' ان کی ضروریات سے تنگی اور کج روی کا احساس نہ کرو' کثرت نوافل کی جگہ زیادہ وقت ان کی خدمت میں صرف کرو' ہر نماز کے بعد ان کے لئے دعا مغفرت کرو' انہیں صدمہ نہ پہنچاؤ' ان کی ایذا برداشت کرلو' ان کی باتوں پر ترش اور ترخ جواب نہ دو' ان کی آواز سے آواز بلند نہ کرو' ادب واحترام کرو' شرعی احکامات میں ان کی خلاف ورزی نہ کرو' البتہ ان کی خلاف شرع بات نہ مانو جیسے اسلامی حج' پنجگانہ نماز' زکوٰۃ' کفارہ' نذر وغیرہ کو ترک کرنا اسی طرح والدین کا وہ حکم نہ مانو جن سے حرام کاموں کا ارتکاب لازم آئے جیسے زنا' شراب' قتل' تہمت' ڈاکہ' چوری وغیرہ کیونکہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: اگر والدین تمہیں شرک پر آمادہ کریں جس کا تمہیں علم نہیں تو ان کا حکم نہ مانو اور دنیا میں معروف طریقے سے ان کا ساتھ نبھاؤ۔

اس حدیث اور آیت کے عموم سے یہ حکم ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ کی بغاوت اور عدم اطاعت کا حکم دے اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ ابوطالب کی روایت کے مطابق امام احمدؒ سے کسی ایسے شخص کے بارے میں فتوی طلب کیا گیا جسے اس کے والدین نماز باجماعت سے منع کرتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ فرائض کے ترک میں والدین کی اطاعت نہیں کی

---

۲۷۷ بنی اسرائیل:۲۳
۲۷۸ لقمان:۱۰
۲۷۹ لقمان:۱۴
۲۸۰ الاتحاف ۶/۳۱۴
۲۸۱ ترمذی(۱۸۹۹)
۲۸۲ ترمذی(۱۶۷۱)

جائے گی۔ البتہ ترک نوافل میں ان کی اطاعت جائز بلکہ افضل ہے۔ اطاعت والدین میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان لوگوں سے تعلقات استوار رکھے جائیں جن سے والدین کے تعلقات ہوا کرتے تھے اور ان سے تعلقات قطع کیے جائیں جن سے انہوں نے قطع کیے تھے۔ جس طرح اپنے حق میں غصے کا اظہار کرتے ہو اسی طرح دوسروں کے خلاف اپنے والدین کے حق میں غصے کا اظہار کیا جائے۔ اگر کبھی والدین پر غصہ آ جائے تو اپنے بچپن کو' پرورش کو' ان کے راتوں کے جاگنے کو اور ان کی تکالیف کو یاد کرو اور فرمان الٰہی یاد کرو: ''کہ ان کے لئے عزت و تکریم سے گفتگو کرو'' اگر اس کے باوجود تمہارا غصہ فرو نہ ہو تو جان لو کہ تم بدنصیب اور اللہ کے غضب کے مستحق ہو۔ اگر ایسی نافرمانی سرزد ہو جائے تو غصہ ٹھنڈا ہونے پر خلوص دل سے اللہ سے معافی مانگو۔ والدین کی عدم اجازت سے کوئی غیر واجب سفر اختیار نہ کرو۔ جب ان کی اجازت سے تم پر کوئی سفر متعین ہو جائے تو سفر کی تیاری کرو۔ اپنی طرف سے انہیں کوئی دکھ نہ پہنچاؤ حالانکہ تمہاری وجہ سے تو غیروں کو بھی انہیں تکلیف پہنچانے سے روک دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے: اس بندے پر اللہ کی لعنت مسلط ہو جو ماں اور اس کی اولاد میں جدائی ڈالے۔ اگر کہیں سے کھانے پینے کی چیزیں میسر آئیں تو دلی خوشی سے عمدہ ترین چیزیں ان کی خدمت میں پیش کر دو کیونکہ ایک لمبا زمانہ انہوں نے تمہیں ترجیح دی' خود بھوکے رہ کر تمہارا پیٹ بھرا' خود بیدار رہ کر تمہیں سلایا' عمل کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔ انشاء اللہ۔

<u>مستحب و مکروہ کنیتیں اور نام</u>: ❀ ❀ لوگوں کو روک دیا گیا تھا کہ وہ اپنے بچوں کا نام یا کنیت نبیؐ کے نام پر رکھیں سوائے آپ کی کنیت کے۔ دونوں میں سے ایک کا اختیار تھا۔ ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک نام یا کنیت مطلقاً دونوں ممنوع ہیں اور دوسری روایت کے مطابق دونوں جائز ہیں۔ نبیؐ کی کنیت کے علاوہ آپ کے نام جیسا نام رکھنے کی دلیل حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: میرے نام جیسا نام رکھ لو لیکن کنیت نہیں۔[۲۸۳] نام اور کنیت دونوں اکٹھے رکھنے کی دلیل حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک عورت نبیؐ کے پاس آ کر کہنے لگی' اے اللہ کے رسول! میرے ہاں بچہ ہوا اور میں نے اس کا نام محمد جب کہ کنیت ابو القاسم رکھ دی لیکن مجھے علم ہوا کہ آپؐ اسے ناپسند کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: وہ کون ہے جس نے میرا نام حلال کر دیا اور میری کنیت حرام کر دی یا کون ہے جس نے میری کنیت حلال اور نام حرام کر دیا۔[۲۸۴] ابو یحیٰی اور ابو عیسیٰ کنیت رکھنا مکروہ ہے۔ غلاموں کے نام افلح' نجاح' یسار' نافع' رباح' برکۃ' برہ' حزن اور عاصیہ وغیرہ رکھنا مکروہ ہیں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:[۲۸۵] اگر میں (مزید) زندہ رہا تو غلاموں کے نام یسار' رباح' برکت' نجاح یا افلح رکھنے سے منع کر دوں گا۔

---

۲۸۳ بخاری ۳۸/۱

۲۸۴ ابوداؤد (۴۹۶۸)

۲۸۵ مسلم (۲۱۳۷) یہ ممانعت آپ کی زندگی میں تھی اب محمد اور ابو القاسم وغیرہ نام رکھے جا سکتے ہیں۔

وہ القاب اور اسماء مکروہ ہیں جو اللہ کے ناموں کے مقابل ہوں جیسے مالک الملک' شہنشاہ وغیرہ کیونکہ ایسے نام اہل فارس (آتش پرست) رکھتے ہیں۔ اسی طرح وہ نام جو اللہ کے شایان شان ہیں' انسان کے لئے مکروہ ہیں جیسے قدوس' الٰہ' خالق' مھیمن۔[۲۸۶] ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور ان (مشرکین) نے اللہ کے شریک بنا لئے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان کے نام (بھی) رکھ لو۔[۲۸۷] بعض مفسرین کہتے ہیں یعنی میرے ناموں کے مطابق ان کے نام رکھواور پھر دیکھو کہ وہ ان ناموں کے قابل ہیں؟ ہر انسان پر حرام ہے کہ وہ اپنے بھائی یا غلام کو ایسے لقب سے پکارے جو اسے ناپسند ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے ''اور برے القاب سے نہ پکارو۔''[۲۸۸] اور اس عمل کو فسق قرار دیا۔ مستحب یہ ہے کہ اپنے بھائی کو اس کے بہترین نام سے پکارا جائے۔

غصہ دور کرنے کا طریقہ: ❀ ❀ غصے میں آیا ہوا شخص اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے' بیٹھا ہے تو لیٹ جائے' اگر ٹھنڈے پانی سے ہاتھ دھولے تو غصہ جاتا رہے گا جیسا کہ حضرت حسنؓ آپؐ سے بیان کرتے ہیں کہ غصہ ایک چنگاری ہے جو انسان کے دل میں بھڑک اٹھتی ہے لہٰذا جب کوئی غصے میں آ جائے تو اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہے تو ٹیک لگا لے۔[۲۸۹]

کوئی آدمی بلا اجازت ایسی مجلس میں نہ بیٹھے جو اپنے راز و نیاز میں مصروف ہوں کیونکہ آپؐ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ دھوپ اور چھاؤں (مکس) میں بیٹھنا مکروہ ہے اور بیٹھے ہوئے لوگوں میں لیٹنا مکروہ ہے۔ بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر بیٹھا بھی مکروہ ہے۔[۲۹۰]

مجلس سے اٹھتے وقت کفارہ مجلس کی دعا پڑھنا مستحب ہے اور وہ دعا یہ ہے۔ اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ' تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں' میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔[۲۹۱] قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا مکروہ ہے۔ قبرستان میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: اے اللہ! ان بوسیدہ اور گلی سڑی ہڈیوں کے رب جو دنیا سے ایمان کی حالت میں رخصت ہوئیں' اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آل پر اپنی رحمتیں' راحتیں اور میرا اسلام بھیج اور پھر

---

۲۸۶ عبداللہ اور عبدالرحمٰن یہ دو نام اللہ کو سب ناموں سے زیادہ پسند ہیں۔ لفظ ''اللہ'' رب العالمین کا ذاتی اسم ہے باقی تمام نام اللہ کے صفاتی نام ہیں۔ ہر وہ نام منع ہے جس میں (i) اللہ کے ساتھ شرک ہوتا ہو جیسے عبدالشمس وغیرہ (ii) جس میں کبریائی پائی جائے مثلاً ملک الملوک' شہنشاہ وغیرہ (iii) جس میں زیادہ پاکیزگی ہو مثلاً افلح' برکت وغیرہ (iv) جس میں بگاڑ اور قباحت ہو مثلاً شیطان' عاصیہ وغیرہ۔ (v) جو اللہ تعالیٰ ہی کے شایان شان ہو مثلاً خالق' اقدس وغیرہ۔

۲۸۷ (الرعد:۳۳)

۲۸۸ [الحجرت:۱۱]

۲۸۹ احمد ۱۹/۳

۲۹۰ احمد ۳۸۸/۴

۲۹۱ مسند احمد ۴۹۴/۲

یہ کہے: اے مسلمانوں کے گھر! السلام علیکم، ہم بھی تم سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ اور اسی طرح احادیث میں مروی ہے۔[۲۹۲] جب کسی قبر کی زیارت کرے تو اس پر ہاتھ نہ رکھے نہ ہی اسے بوسہ دے کیونکہ یہ یہودیوں کی عادت ہے اور اس پر نہ بیٹھے، نہ اس کے ساتھ ٹیک لگائے، نہ اس پر چلے سوائے مجبوری کے۔ قبر کے سامنے اس طرح کھڑا ہو جیسے اس کی زندگی میں اس کے سامنے کھڑا ہوتا تھا اور اس کا احترام کرتا تھا۔ گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص اور دوسری سورتیں پڑھ کر اس کا ثواب صاحب قبر کو بخشے اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس طرح کہے: اے اللہ! اگر ان سورتوں کی تلاوت کے اجر کا میں مستحق بنا ہوں تو یہ ثواب اس قبر والے کو مل جائے۔[۲۹۳]

پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی ضرورت کا سوال کرے۔ قبرستان میں کوئی ہڈی نہ توڑے نہ اسے ٹھوکر مارے اگر مجبوراً ایسا ہو جائے تو صاحب قبر کے لئے استغفار کرے۔ بری فال لینا مکروہ ہے اچھی فال میں کوئی حرج نہیں۔ ہر شخص سے تواضع و انکساری سے پیش آنا مستحب ہے اسی طرح بزرگوں کی عزت کرنا، بچوں پر شفقت کرنا اور ان کی غلطیوں سے درگذر کرنا مستحب ہے لیکن ان کی تعلیم و تربیت متاثر نہ ہو۔

نبیؐ کے علاوہ کسی اور پر درود پڑھنا: ❁ ❁ آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس طرح کسی شخص پر درود بھیجے: ''تجھ پر درود و سلام ہو، فلاں ابن فلاں پر درود و سلام ہو۔'' کیونکہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا: آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔'' نبیؐ نے کہا: اے اللہ! آل ابی اوفیٰ پر رحمتیں نچھاور فرما۔[۲۹۴]

ذمّی سے مصافحہ کی کراہت: ❁ ❁ ذمیوں سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ذمیوں سے مصافحہ نہ کرو۔[۲۹۵]

---

۲۹۲ مسلم/الجنائز (۱۰۲)

۲۹۳ انسان کو اپنے اعمال کا ثواب اس وقت تک ملتا ہے جب تک کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز نہ کر جائے مرنے کے بعد اس کے اعمال کا ثواب منقطع ہو جاتا ہے البتہ قرآن و سنت میں کچھ استثنائی صورتیں موجود ہیں ان کے علاوہ ایصال ثواب کا ہر طریقہ غیر مسنون بلکہ بدعت ہے اور وہ استثنائی صورتیں یہ ہیں: (۱) میت کے لئے دعائے خیر (۲) صدقہ جاریہ (۳) میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی (۴) میت کی طرف سے فرضی روزوں کی قضائی (۵) میت کی طرف سے صدقہ کرنا (۶) حج کرنا (۷) قربانی کرنا۔ صرف یہ افعال میت کو اجر و ثواب پہنچاتے ہیں اور قرآن و سنت سے ان کے دلائل موجود ہیں ان کے علاوہ باقی ہر قسم کے ایصال ثواب کا طریقہ غیر مسنون ہے۔

۲۹۴ بخاری ۲/ ۱۵۹ حقیقت میں یہ دعائیہ جملہ ہے جو انبیاء کے لئے مخصوص ہو چکا ہے جس طرح رضی اللہ عنہ صحابی کے ساتھ مخصوص ہے لیکن ایک دعائیہ جملے کی حیثیت سے ہم کسی بھی مسلمان کے لئے یہ جملے استعمال کر سکتے ہیں۔

۲۹۵ البیہقی ۱۰/ ۱۳۱

باب -٦

آداب دعا: ❁ ❁ دعا مانگنے والا اپنے دونوں ہاتھ پھیلا لے' اللہ کی حمد وثنا کرے نبیؐ پر درود وسلام پڑھے پھر اپنی حاجت کا سوال کرے۔

اثنائے دعا آسمان کی طرف نظر بلند نہ کرے اور جب دعا سے فارغ ہو جائے تو دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر لے کیونکہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا کر دعا مانگو۔[۲۹٦]

استغاذہ بالقرآن: ❁ ❁ قرآن کے ساتھ استعاذہ مانگنا جائز ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اور اللہ سے شیطان مردود کی پناہ مانگو۔''[۲۹۷] ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اے نبی! کہہ دیں کہ میں فلق کے رب سے استعاذہ طلب کرتا ہوں۔''[۲۹۸] اور ''میں لوگوں کے رب سے پناہ طلب کرتا ہوں۔''[۲۹۹] ایک روایت ہے کہ نبیؐ جب قدرے بیمار ہوتے تو معوذتین پڑھ کر دم کر لیتے۔[۳۰۰] آپؐ اس طرح بھی استعاذہ مانگا کرتے تھے: میں اللہ کی معزز ذات کی' اس کے مکمل کلمات کی' پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کی شرارت سے جو اس نے پیدا کی' پھیلا دی' ایجاد کر دی ہے اور ہر اس جانور کی شرارت سے بھی پناہ مانگتا ہوں جس کی پیشانی میرے رب کے قبضے میں ہے۔[۳۰۱] قرآن مجید اور اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دم درود جائز ہے۔ ارشاد باری ہے: ہم نے قرآن مجید میں اہل ایمان کے لئے شفا بخش اور باعث رحمت چیزوں کو اتارا ہے۔[۳۰۲] ارشاری باری ہے: ہماری منزل شدہ کتاب میں برکت ہے۔[۳۰۳] ارشاد نبویؐ ہے: اگر نظر لگ جائے تو دم کرو کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جاتی تو وہ نظر بد ہے۔[۳۰۴] یہ بات آپؐ نے حسن وحسینؓ کے متعلق فرمائی تھی۔

---

۲۹٦ ابوداؤد (۱۴۸۵)

۲۹۷ [النحل:۹۸]

۲۹۸ [الفلق:۱]

۲۹۹ [الناس:۱]

۳۰۰ ترمذی (۲۰۵۸)

۳۰۱ بخاری ٦/۱۷

۳۰۲ [الاسراء:۸۲]

۳۰۳ [الانعام:۹۲]

۳۰۴ بخاری ۷/۱۷۱۔

استعاذہ اور تعوذ: نفع نقصان' بیماری تندرستی' زندگی' موت سب کچھ اللہ رب العزت کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس لئے انسان کو یہی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حاجات کا تقاضہ کرے' اسی سے صحت وعافیت طلب کرے' حتیٰ کہ تمام انبیاء اللہ کے دربار میں عاجز و بے کس ہیں' حضرت ابراہیمؑ کو آگ سے نجات دینے والا' حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے بچا کر نکالنے والا' حضرت ایوبؑ کو بیماری سے شفا عطا کرنے والا صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے۔ دم' دعا اور دوا اس کے منافی نہیں بلکہ یہ اسباب ہیں اور اسباب کے اختیار کرنے کا خود اللہ نے حکم دیا ہے البتہ اللہ چاہے تو تمام اسباب کے باوجود انسانوں کو ناکام کر دے اور اگر چاہے تو بلا اسباب اپنے بندوں کے کام سنوار دے۔ قرآن مجید اللہ کا کلام ہونے کی وجہ سے اس کی صفت ہے اور اللہ کی تمام صفات کے ساتھ استعاذہ طلب کیا جا سکتا ہے۔ نبیؑ اللہ کے کلمات کے ساتھ پناہ مانگا کرتے تھے۔ بخار' درد' پریشانی لاحق

بخار کا تعویذ: ❀ ❀ مندرجہ ذیل دعا لکھ کر اور تعویذ بنا کر بخار والے کی گردن میں ڈال دو۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ مجھے بخار ہوا تو یہ دعا لکھ کر دی گئی۔ ''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے' اللہ کے نام کی برکت سے' محمدؐ اللہ کے رسول ہیں' اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا' انہوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ تدبیر کی لیکن ہم نے انہیں نقصان اٹھانے والے بنا دیا' اے جبرائیلؑ' میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کے رب' اپنی قدرت کاملہ سے اس صاحب تعویذ کو شفا بخش تو ہی سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

دردزہ کا تعویذ: ❀ ❀ ہمارے بعض اصحاب فرماتے ہیں اگر کسی عورت کو دردزہ کی تکلیف ہو اور بچہ پیدا نہ ہوتا ہو تو مندرجہ ذیل دعا کو کسی چیز یا مٹی کے برتن میں لکھ کر اسے گھول کر پلا دو اور جو کچھ پانی بچ جائے اسے اس کے سینے پر چھڑک دو: ''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے' اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں' وہ حوصلے والا اور عزت والا ہے' وہ عرش عظیم کا رب پاک ہے' تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے' گویا کافر جس دن قیامت کو دیکھے گے تو وہ کہیں گے کہ وہ دنیا میں ایک شام یا ایک صبح کے بقدر ٹھہرے تھے' جس دن وہ عذاب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو کہیں گے کہ ہم دنیا میں ایک لمحہ بھر ہی رہے' یہ اللہ کا پیغام ہے پس فاسق قوم کے علاوہ کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔'' اسی طرح جس آدمی کو چیونٹی' بچھو' سانپ' پسو' مچھر وغیرہ کاٹیں تو وہ دم کر سکتا ہے کیونکہ نبیؐ نے ہر زہریلی چیز کی وجہ سے دم کی اجازت دی ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے: جو آدمی شام کے وقت تین مرتبہ یہ کلمات کہے' نوحؑ پر درود و سلام ہو تو اسے اس رات کوئی بچھو نہیں کاٹے گا۔[۳۰۵]

ایک اور ارشاد نبویؐ ہے: جو شخص شام کو تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے: میں اللہ کے کامل کلمات کے ساتھ اس کی پیدا کی ہوئی ہر مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں' تو اس رات کوئی زہر اسے تکلیف نہ پہنچائے گا۔[۳۰۶] دم میں پھونک مارنا جائز ہے اور تھوکنا مکروہ ہے۔

نظر بد کا علاج: ❀ ❀ جس کی نظر لگی ہے اسے چاہیے کہ اپنا چہرہ' دونوں ہاتھ' کہنیاں' گھٹنے' دونوں پاؤں اور پردے کے مقامات ایک برتن میں دھوئے' پھر اس پانی کو نظر بد لگنے والے پر ڈالا جائے جیسا کہ ابو امامہ بن سہل بن حنیف فرماتے ہیں کہ

❀ اور ہر تکلیف سے نجات کے لئے دم اور دعائیں سنت سے ثابت ہیں البتہ تعویذ لٹکانے کو آپؐ نے شرک قرار دیا ہے۔ قرآنی تعویذ کے استعمال میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف دور صحابہ سے چلا آ رہا ہے۔

۳۰۵ تنزیہ الشریعۃ ۲/۳۲۴

۳۰۶ ترمذی (۳۴۸۹) اسی حدیث میں آپؐ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ / یقیناً نظر بد کا لگنا درست ہے۔ یعنی یہ ممکن ہے کہ کسی کو کسی کی نظر بد لگ جائے اور اسے نقصان پہنچے۔ آپؐ نے اس کا علاج بھی بتا دیا کہ جس کے بارے میں شک شبہ ہو اس سے غسل کروا کر جمع شدہ پانی مریض پر چھڑکا جائے تو وہ تندرست ہو جائے گا۔

میں نہا رہا تھا' عامر بن ربیعہ نے مجھے دیکھا' میری خوبصورتی دیکھ کر حیرانی کے ساتھ کہنے لگے' اللہ کی قسم! آج جیسا خوبصورت جسم کبھی نہیں دیکھا' اتنا خوبصورت جسم تو کسی پردہ نشین عورت کا بھی نہیں دیکھا۔ اس بات سے ان پر فالج کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ سر اٹھانے کے قابل بھی نہ رہے' لوگوں نے آپ کو اس کی خبر دی آپ نے پوچھا کسی پر نظر بد کا الزام ہے؟ انہوں نے کہا نہیں' یا رسول اللہ البتہ عامر نے اس طرح کہا ہے' رسول اللہؐ نے عامر اور مریض دونوں کو بلایا اور فرمایا: سبحان اللہ! تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے' اگر وہ کسی خوبصورت چیز کو دیکھے تو اس کے لئے برکت کی دعا کرنی چاہیے۔ پھر آپؐ نے عامر کو غسل کا حکم دیا اور انہوں نے اپنا منہ ہاتھ' کہنیاں' سینہ' پردے والے اعضاء' گھٹنے' پاؤں مع پنڈلیاں ایک برتن میں دھوکر پانی جمع کرلیا اور آپؐ کے حکم سے وہ پانی سہل کے سر پر ڈالا گیا اور پھر سارا برتن اوپر انڈیل دیا گیا۔ غالباً آپؐ کے حکم سے کچھ پانی لے کر سہل کے تمام جسم پر لگایا گیا بالآخر سہل تندرست ہوگئے اور قافلے کے ساتھ چل پڑے۔[۳۰۷]

اگر متہم کامل غسل کرکے پانی ایک برتن میں جمع کرلے پھر مریض پر وہ پانی بہا دیا جائے تو یہ زیادہ مناسب ہے۔

<u>بیماریوں کا علاج</u>: ❀ ❀ علاج معالجے کے لئے سینگی (پچھنے) لگوانا' فصد کرانا' داغ لگوانا' ادویات اور شربت پینا' رگ کٹوانا' پھوڑا چیروانا' کسی عضو کے خراب ہونے پر اسے کٹوانا' بواسیر کاٹنا غرض یہ کہ ہر وہ تدبیر جس سے جسم صحت مند ہو علاج کرانا جائز ہے کیونکہ نبیؐ نے پچھنے لگوائے ہیں اور حکیموں سے مشورہ فرمایا اور انہیں کہا کہ تمہاری رائے طب ہے' انہوں نے پوچھا' یا رسول اللہؐ! کیا طب میں کوئی خیر ہے؟ فرمایا: جس رب نے بیماری اتاری اس نے دوا بھی اتاری ہے۔[۳۰۸] امام احمدؒ سے داغنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا' اس سے اہل عرب علاج کرتے تھے اور نبیؐ اور صحابہ نے بھی داغ لگوایا ہے۔[۳۰۹] ایک اور مقام پر امام صاحب نے فرمایا کہ عمران بن حصینؓ نے اپنی عرق النساء (ران کی رگ) کاٹی۔ ایک روایت میں آپ سے داغنے کی کراہت منقول ہے۔[۳۱۰] حرام اور ناپاک اشیاء سے علاج معالجہ جائز نہیں مثلاً شراب' زہر' مردار وغیرہ۔ اسی طرح پالتو گدھی کے دودھ سے علاج درست نہیں کیونکہ ارشاد نبویؐ ہے: حرام اشیاء میں میری امت کے لئے شفا نہیں رکھی گئی۔[۳۱۱] حالت مجبوری میں حقنہ (دبر میں دواڈالنا) جائز ہے۔ طاعون سے بھاگنا جائز نہیں اگر کوئی اس شہر سے باہر ہو تو پھر طاعون والے شہر میں داخل نہ ہوتا کہ اپنی جان کی ہلاکت میں مددگار ثابت نہ ہو۔

<u>غیر محرم عورت سے خلوت</u>: ❀ ❀ غیر محرم عورت سے خلوت وتنہائی حرام ہے کیونکہ نبیؐ نے اس سے منع فرمایا ہے اور کہا کہ ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے اور شیطان ان دونوں کے لئے گناہ کو مزین کرکے پیش کرتا ہے۔[۳۱۲] جوان عورت کو گواہی اور

---

۳۰۷ ابن ماجہ (۳۵۰۹) ۳۰۸ بخاری (۵۶۷۸)

۳۰۹ بخاری (۵۶۸۰) آگ سے داغ لگوا کر علاج معالجہ کرنا جائز ہے لیکن نبیؐ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔

۳۱۰ احمد ۴/۴۴۹ ۳۱۱ البیہقی ۱۰/۵

۳۱۲ مسند احمد ۱/۲۶۔ ترمذی (۱۱۷۱)

علاج معالجے کے علاوہ دیکھنا جائز نہیں۔[۳۱۳] بے پردہ بوڑھی عورت کو دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے فتنے کا خوف نہیں ہوتا۔[۳۱۴] ایک چادر میں دو ننگے مرد اور دو ننگی عورتیں جمع نہ ہوں کیونکہ آپؐ نے اس سے منع فرمایا ہے۔[۳۱۵] اس طرح وہ ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھیں گے حالانکہ یہ حرام ہے۔ علاوہ ازیں گناہ کا خوف بھی ہے کیونکہ شیطان گناہ کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔

خُدّام سے حسن سلوک: ❀❀ اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے حسن سلوک سے پیش آنا واجب ہے۔ ان کی ہمت سے زیادہ کام نہ لے' انہیں کپڑے پہنائے' کھانا کھلائے اگر وہ وہ چاہے تو اس کی شادی کرائے لیکن شادی جبراً نہ کی جائے۔ اگر مالک ان باتوں میں کمی کوتاہی کرے تو وہ اللہ کا نافرمان ہوگا۔ اگر غلام کو بیچنا چاہے یا آزاد کرنا چاہے یا اگر غلام کتابت کرنا چاہے تو کتابت کر لے کیونکہ نبی کی آخری وصیت یہ تھی کہ نماز اور خدام کا خیال رکھنا۔[۳۱۶]

دشمن کے علاقے میں قرآن لے جانا: ❀❀ یہ منع ہے اس لئے کہ وہ مشرکوں کے ہاتھ نہ لگ جائے ہاں اگر مسلمان غالب ہوں اور ان کا رعب و دبدبہ ہو تو پھر قرآن لے جانے میں کوئی حرج نہیں تاکہ اس کی تلاوت کرتا رہے اور قرآن بھول نہ جائے۔

آئینہ دیکھنا: ❀❀ آئینہ دیکھتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے اچھی شکل وصورت سے نوازا' مجھے ایسے خوبصورت اعضا سے نوازا جو دوسری مخلوق میں نہیں ہیں۔ آپؐ سے اسی طرح کی دعا ثابت ہے۔[۳۱۷]

کانوں کا درد: ❀❀ اگر کسی کا کان بجنے لگے تو نبیؐ پر درود وسلام پڑھ کر یہ کہے: اللہ اسے یاد کرے جس نے مجھے اچھائی کے ساتھ یاد کیا۔ یہ دعا آپؐ سے مروی ہے۔[۳۱۸]

اعضاء میں درد: ❀❀ اگر کسی کے جسم یا کسی عضو میں دکھ درد ہو تو یہ مسنون دعا پڑھے: ہمارا رب اللہ ہے جو آسمان میں ہے' اے اللہ تیرا نام پاک ہے' تیرا حکم آسمان وزمین پر ہے جیسے تیری رحمت آسمان وزمین پر ہے' اے اللہ! ہماری لغزشیں اور گناہ معاف فرما دے' اپنی خاص رحمت نازل فرما' اور میرے درد پر اپنی خاص شفا نازل فرما'' ان شاء اللہ شفا ہو جائے گی۔[۳۱۹]

---

۳۱۳ علاج وغیرہ کے لئے عورت کو دیکھنا جائز ہے۔ بخاری ۴/۸۱

۳۱۴ [النور:۸۳]

۳۱۵ صحیح مسلم ۱/۲۶۶

۳۱۶ احمد ۳/۱۱۷

۳۱۷ ابن السنی (۱۶۲) لیکن ہماری تحقیق میں شیشہ دیکھتے وقت اسے سنت سمجھ کر پڑھنا ثابت نہیں (واللہ اعلم)

۳۱۸ تذکرۃ الموضوعات (۱۶۱)

۳۱۹ مستدرک حاکم ۱/۳۴۳

بدشگونی سے دفاع: ❀ ❀ اگر کسی چیز سے بدشگونی پیدا ہوتی ہوتو اس کے لئے آپؐ سے منقول ہے یہ دعا پڑھے: اے اللہ! صرف تو ہی نیکیاں لانے والا ہے، صرف تو ہی گناہ لے جانے والا ہے، ہر طرح کی قوت وطاقت صرف تیری توفیق سے ہے۔[۳۲۰]

مکروہات سے دفاع: ❀ ❀ اگر یہودیوں کا معبد یا عیسائیوں کا گرجا دیکھے یا تر ہی اور سنکھ کی آواز سنے یا مشرکوں، عیسائیوں اور یہودیوں کی جماعت کو دیکھے تو یہ منقول دعا پڑھے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ معبود برحق کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اکیلا معبود برحق ہے ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی تعداد کے بقدر اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔[۳۲۱]

بجلی اور کڑک کی دعا: ❀ ❀ جب کڑک اور بجلی کی آواز سنو تو یہ دعا پڑھو: اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے قتل نہ کرنا، ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کرنا اور اس سے پہلے ہی ہمیں معاف کردینا۔[۳۲۲]

آندھی طوفان کی دعا: ❀ ❀ جب آندھی دیکھو تو یہ دعا پڑھو: اے اللہ! میں اس آندھی کی بھلائی اور اس چیز کی بھلائی جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے صرف تجھ سے مانگتا ہوں اور اس کے شر اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کے شر سے بھی تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔[۳۲۳]

بازار جانے کی دعا: ❀ ❀ بازار میں آتے وقت نبیؐ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے اس بازار کی خیر و برکت کا اور اس بازار کی تمام چیزوں کی خیر و برکت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اس بازار کی برائی اور اس کی تمام چیزوں کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ مجھے تیری پناہ کہ میں اس میں کوئی جھوٹی قسم کھاؤں یا سودے میں نقصان اٹھاؤں، اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے، اس کی عظمت ہے، وہی زندگی کا مالک ہے، وہی موت کا مالک ہے، وہ زندہ ہے، اسے فنا نہیں، اسی کے ہاتھ میں ساری بھلائیاں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۳۲۴]

چاند دیکھنے کی دعا: ❀ ❀ چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھو: اے اللہ! اسے ہم پر برکت، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما، اے ہلال! میرا اور تیرا رب اللہ بزرگ و برتر ہے۔[۳۲۵]

کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر دعا: ❀ ❀ کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھنا چاہئے: تمام تعریفیں اللہ کے لئے جس نے مجھے عافیت سے رکھا اس چیز سے جس میں تمہیں مبتلا کیا ہے اور مجھے تم پر اور اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت بخشی۔[۳۲۶] اللہ تعالیٰ تمہیں اس مصیبت سے خواہ وہ کیسی ہی ہو، زندگی بھر کے لئے محفوظ فرمادے گا۔

---

۳۲۰ ابوداؤد (۳۹۱۹)
۳۲۱ الطبرانی ۱۲/۱۳۶
۳۲۲ ترمذی (۳۴۵۰)
۳۲۳ مسلم (۸۹۹) ترمذی (۳۴۶۰)
۳۲۴ مجمع الزوائد ۱۰/۱۲۹
۳۲۵ ترمذی (۳۴۵۱) دارمی ۲/۴
۳۲۶ ابن ماجہ (۳۸۹۲) ابن السنی (۳۰۳)

حاجی کے لئے دعا: ۞ ۞ جب حاجی سفر سے واپس آئے تو اسے یہ دعا دو: اللہ تیرا حج قبول فرمائے' تیرا اجر بڑھائے اور خرچ کا بدلہ عطا فرمائے کیونکہ حضرت عمرؓ حاجی کو دیکھ کر یہ دعا پڑھتے تھے۔

قریب المرگ کے لئے دعا: ۞ ۞ اگر قریب المرگ مسلمان مریض کو دیکھو تو حدیث نبویؐ ہے: موت گھبراہٹ والی ہے اگر کسی کو اپنے بھائی کی موت کی خبر ملے تو یہ پڑھے: بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں' اے اللہ! اسے اپنے پاس محسنین میں شمار فرما' اس کا اعمال نامہ علیین میں داخل فرما' اس کے پسماندگان کے لئے خلیفہ بن جا" اس کے اجر سے ہمیں محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہمیں آزمائش میں مبتلا نہ فرما۔[۳۲۷] مرنے والے کو توبہ کی تلقین کرنا مستحب ہے اور یہ بھی کہ وہ کسی پر ظلم نہ کرے' اپنا ثلث (تہائی) مال فقراء اور اقارب کے لئے صدقہ کرنے کی وصیت کردے' (وہ اقارب جو وارث نہیں) اگر ایسے اقارب رشتہ دار نہ ہوں تو فقراء' مساکین' مساجد' پل اور نیکی و خیر کے ہر کام کے لئے ثلث مال کی وصیت کردے۔

قبر میں اتارنے کی دعا: ۞ ۞ میت کو قبر میں اتارنے کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے: جب تم اپنے مردے قبر میں اتارو تو یہ کہو "اللہ کے نام کے ساتھ اور اس کے رسول کے دین پر"[۳۲۸] قبر پر مٹی ڈالتے وقت یہ کہو: اے اللہ! میں تجھ پر ایمان لایا' تیرے رسول کی تصدیق کی' زندگی بعد الموت پر ایمان لایا یہ وہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ فرمایا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔" حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ اس دعا کے پڑھنے والے کو مٹی کے ہر ذرّے کے برابر نیکیاں ملیں گی۔

۞ ۞ ۞

---

۳۲۷ ابن السنی (۵۵۵) الاذکار (۱۳۲)

۳۲۸ مسند احمد ۲/ ۲۷- البیہقی ۴/ ۵۵- ابن ابی شیبہ ۳/ ۳۲۹

باب - ۷

آداب نکاح: ۞ ۞ نکاح کا پہلا ادب یہ ہے کہ شادی کرنے والا اس بات کی نیت کرے کہ وہ حکم الٰہی کی اطاعت کر رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اپنے لونڈی غلام اور غیر شادی شدہ نیک لوگوں کی شادی کر دو۔[۳۲۹] ارشاد باری تعالیٰ ہے: اپنی پسند کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرو۔ دو عدد تین یا چار عدد تک۔[۳۳۰] ارشاد نبویؐ ہے: نکاح کر کے نسل بڑھاؤ کیونکہ میں تمہاری کثرت کے ساتھ دوسری امتوں پر فخر کروں گا اگر چہ ساقط بچے (بھی) ہوں۔[۳۳۱] آدمی کو زنا کاری میں واقع ہونے کا خدشہ ہو یا نہ ہو یہ دو آیتیں اور حدیث بالا' نکاح کے وجوب کے لئے کافی ہیں تا کہ آدمی ہر طرح کے اختلاف سے بچ نکلے جیسا کہ ابوداؤد کے نزدیک امام احمدؒ کی روایت میں نکاح کرنا علی الاطلاق واجب ہے اور نکاح کے حکم ربانی پر عمل پیرا ہونے والے کو ثواب ملے گا۔ نکاح کے ساتھ اپنے دین کی حفاظت اور تکمیل کی نیت بھی ہونی چاہئے۔ ارشاد نبویؐ ہے: جس نے نکاح کیا اس نے اپنا نصف دین محفوظ کر لیا۔[۳۳۲] ارشاد نبویؐ ہے: جس نے نکاح کر لیا اس نے اپنا نصف دین مکمل کر لیا۔[۳۳۳] نکاح کے لئے حسب ونسب والی اجنبیہ باکرہ کو پسند کرے جس کے بارے میں علم ہو کہ یہ کثرت اولاد والی عورتوں کی نسل سے ہے کیونکہ حضرت جابرؓ نے جب آپؐ کو خبر دی کہ اس نے بیوہ سے شادی کی ہے تو آپؐ نے اسے کہا باکرہ سے کیوں نہ کی کہ وہ تیرے ساتھ کھیلتی اور تو اس کے ساتھ کھیلتا۔[۳۳۴]

کثرت ولادت والی شرط کی دلیل یہ حدیث نبویؐ ہے: نکاح کر کے نسل بڑھاؤ کیونکہ میں تمہاری اکثریت کے ساتھ دوسری امتوں پر فخر کروں گا اگر چہ کوئی بچہ ساقط بھی ہوا ہو۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں: زیادہ بچے جننے والی' محبت کرنے والی سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے فخر کروں گا۔[۳۳۵]

---

۳۲۹ النور:۳۲

۳۳۰ النسآء:۳

۳۳۱ سنن سعید بن منصور ۱/۱۳۹ عبدالرزاق (۱۰۳۹۱)

۳۳۲ العلل المتناھیۃ ۲/۱۲۲

۳۳۳ السلسلۃ الصحیحۃ (۶۲۵)

۳۳۴ بخاری (۵۲۴۵)

۳۳۵ ابوداؤد (۲۰۵۰) اللہ تعالیٰ نے انسان میں شہوات کو پیدا کیا ہے اور انہیں پورا کرنے کے لئے جائز راستہ بھی دکھلایا ہے انہی میں سے ایک چاہت' شہوت اور خواہش نکاح ہے جس کا ہر بالغ قابل نکاح مسلمان کو آپؐ نے حکم دیا ہے اور استطاعت کے باوجود نکاح نہ کرنے والے کو آپؐ نے اپنی امت سے خارج قرار دیا ہے۔ اور فرمایا جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔ بخاری ۷/۵

عزیز و اقارب کے علاوہ اجنبی عورت کی شرط اس لئے لگائی ہے تاکہ کوئی ایسی نفرت و عداوت نہ پھوٹ پڑے جس کی وجہ سے عزیز و اقارب سے قطع تعلق کرنا پڑے حالانکہ ان سے تعلق جوڑنے کا حکم دیا گیا۔ اسی لیے شریعت نے نکاح میں دو بہنیں جمع کرنے سے منع کر دیا ہے۔ زبان دراز' جھگڑالو اور گالیاں بکنے والی سے نکاح نہ کرے۔ اگر نکاح کر بیٹھے تو اس کو بادب بنائے لیکن اذیتیں نہ پہنچائے' اس کے حق مہر پر جبر نہ کرے کہ وہ خلع لینے پر مجبور ہو جائے' اس کے والدین کو گالیاں نہ دے' اگر ایسا کیا تو اللہ اور اس کا رسول اس سے بری الذمہ ہوں گے۔ ارشاد نبوی ہے: عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔[۳۳۶] بعض احادیث میں ہے کہ جس نے کسی عورت سے حق مہر مقرر کر کے نکاح کیا لیکن اس کی ادائیگی کا کوئی پروگرام نہ تھا تو وہ قیامت کو زانی کی حیثیت سے پیش کیا جائے گا۔[۳۳۷] اگر عورت خاوند کو زبان کے ساتھ ایسی اذیت دے جو اس کے دین کے فساد کا باعث بنے تو اس عورت سے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔ یا اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور گڑگڑا کر اس کی اصلاح کی دعا مانگے یہی کافی ہے اگر اس کی ایذا پر صبر کرے تو مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ اگر عورت اپنی خوشی سے اپنے مال میں سے کچھ اس کی خدمت میں پیش کرے تو اسے بلاخوف خطر استعمال کرے۔ نکاح سے قبل عورت کا چہرہ اور ہاتھ دیکھ لے لیکن اس کے ساتھ خلوت نہ کرے۔

دیکھنے کی حکمت یہ ہے کہ نہ دیکھنے سے کوئی کراہت دل میں پیدا ہو جائے اور جلد ہی معاملہ طلاق پر منتج ہو اور اس عمل کے ارتکاب کی وجہ سے وہ اللہ کی ناپسندیدہ چیز کا وقوع کر بیٹھے کیونکہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: جائز چیزوں میں سب سے بری اللہ کے نزدیک ''طلاق'' ہے۔[۳۳۸]

اس مسئلے کی دلیل یہ حدیث نبویؐ ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں کسی عورت سے نکاح کا ارادہ ڈال دے تو وہ آدمی اس عورت کا چہرہ اور ہاتھ دیکھ لے کیونکہ اس طرح ان کی آپس میں محبت بڑھ جائے گی۔[۳۳۹] جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کی طرف نکاح کا پیغام بھیجے تو اسے دیکھ لے جس وجہ سے اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ جابر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو پیغام نکاح بھیجا پھر میں چھپ چھپا کر اسے دیکھنے کی کوشش کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے اسے دیکھ لیا جس کی وجہ سے میرے دل میں اس سے نکاح کی خواہش بڑھ گئی۔[۳۴۰] عورت دین دار اور باشعور ہو جیسا کہ ابو ہریرہؓ آپؐ سے روایت کرتے ہیں: ''عورت کے ساتھ چار وجوہات کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے

(۱) اس کے مال کی وجہ سے (۲) حسب و نسب کی بنا پر (۳) خوبصورتی اور (۴) دین داری کی وجہ سے' تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں دین دار کے ساتھ کامیابی حاصل کر۔''[۳۴۱]

---

۳۳۶ ابن ماجہ (۱۸۵۱)
۳۳۷ العلل المتناھیہ ۲/۱۳۴
۳۳۸ ابوداؤد (۲۱۷۸) ابن ماجہ (۲۰۱۸)
۳۳۹ الطبرانی ۱۹/۲۲۵
۳۴۰ ابوداؤد (۲۰۸۲) احمد ۳/۳۳۴
۳۴۱ بخاری ۷/۹

دین دار عورت سے نکاح کرنے کی صراحت سے رغبت دلائی گئی ہے کیونکہ وہ ہر گوشہ حیات میں شوہر کی معاون ثابت ہوتی ہے اور تھوڑے پر قناعت کر لیتی ہے جب کہ دوسری گناہ میں مبتلا کر دیتی ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے) [''اب ان سے مباشرت کرو اور وہ تلاش کرو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھا ہے۔ مفسرین کے نزدیک اس آیت میں مباشرت سے مراد جماع ہے اور تلاش کرنے سے مراد اولاد کا جماع کے ساتھ تلاش کرنا ہے۔[۳۴۲] اسی طرح نکاح کے ساتھ عورت بھی اپنی شرمگاہ کی حفاظت، اولاد کی طلب، اللہ سے اجر و ثواب، خاوند کے ساتھ صبر، حمل، ولادت اور تربیت اولاد میں صبر وغیرہ کی نیت رکھے۔

زیاد بن میمون حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینے میں ایک عطر فروش حولاء نامی عورت تھی جو حضرت عائشہؓ کے پاس آ کر کہنے لگی: اے ام المؤمنین! فلاں آدمی میرا خاوند ہے میں اس کے لئے بناؤ سنگھار کر کے خوشبو لگا کر نئی نویلی دلہن بن کر جاتی ہوں، جب وہ بستر میں داخل ہوتا ہے تو میں بھی داخل ہو جاتی ہوں، میں اس عمل کے ساتھ اللہ کی رضا حاصل کرتی ہوں، لیکن وہ اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیتا ہے گویا کہ مجھے ناپسند کرتا ہے، حضرت عائشہؓ نے کہا بیٹھ جا اور اللہ کے رسولؐ کو آ لینے دے، کہتی ہے کہ اسی اثنا رسول اللہؐ داخل ہوئے اور کہا یہ خوشبو کیسی ہے؟ کیا حولاء آئی ہے یا تم نے اس سے کوئی خوشبو خریدی ہے؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نہیں اللہ کے رسول خوشبو تو نہیں خریدی (البتہ حولاء آئی ہے) پھر حولاء نے اپنا قصہ سنایا تو اسے رسول اللہؐ نے فرمایا: جاؤ اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو، کہنے لگی میں اطاعت کرتی ہوں تو کیا مجھے اجر ملے گا؟ فرمایا: ہر وہ عورت جو اپنے خاوند کے گھر کسی چیز کی درستی کے لئے اسے اٹھائے یا رکھے تو اسے اس کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے، ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور جب کوئی عورت اپنے خاوند سے حاملہ ہوتی ہے تو اسے رات بھر نماز پڑھنے والے، دن بھر روزہ رکھنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے بقدر اجر و ثواب ملتا ہے اور جس عورت کو درد زہ ہوتا ہے اسے ہر درد کے عوض ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور بچے کے ہر گھونٹ دودھ پر بھی ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے پھر جب وہ اپنے بچے کا دودھ چھڑا دیتی ہے تو آسمان سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے: اے خاتون! ماضی کا تو اپنا فرض پورا کر چکی ہے اب مستقبل میں اپنے فرض کو ادا کرنے کے لئے پھر تیار ہو جا۔ حضرت عائشہؓ عرض کرتی ہیں اس طرح عورتوں کو تو بڑا ثواب مل جاتا ہے، اے مردو! تمہارے لئے کیا ہے؟

رسول اللہؐ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر خاوند معانقہ کرے تو اس کے لیے دس نیکیاں ہیں اور اگر جماع کرے تو

---

۳۴۲ البقرۃ: ۱۸۷۔ نکاح کے متعلق قرآن و سنت میں بہت سی وجوہات بتلائی گئی ہیں مثلاً نفسانی خواہش کو جائز ذریعے سے پورا کرنا، افزائش نسل، تربیت اولاد اور گھریلو راحت و آرام وغیرہ۔ اسی لئے نبی کریمؐ نے باکرہ (کنواری) زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچے جننے والی اور دین دار صاحب اخلاق عورت سے نکاح کا حکم دیا ہے تا کہ نکاح کے اغراض و مقاصد صحیح معنوں میں پورے ہو سکیں البتہ ان شرائط کے ساتھ اگر عورت مال دار اور حسب نسب والی ہو تو یہ بہت ہی عمدہ بات ہے لیکن حسب نسب ذات پات اور مال و دولت کو دین پر ترجیح دینا دنیا کی بربادی اور آخرت کی تباہی کے مترادف ہے۔

وہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے‘ جب غسل جنابت کے لئے اٹھتا ہے تو اس کے ہر بال سے گذرنے والے پانی کے بدلے اسے ایک نیکی ملتی ہے‘ ایک گناہ مٹتا ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور غسل کا ثواب دنیا و مافیھا سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر فرشتوں میں فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے‘ فرشتو! میرے بندے کو دیکھو! ٹھنڈی رات میں اٹھ کر غسل جنابت کر رہا ہے اور اسے یقین ہے کہ میں ہی اس کا رب ہوں‘ گواہ ہو جاؤ میں نے اسے بخش دیا۔[۳۴۳] ابن مبارک بن فضالہ حضرت حسینؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: عورتوں سے حسن سلوک سے پیش آنے میں میری نصیحت قبول کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں اور اپنے لئے کسی چیز کی مالک نہیں‘ تم نے انہیں اللہ کی امانت سے حاصل کیا ہے اور وہ تمہارے لئے اللہ کے کلام سے حلال ہوئیں ہیں۔[۳۴۴]

ام المؤمنین حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہیں اور میری امت کی بہترین عورتیں وہ ہیں جو اپنے خاوندوں کے حق میں بہتر ہیں‘ ان خواتین میں سے ہر خاتون کے لئے روزانہ ہزار شہیدوں کا جو اللہ کی راہ میں از راہ ثواب صبر کے ساتھ مارے گئے ثواب بڑھایا جاتا ہے اور ہر ایک عورت کی حوروں پر ایسی فضیلت ہے جیسے میری فضیلت ایک ادنیٰ امتی پر ہے۔

میری امت میں بہترین عورت وہ ہے جو اپنے خاوند کی ہر جائز خواہش میں اس کے لئے باعث مسرت ثابت ہو اور میری امت میں بہترین آدمی وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ ماں کی بچے کے ساتھ والی محبت و شفقت کرے‘ ہر ایسے آدمی کے لئے ہر دن رات کے بدلے سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ہے ایسے شہید جو اللہ کی راہ میں صبر کرتے ہوئے ثواب کی نیت سے قتل کیے گئے ہوں۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے‘ یا رسول اللہؐ! عورت کے لئے ہزار شہیدوں کا ثواب اور مرد کے لئے سو شہیدوں کا ثواب کیسے؟ آپؐ نے فرمایا: کیا تجھے علم نہیں کہ عورت خاوند سے زیادہ اجر و ثواب اور فضیلت کی مستحق ہے‘ بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کے لئے درجات بلند کرتا ہے صرف اس لئے کہ اس کی بیوی اس سے راضی ہے اور اس کے لئے دعا مانگتی رہتی ہے۔ کیا تو جانتا نہیں کہ اگر عورت اپنے خاوند کی نافرمانی کرے تو یہ شرک باللہ کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔

خبردار کمزوروں کے حق میں اللہ سے ڈر جاؤ‘ بے شک اللہ تعالیٰ تم سے یتیم اور بیوی کے بارے میں بھی سوال کریں گے‘ جس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا تو اس کو رب کی رضامندی مل گئی‘ اگر ان سے برا سلوک کیا تو اللہ کی

---

۳۴۳ الموضوعات ۲/۲۷۱

۳۴۴ ابن ماجہ (۱۸۵۱)۔ اگر انسان جائز ذریعہ (نکاح) سے اپنی خواہش نفس پوری کرے تو اس عمل میں اسے ثواب ملتا ہے اس لئے کہ اگر وہ یہی عمل ناجائز ذریعہ (زنا) سے کرتا تو وہ گناہ گار اور مستحق عذاب ہے جیسا کہ کتب احادیث میں روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا...... تمہارا جماع کرنا بھی صدقہ (ثواب) ہے‘ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ تو ہم اپنی خواہش پوری کرتے ہیں کیا اس میں بھی ہمیں اجر و ثواب ملتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا‘ اچھا اگر کوئی شخص حرام کاری کرے تو کیا اسے گناہ نہیں؟ (یقیناً گناہ ہے) لہٰذا جائز اور حلال ذریعے سے شہوت پوری کرنے والوں کو اجر و ثواب ملے گا۔
مسلم (۱۰۰۶) ابوداؤد (۱۲۸۱) مسند احمد ۵/ ۱۶۷-۱۵۴

ناراضگی کا مستحق بن گیا' بیوی کا حق خاوند پر اسی طرح ہے جس طرح میرا حق تم پر' لہٰذا جس نے میرا حق ضائع کیا گویا اس نے اللہ کا حق ضائع کیا اور جس نے اللہ کا حق ضائع کیا تو گویا اس نے اللہ کی ناراضی اور غصہ مول لیا' اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔'' ابوجعفر محمد سے روایت ہے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ''ہم اللہ کے رسول اور آپ کے اصحاب کی ایک مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی آپ کے سرہانے کھڑی ہو کر کہنے لگی' السلام علیکم یارسول اللہ! میں خواتین کی طرف سے ایک نمائندہ خاتون ہوں اور کسی عورت کو بغیر تعجب کے اتنی طویل مسافت طے کر کے آپ تک پہنچنے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ یارسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ مرد وخواتین ہر ایک کا رب ہے اور حضرت آدمؑ مرد وخواتین ہر ایک کے باپ ہیں اور حضرت حواؑ بھی' اگر مرد اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائیں تو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' انہیں روزی بھی ملتی ہے' اگر زخمی ہو جائیں پھر بھی اجر کے مستحق ہیں جیسا کہ آپؐ کو اچھی طرح علم ہے لیکن ہم مردوں کی ہم پیالہ وہم نوالہ ہیں اور ان کی خدمت بجالاتی ہیں تو کیا ہمیں بھی کچھ اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا خواتین کو میرا اسلام کہنا اور انہیں بتا دینا کہ شوہر کی اطاعت اور اس کے حق کا اعتراف اسی اجر وثواب کے مساوی ہے جو مردوں کو ملتا ہے لیکن شوہر کی اطاعت اور اس کے حق کا اعتراف شاذ و نادر ہی کوئی عورت کرتی ہے۔[۳۴۵]

حضرت ثابت حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ جب مجھے عورتوں نے پیغام دے کر رسول اللہؐ کی طرف بھیجا کہ مرد تو فضیلت اور جہاد فی سبیل اللہ کا اجر لے گئے ہمارے لئے کون سا عمل ہے جس کے بجا لانے میں ہمیں بھی مجاہدین جتنا ثواب مل جائے' فرمایا تمہارا گھر کے کام کاج میں مصروف رہنا جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے۔[۳۴۶] عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے سوال کیا گیا کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ فرمایا ہاں لیکن ان کا جہاد غیرت نفس ہے اگر وہ نفسانی خواہشات کے خلاف قائم رہیں تو وہ مجاہد خواتین ہیں' اگر مردوں کے جہاد پر جانے کے بعد وہ گھر پر راضی رہیں تو وہ اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والیاں ہیں اور ان کے لئے دوہرا اجر ہے۔ خاوند اور بیوی دونوں کو قبل از نکاح وہمبستری مذکورہ بالا اجر وثواب پر یقین رکھنا چاہئے۔ تاکہ ہر ایک دوسرے کا واجب حق ادا کر سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: عورتوں کے بھی اسی طرح حقوق ہیں جس طرح مردوں کے ہیں۔[۳۴۷]

اس طرح دونوں اللہ کے مطیع وفرمانبردار بن کر رہیں گے۔ عورت کا یہ اعتقاد ہو کہ میرا گھر میں رہنا اور خواہشات کے خلاف مجاہدہ کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے کیونکہ ارشاد نبویؐ ہے: عورت کے لئے خاوند یا قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں۔[۳۴۸]

---

۳۴۵ العلل المتناهیۃ ۲/۱۴۱' جامع المسانید ۲/۴۶۴

۳۴۶ مجمع الزوائد ۴/۳۰۴

۳۴۷ [البقرۃ: ۲۲۸]

۳۴۸ الموضوعات ۳/۲۳۷

ارشادِ نبویؐ ہے: مسکین ہے مسکین ہے مسکین ہے وہ شخص جس کی بیوی نہیں پوچھا گیا اگر چہ وہ صاحب مال ہو؟ فرمایا ہاں اگر چہ صاحب مال ہو، پھر فرمایا مسکین ہے مسکین ہے، مسکین ہے وہ عورت جس کا خاوند نہ ہو، پوچھا گیا یا رسول اللہ اگر چہ صاحب مال ہو؟ فرمایا، اگر چہ صاحب مال ہو۔[۳۴۹]

جمعہ یا جمعرات کو نکاح کرنا مستحب ہے اور صبح کی نسبت شام کا وقت افضل ہے۔ ایجاب وقبول سے قبل خطبہ مسنون ہے اگر ایجاب وقبول کے بعد پڑھا جائے تو بھی جائز ہے۔ خود نکاح کرنے یا کسی کو اپنا وکیل بنانے کا اختیار ہے۔ نکاح کے بعد حاضرین مجلس ان الفاظ کے ساتھ دعا دیں: اللہ تعالیٰ آپ کو برکت عطا فرمائے، آپ پر برکتوں کی نوازش رہے اور آپ دونوں میں خیر و عافیت جمع فرمائے۔[۳۵۰] اگر لڑکی اور اس کے اہل خانہ مہلت مانگیں تو انہیں اتنی مہلت دینا ضروری ہے جس میں وہ شادی کے ضروری کام انجام دے سکیں اور رخصتی کے لئے جہیز اور ضروری چیزیں پوری کر سکیں پھر جب دلہن بناؤ سنگھار کے ساتھ رخصت کر دی جائے تو عبداللہ بن مسعود والی حدیث پر عمل کرے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک آدمی نے آ کر کہا کہ میں نے ایک دوشیزہ سے شادی کی ہے مجھے خدشہ ہے کہ وہ مجھ سے نفرت نہ کرے اور مجھے دشمن نہ سمجھے۔ فرمایا: محبت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور نفرت اور عداوت شیطان کی طرف سے ہے جب وہ تیرے پاس خلوت میں آئے تو اسے ہدایت کر کہ تیرے پیچھے دو رکعت ادا کرے۔ دوگانے سے فارغ ہو کر تو یہ دعا مانگ، اے اللہ! مجھے میری بیوی میں اور میری بیوی کو مجھ میں برکت عطا فرما، مجھے اس سے فائدہ پہنچا اور اسے مجھ سے فائدہ پہنچا، اے اللہ! اگر تو اجتماع فرمائے تو خیر کے ساتھ ہم دونوں میں اجتماع فرما اور اگر تفریق کرے تو خیر کے ساتھ تفریق فرما۔[۳۵۱]

ہمبستری کی دعا: ❁ ❁ ہمبستری سے قبل یہ دعا پڑھے: اللہ کے نام سے جو بلند و بالا ہے، اے اللہ! اگر تو نے میری پشت سے اولاد مقدر فرمائی ہے تو پاکیزہ اولاد پیدا فرما، الٰہی! مجھے شیطان سے بچا اور میری اولاد کو بھی جسے تو میرے نصیب میں کرے۔[۳۵۲]

ہمبستری سے فراغت کی دعا: ❁ ❁ فارغ ہو کر یہ دعا پڑھے: اللہ تعالیٰ کے نام سے، اللہ کا شکر ہے جس نے انسان کو پیدا فرمایا پانی سے، اسے صاحب نسل اور سسرال والا بنایا اور تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔ یہ دعا دل میں پڑھے، زبان اور ہونٹ نہ ہلائے۔ اس کی دلیل ابن عباس کی حدیث ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آنے کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھ لے، اے اللہ مجھے اور میرے مقدر کی اولاد کو شیطان سے محفوظ رکھ پھر اگر اس صحبت سے کوئی بچہ پیدا

---

۳۴۹ مجمع الزوائد ۴/۲۵۲ وسندہ ضعیف

۳۵۰ ابوداؤد (۲۱۳۰)

۳۵۱ مجمع الزوائد ۴/۲۹۲

۳۵۲ بخاری ۱/۴۸

ہوا تو وہ شیطان کی تکلیف سے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔[۳۵۳] جب آثار حمل ظاہر ہوں تو عورت کو حرام و مشتبہ غذا سے پاک غذا دی جائے تا کہ بچے کی اس بنیاد پر پیدائش ہو جس میں شیطان کے لئے کوئی حصہ نہ ہو اور شیطان بچے پر کسی طرح بھی قابو نہ پا سکے۔ افضل یہ ہے کہ پاک وطیب غذا شب زفاف ہی سے شروع کر دی جائے اور اس پر ہمیشگی کی جائے تا کہ اسے اور اس کے اہل وعیال کو دنیا میں شیطان سے اور آخرت میں آگ سے نجات نصیب ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچا لو''][۳۵۴] علاوہ ازیں حلال رزق سے بچہ نیک' والدین کا فرمانبردار' رب کا اطاعت گذار ہو گا یہ صرف رزق حلال کی برکت سے ہو گا۔ ہمبستری سے فارغ ہو کر بیوی سے جدا ہو جاؤ اور نجاست دھو لو' اگر اسی رات دوبارہ پاس جانا چاہو تو وضو کر لو ورنہ غسل کر لو اور حالت جنابت میں سونا مکروہ ہے جیسا کہ آپؐ سے منقول ہے ''مگر عذر و مشقت سے رخصت ہے''۔ یعنی سردی' حمام یا پانی کے دور ہونے یا خوف وغیرہ کی وجہ سے غسل میں دشواری ہو تو اس عذر کے زائل ہونے تک جنبی حالت میں سو سکتا ہے۔

جماع کرتے وقت قبلے کی طرف رخ نہ کرو' سر ڈھانپ لو اور اس طرح پردہ کر لو کہ کوئی دیکھ نہ سکے حتی کہ چھوٹے بچوں سے بھی پردہ کر لو کیونکہ ارشاد نبویؐ ہے: جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے تو اسے پردہ کر لینا چاہیے کیونکہ اگر وہ پردہ نہیں کرے گا تو فرشتے شرما کر چلے جائیں گے اور شیطان آ جائے گا اور اگر بچہ ہوا تو شیطان اس میں شریک ہو گا۔[۳۵۵] اسی طرح سلف سے منقول ہے کہ اگر صحبت سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھی تو شیطان آلۂ تناسل سے لپٹ کر جماع میں شریک ہو جائے گا۔ صحبت سے قبل عورت سے بوس و کنار مستحب ہے اسی طرح اپنی قضائے حاجت کے بعد بیوی کی قضائے حاجت کا انتظار کرو ورنہ اسے ضرر پہنچے گا اور یہ بغض و عداوت بلکہ جدائی پر منتج ہو گا۔ اگر بیوی سے عزل کرنا چاہو تو پہلے اس کی اجازت طلب کرو بشرطیکہ آزاد ہو' اگر دوسرے کی لونڈی ہو تو اس کے مالک سے اجازت لے لو اور اگر اپنی لونڈی ہو تو اجازت کی ضرورت نہیں۔ ایک آدمی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ میری ایک لونڈی ہے جو ہماری خدمت گذار ہے میں اس سے صحبت کرتا ہوں لیکن حاملہ کرنا نہیں چاہتا آپؐ نے فرمایا (اگر چاہو تو عزل کر لیا کرو) جو کچھ اس کے مقدر میں ہے اس کا ظہور تو ہو کر رہے گا۔[۳۵۶] حیض و نفاس کی حالت میں جماع کرنا مکروہ ہے اسی طرح ایک قول کے مطابق حیض کا خون ختم ہونے کے بعد جماع مکروہ ہے جب تک کہ عورت غسل نہ کر لے۔ ایک روایت کے مطابق حالت نفاس میں چالیس دن پورے ہونے تک پرہیز کرنا مستحب ہے (اگر چہ اس سے پہلے خون بند ہو چکا ہو)۔

حیض و نفاس سے فارغ ہو کر اگر عورت کو پانی نہ ملے تو تیمم کر لے۔ اگر حالت حیض میں صحبت کر لی تو ایک روایت کے

---

۳۵۳ ۱/۴۸' یہ دعا جماع سے پہلے ہے بعد میں نہیں۔

۳۵۴ التحریم:۶

۳۵۵ ابن ماجہ (۱۹۲۱) بیہقی (۷/۱۹۳)

۳۵۶ مسلم (۱۴۳۹)

مطابق ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے اور دوسری روایت کے مطابق پرخلوص توبہ کرے، گناہ کی معافی مانگے اور آئندہ ایسا نہ کرے اور کفارہ دینے کی ضرورت نہیں۔[۳۵۷] بیوی کی دبر میں صحبت کرنا مکروہ ہے کیونکہ حدیث نبویؐ ہے: ملعون ہے وہ آدمی جو اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرے۔[۳۵۸] اگر بیوی سے ہمبستری کو دل نہ چاہے تو اس سے ہمبستری ترک کر دینا جائز نہیں کیونکہ ہمبستری اس کا بھی حق ہے اور ترک ہمبستری اس کے لئے مضر ہے کیونکہ عورت کی شہوت مرد کی شہوت سے زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ عورت کی شہوت مرد کی شہوت سے ننانوے (۹۹) درجے زیادہ ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر شرم و حیا غالب فرما دی ہے۔[۳۵۹] کہا جاتا ہے کہ شہوت کے دس حصے ہوتے ہیں، نو حصے عورت اور ایک حصہ مرد کے لئے ہے۔ چار ماہ سے زائد ترک صحبت جائز نہیں سوائے عذر شرعی کے۔ اگر چار ماہ سے زائد عرصہ گزر جائے تو عورت جدائی کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ اگر چھ ماہ سے زائد خاوند غائب رہا اور بیوی کے بلانے پر قدرت کے باوجود نہ آیا تو بیوی چاہے تو حاکم کے ذریعے جدائی اختیار کر لے۔

یہی مدت حضرت عمرؓ نے مجاہدین کے لئے مقرر فرمائی تھی جس میں دو ماہ آمد و رفت کے لئے اور چار ماہ اقامت کے لئے شمار کیے گئے ہیں۔[۳۶۰] اگر کسی اجنبی عورت پر اتفاقیہ نظر جا پڑے اور وہ خوبصورت معلوم ہو تو گھر جا کر اپنی بیوی سے ہمبستری کر لو تا کہ شہوت کو سکون ہو سکے۔ ارشاد نبویؐ ہے: جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے خوبصورت دکھائی دے تو اسے اپنی بیوی کے پاس چلا جانا چاہیے۔ کیونکہ عورت کی شکل میں شیطان آتا ہے اور عورت کی شکل میں واپس جاتا ہے۔[۳۶۱] اگر کسی کی بیوی نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرے، گناہوں سے سلامتی کی توفیق مانگے اور اس کی شیطان مردود سے پناہ مانگ لے۔ شوہر اور بیوی کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی خلوت کی باتیں کسی غیر پر ظاہر کریں کیونکہ یہ بے وقوفی اور کمینگی ہے۔ عقل و شرع نے اس سے منع کیا ہے۔[۳۶۲]

ایک طویل حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں: پھر نبیؐ نے مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا، کیا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے کہ جب وہ اپنی بیوی سے جماع کرتا ہو تو دروازہ بند کر کے پردہ کر لیتا ہو اور اللہ کے پردے سے اس فعل کو چھپاتا ہو؟ لوگوں نے جواب دیا ہاں ایسے لوگ موجود ہیں۔ آپؐ نے پھر یہ پوچھا کہ ایسا آدمی بھی ہے جو اسے دوسروں کے پاس جا کر بیان کرتا ہو؟ یہ سن کر صحابہؓ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد آپؐ عورتوں کی طرف مخاطب ہوئے اور ان سے پوچھا کیا تم میں کوئی ایسی عورت ہے جو اپنے خاوند کی خلوت کی باتیں دوسری عورتوں کو بیان کرتی ہو؟

---

۳۵۷ مسند احمد ۲/۲۷۲ - ترمذی (۱۳۶)
۳۵۸ احمد ۱/۸۶
۳۵۹ تذکرۃ الموضوعات (۱۳۰)
۳۶۰ سنن سعید ۲/۴/۱۷، السنن الکبریٰ ۹/۲۹
۳۶۱ مسلم (۱۴۰۳)
۳۶۲ مسلم (۱۴۳۸) مندرجہ بالا آداب کا خیال رکھتے ہوئے زوجین کو اپنے حقوق و فرائض کی صحیح ادائیگی کرنی چاہیے۔

عورتیں خاموش رہیں لیکن ایک نوجوان عورت اپنے ایک گھٹنے پر کھڑی ہو کر رسول اللہ کی طرف جھانکتی ہے اور آپ کی باتیں سن کر کہتی ہے' یا رسول اللہ! خلوت کا ذکر مرد بھی کرتے ہیں اور عورتیں بھی' فرمایا: جانتے ہو اس کی مثال کیا ہے؟ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شیطان عورت کسی شیطان مرد کو سر راہ مل گئی ہو اور اپنی حاجت پوری کی ہو دریں اثنا لوگ ان کی طرف دیکھتے رہے ہوں۔ خبردار! مردوں کی خوشبو میں بو تیز ہوتی ہے مگر رنگ نہیں ہوتا اور عورتوں کی خوشبو میں رنگ ہوتا ہے مگر بو تیز نہیں ہوتی۔[۳۶۳]

<u>بیوی کی فرمانبرداری:</u> ❁ ❁ جب خاوند اپنی بیوی کو جماع کے لئے بلائے اور وہ انکار کر دے تو اس پر اللہ کی نافرمانی کا گناہ ہوگا۔ ابو ہریرہؓ والی حدیث نبویؐ میں ہے: جس عورت نے اپنے شوہر کو اس کی حاجت سے روکا تو اس پر دو قیراط گناہ ہے اور جس مرد نے اپنی بیوی کو اس کی حاجت سے روکا تو اس پر ایک قیراط گناہ ہے' ایک اور حدیث نبویؐ ہے: جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو بستر پر بلائے تو اسے فوراً آ جانا چاہیے اگر چہ وہ تنور پر ہو۔[۳۶۴]

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے تو اس رات صبح تک فرشتے اس پر لعنتیں کرتے ہیں کیونکہ اس کا خاوند اس پر ناراض تھا۔[۳۶۵] قیس بن سعد فرماتے ہیں کہ میں حیرہ (شہر) میں گیا تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہ (مرزبان) کو سجدہ کرتے ہیں' جب میں نبیؐ کے پاس آیا تو کہا یا رسول اللہؐ! آپ (اس بادشاہ کی بنسبت) سجدے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔

آپؐ نے پوچھا اگر میری قبر سے گذر ہو تو پھر بھی سجدہ کرو گے؟ کہا نہیں' تو آپؐ نے فرمایا پھر ایسا کرنا جائز نہیں اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر خاوندوں کے (بہت) حقوق رکھے ہیں۔[۳۶۶] حکیم بن معاویہ قشیری اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسولؐ سے سوال کیا کہ ہم پر ہماری بیوی کا کیا حق ہے؟ فرمایا: جب کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب پہنو تو اسے بھی پہناؤ' چہرے پر نہ مارو' چہرہ نہ بگاڑو' گھر کے علاوہ اسے علیحدہ نہ کرو۔[۳۶۷] اگر بیوی سرکشی اور نافرمانی پر مصر ہو' خاوند کی اطاعت نہ کرے' اس

---

۳۶۳ ابوداؤد (۲۱۷۴)

۳۶۴ احمد/۴/۲۳۔ حدیث نبویؐ ہے کہ اگر میں کسی کو سجدے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں اس حق کے بدلے میں جو اللہ نے مردوں کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ ابوداؤد (۲۱۴۰) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں پر شوہروں کے بہت زیادہ حقوق ہیں لہٰذا انہیں حد درجہ اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کرنی چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اب شوہر بے جا حاکم بنے رہیں بلکہ ان پر بیویوں کے حقوق پورے کرنا بھی فرض ہے اس لئے کامیابی سے زندگی کی گاڑی چلانے کے لئے دونوں کو باہمی الفت ومحبت سے رہنا چاہیے۔ حدیث نبویؐ ہے کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی اہلیہ کے لیے بہترین ہے اور میں تم سب سے زیادہ اپنی (ہر) اہلیہ کے لئے خیر خواہ ہوں۔ ابن ماجہ (۱۹۷۷)

۳۶۵ مسلم (۱۴۳۶)

۳۶۶ ابوداؤد (۲۱۴۰)

۳۶۷ ابوداؤد (۲۱۴۲)

سے بیزار رہے' نفرت بھرے جواب دے تو خاوند کو چاہئے کہ پہلے وعظ و نصیحت اور خوف خدا سے کام لے' نہ مانے تو اس کا بستر جدا کر دے اور تین دن تک کلام نہ کرے' اگر ٹھیک ہو جائے تو درست ورنہ اسے حق ہے کہ اسے نشان نہ ڈالنے والی ضرب سے مارے درّے اور کوڑے وغیرہ کو استعمال نہ کرے کیونکہ مارنے سے مقصود اس کی اصلاح ہے ہلاکت نہیں' اگر ابھی بھی صلح صفائی نہ ہو تو حاکم وقت دونوں گھروں کی طرف سے دو عادل' آزاد مسلمان مقرر کرے جنہیں میاں و بیوی اپنا وکیل مان لیں تو وہ دونوں فیصلہ کرنے والے میاں بیوی میں صلح کرانے کی ہر ممکنہ کوشش کریں ورنہ مال وغیرہ کے ذریعے جیسے تیسے ممکن ہو دونوں میں جدائی کرا دیں۔ دونوں وکیل جو فیصلہ کریں گے میاں بیوی اس کے پابند ہوں گے۔

دعوت ولیمہ: ❀ ❀ شادی کا ولیمہ مستحب ہے۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایک بکری کم از کم دعوت کے لئے ہو اس کے علاوہ ہر قسم کا کھانا جائز ہے۔ پہلے دن کی دعوت ولیمہ قبول کرنا واجب ہے دوسرے دن کی مستحب جب کہ تیسرے دن کی مباح بلکہ گھٹیا پن ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جب آپ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو حکم دیا کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو؟[۳۶۸] آپ نے فرمایا: ولیمہ پہلے دن فرض ہے دوسرے دن شہرت ہے اس کے بعد گھٹیا پن ہے۔[۳۶۹] ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کو ولیمے کی دعوت دی جائے تو وہ ضرور قبول کرے اگر روزہ دار نہیں تو کھانا کھا لے ورنہ نہ کھائے اور آ کر چلا جائے۔[۳۷۰] نکاح کے بعد چھوہارے وغیرہ لٹانا مکروہ ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں ایک کے مطابق کمینگی و خست کی وجہ سے یہ مکروہ ہے اور اس سے بچنا ہی افضل ہے اور یہی تقویٰ کے لائق ہے۔[۳۷۱] دوسری روایت کے مطابق یہ جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے' آپ نے ایک اونٹ ذبح کیا۔ اور اسے فقراء کے لئے چھوڑ دیا اور فرمایا جو چاہے اس کا گوشت کاٹ کر لے جائے۔[۳۷۲] اس میں اور (چھوہارے) بکھیرنے میں مماثلت ہے لیکن بہتر کام حاضرین میں بانٹنا اور تقسیم کرنا ہے کیونکہ یہ شریفانہ طریقہ ہے اور چیز بھی حلال طریقے سے ہر ایک کے پاس پہنچ جاتی ہے اور یہ تقویٰ کے ساتھ متعلق ہے۔

نکاح کے لیے لڑکی کی اجازت: ❀ ❀ جب نکاح کی تمام شرائط پوری ہو جائیں یعنی عادل ولی' عادل گواہ اور کفو وغیرہ کا حصول' اور کوئی مانع (ارتداد' عدت وغیرہ) نہ ہو تو نکاح کرنے والا عورت سے نکاح کی اجازت حاصل کر لے۔ بیوہ' مطلقہ

---

۳۶۸ بخاری ۱/۱۳ ۳۶۹ ابوداؤد (۳۷۴۵)

۳۷۰ ابن ماجہ (۱۹۱۴)

۳۷۱ نکاح کے موقع پر چھوہارے لوٹانا' حلوہ شیرینی' مٹھائی اور بد وغیرہ تقسیم کرنے کے متعلق حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان کے جواز میں کوئی صحیح حدیث تو کجا ضعیف روایت بھی موجود نہیں۔ تلخیص ۳/ ۷۰۴' جب کہ اس کی ممانعت میں مختلف احادیث موجود ہیں۔ بخاری (۲۴۷۴) احمد ۳/ ۱۹۷- ترمذی (۱۶۰۱) شیخ صاحب نے جس حدیث سے چھوہارے لوٹانے کے جواز کا استدلال کیا ہے اسی حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے کئی اہل علم نے اسے جائز قرار دیا ہے جیسا کہ امام بغوی نے شرح السنۃ ۴/ ۱۱۸ میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

۳۷۲ احمد ۴/ ۳۵۰

اور بلا والد لڑکی پر جبر نہ کیا جائے۔[۳۷۳] خاوند حق مہر کی مقدار اور حالت کی تفصیل بتا دے پھر نکاح کا خطبہ پڑھا جائے اور گناہوں سے استغفار کیا جائے۔ مستحب اور اولیٰ یہ ہے کہ ولی نکاح کا خطبہ پڑھے اور اس کے بعد خاوند سے کہے: میں نے اپنی بیٹی یا بہن فلاں بنت فلاں اتنے متفقہ حق مہر پر آپ کے نکاح میں دی کیا آپ نے قبول کی؟ خاوند کہے میں نے قبول کی۔ عربی دان کے لئے عربی میں نکاح پڑھانا واجب ہے ورنہ نکاح نہ ہوگا البتہ عربی سے نادان کو اس کی مادری زبان میں نکاح پڑھانا جائز ہے نکاح کے لئے آدمی کو عربی سیکھنا لازمی ہے یا نہیں؟ اس مسئلے میں دو روایتیں ہیں۔(۱) لازمی ہے (۲) لازمی نہیں۔ نکاح میں عبداللہ بن مسعودؓ والا خطبہ پڑھنا مسنون ہے جیسا کہ امام احمد اگر کسی مجلس نکاح میں ابن مسعود والا خطبہ نہ سنتے تو مجلس چھوڑ جاتے۔ خطبہ اس طرح ہے۔ ہمیں شیخ امام ہبۃ اللہ بن مبارک بن موسیٰ سقفی نے بغداد میں خبر دی انہوں نے قاضی مظفر ہناد بن ابراہیم بن محمد بن حصر النعفی سے سنا ہے اور انہوں نے قاضی ابو عمر قاسم بن جعفر بن عبدالواحد ہاشمی بصری سے سنا اور انہوں نے محمد بن احمد لولوی سے سنا انہوں نے اسرائیل سے انہوں نے ابو اسحٰق سے انہوں نے ابوالاحوص سے۔

انہوں نے ابوعبیدہ سے اور ان کے پاس عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت بیان کی کہ اللہ کے رسولؐ نے ہمیں یہ خطبہ سکھایا تھا ''تمام تعریف اللہ کے لئے ہیں ہم اسی کی حمد وثنا کرتے ہیں' اسی سے مدد مانگتے ہیں' اسی سے معافی مانگتے' ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے' جسے اللہ ہدایت سے نوازے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے پھر اسے کوئی ہدایت سے نہیں نواز سکتا' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ [''اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی نفس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا پھر ان دونوں سے بہت سے مرد وخواتین کو پھیلا دیا اور اس اللہ سے ڈر جاؤ جس کے واسطے سے تم سوال کرتے ہو اور رشتہ داری کے معاملے میں بھی ڈر جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے'']۔ [''اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ جس طرح کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں اس حال میں موت آئے کہ تم مسلمان ہو'' (آل عمران: ۱۰۳)] [''اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور سچی بات کہو وہ تمہارے اعمال درست کردے گا' تمہارے گناہ معاف کردے گا اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوگا]۔[۳۷۴] اس کے ساتھ یہ ارشاد

---

۳۷۳ نکاح میں بالغہ لڑکی کی رضامندی اور ولی کی اجازت دونوں چیزیں ضروری ہیں اگر لڑکی رضامند ہو لیکن ولی کی اجازت شامل نہ ہو تو ایسا نکاح حدیث نبویؐ کے مطابق باطل ہے۔ باطل ہے' باطل ہے۔ ابوداؤد (۲۰۸۳) ترمذی (۱۱۰۲) ابن ماجہ (۱۸۷۹) طحاوی ۳/۷' اسی طرح اگر ولی بالغہ لڑکی کی رضامندی کے بغیر زبردستی نکاح کردے تو اس لڑکی کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ اس نکاح کو برقرار رکھے یا فسخ کرادے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: بخاری (۵۱۳۶) مسلم (۱۴۱۹) ابوداؤد (۲۰۹۸) احمد ۲۷۳/۱-۲۷۳ ابن ماجہ (۱۸۷۵) ترمذی (۱۱۰۹) بیہقی ۱۲۰/۷

۳۷۴ ابوداؤد/ الجمعۃ (۲۳) احمد ۳۵۰/۱۔ اس خطبے کے علاوہ مختلف کلمے وغیرہ پڑھانا سنت سے ثابت نہیں لہٰذا یہ بدعت ہے۔ بلا خطبہ بھی نکاح کا انعقاد درست ہے۔ کیونکہ نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے۔

باری تعالیٰ پڑھنا بھی مستحب ہے [اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے غیر شادی شدہ اور نیک لوگوں کا نکاح کر دو اگر وہ غریب ہیں تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا جاننے والا ہے] [اللہ جسے چاہتا ہے بلاحساب نوازتا ہے][۳۷۵]

اس خطبے سے ملتا جلتا کوئی دوسرا خطبہ بھی پڑھا جا سکتا ہے مثلاً یہ خطبہ پڑھ لے: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو اپنی نعمتوں کے ساتھ یکتا ہے' اپنی نوازشات سے بہتر نوازنے والا ہے' اپنے ناموں سے جلوہ آرا ہے' اپنی بڑائی میں منفرد ہے' اس کی صفات کو کوئی بھی کما حقہ بیان نہیں کر سکتا' حمد وثنا کرنے والے کما حقہ حمد وثنا سے قاصر ہیں' اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا' بے نیاز اور معبود برحق ہے' اس کے مثل کوئی نہیں' اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے' اللہ بابرکت ذات ہے' غالب ہے' بہت بخشنہار ہے' اس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا' آپؐ نبی برحق ہیں' منتخب ہیں' معصوم عن الخطا ہیں' آپؐ نے دین کی تبلیغ کی' آپؐ روشن چراغ ہیں' پھیلے ہوئے نور ہیں' درخشندہ دلیل ہیں' اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمتیں اور سلامتیاں نازل ہوں اور آپ کے تمام اہل وعیال پر بھی۔ پھر یہ تمام کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ ہر کام کو اس کے حق اور مقام وجگہ کے مطابق پھیرتا ہے' جسے اللہ تعالیٰ پیچھے ہٹا دے اسے کوئی آگے بڑھانے والا نہیں اور جسے وہ آگے بڑھا دے اسے کوئی پیچھے ہٹانے والا نہیں' ایک جگہ دو کا اجتماع اسی کے فیصلے اور تقدیر سے ہوتا ہے' ہر فیصلے کے لئے ایک اندازہ ہے اور ہر اندازے کی ایک مقررہ مدت ہے اور ہر مدت کی تحریر ہے' اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے' جو چاہتا ہے بحال رکھتا ہے' اسی کے پاس ام الکتاب ہے' اسی کے قضا وتقدیر سے یہ ہے کہ فلاں ابن فلاں نیک دختر فلانۃ بنت فلاں سے نکاح کرتا ہے' اسی غرض سے تمہارے پاس آیا کہ تمہاری نیک باکردار دختر سے نکاح کرے اور جس قدر اتفاق رائے سے حق مہر مقرر ہو وہ ادا کرے تو تم اس کے ساتھ اپنی دختر نیک کا نکاح کر دو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [اپنے میں سے غیر شادی شدہ' غلام ولونڈی جو نیک کردار ہوں ان کا نکاح کر دو اگر وہ محتاج ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں مال دار بنا دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے (النور: ۳۲)] خطبے سے فارغ ہو کر ہمارے مذکورہ طریقے کے مطابق نکاح پڑھا دے۔

---

[۳۷۵] [النور: ۳۲-۳۸]

باب -۸

تبلیغ دین اور وعظ و نصیحت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف ونھی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والوں کا اپنی کتاب میں تعریفی تذکرہ کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: [۳۷۶] [''وہ نیکی کا حکم دینے والے ہیں اور برائی سے روکنے والے ہیں اور اللہ کی حدود و قیود کے محافظ ہیں] ارشاد باری تعالیٰ ہے: [۳۷۷] [تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے نکالا گیا ہے' تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور (خود بھی) اللہ پر ایمان رکھتے ہو] ارشاد باری ہے: [۳۷۸] [ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں] حدیث نبویؐ ہے: تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہو گے اور برائی سے روکتے رہو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے بدترین کو بہترین پر مسلط کر دے گا اور تمہارے بہترین لوگوں کی دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔'' [۳۷۹] سالم بن عبداللہ بن عمر حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: اس وقت سے پہلے پہلے امر بالمعروف ونھی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہو کہ تمہاری دعائیں مردود ہو کر رہ جائیں اور تم بخشش طلب کرو لیکن بخشش نہ ہو' خبردار! امر بالمعروف ونھی عن المنکر رزق کو روکنے یا موت کو نزدیک کر لینے کا باعث نہیں۔ خبردار! بے شک یہودیوں کے علماء اور عیسائیوں کے صوفیاء نے جب امر بالمعروف ونھی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انبیاء کی زبانوں سے ان پر لعنتیں برسائیں پھر ان سب کو آزمائش میں مبتلا کر دیا۔ [۳۸۰]

امر بالمعروف اور نھی عن المنکر دونوں کام ہر آزاد' مکلف اور علم رکھنے والے مسلمان پر فرض ہیں بشرطیکہ وہ اس حکمت سے یہ فریضہ ادا کرے کہ کوئی فساد عظیم برپا نہ ہو اور اس کے مال و جان اور اہل و عیال میں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اس فریضے کی ادائیگی میں امام' عالم' قاضی اور عام فرد بھی برابر شامل ہیں۔ ہم نے داعی کے لئے عالم ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ کہیں اپنے ہی گمان سے کوئی ایسا عمل نہ کر بیٹھے جو شریعت کے خلاف ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں]۔ [۳۸۱] کسی کے مستور گناہ کی پردہ کشی اس پر واجب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے:

---

۳۷۶ التوبۃ:۱۱۲ ۳۷۷ آل عمران:۱۱۰

۳۷۸ التوبۃ:۷۱ ۳۷۹ احمد ۳۹۱/۵

۳۸۰ البیہقی ۹۳/۱۰ الحلیۃ الاولیاء ۲۸۷/۸ ۳۸۱ الحجرات:۱۲

''اور جاسوسی نہ کرو'' [۳۸۲] لہٰذا داعی پر ظاہری برائیوں سے روکنا واجب ہے اور کسی کے باطنی راز کو افشاں کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

قدرت و طاقت کی شرط اس لئے لگائی کہ حدیث نبویؐ ہے: کسی قوم میں گناہوں کا مرتکب موجود ہو اور قوم والے اسے روکنے کی طاقت رکھنے کے باوجود گناہ سے نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ سے پہلے ہی سب پر عذاب مسلط کر دیں گے۔ [۳۸۳] رسول اللہؐ نے اس کی شرط ایسی حالت میں لگائی ہے جب اصلاح کرنے والوں کا غلبہ ہو اور عادل بادشاہ کی انہیں حمایت حاصل ہو۔ امر بالمعروف کا فریضہ اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جب جان و مال کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو۔ ارشاد باری ہے [اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو] [۳۸۴] حدیث نبویؐ ہے: کسی مؤمن شخص کے لئے جائز نہیں کہ اپنے نفس کی اہانت کرے پوچھا گیا یا رسول اللہؐ! اہانت نفس کیسے ہے؟ فرمایا اس چیز کے درپے نہ ہو جس کی قدرت نہیں رکھتا۔ [۳۸۵] حدیث نبویؐ ہے: جب تم ایسا کام دیکھو جسے تبدیل کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہو تو صبر کرو حتی کہ اللہ تعالیٰ خود ہی اسے تبدیل کر دیں۔ [۳۸۶]

مذکورہ صورت میں جب یہ ثابت ہو گیا کہ جان و مال کے خطرے کے وقت امر بالمعروف کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے تو کیا ایسی صورت میں تبلیغ کا جواز ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک جواز ہے بلکہ دریں صورت افضل ہے اور اگر مبلغ صبر و عزم والا ہو تو وہ بمنزلہ جہاد کے ہے۔ لقمان علیہ السلام کے قصے میں ارشاد باری ہے: نیکی کا حکم دے، برائی سے روک اور تمام تکالیف برداشت کر۔ [۳۸۷] آپؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو فرمایا: اے ابو ہریرہؓ! نیکی کا حکم دے، برائی سے منع کر اور جو تجھے اذیت پہنچے تو اس پر صبر کر۔'' [۳۸۸] بالخصوص جابر بادشاہ کے سامنے اور کلمہ کفر کے غلبے کے وقت تو سب کا اتفاق ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی فضیلت بڑھ جاتی ہے۔ ان دو موقعوں کے علاوہ ہمارا علماء سے اختلاف ہے۔ جب برائی سے منع کرنا واجب ثابت ہو گیا تو پھر برائی سے روکنے والوں کی تین قسمیں ہوں گی (۱) ہاتھ سے منع کرنے والے اس میں امام اور بادشاہ شامل ہیں (۲) صرف زبان سے منع کرنے والے اس میں علماء شامل ہیں (۳) دل سے برائی کو برا سمجھنا اس میں عام لوگ شامل ہیں۔ اس معنی میں ایک حدیث حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص برا کام دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے روکنے کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔ [۳۸۹] یعنی ایمان میں سب سے کمزور عمل ہے۔ بعض صحابہ سے مروی ہے۔ جب تم میں سے کوئی ایسی برائی دیکھے جسے روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو تین مرتبہ یہ کلمات کہہ لے: ''اے اللہ یہ برا کام ہے۔'' جب تین

---

۳۸۲ الحجرات:۱۲
۳۸۳ ابن عدی ۳/۱۲۱۶
۳۸۴ النساء:۲۹
۳۸۵ ترمذی (۲۲۵۴)
۳۸۶ مجمع الزوائد ۷/۲۷۵
۳۸۷ [لقمان:۱۷]
۳۸۸ البیہقی ۱۰/۱۷۳
۳۸۹ مسلم (۴۹)

مرتبہ یہ کہہ لے تو اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ثواب ہوگا۔[۳۹۰]

اگر کسی کو یہ غالب گمان ہو کہ برائی قائم رہے گی اور ختم نہ ہو سکے گی تو کیا برائی کا منع کرنا پھر بھی واجب ہے یا نہیں؟ اس مسئلے میں امام احمدؒ سے دو روایتیں منقول ہیں۔ایک روایت کے مطابق تو واجب ہے۔کیونکہ ممکن ہے کہ وہ برے اعمال سے باز آ جائے' مبلغ و داعی کے اخلاص اور صداقت کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کی توفیق دے دیں۔دوسری روایت کی رو سے واجب نہیں کیونکہ تبلیغ کی غرض بری بات کا خاتمہ ہے جب اس خاتمے کا کوئی امکان نظر نہ آئے تو اس فریضے کو ترک کر دینا ہی اولیٰ ہے۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی پانچ شرائط ہیں (۱) جس چیز کے کرنے یا روکنے کا حکم دینا ہے اس کے بارے میں معلومات ہوں (۲) اس فریضے میں اللہ کی رضا' دین کی سربلندی اور کلمۃ اللہ کا غلبہ مدنظر ہو اور ریاکاری' شہرت' غیرت نفس اور کوئی تعصب مقصود نہ ہو' اگر داعی سچا اور مخلص ہو تو اللہ کی طرف سے اس کی مدد اور موافقت ہو گی اور وہ برائی کو دفع کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔[۳۹۱] ارشاد باری ہے یقیناً اللہ تعالیٰ متقی اور نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔[۳۹۲]

پھر جب وہ شرک سے بچے گا اور لوگوں کو روکے گا' خود پر خلوص عمل کرے گا تو کامیابی اس کے قدم چومے گی ورنہ ذلت و رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں' تبلیغ کے باوجود برائی قائم رہے گی بلکہ اور بڑھے گی' گناہ گار اور بدکردار اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور شیطان خواہ انسان ہوں یا جن اللہ کی مخالفت' ترک اطاعت اور ارتکاب معاصی پر متحدہ محاذ قائم کر لیں گے۔ (۳) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے میں نہایت خوش الحانی اور عاجزی اختیار کرے' سختی' ترش روی اختیار نہ کرے' نرمی اور نصیحت کرے' اپنے مسلم بھائی پر شفقت کرے جس طرح اس کا دشمن شیطان مردود اس سے ہم آہنگ ہو کر اس کی عقل پر چھا گیا ہے اور اس کے لئے رب تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت کو مزین کر کے پیش کرتا ہے اور وہ شیطان اسے ہلاک کرنے اور جہنم میں پہنچانے کا خواہاں ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے [وہ اپنے گروہ کو دعوت دیتا ہے تا کہ وہ دوزخی بن سکیں]۔[۳۹۳] اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے مخاطب ہوتے ہیں [پس اللہ کی رحمت سے آپؐ ان کے لئے نرم دل ہوئے ہیں اگر آپ سخت دل اور ترش رو ہوتے تو وہ آپ کے گرد سے بکھر جاتے]۔[۳۹۴] اللہ تعالیٰ نے جس وقت موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون کی طرف روانہ کیا تو فرمایا:

---

۳۹۰ تذکرۃ الموضوعات (۵۲۹) ۳۹۱ محمد:۷

۳۹۲ النحل: ۱۲۸۔ خاتم النبیین حضرت محمدؐ تا قیامت تمام لوگوں کے لئے نبی و رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں لہٰذا تمام لوگ آپ کی امت سے ہیں جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا وہ امت اجابت ہوئی اور جنہوں نے دعوت کو قبول نہیں کیا وہ تمام امت دعوت میں شامل ہیں یعنی امت اجابت [تمام اہل اسلام] کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہر سطح اور ہر درجہ سے ہر ممکنہ کوشش کے ساتھ امت دعوت (تمام غیر مسلم) کو دین کی دعوت دے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے اور آپؐ اور آپ کے صحابہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دعوت و جہاد کے ساتھ دین اسلام کو دنیا میں سربلند کرنے کی جدوجہد کریں۔

۳۹۳ فاطر:۶ ۳۹۴ آل عمران:۱۰۹

[اسے نرم لہجے میں سمجھانا شاید وہ نصیحت پکڑے اور ڈرنے والا بن جائے]۔[۳۹۵]

نبیؐ نے حدیث اسامہؓ میں فرمایا: کسی کے لئے امر بالمعروف ونھی عن المنکر اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ اس میں تین صفات نہ پیدا ہو جائیں: (۱) امر ونھی سے متعلقہ علم (۲) حکم دینے میں نرمی (۳) منع کرنے میں نرمی۔[۳۹۶] چوتھا وصف یہ بھی ہے کہ وہ صبر کرنے والا ہو' بردبار ہو' متحمل مزاج ہو' عاجز ہو' خواہش کو ترک کرنے والا ہو' دل کا مضبوط ہو' نرم پہلو رکھنے والا ہو' مریض کا علاج کرنے والے کی طرح طبیب ہو' پاگل کا علاج کرنے والا حکیم ہو' راہنما امام ہو' ارشاد باری ہے: [ہم نے ان میں امام مقرر فرمائے جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے ہیں' جب انہوں نے صبر کیا]۔[۳۹۷] جو لوگ اللہ کے دین کی عزت وتوقیر کے لئے اپنی قوم کی تکالیف پر صبر کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں پیشوا اور قائدین امت بنا دیتا ہے۔

حکیم لقمان کے قصے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: [نیکی کا حکم دے' برائی سے منع کر' آنے والی تکلیف پر صبر کر' بے شک یہ حوصلے والے کاموں میں سے ہے]۔[۳۹۸] (۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ جس چیز کا حکم دے رہا ہو اس پر خود بھی عمل پیرا ہو اور جس کام سے منع کر رہا ہے کہیں خود اس میں ملوث نہ ہوتا کہ اس طرح لوگ اس پر تسلط نہ پا سکیں اور وہ عنداللہ قابل مذمت اور قابل ملامت ٹھہرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا پھر بھی عقل نہیں آتی ؟]۔[۳۹۹] حضرت انسؓ والی حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے تو میں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟

جبریل نے کہا' یہ آپ کی امت کے وہ خطیب حضرات ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کا وعظ کرتے اور اپنے آپ کو بھول جاتے۔ حالانکہ کتاب اللہ کو پڑھتے بھی تھے۔[۴۰۰] شاعر کہتا ہے

جو برا کام تو خود کرتا ہے اس سے لوگوں کو نہ روک
یہ بے حیائی ہے کہ تو خود گناہ میں ملوث ہو

---

۳۹۵ طٰہٰ:۴۴ — ۳۹۶ الاتحاف:۷/۴۹
۳۹۷ السجدۃ:۲۴ — ۳۹۸ لقمان:۱۷
۳۹۹ البقرۃ:۴۴

۴۰۰ ۳/ ۲۳۹۔ حقیقت میں ایسے لوگ دین کے راستے میں ڈاکو اور لٹیرے ثابت ہوتے ہیں جس طرح لوگ اس راستے کو چھوڑ دیتے ہیں جس راستے پر ڈاکو اور لٹیرے پائے جاتے ہوں اسی طرح لوگ بدعمل ملاؤں اور داعیوں کو دیکھ کر دین کی شاہراہ سے منہ موڑنے کا جواز حاصل کر لیتے ہیں اور اس کا وبال ایسے ہی داعیوں پر ڈالا جائے گا لیکن اس کے ساتھ لوگوں کو بھی اللہ کی عطا کردہ عقل وشعور سے یہ سوچنا چاہیے کہ بدعملی کا مؤاخذہ بدعمل انسان سے ہوگا تو کیا اسلام سے بدک کر دور ہٹ جانے والوں کو یونہی بخش دیا جائے گا؟ نہیں! بلکہ ان سے تو زیادہ شدید حساب کتاب لیا جائے گا کہ اہل اسلام میں اگر کوئی کمی کوتاہی' غلطی' خطا' بدعملی' بدطینتی تھی تو اسلام تو ہر طرح کی کمی کوتاہی' خطا' غلطی' شک وشبہ سے پاک تھا پھر اسے کیوں رد کیا گیا؟

قتادہؒ فرماتے ہیں: ''ہمیں بتایا گیا کہ تورات میں یہ لکھا ہے کہ ابن آدم میرا ذکر کرے گا اور مجھے بھول جائے گا' میری طرف دعوت دے گا خود راہ فرار اختیار کرے گا' باطل ہے جو تم یہ اختیار کرتے ہو' اللہ تعالیٰ نے اس سے مراد وہ بندہ ٹھہرایا جو نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا ہے لیکن اپنے آپ کو مستثنیٰ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یہ سارا علم ہے۔

تنہائی اور خلوت میں اگر کسی کو وعظ و نصیحت کی جائے تو یہ افضل ہے کیونکہ ایسی نصیحت مؤثر اور کارگر ثابت ہوتی ہے اور لوگ اسے جلدی قبول کر لیتے ہیں۔ حضرت ابودرداؓ فرماتے ہیں: جس نے علیحدگی میں وعظ و نصیحت کی اس نے عزت بخشی اور جس نے سرعام نصیحت کی تو اس نے ذلیل کیا۔ لیکن اگر کسی کو علیحدگی میں نصیحت کی جائے اور وہ اس سے متأثر نہ ہو تو پھر اسے لوگوں میں نصیحت کی جائے اور اہل خیر کا تعاون بھی لیا جائے اگر پھر بھی اس پر کوئی اثر نہ ہو تو حکام سے مدد لی جائے۔ نھی عن المنکر کا فریضہ چھوڑنا کسی حال میں جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی جنہوں نے یہ فریضہ چھوڑا اور غفلت اختیار کر لی۔

ارشاد باری ہے: [ان لوگوں نے برائیوں سے روکنا چھوڑ دیا جنہیں وہ روکتے تھے واقعی ان کا کردار برا ہے]۔[۴۰۱] ارشاد باری ہے [انہیں اہل علم اور درویش برے کاموں اور حرام کھانوں سے کیوں نہیں روکتے' واقعی ان کا کردار برا ہے]۔[۴۰۲] یعنی ان کے علماء' فقہاء' قرأ حضرات نے انہیں فحش باتوں' نافرمانیوں اور رزق حرام سے کیوں نہ روکا؟ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوشع بن نونؑ کے پاس وحی بھیجی کہ میں آپ کی قوم کے چالیس ہزار نیک لوگوں اور ساٹھ ہزار برے لوگوں کو ہلاک کرنے والا ہوں' عرض کرنے لگے' یارب! برے تو برے سہی مگر نیکوں کا کیا قصور؟ فرمایا: انہوں نے میرے ناراض ہونے کے ساتھ ان پر ناراضی کا اظہار نہ کیا بلکہ ان کے ہم پیالہ و ہم نوالہ بن گئے۔

پانچویں شرط کی وضاحت: ❀ ❀ پانچویں شرط کے سلسلے میں ہمارے شیوخ ذکر کرتے ہیں کہ امر بالمعروف و نھی عن المنکر کا فریضہ فاسق شخص پر بھی واجب ہے جیسا کہ عادل پر واجب ہے لہٰذا ہم نے اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے کیونکہ تبلیغ سے متعلقہ آیات و احادیث میں عموم ہونے کی وجہ سے فاسق بھی بلا فرق اس فریضے میں شامل ہے۔ بعض سلف نے اس آیت [اور لوگوں میں سے جو خود کو اللہ کی رضا کے عوض فروخت کر دیتے ہیں][۴۰۳] کو تبلیغ پر محمول کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا انا للّٰہ و انا الیہ رٰجعون (بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) تو فرمایا کہ ایک آدمی کھڑا ہو کر تبلیغ کرنے لگا اور اسے قتل کر دیا گیا۔ حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

---

۴۰۱ المائدہ:۷۹

۴۰۲ المائدۃ:۶۳

۴۰۳ البقرۃ:۲۰۷

سب سے افضل جہاد جابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔[۴۰۴] حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن افضل ترین شہید حمزہ بن عبدالمطلب اور وہ ہوگا جس نے جابر بادشاہ کے سامنے اچھی بات کہی اور بری بات سے منع کیا تو نتیجۃً اسے قتل کر دیا گیا۔[۴۰۵] اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا برا تذکرہ کیا ہے جسے بری باتوں سے روکا جاتا ہے لیکن وہ عار کی وجہ سے باز نہیں آتا فرمایا: [اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر جا تو اسے عار گناہ کے ساتھ پکڑ لیتی ہے][۴۰۶] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ جب اسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر جا تو وہ یہ جواب دیتا ہے' اپنا گریبان جھانکو۔ یہ تمام آیات و احادیث نیک و بد ہر ایک کے لئے عام حکم رکھتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: نیکی کا حکم دو اگرچہ خود ان پر عمل پیرا نہیں ہو اور برائی سے روکو اگرچہ خود ان کے مرتکب ہو۔[۴۰۷] دنیا میں ہر انسان ظاہری یا باطنی گناہ کا شکار ہے۔ اگر ہم یہ شرط لگا دیں کہ تبلیغ معصوم و عادل شخص ہی کرے تو تبلیغ کا عمل مشکل ہو جائے پھر آہستہ آہستہ لوگ برائی سے روکنا ترک کر دیں گے اور برائیاں عام ہو جائیں گی اور یہ فریضہ رخصت ہو جائے گا۔

اچھے اور برے کاموں کی تفصیل: ۞ ہر وہ کام جو قرآن و حدیث اور عقل کے موافق ہو[۴۰۸] وہ اچھا ہے ورنہ برا ہے۔ اچھے کام کو معروف اور برے کو منکر کہا جاتا ہے۔ ان کی دو اقسام ہیں (۱) ظاہر جسے عام و خاص ہر کوئی جانتا پہچانتا ہے جیسے نماز پنجگانہ' رمضان کا روزہ' حج اور زکاۃ وغیرہ کا وجوب' اسی طرح زنا' شراب خوری' چوری' ڈاکہ' غصب اور سود وغیرہ کی حرمت۔ اس قسم کے مطابق امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ علماء کے علاوہ عوام پر بھی عائد ہے۔ (۲) دوسری قسم کو اہل علم ہی پہچانتے ہیں مثلاً شان جلالت کے لائق کون کون سے عقائد ہیں اور کون سے نہیں' خلاف شرع عقائد کا انکار علماء پر واجب ہے اگر کوئی عالم اس مسئلے میں عوام کو کوئی بات بتائے تو وہ اس کا اہل ہے اور عام آدمی عالم سے پوچھ گچھ کر کے گندے عقیدے کی تردید بشرط قدرت کر سکتا ہے لیکن اگر کوئی مسئلہ اختلافی ہو کہ جس میں اجتہاد کی گنجائش ہو تو اس کا انکار و تردید جائز نہیں۔

---

۴۰۴ ابوداؤد (۴۳۴۴)

۴۰۵ ابوداؤد (۱۹۵)

۴۰۶ البقرۃ:۲۰۶

۴۰۷ مجمع الزوائد ۷/۲۷۷

۴۰۸ عقل کے موافق ہونے کا معنی یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے ثبوت کے ساتھ عقل و شعور بھی اس چیز کی تائید کر دیں لیکن اگر ہماری عقل کسی مسئلہ کی حکمت کو سمجھنے سے قاصر ہو اور وہ مسئلہ قرآن و سنت سے ثابت ہو رہا ہو تو اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ عقل کو قرآن و حدیث پر ترجیح دے دی جائے بلکہ اس وقت عقل کو بالائے طاق ہوئے قرآن و حدیث کو قبول کر لینا ہی مسلمانی ہے۔

جیسے امام ابوحنیفہؒ کا مقلد نبیذ پیئے یا بلا ولی عورت سے نکاح کرے تو یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب میں جائز ہے اس لئے امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کے مقلدین کو ان کی تردید نہیں کرنی چاہئے۔[۹۰۹] کیونکہ روایت مروزی میں امام احمد نے فرمایا: کسی فقیہہ کا لوگوں کو اپنے مذہب پر ابھارنا اور سختی کرنا جائز نہیں۔ جب یہ بات مسلم ہے تو تردید اسی مسئلے کی جائز ہے جو اجماع کے خلاف ہو نہ کہ مختلف فیہ ہو۔ امام احمدؒ سے مختلف فیہ مسئلے پر بھی انکار کا جواز منقول ہے۔ روایت میمونی میں ہے کہ ایک شخص کچھ لوگوں کو شطرنج کھیلتے ہوئے دیکھے تو انہیں منع کرے اور وعظ و نصیحت کرے حالانکہ شطرنج اصحاب شافعی کے نزدیک جائز کھیل ہے۔

تادیب و تربیت: ۞ ۞ سابقہ اصول و آداب پر ہر مسلمان کی زندگی کے ہر پہلو میں عمل کرنا چاہئے کسی صورت بھی انہیں ترک نہ کرے۔ امیر المؤمنین عمرؓ فرماتے کہ پہلے ادب سیکھو پھر علم؟ ابوعبداللہ بلخی فرماتے ہیں کہ علم سے زیادہ ادب سیکھنے کی اہمیت ہے۔ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اگر میرے سامنے کسی ایسے شخص کا ذکر کیا جائے جسے اولین و آخرین کا علم ہو تو اس سے عدم ملاقات کا مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا البتہ اگر کسی ایسے شخص کا تذکرہ کیا جائے جسے ادب نفس کا علم ہو تو مجھے اس سے ملنے کی تمنا بھی ہوگی اور اس سے عدم ملاقات پر افسوس بھی ہوگا۔

ایمان کی مثال ایک ایسے شہر کی سی ہے جس کے پانچ قلعے ہوں ایک سونے کا دوسرا چاندی کا تیسرے لوہے کا چوتھا پکی اینٹوں کا پانچواں کچی اینٹوں کا۔ جب تک کچی اینٹوں کے قلعے کے محافظین چوکس رہیں اس وقت تک دشمن دوسرے قلعے کو تاکتا نہیں' جب وہ غفلت کریں گے تو دشمن دوسرے قلعے کا طمع کرے گا پھر تیسرے' چوتھے اور پانچویں کا بھی طمع کرے گا حتی کہ دشمن سب پر قابض ہو جائے گا' اسی طرح ایمان کے بھی پانچ قلعے ہیں پہلا یقین ہے دوسرا اخلاص' تیسرا ادائیگی فرائض' چوتھا تکمیل سنن اور پانچواں پابندی آداب۔ جب تک انسان آداب کی حفاظت کرتا رہے گا شیطان اس کی طرف طمع کی نگاہ نہیں کرے گا جب وہ آداب کو ترک کرے گا تو شیطان ترک سنن کا لالچ کرے گا پھر فرائض پر ڈورے ڈالے گا پھر اخلاص کو تباہ کرے گا اور پھر یقین کو' لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اپنے تمام اعمال میں آداب کا پابند رہے وضو نماز ہو' خرید و فروخت ہو یا دوسرے معاملات ہوں۔

---

[۹۰۹] فقہی مسائل کی نوعیت دو طرح کی ہوتی ہے۔ (۱) اصول (۲) فروع۔ اصول جیسے اللہ کی وحدانیت' محمدؐ کی رسالت و خاتمیت وغیرہ۔ ان میں اختلاف کرنے والا بلاشبہ گمراہ ہے جب کہ فروعی مسائل میں اختلاف کا امکان بعید از قیاس نہیں لیکن فروعی مسائل میں واضح دلیل حاصل ہو جانے کے بعد بھی اسے تسلیم نہ کرنا صریح گمراہی اور تعصب کی نشانی ہے۔ یہ مسئلہ بھی ذہن نشین رہے کہ ہمارے لئے کسوٹی اور معیار قرآن و سنت ہے کسی امام کا مذہب' فقیہہ کی فقہ' مفتی کا فتویٰ' مولوی کا مسئلہ...... اگر قرآن و سنت کے مطابق و موافق ہو تو سر آنکھوں پر لیکن اگر وہ مسئلہ قرآن و سنت کے مخالف ہو تو اسے معیار اور کسوٹی بنا پر قرآن و سنت کی تاویل یا تنسیخ نہیں کی جائے گی بلکہ ایسے خلاف شرع مذہب' فقہ' فتویٰ اور مسئلہ کی تردید کرتے ہوئے اس مسئلہ پر عمل کیا جائے گا جو قرآن و سنت کے زیادہ قریب ہوگا۔

ہمارے بیان کردہ اور تلخیص کردہ آداب شریعت کے مجموعے میں یہ آخری بحث تھی۔ پنجگانہ عبادتیں جن کا ذکر ہو چکا ہے ان پر ایمان لانے اور عمل کرنے سے انسان مسلمان بنتا ہے اور ان اخلاق و آداب سے آراستہ ہو کر سنت کا تابعدار بنتا ہے اور سلف کے نقش قدم پر چلتا ہے اور اسے ایک گونہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو چکی ہوتی ہے۔ اب اس کا فرض ہے کہ صانع عالم کی معرفت و حقیقت کو پہچانے' اس کا تعلق دل سے ہے۔ ہم نے اسے اس لئے مؤخر کیا ہے تا کہ نومسلم کو ہمارے دین میں داخل ہوتے وقت سہولت ہو پھر جب کوئی بظاہر اسلام کا لباس پہن لے تو ہم عرض کریں گے کہ اب باطنی نور ایمان کا پیراہن بھی پہن لیجئے۔

باب -۹

اللہ رب العزت کا تعارف

ہم اختصار کے ساتھ دلائل اور آیات کی مدد سے اللہ تعالیٰ کا تعارف بیان کریں گے۔ تعارف باللہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اس بات کی حقیقت کو پہچان لے کہ اللہ ایک ہے' تنہا ہے' بے نیاز ہے' اس کی اولاد نہیں' اس کے والدین نہیں' اس کا کوئی ہمسر و ہم پلہ نہیں [اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے][۱۰۱] وہ بے نظیر' لا مثال ہے' اس کا کوئی مددگار اور شریک نہیں کوئی اسے سہارا دینے والا نہیں' کوئی اس کا وزیر نہیں' کوئی اس کا حصہ دار نہیں' کوئی اس کا مشیر نہیں' نہ وہ ایسا جوہر ہے کہ (مادی دنیا میں) اسے دیکھا جائے اور محسوس کیا جائے نہ ایسا جسم ہے کہ چھوا جائے' نہ عرض ہے کہ ختم ہو' نہ مرکب ہے' نہ آلہ ہے' نہ مجموعہ اجزاء ہے' نہ اس کی ماہیت ہے' نہ حد ہے' وہی اللہ ہے جس نے آسمان بلند کیے' اسی نے زمین بچھائی' نہ وہ طبیعت ہے' نہ طالع ہے' نہ تاریکی ہے' نہ پھیلا ہوا نور ہے' اس کے علم میں تمام چیزیں ہیں' وہ ان کے پاس ہے' کوئی چیز اسے چھوتی نہیں' وہ بڑی عزت والا ہے' سب پر غالب ہے' سب پر حاکم ہے' سب پر قادر ہے' رحم کرنے والا ہے' گناہ بخشنے والا ہے' عیب چھپانے والا ہے' عزت دینے والا ہے' مددگار ہے' انتہائی رحم کرنے والا ہے' خالق ہے' موجد ہے' سب سے پہلے ہے' سب سے آخر میں ہے' سب پر غالب ہے۔

سب سے قریب ہے' تن تنہا ہے' سچا معبود ہے' زندہ ہے' اسے فنا نہیں' ہمیشہ سے ہے' ہمیشہ رہے گا' اس کا ملک دائمی ہے'

---

۱۰۱ [الشوریٰ:۱۱] کسی بھی انسان کی نجات کا دارو مدار عقیدہ توحید پر ہے۔ توحید کی موجودگی میں تو اعمال کی کمیاں کوتاہیاں معاف ہو سکتی ہیں لیکن اگر کسی شخص کے عقیدہ توحید میں کفر و شرک کی آمیزش ہو گئی تو جنت اس کے لئے حرام ہو گئی۔ توحید کی تین اقسام ہیں (۱) توحید ذات (۲) توحید عبادات (۳) توحید اسماء وصفات۔ شیخ عبدالقادر نے اس باب میں توحید اسماء وصفات کو بیان کیا ہے۔ مذکورہ آیت میں مشبہہ اور معطلہ دونوں فرقوں کی تردید ہوتی ہے۔ مشبہہ وہ گروہ ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات بلا تفریق و بلا تخصیص انسانوں کے اسماء وصفات سے مماثلت و مشابہت رکھتے ہیں اور معطلہ کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ بالعموم ہر صفت سے عاری ہے اس میں سمع بصر نہیں' اس کا وجود نہیں' نہ وہ آگے ہے نہ پیچھے نہ اوپر ہے نہ نیچے وغیرہ یہ دونوں فرقے اور ہر وہ انسان جو اس طرح کا عقیدہ رکھے وہ بالا جماع گمراہ ہے۔
جب کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے'' یعنی سمع و بصر اور اسی طرح دوسری صفات اللہ میں موجود ہیں معدوم نہیں لیکن وضاحت فرما دی کہ ''اس کے مثل کوئی نہیں'' یعنی کوئی چیز بھی اس کی مماثلت کے لائق نہیں' انسان کا دیکھنا سننا' اللہ کے دیکھنے' سننے کے مشابہ نہیں بلکہ انسان کا دیکھنا سننا اس کے وجود اور طاقت کے مطابق ہے' اللہ کا دیکھنا سننا وغیرہ اس کی شان اور کمال قدرت کے مطابق ہے کما یلیق بجلالہ۔

کائنات کو چلانے والا ہے' سوتا نہیں' ایسا غالب ہے کوئی اس پر ظلم نہیں کر سکتا' ایسا محفوظ و بلند و بالا ہے کہ کوئی اس کا قصد نہیں کر سکتا' اس کے بڑے بڑے نام ہیں' قابل قدر عطیات ہیں۔ اس نے تمام مخلوق پر فنا کا فیصلہ سنا دیا ہے' فرمایا: [تمام کائنات فنا ہو جانے والی ہے اور آپ کے معزز و مکرم رب کی ذات باقی رہے گی (الرحمٰن: ۲۶۔۲۷)] وہ اوپر کی طرف ہے' عرش پر مستوی ہے' تمام کائنات پر قابض ہے' تمام اشیاء اس کے دائرہ علم میں ہیں' [اسی کی طرف پاکیزہ کلمات اور پاکیزہ اعمال بلند ہوتے ہیں (فاطر: ۱۰)] [زمین سے لے کر آسمان تک ہر چیز کا انتظام اسی کے ہاتھ میں ہے پھر فرشتے ایک ہزار سال کے بقدر ایک دن میں تعمیل احکام کے لئے اس کی طرف چڑھتے ہیں (السجدۃ: ۵)]

اس نے مخلوقات اور ان کے افعال پیدا کیے' ان کا رزق اور وقت موت مقرر کیا' جسے وہ پیچھے رکھے اسے آگے کرنے والا کوئی نہیں' جسے وہ آگے کر دے اسے پیچھے کرنے والا کوئی نہیں' اس نے تمام جہان اور اس کے افعال کا ارادہ کیا اگر انہیں برے اعمال سے محفوظ رکھتا تو وہ کبھی اس کی مخالفت نہ کرتے' اگر وہ تمام جہان سے اپنی اطاعت کا ارادہ کرتا تو وہ تمام اس کی اطاعت کرتے' وہ راز و نیاز اور دلوں کے بھید خوب جاننے والا ہے۔ [اسے علم ہے جو اس نے پیدا کیا وہ باریک بین اور باخبر ہے (الملک: ۱۴)] وہی حرکت دینے والا ہے' وہی ساکن کرنے والا ہے' خیالات اس کے تصور سے قاصر ہیں' وہ اذہان کے اندازوں سے بالاتر ہے' اسے انسانوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' اسے اسی کی مخلوق سے مشابہت نہیں دی جا سکتی' نہ اسے اپنی ایجادات و مصنوعات کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے' تمام روحیں اس کے شمار میں ہیں' ان کے اعمال کا وہ نگران ہے۔

[تحقیق اس نے انہیں اعداد و شمار میں محفوظ کر رکھا ہے اور وہ سب اکیلے اکیلے قیامت کے دن اس کے پاس آئیں گے (مریم: ۹۴۔۹۵))] [تاکہ ہر نفس کو اس کے اعمال کا بدلہ دے (طٰہٰ: ۱۵)]' [تاکہ بداعمالوں کو ان کے اعمال کی سزا دے اور نیکی کرنے والوں کو نیک جزا سے نوازے (النجم: ۳۱)] مخلوق سے بے پروا ہے' ان کا روزی رساں ہے' کھلاتا ہے خود کھانے کی حاجت سے پاک ہے' رزق دیتا ہے مانگنے سے پاک ہے' پناہ دیتا ہے پناہ لینے سے پاک ہے' مخلوق اس کی محتاج ہے' اس نے مخلوق کو ذاتی نفع و نقصان کے لئے پیدا نہیں کیا' نہ ہی کسی سبب نے اسے تخلیق پر مجبور کیا ہے' نہ ہی کسی اور خیال یا سوچ نے جو دل میں پیدا ہوا ہو' بلکہ ایک ارادے سے پیدا کر دیا جیسا کہ خود ارشاد فرمایا اور اس کا ارشاد و فرمان سب سے سچا ہے' [بڑے عرش والا ہے' کر ڈالتا ہے جو چاہتا ہے] [۱۱] اپنی قدرت میں اکیلا ہے' اعمال کو از سر نو بنانے' تکلیف و مصیبت دور کرنے' اعیان کے بدلنے' حالات کے گردانے میں لاشریک ہے' [وہ ہر روز کسی کام میں ہے] [۱۲] وقت مقررہ تک کو اپنی تقدیر چلاتا ہے' اپنی زندگی سے زندہ ہے' اپنے علم سے جاننے والا ہے' اپنی قدرت سے قادر ہے' اپنے ارادے سے ارادہ کرنے والا ہے' اپنی سماعت سے سننے والا ہے' اپنی بصارت سے دیکھنے والا ہے' اپنے کلام سے متکلم ہے' اوامر کا حکم دینے والا ہے' منھیات

---

[۱۱] البروج: ۱۵/۱۶

[۱۲] الرحمٰن: ۲۹

سے روکنے والا ہے' اخبار کی خبر دینے والا ہے' اپنے حکم و فیصلے میں عادل ہے' اپنے انعام و اکرام میں احسان کرنے والا ہے' پہلی بار پیدا کرنے والا' مارنے والا' جلانے والا' از سرنو بنانے والا' ایجاد کرنے والا' ثواب دینے والا۔ اور عذاب دینے والا ہے' ایسا جواد ہے جو بخل نہیں کرتا' بردبار ہے عذاب میں جلد بازی نہیں کرتا' یاد رکھنے والا ہے کبھی نہیں بھولتا' جاگتا ہے کبھی غافل نہیں ہوتا' خبردار ہے بے خبر نہیں ہوتا' رزق بند کرتا ہے اور کشادہ کرتا ہے۔

ہنستا ہے اور خوش ہوتا ہے' محبت رکھتا ہے' نفرت کرتا ہے' بغض رکھتا ہے' رضامندی رکھتا ہے' غصہ کرتا ہے' ناراض ہوتا ہے' مہربانی کرتا ہے' بخشش کرتا ہے عطا کرتا ہے' روک دیتا ہے' اس کے دو ہاتھ ہیں' دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے [آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے][۴۱۳] نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے جب منبر پر کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی تو فرمایا اللہ کے دائیں ہاتھ میں آسمان ہوں گے اور وہ انہیں اس طرح چلائے گا جس طرح لڑکا گیند کو چلاتا ہے۔ اللہ فرمائے گا میں ہی غالب ہوں' ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ آپ منبر پر جھومتے ہیں قریب تھا کہ گر پڑتے۔[۴۱۴] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنی مٹھی میں اس طرح بند فرمالے گا کہ ان کا کوئی کنارہ بھی نظر نہ آئے گا۔ حضرت انسؓ، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے روز عادل لوگ رحمٰن کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔''[۴۱۵] اس نے آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے اس کی صورت پر پیدا کیا' جنت عدن کو اپنے ہاتھ سے تیار کیا' تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا' اپنے ہاتھ سے موسیٰ کے ہاتھ میں پکڑائی' اللہ سے موسیٰ نے بلا ترجمان اور بلا واسطہ خود کلام کیا' بندوں کے دل' رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے انہیں پھیر دیتا ہے۔

جسے چاہتا ہے بچالیتا ہے' آسمان و زمین روز قیامت اس کے ہاتھ میں ہوں گے۔ حدیث نبویؐ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں مبارک جہنم میں رکھیں گے تو وہ سکڑ جائے گی اور کہے گی' بس بس' اس کے بعد آگ سے ایک قوم نکلے گی۔[۴۱۶] اہل جنت رب کے چہرے کا دیدار کریں گے' اس دیدار میں کوئی مشقت اور تکلیف محسوس نہ کریں گے'[۴۱۷] حدیث نبویؐ ہے کہ اللہ تعالیٰ

---

۴۱۳ الزمر: ٦٧ ۴۱۴ الاسماء والصفات (۳۴)

۴۱۵ البیہقی ۱۰/ ۸۷- احمد ۲/ ۲۰۳- شرح السنۃ ۱۰/ ٦۳ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کی مشابہت و مماثلت سے پاک ہے اس لئے اللہ کے ہاتھوں کو بندوں کے ہاتھوں پر قیاس کر کے کیفیت و ماھیت بیان نہیں کی جاسکتی بلکہ بلا کیف وکم اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ بعض لوگ ہاتھ سے مراد قدرت لیتے ہیں جب کہ دوسری آیات و روایات میں اللہ تعالیٰ کی انگلیوں اور مٹھی کا بھی ذکر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے [والارض جمیعا قبضتہ/ اور ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی۔ الزمر: ٦۷] حدیث نبویؐ کے مطابق تمام آسمان' زمین اور مخلوقات اللہ تعالیٰ کی ایک ایک انگلی پر ہوں گے۔ بخاری (۷۴۱۵) مسلم (۲۷۸٦) ترمذی (۳۲۳٦) ابویعلی (۵۱٦۰)

۴۱٦ بخاری (٦٦٦۱) مسلم (۲۸۴۸) ترمذی (۳۲۷۲)

۴۱۷ بخاری (۵۵۴) (۴۸۵۱) مسلم (٦۳۳) ابوداؤد (۴۷۲۹)

اہل ایمان پر تجلی فرمائیں گے اور جس چیز کی وہ تمنا کریں گے انہیں عطا کریں گے۔ فرمان الٰہی ہے: [نیکی کرنے والوں کو نیکی اور کچھ زائد بھی ملے گا][۴۱۸] کہا گیا ہے کہ ''حسنیٰ'' (نیکی) سے مراد جنت ہے اور ''زیادۃ'' سے مراد دیدار الٰہی ہے۔ فرمان الٰہی ہے [کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے][۴۱۹] فیصلے اور جزا کے روز تمام بندے اس کے حضور پیش ہوں گے' وہ خود حساب وکتاب کرے گا کسی اور کے سپرد نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان تہہ بہ تہہ پیدا فرمائے اور ساتوں زمینیں بھی تہہ بہ تہہ بچھا دیں۔ اوپر والی زمین سے لے کر آسمان دنیا تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اور اسی طرح ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ ساتویں آسمان سے اوپر پانی ہے اور اس کے بھی اوپر رحمٰن کا عرش ہے۔

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اس کے آگے نور اور اندھیرے کے ستر ہزار پردے ہیں اور وہ کچھ ہے جسے وہی جانتا ہے۔ عرش کو اٹھانے والے کچھ فرشتے مقرر ہیں۔[۴۲۰] ارشاد باری ہے: [عرش کو اٹھانے والے اور اس کے گرد][۴۲۱] عرش الٰہی کی حد کو وہی جانتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے [آپ عرش کے اردگرد پھرنے والے فرشتے دیکھیں گے][۴۲۲] عرش الٰہی سرخ یاقوت کا ہے اس کی فراخی اور وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ کرسی عرش کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے کھلے میدان میں ایک چھلا (حلقہ) پڑا ہو۔ اللہ تعالیٰ ساتوں آسمان ان کے درمیان اور نیچے کی تمام چیزوں سے باخبر ہے' اسی طرح ساتوں زمینوں' ان کے درمیان' نیچے اور گیلی مٹی کے نیچے کی بھی تمام چیزوں سے باخبر ہے۔ دریاؤں کی گہرائیوں میں جو کچھ ہے اس کو بھی جانتا ہے' ہر بال کے اگنے کی جگہ' ہر درخت اور کھیتی کو بھی جانتا ہے' ہر پتے کے گرنے کی جگہ اور ان کی تعداد کو' کنکر' ریت اور مٹی کے ذرات کی تعداد کو بھی جانتا ہے' پہاڑوں کے بوجھ' سمندروں کی پیمائش' بندوں کے اسرار و اعمال' ان کے سانس اور کلام کو بھی اچھی طرح جانتا ہے' ہر چیز کو جانتا ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

وہ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے' اس کے علم سے کوئی جگہ خالی نہیں مگر اسے ہر جگہ (وجود کے ساتھ) موجود ہونے سے متصف نہیں کر سکتے بلکہ کہا جائے گا کہ وہ آسمان میں عرش مجید پر ہے۔[۴۲۳] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: [رحمٰن عرش پر

---

۴۱۸ یونس:۲۶ — ۴۱۹ [القیامۃ ۲۲-۲۳]

۴۲۰ ترمذی (۳۳۲۰) مسند احمد ۱/۲۰۶ — ۴۲۱ غافر:۷

۴۲۲ الزمر:۷۵

۴۲۳ قرآن وسنت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا و کان عرشه علی الماء [ھود:۷] کائنات کی تخلیق کے لئے اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر صعود کر گیا۔ استوا اور مستوی ہونے کی کیفیت کا ہمیں نہ علم ہے نہ اپنے گمان سے بیان کر سکتے ہیں نہ کسی کے ساتھ تشبیہ دے سکتے ہیں ہماری عقل اس کے ادراک سے قاصر ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صرف عرش پر موجود ہے لہٰذا یہ عقیدہ ونظریہ گمراہ کن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ یا ہر ذی روح میں موجود ہے (نعوذ باللہ) البتہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت میں ہے۔

مستوی ہے][۴۲۴] مزید فرمایا: [پھر وہ عرش پر مستوی ہوگیا][۴۲۵] مزید فرمایا: [پاکیزہ کلمات اور پاکیزہ اعمال اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں][۴۲۶] آپ نے جب ایک لونڈی سے سوال کیا کہ اللہ کہاں ہے تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر آپ نے اس کے مسلمان ہونے کا حکم صادر فرمایا۔[۴۲۷] حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق کیا تو اپنے لئے اپنے عرش پر ایک جملہ لکھا جو یہ ہے' میری رحمت میرے غصے پر غالب ہے۔[۴۲۸] دوسری روایت میں الفاظ اس طرح ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرلیا تو اپنی ذات کے لئے ایک کتاب میں جملہ لکھا جو عرش پر اس کے پاس ہے' میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔ اللہ تعالیٰ کی صفت استوا کو بلا تاویل مطلق ماننا ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات عرش پر مستوی ہے مگر اس میں بیٹھنے اور چھونے کا مفہوم نہیں ہے جس طرح فرقہ مجسمہ اور کرامیہ کا خیال ہے۔ اسی طرح علو اور بلندی کے معنی پر بھی اس کا احتمال درست نہیں جس طرح کہ فرقہ اشعریہ کا قول ہے۔ استواء کو غلبہ اور استیلاء کے معنی پر بھی محمول نہیں کیا جاسکتا جس طرح فرقہ معتزلہ کہتے ہیں۔ شرع میں اس طرح کا کوئی معنی منقول نہیں بلکہ صحابہ' تابعین' سلف صالحین اور محدثین سے بھی منقول نہیں البتہ انہوں نے استواء کو مطلقاً مانا ہے۔ [الرّحمٰن علی العرش استوٰی] کی تفسیر میں ام المومنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں: استواء مجہول نہیں اور اس کی کیفیت معلوم نہیں اس کا اقرار کرنا واجب ہے اور انکار کر دینا کفر ہے۔

یہ حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح میں ام سلمہؓ سے باسند مرفوعاً بیان کی ہے۔ انس بن مالک کی حدیث میں بھی یہی بات مذکورہ ہے۔ امام احمدؒ نے اپنی موت سے کچھ عرصہ پہلے فرمایا کہ صفات کی احادیث کو بلا تشبیہ و بلا تعطیل اسی طرح مانا جائے جس طرح یہ منقول ہیں۔ مزید ایک روایت میں امام احمدؒ سے منقول ہے کہ میں کوئی صاحب کلام (منطقی و فلسفی) نہیں اور ان مقامات پر کتاب اللہ' حدیث رسولؐ صحابہ و تابعین سے مجھے کوئی کلام دکھائی نہیں دیا اور کلام کرنا قابل تعریف نہیں لہٰذا صفات باری تعالیٰ کے متعلق کَیْفَ (کیسے؟) اور لِمَ (کیوں؟) نہ کہا جائے یہ شک وشبہہ میں ڈالنے والی باتیں ہیں۔ امام احمد سے ایک اور روایت میں منقول ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں کہ اللہ عرش پر ہے جیسے اور جس طرح اس نے چاہا بغیر ایسی تحدید کے

---

۴۲۴ طٰہٰ:۵

۴۲۵ الفرقان:۵۹

۴۲۶ فاطر:۱۰

۴۲۷ مسلم (۵۳۷)

۴۲۸ بخاری (۳۱۹۴) مسلم (۲۷۵۱) اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے البتہ صحیح احادیث میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ ہر رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول کرتے ہیں اور بندوں کی بخشش اور دعائیں قبول فرماتے ہیں۔ اللہ کے نزول وصعود کی کیفیت یا نزول کے وقت اللہ عرش پر ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس طرح کے سوالات اور مباحثات کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا لہٰذا ہمیں بلا تاویل وتکییف اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایمان لانا چاہیے اور ان صفات کی حقیقت کو اللہ کے سپرد کردینا چاہیے اسی میں سلامتی اور نجات ہے اور یہی راہ اعتدال ہے۔

جسے کوئی بیان کر سکے اور بغیر ایسی صفت کے جس سے کوئی متصف کر سکے۔ سعید بن مسیّب کعب بن احبار سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں فرمایا' میں بندوں سے اوپر ہوں' میرا عرش میری تمام مخلوق سے اوپر ہے' میں اپنے عرش پر ہوں' اپنے بندوں کے معاملات کی تدابیر کرتا ہوں اور مجھ سے میری مخلوق سے متعلق کوئی بات مخفی و پوشیدہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونا بلا کیفیت ہر نبی کی کتاب میں مذکور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل ہی سے تمام مخلوق پر عرش سے علوو قدرت اور غلبہ واستیلاء جیسی صفات سے متصف رہا ہے لہٰذا استواء کو اس معنی پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

استوا صفات ذاتیہ میں سے ہے جس کی خود اللہ نے صراحت سے خبر کر دی اور اپنی کتاب کی سات آیات میں اسے تاکیداً بیان کر دیا ہے اسی طرح سنت ماثورہ سے بھی اس کی صراحت معلوم ہوگئی۔ یہ صفت لازمہ اور صفت لائقہ ہے جس طرح ہاتھ' چہرہ' آنکھ' سمع وبصر' زندگی' قدرت' خالق' رازق' محیی اور ممیت اللہ کی ذاتی صفات ہیں۔ ہم قرآن وسنت سے باہر نہیں جاتے' آیات واحادیث کو پڑھ کر ایمان لاتے ہیں اور صفات کی کیفیت و ماہیت کو اسی اللہ کے سپرد کرتے ہیں جس طرح سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو اپنی ذات کی صفت بیان فرمائی ہے اس کی تفسیر اس کی محض تلاوت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتی اور نہ ہم کسی دوسری تفسیر کے مکلّف ہیں کیونکہ وہ غیب ہے اس کے ادراک سے عقل قاصر ہے۔ ہم اللہ سے عفو وعافیت مانگتے ہیں' اس کی صفات میں ایسی گفتگو سے پناہ چاہتے ہیں جس کا ثبوت اللہ اور اس کے رسولؐ سے موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف جس طرح اور جیسے چاہتا ہے نازل ہوتا ہے اور مجرموں اور گناہ گاروں میں سے جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے' نہایت بابرکت' بلند وبالا ہستی ہے' اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس کے اچھے اچھے صفاتی نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول کو اس کی رحمت وثواب کے نزول سے تأویل کر لینا درست نہیں جیسا کہ معتزلہ اور اشعریہ کا دعویٰ ہے۔

عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں جس وقت رات کی آخری تہائی باقی ہوتی ہے اور اعلان کرتے ہیں: ہے کوئی سائل جس کا سوال پورا کیا جائے؟ ہے کوئی مغفرت کا طالب جسے بخش دیا جائے؟ ہے کوئی قیدی جسے رہائی نصیب کی جائے؟ نماز صبح تک یہ اعلان کیا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اوپر چلے جاتے ہیں۔[۴۲۹] ایک اور حدیث میں عبادہ بن صامتؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف اس وقت نازل ہوتے ہیں جب رات کی آخری تہائی باقی ہوتو فرماتے ہیں۔ کیا میرے بندوں میں کوئی ایسا ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی پکار قبول کروں؟ کیا اپنی جان پر ظلم کرنے والا کوئی ہے جو مجھے پکارے اور میں اسے معاف کر دوں؟ کوئی رزق میں تنگ دست ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کے لئے کشادگی کر دوں؟ کوئی مظلوم ہے جو مجھے یاد کرے تو میں

---

۴۲۹ بخاری (۱۱۴۵)

اس کی مدد کروں؟ کوئی قیدی ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کو آزاد کردوں؟ آپؐ نے فرمایا: طلوع صبح تک اللہ تعالیٰ ایسے اعلان فرماتے رہتے ہیں پھر اپنی کرسی پر بلند ہو جاتے ہیں۔[۴۳۰] یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ، جابرؓ، علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابودرداؓ، ابن عباسؓ اور عائشہؓ سے مختلف الفاظ سے بیان کی گئی ہے اسی لئے یہ تمام آخری رات کی نماز کو اوّل رات کی نماز پر فضیلت دیتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: نصف شعبان کی رات اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے تو ہر ایک کو معاف فرمادیتا ہے سوائے اس کے جس کے دل میں کسی مسلمان کے لئے کینہ ہو یا وہ مشرک ہو۔[۴۳۱]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کا یہ ارشاد سنا: نصف رات گذر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول کر کے فرماتے ہیں' کوئی بخشش کا طالب ہے کہ میں اسے بخش دوں؟ کوئی سائل ہے کہ میں اسے نواز دوں؟ کوئی توبہ کا طالب ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کرلوں؟ حتیٰ کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے۔ اسحاق بن راہویہ سے کسی نے پوچھا کہ یہ کس قسم کی احادیث ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے اترنے' چڑھنے اور حرکت کرنے کا ذکر ہے۔ اسحاق نے پوچھا کیا اللہ اس کی قدرت نہیں رکھتے؟ کہا رکھتے ہیں تو فرمایا پھر انکار کس بات کا؟[۴۳۲] فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ جب کوئی جہمی تمہیں یہ کہے کہ میں اس رب کا انکار کرتا ہوں جو حرکت کرتا ہے تو اس کے جواب میں کہو' میں اس رب پر ایمان لاتا ہوں جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ شریک بن عبداللہ سے کہا گیا کہ ہمارے پاس ایک قوم ہے جو احادیث صفات کا انکار کرتی ہے تو آپ نے فرمایا' ہمارے پاس رسولؐ کے علاوہ کون ہے جو وہ نام لایا جو آپؐ سے مروی ہیں جیسے نماز' روزہ' زکاۃ' حج انہیں احادیث سے تو ہم نے اللہ عزوجل کو پہچانا ہے۔

<u>قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں:</u> ❁ ❁ ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام' اس کی کتاب' اس کا خطاب اور اس کی وحی ہے جس کو جبریل علیہ السلام لے کر آپؐ پر نازل ہوئے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے [اس قرآن کو روح الامین نے تیرے دل پر لا اتارا تا کہ تو واضح عربی زبان میں ڈرانے والوں میں سے ہو جائے۔[۴۳۳]

---

۴۳۰ مجمع الزوائد ۱۰/۱۵۴ وسندہ ضعیف ۴۳۱ المیزان (۵۲۲۸) لسان المیزان ۴/ ۱۹۷

۴۳۲ اس بات کو سمجھنے کے لیے ایک اور بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت و طاقت رکھتے ہیں کوئی چیز اللہ کی قدرت سے خارج نہیں اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے کسی چیز کا ظہور فرمائیں تو وہ تکوینی امر کہلاتا ہے جس طرح شمس وقمر' شجر وحجر' ارض وسماء اور ساری کائنات کی تخلیق ہے۔ لیکن اگر کسی چیز کا ظہور صادر نہ فرمائیں تو پھر بھی اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قدرت نہیں رکھتے بلکہ قدرت کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کا ظہور اپنی مرضی ومنشا سے نہیں فرماتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [اے لوگو! اگر اللہ چاہے تو تم سب کو ایک لمحہ میں مٹا ڈالے پھر (فوراً ہی) دوسری قوم پیدا کر دے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔ النسآء: ۱۳۳] لیکن ابھی تک اللہ تعالیٰ نے کائنات کو تباہ وبرباد نہیں کیا جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قدرت نہیں رکھتے بلکہ ابھی مشیت الٰہی نے یہ کیا نہیں جب کہ وقت قیامت اللہ تعالیٰ سب کچھ تباہ وبرباد کردیں گے۔

۴۳۳ [الشعرآء: ۱۹۳-۱۹۵]

رسول اللہؐ نے رب العالمین کا حکم بجالاتے ہوئے یہ قرآن اپنی امت تک پہنچا دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے[اے رسولؐ! پہنچا دیجئے جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب نے نازل کیا ہے][۴۳۴] حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ اپنے آپ کو لوگوں کی طرف پیش کرتے اور فرماتے تھے کیا تم میں سے کوئی ایسا آدمی ہے جو مجھے اپنی قوم کی طرف لے جائے کیونکہ قریش نے مجھے اللہ کا کلام پہنچانے سے روک دیا ہے۔[۴۳۵] ارشاد باری تعالیٰ ہے[اگر مشرکوں میں کوئی آدمی آپ کی پناہ لینا چاہتا ہو تو اللہ کا کلام سننے تک اسے پناہ دیجئے۔][۴۳۶] اللہ کا کلام قرآن مجید ہے جو غیر مخلوق ہے جیسے بھی اسے پڑھا جائے' تلاوت کی جائے' لکھا جائے' اسی طرح قاری کی قرأت' بولنے والے کے لفظ' حافظ کا حافظہ' جیسا بھی اس میں تفاوت ہو یہ اللہ کا کلام ہے اور اس کی صفات ذاتیہ میں سے ایک صفت ہے۔[۴۳۷] نہ تو وہ نو پیدا ہے' نہ بدلا جا سکتا ہے' نہ اس میں تغیر آ سکتا ہے' نہ وہ اجزاء سے مرکب ہے' نہ اس میں نقص آ سکتا ہے' نہ کسی صانع کی صنعت ہے' نہ اس میں زیادتی کا امکان ہے' اسی کی طرف سے نازل ہوا' اسی کے حکم سے اٹھ جائے گا جیسا کہ نبیؐ نے (روایت عثمان بن عفان میں) فرمایا: ''قرآن مجید کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسے ہے جیسے اللہ کی فضیلت اس کی تمام مخلوق پر ہے۔''[۴۳۸] یہ اس لئے ہے کہ قرآن اللہ ہی سے صادر ہوا ہے اور اس کی طرف اس کا حکم لوٹے گا اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا اترنا اور اس کا ظہور من جانب اللہ ہے اور اس کے احکامات مثلاً عبادات جو اوامر اور نواہی سے متعلقہ ہیں یہ سب اسی کی طرف لوٹیں گے' اسی کے لئے کئے جاتے ہیں اور اسی کے لئے ترک کئے جاتے ہیں لہٰذا تمام احکام اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی طرف سے بطور حکم شروع ہوئے ہیں اور بطور علم اسی کی طرف پلٹ جائیں گے۔ قرآن مجید جہاں کہیں بھی ہے وہ اللہ کا کلام ہے خواہ حفاظ کے سینوں میں ہو' بولنے والوں کی زبانوں پر ہو' لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہو' دیکھنے والوں کی نگاہوں میں ہو' اہل اسلام کے مصاحف میں ہو' بچوں کی تختیوں میں ہو' جہاں کہیں وہ دیکھا جائے اللہ ہی کا کلام ہے۔ جو یہ دعویٰ کرے کہ قرآن مخلوق ہے یا اس کی عبادت اور تلاوت قرآن نہیں' یا میرا تلفظ قرآن نہیں بلکہ مخلوق ہے۔[۴۳۹] ایسا شخص اللہ کے ساتھ کفر کرتا ہے۔

---

۴۳۴ [المائدہ:۶۷] ۴۳۵ احمد ۳/۳۹۰

۴۳۶ [التوبۃ:۶]

۴۳۷ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام ہونے کی وجہ سے صفات باری تعالیٰ میں شامل ہے چونکہ صفات ذات کے ساتھ ہی متصف ہوتی ہیں اس لئے جب سے اللہ کی ذات موجود ہے صفات بھی شامل ذات موجود رہی ہیں اور جب یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حادث وقدیم (بمعنی پرانا) تخلیق کے زمرے میں داخل نہیں تو صفات کو کیونکر تخلیق قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر صفت کلام مخلوق ہوتی تو نبیؐ ہرگز اس کے ساتھ اللہ کی پناہ نہ مانگتے اس لئے کہ مخلوق سے پناہ مانگنا شرک ہے جب کہ آپؐ کلام الٰہی (اعوذ بکلمات اللہ التامات۔ وغیرھا) کے ساتھ اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔

۴۳۸ الکامل لابن عدی ۵/۲۰۵۷۔ کنز العمال (۲۳۰۱)

۴۳۹ قرآن مجید لوح محفوظ پر ہے[البروج:۲۲] لیکن انسانوں کا تلاوت کرنا' کلام اللہ کو مصاحف میں تحریر کرنا یہ انسانوں کا ذاتی فعل ہے اس کے باوجود ہم یہ کہیں گے کہ اس نے کلام اللہ (قرآن) کی تلاوت کی ہے' اس نے کلام اللہ کو تحریر کیا ہے جس طرح کسی شاعر کا شعر پڑھنے

لہٰذا اس سے میل ملاپ' کھانا پینا' شادی بیاہ' ہمسائیگی وغیرہ نہ رکھی جائے بلکہ ایسے آدمی کے ساتھ بول چال ترک کردی جائے اور اس کی ذلت ورسوائی کی جائے' اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے' اس کی گواہی قبول نہ کی جائے' نکاح میں اس کی ولایت درست نہیں' اس کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جائے' اگر اس پر قابو پالیا جائے تو مرتد کی طرح تین دفعہ توبہ کی وارننگ دی جائے' اگر توبہ کرلے تو بہتر ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔ امام احمدؒ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک آدمی کہے کہ قرآن کے ساتھ میرے پڑھنے کے الفاظ مخلوق ہیں تو اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا جو یہ کہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں مگر قرآن کے ساتھ الفاظ تلاوت مخلوق ہیں تو وہ کافر ہے۔ ابودرداءؓ نے نبیؐ سے قرآن کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: قرآن کلام اللہ ہے مخلوق نہیں۔[۴۴۰] عبداللہ بن غفار جو رسول اللہؐ کے آزاد کردہ غلام تھے آپؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو کہو کلام اللہ مخلوق نہیں جو مخلوق کہے گا وہ کافر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [اسی کے لئے خلق اور امر ہے][۴۴۱] اس آیت میں خلق اور امر میں فرق کیا گیا ہے اگر اس کا امر جو ''کن'' ہے جس سے وہ مخلوق پیدا کرتا ہے۔

یہ لفظ بھی مخلوق (خلق) ہوتا تو اس امر کو دوبارہ ذکر کرنا بے فائدہ اور فضول تکرار ہوتا' گویا عبادت یوں ہوتی اسی کے لئے خلق اور خلق ہے۔ ایسے تکرار سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: [قرآن عربی لغت میں ہے کجی والا نہیں][۴۴۲] اس کی تفسیر یہ ہے کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔

جب ولید بن مغیرہ نے قرآن کے متعلق کہا کہ یہ ایک انسان کا قول ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سقر (جہنم کی وادی) کے عذاب کی دھمکی دی اور فرمایا [(کافر کہتا ہے) کہ یہ قرآن تو نقل کیا ہوا جادو ہے' یہ تو محض انسان کا کلام ہے (اللہ فرماتے ہیں) میں ضرور اس کو سقر (جہنم کی وادی) میں داخل کروں گا][۴۴۳] لہٰذا جو بھی یہ دعویٰ کرے کہ قرآن مخلوق ہے یا اس کی عبادت یا تلفظ مخلوق ہے تو جس طرح ولید کے لئے سقر کا عذاب ہے اس کے لئے بھی سقر ہے اِلا یہ کہ توبہ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو اس کو کلام اللہ سننے تک پناہ دے دو][۴۴۴] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا ''سنے تیرا کلام اے محمدؐ۔'' نیز فرمایا: [ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا][۴۴۵] یعنی وہ

تلاوت والے کو یوں کہا جاتا ہے کہ اس نے فلاں شاعر کا کلام پڑھا ہے' کلام مخصوص شاعر کا ہے لیکن فی الوقت پڑھنے والا وہ شاعر نہیں بلکہ یہ مخصوص آدمی ہے۔

۴۴۰ تذکرۃ الموضوعات (۷۷) تنزیھہ الشریعۃ ۱/۱۳۴ ۴۴۱ الاعراف:۵۴

۴۴۲ الزمر:۲۹ غیر ذی عوج کے دو معانی کئے گئے ہیں (۱) اس میں انحراف' تضاد اور غلط بیانی نہیں (۲) یہ غیر مخلوق ہے۔ دیکھئے تفسیر قرطبی عن ابن عباس ۱۵/۲۲۱

۴۴۳ المدثر:۲۴-۲۶ ۴۴۴ التوبۃ:۶

۴۴۵ القدر:۱

قرآن جو سینوں اور مصحفوں میں ہے۔ مزید ارشاد ہوا: [جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم اللہ کی رحمت کے مستحق بن جاؤ] [۴۴٦] ارشاد باری ہے [قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے نازل کیا تا کہ آپ لوگوں پر اسے آہستگی سے پڑھیں] [۴۴۷]

اگر چہ لوگ آپؐ کی قرأت اور الفاظ سنتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ اور قرأت کو بھی قرآن کا نام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان جنوں کی تعریف فرمائی جنہوں نے حضورؐ کی قرأت کو سن کر کہا [ہم نے ایک قابل تعجب قرآن سنا جو ہدایت کی راہنمائی کرتا ہے] [۴۴۸] ارشاد باری ہے [جب ہم نے آپ کی طرف جنوں کا ایک گروہ اس لئے بھیجا کہ وہ قرآن سنیں] [۴۴۹] ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کی قرأت کو بھی قرآن سے تعبیر فرمایا۔ [(اے نبیؐ!) اپنی زبان مبارک کو قرآن پڑھنے میں تیزی سے حرکت نہ دیں تا کہ آپ اسے جلدی سے محفوظ کر لیں' یقیناً اس کا جمع کرنا اور (آپ کی زبان سے) پڑھنا ہمارا ذمہ ہے جب ہم اسے پڑھ لیں تو آپ اس کی پیروی کریں] [۴۵۰] [قرآن سے جو میسر ہو اسے پڑھیے] [۴۵۱] مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو سورۃ فاتحہ نماز میں پڑھے' وہ کتاب اللہ کا قاری ہے۔ جس آدمی نے گفتگو نہ کرنے کی قسم کھائی پھر قرآن پڑھا تو اس کی قسم برقرار رہے گی تو معلوم ہوا کہ قرآن عبارت نہیں۔ معاویہ بن حکمؓ کی حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: ہماری نماز میں آدمیوں کی گفتگو کی گنجائش نہیں یہ نماز تو قرأت' تسبیح' تھلیل اور تلاوت قرآن پر مشتمل ہے۔ [۴۵۲] پس آپ نے بتلا دیا کہ تلاوت قرآن ہی قرآن مجید ہے تو معلوم ہوا کہ تلاوت ہی قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے اہل ایمان کو نماز میں قرأت کا حکم دیا ہے اور کلام سے روکا ہے تو اگر ہماری قرأت ہمارا کلام شمار ہوتی اور کلام اللہ نہ ہوتی تو ہم نماز میں ایک ممنوع کام کے مرتکب ہوتے۔

قرآن کے حروف و اصوات: ۞ ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم حروف مفہومہ اور اصوات مسموعہ کا مجموعہ ہے کیونکہ گونگا اور خاموش آدمی ان حروف و اصوات کی ادائیگی سے متکلم اور ناطق کہلاتا ہے۔ اللہ کا کلام اس کی ذات اقدس سے جدا نہیں جس نے اس بات سے انکار کیا تو اس کی حس نے تکبر کیا اور اس کی بصیرت اندھی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آلم ذٰلک/[۴۵۳]

---

۴۴٦ الاعراف:۲۰۴ ۴۴۷ الاسراء:۱۰٦

۴۴۸ الجن:۱

۴۴۹ الاحقاف:۲۹۔ ولید کا یہ کہنا کہ یہ انسان (محمدؐ) کا قول ہے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح تلاوت کرنے والا یہ انسان (محمدؐ) خود ہے اسی طرح اسے تیار اور ایجاد کرنے والا بھی یہ خود ہے نا کہ باری تعالیٰ۔ اعاذنا اللّٰہ منہ۔

۴۵۰ القیامۃ:۱٦-۱۸

۴۵۱ المزمل:۲۰

۴۵۲ البیہقی ۲/۲۴۹-الارواء ۲/۱۱۱

۴۵۳ البقرۃ:۱-۲

حم/ [۴۵۴] طسم تلک آیات الکتاب/ [۴۵۵] یہاں اللہ تعالیٰ نے حروف ذکر کر کے انہیں کتاب سے تعبیر فرمایا۔

فرمان الٰہی ہے [اگر زمین کے تمام درخت قلمیں بن جائیں اور سمندر ان کی سیاہی کا کام دے اور اس کے علاوہ اور بھی سات سمندر ہوں تو پھر بھی اللہ کے کلمات کی انتہا نہیں ہو سکتی] [۴۵۶] یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے بے شمار اور ان گنت کلمات ثابت کئے ہیں اسی طرح فرمایا: [اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے سیاہی کا کام دیں تو سمندر میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائیں اگرچہ اتنی سیاہی ہم اور بھی لے آئیں] [۴۵۷] ارشاد نبویؐ ہے: قرآن پڑھو یقیناً تمہیں اس کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اور یاد رکھو میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف (ا) کی دس نیکیاں ہیں لام (ل) کی دس نیکیاں ہیں اور میم (م) کی دس نیکیاں ہیں یہ تیس نیکیاں ہو جائیں گی۔ [۴۵۸] حدیث نبویؐ ہے کہ قرآن مجید کو سات قرأت پر نازل کیا گیا اور وہ تمام درست ہیں۔ [۴۵۹] اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: [اور جب تیرے رب نے موسیٰ کو آواز دی] [۴۶۰] [اور ہم نے اسے کوہ طور کے دائیں جانب سے پکارا اور ہم نے اسے سرگوشی کے لئے قریب کیا] [۴۶۱]

موسیٰ کو ارشاد فرمایا [میں ہی اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں تو میری ہی عبادت کر] [۴۶۲] یہ سب کچھ آواز کے حکم میں ہے اور یہ آواز، یہ صفت، یہ نام اللہ کے سوا فرشتوں اور مخلوق کے لئے جائز نہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ بادلوں کے سائے میں کھلے عام کلام کرتے ہوئے فرمائے گا (اور وہ سب سے سچا ہے) خاموش ہو جاؤ ایک لمبا عرصہ میں تم سے خاموش رہا اور تمہارے اعمال کو دیکھتا رہا اور تمہارے اقوال سنتا رہا تو یہ رہے تمہارے اعمال نامے جو پڑھے جا رہے ہیں اب جو اچھائی پا لے وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو اس کے برعکس پائے وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے۔ [۴۶۳]

امام بخاری نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن انس سے باسند روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ روز قیامت لوگوں کو جمع کرے گا اور انہیں ایسی آواز سے پکارے گا جسے وہ دور سے بھی ایسے ہی سنیں گے جیسے نزدیک سے سنتے ہیں، میں بادشاہ ہوں، میں بدلہ دینے والا ہوں۔ [۴۶۴] عبدالرحمٰن بن محمد محاربی اعمش سے وہ مسلم بن مسروق سے وہ عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کلام فرماتے ہیں تو اس کی آواز تمام اہل آسمان سن لیتے ہیں اور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں پھر

---

۴۵۴ غافر:۱
۴۵۵ الشعرآء:۱
۴۵۶ لقمان:۲۷
۴۵۷ الکھف:۱۰۹
۴۵۸ السلسلۃ الصحیحۃ (۶۴۰)
۴۵۹ احمد/۲/۳۳۲۔نسائی/الافتتاح ب (۲۶)
۴۶۰ الشعرآء:۱۰
۴۶۱ مریم:۵۲
۴۶۲ طٰہٰ:۱۴
۴۶۳ المغنی عن حمل الاسفار/۴/۱۵۸۔وسندہ ضعیف
۴۶۴ بخاری/توحید ب (۳۲)

جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے یا انہیں دلی سکون پہنچتا ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے رب نے کیا حکم صادر فرمایا دوسرے جواب دیتے ہیں اس نے سچ فرمایا یعنی اس طرح وحی کا ذکر فرمایا۔[٦٥]

عبداللہ بن حارث حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی امر کی وحی کرتے ہیں تو تمام اہل آسمان اسے اس طرح سنتے ہیں جس طرح پتھر چٹان سے ٹکرائے تو آواز پیدا ہوتی ہے اور وہ سب سجدہ ریز ہو جاتے ہیں پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے تو وہ پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا دوسرے جواب دیتے ہیں کہ اس نے سچ اور حق فرمایا اور وہ عالی مرتبہ بلند و بالا ہے۔[٦٦]

محمد بن کعب روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ سے پوچھا کہ جب آپ سے آپ کے رب نے کلام کیا تو آپ نے اس کی آواز کو مخلوق میں سے کس چیز سے تشبیہ دی۔ موسیٰ نے کہا میں نے اس آواز کو رعد سے تشبیہ دی جب کہ وہ واپس نہیں پلٹتی۔ یہ آیات اور احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام آواز ہے مگر آدمیوں کی آواز کے مشابہ نہیں۔ جس طرح اس کی دیگر صفات مثلاً علم قدرت وغیرہ انسانوں کی صفات کے مماثل نہیں ہیں۔ امام احمدؒ نے صحابہؓ کی روایت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی آواز ثابت کرنے کی صراحت فرمائی ہے فرقہ اشعریہ اس کے برعکس یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک معنی ہے جو قائم ہے۔ ایسے ہر بدعتی' گمراہ اور گمراہ کرنے والے کا اللہ تعالیٰ ہی حساب و کتاب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ازل ہی سے متکلم ہے اور اس کا کلام امر و نہی اور اخبار کے تمام معانی پر مشتمل ہے۔

ابن خزیمہ کا قول ہے کہ اللہ کا کلام مسلسل ہے اس میں خاموشی اور سکوت نہیں۔ امام احمدؒ سے پوچھا گیا کیا یہ جائز ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو متکلم کہیں اور کیا اس کا خاموش ہونا بھی جائز ہے؟ امام احمدؒ نے فرمایا کہ ہم اجمالی طور پر اللہ تعالیٰ کو ازل سے ہی متکلم کہتے ہیں۔ اگر اس کے سکوت کی کوئی حدیث ہوتی تو اسے بھی قبول کرتے لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے اور جس طرح چاہتا ہے کلام کرتا ہے ہم اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔[٦٧]

<u>حروف ہجا غیر مخلوق ہیں:</u> ❁ ❁ اسی طرح حروف معجم (ہجا) بھی غیر مخلوق ہیں خواہ یہ حروف اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہوں یا انسانوں کے کلام سے ہوں۔ اہل سنت کی ایک جماعت نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کے حروف قدیم ہیں اس کے علاوہ حروف حادث ہیں۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے اور اہل سنت کا مضبوط اور صحیح قول وہی ہے جو پہلے بیان ہوا ہے کہ بلاتفریق تمام حروف معجم

٦٥؎ بخاری (۴۴۲۴) (۷۴۸۱) ابوداؤد (۴۷۳۸)

٦٦؎ السنۃ لابن ابی عاصم ۱/ ۲۲۷' الخطیب ۱۱/ ۳۹۲۔ تفسیر ابن کثیر ٦/ ۵۰۴۔ الاسماء والصفات (۲۰۱)

٦٧؎ کلام اللہ کی ایک صفت ہے قرآن مجید میں کئی آیات سے اللہ کا تکلم ثابت ہے مثلاً (۱) مِنهم مَن كَلَّمَ اللّٰهُ/ ان (انبیاء) میں سے بعض کے ساتھ اللہ نے کلام کیا۔ البقرۃ: ۲۵۳] [جب موسیٰ ہماری ملاقات کو آیا تو (ہم) اس کے رب نے اس سے کلام کیا۔ الاعراف: ۱۴۳] [لیکن ہمارا قول ہی سچا ثابت ہوا۔ السجدہ: ۱۳] [یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لیں۔ التوبۃ: ٦] [اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔ النساء: ۸۷]

غیر مخلوق ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے لئے کن (ہو جا) فرماتے ہیں اور وہ کام ہو جاتا ہے (یس:۸۲)] لہٰذا اگر کلمہ کن مخلوق ہے تو ایک اور کن کی ضرورت ہے جس سے اس کن کو پیدا کیا گیا ہو اور اس طرح غیر متناہی تسلسل شروع ہو جائے اور ہم نے اس مسئلے میں بے شمار قرآنی دلائل بیان کر دیئے ہیں' جس کا اعادہ کرنا نہیں چاہتے۔

سنت سے اس کی دلیل آپؐ کی وہ حدیث ہے جب آپ سے عثمان بن عفانؓ نے 'ا' 'ب' 'ت' 'ث' آخری حرف تک کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

''(ا) الف لفظ اللہ سے ہے (ب) الباری سے ہے (ت) متکبر سے ہے (ث) باعث اور وارث سے ہے اسی طرح آخر تک تمام حروف اللہ کے اسماء و صفات سے ماخوذ ہیں۔''[۶۸] لہٰذا اللہ کے اسماء غیر مخلوق ہیں۔ حضرت علیؓ نے جب آپ سے ابجد' ہوز حطی آخر تک حرفوں کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا۔ اے علیؓ! کیا تو ابجد کی تفسیر نہیں جانتا' (ا) لفظ اللہ سے ماخوذ ہے' (ب) الباری سے ہے' (ج) الجلیل سے ہے آخر تک بیان کر دیا۔ یہاں آپؐ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ حروف اللہ کے ناموں سے ہیں حالانکہ ان سے کلام آدمی کرتے ہیں۔[۶۹] امام احمدؒ نے حروف تہجی کے قدیم ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ آپ نے اہل نیشاپور اور اہل جرجان کو ایک خط میں فرمایا کہ جو شخص حروف تہجی کے حادث ہونے کا اقرار کرے وہ کافر ہے اور جب وہ انہیں مخلوق کہے تو گویا اس نے قرآن کو مخلوق قرار دے دیا۔ امام احمدؒ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حروف کو پیدا فرمایا تو لام لیٹ گیا اور الف کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب تک مجھے حکم نہ ہو میں سجدہ نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا یہ بات کہنے والا کافر ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حروف کو حادث نہ کہو کیونکہ یہود کی پہلی ہلاکت اسی وجہ سے عمل میں آئی اور جو آدمی حروف کے حادث ہونے کا دعویٰ کرے تو گویا اس نے قرآن کو حادث کہہ دیا کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ حروف قرآن میں قدیم ہیں تو لازمی طور پر غیر قرآن میں بھی قدیم ہوں گے کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ ایک ہی چیز قدیم بھی ہو حدیث بھی ہو اور اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ یہ حروف قرآن میں حادث (جدید) ہیں تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ ان کے قرآن میں قدیم ہونے کے متعلق ہم پہلے دلائل سے ثابت کر چکے ہیں۔ جب حروف کا قرآن مجید میں قدیم ہونا ثابت ہو جائے تو غیر قرآن میں بھی یہ قدیم کے حکم میں ہوں گے تو پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہر طرح کا کلام ہی قدیم ہوتا ہے تو پھر یہ لازم آئے گا کہ قرآن مجید بھی اس میں شامل ہو حالانکہ حروف ہجا (جو خود قرآن میں بھی مستعمل ہیں) کے بارے میں ان کا بھی یہ قول نہیں!

۶۸ے تنزیہ الشریعۃ ۱/۲۲۶

۶۹ے ایضاً۔ اس طرح کی کئی دوسری روایات میں حروف ابجد (ہجا) اور حروف مقطعات (الم/ وغیرھا) کی تفسیر کی گئی ہے حالانکہ ان میں سے کوئی روایت بھی صحیح ثابت نہیں ان کے معانی کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ تفسیر ابن کثیر ۱/۵۸ تفسیر قرطبی ۱/۲۰۰

اسمائے حسنیٰ: ❁❁ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں اور جس شخص نے انہیں یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نبیؐ سے روایت بیان کرتے ہیں: یقیناً اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس شخص نے انہیں یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔[۴۷۰] یہ تمام نام قرآن مجید کی متفرق سورتوں میں مذکور ہیں۔ سورۃ فاتحہ میں پانچ نام ہیں (۱) یا اللہ (۲) یا رب (۳) یا رحمٰن (۴) یا رحیمؔ (۵) یا مالک۔ سورۃ بقرہ میں چھبیس (۲۶) اسماء مذکور ہیں۔ (۶) یا محیط (۷) یا قدیر (۸) یا علیم (۹) یا حلیم (۱۰) یا تواب (۱۱) یا بصیر (۱۲) یا واسع (۱۳) یا بدیع (۱۴) یا رءوف (۱۵) یا شاکر (۱۶) یا اللہ (۱۷) یا واحد (۱۸) یا غفور (۱۹) یا حکیم (۲۰) یا قابض (۲۱) یا باسط (۲۲) یا لا الٰہ الا ھو (۲۳) یا حی (۲۴) یا قیوم (۲۵) یا علی (۲۶) یا عظیم (۲۷) یا ولی (۲۸) یا غنی (۲۹) یا حمید۔ آل عمران میں چار نام ہیں (۳۰) یا قائم (۳۱) یا وھاب (۳۲) یا سریع (۳۳) یا خبیر۔ اور سورۃ نساء میں چھ ہیں (۳۴) یا رقیب (۳۵) یا حسیب (۳۶) یا شہید (۳۷) یا غفور (۳۸) یا مقیت (۳۹) یا وکیل۔ سورۃ انعام میں پانچ ہیں (۴۰) یا فاطر (۴۱) یا قاہر (۴۲) یا قادر (۴۳) یا لطیف (۴۴) یا خبیر۔ سورۃ اعراف میں دو ہیں (۴۵) یا محیی (۴۶) یا ممیت۔ سورت انفال میں دو ہیں (۴۷) یا نعم المولیٰ (۴۸) یا نعم النصیر۔

سورۃ ہود میں سات ہیں (۴۹) یا حفیظ (۵۰) یا رقیب (۵۱) یا مجید (۵۲) یا قوی (۵۳) یا مجیب (۵۴) یا ودود (۵۵) یا فعال۔ سورۃ رعد میں دو نام ہیں (۵۶) یا کبیر (۵۷) یا متعال۔ سورۃ ابراہیم میں ایک نام ہے (۵۸) یا منّان۔ سورۃ حجر میں ایک نام ہے (۵۹) یا خلاق۔ سورۃ نحل میں ایک ہے (۶۰) یا باعث۔ سورۃ مریم میں دو نام ہیں (۶۱) یا صادق (۶۲) یا وارث۔ سورۃ مومنین میں ایک ہے (۶۳) یا کریم۔ سورۃ نور میں تین ہیں (۶۴) یا حق (۶۵) یا متین (۶۶) یا نور۔ سورۃ فرقان میں ایک ہے (۶۷) یا ھادی۔ سورۃ سبا میں ایک (۶۸) یا فتاح۔ سورۃ مؤمن میں چار ہیں (۶۹) یا غافر (۷۰) یا قابل (۷۱) یا شدید (۷۲) یا ذوالطول۔ سورۃ ذٰریات میں تین ہیں (۷۳) یا رزاق (۷۴) یا ذالقوۃ (۷۵) یا متین۔ سورۃ طور میں ایک (۷۶) یا منّان۔ سورۃ اقتربت الساعۃ میں ایک (۷۷) یا مقتدر۔ سورۃ رحمٰن میں تین (۷۸) یا باقی (۷۹) یا ذوالجلال (۸۰) یا ذوالاکرام۔ سورۃ حدید میں چار ہیں (۸۱) یا اوّل (۸۲) یا آخر (۸۳) یا ظاہر (۸۴) یا باطن۔ سورۃ حشر میں دس ہیں (۸۵) یا قدوس (۸۶) یا سلام (۸۷) یا مؤمن (۸۸) یا مھیمن (۸۹) یا عزیز (۹۰) یا جبار (۹۱) یا متکبر (۹۲) یا خالق (۹۳) یا باری (۹۴) یا مصور۔ سورۃ بروج میں دو (۹۵) یا مبدئ (۹۶) یا معید۔ سورۃ اخلاص میں دو (۹۷) یا احد (۹۸) یا صمد۔

---

۴۷۰ بخاری (۲۷۳۶) مسلم (۲۶۷۷)۔ قرآن مجید میں فرمان الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں سو ان ناموں سے اللہ کو پکارو (اعراف: ۱۸۰)۔ اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا پر ایمان رکھنا عقیدہ توحید میں شامل ہے۔ کچھ احادیث میں ان میں سے ننانوے (۹۹) اسمائے الٰہی ذکر کیے گئے ہیں۔ لیکن دوسری احادیث کے ملانے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تعداد ننانوے میں محصور کرنا درست نہیں بلکہ یہ اسماء لامحدود ہیں' کچھ کتاب وسنت میں مذکور ہیں' کچھ اللہ کے علم میں محفوظ ہیں۔ رہی بات ننانوے ناموں والی احادیث کی تو ان سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے کل ناموں میں سے ننانوے نام ایسے فضیلت والے ہیں کہ جو انہیں یاد کر لے' ان کا ورد کرے' ان پر عمل پیرا ہو جائے' ان سے محبت رکھے تو وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ واضح رہے کہ شیخ موصوف کے جمع کردہ ناموں میں تعداد کم ہے جب کہ بعض ناموں میں اشتراک اور تکرار بھی ہے۔

اسی طرح سفیان بن عیینہ کا بیان ہے اور عبداللہ بن احمد نے ان کے علاوہ کچھ زائد نام بھی ذکر کیے ہیں جو یہ ہیں۔
یا مجیب' یا قاہر' یا فاصل' یا خالق' یا رقیب' یا ماجد' یا جواد' یا احکم الحاکمین۔
ابوبکر نقاش اپنی کتاب تفسیر الاسماء والصفات میں امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) نام ہیں بعض لوگوں سے ایک سو چودہ (۱۱۴) نام بھی منقول ہوئے ہیں۔ یہ اختلاف قرآن مجید کے اسماء کو مکرر یا غیر مکرر شمار کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا اور صحیح بات وہی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

ایمان کا بیان: ❁ ❁ ہمارا عقیدہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کرنے دل سے پہچاننے اور ارکان پر (اعضاء سے) عمل کرنے کا نام ہے۔ ایمان اطاعت کے ساتھ بڑھتا ہے اور نافرمانی کے ساتھ کم ہوتا ہے۔ علم کے ساتھ مضبوط تر ہوتا ہے اور جہالت کی وجہ سے کمزور ہوتا ہے۔ اور ایمان محض توفیق الٰہی سے نصیب ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [ایمان والوں کا ایمان آیات سننے سے بڑھ جاتا ہے اور وہ خوشی محسوس کرتے ہیں][۴۷۱] جس چیز میں زیادتی ممکن ہے اس میں کمی بالاولیٰ ممکن ہے۔ ارشاد الٰہی ہے [جب انہیں اللہ کی آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں][۴۷۲] مزید فرمایا [تاکہ اہل کتاب کو یقین ہو جائے اور اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو جائے][۴۷۳]

---

۴۷۱ التوبۃ:۱۲۴

۴۷۲ الانفال:۲

۴۷۳ المدثر:۳۱۔ کفر اور اسلام کے درمیان ایمان باللہ کو مرکزی اہمیت حاصل ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے وہ جنت میں داخل ہوگا ورنہ اسے جہنم میں پھینکا جائے گا۔ اس بنیادی نقطے کی اہمیت کے پیش نظر ایمان کی اصل تعریف حقیقت اور معرفت ضروری ہے جو اس معیار اور کسوٹی پر پورا اترے وہی حقیقی مؤمن ہوگا انشاءاللہ ورنہ ایمان مشکوک سمجھا جائے گا ایمان مشکوک ہوا تو جنت میں داخلہ بالاولیٰ مشکوک ہو کر رہ جائے گا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ایمان کی بہت اچھی 'معیاری' سلف صالحین اور صحابہ کے نہج کے مطابق تعریف کی ہے اور اس تعریف میں غلطی کرنے والوں پر گرفت بھی کی ہے۔ ایمان کی صحیح تعریف یہی ہے کہ زبانی اقرار' دلی صداقت اور عملی اطاعت تینوں کا مجموعہ ایمان کہلاتا ہے' امام بغویؒ ایمان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تمام صحابہ' تابعین' سلف صالحین اور ان کے بعد آنے والے اہل سنت علماء تمام اس بات پر متفق ہیں کہ ایمان اقرار' عمل اور عقیدہ (قلبی صداقت) کا نام ہے جو اطاعت سے بڑھتا ہے' گناہ اور نافرمانی سے کم ہوتا ہے۔ [شرح السنۃ ۱/ ۳۹] امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ایمان قول و عمل کا مجموعہ ہے جو بڑھتا رہتا ہے مگر زنا' شراب وغیرہ سے اس میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ [کتاب السنۃ ۱/ ۳۰۷]

ایمان اطاعت و فرمانبرداری سے زیادہ ہوتا ہے جب کہ بغاوت و نافرمانی سے کم ہوتا ہے قرآن و سنت میں بے شمار دلائل اس بات پر گواہ ہیں لیکن کئی لوگ ان آیات میں تأویل کر کے ایمان کو جامد (جس میں کمی بیشی نہ ہو) قرار دیتے ہیں شیخ نے ان کی بھی تردید فرمائی کہ ایمان کو جامد کہنا سلف صالحین' تابعین اور صحابہ کے عقیدے کے منافی ہے۔ امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں مختلف آیات کے ساتھ ایمان کی کمی بیشی پر استدلال کیا ہے۔ [بخاری ۱/ ۵]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، ابو درداؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ: ''ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے'' اس کے علاوہ بھی بہت سی روایات سے اس کا ثبوت موجود ہے لیکن طوالت کے خوف سے ہم انہیں ترک کر رہے ہیں۔ فرقہ اشعریہ نے ایمان کی کمی بیشی سے انکار کیا ہے۔ لغت کے مطابق ایمان دلی تصدیق کا نام ہے جو تصدیق شدہ چیز کو یقین کے ساتھ جاننے کی کیفیت کا نام ہے۔ شرعی طور پر ایمان کی تعریف یہ ہے: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین رکھنا' فرائض ونوافل کا ادا کرنا اور تمام گناہوں سے اجتناب کرنا یہ کہنا جائز ہے کہ ایمان ہی شریعت' دین اور ملت ہے کیونکہ ایمان کی وجہ سے اللہ رب العزت کی اطاعت میں سر تسلیم خم کیا جاتا ہے اور مکروہ وحرام کاموں سے گریز کیا جاتا ہے اور یہی ایمان کی تعریف ہے۔

باب - ۱۰

ایمان اور اسلام میں فرق: ❀ ❀ ہر ایمان کو اسلام کہا جا سکتا ہے لیکن ہر اسلام کو ایمان نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اسلام ظاہری طور پر جھک جانے اور مطیع ہو جانے کا نام ہے لہٰذا ہر مؤمن تو اللہ کے حکم کے لئے مطیع ہوتا ہے لیکن ہر مسلم اللہ کے لئے مؤمن نہیں ہوتا کیونکہ بسا اوقات وہ تلوار کے خوف سے اسلام قبول کرتا ہے (دل سے نہیں)۔ ایمان بہت سی چیزوں پر محیط ہے مثلاً ہر طرح کے افعال و اقوال اور ہر طرح کی اطاعت و فرمانبرداری اور اسلام اطمینان قلبی سے کلمہ شہادت کے اقرار اور پنجگانہ عبادات کی ادائیگی پر محیط ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ایمان اور اسلام کو جدا جدا قرار دیا ہے انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کے حوالے سے عمرؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔[۴۷۴]

فرماتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہؐ کے پاس تھا کہ اچانک سفید صاف ستھرے لباس میں ملبوس کالے سیاہ بالوں والا ایک آدمی داخل ہوا اس پر سفر کے آثار بھی نہ تھے نہ ہی ہم میں سے کوئی اسے جانتا تھا یہاں تک کہ وہ رسول اللہؐ کے گھٹنوں سے گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا اور اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر رکھ کر سوال کرنے لگا: اے محمدؐ! مجھے بتایئے کہ اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو کلمہ شہادت کا اقرار کرے نماز ادا کرے' زکوٰۃ ادا کرے' رمضان کے روزے رکھے اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرے' اس نے کہا' آپ نے سچ فرمایا ہے' عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے تعجب کیا کہ خود ہی سوال کر رہا اور خود ہی تصدیق کر رہا ہے۔ پھر اس نے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی

---

[۴۷۴] بخاری (۵۰) مسلم (۹) ظاہری شہادت' نماز' روزہ کی ادائیگی اور احکامات الٰہیہ کی پابندی کا نام اسلام ہے لیکن ایمان اس سے اگلا درجہ ہے یعنی دلی اعتراف' خلوص' محبت اور اپنی رضا و رغبت سے دین اسلام کو قبول کرنا' اسے سچا گردا ننا اور اس پر سر دھڑ کی بازی لگا دینے سے گریز نہ کرنا ایمان کہلاتا ہے۔ اس لحاظ سے ایمان توفیق منافق کے نصیب میں نہیں کیونکہ وہ حکومت کے خوف یا مالی منفعت وغیرہ کی وجہ سے نماز' روزہ پر عمل تو کر لیتا ہے لیکن اس کے دل میں کفر و شرک' اسلام اور اہل اسلام کے خلاف نفرت و عداوت کی بھرمار ہوتی ہے لہٰذا ہر وہ شخص جو دل و جان سے اسلام اور اسلامی شعائر سے محبت و عقیدت کا دم نہ بھرتا ہو نہ احکام شرعیہ پر عمل کرتا ہو تو وہ ایمان کے درجے پر نہیں پہنچ سکتا اور اللہ کے ہاں اس کی پکڑ ہوگی۔ اسلام اور ایمان کا یہ فرق اس وقت کیا جاتا ہے جب دونوں یکجا مستعمل ہوں جیسے حدیث جبریلؑ سے واضح ہوتا ہے اور آپ کی اس دعا سے بھی اللّٰھمّ لک اسلمت و امنت. الٰہی میں ظاہری (مسلم) اور دلی (مؤمن) فرمانبردار بنتا ہوں۔

اگر اسلام یا ایمان الگ الگ مذکور ہوں تو دونوں سے مراد دین اسلام ہی لیا جاتا ہے ارشاد الٰہی ہے: ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه/ جو کوئی دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو چاہے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ (آل عمران: ۸۵) اسی طرح ان شاء اللہ کے بغیر مؤمن کہنا درست نہیں کیونکہ مؤمن تو جنت میں ضرور جائے گا جب کہ دنیا میں اپنے آپ کو مؤمن کہنے والا ممکن ہے کہ غیر ایمان کی حالت میں فوت ہو جائے اور وہ جہنم میں پہنچ جائے البتہ یہ کہنا درست ہے کہ میں انشاء اللہ مؤمن ہوں (امین)

کتابوں پر‘ اس کے رسولوں پر‘ یوم آخرت پر اور تقدیر کے اچھا یا برا ہونے پر یقین کر لے۔ اس نے کہا‘ آپ سچ فرماتے ہیں۔ پھر سوال کیا کہ احسان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ تو رب کو دیکھ رہا ہے اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے (یہ خیال ذہن میں رکھ) اس نے کہا قیامت کے متعلق بتایئے؟ آپ نے کہا اس مسئلے میں مسئول (یعنی مجھے) سائل (یعنی تم) سے زیادہ معلومات نہیں۔ کہا پھر اس کی علامات ذکر کیجئے؟ فرمایا: لونڈی مالکہ کو جنم دے گی‘ تو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں اور ننگے بدن والے‘ غریب چرواہے ایک دوسرے کے مقابلہ پر بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کر لیں گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ کچھ دیر گذری تو رسول اللہؐ نے مجھ سے پوچھا کیا تو جانتا ہے سائل کون تھا؟ فرماتے ہیں‘ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا‘ یہ جبریلؑ تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھلانے کے لئے تشریف لائے تھے۔☆

ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں: یہ جبریلؑ تھے جو تمہیں تمہارے دینی امور سمجھانے آئے تھے پھر فرمایا جس صورت میں بھی جبریلؑ آتے رہے میں پہچان لیتا رہا آج اچانک میں انہیں پہچان نہ سکا۔ یہاں جبریلؑ نے ایمان و اسلام کے متعلق دو الگ الگ سوال کئے اور آپؐ نے بھی دونوں کے الگ الگ جواب دیئے ہیں۔ امام احمد نے ایک اور روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ جب ایک اعرابی نے کہا‘ یا رسول اللہؐ! آپ نے فلاں کو دیا اور مجھے نہ دیا‘ آپؐ نے فرمایا‘ وہ مؤمن ہے‘ اعرابی نے کہا‘ میں بھی مومن ہوں‘ آپؐ نے کہا تو مسلم ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی آیت سے استدلال کیا ہے: [اعراب (گنوار (دیہاتی) نے کہا کہ ہم ایمان لے آئیں ہیں‘ اے نبیؐ! آپ کہہ دیں کہ تم ایمان نہیں لائے۔ البتہ یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں کیونکہ ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا]۔ [۴۷۵]

اور جان لو کہ مندرجہ ذیل چیزوں سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے: اوامر و نواہی کی اچھی طرح ادائیگی سے‘ تقدیر پر ایمان لانے سے‘ اللہ تعالیٰ کے اپنی مخلوق میں اپنی مرضی کے افعال پر عدم اعتراض سے‘ اللہ تعالیٰ کی قسموں اور رزق کے وعدوں پر ترک شک سے‘ اس پر توکل اور اعتماد سے‘ آزمائش میں صبر اور ہمت سے کامیاب ہونے سے‘ اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے سے‘ اللہ کو منزہ اور پاک سمجھنے سے‘ کسی حال میں بھی تہمت نہ لگانے سے‘ زیادتی ایمان کے لئے صرف نماز روزہ کافی نہیں۔ امام احمدؒ سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ آپ نے فرمایا کہ جو ایمان کو مخلوق کہے وہ کافر ہے کیونکہ اس عقیدے سے قرآن کے مخلوق ہونے کی طرف اشارہ ہے اور جس نے ایمان کو غیر مخلوق کہا وہ بدعتی ہے کیونکہ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا اور بندوں کے افعال بھی غیر مخلوق ہیں سوا امام احمد نے دونوں گروہوں کی تردید فرمائی۔ حدیث نبوی: [ایمان کی ستر (۷۰) سے زائد شاخیں ہیں سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ ہے اور سب سے کمتر راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے] [۴۷۶]

☆ بخاری (۱/۲۰) مسلم/ایمان (۵) احمد (۱/۵۱) — ۴۷۵ الحجرات: ۱۴

۴۷۶ مسلم (۳۵) ترمذی (۲۶۱۴) ایمان کی شاخوں سے بھی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جو شخص ان تمام شاخوں (شعبوں) پر عمل پیرا ہو اس کا قلب

کسی مسلمان کے لئے یہ کہنا جائز نہیں کہ میں پکا سچا مؤمن ہوں بلکہ اس طرح کہے میں مؤمن ہوں انشاء اللہ۔ معتزلہ اس کے خلاف یہ جملہ درست قرار دیتے ہیں کہ میں پکا یقینی صاحب ایمان ہوں اور ہمارے دعوے کی دلیل عمرؓ کا قول ہے کہ جس نے یہ کہا کہ میں مومن ہوں وہ کافر ہے۔ حسن فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک آدمی نے کہا: میں مؤمن ہوں۔

ابن مسعودؓ کو کہا گیا کہ یہ اپنے آپ کو مؤمن گمان کرتا ہے تو آپ نے کہا کہ اس سے پوچھو کیا یہ جنت میں ہے یا جہنم میں؟ لوگوں نے اس سے یہ سوال کیا تو اس نے کہا' یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ پھر تو نے ایمان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیوں نہ کیا جس طرح یہ معاملہ کیا ہے حالانکہ یقینی مؤمن وہ ہے جو اللہ کے کاغذات میں مؤمن ہے اور وہی جنتی ہے مگر اس کا علم دنیا سے رخصت ہوتے وقت ہوتا ہے جب خاتمہ ایمان پر نصیب ہو اور آج کس کو یہ علم ہے کہ اس کا خاتمہ بالایمان یقینی ہے اس لئے انسان کو ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے' اصلاح' احتیاط' رحمت کی امید پر اچھی موت کا منتظر رہے۔ یقیناً لوگ انہیں اعمال پر فوت ہوتے ہیں جن پر وہ زندگی گذار رہے ہوتے ہیں اور جس حالت پر فوت ہوں گے اسی پر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے: ''جس طرح تم زندگی بسر کرتے ہو اسی پر فوت ہو جاؤ گے اور جس حالت پر فوت ہو گے اسی پر اٹھائے جاؤ گے۔''

ہمارا عقیدہ ہے کہ بندوں کے تمام افعال بھی اللہ کی مخلوق ہیں لیکن ان کا ارتکاب بندے کرتے ہیں خواہ خیر ہو یا شر' نیکی ہو یا بدی' اطاعت ہو یا بغاوت ہو۔ اس کا قطعاً یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نافرمانی کا حکم دیا ہے بلکہ اس نافرمانی کا فیصلہ کر کے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے اور آدمی کے افعال کو اپنے ارادے پر تخلیق کر رکھا ہے۔[۱۷۷] اللہ تعالیٰ نے روزی کو تقسیم کر

ایمان اس سے زیادہ ہونا چاہیے جو ان میں کی کوتاہی کا مرتکب ہے۔ سورۃ فاطر (۳۵) میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی تین اقسام بیان فرمائیں (۱) ظالم لنفسہ جو حرام اور عدم فرائض وغیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں (۲) ومنھم مقتصد جو اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ فرائض پر عامل اور محرمات کے تارک تو ہیں لیکن کبھی کبھار غلطی بھی کر بیٹھتے ہیں (۳) سابق بالخیرات جو فرائض کے ساتھ نوافل بھی ترک نہیں کرتے۔

۱۷۷ اسلام کو دو گمراہ فرقوں نے بہت نقصان پہنچایا ہے ایک قدریہ اور دوسرا جبریہ ہے۔ قدریہ کا نظریہ یہ تھا کہ تقدیر کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ ہر انسان اپنے افعال کا خود ہی خالق ہے۔ جبریہ کا نظریہ یہ تھا کہ انسان محض مجبور ہے وہ اپنی مرضی سے نہ کچھ کرتا ہے نہ کر سکتا ہے بلکہ اس سے ہر عمل بردستی جبراً کروایا جاتا ہے اس لئے اس سے نیکی کا مطالبہ یا گناہ کا مؤاخذہ کرنا عبث اور فضول ہے۔ آج بھی ان نظریات کے حاملین دنیا میں موجود ہیں آپ کے دائیں بائیں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اس طرح کی باتیں کر کے اسلامی احکامات سے جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام جبر و قدر کے درمیان راہ اعتدال پر ہے یعنی ہر چیز کا خالق و مالک اللہ ہے اس کے تصرف و اختیار سے کسی کو سرتابی کی مجال نہیں لیکن دنیا میں انسان کو کچھ اختیارات دیئے گئے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ (اما شاکرا و اما کفورا) چاہے تو مسلمان بن کر رہے چاہے تو کفر کو پسند اختیار کر لے۔ انسان اگرچہ کفر یا اسلام' اطاعت یا بغاوت کو ذاتی طور پر اختیار کرتا ہے اور یہ اس کا ذاتی کسب اور فعل ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت افعال اور ان کے تمام اسباب اللہ نے تقدیر میں لکھ رکھے ہیں اور دنیا میں انسان کا کسب و فعل تقدیر کے مطابق ہو کر رہتا ہے اس لئے بندوں کے کسب و فعل کا خالق اللہ ہی ہے خود انسان نہیں البتہ انسان اس کا فاعل ہوتا ہے اور یہی سلف صالحین کا نظریہ ہے۔

کے اندازہ مقرر کر دیا ہے جسے نہ کوئی روک سکتا ہے نہ بند کر سکتا ہے' اس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں' خوشحال تنگ حال نہیں ہو سکتا اور تنگ حال خوشحال نہیں' کل کا رزق آج نہیں کھایا جا سکتا' زید کا حصہ عمرو کو نہیں مل سکتا' حلال کی طرح حرام بھی اللہ کی مرضی سے ملتا ہے' اس کا یہ معنی نہیں کہ حرام جائز ہے بلکہ حرام بھی جسم کی پرورش کرتا ہے اور غذا کو جزو بدن بناتا ہے۔

قاتل مقتول کی مقرر مدت سے پہلے کچھ نہیں کر سکتا بلکہ مقتول اپنے وقت پر ہی مرتا ہے' اسی طرح ڈوبنے والا' دیوار تلے دب کر مرنے والا' پہاڑ کی چوٹی سے گر کر مرنے والا' جسے کوئی درندہ چیر پھاڑ دے' سب اپنی مقررہ مدت پر ہی فوت ہوتے ہیں' اسی طرح مسلمانوں کو ہدایت اور کفار کو ضلالت دینا اللہ ہی کا کام ہے' اس کے ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ کہ مخلوق کے افعال کا خالق اللہ ہے اور کسب بندہ کرتا ہے کیونکہ احکامات الٰہی کے مخاطب بندے ہی ہیں کہ یہ کام اچھا ہے یہ برا ہے اگر ایسا کرو گے تو ثواب پاؤ گے' اگر ایسا کرو گے تو گناہ کماؤ گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے:

[یہ صلہ ہے تمہارے اعمال کا][۴۷۸] فرمایا [(صلہ ہے) تمہارے صبر کرنے کا][۴۷۹] مزید ارشاد فرمایا [(اہل جنت اہل جہنم سے سوال کریں گے) کس چیز نے تمہیں سقر (جہنم) میں لا پھینکا تو وہ کہیں کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے' مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے][۴۸۰] فرمان الٰہی ہے [یہ وہ آگ ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے][۴۸۱] فرمان الٰہی ہے [یہ تمہارے کرتوت کی وجہ سے ہے][۴۸۲] اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے جزا و سزا کو بندوں کے افعال پر معلق کیا ہے اور ان کے لئے کسب و ارتکاب کو ثابت کیا ہے جب کہ جہمیہ اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ بندوں کا کوئی کسب و اختیار نہیں ہوتا وہ تو محض ایک ایسے دروازے کی مانند ہوتے ہیں جسے کھولا اور بند کیا جاتا ہے یا ایسے درخت کی طرح جسے ہوا حرکت دیتی ہے تو وہ حرکت کرتا ہے ورنہ پرسکون رہتا ہے یہ لوگ دین حق اور قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔ اس بات کی دلیل کہ یہ افعال اللہ کی خلق اور بندوں کا کسب ہے' قدریہ کے خلاف کہ جن کا یہ دعویٰ ہے کہ بندے اپنے افعال کے بھی خالق ہیں۔

یہ تباہ و برباد ہو جائیں جو اس امت کے مجوسی ہیں انہوں نے اللہ کے شریک بنا دیئے اور اس کی طرف عاجزی کو منسوب کر دیا کہ اس کی حکومت میں وہ کچھ داخل کر دیا جو اس کی قدرت اور ارادے کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا' اللہ تعالیٰ ان تمام شرکیہ باتوں سے بہت ہی بلند ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے: [اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور اسے بھی جو تم کرتے ہو][۴۸۳] مزید فرمایا: [یہ بدلہ ہے تمہارے اعمال کا][۴۸۴]

---

۴۷۸ الواقعۃ:۲۴
۴۷۹ الرعد:۲۴
۴۸۰ المدثر:۴۲-۴۴
۴۸۱ الطور:۱۴
۴۸۲ الحج:۱۰
۴۸۳ الصافات:۹۶
۴۸۴ الواقعۃ:۲۴

لہٰذا جب اعمال پر جزا مرتب ہو سکتی ہے تو ان پر تخلیق مرتب ہونے میں کیا مانع ہے؟ یہ کہنا ناجائز ہے کہ اعمال سے مراد پتھر وغیرہ کے بت اور مورتیاں ہیں جن کو وہ تراشا کرتے تھے کیونکہ پتھر وغیرہ اجسام ہیں اور بندے ان پر اعمال نہیں کرتے' اعمال تو وہ ہیں جن میں لوگوں کے عمل وقوع پذیر ہوں اس لئے واجب ٹھہرا کہ مخلوق اپنے اعمال' حرکات وسکنات میں رجوع کرے۔ ارشاد باری ہے [لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر تیرا رب رحم فرمائے اس نے اسی لئے انہیں پیدا فرمایا ہے][۴۸۵] یعنی اختلاف کے لئے انہیں پیدا فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے [کیا انہوں نے اللہ کے شرکاء بنا لئے ہیں کیا وہ بھی (اللہ کی طرح) خالق ہیں کہ ان پر مخلوق مشتبہ ہوگئی ہو' آپ فرما دیں کہ ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے][۴۸۶] ارشاد باری ہے [کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی خالق ہے جو تمہیں زمین وآسمان میں رزق پہنچاتا ہے][۴۸۷] اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے متعلق خبر دی [اگر انہیں اچھائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تیری طرف سے ہے کہہ دیجئے سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اس قوم کو کیا ہوا کہ بات ہی نہیں سمجھتی][۴۸۸]

حدیث حذیفہؓ میں آپؐ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر کاریگر اور اس کا ہنر پیدا کیا ہے حتیٰ کہ قصائی کو اور اس کے گوشت بنانے کے عمل کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے (قصائی نے نہیں)۔''[۴۸۹] حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: ''میں نے خیر وشر پیدا فرمایا ہے اسے خوشخبری ہو جس کے ہاتھوں پر میں نے خیر مقدر فرما دیا اور اس کے لئے ہلاکت ہو جس کے ہاتھوں پر میں نے شر مقدر فرما دیا۔''[۴۹۰] امام احمدؒ سے بندوں کے اعمال کے متعلق پوچھا گیا جن اعمال پر وہ اللہ کی رضا یا غضب کے مستحق بنتے ہیں' کیا یہ اعمال اللہ کی طرف سے ہیں یا بندوں کے ہیں؟ فرمایا: خلق کے اعتبار سے اللہ کی طرف سے ہیں اور کسب کے اعتبار سے بندوں کی طرف سے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ایمان والا اگرچہ چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہوں کا مرتکب ہو وہ کافر نہیں ہوتا اگرچہ بلا توبہ فوت ہو جائے بشرطیکہ توحید واخلاص پر مرا ہو' اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا اگر اللہ چاہے تو اسے معاف فرما کر جنت عطا فرما دے اور اگر چاہے تو عذاب دے اور جہنم میں پھینک دے اس لئے ہم اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان دخیل نہیں بنتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ نہ فرما دے۔

گناہ گار مؤمن دائمی جہنمی نہیں: ❀ ❀ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ حالت ایمان میں کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے جہنم میں داخل کریں گے وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اسے اس سے نکال لے گا[۴۹۱] کیونکہ اس کے لئے

---

۴۸۵ ھود: ۱۱۸-۱۱۹
۴۸۶ الرعد: ۱۶
۴۸۷ فاطر: ۳
۴۸۸ النساء: ۷۸
۴۸۹ مجمع الزوائد ۷/ ۱۹۷
۴۹۰ الکنز: (۴۳۰۱۵)

۴۹۱ قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جہنم کا دائمی عذاب صرف اور صرف کافر ومشرک کے لئے ہے اس لئے اگر کوئی انسان کفر وشرک سے توبہ کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے پھر کفر وشرک کے علاوہ صغائر یا کبائر گناہوں کا مرتکب ہو اور بلا توبہ فوت ہو جائے تو اس پر کافر یا ابدی جہنمی ہونے کا فتویٰ صادر نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ خوارج اور معتزلہ کا نظریہ ہے البتہ اسے اس کے گناہ کے بقدر سزا ملے گی پھر اسے جنت ملے

آگ دنیوی قید خانے کی طرح ہے۔ اس لئے وہ آگ سے بقدر جرم و گناہ کی سزا پا کر اللہ کی رحمت سے نکال لیا جائے گا اور اس میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ آگ ایسے شخص کے چہرے اور اعضائے سجود کو نہیں جلائے گی کیونکہ اعضائے سجود کا جلانا آگ پر حرام ہے۔ جب تک گناہ گار آگ میں رہتا ہے وہ اللہ کی رحمت کا امیدوار رہتا ہے تا آنکہ وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے اور جنت میں اسے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے بقدر درجات نصیب ہو جاتے ہیں۔ قدریہ اس کے برعکس یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کبیرہ گناہ تمام اچھے اعمال کو ضائع کر دیتے ہیں اور اسے ثواب نہیں دیا جائے گا۔ خوارج کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ ان سب کے لئے ہلاکت ہو۔

تقدیر پر ایمان:[92] ❁ ❁ اچھی، بری، میٹھی، کڑوی تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے اس بات پر بھی کہ جو مصیبت پہنچی ہے وہ احتیاط کے باوجود ٹلنے والی نہیں تھی اور جو اسباب میسر نہیں وہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی حاصل نہیں ہو سکتے اور جو کچھ ماضی میں ہو چکا اور مستقبل میں زندگی بعد الموت تک جو کچھ ہوگا سب کچھ اللہ کی تقدیر اور فیصلے سے ہوا اور ہوتا رہے گا، لوح محفوظ کی تقدیر سے کوئی مخلوق میں سے بچ نہیں سکتا۔ اس بات پر بھی ایمان ہو کہ اگر ساری مخلوقات مل کر کسی شخص کو فائدہ پہنچانا چاہے جو اس کے مقدر میں نہیں تو وہ ہرگز اس پر قادر نہیں ہو سکتی اور اگر ساری کائنات مل کر اسے نقصان پہنچانا چاہے جو اس کے مقدر میں نہیں تو وہ ہرگز اسے نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہو سکتی جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث میں یہ بات موجود ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[اگر اللہ آپ کو نقصان پہنچانا چاہے تو اسے اللہ کے علاوہ کوئی دور نہیں کر سکتا اور اگر وہ آپ کو فائدہ پہنچانا چاہے تو اس کا

لہ میں داخل کر دیا جائے گا اور اگر اللہ چاہے تو یہ سزا بھی اپنی رحمت سے معاف کر کے اسے بلا عذاب جنت میں داخل فرما دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ/ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشے گا اور اس گناہ کے علاوہ جسے چاہے بخش دے گا۔ النسآء:۴۸] [اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ/ اللہ نے شرک کرنے والے پر جنت حرام کر دی ہے۔ المائدۃ:۷۲]

[92] تقدیر پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں داخل ہے، تقدیر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی تمام مخلوقات کے اعمال، افعال، حسنات، سیات، دخول جنت یا جہنم سب کچھ اپنے اندازے سے لوح محفوظ پر تحریر کر دیا تھا اور اللہ کے اندازے میں رتی برابر بھی کمی بیشی نہیں اس لئے تا قیامت دنیا میں تمام افعال و اعمال سو فیصد اسی اندازے الٰہی کے مطابق رونما ہوتے رہیں گے ان میں کسی جابر کا جبر، ظالم کا ظلم اور عادل کا عدل کمی بیشی کرنے کا مجاز یا مختار نہیں۔ اس لئے ہر مسلمان کو تقدیر پر ایمان رکھتے ہوئے ہر حال میں اللہ کا شکر اور صبر کرنا چاہیے۔ اور اس سے دنیا و آخرت کی بھلائیاں مانگتے ہوئے صراط مستقیم پر گامزن رہنا چاہیے، ہر طرح کے ناجائز ذرائع کو ترک کر کے جائز اور حلال ذرائع کو اختیار کرنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر کسی کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں پہلے چالیس دن حالت نطفہ میں رہتی ہے پھر چالیس دن جمے ہوئے خون میں پھر چالیس دن لوتھڑے کی شکل میں پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو چار باتوں کے ساتھ اس کے پاس روانہ کرتے ہیں کہ وہ (۱) انسان کا عمل (۲) موت کا وقت (۳) رزق (۴) سعادت یا شقاوت لکھ آئے۔ پھر بچے کی روح پھونک دی جاتی ہے۔ بخاری (۷۴۵۴)

فضل کوئی ہٹا نہیں سکتا وہ اپنے جس بندے کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے]۔[۴۹۳] زید بن وہب ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے مجھے فرمایا: تم میں سے کسی کی پیدائش کے لئے چالیس (۴۰) دن تک رحم میں نطفہ قائم رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت تک جما ہوا خون بن جاتا ہے پھر اتنی ہی مدت تک گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو چار چیزوں کے ساتھ بھیجتے ہیں (۱) موت (۲) رزق (۳) عمل (۴) سعادت یا شقاوت۔ ایک آدمی جہنمیوں کے سے اعمال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک گز فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل جنت کے سے اعمال کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ جنت میں چلا جاتا ہے اور ایک آدمی اہل جنت کے سے اعمال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جنت اور اس کے درمیان ایک گز فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل جہنم کے سے اعمال شروع کر دیتا ہے حتیٰ کہ جہنم میں جا گرتا ہے۔[۴۹۴]

ہشام بن عروہؒ اپنے باپ سے وہ حضرت عائشہؓ سے اور حضرت عائشہؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتی ہیں کہ ایک شخص اہل جنت کے سے اعمال کرتا ہے حالانکہ تقدیر میں وہ اہل جہنم میں سے ہے لہٰذا موت کے وقت وہ پلٹا کھاتا ہے اور اہل جہنم کے اعمال کرتا ہے اس حالت میں فوت ہو کر جہنم میں پہنچ جاتا ہے اور ایک آدمی اہل جہنم کے سے اعمال کرتا ہے حالانکہ تقدیر میں وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے لہٰذا موت سے قبل وہ اہل جنت کے سے عمل کرتا ہے اور اس حال میں فوت ہو کر جنت میں پہنچ جاتا ہے۔[۴۹۵]

عبدالرحمٰن سلمی حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ تھے آپ تنکے سے زمین کرید رہے تھے اچانک آپ نے سر مبارک بلند فرمایا اور کہا تم میں سے ہر شخص کا جنت یا جہنم ٹھکانہ مقرر ہو چکا ہے' لوگوں نے کہا پھر ہم تقدیر پر بھروسہ کیوں نہ کر لیں؟ فرمایا عمل کرتے رہو ہر ایک کے لئے وہی عمل آسان اور میسر ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔[۴۹۶] حضرت عمرؓ نے کہا' یا رسول اللہؐ! ہمارے عمل لکھے جا چکے ہیں یا سرزد ہونے کے بعد لکھے جاتے ہیں؟ فرمایا' لکھے جا چکے ہیں تو عمرؓ نے کہا پھر ہم بھروسہ کیوں نہیں کر لیتے؟ فرمایا' خطاب کے بیٹے عمل کر کیونکہ ہر ایک کے لئے وہی عمل میسر آئے گا جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اہل سعادت کے لئے سعادت والے اعمال میسر کئے گئے ہیں اور اہل شقاوت کے لئے شقاوت والے اعمال۔[۴۹۷]

---

۴۹۳ [یونس:۱۰۷] ۴۹۴ بخاری (۷۴۵۴)

۴۹۵ بخاری (۷۴۵۴) مسلم (۱۱۲) احمد ۵/۳۳۵ ۴۹۶ بخاری (۲۶۰۵) (۱۳۶۲)

۴۹۷ مجمع الزوائد ۷/۱۹۴۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تقدیر پر بھروسہ کرتے ہوئے اعمال صالحہ کو ترک کر دینا جائز نہیں بلکہ اعمال صالحہ کی توفیق اسے ہی ملتی ہے جو اہل جنت میں سے ہو لہٰذا یہ اعمال اس کے لئے دخول جنت کا سبب بنتے ہیں جس طرح محنت مشقت حصول رزق کا سبب بنتی ہے اس لئے کوئی انسان بھی یہ سوچ کر محنت مزدوری نہیں چھوڑتا کہ جو رزق لکھا ہے وہ مل ہی جائے گا بلکہ اس کے لئے ہر انسان ہر ممکنہ کوشش اور تگ و دو کرتا نظر آئے گا۔ پھر آخرت کے لیے تگ و دو کیوں ضروری نہیں؟

کیا آپؐ نے اپنے رب کا دیدار کیا؟: ❀ ❀ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبیؐ نے شب معراج بیداری کی حالت میں (خواب میں نہیں) اپنے سر والی آنکھوں سے (دل سے نہیں) اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے آیت [ولقد راٰہ نزلۃ اخرٰی/ آپؐ نے اللہ کو دوسری مرتبہ دیکھا] [۴۹۸] کی تفسیر میں فرمایا کہ میں نے بلا شک وشبہ اپنے رب کو اپنے سامنے دیکھا ہے۔

آپؐ نے عند سدرۃ المنتھٰی [۴۹۹] کی تفسیر میں فرمایا میں نے اپنے رب کو سدرۃ المنتھٰی کے پاس دیکھا حتیٰ کہ میرے لئے میرے رب کے چہرے کا نور ظاہر ہوگیا۔ ابن عباسؓ [وما جعلنا...... ہم نے جو خواب آپ کو دکھایا وہ لوگوں کے لئے آزمائش بنا دیا] [۵۰۰] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں رؤیت سے مراد خواب نہیں بلکہ آنکھوں کی رؤیت مراد ہے جو شب معراج آپ کو کروائی گئی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خلت کا درجہ ابراہیمؑ کو ملا' کلام کا درجہ موسیٰؑ کو اور رؤیت (دیدار) کا درجہ آپؐ کو ملا۔ [۵۰۱] ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ محمدؐ نے اپنی آنکھوں سے دو مرتبہ رب تعالیٰ کا دیدار کیا۔ [۵۰۲]

---

۴۹۸ النجم:۱۳ ۴۹۹ النجم:۱۴

۵۰۰ الاسراء:۶۰ ۵۰۱ مجمع الزوائد ۱/۷۹

۵۰۲ ایضاً۔ اس مسئلے میں شروع سے شدید اختلاف چلا آتا ہے کہ آیا آپؐ نے اپنی جسمانی آنکھوں کے ساتھ شب معراج اللہ کا دیدار کیا یا نہیں؟ عبداللہ بن عباسؓ، ابو ہریرہؓ وغیرہ سے رؤیت باری تعالیٰ کا اثبات جب کہ حضرت عائشہؓ، ابن مسعودؓ وغیرہ سے نفی منقول ہے۔ راجح مسئلہ یہی ہے کہ آپؐ نے اپنی جسمانی آنکھوں کے ساتھ اللہ کا دیدار نہیں کیا جیسا کہ آپؐ نے خود ایک صحابی کے سوال (کیا آپؐ نے اپنے رب کو دیکھا؟) کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: میرے اور اللہ کے درمیان نور (کا پردہ) حائل تھا تو میں کیسے اللہ کو دیکھ پاتا۔ مسلم (۱۷۸) اسی لئے حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ جو شخص آپؐ کے لئے رؤیت باری تعالیٰ کا دعویٰ کرے وہ اللہ پر بہتان عظیم باندھنے والا جھوٹا ہے۔ بخاری (۴۸۵۵) مسلم (۱۷۷) ترمذی (۳۲۷۸) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ سے رؤیت باری تعالیٰ میں دو طرح کی احادیث منقول ہیں بعض مطلق رؤیت کے متعلق ہیں بعض میں تقیید وتخصیص ہے کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا (مسلم ۱۷۶) لہٰذا مقید کو مطلق پر مقدم کریں گے کہ بالفرض آپؐ نے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے تو دل سے نہ کہ ظاہری آنکھوں سے۔ فتح الباری ۸/۴۷۴۔ شیخ صاحب کے پیش کردہ دلائل سے رؤیت جبریلؑ ثابت ہوتی ہے رؤیت باری تعالیٰ اس سے مراد نہیں۔ فکان قاب قوسین او ادنی...... ولقد راہ نزلۃ اخری...... لقد رأی من اٰیٰت ربہ الکبری...... ان آیات کی تفسیر میں حضرت عائشہؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوذرؓ وغیرہ سے بسند صحیح یہ منقول ہے کہ آپؐ نے جبرئیلؑ کو اصلی حالت میں دو مرتبہ دیکھا ہے (نا کہ اللہ تعالیٰ کو) ایک مرتبہ (زمین پر) مکہ میں اور دوسری مرتبہ (آسمان پر) شب معراج میں اور جبرئیلؑ کے چھ سو پر تھے جن سے سارا افق پر ہو چکا تھا۔ (بخاری/ ۴۸۵۵-۵۶-۵۷-۵۸) (مسلم/۱۷۴-۷۵-۷۷) (ترمذی/ ۳۲۷۷-۷۸-۸۳) احمد (۱/۳۹۸-۴۱۳-۴۶۰)

اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں جسمانی آنکھوں کے ساتھ کوئی انسان بھی دیدار الٰہی کا متحمل نہیں حتیٰ کہ انبیاء میں بھی جسمانی آنکھوں سے اس دنیا میں دیدار الٰہی کی قوت برداشت نہیں رکھتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں موسیٰؑ کا بھی ذکر موجود ہے جب انہوں نے دیدار الٰہی کا تقاضہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا لہٰذا اس پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو تو مجھے دیکھ لینا جب اللہ نے اپنے نور کی تجلی پہاڑ پر ڈالی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ہوش میں آنے پر اللہ سے (اپنے سوال کی) معافی مانگی۔ [الاعراف:۱۴۳] جب انبیاء دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ سے محروم رہے تو کوئی پیر' فقیر' ملنگ' ولی' غوث' قطب وغیرہ پھر رؤیت باری تعالیٰ سے بامشرف کیسے ہوسکتا ہے؟

یہ روایات حضرت عائشہؓ کی روایات سے متعارض نہیں کیونکہ ان کی روایت میں نفی ہے اور یہ اثبات ہے اور اجتماع کے وقت اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے اور نبیؐ نے بھی اپنی رؤیت کا اثبات فرمایا ہے۔

ابوبکر بن سلیمان فرماتے ہیں کہ محمدؐ نے اپنے رب کا گیارہ مرتبہ دیدار فرمایا' نو مرتبہ معراج کی رات دیکھا جو سنت سے ثابت ہے کیونکہ آپؐ نماز میں تخفیف کی غرض سے حضرت موسیٰ اور رب تعالیٰ کے پاس آمد و رفت کرتے رہے اور نو مرتبہ آنے جانے سے پینتالیس (۴۵) نمازیں معاف ہوئیں اور دو مرتبہ دیدار الٰہی کا ثبوت کتاب الٰہی میں ہے۔

منکر نکیر کا بیان:[۵۰۳] ۞ ۞ ہمارا ایمان ہے کہ منکر نکیر انبیاء کے علاوہ ہر کسی کی قبر میں آ کر سوال کرتے ہیں اور اس کے ایمان وعقائد کا امتحان لیتے ہیں' دریں اثناء میت میں روح ڈال دی جاتی ہے پھر اسے بٹھا دیا جاتا ہے' سوالات کے بعد اس کے جسم سے بلا تکلیف روح نکال لی جاتی ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ میت اپنے زائرین کو پہچانتی ہے بالخصوص جب وہ جمعہ کے روز طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک اس کے پاس آتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ گناہ گاروں کے لئے عذاب قبر اور اس کا عذاب واجب ہے اسی طرح اہل ایمان فرمانبرداروں کے لئے ثواب قبر لازم ہے جب کہ معتزلہ عذاب قبر اور منکر نکیر کا انکار کرتے ہیں۔ عذاب قبر کے ثبوت کے لئے اہل سنت کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا و آخرت میں توحید پر قائم رکھتے ہیں][۵۰۴] اس آیت کی تفسیر میں

---

۵۰۳ قبر کا عذاب یا ثواب ایک برحق مسئلہ ہے جس سے انکار ممکن نہیں البتہ یہ غلط فہمی دور رہے کہ قبر سے مراد گڑھا نہیں بلکہ عالم برزخ ہے' مرنے کے بعد حشر کے دن اٹھنے تک کا درمیانی عرصہ برزخ کہلاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور ان کے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے تک عالم برزخ ہے۔ المؤمنون: ۱۰۰] اس لئے عالم برزخ میں ہر میت کو عذاب یا ثواب پہنچایا جاتا ہے خواہ وہ زمینی گڑھے میں ہو' پانی کی تہہ میں ہو' ہوا میں راکھ بنا کر اڑا دیا گیا ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے اجزاء کو جمع کرنے پر قادر ہے۔ حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا ہاں عذاب قبر برحق ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے آپ کو دیکھا کہ آپؐ ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ بخاری (۱۰۴۹) مسلم (۹۰۳) آپؐ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا تعوذوا باللّٰہ من عذاب القبر / اللہ تعالیٰ سے قبر کے عذاب کی پناہ مانگو۔ مسلم (۲۸۶۸) یہاں یہ بات واضح رہے کہ موت کے بعد انسان کا اس مادی دنیا سے وہ تعلق ختم ہو جاتا ہے جو دنیاوی زندگی میں اسے حاصل تھا۔ اور شیخ کا یہ فرمانا کہ ''میت اپنے زائرین کو پہچانتی ہے'' درست نہیں کیونکہ قرآن وسنت میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

۵۰۴ ابراہیم: ۲۷۔ عالم برزخ (قبر) میں ہر انسان سے اس کے رب' نبیؐ اور دین کے متعلق سوال کئے جائیں گے' ان سوالوں کے لئے اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو بھیجتا ہے جنہیں منکر اور نکیر کہا جاتا ہے یہ انتہائی خوفناک ہوتے ہیں لیکن اہل ایمان ان سے خائف ہوئے بغیر تینوں سوالوں کے درست جواب دے گا اور یہ سعادت اسے ہی نصیب ہوگی جس نے دنیا میں اللہ کا حکم مانا' رسولؐ کی اطاعت وفرمانبرداری کی اور دین اسلام پر عمل کیا اس کے نتیجے میں اسے پاس کر دیا جاتا ہے اور اس کے لئے جنتی لباس اور عطریات کا بندوبست کیا جاتا ہے' جنت کی طرف سے ایک دروازہ اس کی قبر میں کھول دیا جاتا ہے اور تا حشر یہ انسان راحت کے ساتھ رہتا ہے جب کہ دنیا میں دین اسلام پر عمل نہ کرنے والا ان سوالوں کے جواب نہ دے کر فیل ہو جاتا ہے اور جنتی کے برعکس اس کے ساتھ قبر سے ہی جہنمی کا سا سلوک شروع کر دیا جاتا ہے جس پر وہ افسوس کرتا رہتا ہے اعاذنا اللہ منہ۔ فی الحقیقت قبر کا امتحان دنیا کے ہر امتحان سے آسان ہے اس لئے کہ اس کے سوالات کی تعیین دنیا میں ہمارے لئے کر دی گئی اب افسوس ہے ایسے انسان پر جو سوالات کی تعیین کے باوجود قبر کے امتحان کی تیاری نہ کر کے دائمی طور پر فیل ہو جائے۔

کہا گیا ہے کہ دنیا میں سکرات الموت کے وقت اور آخرت میں منکر نکیر کے سوالات کے وقت ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو کالے سیاہ نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں ان میں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں میت سے سوال کرتے ہیں: اس شخص (محمدؐ) کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟ یہ وہی جواب دے گا کہ جس عقیدے پر دنیا میں قائم تھا اگر مؤمن تھا تو جواب دے گا کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں' فرشتے کہیں گے ہمیں علم تھا کہ تم یہی جواب دو گے پھر اس کی قبر ستر گز چوڑی اور ستر گز لمبی کر دی جائے گی اور اسے منور کر دیا جائے گا' اسے کہا جائے گا سو جاؤ لیکن وہ کہے گا مجھے گھر جانے دو کہ میں انہیں بھی آگاہ کروں' کہا جائے گا دلہن کی طرح سو جاؤ جسے اس کا سب سے محبوب ہی اٹھاتا ہے۔

قیامت تک وہ یہیں رہے گا اگر منافق تھا تو جواب دے گا کہ مجھے معلوم نہیں میں لوگوں سے سنا کرتا تھا کہ لوگ آپ کے بارے میں کچھ کہا کرتے تھے تو میں بھی آپ کے خلاف وہی کچھ کہہ دیتا' فرشتے کہیں گے ہمیں علم تھا کہ تو یہی جواب دے گا پھر زمین کو اس میت پر سکڑنے کا حکم ہوگا اور وہ اس قدر سکڑ جائے گی کہ اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف کو نکل جائیں گی اور وہ اسی عذاب میں مبتلا رہے گا تا آنکہ اللہ تعالیٰ اسے اس خواب گاہ سے اٹھائے گا۔[۵۰۵] اس مسئلے کے ثبوت میں عطاء بن یسار سے روایت لی گئی ہے کہ نبیؐ نے حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا: عمرؓ! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے لئے تین ہاتھ ایک بالشت طولا اور ایک ہاتھ اور ایک بالشت عرضا جگہ مخصوص کر دی جائے گی پھر تمہیں تمہارے اہل خانہ نہلائیں گے' کفنائیں گے' خوشبو لگائیں گے' قبر میں لے جا دفنائیں گے اور تم پر مٹی ڈال کر چلے آئیں گے پھر تمہارے پاس منکر نکیر سوال کرنے آئیں گے جن کی آواز سخت کڑک کے مانند اور آنکھیں بصارت سلب کرنے والی بجلی کی مانند ہوں گی اور ان کے بال لٹکے ہوئے ہوں گے' وہ دونوں تمہیں گھبرائیں گے ڈرائیں گے اور سوال کریں گے: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے عرض کی' یا رسول اللہ! کیا اس وقت میرے دل میں وہی ہوگا جو آج موجود ہے؟ فرمایا ہاں' حضرت عمرؓ نے کہا پھر یہی مجھے کافی ہے۔[۵۰۶] اس حدیث میں صراحت ہے کہ سوالات روح ڈالنے کے بعد ہی ہوں گے کیونکہ حضرت عمرؓ نے سوال کیا تھا کہ کیا میرے ساتھ میرا دل ہوگا؟ آپؐ نے جواب دیا' ہاں ہوگا۔

منہال بن عمرو حضرت براءؓ بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ[۵۰۷] ہم نبیؐ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں جا رہے تھے حتیٰ کہ قبرستان پہنچ گئے لیکن قبر تیار نہیں تھی' نبیؐ بیٹھ گئے تو ہم بھی آپ کے آس پاس بیٹھ گئے اور حالت یہ تھی کہ جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

---

۵۰۵ ترمذی (۱۰۷۱) ابن حبان (۱۸۰)
۵۰۶ المغنی عن حمل الاسفار ۴/ ۴۷۸
۵۰۷ مسند احمد ۴/ ۲۸۷- الحاکم ۱/ ۳۷- مجمع الزوائد ۳/ ۴۹' ۵۰

آپؐ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کریدر ہے تھے' تھوڑی دیر کے بعد آپؐ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں دو یا تین مرتبہ یہ فرمایا پھر فرمایا کہ جب بندہ دنیا کے سفر سے کوچ کر کے آخرت کے سفر پر قدم رکھتا ہے تو اس پر سورج کی مانند چمکتے دھمکتے دو سفید رنگ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں جن کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے اور وہ میت کے پاس منتہائے نظر تک پھیلے ہوئے بیٹھے ہوتے ہیں پھر موت کا فرشتہ (ملک الموت) تشریف لاتا ہے اور مرنے والے کے سرہانے جا بیٹھتا ہے اور فرماتا ہے: اے اطمینان والی پاکیزہ روح اللہ کی بخشش ورضا کی طرف نکل' آپؐ فرماتے ہیں پھر روح جسم سے اس طرح آسانی سے نکل آتی ہے جس طرح کسی برتن سے پانی کے قطرے نکل آتے ہیں پھر فرشتے لپک کر اسے لے لیتے ہیں اور ملک الموت کے ہاتھ میں اسے ایک لحہ بھی نہیں رہنے دیتے حتی کہ اسے جنتی خوشبودار کفن پہنا دیتے ہیں اور اس سے کستوری سے بڑھ کر خوشبو پھیلتی ہے اور اس جیسی خوشبو روئے زمین پر کہیں نہیں پھر فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں اور فرشتوں کے جس بھی گروہ سے گذرتے ہیں وہ یہی سوال کرتا ہے کہ یہ اتنی پاکیزہ خوشبو کس کی ہے لانے والے فرشتے میت کے بہترین نام سے بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے پھر اسے دنیاوی آسمان تک لے کر پہنچتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اسے الوداع کرنے کے لئے جاتے ہیں حتی کہ فرشتے میت کو ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اعلان فرماتے ہیں کہ اس کا اعمال نامہ ''علیین'' میں لکھ دو اور اسے پھر زمین پر لے جاؤ۔

[ہم نے زمین ہی سے اسے پیدا کیا ہے اور اسی میں اسے لوٹا دیں گے پھر اسی سے دوسری مرتبہ پیدا کریں گے][۵۰۸]

پھر روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور دو فرشتے آکر اس سے سوالات کرتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے۔ پھر فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں کہ تو اس نبیؐ کے بارے میں کیا رائے دیتا ہے جو تم لوگوں میں مبعوث کئے گئے تو وہ جواب دیتا ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور ہمارے پاس سچا دین لے کر آئے ہیں' فرشتے سوال کرتے ہیں کہ تجھے ان باتوں کا کیسے علم ہوا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب' قرآن مجید کو پڑھا' اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی' پھر ایک اعلان کرنے والا آسمان سے اعلان کرتا ہے میرے بندے نے بالکل ٹھیک جواب دیئے اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی پاکیزہ خوشبو آنے لگتی ہے اور تاحد نگاہ اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے پھر اس کے پاس ایک خوبصورت خوشبو میں بسا ہوا شخص آکر کہتا ہے' تجھے خوشخبری ہو یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ پوچھتا ہے آپ کون ہیں' وہ جواب دیتا ہے کہ میں آپ کا نیک عمل ہوں' پھر وہ کہتا ہے یارب! قیامت قائم فرما' نبیؐ نے فرمایا اور جب کافر دنیا سے کوچ کرتا ہوا آخرت میں قدم رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر سیاہ چہرے والے فرشتے نازل فرماتا ہے جن کے پاس ٹاٹ ہوتا ہے اور وہ اس کی حد نگاہ تک بیٹھے ہوتے ہیں پھر

---

۵۰۸ طٰہٰ:۵۵

ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے خبیث روح! اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کی طرف چل' پھر روح اس کے جوڑ جوڑ میں منتشر ہو جاتی ہے پھر ملک الموت اسے اس طرح کھینچتے ہیں جس طرح بھیگی ہوئی اون سے گرم سیخ کھینچی جاتی ہے جس سے اس کے تمام پٹھے اور رگیں کٹ جاتی ہیں پھر فرشتے اس ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں جس سے سڑی ہوئی لاش جیسی بدبو پھیلتی ہے اور فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں وہ یہی پوچھتی ہے کہ یہ گندی بدبو کس کی ہے؟ فرشتے اس کا بدترین نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے پھر اسے لے کر دنیاوی آسمان تک پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا۔

پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت کی [ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے نہیں جائیں گے (الاعراف:۴۰)] اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کا اعمال نامہ ''سجین'' میں لکھ دو پھر اس کی روح وہیں سے زمین کی طرف پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی [اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو (اس کی مثال ایسے ہے) گویا وہ آسمان سے گرے اور پرندے اسے اچک لیں یا ہوائیں اسے دور دراز مقام پر لا پھینکیں (الحج:۳۱)] پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور دو فرشتے آ کر اسے بیٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے افسوس! مجھے علم نہیں' پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کون سا ہے؟ کہتا ہے ہائے افسوس! مجھے کچھ علم نہیں' پھر پوچھتے ہیں' اس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے جو تم لوگوں میں مبعوث کئے گئے؟ کہتا ہے ہائے افسوس مجھے کچھ علم نہیں' پھر اللہ تعالیٰ اعلان کرتے ہیں: میرا یہ بندہ جھوٹا ہے اس کے نیچے آگ کا بستر لگا دو' اسے آگ کا لباس پہنا دو اور اس کی قبر میں آگ کا دروازہ کھول دو تا کہ آگ کی گرمی اور گرم ہوا اسے پہنچے اور اس پر قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف گھس جاتی ہیں پھر اس کے پاس غلیظ لباس میں ایک بدصورت شخص گندی بدبو پھیلاتا ہوا پہنچتا ہے اور کہتا ہے تجھے برے عذاب کی خوشخبری ہو' یہی تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا' یہ پوچھتا ہے تو کون؟ وہ جواب دیتا ہے میں تیرا برا عمل ہوں' کہتا ہے یا رب! قیامت قائم نہ کرنا۔

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب مؤمن کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے لئے قبر ستر ہاتھ لمبی اور ستر ہاتھ چوڑی کر دی جاتی ہے' اس پر خوشبو بسائی جاتی ہے' جنت کا ریشمی لباس پہنایا جاتا ہے' اگر اسے کچھ قرآن یاد ہے تو اس کا نور ہی اسے کافی ہے اگر کچھ بھی یاد نہیں تو اس کی قبر میں سورج کی طرح نور کا انتظام کر دیا جاتا ہے اور اس کی مثال اس دلہن جیسی ہے جو آرام سے سو جاتی ہے اور اسے اس کا سب سے پیارا محبوب ہی بیدار کرتا ہے پھر وہ نیند سے اٹھتی ہے تو گویا وہ نیند سے سیر نہیں ہوئی۔

جب کافر قبر میں دفنا دیا جاتا ہے تو اس پر قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ کر پیٹ میں چلی جاتی ہیں اور اس پر بختی اونٹوں جیسے سانپ چھوڑ دیئے جاتے ہیں جو اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتے ہیں حتیٰ کہ ہڈیوں پر بھی گوشت نہیں چھوڑتے پھر اس پر بہرے' گونگے اور اندھے شیطان چھوڑ دیئے جاتے ہیں جنہیں مردود کہا گیا ہے ان کے پاس لوہے کی ہتھوڑیاں ہوتی ہیں جن سے وہ اسے خوب مارتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسی کی نہ آواز سنتے ہیں اور نہ اسے دیکھتے ہیں کہ اس پر رحم

کریں اور اس پر صبح وشام آگ پیش کی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے عذاب قبر یا ثواب قبر کا ثبوت مہیا ہوتا ہے اگر کہا جائے کہ جسے پھانسی دی جائے یا جو ڈوب مرے' آگ میں جل جائے یا درندے اور پرندے اسے کھالیں تو اس صورت میں اس کا بکھرا ہوا گوشت پوست کیسے اکٹھا ہو سکتا ہے (اور منکر نکیر کس قبر میں جا کر اس سے سوال کریں)؟ اسے جواب دیا جائے گا کہ نبیؐ نے قبر کے عذاب اور ثواب' منکر نکیر کے سوالات وغیرہ کو عام لوگوں کے رسم و رواج کے مطابق ذکر فرمایا ہے کیونکہ عموماً لوگوں کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی مردہ قبر کے علاوہ دوسری صفات نادرہ پر فوت ہو تو پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (اس بات پر قادر ہیں کہ) اس کی روح کو زمین پر بھیج دے' اس سے سوالات ہوں پھر اسے عذاب یا انعام (جس کا حق دار ہو) سے نواز دیا جائے جیسے کفار کی روحوں کو صبح و شام دو مرتبہ روزانہ عذاب دیا جاتا ہے اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا پھر ان روحوں کو جسموں کے ساتھ روز قیامت آگ میں پھینک دیا جائے گا جیسی کہ فرمان الٰہی ہے: [آگ ان پر صبح و شام پیش کی جاتی ہے اور جس دن قیامت آئے گی (ہم فرشتوں کو حکم دیں گے کہ) آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کردو] [۵۰۹] شہداء اور اہل ایمان کی ارواح سبز پرندوں کے قالبوں میں ہیں جو جنت میں چرتی پھرتی ہیں اور عرش کے نیچے نور کی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں پھر جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو اپنے اپنے جسموں میں داخل ہو جائیں گی تا کہ اللہ کے حضور حساب و کتاب کے لئے پیشی ہو۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے بھائی جنگ احد میں شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں داخل کر دیں جو جنت میں چرتی پھرتی ہیں اور عرش کے سائے تلے سونے کی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں' جب بھی انہیں عمدہ کھانا پینا اور آرام حاصل ہوتا ہے تو اس وقت وہ کہتی ہیں' ہمارے بھائیوں تک یہ خبر کون پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور ہمیں رزق سے نوازا جاتا ہے تا کہ وہ جہاد سے اعراض کرتے ہوئے لڑنے سے پیچھے نہ ہٹ جائیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جن کا فرمان سب سے سچا ہے' میں انہیں اس کی خبر پہنچا دیتا ہوں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

[اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق حاصل کر رہے ہیں اور وہ اللہ کے فضل و کرم پر خوش ہیں] [۵۱۰]

یہ بھی ممکن ہے کہ کافر یا مؤمن کے جسم کے بعض حصے سے سوال و جواب ہو' عذاب یا ثواب بھی اس حصے کو ہو لیکن اس کا تعلق باقی تمام اجزاء سے منسلک کر دیا جائے۔ یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام منتشر اجزاء کو عذاب قبر اور سوال و جواب کے لئے جمع فرما دے جس طرح روز قیامت حساب و کتاب اور عذاب و ثواب کے لئے منتشر اجزاء کو جمع کر دیا

---

۵۰۹ غافر: ۴۶

۵۱۰ آل عمران: ۱۶۹' ۱۷۰- مذکورہ روایت کے لیے دیکھئے: ابوداؤد (۲۵۲۰) مسند احمد ۱/ ۲۶۶- البیہقی ۹/ ۱۶۳- دلائل النبوۃ ۳/ ۳۰۴

جائے گا' قبر سے مردے کے اٹھنے اور اس کے منتشر اجزاء کے جمع ہونے پر ایمان لانا واجب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [بے شک قیامت آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل قبور کو اٹھانے والا ہے][۵۱۱] ارشاد باری ہے [جس طرح پہلی مرتبہ پیدا کیا اسی طرح لوٹائے جاؤ گے][۵۱۲] ارشاد ہوتا ہے [اسی زمین سے تم کو پیدا کیا اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے دوسری مرتبہ اٹھائیں گے][۵۱۳] اللہ تعالیٰ حساب و کتاب کے لئے تمام مخلوق کو جمع فرمائے گا تاکہ [بروں کو عذاب اور نیکوں کو ثواب کا بدلہ عطا فرمائے][۵۱۴] فرمان خداوندی ہے [اس ذات نے تمہیں پیدا کیا پھر رزق عنایت کیا پھر موت دے گا اور پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا][۵۱۵] جو ذات مخلوق کے ایجاد کرنے پر قادر ہے وہ انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ فرقہ معطلہ ہلاک ہو جس نے حساب و کتاب اور حشر نشر کا انکار کیا ہے۔

شفاعت: ۞ ۞ نبی کریمؐ کی گناہ گار مسلمانوں کے حق میں شفاعت (سفارش) پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شفاعت کو قبول فرماتے ہوئے تمام مسلمان امتوں کے حساب و کتاب کی ابتداء فرمائے گا اور آپؐ اپنی جہنمی امت کے افراد کے لئے خصوصی شفاعت فرمائیں گے اور آپ کی شفاعت سے آپ کی امت اور سابقہ امتوں کے مؤحدین جہنم سے نکل آئیں گے حتیٰ کہ کوئی مؤحد جہنم میں نہیں رہے گا کہ جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہوگا یا جس نے اپنی زندگی خلوص دل سے ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کیا ہوگا لیکن فرقہ قدریہ اس شفاعت کا منکر ہے حالانکہ کتاب اللہ میں اس فرقے کی تردید و تکذیب موجود ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے [آج ہماری شفاعت کرنے والا اور جگری دوست کوئی نہیں][۵۱۶] مزید فرمایا: [کیا ہمارے سفارشی ہیں جو ہماری سفارش (شفاعت) کریں][۵۱۷] فرمایا [انہیں (کفار کو) شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کچھ فائدہ نہیں دے گی][۵۱۸] مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں مسئلہ شفاعت کو ثابت کر دیا ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ سنت سے بھی ثابت ہے۔[۵۱۹] حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبیؐ نے ارشاد فرمایا: روز قیامت سب سے پہلے مجھ

---

۵۱۱ الحج:۸ — ۵۱۲ الاعراف:۲۹

۵۱۳ طٰہٰ:۵۵ — ۵۱۴ النجم:۳۱

۵۱۵ الروم:۴۰ — ۵۱۶ الشعراء:۱۰۰'۱۰۱

۵۱۷ الاعراف:۵۳ — ۵۱۸ المدثر:۴۸

۵۱۹ ترمذی (۳۱۴۸) ابن ماجہ (۴۳۰۷) احمد ۱/ ۲۸۱۔ مسئلہ شفاعت میں قرآن مجید میں دو قسم کی آیات ہیں ایک قسم میں شفاعت کی نفی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ کافر و مشرک کی کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا اور نہ ہی ان کے حق میں کسی کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا۔ [**مالھم من دونہ من ولی و لا شفیع**/ ان کے لئے ماسوائے اللہ کے کوئی دوست اور شفیع نہیں ہوسکتا۔ الانعام:۵۱] [ان کو شفاعت کچھ فائدہ نہ دے سکے گی۔ النجم:۲۶] اور دوسری قسم میں شفاعت کا اثبات ہے جس سے مراد یہ ہے کہ گناہ گار مسلمانوں کی انبیاء اور صلحاء کے ذریعے شفاعت قبول ہوگی اور انہیں جنت میں داخلہ نصیب ہو جائے گا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: [وہ صرف اللہ کی منشا سے ہی شفاعت کر سکتے ہیں۔ الانبیاء:۲۸]

سے زمین (قبر) کو پھاڑا جائے گا اس میں کوئی فخر نہیں اور میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا اس میں کوئی فخر نہیں' حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور اس پر کوئی فخر نہیں' سب سے پہلے میں ہی جنت میں جاؤں گا اس میں بھی کوئی فخر نہیں' میں جنت کے دروازے کا کڑا پکڑ کر حرکت دوں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی اور جبار کا چہرہ میرے سامنے ہوگا میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے محمدؐ! اپنا سر اٹھایئے' سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول ہوگی' سوال کیجئے آپؐ کو عطا کیا جائے گا تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا اے میرے رب! میری امت' میری امت' میں بارہا اپنے رب کی طرف (اپنی امت کی معافی کے لئے) لوٹتا رہوں گا حتی کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمادیں گے' اچھا جاؤ دیکھو جس کے دل میں ایک دانہ برابر بھی ایمان ہے اسے آگ سے نکال لو' آپؐ فرماتے ہیں کہ میں جاؤں گا اور پہاڑوں کے بقدر اپنی امت کو (آگ سے) نکال لاؤں گا پھر دوسرے انبیاء مجھے کہیں گے کہ آپؐ اپنے رب کے پاس جایئے اور سوال کیجئے' میں کہوں گا میں اپنے رب کی طرف اتنی مرتبہ گیا ہوں کہ اب شرمندگی محسوس کرتا ہوں۔[٥٢٠] جابرؓ حدیث نبویؐ بیان کرتے ہیں: ''میری سفارش میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہوگی جو کبائر کے مرتکب ہوں گے۔'[٥٢١] حضرت ابو ہریرہؓ حدیث نبویؐ بیان کرتے ہیں: ہر نبی کو ایک مقبول دعا کا حق دیا گیا تو ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کر لی (دنیا میں مانگ لی) لیکن میں نے اپنی دعا کو روز قیامت اپنی امت کی سفارش کے لئے بچائے رکھا ہے لہٰذا میری یہ دعا ہر اس امتی کے حق میں قبول ہوگی جو بغیر شرک کے فوت ہوا۔[٥٢٢]

حدیث انسؓ میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن زمین پر موجود پتھر اینٹ کی تعداد سے بھی زیادہ افراد کے لئے شفاعت کروں گا۔[٥٢٣] آپؐ کی شفاعت قیامت کے دن میزان (ترازو) اور پل صراط کے پاس ہوگی۔ اسی طرح ہر نبی سفارش کا حق دار ہے۔ حضرت حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ قیامت کے دن عرض کریں گے' اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہاں! حاضر ہوں' ابراہیمؑ کہیں گے' اے میرے رب! آگ نے بنی آدم کو جلا ڈالا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' ہر اس بندے کو آگ سے نکال دو جس کے دل میں ایک مکئی یا جو کے دانے کے بقدر بھی ایمان ہے۔'[٥٢٤] اسی طرح ہر امت کے صلحاء اور اصدفاء کو بھی شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔ حضرت ابو سعیدؓ کی روایت میں آپ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کے لئے (اللہ کا) عطیہ ہے میں نے اپنے عطیے کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کر لیا ہے' یقیناً میری امت کے ایک ہی آدمی کی سفارش سے اللہ تعالیٰ پورے قبیلے کو جنت میں داخل کر دیں گے اور ایک ہی آدمی کی سفارش سے

---

٥٢٠ ترمذی (٣١٤٨) ابن ماجہ (٤٣٠٨) احمد ١/٢٨١

٥٢١ ابوداؤد (٤٧٣٩) ترمذی (٢٤٣٦) احمد ٣/٢١٣

٥٢٢ مسلم (١٩٩) ابن ماجہ (٤٣٠٧) احمد ٢/٢٧٥

٥٢٣ الاتحاف ١٠/٤٨٩ - الخطیب فی التاریخ ١٢/٣٣٠

٥٢٤ ابن ابی عاصم ٢/٤٠٣

اللہ تعالیٰ کئی کئی جماعتوں کو جنت میں داخل فرما دیں گے' ایک آدمی کی سفارش سے تین بندوں کو جنت میں داخل فرما دیں گے اور ایک آدمی کی سفارش سے دو کو اور ایک کی سفارش سے صرف ایک کو جنت میں داخل فرما دیں گے۔[۵۲۵] ابن مسعودؓ کی حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کی ایک جماعت جنہیں آگ کا عذاب دیا جائے گا' وہ اللہ کی رحمت اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جائے گی۔[۵۲۶] اویس قرنی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم' رحمت اور احسان کے ساتھ جنہیں چاہے گا جہنم سے نکال لے گا حالانکہ وہ عذاب کی وجہ سے جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے' حسن حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے رب سے (اپنی امت کے لئے) شفاعت کرتا رہوں گا اور میری شفاعت قبول ہوتی رہے گی حتی کہ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا' اے میرے رب! ہر کلمہ گو کے حق میں میری شفاعت قبول فرمالے' اللہ عزّ وجلّ فرمائیں گے' اے محمدؐ! یہ تیرا حق نہیں نہ کسی اور کا ہے یہ حق صرف میرا ہے مجھے اپنی عزت و جلال اور رحمت کی قسم میں ہر کلمہ گو کو آگ سے نکال دوں گا۔[۵۲۷]

پل صراط: ۞ ۞ جہنم کے پل صراط پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔ یہ پل جہنم کی پشت پر سے گذرتا ہے۔ جسے اللہ چاہے گا یہ پل اسے پکڑ کر جہنم میں گرا دے گا اور جسے چاہے گا پار فرما دے گا' اسے کراس کرتے وقت لوگوں کو ان کے اعمال کے بقدر نور نصیب ہوگا' کوئی اسے پیدل چل کر پار کرے گا' کوئی دوڑ کر' کوئی سوار کی طرح' کوئی چوتڑوں کے بل گھسٹتا ہوا اور کوئی گھٹنوں کے بل' نبیؐ نے اس پل کے بارے میں فرمایا کہ اس کے اوپر کانٹے اگے ہوئے ہیں اور کانٹے ایسے ہیں جیسے سعدان کے کانٹے ہیں اور آپ نے پوچھا کہ (صحابہ) تم سعدان کے کانٹوں کو جانتے ہو؟ ہم نے عرض کیا ہاں جانتے ہیں پھر آپؐ نے فرمایا وہ کانٹے سعدان کے کانٹوں کی مانند ہیں لیکن ان کانٹوں کے حجم کا علم صرف اللہ کو ہے۔ وہ کانٹے لوگوں کو کھینچ لیں گے پھر کچھ لوگ اپنے برے اعمال کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے' بعض کے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے' بعض کے جسم رائی کی طرح ریزہ ریزہ کئے جائیں گے۔ پھر وہ عذاب سے نجات پالیں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ وہ کانٹے چھیدنے کے لئے ہی ہیں۔[۵۲۸] حدیث نبویؐ ہے کہ قربانیاں عمدہ جانوروں کی کیا کرو یہ پل صراط پر تمہاری سواریاں بنیں گے۔[۵۲۹] آپؐ نے پل صراط کے بارے میں بھی فرمایا کہ وہ بال سے زیادہ باریک انگارے سے زیادہ گرم اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ اس کی مسافت آخرت کے سالوں کے حساب سے تین سو سال ہے' نیک لوگ اس سے بسلامتی گذر جائیں گے اور گناہ گار اس میں

---

۵۲۵ احمد ۲/ ۲۷۵ - ابن ماجہ (۴۳۰۷)

۵۲۶ الطبرانی ۱۰/ ۲۶۵ - مجمع الزوائد ۱۰/ ۳۷۹ و سندہ ضعیف

۵۲۷ تاریخ اصفہان ۱/ ۲۳۴ - ابن ابی عاصم ۲/ ۳۹۶

۵۲۸ مسلم (۱۹۱) احمد ۳/ ۳۴۵

۵۲۹ السلسلہ الضعیفہ (۷۴)

گر پڑیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی مسافت آخرت کے سالوں کے حساب سے تین ہزار سال کے بقدر ہے۔

حوض کوثر: ❁ ❁ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ یقیناً ہمارے نبی محمدؐ کو روز قیامت ایک حوض عطا کیا جائے گا جس سے کفار کے علاوہ تمام اہل ایمان سیراب ہوں گے اور یہ مرحلہ پل صراط سے گذرنے اور جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہوگا۔ جس شخص نے اس حوض سے ایک گھونٹ بھی پی لیا وہ اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اس حوض کی چوڑائی ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہے' اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے' اس حوض کے اردگرد آسمان کے ستاروں کے برابر پیالے ہیں' اس میں دونل کوثر سے گذرتے ہیں ان کا منبع جنت ہے اور شاخیں میدان محشر میں ہیں۔ حدیث ثوبانؓ میں آپؐ نے ارشاد فرمایا ''میں قیامت کے دن اپنے حوض کے پاس ہوں گا' آپؐ سے حوض کوثر کو کشادگی کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا ''اس کی کشادگی میرے اس مقام سے لے کر عمان تک ہے' اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے' اس میں جنت سے دونل' ایک سونے کا' ایک چاندی کا' گذرتے ہیں جس نے اس حوض سے ایک گھونٹ بھی پی لیا وہ اس کے بعد کبھی پیاس محسوس نہیں کرے گا۔[۵۳۰] حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں آپؐ فرماتے ہیں[۵۳۱] ''تمہارا میٹنگ پوائنٹ میرا حوض ہے جس کی لمبائی چوڑائی برابر ہے اور اس کی مسافت ''ایلیاء'' سے ''مکہ'' تک کی مسافت سے بھی زیادہ ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک مہینے کی مسافت ہے۔ اس پر ستاروں کی مانند (کثرت سے) پیالے ہیں' اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہے۔ جس نے اس پر آکر پانی پی لیا وہ کبھی پیاس محسوس نہیں کرے گا۔'' اسی طرح ہر نبیؑ کا ایک حوض ہوگا جب کہ ''صالحؑ'' کا حوض ان کی اونٹنی کے پستان ہیں جہاں سے ان کی امت میں سے کفار کے علاوہ صرف اہل ایمان کو سیراب کیا جائے گا۔

ایک اور حدیث نبویؐ ہے: ''میرے حوض کی درمیانی مسافت عدن اور عمان کے برابر ہے اس کے دونوں طرف مجوف موتیوں کے خیمے ہیں' اس کے جام ستاروں اور مٹی مشک کی مانند ہے اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید' شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے' جس نے اس سے ایک گھونٹ بھی پی لیا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا پھر قیامت کے دن کچھ لوگ مجھ سے اس طرح ہٹا دیئے جائیں گے جس طرح ایک اجنبی اونٹ ہانکا جاتا ہے' میں کہوں گا' آجاؤ! لیکن مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے جو کچھ انہوں نے آپ کے دین میں (اضافہ) کیا' میں کہوں گا انہوں نے کیا اضافہ اور ایجاد کیا تو مجھے بتایا

---

۵۳۰ ابن ابی شیبہ ۱۳/ ۱۴۶

۵۳۱ الحاکم ۱/ ۷۵۔ جب نبی اکرمؐ کی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی تو بعض کفار نے نبی کو ابتر (مقطوع النسل) کہا جس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ کوثر نازل کر کے اپنے نبی کو تسلی دی کہ ابتر تو نہیں' تیرے دشمن ہی ہوں گے۔ ابن ابی شیبہ ۱۱/ ۴۳۷۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر عطا فرمائی جس کی تفسیر میں آپؐ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے کنارے سونے کے ہیں اس کا پانی گویا موتی ہیں' اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے' اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے...... بخاری (۴۹۶۴) مسلم (۴۰۰) ترمذی (۳۳۵۹) ابن ماجہ (۴۳۳۴) احمد ۳/ ۱۶۴۔

جائے گا کہ انہوں نے (دین میں) تغیر وتبدل کر دیا تھا پھر میں کہوں گا ان کے لئے دوری ہو' ہلاکت ہو۔'' [۵۳۲]

فرقہ معتزلہ نے حوض کوثر کا انکار کیا ہے اس لئے انہیں اس سے قطعاً نہیں پلایا جائے گا اور یہ آگ میں داخل ہوں گے' پیاسے پہنچائے جائیں گے اگر انہوں نے اپنے اعتراضات' حق کی تکفیر اور قرآن وحدیث کی تردید سے توبہ نہ کی۔ حضرت انسؓ حدیث نبویؐ بیان کرتے ہیں کہ جس کسی نے شفاعت کو جھٹلایا اسے شفاعت نصیب نہیں ہوگی اور جس کسی نے حوض کوثر کو جھٹلایا اسے پانی نصیب نہیں ہوگا۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے پسندیدہ محبوب پیغمبر کو تمام رسولوں اور نبیوں سے اوپر اپنے پاس عرش پر بٹھائے گا کیونکہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبیؐ نے اس آیت [امید ہے کہ آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر پہنچائے] [۵۳۳] کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے پاس تخت پر بٹھائے گا۔ [۵۳۴]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپؐ سے ''مقام محمود'' کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے جواب دیا: ''مجھ سے میرے رب نے عرش پر بیٹھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔'' [۵۳۵]

اسی طرح عبداللہ بن سلامؓ اور عمرؓ بن خطاب سے بھی روایت ہے کہ روز قیامت تمہارے نبیؐ کو لایا جائے گا اور انہیں اللہ کے سامنے ان کی کرسی پر بٹھا دیا جائے گا' آپ سے کہا گیا اے ابومسعود! جب اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر ہوں گے تو کیا نبیؐ اللہ کے پاس نہیں ہوں گے؟ فرمایا تمہارے لئے ہلاکت ہو یہ حدیث تو دنیا میں میرے لئے انتہائی ٹھنڈک کا باعث ہے۔ حجاج اپنی حدیث میں فرماتے ہیں کہ جب روز قیامت جبار اپنے عرش پر تشریف فرما ہوگا اور اس کے پاؤں کرسی پر ہوں گے اور تمہارے نبیؐ لائے جائیں گے اور رب کے سامنے کرسی پر آپ کو بٹھا دیا جائے گا۔ لوگوں نے حمیدی سے پوچھا کہ جب آپ کرسی پر ہوں گے تو کیا اللہ کے ساتھ ہوں گے؟ فرمایا' ہاں تمہارے لئے ہلاکت ہو' آپ اللہ کے ساتھ ہوں گے۔ اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے کہ جب روز قیامت اللہ تعالیٰ مومن بندے کو حساب کتاب کے لئے بلائے گا تو اس پر اپنا ہاتھ رکھ دے گا اور اپنے قریب کرلے گا حتیٰ کہ اسے لوگوں سے چھپا لے گا کیونکہ عبداللہ بن عمرؓ نے نبیؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مؤمن کو قیامت کے

---

۵۳۲ مسلم (۴۰۰) ترمذی (۳۳۵۹) الطبرانی ۲/۹۶۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کتاب وسنت ہی معیار نجات ہے ہر عمل میں قرآن وسنت کو سند آخر تسلیم کیا جائے اپنی طرف سے دین میں اضافے کر کے انہیں حرف آخر نہیں سمجھ لینا چاہیے بلکہ ہر عمل کے آغاز کے لئے قرآن وسنت سے ثبوت حاصل کرنا ضروری ہے۔

۵۳۳ الاسراء: ۷۹

۵۳۴ الدر المنثور ۴/۱۹۸

۵۳۵ ایضاً: واضح رہے کہ مقام محمود سے مراد ''شفاعت'' ہے یعنی آپ کو گناہ گار مسلمانوں کی شفاعت کرنے کا درجہ عطا کیا جائے گا جیسا کہ صحیح بخاری (۴۷۱۸) اور صحیح مسلم (۱۹۳) کی روایات سے ثابت ہے جب کہ مقام محمود سے مراد آپ کا کرسی یا عرش پر بیٹھنے والی تمام روایات ضعیف اور موضوع ہیں دیکھئے: تفسیر قرطبی ۱۰/۲۷۰

دن لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اسے اپنے قریب کرے گا اور اس پر اپنا ہاتھ رکھ دے گا حتیٰ کہ اسے لوگوں سے چھپا لے گا پھر کہے گا' اے میرے بندے! کیا تو فلاں فلاں گناہ کا اعتراف کرتا ہے؟ (دو مرتبہ) بندہ کہے گا ہاں میرے رب' حتیٰ کہ جب بندہ اپنے تمام گناہوں کا اعتراف کر لے گا تو یہ خیال کرے گا کہ اب میں ہلاک ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ اس سے مخاطب ہوں گے' اے میرے بندے! یہ تیرے وہ گناہ ہیں جن پر میں نے دنیا میں پردہ ڈالے رکھا اور آج بھی میں تیرے یہ گناہ معاف کرتا ہوں۔[۵۳۶] حساب و کتاب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس کے ثواب اور عذاب کی مقدار سے آگاہ فرمائے گا' اس کی نیکیوں اور گناہوں سے بھی مطلع فرمائے گا اور اسے اس کے نفع یا نقصان سے بھی واقف فرمائے گا۔ فرقہ ''معطلہ'' حساب و کتاب کا انکاری ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول کے ساتھ ان کی تکذیب فرمائی ہے [ہماری ہی طرف انہیں لوٹنا ہے اور ہمیں پر ان کا حساب ہے][۵۳۷]

میزان: ❀ ❀ اہل سنت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک میزان ہے جس میں قیامت کے دن نیکیاں اور بدیاں تولی جائیں گی' اس کے دو پلے اور ایک چوٹی ہے۔ معتزلہ' مرجیۂ اور خوارج میزان کے منکر ہیں اور یہ تأویل کرتے ہیں کہ میزان بمعنی عدل ہے نا کہ بمعنی ترازو۔ لیکن قرآن و حدیث میں ان گمراہ فرقوں کی تردید ہے۔ فرمان الٰہی ہے: [ہم روز قیامت انصاف کے لئے ترازو نصب کریں گے اور کسی پر ذرا برابر بھی ظلم نہیں کریں گے اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی ہوگی تو ہم اسے بھی لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والوں میں کافی ہیں][۵۳۸] ارشاد الٰہی ہے [جس کا میزان (دائیں جانب) بھاری ہوا پس وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا اور جس کا میزان ہلکا ہوا اس کا ٹھکانہ ''ہاویہ'' ہے][۵۳۹]

ظاہر ہے کہ عدل کو ہلکا یا بھاری نہیں کہا جا سکتا' میزان اللہ ہی کے ہاتھ میں ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کا محاسبہ کریں گے جیسا کہ نواس بن سمعانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: میزان اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہوگی وہ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو سربلند اور کچھ کو ذلیل فرمائے گا۔[۵۴۰] یہ بھی کہا گیا ہے کہ میزان جبریلؑ کے ہاتھ میں ہوگی جیسا کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ میزان حضرت جبریلؑ کے پاس ہوگی ان سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' اے جبریلؑ! لوگوں کے اعمال کا وزن کر پھر وہ بعض پر بعض کا پلہ جھکا دیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: قیامت کے دن ترازو نصب کیا جائے گا پھر ایک آدمی کو لایا جائے گا اس کے نیک اعمال ایک پلڑے میں جب کہ برے اعمال دوسرے پلڑے میں رکھے جائیں گے اور برے اعمال والا

---

۵۳۶ بخاری (۲۰۶۹) مسلم (۲۷۶۸) احمد ۲/۷۴

۵۳۷ الغاشیہ: ۲۵-۲۶

۵۳۸ الانبیاء: ۴۷

۵۳۹ القارعۃ: ۶-۹

۵۴۰ ابن ماجہ (۱۹۹) احمد ۴/۱۸۲- الطبرانی ۷/۱۳۸

پلڑا جھک جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں بھیجنے کا حکم فرمائے گا' اسے جہنم کی طرف (فرشتے) لے جانے لگیں گے تو رحمٰن کے پاس سے ایک اعلان کرنے والا بلند آواز سے اعلان کرے گا کہ اسے جہنم کی طرف لے جانے میں جلدی نہ کرو ابھی اس کی ایک نیکی باقی ہے جو تولی نہیں گئی۔ پھر ایک پرچی لائی جائے گی جس میں کلمہ شہادت درج ہوگا' اسے نیکیوں والے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ پلڑا جھک جائے گا اور اسے جنت میں لے جانے کا حکم صادر فرما دیا جائے گا۔[٥٤١]

ایک اور حدیث نبویؐ ہے: ''ایک آدمی کو روز قیامت ترازو کے پاس لایا جائے گا پھر اس کی ننانویں (٩٩) فائلیں لائی جائیں گی ہر فائل تا حد نگاہ پھیلی ہوگی' ان میں اس کی تمام نیکیاں اور برائیاں ہوں گی اور نیکیوں پر برائیاں بھاری ہو جائیں گی بالآخر اسے جہنم میں لے جانے کا حکم ہوگا پھر دریں اثنا ایک منادی بلند آواز سے رحمٰن کے پاس سے اعلان کرے گا کہ جلد بازی نہ کرو ابھی اس کا ایک نیک عمل باقی ہے آپؐ نے اپنے انگوٹھے کے بالائی پور کے نصف سے پکڑ کر فرمایا کہ وہ اس سائز کی ہوگی اور وہ کلمہ شہادت ہے' اسے اس کے نیکیوں والے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ پلڑا جھک جائے گا لہٰذا اسے جنت میں جانے کا حکم مل جائے گا۔[٥٤٢] ایک حدیث کے الفاظ ہیں کہ آپؐ نے انگوٹھے پر انگلی رکھتے ہوئے فرمایا کہ اتنا سا کاغذ نکالا جائے گا جس میں توحید و رسالت کا اقرار درج ہوگا...... الخ۔[٥٤٣]

کہا جاتا ہے کہ اس دن نیکیاں چیونٹیوں اور رائی کے دانوں کے مثل خوبصورت شکلوں میں ہوں گی اور نور کے پلڑے میں رکھی جائیں گی اور اللہ کی رحمت سے وہ پلڑا جھک جائے گا اور برائیاں بدصورت شکلوں میں ہوں گی جنہیں ظلمت کے پلڑے میں ڈال دیا جائے گا اور اللہ کے عدل سے وہ پلڑا ہلکا ہو جائے گا۔ ترازو کے بھاری ہونے کی نشانی اس کا بلند ہونا ہے اور اس کے ہلکے ہونے کی نشانی اس کا جھک جانا ہے حالانکہ دنیا کے ترازو اس کے برعکس ہیں۔ (یہ بھی منقول ہے کہ وہ دنیاوی ترازو جیسا ہی ہوگا) ایمان باللہ اور کلمہ شہادت کی وجہ سے ترازو بھاری ہوگا جب کہ شرک باللہ سے وہ ہلکا ہو جائے گا۔ بھاری ترازو صاحب ایمان کو جنت میں داخل کر دے گا جب کہ ہلکا ترازو (ہاویۃ) جہنم میں لے جائے گا کیونکہ ''ہاویہ'' زمین کی سب سے نچلی تہہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [جس کا ترازو بھاری ہوگا وہ مزے کی زندگی میں ہوگا][٥٤٤] یعنی بلند و بالا جنت میں ہوگا [اور جس کا ترازو ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے][٥٤٥] ہاویۃ سے مراد بھڑکتی ہوئی گرم آگ کا ٹھکانہ ہے۔

وزن اعمال کے اعتبار سے لوگوں کی اقسام: ۞ ۞ وزن اعمال کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہوں گی (١) جن

---

٥٤١ ترمذی (٢٦٣٩) ابن ماجہ (٤٣٠٠) احمد ٢/٢١٣- الاتحاف ١٠/٥٦٤

٥٤٢ ترمذی (٢٦٣٩) ابن ماجہ (٤٣٠٠) الاتحاف ١٠/٥٦٤

٥٤٣ ایضاً

٥٤٤ القارعۃ: ٦-٧

٥٤٥ القارعۃ: ٨-٩

کے نیک اعمال برے اعمال پر بھاری ہوں گے اور انہیں جنت میں جانے کا حکم مل جائے گا (۲) وہ لوگ جن کے برے اعمال نیک اعمال پر بھاری ہوں گے اور جہنم میں جانے کے حق دار ہوں گے (۳) وہ لوگ جن کے نیک اور برے اعمال برابر ہوں گے لہٰذا یہ ''اصحاب الاعراف'' ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے جب چاہیں گے جنت میں داخل کر دیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے][۵۴۶] ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ اعمال کی ۹۹ فائلیں تلنے کے لئے کھلیں گی ان کی دلیل صحابہ کرام کے نقل وسماع پر ہے۔

مقرب لوگ بلا حساب وکتاب جنت میں جائیں گے جیسا کہ حدیث میں ستر ہزار لوگوں کا بغیر حساب جنت میں جانے کا ثبوت موجود ہے اور کافر جہنم میں بلا حساب پھینکے جائیں گے۔ بعض اہل ایمان سے آسان حساب لے کر جنت میں جانے دیا جائے گا' بعض سے مکمل تفتیش ہوگی پھر اللہ چاہے تو انہیں جنت میں جانے دیں یا جہنم میں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [جس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس سے آسان حساب لیا جائے گا][۵۴۷] مزید ارشاد فرمایا [ہم ہر شخص کی گردن میں اس کا اعمال نامہ لٹکا دیں گے اور قیامت کے دن اس کا اعمال نامہ کھول کر رکھا جائے گا (اور اسے کہا جائے گا) اپنا اعمال نامہ پڑھ لے آج تو خود ہی اپنے محاسبۂ نفس کے لئے کافی ہے][۵۴۸]

حدیث علیؓ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرک کے علاوہ ہر شخص کا محاسبہ کریں گے اور مشرک کو بلا حساب جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

جنت اور جہنم: ۞ ۞ اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے کہ جنت اور جہنم اللہ کی مخلوق ہیں اور یہ دونوں گھر اللہ تعالیٰ نے تیار کئے ہیں' ایک انعام واکرام والا گھر ہے جو اہل ایمان اطاعت گذار لوگوں کا ہوگا اور دوسرا گھر سزا اور عذاب والا ہے جس میں اہل کفر اور نافرمان لوگوں کو پھینکا جائے گا۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں گھروں کو پیدا کیا ہے تب سے لے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ گھر موجود رہیں گے کبھی فنا نہیں ہوں گے۔ اسی جنت میں حضرت آدمؑ حوا اور شیطان مردود رہتا تھا پھر انہیں نکال دیا گیا اور یہ سارا واقعہ مشہور ہے۔ فرقہ معتزلہ جنت کا منکر ہے اس لئے یہ جنت میں نہیں جائیں گے اور میری عمر کی قسم یہ لوگ دائمی جہنمی ہیں کیونکہ یہ جنت کے منکر ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ جس صاحب ایمان اطاعت گذار نے ستر (۷۰) سال اللہ کی عبادت کی ہو پھر اس سے ایک گناہ کبیرہ سرزد ہو گیا تو وہ دائمی جہنمی ہے' حالانکہ کتاب وسنت سے ان کی تکذیب ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ [جنت جس کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے وہ متقین لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے][۵۴۹] مزید

---

۵۴۶ الاعراف:۴۶

۵۴۷ الانشقاق:۸-۹

۵۴۸ الاسراء:۱۳-۱۴

۵۴۹ آل عمران:۱۳۳

فرمایا[اس آگ سے ڈر جاؤ جو کفار کے لئے تیار کی گئی ہے][۵۵۰] ہر صاحب عقل سمجھتا ہے کہ تیار شدہ چیز وجود رکھتی ہے لٰہذا جنت وجہنم دونوں پیدا کی جا چکی ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''جب میں (شب معراج) جنت میں گیا تو اچانک ایک نہر پر آ نکلا جس کے دونوں طرف موتیوں کے خیمے نصب تھے' میں نے اس کے آب رواں کو چھوا تو وہ خوشبودار کستوری معلوم ہوا' میں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔''[۵۵۱]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ سے پوچھا گیا کہ جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایک اینٹ سونے کی ہے ایک چاندی کی' گارا (سیمنٹ) خالص کستوری کا' اس کے پتھر یاقوت اور قیمتی موتی ہیں' اس کی مٹی ورس اور زعفران کی طرح خوشبودار ہے' جو اس میں داخل ہو گیا وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا' اسے کبھی موت نہیں آئے گی' وہ عیش کرے گا' غم دکھ نہیں اٹھائے گا' اہل جنت کے کپڑے نہ پھٹیں گے نہ بوسیدہ ہوں گے۔[۵۵۲]

مذکورہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جنت اور جہنم دونوں پیدا ہو چکی ہیں' ان کی نعمتیں دائمی ہیں' ان کو فنا نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے[جنت کے پھل اور اس کے درختوں کا سایہ دائمی ہے][۵۵۳] مزید فرمایا[(جنت کے پھل) نہ کاٹے گئے ہیں اور نہ روکے گئے ہیں][۵۵۴]

حوریں: ❀ ❀ جنت کی نعمتوں میں بڑی بڑی آنکھوں والی خوبصورت حوریں بھی شامل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا فرمایا ہے' نہ وہ فنا ہوں گی نہ ہی انہیں موت آئے گی۔ فرمایا[جنت میں نیچی نظریں رکھنی والی حوریں ہیں جن کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا نہ کسی جن نے چھوا ہے][۵۵۵] فرمایا[حوریں جو خیموں میں ہیں][۵۵۶]

نبیؐ کی زوجہ ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول سے اس آیت[وہ چھپائے موتیوں کی مانند ہیں] کی تفسیر پوچھی تو آپؐ نے فرمایا: ''ان پر ایسی آب وتاب ہوگی جیسے سیپی کے اندر موتی میں ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہتی ہیں: ہم زندہ جاوید

---

۵۵۰ آل عمران: ۱۳۱۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کے اعمال کے بقدر انعام یا عذاب دینے کے لئے جنت اور جہنم تیار کر رکھی ہے۔ حضرت آدمؑ کو اسی جنت میں پیدا کر کے ٹھہرایا گیا پھر مشیت الٰہی کے سبب حضرت آدمؑ کی خطا سے انہیں جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا گیا پھر آدمؑ اور آپ کی ساری اولاد کے لئے جنت کو اعمال صالحہ کے ساتھ مشروط کر دیا گیا۔ نبی اکرمؐ کو شب معراج جنت اور جہنم کا مشاہدہ کرایا گیا جیسا کہ صحیح احادیث میں مذکور ہے۔

۵۵۱ احمد/۳/۱۰۳۔ ابن ابی شیبہ/۱۱/۴۳۷

۵۵۲ ترمذی (۲۵۲۶) احمد/۲/۳۰۵

۵۵۳ الرعد: ۳۵

۵۵۴ الواقعہ: ۳۳

۵۵۵ الرحمٰن: ۵۶

۵۵۶ الرحمٰن: ۷۲

ہیں کبھی مرنے والی نہیں، ہم ناز و نعمت میں رہنے والی ہیں کبھی ہمیں دکھ پہنچنے والا نہیں، ہم ہمیشہ یہاں رہنے والی ہیں کبھی سفر کرنے والی نہیں، ہم خوش و خرم رہنے والی ہیں کبھی ناراض ہونے والی نہیں چونکہ وہ صداقت والے گھر میں ہیں اس لئے سچ بولتی ہیں اور نبیؐ نے بھی سچی خبر دی ہے کہ وہ ہمیشہ رہیں گی کبھی فوت نہیں ہوں گی۔[۵۵۷]

معاذ بن جبلؓ آپؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کبھی دنیا میں کوئی بیوی اپنے خاوند کو تکلیف دیتی ہے تو اس خاوند کی حور کہتی ہے، اللہ تجھے برباد کرے اسے تکلیف نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے اور جدا ہو کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔[۵۵۸]

جب یہ ثابت ہو چکا کہ جنت اور جہنم اور ان میں موجود چیزیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں تو اللہ تعالیٰ جنت سے کسی کو نہیں نکالے گا اور نہ کسی صاحب جنت پر موت طاری کرے گا اور نہ ہی کسی سے جنت کی نعمتیں چھینے گا، بلکہ اہل جنت ہر روز مزید انعام و اکرام سے مستفیض ہوں گے اور ابد الآباد یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ان تمام انعامات کا تتمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کا حکم دیں گے اور اسے جنت اور جہنم کے درمیانی پل پر (مینڈھے کی شکل میں) ذبح کر دیا جائے گا اور ایک منادی ندا لگائے گا: اے اہل جنت! اب ہمیشگی ہے کبھی موت نہیں، اے اہل جہنم اب ہمیشگی ہے کبھی موت نہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں نبیؐ سے یہ بات ثابت ہے۔[۵۵۹]

❁ ❁ ❁

---

۵۵۷ مجمع الزوائد ۷/۱۱۹

۵۵۸ ترمذی (۱۱۷۴) ابن ماجہ (۲۰۱۴) احمد ۵/۲۴۲ - السلسلۃ الصحیحۃ (۱۷۳)

۵۵۹ بخاری (۴۷۳۰) مسلم (۲۸۴۹)

باب -۱۱

محمدؐ اللہ کے آخری رسول ہیں: ﷺ تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم اللہ کے رسول، تمام رسولوں کے سردار اور سب سے آخری نبی ہیں۔ آپؐ کو تمام جن و انس کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے][۵۶۰] [ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے][۵۶۱] حضرت ابوامامہؓ کی حدیث میں نبیؐ ارشاد فرماتے ہیں: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر چار چیزوں کے ساتھ فضیلت دی ہے (ا) مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے...... الخ''[۵۶۲] آپؐ کو سابقہ انبیاء کے معجزوں کے علاوہ مزید معجزات سے نوازا گیا ہے۔ بعض اہل علم نے آپ کے معجزات ایک ہزار شمار کئے ہیں جن میں ایک قرآن مجید بھی ہے جس کے الفاظ موتیوں کی طرح منظم ہیں، اس کا انداز بیان عربوں کے کلام سے ممتاز اور مخصوص ہے، قرآن مجید کی نظم و ترتیب اور فصاحب و بلاعت ہر فصیح کی فصاحت اور بلیغ کی بلاغت سے ممتاز اور رفیع ہے، اسی لئے اہل عرب اس جیسی فصاحت و بلاغت پیش کرنے سے قاصر رہے حتی کہ ایک سورت بھی پیش نہ کر سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [جاؤ اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ][۵۶۳] جب وہ نہ لا سکے تو فرمایا [جاؤ اس جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ][۵۶۴] لیکن اہل عرب اپنے دور کے سب سے فصیح و بلیغ ہونے کے باوجود اس چیلنج کو ہار گئے اور قرآن مجید کی افضلیت ان پر غالب آ گئی۔ اسی لئے قرآن مجید آپؐ کا معجزہ ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ''لاٹھی/عصا'' تھا کیونکہ موسیٰ کو نہایت ماہر جادوگروں کے دور میں مبعوث کیا گیا اور ان کی لاٹھی نے جادوگروں کی تمام چیزیں (رسیاں، لاٹھیاں وغیرہ) نگل لیں جن کے ساتھ لوگوں کی آنکھوں پر جادو کیا گیا تھا۔ [وہ سب مغلوب اور شکست خوردہ ہو کر لوٹے اور تمام جادوگر (اللہ کے لئے) سجدہ ریز ہو گئے][۵۶۵]

---

۵۶۰ سبا: ۲۸ ۵۶۱ الانبیاء: ۱۰۷
۵۶۲ ترمذی (۱۵۵۳) ۵۶۳ ھود: ۱۳
۵۶۴ البقرۃ: ۲۳۔ امت مسلمہ کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ نبیؐ آخری نبی ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں۔ الاحزاب: ۴۰] اس آیت میں خاتم النبین کا لفظ استعمال ہوا ہے (خاتم) عربی میں مہر کو کہتے ہیں اس سے مراد آخری عمل ہوتا ہے یعنی آپؐ پر نبوت و رسالت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے آپؐ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ نبی نہیں دجال و کذاب ہوگا۔ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ کا دنیا میں نزول ہوگا لیکن وہ نئے نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ نبی اکرمؐ کے امتی کی حیثیت سے ہوگا اس لئے ان کا نزول عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔
۵۶۵ الاعراف: ۱۱۹-۱۲۰

عیسیٰ کا معجزہ مردوں کو زندہ کرنا' کوڑھ اور برص کے مریض کو تندرست کرنا (وغیرہ) تھا کیونکہ آپ کے دور میں طب اور اطباء کا زور وشور تھا اور علم طب میں اس قدر ماہر اطباء موجود تھے جو انسان کے رنج اور بیماری کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے تھے لیکن اس مہارت کے باوجود حضرت عیسیٰ کا مقابلہ نہ کر سکے اور حضرت عیسیٰ کی مہارت کے سامنے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور آپ پر ایمان لے آئے لہٰذا جس طرح عصا حضرت موسیٰ کا اور مردوں کو زندہ کر دینا حضرت عیسیٰ کا معجزہ تھا اسی طرح قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور اس کا اعجاز ہمارے نبی کا معجزہ ہے۔

نبیؐ کے معجزات:[۵۶۶] قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ کے بہت سے معجزے ہیں جیسے انگلیوں کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا' تھوڑی خوراک سے بہت بڑے گروہ کا سیر ہو جانا' زہریلے گوشت کا کلام کرنا کہ مجھ میں زہر ملی ہوئی ہے مجھے نہ کھایئے' چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا' کھجور کے تنے کا رونا' اونٹ کا باتیں کرنا' درخت کا چل کر آپ کی طرف آنا وغیرہ' آپ کے معجزات ایک ہزار تک بیان کئے گئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ آپ کو عصائے موسیٰ' ید بیضاء' مردوں کا زندہ کرنا' اندھوں اور کوڑھوں کو تندرست کرنا وغیرہ جیسے معجزات' صالحؑ کی اونٹنی جیسا معجزہ اور سابقہ انبیاء جیسے معجزات بھی کیوں نہ ملے؟ تو اس کی دو بنیادی وجوہات ہیں (۱) مبادا کہ آپ کی امت ان معجزات کو جھٹلاتی تو وہ بھی پہلی امتوں کے سے عذاب سے دوچار ہوتی جیسا کہ فرمان الٰہی ہے [اور ہمیں معجزات ظاہر کرنے سے یہ چیز مانع ہوئی کہ انہیں پہلے لوگوں نے جھٹلا دیا تھا][۵۶۷] (۲) اگر سابقہ انبیاء کے سے معجزات لاتے تو لوگ یہی کہتے کہ آپ کوئی نیا معجزہ تو لائے نہیں یہ تو موسیٰ اور عیسیٰ کے ہی معجزات نقل کئے جا رہے ہیں اور آپ انہی کے پیروکاروں میں سے ہیں لہٰذا ہم آپ پر ایمان نہیں لاتے حتیٰ کہ آپ سابقہ معجزوں کے علاوہ نئے معجزے دکھائیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی کو سابقہ نبی کا معجزہ نہیں دیا بلکہ ممتاز اور جدا معجزے سے نوازا ہے۔

امت محمدیہ کی فضیلت: اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ محمدؐ کی امت تمام اقوام عالم میں سے بہترین امت ہے اور ان میں بھی سب سے افضل وہ (صحابہ) ہیں جنہوں نے آپ کو دیکھا' آپ پر ایمان لائے' آپ کی تصدیق کی' بیعت کی' فرمانبرداری کی' آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا' آپ پر اپنا مال و جان قربان کیا' آپ کی عزت اور مدد کی' پھر صحابہ میں سے بھی سب سے افضل حدیبیہ والے صحابہ ہیں جنہوں نے آپ سے بیعت رضوان کی اور وہ تقریباً چودہ سو تھے پھر ان میں افضل بدری صحابی ہیں جو تین سو تیرہ تھے یہی تعداد اصحاب طالوت کی تھی' ان میں افضل دار خیزران کے چالیس مرد ہیں جو عمر بن خطاب کے

---

۵۶۶ اگر کسی نبی یا رسول سے خلاف فطرت (یعنی خرق عادت) کوئی واقعہ رونما ہو تو اسے معجزہ کہا جاتا ہے مثلاً آپؐ کے لئے کھجور کے تنے کا رونا' عیسیٰ کا ماں کی گود میں کلام کرنا وغیرہ۔ اسی طرح اگر خلاف فطرت معاملے کا اظہار کسی غیر نبی سے ہو تو وہ کرامت کہلاتا ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ معجزہ اور کرامت میں نبی اور غیر نبی کو ہر وقت اس کے اظہار پر قدرت و تمکنت نہیں ہوتی بلکہ یہ من جانب اللہ ہوتا ہے اور اسی وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی مشیت کا تقاضہ ہو۔

۵۶۷ الاسراء:۵۹

ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان میں افضل عشرہ مبشرہ ہیں جنہیں نبیؐ نے جنت کی خوشخبری سنائی اور وہ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعدؓ، سعیدؓ اور ابوعبیدہؓ بن جراح ہیں اور ان میں افضل چار خلفاء راشدین ہیں۔ اور ان چاروں میں افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ، پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت علیؓ ہیں۔ جب آپؐ اس دنیائے فانی سے کوچ فرما گئے تو آپ کے بعد تیس سال تک ان چار خلفاء کے پاس خلافت رہی۔ حضرت ابوبکرؓ کی مدت خلافت تقریباً سوا دو سال، حضرت عمرؓ کی دس سال، حضرت عثمانؓ کی بارہ سال اور حضرت علیؓ کی چھ سال ہے پھر انیس (۱۹) سال تک خلافت پر حضرت معاویہؓ قابض رہے اور اس سے پہلے عمرؓ و عثمانؓ نے آپ کو بیس سال تک ملک شام پر امیر بنائے رکھا۔

خلافت راشدہ: ✿ ✿ خلفائے راشدین کی خلافت تمام صحابہ کے اختیار، مرضی اور اتفاق سے تھی۔ خلفائے راشدین میں سے ہر ایک خلیفہ کو اپنے اپنے زمانے میں دوسرے صحابہ پر برتری حاصل تھی۔ خلافت کا تقرر تلوار کے زور سے، جبر و استبداء سے یا حصول اقتدار کے بل بوتے پر نہیں تھا نہ ہی کسی نے اپنے سے افضل سے خلافت چھینی۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مہاجرین و انصار کے باہم اتفاق سے طے پائی تھی کیونکہ جب نبیؐ وفات پا گئے تو انصار کے خطباء نے کھڑے ہو کر کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو، اس پر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کہا کہا: اے انصار! کیا تمہیں علم نہیں کہ نبیؐ نے لوگوں کی امامت کے لئے ابوبکرؓ کو چنا تھا، انصار نے جواب دیا ہاں ٹھیک ہے، پھر آپ نے فرمایا، تم میں سے کسی کا نفس خوشی سے یہ بات گوارا کرلے گا کہ وہ ابوبکرؓ کے آگے امام بنے تو انہوں نے کہا اللہ کی پناہ جو ہم ابوبکرؓ کے آگے امام بنیں، ایک روایت کے لفظ ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی کو گوارا ہوگا کہ ابوبکرؓ کو ان کے اس مقام سے ہٹا دیں جس مقام پر آپ کو رسول اللہ متعین فرما گئے تھے تو سب نے کہا کہ ہم میں سے کوئی بھی یہ بات گوارا کرنے والا نہیں ہے ہم اللہ سے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں آخر کار تمام انصار و مہاجرین نے بالاتفاق حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرلی جن میں حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے۔ [۵۶۸]

ایک صحیح روایت میں ہے کہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرلی تو آپ تین دن تک کھڑے ہو کر لوگوں سے کہتے رہے کہ اگر تم میں سے کوئی میری بیعت ناپسند کرتا ہے تو میں اسے چھوڑنے کو تیار ہوں، اس پر سب سے پہلے حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا: ہم آپ کی بیعت کبھی فسخ نہ کریں گے نہ کروائیں گے آپ کو تو اللہ کے رسولؐ نے آگے بڑھا دیا ہے پھر

---

۵۶۸ نبیؐ کے بعد سیاسی انتظامات کے لئے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ اپنی زندگی میں ہی ابوبکرؓ کی خلافت و جانشینی کی سند مہیا کر چکے تھے، آپؐ نے مرض الموت کی حالت میں حضرت ابوبکرؓ کو اپنی جگہ نمازوں کا امام مقرر فرما دیا (اور اسلامی حکومت میں نماز کی امامت اور ملک کی امامت فرد واحد کے ہاتھ میں ہوتی ہے) بخاری (۶۸۷) اسی طرح امام بخاری نے باب الاستخلاف (انتخاب خلافت میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ ایک عورت آپؐ سے مسئلہ پوچھنے آئی...... کہا اگر میں (دوبارہ) آؤں اور آپؐ (زندہ) نہ ہوں تو کس کے پاس آؤں، آپؐ نے فرمایا، ابوبکرؓ کے پاس۔ بخاری (۷۲۲۰)۔ اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ نبی اکرمؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے۔

کون آپ کو پیچھے ہٹانے کی جرأت کرسکتا ہے۔[۵۶۹] ہمیں معتمد ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے پرزور حامی تھے اور تمام صحابہ سے حضرت علیؓ پیش پیش تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جنگ جمل کے بعد عبداللہ بن کواء نے حضرت علیؓ سے آ کر پوچھا کیا خلافت کے متعلق رسول اللہؐ نے آپ سے کوئی عہد کیا تھا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہم نے اپنے دینی معاملات میں تدبر کیا تو دیکھا کہ نماز اسلام کا بازو ہے لہٰذا ہم نے اپنی دنیا کے لئے اسے پسند کرلیا جسے اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے دین (نماز) کے لئے پسند کیا تھا اور ابوبکرؓ کو ہم نے خلیفہ منتخب کرلیا کیونکہ نبیؐ نے اپنے مرض الموت میں حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کے لئے اپنا جانشین مقرر فرمادیا تھا جیسا کہ حضرت بلالؓ ہر نماز کے وقت آ کر نبیؐ کو نماز کی اطلاع دیتے تو آپؐ فرماتے کہ ابوبکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں۔[۵۷۰] نبیؐ اپنی زندگی میں حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں اس طرح کی باتیں کیا کرتے تھے جن سے صحابہ کرام پر ظاہر ہوچکا تھا کہ آپؐ کے بعد ابوبکرؓ ہی خلافت کے حق دار ہیں۔

اسی طرح حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے بارے میں آپ کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ حضرات بھی اپنے اپنے زمانے میں خلافت کے حق دار ہیں مثلاً ابن بطہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہؐ سے پوچھا: یارسول اللہؐ! آپ کے بعد ہم کس کو امیر بنائیں؟ اگر تم ابوبکرؓ کو امیر بناؤ گے تو انہیں امانت دار، دنیا سے بے رغبت اور آخرت سے بارغبت پاؤ گے اگر عمرؓ کو امیر بناؤ گئے تو انہیں قوی، امین اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے پرواہ نہ کرنے والا پاؤ گئے اور اگر علیؓ کو امیر بناؤ گئے تو انہیں رہنما اور ہدایت یافتہ پاؤ گئے۔ اس لئے مسلمانوں نے خلافت ابوبکرؓ پر اتفاق کرلیا تھا۔[۵۷۱] امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ خلافت ابوبکرؓ عبارۃ النص اور اشارۃ النص سے ثابت ہے۔ حسن بصری اور ایک جماعت کا بھی یہی خیال ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: میں نے شب معراج اللہ کے حضور درخواست کی کہ میرے بعد علیؓ کو خلیفہ بنادیا جائے فرشتوں نے کہا: اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے آپ کے بعد خلیفہ ابوبکرؓ ہوں گے۔[۵۷۲] حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں ہے: میرے بعد خلیفہ ابوبکرؓ ہوں گے مگر وہ کچھ عرصہ ہی زندہ رہیں گے۔[۵۷۳]

مجاہد فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علیؓ نے بتایا کہ نبیؐ نے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے مجھ سے عہد کیا کہ میرے بعد

---

۵۶۹ مجمع الزوائد ۱۸۳/۵

۵۷۰ بخاری (۶۸۷) آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اہل اسلام ابوبکرؓ کے علاوہ کسی دوسرے (کی خلافت) پر راضی نہ ہوں گے۔ بخاری (۷۲۱۸)۔

۵۷۱ العلل المتناہیۃ ۲۵۲/۱-المجروحین ۲۰۹/۲-احمد ۱۰۹/۱

۵۷۲ موضوع روایت ہے دیکھئے: اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ۱۵۶/۱

۵۷۳ الکامل لابن عدی ۱۵۲۴/۴-الطبرانی ۷/۱-الصحیحۃ ۶۳/۳

خلیفہ ابوبکرؓ ہوں گے پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ ان کے بعد ہوں گے۔
حضرت عمرؓ کو خود حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ نامزد کیا[۵۷۴] اور تمام صحابہ نے اس پر اتفاق کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کی بیعت و اطاعت کی اور انہیں ''امیر المؤمنین'' کے لقب سے نوازا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ابوبکرؓ سے پوچھا: آپ جب اللہ سے ملاقات کریں گے تو اللہ کو کیا جواب دیں گے کہ آپ نے عمرؓ کو سختی طبع کے باوجود ہم پر خلیفہ مقرر کر دیا؟ ابوبکرؓ نے فرمایا: میں اللہ سے کہوں گا 'یا اللہ! میں نے تیرے بندوں میں سے سب سے بہترین کو خلیفہ بنایا ہے۔
حضرت عثمانؓ کی خلافت بھی صحابہ کے اتفاق سے طے پائی کیونکہ حضرت عمرؓ نے اپنی اولاد کو خلافت سے برطرف رکھا اور چھ اکابر صحابہ' طلحہ' زبیر' سعد' عثمان' علی اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین' کی ایک مجلس شوریٰ مقرر فرما دی پھر یہ مجلس عثمانؓ، علیؓ اور ابن عوف پر مرکوز ہوئی اور ابن عوفؓ نے عثمانؓ اور علیؓ سے کہا کہ میں تم میں سے کسی ایک کو اللہ اور اس کے رسول کے کاموں کے لئے منتخب کرنا چاہتا ہوں اور اسے مسلمانوں کا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں اور حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اگر ہم آپ پر بار خلافت ڈال دیں تو آپ کو اللہ کا عہد و پیمان پورا کرنا ہوگا' اللہ کی ذمہ داری' اس کے رسول کی ذمہ داری اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی پوری کرنی ہوگی اور رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی سیرت اختیار کرنا ہوگی۔ حضرت علیؓ کو خدشہ ہوا کہ وہ سابقہ سیرت اور روش پر قدرت نہیں پا سکیں گے اس لئے آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن عوف نے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑ کر وہی کچھ کہا جو حضرت علیؓ سے کہا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کا اقرار کر لیا تو ابن عوف نے ان عثمانؓ کی بیعت کر لی اور حضرت علیؓ اور تمام مسلمانوں نے بھی ان کی بیعت کو قبول کر لیا۔ اس طرح حضرت عثمانؓ بالاتفاق خلیفہ منتخب ہوئے اور مرتے دم تک برحق امام رہے اور آپ کے دور حکومت میں کوئی باعث طعن اور موجب قتل و فساد عمل نہیں پایا گیا البتہ فرقہ رافضیہ آپ کے خلاف طعن و تشنیع کرتا ہے اللہ انہیں تباہ و برباد کرے۔
حضرت علیؓ کی خلافت بھی بالاتفاق طے پائی جیسا کہ ابن بطہ محمد بن حنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے پاس تھا جب حضرت عثمانؓ محصور تھے دریں اثنا ایک آدمی آپ کے پاس آ کر کہتا ہے ایسا لگتا ہے کہ امیر المؤمنین کو ابھی قتل کر دیا جائے گا' یہ سنتے ہی حضرت علیؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور جب اٹھے تو میں نے ان کی کمر کو پکڑ لیا کیونکہ مجھے یہ خوف لاحق تھا کہ حضرت علیؓ بھی نہ مارے جائیں۔ حضرت علیؓ نے کہا تیری ماں نہ رہے مجھے چھوڑ دے فرماتے ہیں پھر حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے گھر پہنچے تو عثمانؓ قتل کئے جا چکے تھے' بالآخر آپ گھر واپس آ گئے اور کنڈی لگا کر بیٹھ گئے۔
لوگ آپ کے پاس آئے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر گھس آئے' انہوں نے کہا کہ عثمانؓ تو قتل کر دیئے گئے ہیں اور لوگوں

---

۵۷۴ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کر دیا لیکن نامزدگی سے قبل آپ نے اہل حل وعقد صحابہ سے عمرؓ کے متعلق مشورہ بھی لیا مثلاً عبدالرحمٰن بن عوف سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا: عمرؓ آپ کی رائے سے بھی زیادہ بہتر ہیں۔ لیکن ان کے مزاج میں سختی ہے' ابوبکرؓ نے فرمایا' وہ اس لئے تھی کہ میں نرم تھا جب وہ خلافت کا بار اٹھائیں گے تو سب سختیاں دور ہو جائیں گی۔ تاریخ طبری ۳/ ۴۲۸

پر خلیفہ کا ہونا انتہائی ضروری ہے اور ہم آپ سے زیادہ کسی اور کو حق دار خلافت نہیں دیکھتے' حضرت علیؓ نے فرمایا: مجھے خلیفہ بنانے کا ارادہ ترک کر دو میں تمہارے لئے بنسبت امیر کے وزیر ہی بہتر ہوں' انہوں نے کہا' اللہ کی قسم! ہم آپ سے زیادہ کسی اور کو حق دار خلافت نہیں سمجھتے' علیؓ نے فرمایا کہ اگر تمہارا اس قدر اصرار ہے تو پھر میری بیعت چھپ چھپا کر نہیں ہوگی بلکہ میں مسجد میں جاؤں گا اور جس نے میری بیعت کرنی ہو وہ مسجد میں کرے۔ آخر کار آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی پھر آپ مرتے دم تک سچے اور برحق امام رہے البتہ خوارج آپ کی خلافت کے منکر ہیں اللہ انہیں تباہ و برباد کرے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، عائشہؓ اور معاویہؓ سے حضرت علی کی لڑائی اور باہمی نفرت و عداوت کے متعلق ہمیں مباحثہ اور مکالمے سے گریز کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی باہمی بغض و عداوت رفع فرما دیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [ہم ان کے دلوں کا کینہ ختم کر دیں گے اور وہ بھائی بھائی ہو جائیں گے اور آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے][۵۷۵] علاوہ ازیں حضرت علیؓ ان سے لڑائی کرنے میں حق پر تھے کیونکہ آپ برحق خلیفہ تھے۔

آپ کی خلافت پر تمام اہل حل وعقد صحابہ کرام کا اتفاق تھا پھر جو بھی ان کی خلافت سے الگ ہوا اور ان کے مقابلے میں سینہ تان کر کھڑا ہوا وہ باغی ہوا اور امام کی اطاعت سے خارج ہو گیا لہٰذا اس سے لڑائی کرنا جائز ہوگا۔ دوسری طرف سے معاویہؓ، طلحہؓ، زبیرؓ نے آپ سے اس لئے جنگ کی کہ یہ حضرات سچے شہید خلیفہ (عثمانؓ) کا باغیوں سے قصاص لینا چاہتے تھے جن کو ظالمانہ شہید کیا گیا اور قاتلین عثمانؓ حضرت علیؓ کے لشکر میں موجود تھے' اس لئے ہر گروہ کے پاس جنگ کی معقول دلیل تھی لہٰذا ہمیں اس موضوع پر گفتگو سے کنارہ کشی کرنی چاہیے اور اس سارے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دینا چاہئے۔ کیونکہ وہی احکم الحاکمین اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمیں اپنے عیوب اور کبیرہ گناہوں پر غور کرتے ہوئے اپنے جرائم پر صدق

---

۵۷۵ الحجر: ۴۷۔ حقیقت میں حضرت عثمانؓ کے آخری دور خلافت میں سبائی (یہودی) تحریک پوری طرح سرگرم عمل ہو چکی تھی انہی کی ریشہ دوانیوں سے امت مسلمہ میں ناچاقی اور اختلاف رائے کا ظہور ہوا جس نے باہم کشت و خون کی شکل اختیار کر لی وگرنہ حضرت علیؓ اپنی غلط فہمی میں حق بجانب تھے کہ ابھی مجھے مجموعی خلیفہ تسلیم نہیں کیا گیا نہ ہی میرے پاس اقتدار' فوج اور طاقت ہے میں کیسے بلوائیوں' سبائیوں سے انتقام لوں البتہ اگر سب میرا ساتھ دیں تو میں پہلی فرصت میں انہی سازشیوں پر مقدمہ چلا کر ان کا قلع قمع کروں گا۔ دوسری طرف حضرت عائشہؓ، امیر معاویہؓ وغیرہ اس غلط فہمی میں مبتلا کئے گئے کہ حضرت علیؓ قاتلین عثمان کی حمایت میں پوری طرح شریک ہیں اس لئے انہیں سزا نہیں دے رہے اور یہ غلط فہمی بھی اسلام کا لبادہ اوڑھنے والے یہودی نژاد مسلمانوں نے پیدا کی تھی۔ اس کے باوجود جنگ جمل سے پہلے مذاکرات میں یہ دونوں طرفہ غلط فہمیاں دور ہو گئی تھیں جس کے نتیجے میں حضرت علیؓ نے فوراً سبائیوں (بلوائیوں) کو اپنے لشکر سے جدا کر دیا لیکن اللہ کی منشا و قدرت ہوا یوں کہ صلح کی رات عبداللہ بن سبا (یہودی نژاد مسلمان) کے ایماء پر سبائیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر پر حملہ کر دیا اور افواہ اڑا دی کہ لشکر عائشہؓ نے ہم پر حملہ کیا تھا اور ہم دفاع کر رہے ہیں یہاں سے نئی غلط فہمی پیدا ہوئی جس نے امت مسلمہ میں صلح کی بجائے جنگ کا دروازہ کھول دیا۔ مزید تفصیل کتب تواریخ میں ملاحظہ فرمائیں۔

دل سے معافی مانگنی اور توبہ کرنی چاہئے۔

خلافت امیر معاویہؓ: حضرت علیؓ کی وفات اور امام حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری کے بعد حضرت معاویہؓ کے لئے خلافت بالاتفاق صحیح ثابت ہے کیونکہ حضرت حسنؓ نے خونریزی سے بچاؤ کی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دی اور اس طرح رسول اللہ کی حضرت حسنؓ کے بارے میں پیشینگوئی بھی صحیح ہوگئی کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو عظیم جماعتوں میں صلح فرمادے گا اس طرح حضرت حسنؓ کی دستبرداری سے حضرت معاویہؓ کو خلافت تفویض ہوئی اور اس سال کا نام ہی عام الجماعۃ (اجتماع واتفاق والا سال) مشہور ہوگیا۔ کیونکہ اس سال تمام صحابہ کے اختلافات ختم ہوگئے اور سب نے حضرت معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم کرلیا کیونکہ اس وقت (معاویہؓ اور حسنؓ کے علاوہ) کوئی تیسرا مدعی خلافت نہیں تھا۔

حضرت معاویہؓ کی خلافت کا ذکر حدیث نبویؐ میں بھی مذکور ہے کہ اسلام کی چکی ۳۵ سال یا ۳۶ یا ۳۷ سال تک چلے گی۔[۵۷۶] اس حدیث میں چکی سے مراد اسلامی قوت ہے تیس سال تک خلفائے اربعہ اور حضرت حسنؓ کی خلافت رہی اور تیس سے پینتیس سال تک معاویہؓ کی خلافت ہے جن کی خلافت کا مجموعی پیریڈ ۱۹ سال اور کچھ ماہ تک ہے۔ اسلامی خلافت تیس سال تک چلتی رہے گی والی حدیث کے مطابق یہ تیس سال حضرت علیؓ کی خلافت کے خاتمے کے ساتھ ہی پورے ہو چکے تھے۔

اہل بیت: امہات المؤمنینؓ کے بارے میں ہم حسن ظن کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ (نبیؐ کی تمام بیویاں) اہل ایمان کے لئے بمنزلہ ماؤں کے ہیں۔ حضرت عائشہؓ تمام کائنات کی عورتوں سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان قرآنی آیات کے ذریعے نے آپ کو تمام ملحدوں کے اعتراضات سے بری قرار دیا ہے جو آیات تا قیامت تلاوت کی جاتی رہیں گی۔ آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے شوہر اور تمام اولاد سے راضی ہو دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ جس طرح نبیؐ کی عزت وتکریم واجب ہے اسی طرح حضرت فاطمہؓ کی عزت وتکریم بھی واجب ہے۔ حدیث نبویؐ ہے: ''فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اسے پریشان کرتا ہے وہ فی الحقیقت مجھے پریشان کرتا ہے۔''[۵۷۷]

عظمت صحابہ: وہ لوگ اہل قرآن ہیں جن کا ذکر خیر قرآن مجید میں مذکور ہے یعنی اولین مہاجرین اور انصار جنہوں نے دونوں قبلوں (بیت المقدس و بیت اللہ) کی طرف نمازیں پڑھی ہیں ان کے متعلق فرمان الٰہی ہے: [فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے والے اور جہاد کرنے والے فتح مکہ کے بعد صدقہ اور جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں فتح مکہ کے بعد صدقہ اور جہاد کرنے والوں کی بنسبت پہلے لوگ افضل درجات والے ہیں اور اللہ نے ہر ایک سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے][۵۷۸]

---

۵۷۶ ابوداؤد (۴۲۵۴) احمد ۱/۳۹۰

۵۷۷ بخاری (۳۷۶۷)

۵۷۸ الحدید: ۱۰

ارشاد باری تعالیٰ ہے: [اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ ضرور خلافت وحکومت عطا فرمائیں گے جس طرح ان سے پہلے (مسلمان) لوگوں کو عطا فرمائی تھی اور ان کے لئے اپنے پسندیدہ دین کو استحکام سے نوازے گا اور ان کے خوف کے بعد انہیں امن وامان سے نوازے گا][۵۷۹] ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور جو لوگ جو محمدؐ پر ایمان لائے ہیں وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور باہم نرم ہیں آپ انہیں رکوع وجود کی حالت میں دیکھیں گے......][۵۸۰] اس آیت کی تفسیر میں جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ [والذین اٰمنوا معه/ جو اہل ایمان آپ کے ساتھ ہیں] وہ تنگی میں' فراخی میں' غاروں میں' خیموں میں ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں اور اس سے مراد حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ [کفار پر سخت ہیں] سے مراد حضرت عمرؓ ہیں۔ [باہم نرم ہیں] سے مراد حضرت عثمانؓ ہیں [آپ انہیں رکوع وجود میں دیکھیں گے] سے مراد حضرت علیؓ ہیں [وہ اللہ کے فضل ورضا کے متلاشی ہیں] سے مراد حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ ہیں جو اللہ کے رسولؐ کے نہایت قریبی ساتھی ہیں۔ [سجدوں کے اثرات سے ان کے چہروں پر نشانات ہیں] سے مراد حضرت سعدؓ، سعیدؓ، عبدالرحمٰن اور ابوعبیدہؓ بن جراح ہیں۔ اس آیت میں دس عشرہ مبشرہ مذکور ہیں [ان کی یہی مثال تورات اور انجیل میں ایک کھیتی کے ساتھ دی گئی ہے جس نے اپنی کونپل نکالی] اس سے مراد حضرت محمدؐ ہیں۔ [پھر اسے قوت دی] سے مراد حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ [پھر وہ موٹی ہوگئی] سے مراد حضرت عمرؓ ہیں [پھر اپنے تنے پر قائم ہوگئی] سے مراد حضرت عثمانؓ ہیں [کاشتکار کو بھلی لگتی ہے] سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔ [تاکہ اس کھیتی کے ساتھ انہیں غصہ دلائے] یعنی نبیؐ اور آپ کے اصحابہ کے ساتھ کفار کو غصہ دلائے۔

اہل سنت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلافات پر بحث ومباحثہ نہ کیا جائے' ان کی برائیوں سے زبانیں روک لی جائیں' ان کے فضائل ومحاسن کا اظہار کیا جائے' جو واقعات اور اختلافات رونما ہوئے انہیں اللہ کے سپرد کیا جائے جیسا کہ حضرت علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عائشہؓ اور معاویہؓ وغیرہ کے اختلافات کا ذکر کیا گیا ہے۔

ہر صاحب فضل کو اس کا حق فضیلت دیا جائے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: [اور جو لوگ ان کے بعد آئے ہیں ان کا قول یہ ہے' اے ہمارے پروردگار! ہمیں اور ہمارے گذشتہ اہل ایمان بھائیوں کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کینہ پیدا نہ فرما' اے ہمارے پروردگار! یقیناً تو بڑا مہربان اور شفیق ہے][۵۸۱] مزید ارشاد فرمایا: [یہ ایک امت تھی جو گذر چکی' اس کے لئے اس کے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں اور ان کے اعمال کا تم سے مؤاخذہ نہیں ہوگا][۵۸۲] حدیث نبویؐ ہے: جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو (ان کے خلاف) تم اپنی زبانیں بند رکھو۔[۵۸۳] ایک روایت کے

---

۵۷۹ النور:۵۵ ۵۸۰ الفتح:۲۹

۵۸۱ الحشر:۱۰ ۵۸۲ البقرۃ:۱۳۴

۵۸۳ السلسلة الصحيحة (۳۴)

لفظ ہیں: میرے صحابہ کے باہمی اختلافات سے کنارہ کشی اختیار کرو اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے بقدر سونا خیرات کرے تو ان کے ایک مد بلکہ آدھے مد (۳۰۰ گرام) کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔[۵۸۴] حضرت انس بن مالک حدیث نبوی روایت کرتے ہیں: اس کے لئے خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا یا میرے صحابہ کو دیکھا۔[۵۸۵] حدیث نبوی ہے: میرے صحابہ کو گالی نہ دو جس نے یہ جرم کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔[۵۸۶] آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار فرمایا' میرے لئے صحابہ کو اختیار فرمایا' انہیں میرا معاون بنایا اور ان میں میری رشتہ داری قائم کی' آخری زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ان میں نقص نکالیں گے' کان کھول کر سن لو ایسے لوگوں کے ہم پیالہ وہم نوالہ نہ بننا' ان سے شادی بیاہ نہ کرنا' ان کے ساتھ مل کر نماز نہ پڑھنا' ان پر نماز جنازہ نہ پڑھنا انہی پر اللہ کی لعنت وارد ہوئی ہے۔[۵۸۷]

حضرت جابرؓ حدیث نبوی روایت کرتے ہیں: درخت کے نیچے بیعت کرنے والے صحابہ میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔[۵۸۸] حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر جھانکا اور فرمایا' اے بدر والو! تم جو چاہو عمل کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔[۵۸۹] حضرت ابن عمرؓ حدیث نبوی روایت کرتے ہیں: میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں تم جس کا بھی قول وفرمان اختیار کرو گے ہدایت پاؤ گے۔[۵۹۰] ابو بریدہ اپنے باپ سے حدیث نبوی روایت کرتے ہیں: میرا کوئی صحابی کسی علاقے میں فوت ہوا تو وہ اس علاقے کے لوگوں کا سفارشی ہوگا۔[۵۹۱] سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ جو شخص صحابہ کی شان میں طعن وتشنیع کرے وہ نفس پرست ہے۔

اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ خلفائے اسلام کی اطاعت واجب ہے' ہر اچھے' برے' عادل' ظالم امام کے پیچھے نماز جائز ہے اور ان کے مقرر کردہ والیان اور ذمہ داران کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح کسی بھی اہل قبلہ کے لئے جنت یا جہنم کا فتویٰ نہ دیا جائے خواہ وہ فرمانبردار ہو یا نافرمان ہدایت یافتہ ہو یا گمراہ یا سرکش اور باغی ہی کیوں نہ ہو البتہ اس شخص کے بارے میں یہ فتویٰ دیا جاسکتا ہے جس کی بدعت وگمراہی کی دلیل آنحضرتؐ سے منقول ہو اہل سنت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ انبیاء کے معجزات اور اولیاء کی کرامات حق ہیں۔ اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ گرانی اور ارزانی بھی اللہ کے اختیار میں

---

۵۸۴ بخاری (۳۶۷۳)

۵۸۵ احمد ۳/۷۱۔ السلسلة الصحیحة (۱۲۴۱)

۵۸۶ ابن عدی ۳/۱۰۹۳

۵۸۷ الحلیۃ ۲/۱۱۔ حاکم ۳/۶۳۲۔ ابن ابی عاصم (۲/۴۸۳)

۵۸۸ ابوداؤد (۴۶۵۳)

۵۸۹ بخاری ۸/۳۲

۵۹۰ السلسلۃ الضعیفہ (۶۱)

۵۹۱ کنز العمال (۳۲۵۱۵)

ہے کوئی انسان خواہ بادشاہ اور حاکم ہو وہ اس میں دخیل نہیں ہو سکتا جیسا کہ قدریہ اور نجومیوں کا اعتقاد باطل ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: گرانی اور ارزانی اللہ کے لشکروں میں سے دو لشکر ہیں جن میں سے ایک کو رغبت اور دوسرے کو رہبت کہا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ گرانی کا ارادہ کرتے ہیں تو تاجروں کے دلوں میں رغبت پیدا کر دیتے ہیں اور تاجر اشیائے ضرورت سٹور کر لیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ارزانی پیدا کرنا چاہتے ہیں تو تاجروں کے دلوں میں رہبت اور خوف پیدا کر دیتے ہیں اور وہ چیزیں بازار میں نکال لاتے ہیں۔ ہر دانش و عاقل صاحب ایمان کو چاہئے کہ وہ سنت رسولؐ کی اطاعت کرے' بدعات سے راہ فرار اختیار کرے' دین میں مبالغہ' غلو تکلف و عمق سے احتیاط کرے مبادا کہ صراط مستقیم سے گمراہی کے ساتھ پھسل کر ہلاک ہو جائے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اتباع رسول اختیار کرو یہی تمہیں کافی ہے لیکن بدعت کے قریب نہ جاؤ۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ مبہمات کی نقاشی نہ کرو اور کسی چیز کے متعلق یہ نہ کہو کہ یہ کیا ہے؟ مجاہد فرماتے ہیں کہ جب معاذؓ کی یہ بات مجھے پہنچی تو میں نے ایسے سوالوں سے توبہ کر لی۔

ہر صاحب ایمان پر سنت رسول اور جماعت کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ سنت سے مراد رسول اللہؐ کا طریقہ ہے اور جماعت کی پیروی سے مراد خلفائے اربعہ کے ادوار کے متفقہ مسائل ہیں۔ بدعتیوں سے بحث مباحثہ' رکھ رکھاؤ' دعا سلام درست نہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جس کسی نے بدعتی کو سلام کیا تو گویا اس نے اس سے محبت رکھی کیونکہ حدیث نبویؐ ہے: ''سلام پھیلاؤ محبت بڑھاؤ۔''[۵۹۲] اہل بدعت سے اٹھنا بیٹھنا استوار رکھنا' عید اور پر مسرت موقعوں پر مبارکباد دینا' ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور ان کا ذکر خیر کرنا' اہل ایمان کو روا نہیں بلکہ اللہ کی خاطر ان سے نفرت اور بغض و عداوت رکھنی چاہیے اور یہ عقیدہ ہو کہ ان کا مذہب باطل ہے۔ اس سارے کردار میں اجر عظیم اور ثواب کثیر کی نیت ہونی چاہئے۔ حدیث نبویؐ ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کو اللہ کی خاطر اپنا دشمن سمجھے اللہ اس کا دل امن و امان سے بھر دے گا اور جو کسی بدعتی کو نفرت سے ڈانٹے تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے امن و سلامتی عطا فرمائے گا۔ جو کسی بدعتی کو حقارت سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سو درجات بلند فرمائے گا اور جو اس سے خندہ پیشانی سے ملے یا اسے خوش کرے تو گویا اس نے نبیؐ پر نازل ہونے والے کلام اللہ کو حقیر سمجھا ہے۔[۵۹۳] حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بدعتی شخص کا کوئی عمل بھی قبول نہیں فرماتے حتیٰ کہ وہ بدعت سے تائب ہو کر اسے چھوڑ دے۔[۵۹۴]

---

۵۹۲ مسلم (۵۴)

۵۹۳ تذکرۃ الموضوعات (۱۵)

۵۹۴ ابن ماجہ (۵۰) الجامع الصغیر ۱/ ۵۔ دین اسلام میں ہر ایسا نیا عمل جس کی قرآن و سنت سے کوئی دلیل نہ ملے وہ بدعت کہلاتا ہے اور بدعتی شخص کو قیامت کے دن حوض کوثر سے پانی نہیں ملے گا بلکہ انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ مسلم (۴۰۰) البتہ دنیاوی معاملات اس سے مستثنیٰ ہیں نت نئی دنیاوی سائنسی ایجادات اور انکشافات کو بدعت نہیں کہا جاتا بلکہ یہ ضروریات زندگی سے متعلقہ چیزیں ہیں جو ہر دور میں اس کے تقاضوں کے مطابق تغیر و تبدل کے مراحل سے گذرتی رہتی ہیں اور ان کے استفادے پر کوئی پابندی اور حرج نہیں۔ البتہ دین میں ''ضرورت وقت''

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں: جو کوئی بدعتی شخص سے محبت رکھے اللہ اس کے اعمال ضائع کر دیتے ہیں اس کے دل سے نور ایمان نکال دیتے ہیں اور اگر اللہ کے علم میں کوئی ایسا بندہ ہو جو بدعتی سے بغض وعداوت رکھتا ہو تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دے گا اگر چہ اس کے عمل تھوڑے ہوں اور اگر راستے میں بدعتی کو دیکھو تو راستہ بدل لو۔ فضیل بن عیاض ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں: اگر کوئی شخص بدعتی کے جنازے کے ساتھ گیا تو واپسی تک اللہ کے غضب وعتاب کا نشانہ رہے گا۔ نبیؐ نے بدعتی پر لعنت فرمائی اور کہا: جس نے بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور اللہ تعالیٰ اس کے فرائض ونوافل رد کر دیتے ہیں۔

ابوایوب بجستانی فرماتے ہیں: اگر تمہیں کوئی حدیث بیان کرے اور سننے والا کہے کہ جی حدیث چھوڑ یئے قرآن سنایئے تو سمجھ لو کہ وہ گمراہ ہے۔

اہل بدعت کی علامات: ❀ ❀ یاد رکھو کہ اہل بدعت کی کچھ مخصوص نشانیاں اور علامات ہیں جن سے وہ پہچان لئے جاتے ہیں مثلاً اہل بدعت اہل الحدیث پر طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ زنادقہ اہل حدیث کو حشویہ (جھوٹا) کہہ کر احادیث کو باطل کرنا چاہتے ہیں۔ قدریہ اہل حدیث کو جبریہ کہنے کی کوشش کریں گے۔ جہمیہ اہل حدیث کو مشبہہ کہیں گے۔ رافضی اہل حدیث کو ناصبی نام سے پکاریں گے۔ یہ لوگ اہل حدیث کو یہ القاب اس لئے دیتے ہیں کہ انہیں حدیث پر عمل کرنے والوں سے تعصب نفرت اور عداوت ہے حالانکہ ان کا لقب صرف اور صرف اہل حدیث ہے۔ اہل بدعت کے نامزد کردہ القابات ان پر کسی طرح بھی چسپاں نہیں ہوتے جس طرح کفار مکہ کے القاب ساحر شاعر مجنون کاہن پاگل نبی کریمؐ پر صادق نہیں آتے کیونکہ آپ کا لقب اللہ کے نزدیک فرشتوں انسانوں جنوں اور تمام مخلوقات کے نزدیک رسول اور نبی ہے۔ آپ کفار کے نامزد کئے ہوئے تمام القابات سے مبرا تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [دیکھئے تو! مشرک کیسی کیسی آپ کی شان مقدس کی مثالیں دیتے ہیں اور راہ حق سے بھٹک چکے ہیں اب سیدھی راہ پر آنے کی ان میں کوئی صلاحیت نہیں][595]

یہ وہ مختصر عقائد اور صانع عالم کی معرفت کے متعلق اہل سنت کے اعتقادات ہیں جو ہم نے بحسب توفیق بیان کئے ہیں اور انہیں دو مزید فصلوں میں بھی بیان کر رہے ہیں تا کہ راہ حق پر چلنے والا ان سے بے خبر نہ رہے۔ ایک فصل میں یہ بحث کی گئی ہے کہ انسانی اخلاق وصفات اور عیوب ونقائص کا اطلاق اللہ رب العزت کے لئے کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ دوسری فصل میں گمراہ اور پریشان فرقوں کا ذکر ہے کہ روز حساب وکتاب ان لوگوں کی حجت باطل قرار پائے گی۔

یا ''حالات کے تقاضے'' کے نام پر کوئی کمی بیشی درست نہیں اگر چہ اسے بدعت حسنہ کا نام ہی کیوں نہ دیا جائے اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کو حسنہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ حسنہ بھی دین میں اضافے کی وجہ سے فی الحقیقت سیئہ ہی ہوتی ہے۔

595 الاسرآء: ۴۸۔ اہل الحدیث اہل سنت اہل الاثر مترادف الفاظ ہیں اور اس سے مراد قرآن وسنت پر صحیح معنوں میں عمل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو نہ خارجی ہیں نہ شیعیہ نہ قدریہ ہیں نہ جبریہ نہ قسبہ ہیں نہ معطلہ نہ مرجئہ ہیں اور نہ ہی معتزلہ۔ البتہ اگر کوئی شخص اپنے تئیں اہل سنت اور اہل الحدیث کہلانے کے باوجود مذکورہ بالا فرقوں کے سے نظریات کا حامل ہو تو اس کا شمار گمراہ فرقوں میں ہوگا نہ کہ اہل سنت اور اہل حدیث میں۔

ایسی صفات جن سے اللہ تعالیٰ کو متصف کرنا درست نہیں:[596] ❁ اللہ تعالیٰ کی طرف (نعوذ باللہ) جہالت' تردّد' بدگمانی' غالب گمانی' سہو' بھول' اونگھ' نیند' اضطراب' غفلت' عجز' موت' بہرا پن' گونگا پن' اندھا پن' شہوت' نفرت' جنسی میلان' غصہ' غم' افسوس' غمگینی' حسرت' رنج' لذت' نفع' ضرر' آرزو' ارادہ اور جھوٹ وغیرہ کو منسوب کرنا درست نہیں اور اللہ کا نام ''ایمان'' رکھنا بھی جائز نہیں لیکن فرقہ سالمیہ اس کو جائز سمجھتا ہے اور قرآن مجید کی ایک آیت سے استدلال کرتا ہے کہ [جو ایمان کے ساتھ کفر کرے تحقیق اس کے اعمال ضائع ہو گئے][597] حالانکہ اس آیت میں ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ اس آیت کا معنی ہے کہ جو کوئی وجوب ایمان کا انکار کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو رسولؐ اور اس کے لائے ہوئے احکامات کا منکر ہے۔

اسی طرح اللہ کو مطیع (اطاعت گذار) اور محبل (حاملہ کرنے والا) کہنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر حدود و قیود کا اطلاق بھی جائز نہیں' اسے جہات ستہ سے متصف کرنا بھی درست نہیں۔ شریعت (قرآن وسنت) سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور وہ تمام جہات واطراف کا خالق ہے اس لئے اس کی کیفیت وکمیت بیان کرنا درست نہیں۔

اللہ تعالیٰ کو ''شخص'' (بمعنی ذات) کہنے میں اختلاف ہے جس نے اسے جائز کہا ہے وہ مغیرہ بن شعبہ کی بیان کردہ حدیث نبویؐ سے استدلال کرتا ہے: کوئی شخص اللہ سے زیادہ غیرت مند نہیں اور اللہ سے بڑھ کر کوئی شخص عذر قبول کرنے والا نہیں۔[598] جو اسے ناجائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں اللہ کے لئے لفظ ''شخص'' کی صراحت نہیں بلکہ اس حدیث پر احتمال ہے کہ اس کا معنی یوں ہوں لا احد اغیر من اللّٰہ/ اللہ کے سوا کوئی اغیر نہیں۔ جب کہ بعض روایات کے مطابق یہی لفظ ثابت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو فاضل' عتیق' فقیہہ' فہیم' فطین' محقق' عاقل' موقر' طبیب کہنا جائز نہیں بعض نے جائز بھی کہا ہے۔ عادی کہنا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ لفظ قوم عاد کے دور کی طرف منسوب ہے اور اللہ تو حادث ہے۔ اسے مطیق کہنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ تو تمام طاقتوں کا خالق ہے اور طاقت تو ختم ہونے والی ہے (اللہ نہیں) اللہ کو محفوظ کہنا بھی درست نہیں کیونکہ وہ تو خود حافظ ہے' مباشر کہنا بھی جائز نہیں' مکتسب (کمانے والا) کہنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ تو خود کسب کو اپنی قدرت سے پیدا کرنے والا ہے (اللہ تعالیٰ ان اسماء صفات سے بالاتر ہے) اللہ تعالیٰ کو عدیم کہنا جائز نہیں کیونکہ وہ قدیم ہے جو قدامت سے نہیں (بلکہ اس کا

---

۵۹۶ توحید اسماء وصفات میں بنیادی عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء اور تمام صفات جو قرآن وسنت میں مذکور ہیں' ان پر ایمان لایا جائے' ان کے ساتھ اللہ کو پکارا جائے' دعا مانگی جائے' ان کے معانی ومطالب پر عمل کیا جائے اور جو اسماء صفات اللہ کے شایان شان نہیں' نہ ہی اللہ تعالیٰ یا محمدؐ نے ان کے ساتھ اللہ کو متصف کیا ہے' ان سے بچنا نہایت ضروری ہے ورنہ ایمان خطرے میں ہے۔

۵۹۷ المائدۃ:۵

۵۹۸ بخاری (۷۴۱۶) مسلم (۱۴۹۹)

معنی ہے کہ اس کی ابتدا کی تحدید نہیں) اور وجود باری تعالیٰ کی کوئی ابتدا نہیں لیکن ابن کلاب اس کا مخالف ہے۔ اللہ کو بقا ہے فنا نہیں' عالم ہے کہ جس کے علم کی انتہا نہیں' قادر ہے کہ جس کی قدرت کی انتہا نہیں لیکن فرقہ اشعریہ اس کے برعکس یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بقاء کے ساتھ باقی ہے اور معتزلہ کا دعویٰ ہے کہ اللہ کی قدرت اور علم محدود ہے۔ جن صفات سے باری تعالیٰ کو متصف کرنا جائز ہے ان کا تذکرہ ہم باب اوّل میں کر آئے ہیں مثلاً اللہ کا خوش ہونا' ہنسنا' غصے ہونا' خفا ہونا' راضی ہونا۔

جائز صفات: ❀ ❀ اللہ کو "موجود" کہنا قرآن مجید سے ثابت ہے [اور اس نے اللہ کو اپنے پاس موجود پایا][۵۹۹] اسے "شیء" کہنا بھی قرآن سے ثابت ہے [آپ فرما دیں کہ از روئے شہادت کون سی شے سب سے بڑی ہے][۶۰۰] اللہ پر نفس' ذات اور عین کا اطلاق بھی درست ہے لیکن انسانی اعضاء سے تشبیہ نہ دی جائے جیسا کہ پہلے اس پر گفتگو ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی موجودگی غیر محدود ہے فرمایا [اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے][۶۰۱] [اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا محافظ ہے][۶۰۲] اللہ کو قدیم' باقی اور مستطیع (صاحب قدرت) کہنا بھی جائز ہے۔ اسے عارف' متین' واثق' داری (عالم) کہنا بھی جائز ہے کیونکہ ان صفات کا مرجع عالم (کائنات) ہے لہٰذا لغت اور شرع کی رو سے یہ منع نہیں۔ شاعر کہتا ہے ؎

اے اللہ میں نہیں جانتا تو جاننے والا ہے

سابقہ معانی پر قیاس کرتے ہوئے اللہ کو "رائی" (دیکھنے والا) کہنا بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر مطلع یعنی جاننے والا ہے' واجد (عالم) ہے' جمیل و مجمل یعنی اپنی تخلیق میں خوبصورتی پیدا کرنے والا ہے' دیان (بدلہ دینے والا) ہے یعنی بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ دین بمعنی حساب و کتاب ہے' مشہور مقولہ ہے۔ کماتدین تدان/جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ وہ یوم دین (یوم حساب) کا مالک ہے یعنی اس نے اپنے بندوں کے لئے عبادت و شریعت مقرر فرمائی ہیں اور ان دونوں پر عمل کرنے کا حکم دے کر انہیں فرض کر دیا ہے لہٰذا اب وہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ بھی دے گا۔ وہ مقدر ہے یعنی تقدیر بنانے والا ہے' فرمایا: [ہم نے ہر چیز تقدیر (ایک اندازے) کے ساتھ پیدا فرمائی] فرمایا [جس نے تقدیر بنائی اور ہدایت فرمائی] تقدیر خبر کے معنی میں بھی ہے فرمایا [اس (لوطؑ) کی بیوی کے بارے میں ہم نے خبر دی کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے]۔

یعنی ہم نے لوط علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ ان کی بیوی ان کے اہل سے نہیں بلکہ عذاب میں مبتلا ہونے والے لوگوں میں سے ہے۔ یہاں تقدیر کا معنی شک و شبہ نہیں کیونکہ اللہ شک و شبہ سے بری ہے۔ اللہ ناظر ہے یعنی دیکھنے والا' ہر چیز کا ادراک رکھنے والا ہے ناظر کا معنی غور و فکر نہیں کیونکہ اللہ اس سے بری ہے۔ اللہ شفیق ہے یعنی اپنی مخلوق پر بڑا مہربان انتہائی رحم و لطف

---

۵۹۹ النور:۳۹ ۶۰۰ الانعام:۱۹
۶۰۱ الاحزاب:۴۰
۶۰۲ الاحزاب:۵۲

کرنے والا ہے' یہاں شفیق کا معنی خوف زدہ اور غمگین نہیں۔ اللہ رفیق ہے یعنی لوگوں پر کرم وعنایت کرنے والا ہے' رفیق کا یہ معنی نہیں کہ وہ کاموں کی اصلاح وفلاں کے لئے ان کے نتائج سوچتا ہے۔ وہ سخی ہے' کریم اور جواد ہے' ان تینوں کا معنی احسان واکرام ہے سستی نرمی نہیں جیسا کہ لغت میں ان الفاظ کو زمین اور کاغذ کی نرمی ورخاوت پر استعمال کیا جاتا ہے مثلاً ارض سخیہ' قرطاس سخی۔ وہ آمر (حکم دینے والا) ہے' ناہٍ (روکنے والا) ہے' مبیح (جائز ومباح کرنے والا) ہے' محلل ومحرم (حلال و حرام کرنے والا) ہے' فارض (فرض کرنے والا) ہے' ملزم (التزام کرنے والا) ہے' موجب (واجب کرنے والا ہے) ہے' نادب (جائز کرنے والا ہے) ہے' مرشد (راہ دکھانے والا) ہے' قاضی (فیصلہ کرنے والا ہے) ہے اور حاکم (حکومت کرنے والا) ہے۔ ان کا تفصیلی ذکر ہو چکا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ واعد' متوعد (وعدہ کرنے والا) ہے' مخوف' محذر' زاجر (ڈرانے والا) ہے' مادح (تعریف کرنے والا) ہے' مخاطب (خطاب کرنے والا) ہے' متکلم (کلام کرنے والا) ہے' قائل (گفتگو کرنے والا) ہے ان کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صفت کلام سے متصف ہے۔

وہ معدم ہے یعنی عدم سے وجود میں لانے والا یا ازسرنو پیدا کرنے والا ہے۔ وہ فاعل ہے یعنی افعال کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اپنی قدرت سے خالق و جاعل ہے اس لئے صفت فاعل کا مستحق ہے چیزوں سے وابستہ ہو کر نہیں کیونکہ مباشرت (وابستگی) کی حقیقت اجسام سے منسلک ہونا اور انہیں چھونا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند وبالا ہیں۔

اللہ تعالیٰ جاعل ہے یعنی کوئی بھی کام کرنے والا ہے اور اس کا فعل مفعول ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں مقرر فرمایا ہے]۔[۶۰۳] جاعل بمعنی حاکم بھی ممکن ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور ہم نے اس قرآن کو عربی (بننے) کا حکم فرمایا]۔[۶۰۴] اللہ تعالیٰ ''تارک'' بھی ہے یعنی اگر وہ چاہے تو ایک فعل کی ضد (عدم فعل) پیدا فرما دے اور یہ اس کی قدرت کاملہ کاملہ سے بعید نہیں اور نہ ہی اس میں عدم خواہشات کا دخل ہے۔

اللہ تعالیٰ موجد بمعنی خالق ہے' مکوّن بمعنی موجد ہے اور مثبت بھی ہے کیونکہ وہ ہی اشیاء کو بقاء وثبات بخشنے والا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: [اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو قول ثابت (توحید) پر قائم رکھتا ہے] فرمایا: [اللہ جسے چاہے مٹا ڈالے' جسے چاہے قائم رکھے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے]۔

اللہ تعالیٰ عامل' صانع بمعنی خالق ہے۔ وہ مصیب (ٹھیک کرنے والا) ہے یعنی اس کے تمام افعال بلا کمی بیشی اس کے قصد وارادہ کے عین مطابق وقوع پذیر ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حقیقت وکیفیت سے واقف ہے اس اعتبار سے نہیں کہ وہ فعل کسی حکم کرنے والے کے حکم کے مطابق ہے بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ صفت مصیب کا استعمال بندے کے لئے بھی جائز ہے مگر اس وقت مصیب بمعنی مطیع یعنی اللہ رب العزت کی فرمانبرداری کرنے والا' احکامات پر عامل اور منہیات کا

---

۶۰۳ الاسراء:۱۲

۶۰۴ الزخرف:۳

تارک بننے والا۔ اسی طرح انسان کے لیے صفت مصیب اس وقت بھی استعمال کی جا سکتی ہے جب وہ اپنے سے بڑے اور بزرگ کی فرمانبرداری کرنے والا ہے۔ اللہ کے افعال کو صواب کہنا درست ہے چونکہ وہ حقیقت کے عین مطابق ہیں۔ اللہ تعالیٰ مثیب و منعم بھی ہے کیونکہ وہ ثواب کے مستحق کو صاحب انعام و اکرام بنا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ''معاقب و مجاز'' ہے یعنی وہ نافرمانوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ذلیل و رسوا کر کے تکلیف پہنچائے گا۔ وہ قدیم الاحسان ہے یعنی تخلیق کرنے اور رزق دینے میں قدیم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [یقیناً وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے نیکی نے سبقت کر لی ہے][۶۰۵] اس کی صفت دلیل بھی ہے جیسا کہ امام احمد سے اس کی صراحت منقول ہے کہ ایک آدمی نے ان سے آ کر عرض کیا کہ میرا ارادہ طرطوس جانے کا ہے آپ مجھے کوئی دعا بتا دیجئے۔ امام احمدؒ نے فرمایا یہ پڑھا کرو:

''اے حیران و پریشان کو راستہ دکھانے والے! مجھے سچے لوگوں کا راستہ دکھا اور مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما لے۔''

اللہ طبیب بھی ہے جیسا کہ ابو رمنہ تمیمی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے والد کی معیت میں نبی علیہ السلام کے پاس تھا میں نے آپؐ کے کندھے پر سیب کی مانند ابھار دیکھا' میرے والد نے کہا یا رسول اللہ! میں طبیب ہوں کیا میں آپ کی اس رسولی کا علاج کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا' اس کا طبیب وہی ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے۔[۶۰۶] ابو سفر سے روایت ہے کہ ابو بکرؓ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے آپ کی عیادت کے لئے آنے والے صحابہؓ نے عرض کیا' کیا ہم آپ کے لیے کوئی طبیب نہ بلا لائیں؟ فرمایا' طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے' صحابہؓ نے پوچھا پھر طبیب نے آپ کے لئے کیا تجویز کیا؟ فرمایا اس نے کہا ہے [یقیناً میں وہ کام لازمی کرتا ہوں جس کا میں ارادہ کر لیتا ہوں] اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو درداؓ بیمار ہو گئے تو عیادت کرنے والوں نے پوچھا: کیا شکایت ہے؟ کہا: اپنے گناہوں کی' انہوں نے پوچھا کیا خواہش ہے؟ فرمایا: پہلی فرصت میں جنت میں جا پہنچنے کی۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے کسی بھی اسم کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے اور ان اسماء کے ساتھ بھی دعا کرنا جائز ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا متصف ہونا جائز ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) اسماء کا ذکر کیا ہے جن کے ساتھ دعا مانگنا بہت اچھا ہے۔ دعا میں مندرجہ ذیل اسماء ہرگز استعمال نہ کیے جائیں:

ساحر (جادوگر) مستہزیٔ (دل لگی کرنے والا) ماکر (مکار) خادع (دھوکہ دینے والا) مبغض (بغض رکھنے والا) غضبان (غصہ کرنے والا) منتقم (انتقام لینے والا) معادی (عداوت رکھنے والا) معدم (نیست و نابود کرنے والا) مہلک (ہلاک کرنے والا)۔ اگرچہ یہ اسماء مجرموں کو جزا و سزا دینے میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے مستحق ہیں (لیکن ان کو دعا مانگنے میں استعمال نہ کیا جائے)۔

---

۶۰۵ الانبیاء: ۱۰۱

۶۰۶ احمد/۲/۲۲۷۔ طبقات ابن سعد (۱/۲) ابوداؤد/الترجل پ (۱۸)

باب - ۱۳

گمراہ فرقوں کا بیان

راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے فرقوں کے بارے میں دلیل وہ حدیث ہے جسے کثیر بن عبداللہ نے اپنے والد اور دادا کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: تم پہلی قوموں کے راستے پر قدم بقدم چلو گے اور ان ہی چیزوں کو اختیار کرو گے جن کو انہوں نے اختیار کیا تھا' بالشت برابر بالشت' ہاتھ برابر ہاتھ اور گز برابر گز ان کی مشابہت کرو گے یہاں تک کہ اگر (بالفرض) وہ کسی سانڈہ کی بل میں داخل ہوئے تھے تو تم بھی ان کی مشابہت میں سانڈے کی بل میں گھس جاؤ گے۔[۶۰۷] خبردار! بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام سے علیحدہ ہو کر اکہتر (۷۱) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے جن میں ایک فرقہ کے سوا سب گمراہ تھے اور وہ مسلمانوں کی جماعت کا تھا۔ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے برخلاف بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے اور ان میں بھی ایک فرقہ کے سوا باقی سب گمراہ تھے اور وہ ایک فرقہ مسلمانوں کی جماعت کا تھا اور تم تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جاؤ گے جو تمام کے تمام گمراہ ہوں گے ماسوا مسلمانوں کی جماعت کے۔ عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں منقسم ہو جائے گی اور میری امت میں سب سے بڑا فتنہ وہ فرقہ ہوگا جو اپنی رائے سے قیاس کر کے مسائل بتائے گا' حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتا جائے گا۔[۶۰۸]

---

۶۰۷ بخاری ۴/۲۰۶- مسلم (۶۷۸۱)

۶۰۸ احمد ۲/۳۳۲- الاتحاف ۸/۱۴۰ قرآن مجید میں فرقہ بندی کی شدید مذمت کی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے [واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا/ سب (مسلمان) اللہ کی رسی (دین) کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاؤ] (آل عمران: ۱۱) سورت الانفال میں فرقہ بندی کا نقصان یہ بتایا گیا [تم بکھر جاؤ گئے' کمزور ہو جاؤ گے' اور تمہارا رعب جاتا رہے گا۔ الایۃ: ۴۶] ''فرقۃ'' فرق اور فراق سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ''جدا ہونا' الگ ہونا'' ہے۔ اس لئے فرقہ اسے کہا گیا ہے جو اصل سے کٹ کر جدا ہو جائے۔ دین اسلام میں اصل کتاب وسنت ہے۔ جو کوئی کتاب وسنت سے جدا ہو کر تیسری لائن اختیار کرے' کتاب وسنت کے خلاف مسائل اپنائے' کتاب وسنت کے علاوہ کسی اور امام' مفتی' مولوی' شیخ' پیر...... وغیرہ کے فرامین کو دین بنالے تو وہ شخص' قوم' یا اہل علاقہ یقینی طور پر ایک فرقہ ہے جس نے کتاب وسنت سے متضاد' مخصوص دین بنالیا ہے اور گمراہ ہو چکا ہے اسی لیے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا تھا: ''(لوگو!) میں تمہارے درمیان دو چیزیں یعنی کتاب وسنت کو چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم انہیں اپنائے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے (الموطا- باب النھی عن القول فی القدر- وغیرہ) اس لئے احادیث کی پیشین گوئی کے مطابق آج بیشمار فرقے منظر عام پر موجود ہیں ہر ایک دوسرے کو گمراہ' جہنمی اور مرتد کہہ رہا ہے جب کہ اس بات کا قطعی فیصلہ نبی اکرمؐ نے فرما دیا کہ جو کوئی کتاب وسنت سے کٹ جائے گا وہ گمراہ ہے اور جو کتاب وسنت پر قائم رہے گا وہ نجات پائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب وسنت پر قائم رکھے۔

عبداللہ بن زید حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: بے شک بنی اسرائیل (۷۱) فرقوں میں منقسم ہوئے جن میں ماسوا ایک کے تمام دوزخی ہوئے اور میری امت (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جن میں ایک کے سوا تمام جہنمی ہوں گے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ ایک اہل جنت کون سا ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر قائم دائم رہے گا۔[۶۰۹] جس فرقہ بندی کا آپؐ نے تذکرہ فرمایا ہے یہ آپؐ کے دور میں نہ تھی اور نہ ہی خلفائے راشدین (ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ) کے دور میں تھی بلکہ سالہا سال گزرنے کے بعد جب کہ صحابہ کرام، تابعین، مدینہ کے سات فقہاء اور دنیائے اسلام کے علماء و فقہاء فوت ہو گئے اور ان کے ساتھ علم بھی رخصت ہو گیا، صدیاں بیت گئی تو یہ مصیبت مسلمانوں کو آن پڑی۔ البتہ ان میں اہل حق کا ایک چھوٹا سا گروہ باقی رہا یہی نجات پانے والا گروہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل علم کے سینوں سے علم نہیں چھینے گا بلکہ علماء وفات پا جائیں گے لہٰذا جب بھی کوئی عالم فوت ہوگا اس کا علم بھی ساتھ ہی رخصت ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جہلاء باقی رہ جائیں گے جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔[۶۱۰] حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں: اللہ تعالیٰ علم لوگوں کے دلوں سے سلب نہیں کرے گا بلکہ علماء کی وفات سے علم کی بھی وفات ہو جائے گی اور جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لیں گے ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔[۶۱۱]

کثیر بن عبداللہ اپنے والد اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: دین حجاز میں اس طرح گھس جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں گھس جاتا ہے، دین حجاز میں اس طرح پناہ پکڑے گا جس طرح بکری پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر پناہ پکڑتی ہے، دین کا آغاز اجنبیت (غربت) میں ہوا اور یہ دوبارہ اجنبی ہو کر رہ جائے گا لہٰذا غرباء (اجنبی لوگوں) کے لئے خوشخبری ہے۔ پوچھا گیا غرباء کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ کہ جب میرے بعد لوگ میری سنت کو بگاڑیں گے تو وہ اس کی اصلاح کرنے والے ہوں گے۔[۶۱۲] حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر زمانے میں لوگ ایک سنت کو مردہ اور ایک بدعت کو زندہ کریں گے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہؐ نے فتنوں کا ذکر فرمایا تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! فتنوں سے بچنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ فرمایا: اللہ کی کتاب یہی حکمت بھرا ذکر ہے، یہی سیدھی راہ ہے، یہی وہ کتاب ہے جس میں زبانوں (اقوالوں) کا اختلاف ثابت نہیں ہوتا، یہی وہ کتاب ہے جسے جنات نے سنا تو یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ [ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے][۶۱۳] جو اس کے مطابق کہتا ہے وہ سچ

---

۶۰۹ ترمذی (۲۶۴۲) احمد ۳/۱۴۵
۶۱۰ مسلم (۲۶۹۹) احمد ۲/۲۰۳
۶۱۱ بخاری ۱/۳۶- مسلم (۲۸۹۶) احمد ۲/۱۶۲
۶۱۲ ترمذی (۲۶۳۰) طبرانی کبیر ۱۷/۱۶
۶۱۳ (الجن-۱)

کہتا ہے جو اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ عدل وانصاف کرتا ہے۔[۶۱۴] حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہؐ کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی پھر آپؐ نے ایسا دل نشین وعظ فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' دلوں پر خوف اور بدن پر کپکپی طاری ہوگئی' ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس وعظ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپؐ ہمیں چھوڑے جا رہے ہیں' آپؐ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے اور حاکم کی اطاعت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں خواہ وہ حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو' میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بڑے اختلافات دیکھے گا' تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت اور میرے ان خلفاء راشدین کی سنت پر قائم رہنا جو میرے بعد ہوں گے' اسے داڑھوں کی سی مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھنا' دین میں نت نئی باتوں سے گریز کرنا کیونکہ دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔[۶۱۵] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: جو داعی صراط مستقیم کی دعوت دے اور اس کی دعوت قبول کر لی جائے تو اسے بھی اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس پر عمل کرنے والوں کے لئے ہے اور عمل کرنے والوں کا ثواب قطعاً کم نہیں کیا جائے گا اور جو ضلالت وگمراہی کی دعوت دے اور اس کی پیروی کی جائے تو پیروی کرنے والوں کے بقدر اسے بھی گناہ ہوگا جب کہ پیروی کرنے والوں کے گناہ میں قطعاً کوئی کمی نہیں ہوگی۔[۶۱۶]

باب تہتر (۷۳) فرقوں کی تفصیل

تہتر فرقے دراصل دس گروہوں سے نکلے ہیں (۱) اہل سنت (۲) خارجی (۳) شیعہ (۴) معتزلہ (۵) مرجیۂ (۶) مشبہہ (۷) جہمیہ (۸) ضراریہ (۹) نجاریہ (۱۰) کلابیہ۔[۶۱۷]

---

۶۱۴ درمنثور ۲/ ۳۷ قرطبی ۲۰/ ۱۱

۶۱۵ ابوداؤد (۴۶۰۷) ترمذی (۲۶۷۶) احمد (۴/ ۱۲۶)

۶۱۶ ابن ماجہ (۲۰۵) الاتحاف (۸/ ۳۲۰) فی الحقیقت آج ہم ایسے ہی دور سے گذر رہے ہیں کہ ہر طرف فتنہ فساد ہے' پارٹی بازی' گروہ بندی ہے' ہر جماعت دوسری کی تکفیر کر رہی ہے۔ علاوہ ازیں مجموعی طور پر مسلمان ہر نظام میں کفار کی تقلید اور مشابہت میں مصروف ہیں۔ کتاب و سنت' اسلامی نظام اور خلفائے راشدین کی طرز زندگی سے ہم کوسوں دور ہیں۔ ان حالات میں صرف کتاب وسنت کی طرف رجوع کر لینا چاہیے۔ باہمی اختلافات' مناظرے' مجادلے اور غیر اسلامی طرز زندگی سے تائب ہو کر خلفائے راشدین کو آئیڈیل بنا کر ان جیسی زندگی اختیار کر لینی چاہیے' ہمیں اپنا تعلیمی' معاشی' معاشرتی اور سیاسی نظام قرون اولیٰ کے مسلمانوں جیسا بنا لینا چاہیے' اسی میں دنیا کی سعادت اور آخرت کی نجات مضمر ہے۔

۶۱۷ شیخ موصوفؒ نے ان فرقوں کا ذکر فرمایا ہے جو ان کے دور میں ظاہر ہوئے البتہ ان فرقوں میں سے کئی فرقے آج موجود نہیں جب کہ اکثر فرقے کسی نہ کسی شکل وصورت اور ماہیت میں آج بھی موجود ہیں۔ شیخ نے بھی انہی لوگوں کو نجات پانے والا قرار دیا ہے جو کتاب وسنت پر کاربند رہیں گے۔ اس لیے نبی ﷺ کی وصیت کے بموجب ہمیں کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھام لینا چاہیے اور شخصی' قومی' وطنی نسبتیں ترک کر دینی چاہئیں تاکہ ہم بھی کامیاب ہو جائیں اور جہنم سے نجات حاصل کر کے جنت میں داخل ہو جائیں۔ اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے کتاب وسنت سے کٹنے والے ''خارجی'' تھے جنہوں نے حضرت علیؓ پر تکفیر کا فتویٰ لگایا اور ان کے خلاف خروج کیا جب کہ ان کے بعد گمراہ ہونے والے ''غالی

اہل سنت کا صرف ایک ہی گروہ ہے' خارجیوں کے پندرہ فرقے ہیں' معتزلہ کے چھے (۶)' مرجیہ کے بارہ (۱۲)' شیعہ کے بتیس (۳۲)' مشبہہ کے تین اور ضراریہ' کلابیہ' نجاریہ اور جہمیہ کا ایک ایک فرقہ ہے' اس طرح کل (۷۳) تہتر فرقے پورے ہوئے جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے۔ نجات پانے والا فرقہ صرف اہل سنت والجماعت کا ہے جس کا مذہب اور عقیدہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۱) اہل سنت: اہل سنت فرقہ ناجیہ ہے جب کہ قدریہ اور معتزلہ انہیں مجبرہ کہتے ہیں کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی مشیت' قدرت' ارادہ اور تخلیق کے تابع فرماں ہے۔ مرجیہ اس فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) کو شکاکیہ کہتے ہیں کیونکہ یہ ایمان میں استثناء کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انشاء اللہ ہم مؤمن ہیں جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ رافضی اس ناجی فرقے کو ناصبیہ کہتے ہیں کیونکہ ان کا اصول ہے کہ یہ اپنے امام وحاکم کو جماعت کی رائے سے مقرر کرتے ہیں۔ جہمیہ اور نجاریہ دونوں اسے مشبہہ کہتے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں علم وقدرت اور حیات وغیرہ کا اثبات کرتے ہیں' باطنیہ اسے حشویہ نام سے موسوم کرتا ہے اس لئے کہ یہ گروہ احادیث کا قائل اور آثار پر عمل پیرا ہے حالانکہ اس فرقہ ناجیہ کا نام صرف اور صرف اہل الحدیث اور اہل سنت ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے۔

(۲) خوارج: خارجیوں کے مختلف نام اور القابات ہیں انہیں خارجی اس لیے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف خروج کیا تھا' انہیں حکمیہ بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ انہوں نے ابوموسیٰ اشعریؓ اور عمرو بن عاصؓ کو حاکم (فیصل) ماننے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ حاکم (فیصل) صرف اللہ ہے جب کہ حضرت علیؓ نے ان دو کو فیصل مان لیا تھا۔ ان کو حروریہ بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس گروہ نے حضرت علیؓ کا ساتھ چھوڑ کر مقام حروراء میں پڑاؤ ڈال لیا۔ انہیں شراۃ بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم نے اللہ کے راستے میں اپنی جانیں فروخت کر دی ہیں۔ انہیں مارقہ بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ دین سے نکلے ہوئے تھے جیسا کہ نبیؐ نے ان کے بارے میں خبر دی تھی کہ یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

پھر یہ دین میں واپس نہ آسکیں گے لہٰذا یہ لوگ دین اسلام' ملت اور جمعیت اسلام سے خارج ہو چکے ہیں' صراط مستقیم سے بھٹک چکے ہیں' حکومت اسلامیہ کے باغی ہیں' خلفاء کے خلاف انہوں نے تلواریں سونت لیں' ان کے مال وخون کو حلال قرار دیا' اپنے مخالفین کو کافر کہا' صحابہ کرام اور دین کے مددگاروں کو برا بھلا کہا' ان سے بیزاری کا اظہار کیا' انہیں کفر اور کبائر کا مرتکب کہا' ان کی مخالفت کو جائز سمجھا' عذاب قبر اور حوض کوثر کی نفی کی' شفاعت محمدیؐ کو جھٹلایا' گناہ گار مسلمانوں کو دائمی جہنمی خیال کیا اور کہا کہ جس کسی نے جھوٹ بولا' صغیرہ یا کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا اور بلا توبہ فوت ہو گیا تو وہ کافر اور دائمی جہنمی ہے' ان کا دعویٰ ہے کہ نماز اپنی

لہ شیعہ'' تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کی محبت میں غلو کرتے ہوئے دوسرے صحابہ کی تکفیر کی اور حضرت علیؓ میں خدائی صفات کو داخل کیا حتی کہ پھر لوگ کتاب وسنت سے کٹ کر فرقوں میں تقسیم در تقسیم ہوتے گئے اور پھر چوتھی صدی ہجری میں تقلیدی زہر کی لپیٹ میں لوگوں نے مختلف اماموں کے ناموں پر فرقے بنا لئے جیسے حنفی' مالکی' شافعی وغیرہ اور اس تقلیدی تعصب میں لوگوں نے ان صحیح احادیث کا انکار کرنا شروع کر دیا جو ان کے امام کے مذہب اور فتوے کے خلاف ہوتی تھیں۔ (العیاذ باللہ) آج بھی لوگوں میں یہ تقلیدی تعصب دیکھنے میں آتا ہے۔

جماعت اور امام کے علاوہ کسی دوسرے کے پیچھے نہیں ہوتی' اوقات نماز میں تاخیر کو جائز سمجھتے ہیں' بلا رؤیت ہلال روزہ رکھنے اور افطار کرنے' غیر محرم کو دیکھنے اور بلا ولی نکاح کرنے' متعہ کرنے اور دست بدست ایک درہم کے عوض دو درہم لینے کو جائز اور حلال سمجھتے ہیں' اسی طرح چمڑے کے موزے میں نماز یا ان پر مسح کرنے' حاکم وقت کی اطاعت کرنے اور قریش کی خلافت کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ خوارج کی زیادہ تعداد جزیرہ عمان' موصل' حضرموت اور عرب کے گرد نواح میں رہائش پذیر ہے۔ عبداللہ بن زید' محمد بن حرب' یحییٰ بن کامل اور سعید بن ہارون ان کی مذہبی کتابوں کے مصنفین ہیں۔ ان کے پندرہ (۱۵) فرقے ہیں۔

ایک فرقہ نجدات ہے جو نجدہ بن عامر حنفی یمامی کی طرف منسوب ہے یہی گروہ عبداللہ بن ناصر کے ساتھیوں کا ہے اور ان کا عقیدہ ہے کہ جس کسی نے ایک مرتبہ جھوٹ بولا یا کوئی صغیرہ گناہ کیا اور اس پر قائم رہا اسے چھوڑا نہیں تو وہ مشرک ہے اور اگر زنا کیا' چوری کی' شراب پی اور ان پر قائم نہ رہا یعنی توبہ کر لی تو وہ مسلمان ہے اور ان کے زعم باطل کے مطابق حاکم وقت کی ضرورت نہیں صرف کتاب اللہ کا علم ہی کافی ہے۔ ان میں دوسرا فرقہ ازارقہ ہے یہ نافع بن ازرق کو ماننے والا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ ہر گناہ کبیرہ کفر ہے اور دنیا دارالکفر ہے اور جب حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کے ساتھ استحقاق خلافت کے قضیے میں ابوموسیٰ اشعریؓ اور عمرو بن عاصؓ کو حکم (فیصل) بنایا کہ عوام کی مصلحت کے مطابق خلیفہ چنا جائے تو یہ دونوں کافر ہو گئے تھے۔ ان کے نزدیک (جہاد میں) مشرکوں کے بچے قتل کرنا جائز ہے' (زنا کی سزا میں) رجم کرنا حرام ہے' پاک دامن مرد پر زنا کی تہمت لگانے والے کو شرعی حد لگانا درست نہیں جب کہ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے لیے شرعی حد لگانے کو درست سمجھتے ہیں۔ ان میں تیسرا فرقہ فدکیہ ہے جو ابن فدیک کی طرف منسوب ہے۔ چھوتھا فرقہ عطویہ ہے جو عطیہ بن اسود کی طرف منسوب ہے۔ پانچواں فرقہ عجاردہ ہے جو عبدالرحمٰن بن عجرد کی طرف منسوب ہے' عجاردہ کی مختلف ذیلی شاخیں ہیں جو میمونیہ کہلاتی ہیں یہ پوتیوں' نواسیوں' بھتیجیوں' بھانجیوں سے نکاح جائز سمجھتے ہیں اور یہ سورۃ یوسف کو قرآن کی سورت نہیں سمجھتے' ان میں ایک فرقہ جاذمیہ ہے جو اس مسئلہ میں منفرد ہے کہ دوستی اور دشمنی اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات ہیں اور جاذمیہ میں ایک فرقہ معلومیہ ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء سے نہ جانتا ہو وہ جاہل ہے مؤمن نہیں اور یہ بندوں کے افعال کو اللہ کی تخلیق نہیں مانتے اور اس بات کے بھی منکر ہیں کہ فعل کی استطاعت بقدر فعل (کام) ہے۔

چھٹا فرقہ مجہولیہ ہے جس کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ کے بعض اسماء کو پہچان لے وہ عالم باللہ ہے جاہل باللہ نہیں۔ ساتواں فرقہ صلیتہ ہے جو عثمان بن صلت کی طرف منسوب ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو شخص ہمارا مذہب قبول کر کے مسلمان ہو جائے اس کی نابالغ اولاد اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتی جب تک کہ وہ بالغ ہو کر ہمارے نظریات اور عقائد کو از خود تسلیم کر لیں۔ آٹھواں فرقہ اخنسیہ ہے جو اخنس کی طرف منسوب ہے ان کا عقیدہ ہے کہ مالک کے لئے اپنے غلام کی زکوٰۃ حلال ہے بشرطیکہ احتیاج اور مسکنت ہو۔ نواں فرقہ ظفریہ ہے جس کی ایک شاخ حفصیہ ہے' ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ کی معرفت رکھتا ہو جب کہ باقی تمام چیزوں یعنی رسالت' جنت وجہنم کا منکر ہو' جرائم کا مرتکب ہو' قاتل ہو' زانی ہو' وہ مشرک نہیں ہوگا بلکہ مشرک صرف وہی ہوگا جسے اللہ کی معرفت نہ

ہو اور وہ اللہ کا منکر ہو۔ ان کا خیال ہے کہ قرآن مجید میں لفظ حیران سے مراد حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی ہیں اور [ان کے ساتھی انہیں ہدایت کی طرف بلاتے ہیں کہ ہماری طرف آ جاؤ] اس آیت سے مراد اہل نہروان (خارجی) ہیں۔

دسواں فرقہ اباضیہ ہے یہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر فرض کردہ عبادات ایمان ہے' ہر بڑا (کبیرہ) گناہ کفران نعمت ہے کفران شرک نہیں۔ گیارہواں فرقہ بنھسیہ ہے جو ابو بنھس کی طرف منسوب ہے' یہ اس مسئلے میں منفرد ہیں کہ انسان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ وہ یہ نہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کس کس چیز کو حلال یا حرام کیا ہے۔ بنھسیہ فرقے کی ایک شاخ کا دعویٰ ہے کہ اگر کسی سے کفر کے علاوہ حرام کا ارتکاب ہو جائے تو وہ کافر نہیں ہوتا البتہ اگر اسے حاکم وقت کے پاس لایا جائے جو اس پر حد جاری کر دے تو پھر اسے کافر کہا جا سکتا ہے۔ بارہواں فرقہ شمراخیہ ہے جو عبداللہ بن شمراخ کی طرف منسوب ہے جو والدین کے قتل کو جائز سمجھتا تھا۔ جب اس نے دارالتقیہ (مقام) پر اس کا دعویٰ کیا تو خارجیوں نے اس سے برأت کر لی۔ تیرھواں فرقہ بدعیہ ہے جو ازارقہ کا ہم خیال ہے اور اس مسئلے میں منفرد ہے کہ صبح شام (فجر' عشاء) کی نماز دو دو رکعت ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ [دن کے دونوں اطراف اور رات کے حصوں میں نماز قائم کرو' بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹا ڈالتی ہیں] [٦١٨] بدعیہ اور ازارقہ اس بات پر متفق ہیں کہ کفار کی عورتوں کو قید کرنا' ان کے بچے قتل کرنا درست ہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے [روئے زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ] [٦١٩] تمام خوارج کا حضرت علیؓ کی تکفیر پر اتفاق ہے اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا ابو موسیٰؓ اور عمرو بن عاصؓ کو حکم اور فیصل مقرر فرمایا تھا۔ اسی طرح کبیرہ گناہ کے مرتکب کو بھی یہ کافر قرار دیتے ہیں البتہ فرقہ نجدات اس مسئلے میں ان سے مستثنیٰ ہے۔

(٣) شیعہ فرقہ:- شیعہ فرقے کو شیعہ' رافضیہ' غالیہ اور طیارہ وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے' انہیں شیعہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضرت علیؓ کی پیروی کے مدعی ہیں اور انہیں تمام صحابہ سے افضل گردانتے ہیں' انہیں رافضیہ اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے اکثر صحابہ کو چھوڑ دیا اور ابو بکرؓ و عمرؓ کی خلافت کو بھی تسلیم نہ کیا اس لیے کہ انہوں نے زید بن علی (زین العابدین) کو اس وقت چھوڑ دیا جب انہوں نے ابو بکرؓ و عمرؓ کی خلافت کو تسلیم کیا' زید نے کہا کہ ان لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے اس لیے ان کا نام رافضیہ (چھوڑ کر الگ ہونے والے) پڑ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ شیعہ وہ ہے جو حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ سے افضل نہ سمجھے اور رافضی وہ ہے جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ سے افضل سمجھے۔ شیعہ میں ایک فرقہ قطعیہ ہے کیونکہ ان لوگوں نے موسیٰ بن جعفر کی وفات پر شیعوں سے جدائی کر لی تھی۔ ان میں ایک فرقہ غالیہ ہے جو حضرت علیؓ کی صفات میں غلو کرتا ہے اور انہیں صفات ربوبیت و نبوت سے متصف کرتا ہے حالانکہ حضرت علیؓ ان سے بری ہیں۔ ہشام بن حکم' علی بن منصور' ابو الاحرص حسین بن سعید' فضل بن شاذان' ابو عیسیٰ وراق' ابن راوندی اس فرقے کے مذہبی مصنفین گزرے ہیں' اس فرقے کی بیشتر آبادی قم' قاشان' کوفہ اور بلاد ادریس میں رہائش پذیر ہے۔

---

٦١٨ (ھود-١١٤)

٦١٩ (نوح-٢٦)

رافضیہ:۔ رافضی تین فرقوں میں مقسم ہیں غالیہ' زیدیہ اور رافضہ۔ غالیہ کے مزید بارہ فرقے ہیں بیانیہ' طیاریہ' منصوریہ' غیریہ' خطابیہ' معمریہ' بزیعیہ' مفضلیہ' متناسخہ' شریعیہ' سبأیہ اور مفوضہ۔ زیدیہ کے چھ گروہ ہیں: جارودیہ' سلیمانیہ' نبریہ' نعمیہ' یعقوبیہ' اور چھٹا فرقہ دوبارہ دنیا میں آنے کا قائل اور ابوبکرؓ و عمرؓ سے بیزار ہے۔

رافضہ کے چودہ گروہ ہیں: قطعیہ' کیسانیہ' کربیہ' مغیریہ' محمدیہ' حسینیہ' نادسیہ' اسماعیلیہ' قرامضیہ' مبارکیہ' شمیطیہ' عماریہ' محطوریہ' موسویہ اور امامیہ۔

رافضیوں کے تمام گروہ اس مسئلے پر متفق ہیں کہ امامت عقل و نقل ہر دو طرح ثابت ہے اور امام ہر قسم کی غلطی' سہو اور خطا سے معصوم ہیں۔ اسی طرح ان کے نزدیک اعلیٰ کی موجودگی میں ادنیٰ کی امامت جائز نہیں۔ جیسا کہ ہم خلفاء کے ذکر میں بیان کر چکے ہیں۔ حضرت علیؓ کو تمام صحابہ سے افضل قرار دینے میں بھی یہ سب متفق ہیں اور نبیؐ کے بعد خلافت علیؓ کو منصوص خیال کرتے ہیں۔ زیدیہ فرقہ کے علاوہ باقی تمام ابوبکرؓ و عمرؓ اور دوسرے صحابہ پر تبرا بازی کرنے میں متفق ہیں۔ رافضی اس بات پر بھی متفق ہیں کہ حضرت علیؓ کو امامت نہ دینے کی وجہ سے چھ اشخاص کے علاوہ باقی تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ وہ چھ حضرت علیؓ، عمارؓ، مقدادؓ، سلمان فارسیؓ اور دوان کے علاوہ ہیں۔ ان کا یہ بھی متفقہ عقیدہ ہے کہ حالت خوف میں امام تقیہ کرتے ہوئے یہ کہہ دے کہ میں امام نہیں اور ایجادات سے قبل اللہ کو ان چیزوں کا علم نہیں ہوتا۔ رافضی اس بات کے مدعی بھی ہیں کہ یوم حساب سے پہلے مردے دنیا میں دوبارہ لوٹ کر آئیں گے البتہ رافضیہ میں فرقہ غالیہ اس کا قائل نہیں اور وہ حساب و کتاب اور حشر و نشر کا بھی منکر ہے۔

یہ بھی رافضیوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو چکا یا آئندہ ہونے والا ہے امام ان سب سے باخبر ہے حتیٰ کہ امام زمین کے سنگریزوں بارش کے قطرات اور درختوں کے پتوں کی تعداد بھی جانتا ہے اور انبیاء کی طرح اماموں سے بھی معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کا یہ قول ہے کہ جس نے حضرت علیؓ سے جنگ کی وہ کافر ہو گیا اسی طرح کے اور بہت سے مخصوص عقائد پر یہ ایمان رکھتے ہیں۔

ان میں فرقہ غالیہ تمام فرقوں سے منفرد یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضرت علیؓ تمام انبیاء کرامؑ سے افضل ہیں اور دیگر صحابہؓ کی طرح حضرت علیؓ مٹی میں مدفون نہیں بلکہ بادلوں پر تشریف فرما ہیں وہاں سے اپنے دشمنوں کے خلاف لڑتے ہیں اور قرب قیامت دوبارہ تشریف لائیں گے اور اپنے دشمنوں کا قلع قمع فرمائیں گے۔ (اسی طرح) حضرت علیؓ اور باقی ائمہ فوت نہیں ہوئے بلکہ یہ سب تا قیامت زندہ ہیں اور موت کو ان سے کوئی واسطہ نہیں' حضرت علیؓ نبی ہیں جب کہ جبرئیل نے وحی پہنچانے میں غلطی کی ہے' یہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ حضرت علیؓ (معاذ اللہ) معبود ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ کی' اس کے فرشتوں اور تمام مخلوق کی تا قیامت لعنت ہوتی رہے' اللہ تعالیٰ ان کی نسلیں تباہ کرے' ان کی فصلیں برباد کرے اور زمین پر ان کا کوئی گروندہ (گھر) بھی باقی نہ رہنے دے کیونکہ یہ غلو میں حد سے تجاوز کر گئے' کفر پر جمے رہے' اسلام چھوڑ بیٹھے' ایمان سے روگردانی کر بیٹھے' اللہ کا' اس کے رسولوں اور کتابوں کا انکار کر گئے۔ ہم ایسے اقوال و خرافات بکنے والوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

بنانیہ:- فرقہ غالیہ کا ایک گروہ بنانیہ ہے جو بنان بن سمعان سے منسوب ہے ان کی فضولیات اور لغویات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) انسان کی طرح شکل وصورت رکھتا ہے۔ ان پر اللہ پر بہتان باندھا' حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام تشبیہات سے منزہ اور بالا ہے اس نے خود ارشاد فرمایا [اس کے مثل کوئی (چیز) نہیں]۔[۶۲۰]

طیاریہ:- فرقہ غالیہ کی ایک شاخ طیاریہ ہے جو عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار کی طرف منسوب ہے یہ تناسخ کے قائل ہیں اور یہ کہ آدمؑ کی روح اللہ کی روح تھی جو حضرت آدمؑ میں حلول کر گئی۔ ان میں بعض لوگ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی کی روح جب دنیا میں لوٹ کر آتی ہے تو سب سے پہلے بکری کے بچے میں آتی ہے پھر اس کے بعد اس سے بھی حقیر قالب میں آتی ہے اسی طرح مختلف قالبوں میں بدلتے ہوئے بالآخر گندگی اور نجاست کے کیڑوں میں جنم لیتی ہے۔ اس گروہ کے بعض لوگ تو یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ گناہ گار لوگوں کی روحیں لوہے' کیچڑ اور ٹھیکری کے قالب میں منتقل ہو جاتی ہیں' پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا اس طرح پاتی ہیں کہ آگ کے عذاب میں مبتلا کی جاتی ہیں' لوہا آگ میں گرم کر کے کوٹا جاتا ہے' مٹی کے برتنوں کو آگ پر رکھ کر کھانا پکایا جاتا ہے' دیگر دھاتوں کو آگ میں پگھلایا جاتا ہے اور اس طرح انہیں جسمانی عذاب دیا جاتا ہے۔

مغیریہ:- یہ گروہ مغیرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے اس فرقے کے سربراہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس کا دعویٰ تھا کہ اللہ انسانی شکل میں نور ہے اور یہ بھی دعویٰ کرتا تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔

منصوریہ:- یہ گروہ ابو منصور کی طرف منسوب ہے جس کا دعویٰ تھا کہ اسے آسمانی معراج ہوئی ہے اور اللہ نے اس کے سر پر دست شفقت رکھا ہے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ سب سے پہلی مخلوق تھے پھر ان کے بعد حضرت علیؓ کی پیدائش ہوئی' سلسلہ نبوت منقطع نہیں' جنت وجہنم کی کوئی حقیقت نہیں۔

ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جو شخص ہمارے چالیس مخالفین کو قتل کر دے وہ جنتی ہے۔ لوگوں کا ناحق مال لوٹنا حلال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبریلؑ نے نبوت پہنچانے میں غلطی کر دی حالانکہ یہ صریح کفر ہے۔

خطابیہ:- یہ فرقہ خطاب کی طرف منسوب ہے ان کا عقیدہ ہے کہ امام نبی اور امین ہے۔ ہر زمانے میں دو رسول' ایک ناطق دوسرا خاموش ہوتے ہیں چنانچہ محمدؐ ناطق رسول تھے جب کہ علیؓ خاموش رسول تھے۔

معمرہ:- ان کا عقیدہ وہی ہے جو خطابیہ کا ہے البتہ یہ نماز کے بھی تارک ہیں۔

بزیعیہ:- یہ گروہ بزیع کی طرف منسوب ہے ان کا عقیدہ ہے کہ جعفر اللہ ہیں' اللہ مشاہدے سے پاک اور جعفر کی سی مشابہت رکھتے ہیں' ان کا دعویٰ ہے کہ ہمارے پاس وحی بھی آتی ہے اور ہمیں عالم ملکوت کی طرف لے جایا جاتا ہے' اللہ انہیں غارت کرے کس قدر عظیم بہتان' جھوٹ اور الزام لگاتے ہیں' اللہ انہیں اسفل السافلین میں ہاویہ میں پھینکے۔

مفضلیہ:- یہ مفضل صراف کی طرف منسوب ہے اور جھوٹی نبوت کے داعی ہیں اماموں کے متعلق وہی عقائد رکھتے ہیں جو عیسیٰ مسیحؑ

---

۶۲۰ الشوریٰ-۱۱

کے متعلق عیسائیوں کے ہیں۔

شریعیہ:- یہ شریع کی طرف منسوب ہے جن کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ ہستیوں میں حلول فرمایا' نبیؐ، علیؓ، عباسؓ، جعفرؓ اور عقیلؓ۔

سبائیہ:- یہ فرقہ عبداللہ بن سبا کی طرف منسوب ہے ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت علیؓ نے وفات نہیں پائی بلکہ قبل از قیامت تشریف لائیں گے سید حمیدی اسی فرقہ کے ہیں۔

مفوضیہ:- ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا انتظام ائمہ کے حوالے کر رکھا ہے' یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا بلکہ ہر چیز کی تخلیق اور تدبیر کی قوت رسول اللہؐ کو تفویض فرما دی تھی۔ حضرت علیؓ کے متعلق بھی ان کا یہی دعویٰ ہے' ان کے بعض پیروکار بادل دیکھ کر اس پر درود وسلام بھیجتے ہیں کہ علیؓ اس بادل میں ہیں۔

زیدیہ:- انہیں زیدیہ نام سے منسوب اس لیے کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ زید بن علی کے اس قول کی طرف راغب تھے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ کی خلافت برحق ہے۔

جاردیہ:- یہ فرقہ ابو جارد کی طرف منسوب ہے ان کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ رسول اللہ کے وصی تھے لہٰذا وہی خلیفہ اول تھے اور یہ کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق صفات صراحۃً ذکر کر دی تھیں لیکن نام واضح نہ کیا تھا۔ یہ امامت منصوص کا سلسلہ حضرت حسینؓ تک چلاتے ہیں ان کے بعد شورائی خلافت کے قائل ہیں۔

سلیمانیہ:- یہ فرقہ سلیمان بن کثیر کی طرف منسوب ہے' زرقان کا قول ہے کہ یہ لوگ حضرت علیؓ کو امام اور خلافت کا حق دار سمجھتے ہیں اور ابوبکرؓ وعمرؓ کی بیعت خلافت کی تردید کرتے ہیں کہ یہ دونوں حضرت علیؓ پر سبقت کا حق نہیں رکھتے لیکن امت نے امر اصلح کو چھوڑ دیا (اور دوسروں کی بیعت کی)۔

بتریہ:- یہ فرقہ "ابتر" کی طرف منسوب ہے جس کا اصل نام نوآ تھا لیکن ابتر نام سے مشہور ہوا ان کا خیال ہے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ کی بیعت غلط نہیں ہوئی اس لیے کہ حضرت علیؓ نے خلافت کو چھوڑ دیا تھا اور حضرت عثمانؓ کے معاملے میں توقف کرتے ہیں کہ ان کی بیعت کے وقت حضرت علیؓ امام تھے۔

نعیمیہ:- یہ نعیم بن یمان کی طرف منسوب ہے ان کا عقیدہ بھی ابتریہ کے مانند ہے لیکن یہ حضرت عثمانؓ پر تبرا بازی کرتے ہیں اور انہیں کافر کہتے ہیں۔

یعقوبیہ:- یہ فرقہ یعقوب کی طرف منسوب ہے اور ابوبکرؓ وعمرؓ کی خلافت کا قائل ہے اور عقیدہ رجعت کا منکر ہے جب کہ ان میں بعض ابوبکرؓ وعمرؓ پر تبرا کرتے ہیں اور رجعت کے قائل ہیں۔

رافضیوں کی اقسام: ❀ ❀ رافضیوں کے چودہ گروہ ہیں۔

قطعیہ:- انہیں قطعیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ موسیٰ بن جعفر کی موت پر قطعی یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ امامت کا سلسلہ محمد بن

حنفیہ تک پہنچاتے ہیں اور انہیں قائم امام منتظر سمجھتے ہیں۔
کیسانیہ:۔ ان کی نسبت کیسان کی طرف ہے یہ محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل ہیں کیونکہ بصرہ میں جھنڈا انہیں ہی دیا گیا تھا۔
کریبیہ:۔ یہ ابن کریب ضریر کے پیروکار ہیں۔
مغیریہ:۔ یہ مغیرہ کے معتقد ہیں اور امام مہدی کے آنے تک مغیرہ کو ہی امام سمجھتے ہیں۔
محمدیہ:۔ یہ گروہ اس بات کا قائل ہے کہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسین امام قائم ہیں جنہوں نے تمام بنی ہاشم کو چھوڑ کر اپنا وصی منصور کو بنا دیا تھا جس طرح موسیٰ نے اپنی اور حضرت ہارونؑ کی اولاد کو چھوڑ کر یوشع بن نون کو اپنا وصی بنایا تھا۔
حسینیہ:۔ ان کا زعم ہے کہ ابومنصور نے اپنے بیٹے حسین کو اپنا وصی بنایا تھا لہٰذا ابومنصور کے بعد حسین ہی خلافت کے مستحق ہیں۔
نادسیہ:۔ یہ فرقہ نادس بصری کی طرف منسوب ہے جو اس گروہ کا سردار تھا' یہ جعفر کی امامت اور حیات کے قائل ہیں اور انہیں قائم امام مہدی سمجھتے ہیں۔
اسماعیلیہ:۔ ان کا دعویٰ ہے کہ جعفر کی وفات پر اسماعیل امام ہوئے وہی بادشاہ اور مہدی موعود ہیں۔
قرامضیہ:۔ یہ فرقہ سلسلہ امامت کو جعفر تک پہنچاتا ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ جعفر نے محمد بن اسماعیل کی امامت کی صراحت کر دی تھی وہ زندہ ہیں اور وہی مہدی موعود ہیں۔
مبارکیہ:۔ یہ فرقہ اپنے سردار مبارک کی طرف منسوب ہے ان کا دعویٰ ہے کہ محمد بن اسماعیل فوت ہو گئے ہیں اور امامت کا سلسلہ ان کی اولاد میں قائم ہے۔
شمیطیہ:۔ یہ فرقہ اپنے سردار یحییٰ بن شمیط کی طرف منسوب ہے ان کا خیال ہے کہ جعفر امام ہیں اور امامت انہی کی نسل میں جاری ہے۔
عماریہ:۔ جن کو افطحیہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ عبداللہ بن جعفر کے پاؤں لمبے اور موٹے تھے ان کا دعویٰ ہے کہ جعفر کے بعد امام ''عبداللہ'' ہے۔
مطوریہ:۔ انہیں مطوریہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے مناظرہ کیا جو فرقہ قطعیہ سے تھے' یونس نے کہا تم لوگ کلاب ممطورۃ (بارش میں بھیگے ہوئے کتے) سے بھی زیادہ گندے ہو اس لیے ان کا نام مطوریہ پڑ گیا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ موسیٰ بن جعفر زندہ ہیں' نہ مرے ہیں نہ مریں گے' وہی مہدی موعود ہوں گے۔ انہیں واقفہ بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ لوگ سلسلہ امامت میں موسیٰ بن جعفر پر توقف کرتے ہیں۔
موسویہ:۔ انہیں موسویہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ موسیٰ بن جعفر کی موت و حیات میں توقف کرتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں وہ زندہ ہیں یا فوت اور کہتے ہیں کہ اگر کسی غیر کی امامت برحق ہوتی تو لوگ اسے نافذ کر دیتے۔
امامیہ:۔ یہ فرقہ سلسلہ امامت کو محمد بن حسن تک چلاتا ہے اور انہیں ہی امام مہدی موعود تسلیم کرتا ہے ان کا دعویٰ ہے کہ امام مہدی ظاہر

ہوکر زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح یہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔

زراریہ:- یہ فرقہ زرارہ کا معتقد ہے جو فرقہ عماریہ کا ہم خیال تھا بعض کا خیال ہے کہ زرارہ نے عماریہ کے اقوال چھوڑ دیئے تھے جس کی وجہ یہ ہوئی کہ زرارہ نے عبداللہ بن جعفر سے کچھ سوال کیے جن کا عبداللہ جواب نہ دے پائے تو وہ موسیٰ کی طرف مائل ہو گئے۔

روافض کے باطل عقائد: ❁ ❁ ان کے عقائد ونظریات یہودیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ شعبی فرماتے ہیں ہیں کہ رافضیوں کی محبت وعقیدت یہودیوں کی سی ہے جیسا کہ یہودی کہتے ہیں: امامت کے حق دار آل داؤد ہی ہیں' اسی طرح رافضی کہتے ہیں: امامت کے حق دار آل علیؓ ہیں۔ یہودی کہتے ہیں: جب تک مسیح دجال کا ظہور نہ ہو' عیسیٰؑ آسمان سے نازل نہ ہوں تب تک جہاد فی سبیل اللہ نہیں۔ رافضی کہتے ہیں: جب تک مہدی موعود کا ظہور نہ ہو' آسمان کا منادی ان کی صداقت کا اعلان نہ کر دے تب تک جہاد نہیں۔ یہودی مغرب کی نماز تارے روشن ہو جانے کے بعد پڑھتے ہیں' رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودی قبلے سے قدرے منحرف ہو کر نماز پڑھتے ہیں' رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودی نماز میں کندھوں پر کپڑا لٹکا لیتے ہیں' رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودیوں کے نزدیک عورت پر عدت نہیں اور رافضی بھی یہی فتویٰ دیتے ہیں' یہودی تین طلاقوں میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور رافضی بھی' یہود نے تورات میں تغیر وتبدل کیا اور روافض نے قرآن میں کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے اور اس کی ترتیب الٹ پلٹ کر دی گئی ہے وہ ترتیب قائم نہیں جس پر قرآن نازل ہوا بلکہ ایسے طریقوں اور لہجوں پر پڑھا جاتا ہے جو آپ ؐ سے منقول نہیں اور اس میں کمی بیشی کر دی گئی ہے۔ یہود حضرت جبرئیلؑ کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اسی طرح روافض کا ایک گروہ دعویٰ کرتا ہے کہ جبرئیلؑ نے علی پر وحی اتانے کی بجائے محمد ﷺ پر اتار کر غلطی کی ہے۔ یہ جھوٹے ہیں اللہ ہمیشہ انہیں تباہ وبرباد کرے۔

(۴) مرجیہ:- مرجیہ کے بارہ فرقے ہیں (۱) جہمیہ (۲) صالحیہ (۳) شمریہ (۴) یونسیہ (۵) یونانیہ (۶) نجاریہ (۷) غیلانیہ (۸) شبیبیہ (۹) حنفیہ (۱۰) معاذیہ (۱۱) مریسیہ (۱۲) کرامیہ۔

مرجیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کے عقیدے کے مطابق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (کلمہ شہادت) کا قائل خواہ کتنے ہی گناہ کرے جہنم میں نہیں جائے گا۔ ان کے نزدیک ایمان زبانی اقرار کا نام ہے عمل کی ضرورت نہیں' اعمال احکام ہیں جب کہ ایمان اقرار ہے اور لوگوں کے ایمان میں باہم کمی بیشی نہیں لہٰذا عام آدمی کا' نبیان' فرشتوں اور تمام انبیاء کا ایمان باہم برابر ہے۔ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی' اظہار ایمان میں استثنیٰ (انشاء اللہ کہنا) ضروری نہیں لہٰذا جو شخص بھی زبانی اقرار کر لے اور عمل صالح نہ کرے وہ مؤمن ہے۔

جہمیہ:- یہ فرقہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے ان کا اعتقاد ہے کہ اللہ' اس کے رسول اور منزل من اللہ چیزوں کی معرفت ہی ایمان ہے' قرآن مخلوق ہے' اللہ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام نہیں کیا نہ ہی اس میں صفت کلام ہے نہ اسے دیکھا جا سکتا ہے نہ اس کی مخصوص جگہ ہے' نہ عرش ہے' نہ کرسی ہے' نہ وہ عرش پر مستوی ہے' انہوں نے میزان' عذاب قبر اور جنت وجہنم کی تخلیق کا بھی انکار کیا ہے' ان کے نزدیک جنت وجہنم کی تخلیق ابھی متوقع ہے پھر انہیں فنا ہو جانا ہے' اللہ تعالیٰ کسی سے کلام نہیں کرے گا' روز قیامت نظر رحمت

سے نہ دیکھے گا اور نہ ہی اہل جنت جنت میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوں گے' ان کے نزدیک ایمان تصدیق قلب کا نام ہے اقرار باللسان اس میں داخل نہیں' انہوں نے اللہ کی تمام صفات کا انکار کر دیا ہے۔ اللہ ان کے انتساب سے منزّہ و بالا ہے۔

صالحیہ:- صالحیہ نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ حسین صالحی کے مذہب کے پیروکار تھے ان کا عقیدہ ہے کہ معرفت ایمان ہے' جہالت کفر ہے اور تین خداؤں کے قائل کا فر نہیں اگر چہ یہ نظریہ کفار کا ہے اور ایمان کے علاوہ کوئی دوسری عبادت نہیں۔

یونسیہ:- یہ فرقہ یونس بری کی طرف منسوب ہے ان کا دعویٰ ہے کہ ایمان معرفت' خشوع وخضوع اور محبت الٰہی کا نام ہے جس نے ان باتوں میں سے کسی بات کا انکار کیا وہ کافر ہوا۔

شمریہ:- یہ فرقہ ابوشمر کی طرف منسوب ہے ان کا عقیدہ ہے کہ معرفت' خشوع وخضوع اور محبت الٰہی کی ساتھ یہ زبانی اقرار کہ اللہ کے مثل کوئی نہیں' ان سب باتوں کا مجموعہ ایمان کہلاتا ہے۔ ابوشمر کہتا ہے کہ میں بڑے گناہ کے مرتکب کو مطلق فاسق نہیں کہتا البتہ یہ کہتا ہوں کہ وہ فلاں فلاں عمل میں فاسق ہے۔

یونانیہ:- یہ یونان کے پیروکار ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی معرفت اور ناجائز افعال کے ترک کو ایمان کہا جاتا ہے۔

نجاریہ:- یہ فرقہ محمد حسین بن محمد نجاری کی طرف منسوب ہے ان کے نزدیک اللہ اور اس کے رسولؐ کی معرفت' متفق علیہ فرائض' خشوع وخضوع' عاجزی اور زبانی اقرار کے مجموعے کا نام ایمان ہے لہٰذا جو شخص ان میں سے کسی بات سے جاہل ہوا اور حجت ودلیل قائم ہو جانے کے باوجود اس کا اقرار نہ کیا تو وہ کافر ہے۔

غیلانیہ:- یہ فرقہ غیلان کی طرف منسوب ہے اور فرقہ شمریہ کا ہم خیال ہے ان کا دعویٰ ہے کہ حدوث کائنات کا علم بھی ایمان کے لئے ضروری ہے' توحید صرف زبانی اقرار کو کہتے ہیں اس کا نام تصدیق ہے۔

شبیبیہ:- یہ فرقہ محمد بن شبیب کی طرف منسوب ہے ان کے معتقدین کا دعویٰ ہے کہ اللہ کا اقرار کرنا' اس کی وحدانیت کا اعتراف کرنا اور اس کی ذات کو مشابہت ومماثلت سے منزہ گرداننا ایمان کہلاتا ہے۔ محمد بن شبیب کے نزدیک ابلیس میں بھی ایمان تھا لیکن وہ اپنے غرور وتکبر کی بنا پر کافر قرار پایا۔

حنفیہ:- یہ فرقہ امام ابوحنیفہؒ کے بعض معتقدین کا ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی معرفت واقرار اور منزل من اللہ اشیاء کا اقرار ایمان کہلاتا ہے (عمل مستثنیٰ ہے) جیسا کہ علامہ برہوتی نے ''کتاب الشجرۃ'' میں ان کے نظریات کا تذکرہ کیا ہے۔[۶۲۱]

---

۶۲۱ غنیۃ الطالبین کے بعض نسخوں میں یہاں حنفیہ کی جگہ غسانیہ ہے۔ بطور مثال دیکھئے الغنیہ مع تعلیق وتخریج از ابوعبدالرحمٰن صالح بن محمد بن عویضہ ج ا ص ۱۸۵ مطبع' دارالکتب العلمیہ بیروت۔ جب کہ اکثر وبیشتر نسخوں میں یہاں غسانیہ کی بجائے حنفیہ ہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب! باقی رہی یہ بات کہ اگر بالفرض یہ حنفیہ ہی ہے تو شیخ عبدالقادر جیلانی مرحوم نے حنفیہ کو مرجئہ کی شاخ کیوں قرار دیا؟ تو اس کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے ☜

معاذیہ:- معاذ موصی کی طرف منسوب ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اللہ کی اطاعت کو ترک کرنے والا فاسق نہیں کہلاتا بلکہ (یوں کہا جائے) اس نے فسق (گناہ) کیا' فاسق اللہ کا دوست ہے نہ دشمن۔

مریسیہ:- یہ فرقہ بشر مریسی کی طرف منسوب ہے جس کا دعویٰ ہے کہ ایمان تصدیق کا نام ہے جو دل وزبان سے ہوتی ہے۔ ابن راوندی کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ اس کا یہ زعم باطل بھی تھا کہ سورج کو سجدہ کرنا کفر نہیں بلکہ کفر کی علامت ہے۔

کرامیہ:- یہ فرقہ ابوعبداللہ کرام کی طرف منسوب ہے اس فرقہ کا دعویٰ ہے کہ ایمان زبانی اقرار کا نام ہے دلی صداقت کو اس میں دخل نہیں اور منافقین درحقیقت مومن تھے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قدرت فعل سے مقدم ہے اگرچہ قدرت فعل کے ساتھ اتصال رکھتی ہے جب کہ اہل سنت ان کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ قدرت بلاشرط و تخصیص فعل کے ساتھ متصل ہے۔ ان کی (مذہبی) کتابوں کے مصنفین ابوالحسین صالحی' ابن راوندی' محمد بن شبیب اور حسین بن محمد نجار ہیں اور ان کے پیروکار زیادہ تر مشرق اور خراسان کے گردو نواح میں آباد ہیں۔

(۵) معتزلہ اور قدریہ کے متعلق مختلف اقوال: ❁ ❁ معتزلہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ حق سے کنارہ کش ہو چکے ہیں یا پھر مسلمانوں کے آراء وخیالات سے کٹ چکے ہیں کیونکہ یہ لوگ کبیرہ گناہ کے مرتکب پر مختلف حکم لگاتے ہیں' بعض کہتے ہیں کہ وہ مومن ہے اس لئے کہ اس میں ایمان موجود ہے' بعض کے نزدیک ایسا شخص کافر ہے۔ واصل بن عطاء نے ایک تیسرا قول پیش کیا ہے کہ ایسا شخص نہ مؤمن ہے نہ کافر' اس وجہ سے وہ اہل اسلام سے کنارہ کش ہو گیا اور اسے معتزلہ کہا جانے لگا۔

(۳) معتزلہ کی ایک اور وجہ تسمیہ یہ بتائی گئی ہے کہ یہ لوگ حسن بصریؒ کی مجلس سے الگ ہو گئے تھے جب حسن بصریؒ کا ان سے گذر ہوا تو انہوں نے فرمایا' یہ لوگ معتزلہ (الگ ہونے والے) ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ عمرو بن عبید کے پیروکار تھے جب حسن بصریؒ نے عمرو بن عبید پر غصے کا اظہار کیا تو لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا' آپ نے فرمایا' کیا تم ایسے شخص کے بارے میں مجھ سے غصے ہوتے ہو جسے میں نے خود خواب میں سورج کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(۴) معتزلہ کو قدریہ بھی کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے خیال کے مطابق انسانوں کے گناہ تقدیر کے تابع نہیں بلکہ خود

لہ کہ امام ابوحنیفہؒ پر ارجا' کا الزام تھا۔ البتہ اس الزام کی یا آپ کے جن اقوال سے ارجاء کا نظریہ کشید کیا جاتا ہے' ان کی کیا حقیقت وتوجیہہ ہے تو اس کے بارے میں عقیدہ طحاویہ کے شارح (ابن ابی العز) نے کئی وضاحتیں پیش کی ہیں۔ دیکھئے شرح العقیدۃ الطحاویۃ (ص ۳۳۲ تا ۳۴۴) واضح رہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں بہت سے توصیفی کلمات بیان فرمائے ہیں اور آپ پر لگائے جانے والے بہت سے الزامات رفع کرنے کے ساتھ آپ کو ائمہ سلف میں شمار کیا ہے۔ بطور مثال دیکھئے منہاج السنۃ (ج اص ۲۵۹ ج ۲ ص ۳۴۳) لیکن اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا کوئی فتویٰ' مسئلہ اور نظریہ قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہو سکتا بلکہ دیگر ائمہ کی طرح ان سے بھی بعض مسائل میں غلطی ہوئی ہے تاہم اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب کوئی صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا موقف ہے جو اس حدیث کے مطابق ہو) کا خوبصورت جملہ ارشاد فرما کر وہ گویا اس کا بھی مداوا کر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تقلیدی جمود اور مسلکی تعصب سے بچا کر قرآن وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

انسانوں کے تابع ہیں' صفات باری تعالیٰ کے انکار میں معتزلہ' قدریہ اور جہمیہ ہم خیال ہیں۔ ہم ''عقائد'' میں ان کے بعض مذاہب کا ذکر کر چکے ہیں' ان کے مصنفین' ابوالھذیل' جعفر بن حرب خیاط' کعبی' ابو ہاشم' ابوعبداللہ بصری اور عبدالجبار بن احمد ہمدانی ہیں' یہ لوگ زیادہ تر عسکر' اھواز اور جھرم میں پائے جاتے ہیں اور ان کے چھے گروہ ہیں۔

(۱) ہذلیہ (۲) نظامیہ (۳) معمریہ (۴) جبائیہ (۵) کعبیہ (۶) بہشمیہ۔ معتزلہ کے تمام فرقوں کا صفات باری تعالیٰ کے انکار پر اجماع ہے یہ لوگ اللہ کے علم' قدرت' حیات' سمع' بصر کی نفی کرتے ہیں' اسی طرح جو صفات قرآن وحدیث سے ثابت ہیں انہیں بھی نہیں مانتے مثلاً اللہ کا عرش پر مستوی ہونا' ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرمانا' یہ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اللہ کا کلام اور ارادہ محدث ہے اس نے اپنی کلام کو غیر میں پیدا کر کے تکلم فرمایا' اللہ کا ارادہ حادث ہے جس کا کوئی محل نہیں' وہ اپنے علم کے خلاف بھی ارادہ کر لیتا ہے' وہ اپنے بندوں سے ایسا ارادہ کرتا ہے جو ممکن نہیں' وہ کام کرتا ہے جس کا ارادہ نہیں' وہ اپنے غیر کے مقدورات پر قادر نہیں بلکہ یہ (قدرت) ناممکن ہے' وہ اپنے بندوں کے افعال کا خالق نہیں' بلکہ بندے خود ہی اپنے افعال کے خالق ہیں۔ ایسا حرام رزق جو انسان کثرت سے استعمال کرتا ہے من جانب اللہ نہیں اس لیے کہ وہ حرام نہیں حلال رزق سے نوازتا ہے' انسان اپنی مقرر مدت سے پہلے بھی قتل کر دیا جاتا ہے اور قاتل اس کے وقت سے پہلے ہی اسے جان سے مار دیتا ہے' مؤمن اگرچہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہوتا لیکن ایمان سے خارج ہو جاتا ہے' اس کی تمام نیکیاں برباد اور وہ دائمی جہنمی ہے' کبیرہ گناہ کے مرتکب کو نبیؐ کی شفاعت نصیب نہ ہوگی' فرقہ معتزلہ میں اکثر لوگ عذاب قبر اور میزان کے منکر ہیں اور حاکم وقت کی بغاوت اور اس کے خلاف خروج کو مباح سمجھتے ہیں' یہ اس بات کے منکر ہیں کہ میت کو زندہ شخص کی دعا یا صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے' ان کا یہ زعم باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ' نوحؑ' ابراہیمؑ' موسیٰؑ' عیسیٰؑ اور محمدؐ سے کلام کیا' نہ ہی جبرئیلؑ' میکائیلؑ' اسرافیلؑ سے' نہ ہی عرش اٹھانے والے فرشتوں سے' نہ ان کی طرف دیکھتا ہے جیسے وہ ابلیس' یہود اور نصاریٰ سے کلام نہیں کرتا۔ گذشتہ اجماعی مسائل کے علاوہ ہر فرقہ کے کچھ انفرادی مسائل و عقائد بھی ہیں مثلاً'

ہذلیہ:- اس فرقہ کا لیڈر ابوالہذیل اس مسئلہ میں منفرد ہے کہ اللہ کے لئے علم وقدرت' سمع وبصر ثابت ہیں' اللہ کا بعض کلام مخلوق جب کہ بعض غیر مخلوق ہے مثلاً کن/ ہوجا (غیر مخلوق کلام ہے)' اللہ اپنی مخلوق کے خلاف نہیں' اللہ کے مقدورات متناہی ہیں' اہل جنت بلاحس وحرکت جنت میں رہیں گے' اللہ تعالیٰ انہیں حرکت دینے پر قادر ہے نہ وہ خود اپنی حرکت پر قادر ہیں' میت' معدوم اور عاجز بھی افعال کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دائمی سمیع نہیں۔

نظامیہ:- اس فرقہ کے سردار ''نظام'' کا کہنا ہے کہ جمادات فطرت کے تابع عمل کرتے ہیں' وہ حرکت اعتمادیہ کے ماسوا تمام اعراض کا منکر ہے' اس کا دعویٰ ہے کہ انسان ہی روح ہے' کسی نے رسول اللہؐ کو نہیں دیکھا بلکہ انسانی جسم دیکھا ہے' یہ خلاف اجماع اس بات کا قائل ہے کہ قصداً نماز چھوڑنے والے پر نماز کا اعادہ ضروری نہیں' اجماع امت کا بھی قائل نہیں البتہ امر باطل پر اجماع کو جائز سمجھتا ہے' اس کا دعویٰ ہے کہ ایمان مثل کفر اور اطاعت مثل گناہ ہے' فعل نبیؐ فعل ابلیس کے ہم مثل ہے' سیرت عمرؓ وعلیؓ سیرت حجاج کے ہم

مثل ہے' اس نے اپنے نظریے کی یہ دلیل مہیا کی کہ تمام جاندار ہم جنس ہیں' اس کے نزدیک ترتیب قرآن معجزہ نہیں' اللہ تعالیٰ بچے کو جلانے پر قادر نہیں اگر چہ وہ جہنم کے کنارے پر کھڑا ہوا ور نہ انہیں جہنم میں جھونکنے پر قادر ہے' اہل قبلہ میں ایسے کفریہ کلمات کا قائل یہ پہلا شخص ہے اور یہ کہتا تھا کہ جسم لامحدود حصوں میں منقسم ہوسکتا ہے' اس کا قول ہے کہ سانپ' بچھو' کن کھجورے' کتے اور خنزیر سب جنت میں جائیں گے۔

معماریہ:- فرقہ کے بانی معمر کا دعویٰ ہے کہ تمام افعال طبعی طور پر سرزد ہوتے ہیں پھر اہل طبائع سے بھی بڑھ کر اس کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رنگ' ذائقہ' بو' موت اور زندگی کو پیدا نہیں کیا بلکہ یہ بالطبع جسم کے افعال ہیں اور قرآن بھی کلام اللہ نہیں بلکہ اجسام کا طبعی فعل ہے' اس نے اللہ کے قدیم ہونے کا انکار کیا' اللہ انہیں تباہ و برباد کرے اور امت محمدیہ سے کوسوں دور پھینکے۔

جبائیہ:- اس فرقہ کا بانی جبائی ہے جو خلاف اجماع کچھ باتوں کا قائل ہے مثلاً بندے اپنے افعال کے خود ہی خالق ہیں نہ کہ اللہ' اس سے پہلے یہ شرکیہ مسئلہ کسی نے ایجاد نہ کیا تھا' ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ عورتوں میں حمل کی تخلیق فرماتا ہے' اللہ اپنے بندوں کا مطیع ہے' وہی کام کرتا ہے جو اس کے بندے ارادہ کرتے ہیں' اگر کوئی قسم کھالے کہ میں کل قرض ادا کردوں گا اور انشاء اللہ کہہ لے پھر قرض ادا نہ کرے تو وہ حانث (قسم توڑنے والا) ہے اور اس کی انشاء اللہ بے فائدہ ہے' اسی طرح اگر کوئی شخص پانچ درہم کی چوری کرے تو فاسق ہے اگر ذرا بھی کم کی چوری کرے تو فاسق نہیں۔

بہشمیہ:- یہ فرقہ ابوہاشم بن جبائی کی طرف منسوب ہے اس کا دعویٰ ہے کہ مکلّف قادر ہے فاعل یا تارک نہیں اور اللہ تعالیٰ اسے اس کے فعل پر عذاب دے گا' اگر گناہ گار ایک گناہ کے علاوہ باقی تمام گناہوں سے تائب ہوجائے تو اس کی توبہ صحیح نہیں۔

کعبیہ:- یہ فرقہ ابوالقاسم کعبی بغدادی کی طرف منسوب ہے' اس نے اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر ہونے سے انکار کیا ہے اور اس کا بھی انکار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فی الحقیقت صاحب ارادہ ہے' اس کا دعویٰ ہے کہ بندوں کے افعال کے متعلق اللہ کے ارادے کا مطلب ہے ان افعال کا حکم دینا اور اللہ کا اپنے فعل کے ارادے کا مطلب ہے فعل کو جاننا اور مجبور نہ ہونا۔ اس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ تمام عالم بھرا ہوا ہے صرف اجسام کا پہلا صفحہ متحرک ہے گویا کوئی شخص اگر جسم پر تیل لگا کر چلے تو وہ خود متحرک نہیں بلکہ تیل متحرک ہے' اس کے نزدیک قرآن حادث ہے مگر مخلوق نہیں ہے۔

(۶) فرقہ مشبہہ اور اس کے بارے میں مختلف اقوال: ❀❀ مشبہہ کے تین گروہ ہیں (۱) ہشامیہ (۲) مقاتلیہ (۳) واسمیہ۔ ان تینوں گروہوں کے نزدیک بالاتفاق اللہ تعالیٰ جسم ہے اس لئے کہ کسی موجود شیء کا علم بغیر جسم نہیں ہوسکتا' یہ لوگ زیادہ تر رافضیہ اور کرامیہ فرقے کے مشابہ ہیں۔ فرقہ مشبہہ کا مصنف ہشام ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ''اثباتِ جسم'' پر ایک کتاب لکھی ہے۔

ہشامیہ:- یہ فرقہ ہشام بن حکم کی طرف منسوب ہے اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ طول و عرض و عمق والا ایک جسم ہے' چمکدار نور ہے' صاف شفاف چاندی کے ٹکڑے کی طرح متعین انداز ے پر حرکت و سکون اور اٹھنے بیٹھنے سے متصف ہے' اس سے یہ بات بھی منقول

ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے لئے) بہترین قد سات بالشت ہے' اس سے پوچھا گیا کہ تمہارا پروردگار بڑا ہے یا احد پہاڑ؟ اس نے کہا' میرا رب عظیم ہے۔

مقاتلیہ:- یہ فرقہ مقاتل بن سلیمان کی طرف منسوب ہے جس کا زعم باطل تھا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے' اس کا جُسہ انسانی شکل وصورت پر ہے' اس کے جسم میں گوشت' خون اور تمام اعضاء سر' زبان' گردن وغیرہ موجود ہیں لیکن اس کی کوئی چیز کسی چیز کے مشابہ نہیں نہ ہی کوئی چیز اس کے مشابہ ہے (فرقہ واسمیہ کا تذکرہ اصل متن میں موجود نہیں)۔

(۷) فرقہ جہمیہ کے اقوال: ❁ ❁ جہم بن صفوان کا یہ منفرد قول ہے کہ انسان اپنے افعال کی طرف مجازاً منسوب کیا جاتا ہے حقیقتاً نہیں مثلاً کہا جاتا ہے کھجور لمبی ہوگئی اور پھل پک گیا۔ یہ اس بات کا منکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کے وقوع سے پہلے ہی علم رکھتا ہے' یہ کہتا ہے کہ جنت وجہنم فنا ہو جائیں گی' یہ صفات باری تعالیٰ کا بھی منکر ہے' اس کے ہم مسلک ترمذ یا مرو میں آباد ہوئے۔ اس نے انکار صفات کے عنوان پر کتاب لکھی۔ جہم کو مسلم بن احود مازنی نے قتل کر دیا تھا۔

(۸) ضراریہ:- یہ فرقہ قرار بن عمرو کی طرف منسوب ہے جس کا دعویٰ تھا کہ اجسام اعراض مجموعہ کا نام ہے اور اعراض اجسام بن سکتے ہیں' استطاعت (قدرت) مستطیع کا ایک جزو ہے جو قبل از فعل ہے۔ یہ فرقہ عبداللہ بن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ کی قراتوں کا منکر تھا۔

(۹) نجاریہ:- یہ حسین بن محمد نجار کی طرف منسوب ہے جس کا دعویٰ ہے کہ بندوں کے افعال کا حقیقی فاعل اللہ بھی ہے' بندے بھی ہیں' یہ فرقہ نفی ارادہ کے علاوہ معتزلہ کی طرح تمام صفات باری کا منکر ہے چنانچہ اس نے ثابت کیا کہ قدیم اپنی ذات کے لئے ارادہ کرتا ہے' یہ خلق قرآن کا قائل ہے' اس کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی ارادے کا مطلب ہے کہ وہ مجبور اور مغلوب نہیں۔ اسی طرح اللہ کے متکلم ہونے کا معنی ہے کہ وہ کلام سے عاجز نہیں' اس کے سخی ہونے کا مطلب ہے کہ وہ بخیل نہیں۔ نجار' ابوعون اور ابو یوسف رازی کا ہم مذہب ہے اس کے پیروکار زیادہ تر قاشان میں آباد ہوئے۔

(۱۰) کلابیہ:- یہ فرقہ ابوعبداللہ بن کلاب کی طرف منسوب ہے جو اس بات کا مدعی ہے کہ صفات باری تعالیٰ قدیم ہیں نہ حادث' عین ذات ہیں نہ غیر ذات' الرحمٰن علی العرش استویٰ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایک ہی حال پر ہے' اس کی جگہ مخصوص نہیں' یہ قرآن پاک کے حروف کا بھی منکر ہے۔

سالمیہ کے اقوال: ❁ ❁ یہ فرقہ ابن سالم کی طرف منسوب ہے اس کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت امت محمدیہ کے کسی فرد کی شکل وصورت پر ظاہر ہوگا اور اس دن اللہ تعالیٰ کی عام تجلی ہوگی جسے جن وانس' ملائکہ اور تمام جاندار اپنے اپنے حال کے مطابق دیکھ سکیں گے لیکن کتاب اللہ ان کی تردید کرتی ہے [اس کے ہم مثل کوئی نہیں] [۶۲۲] اس فرقہ کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے اگر وہ اسے ظاہر کر دے تو کائنات کا نظم ونسق تباہ ہو جائے' اسی طرح ہر نبی کا ایک راز ہے اگر وہ اسے افشاں کر

---

۶۲۲ الشوریٰ-۱۱

دے تو اس کی نبوت ختم ہو جائے۔اسی طرح ہر عالم کا ایک راز ہے اگر وہ اسے ظاہر کر دے تو اس کا علم جاتا رہے مگر یہ عقیدہ غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کا نظم و نسق نا قابل زوال ہے' تباہی و بربادی کو اس میں کوئی دخل نہیں اگر اس فرقہ کے عقیدے کو درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ حکمت الٰہی کا بطلان ہے جو کہ کفر ہے' ان کے نزدیک کفار بھی روز قیامت اللہ کا دیدار کریں گے اور اللہ ان کا حساب لے گا۔ان کا دعویٰ ہے کہ ابلیس نے دوسری بار آدمؑ کو سجدہ کر لیا تھا حالانکہ قرآن مجید میں ان کی تکذیب ہے [ابلیس نے انکار کیا' تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا][۶۲۳] دوسری آیت میں ہے [مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا][۶۲۴] ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ابلیس جنت میں داخل نہیں ہوا حالانکہ قرآن ان کو جھٹلاتا ہے [جنت سے نکل جا (اے ابلیس!) بلاشبہ تو مردود ہے][۶۲۵] ان کا دعویٰ ہے کہ جبرئیلؑ اپنی اصلی جگہ پر موجود رہتے ہوئے نبیؐ کے پاس بھی آتے تھے۔ان کا خیال ہے کہ جب اللہ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تو موسیٰ میں کچھ غرور پیدا ہو گیا' اللہ نے وحی کی اے موسیٰ! تو خود پسند ہو گیا ہے! آنکھیں اٹھا کر دیکھ' موسیٰ نے نظر اٹھائی تو سامنے سو (۱۰۰) کوہ طور نظر آئے ہر کوہ طور پر ایک موسیٰ کھڑا تھا۔اہل روایت اور محدثین کے نزدیک ان کی یہ روایت سراسر باطل ہے جب کہ آپؐ نے اپنے اوپر بہتان لگانے والے کو عذاب کو وعید سنائی: ''جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''[۶۲۶]

ان کا یہ قول بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اطاعت کا ارادہ کرتا ہے معصیت کا نہیں' اللہ نے ان سے گناہوں کے اسباب کا ارادہ کیا ہے گناہوں کے افعال کا نہیں' یہ سب خرافات ہیں کیونکہ ارشادِ باری ہے [جس کے فتنے کا ارادہ اللہ کر لیں آپؐ اسے نہیں بچا سکتے][۶۲۷] نیز [اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ کفر نہ کرتے][۶۲۸] نیز [اگر اللہ چاہتا تو وہ لڑائی نہ کرتے][۶۲۹] ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ نبوت اور جبریلؑ کے نزول سے پہلے ہی آپؐ کو قرآن حفظ تھا' اس دعوے کی تردید قرآن مجید میں موجود ہے [(اے رسولؐ!) آپؐ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟][۶۳۰] نیز [آپؐ اس سے پہلے کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے][۶۳۱]

ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ قاری کی زبان سے اللہ ہی قرآن پڑھتا ہے اور جب لوگ کسی قاری سے قرآن سنتے ہیں تو

---

۶۲۳ البقرۃ-۳۴

۶۲۴ الاعراف-۱۱

۶۲۵ الحجر-۳۴

۶۲۶ بخاری (۱/۳۸) مسلم (۳) احمد (۱/۷۸)

۶۲۷ المائدۃ-۴۱

۶۲۸ الانعام-۱۱۲

۶۲۹ البقرۃ-۲۵۳

۶۳۰ الشوریٰ-۵۲ ۶۳۱ العنکبوت-۴۸

فی الحقیقت وہ اللہ سے قرآن سنتے ہیں حالانکہ یہ قول عقیدہ حلول تک لے جاتا ہے۔ اللہ اس عقیدے سے محفوظ رکھے' اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اللہ کبھی قرآن میں غلطی کرتا ہے اور کبھی تلفظ میں اور یہ صریح کفر ہے۔

ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش وغیر عرش ہر جگہ موجود ہے۔ قرآن مجید ان کی تردید کرتا ہے [رحمٰن عرش پر مستوی ہے][۶۳۲] اللہ نے اپنے عرش پر مستوی ہونے کا ذکر فرمایا ہے نہ کہ زمین پر' پہاڑوں پر یا حاملہ عورتوں کے پیٹوں پر وغیرہ۔

عقائد اور اصول کے متعلق یہ آخری بیان ہے جو بالاختصار پیش کیا گیا ہے درحقیقت ہم نے گمراہ فرقوں کے مذاہب مختلفہ میں سے ہر مذہب کے بطلان کی طرف اشارہ نہیں کیا اس لیے کہ کتاب ضخیم نہ ہو جائے' ہم نے صرف ان کے اقوال ذکر کر دیئے ہیں تا کہ ان کی شناخت ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مذاہب باطلہ اور ان کے معتقدین کے شر سے محفوظ فرمائے اور ہمیں دین اسلام' سنت اور فرقہ ناجیہ پر اپنی رحمت سے موت عطا فرمائے (آمین)

❁ ❁ ❁

---

۶۳۲ طٰہٰ-۵

باب - ۱۳

قرآن وحدیث سے وعظ ونصیحت کی چند مجالس

پہلی مجلس، تلاوت قرآن سے قبل تعوّذ: ❀ ❀ ارشاد باری تعالیٰ ہے:[جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود کی پناہ مانگ لیا کرو][۶۳۳] واضح رہے کہ یہ آیت سورۃ نحل سے ماخوذ ہے جو مکہ میں نازل ہوئی البتہ اس کی آخری تین آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں، اس کی ۱۲۸ آیات، ۱۸۴۱ کلمات اور ۷۷۰۹ حروف ہیں۔ مفسرین اس آیت کے شان نزول کے متعلق رقمطراز ہیں کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر میں سورۃ النجم اور واللیل کو جہراً تلاوت کیا جب آپ[أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ...... / آپ کا لات، عزیٰ اور تیسرے منات کے متعلق کیا خیال ہے][۶۳۴] آیت پر پہنچے تو آپ پر اونگھ طاری ہوگئی اور شیطان نے آپ کی آواز میں ہم آواز ہو کر یہ کلمات ملا دیئے، تلک الغرانیق العلا...... / یہ بلند شان والے بت ہیں جن کی شفاعت قابل امید ہے۔[۶۳۵] مشرک یہ کلمات سن کر بہت خوش ہوئے کیونکہ وہ بتوں کی شفاعت کے قائل تھے اور یہ دعویٰ کرتے تھے کہ یہ بت تو اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے[ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کی قربت سے نواز دیں گے][۶۳۶] مشرکین کا عقیدہ تھا کہ یہ بت معصوم اور پاک اجسام ہیں، ہر طرح کے گناہ سے منزّہ ہیں لہٰذا یہ بادشاہوں اور فرشتوں کی بنسبت عبادت کے لیے زیادہ موزوں ہیں کیونکہ بادشاہ اور فرشتے ذی روح ہونے کے بسبب گناہوں میں ملوث ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے بتوں کو غرانیق سے تشبیہ دی جس کی واحد غرنوق یا غرنیق ہے اس کے معنی نر پرندے کے ہیں کیونکہ پرندے فضا کی بلندیوں میں

---

۶۳۳ النحل۔ ۹۸

۶۳۴ النجم۔ ۱۹

۶۳۵ درمنثور ۴/ ۳۶۷۔ امام ابن کثیر اس واقعہ کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کی تمام سندیں منقطع اور مرسل ہیں، کوئی سند بھی مرفوعا نبیؐ سے ثابت نہیں (تفسیر ابن کثیر ۳/ ۲۶۸) البتہ سورۃ الحج کی آیت (۵۲) سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جب بھی اللہ کا کوئی رسول تلاوت کرتا تو شیطان اس کی تلاوت کو متغیر کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ شیطان کی تحریف کو باطل کر کے اپنے حکم کو مستحکم فرما دیتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی حفاظت فرمائی اور ان کی زبان سے کوئی شرکیہ جملہ ادا نہیں ہوا۔ انبیاء ورسل کی حفاظت، من جانب اللہ، ضرور ہوتی ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کو تلاوت قرآن سے پہلے ''تعوذ'' پڑھنے کا حکم دیا ہے اس لئے ہمیں بدرجہ اولیٰ تعوذ پڑھ کر تلاوت شروع کرنی چاہیے تا کہ ہم شیطانی وساوس اور حملوں سے محفوظ رہیں۔

۶۳۶ الزمر۔ ۳

پرواز کرتے ہیں۔ بعض کے نزدیک غرنوق ایک سفید آبی پرندہ ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا معنی نرگس ہے اور نازک اندام نوجوان کو بھی غرنوق کہا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے گویا میں قریش کے ایک غرنوق (نرم و نازک نوجوان) کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے خون میں لتھڑا پڑا ہے۔ مقاتل کے نزدیک غرنوق سے مراد فرشتے ہیں کیونکہ کفار کا ایک گروہ فرشتوں کا پجاری تھا۔

پس جب نبیؐ نے سورۃ النجم ختم فرمائی تو سجدہ ریز ہو گئے اور آپ کے ساتھ تمام حاضرین، مسلمان اور مشرکین نے بھی سجدہ کیا البتہ ولید بن مغیرہ جو بوڑھا آدمی تھا اس نے ایک مٹھی مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی سے لگا کر سجدہ کر لیا[۶۳۷] اور کہنے لگا کیا ہم اس طرح جھک جائیں جس طرح ام ایمن اور اس کی سہیلیاں جھکتی ہیں۔ ایمن آنحضرتؐ کے خادم تھے جو حنین کے دن شہید ہوئے۔ مذکورہ بالا شرکیہ کلمات ہر کافر کے دل میں گھر کر گئے حالانکہ یہ شیطان کی مسجع عبارت اور آزمائش تھی اس نے ان کلمات کو رسولؐ اللہ کی قرأت میں خلط ملط کر دیا۔ سب لوگوں کے سجدہ ریز ہونے پر فریقین (مسلمان اور مشرکین) کو تعجب ہوا، مسلمانوں کو اس وجہ سے کہ بغیر ایمان و یقین کے مشرکین نے سجدہ کر لیا، مشرکین کو اس وجہ سے خوشی ہوئی کہ محمدؐ نے اپنے اور اپنی قوم کے سابقہ دین کی طرف رجوع کر لیا ہے اور اپنے بتوں کی تعظیم کے لئے سجدہ ریز ہوئے ہیں۔ شیطان نے ان دونوں جملوں کو لوگوں میں پھیلا دیا حتی کہ حبشہ تک یہ خبر جا پہنچی۔ نبیؐ پر یہ بات بڑی گراں گزری۔ شام کو جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے میں ان دونوں جملوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، رب تعالیٰ نے یہ دونوں جملے نہیں اتارے نہ مجھے ان کی وحی کا حکم دیا ہے۔ نبیؐ پر جب یہ حقیقت آشکارا ہوئی تو آپؐ بہت دلبرداشتہ ہوئے اور فرمایا، کیا میں نے شیطان کا حکم مانا اس کا کلام اپنی زبان سے ادا کیا اور شیطان کے کلام کو اللہ کے کلام سے ملا دیا!؟ پھر اللہ تعالیٰ نے ان شیطانی جملوں کی تنسیخ فرما دی اور یہ آیت نازل فرمائی۔

[ہم نے آپؐ سے پہلے جو رسول اور نبی بھیجا اور اُس نے قرأت کی تو شیطان نے اس کی قرأت میں ضرور دخل دیا پھر اللہ تعالیٰ شیطانی کلموں کو مٹا دیتا اور اپنی آیتوں کو محکم بنا دیتا ہے اللہ بڑے علم والا اور زبردست حکمت والا ہے][۶۳۸] جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو شیطان کی مسجع عبارت اور اس کے فتنے سے بری کر دیا تو مشرک پھر اسی گمراہی اور عداوت پر لوٹ آئے پھر رسول اللہ کو اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم دیا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی [جب آپ قرآن کی تلاوت کا ارادہ کریں تو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیا کریں][۶۳۹] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب قرآن پڑھنے کا ارادہ ہو تو تعوذ پڑھ لیا جائے۔ رجیم کے معنی راندھا ہوا اور مردود کے ہیں، فرمایا: شیطان پر اعوذ باللہ سے زیادہ سخت کوئی چیز نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے [اہل ایمان اور اللہ پر توکل کرنے والوں پر شیطان قابو نہیں پا سکتا، اس کا تسلط تو صرف ان پر ہوتا ہے جن سے اس کی دوستی ہو

---

۶۳۷ سورت النجم کی آخری آیات کی تلاوت کے بعد نبی اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ مشرکین مکہ نے بھی سجدہ کیا اتنا واقعہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے۔ لیکن اسمیں بتوں کی تعریف و توصیف سے متعلقہ کوئی بات نہیں۔ دیکھیے بخاری ۶/۱۱۳-مسلم (۵۷۶) پیشانی پر مٹی لگانے والا امیہ بن خلف تھا جو جنگ بدر میں قتل ہوا۔

۶۳۸ الحج-۵۲ ۶۳۹ النحل-۹۸

پس وہ ان کو ان کے دین سے گمراہ کرتا ہے اور مشرکین پر بھی شیطان کا تسلط ہوتا ہے][۶۴۰]

تعوّذ کی لفظی تشریح: ۞ ۞ ''اعوذ'' پناہ چاہنے' حفاظت و حراست طلب کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ''معاذ'' پناہ کی جگہ کو کہتے ہیں' ''عاذبہ'' اس نے اس کی پناہ لی (فعل ماضی ہے) ''یعوذبہ'' وہ اس کی پناہ لیتا ہے (فعل مضارع ہے) ''عیاذا'' پناہ طلب کرنا (مصدر ہے) ''معاذ اللہ'' یعنی اللہ کی طرف رجوع کرنا اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ کہا جاتا ہے ''جس چیز کا مجھے خوف ہے اس سے میرے لیے یہ پناہ ہے' یہ مجھے بچانے والا اور مجھ سے فتنوں کو ہٹانے والا ہے۔ انسان اللہ سے پناہ مانگتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اسے شیطان کے شر سے محفوظ فرمائے۔ تعوذ بالقرآن کا معنی ہے قرآن سے شفا حاصل کرنا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ استعاذہ کا معنی ہے بچاؤ اختیار کرنا' اللہ تعالیٰ حضرت مریمؑ کی والدہ کی حکایت نقل فرماتے ہیں[اے میرے رب! میں اسے (مریمؑ کو) اور اس کی اولاد (عیسیٰؑ) کو شیطان مردود سے بچاؤ کے لئے تیری پناہ میں دیتی ہوں][۶۴۱]

شیطان کی لفظی تشریح: ۞ ۞ لفظ شیطان کا مادہ ''شطن'' ہے جس کے معنی ہیں لمبی طویل اور متحرک رسی۔ شطن بُعد و دوری کے لئے بھی مستعمل ہوا ہے یعنی شیطان خیر سے دور اور شر میں بڑا طویل اور متحرک ہے۔ بعض اوقات انسان کو بھی شیطان کہہ دیا جاتا ہے یعنی وہ (انسان) اپنے برے افعال میں مثل شیطان ہے اس طرح ہر بری چیز کو شیطان سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ لہٰذا کہا جاتا ہے ''اس کا چہرہ یا سر گویا شیطان کے چہرے یا سر کی طرح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے[اس (درخت) کی شاخیں شیطان کے سروں کی مانند ہیں][۶۴۲] یہاں شیطان کے سروں سے مراد مشہور شیطان ہی ہے۔ جب کہ بعض کے نزدیک اس سے مراد بڑے بڑے بدصورت سروں والے سانپ ہیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ رؤس الشیاطین ایک مشہور بوٹی ہے۔

رجیم کی لفظی تشریح: ۞ ۞ رجیم بمعنی مرجوم یعنی جسے لعنت کے پتھروں سے سنگسار کر دیا گیا اور اس کی بغاوت و معصیت اور آدمؑ کو سجدے سے انکار کی وجہ سے اسے درگاہ اقدس سے دور کر دیا گیا ہو بالآخر شیطان کو فرشتوں نے نیزوں سے چھلنی کر کے آسمان سے زمین پر پھینک دیا' پھر اس پر اور اس کی اولاد پر تا قیامت آتشین ستاروں (شہاب ثاقب) اور لعنتوں کے پتھروں کے ضربیں لگتی رہیں گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [ہم نے ان (تاروں) کو شیطانوں کے سنگسار کرنے کے لئے بنایا ہے][۶۴۳] شیطان کی حقیقت چونکہ شیطان اللہ سے دور ہے' ہر بھلائی سے دور جنت سے دور اور جہنم سے قریب ہے اس لئے اللہ عزوجل نے اپنے نبیؐ اور ان کی امت کو حکم دیا کہ وہ راندے ہوئے شیطان' جو اللہ کی رحمت سے کوسوں دور ہے' کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے رہیں تا کہ وہ جہنم سے دور' جنت کے قریب اور جزا و سزا کے مالک کی رحمت کے امیدوار بن جائیں۔ گویا اللہ تعالیٰ مخاطب ہیں کہ اے میرے بندے! شیطان مجھ سے دور ہے تو مجھ سے قریب ہے لہٰذا ہر حال میں حسنِ ادب ملحوظ خاطر رکھ تا کہ شیطان تجھ پر تسلط نہ پا سکے اور تجھ پر اس کا

---

۶۴۰ النحل ۹۹-۱۰۰

۶۴۱ آل عمران-۳۶

۶۴۲ الصافات-۶۵ ۶۴۳ الملک-۵

کوئی داؤ پیچ کارگر نہ ہو سکے'' حسن ادب'' یہ ہے کہ احکام الٰہیہ پر عمل کیا جائے' منہیات سے گریز کیا جائے' اپنی جان و مال' اولاد اور تمام مخلوق میں رضائے الٰہی کو مدنظر رکھا جائے' اگر انسان ان تمام باتوں پر پابندی اور دوام کے ساتھ عمل پیرا ہو کر جم جائے تو اسے شیطانی وساوس' آزمائشیں' نفس کے برے اور خوفناک خیالات' قبر کے دباؤ اور عذاب' قیامت کی ہولناکیوں اور شدتوں سے' جہنم کے دکھوں' تکلیفوں اور عذابوں سے نجات مل جائے گی اور اسے اللہ کے قرب میں جنت الماویٰ کے اندر' انبیاء' اصدقاء' شہدا اور صلحاء کی رفاقت نصیب ہو جائے گی جو بہترین رفاقت ہے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کی دائمی لازوال نعمتیں میسر آ جائیں گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ [بلاشبہ میرے (خاص) بندوں پر تیرا تسلط کارگر نہیں ہو سکتا][۶۴۴] جب کسی بندے پر عبادت الٰہی کا تمغہ ہو تو کمزور' خسیس اور حقیر شیطان اس پر غلبہ نہیں پا سکتا' نہ جلوت میں نہ خلوت میں' نہ خیالات پر نہ دل پر' نہ خواہشات پر' نہ اعصاب پر اگر وہ ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر اس کے پاس پہنچ جائے تو اس بندے مومن کو آواز آئے گی کہ جو شخص خواہشات نفس کو ترک کر دیتا ہے' حق پر گامزن ہو کر ہدایت پاتا ہے اسے ہم یہی مقام عطا کر دیتے ہیں' اسی شخص کے بارے میں فرشتے جھگڑتے ہیں' عالم ملکوت میں اسے ''عظیم'' کے لقب سے پکارا جاتا ہے اور ایسے ہی بندے پر عرش بریں پر شہنشاہ اعظم جل وعلیٰ۔ جو عرش پر مستوی ہے۔ فخر کرتے ہوئے اپنے کلام قدیم سے جو شیطانی مسجع سے پاک ہے اور بوقت قرأت تعوذ کے قلعہ میں محفوظ ہے' فرماتے ہیں [ایسا اس لیے ہے تا کہ ہم برائی اور بے حیائی کو اس (پاک بندے) سے دور کر دیں اس لیے کہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے][۶۴۵]

چونکہ اس کے پاس جلوت و خلوت میں خوف خدا اور تقویٰ کا ہتھیار موجود ہے لہٰذا شیطان مردود سے' اس کی باطل دعوت کو پس پشت پھینک کر بچ نکلنا مومن کی شان کے عین مطابق ہے کیونکہ اس شیطان سے محفوظ رہنے کا خود باری تعالیٰ نے حکم دیا ہے [یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا تم بھی اس سے دشمنی رکھو][۶۴۶] [اس نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے' کیا تم پھر بھی عقل نہیں رکھتے][۶۴۷] غرض یہ کہ شیطان کی پیروی ہر بدبختی اور مصیبت کی جڑ (بنیاد) ہے اور شیطان کی مخالفت میں ہی خوش بختی' ہدایت' راحت اور دائمی جنت کا حصول ہے۔

تعوذ کے فوائد: ❀ ❀ اعوذ باللہ پڑھنے کے پانچ فائدے ہیں (۱) دین پر استقامت (۲) شیطان ملعون کی شرارتوں اور فتنوں سے حفاظت (۳) اللہ کے مضبوط حفاظتی قلع میں دخول (۴) انبیاء' اصدقاء' شہداء اور صلحاء کی رفاقت (۵) ارض و سما کے مالک کا تعاون' جیسا کہ بعض کتب سابقہ میں مذکور ہے کہ جب شیطان مردود نے کہا کہ [میں تیرے بندوں کو آگے' پیچھے اور دائیں بائیں سے آ کر گمراہ کروں گا][۶۴۸] تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مجھے میری عزت اور جاہ و جلال کی قسم میں انہیں تعوذ کا حکم دوں گا اور جو شخص تعوذ پڑھ لے گا میں اسے تیری گمراہی سے بچا رکھوں گا' دائیں جانب سے ہدایت فرما کر' بائیں جانب سے اعانت فرما کر' پیچھے سے

---

۶۴۴ الحجر-۴۲ ۶۴۵ یوسف-۲۴
۶۴۶ فاطر-۶ ۶۴۷ یٰس-۶۲
۶۴۸ الاعراف-۱۷

حفاظت فرما کر اور آگے سے نصرت فرما کر حتی کہ اے ملعون! تیرا وساوس کا حملہ انہیں نقصان نہ پہنچائے گا۔ بعض احادیث میں اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے روزانہ ایک مرتبہ اللہ کی پناہ مانگ لی تو اللہ تعالیٰ اس دن اس کی حفاظت فرمائے گا"[۶۴۹] مزید ارشاد فرمایا: تعوذ کے ساتھ اپنے اوپر گناہوں کا دروازہ بند کر لو اور بسم اللہ کے ساتھ اپنے لیے اطاعتوں کا دروازہ کھول لو۔[۶۵۰] منقول ہے کہ ابلیس روزانہ ۳۶۰ لشکر اہل ایمان کو گمراہ کرنے کے لئے روانہ کرتا ہے اور تعوذ پڑھنے والے کے دل پر اللہ تعالیٰ ۳۶۰ مرتبہ رحمت کی نظر ڈالتے ہیں، ہر نگاہ سے شیطان کا ایک لشکر تباہ ہو جاتا ہے حتی کہ اس کے ۳۶۰ لشکر فنا ہو کر رہ جاتے ہیں۔

شیطان جن چیزوں سے ڈرتا ہے: ۞ ۞ وہ تعوذ ہے یا عارفین باللہ کے دلوں کے نور معرفت کی شعاع ہے، اگر تم عارفین کی فہرست میں نہیں تو متقین کے استعاذہ سے استفادہ کرو تا آنکہ تم عارفین کے درجہ پر فائز ہو جاؤ اور جب اس درجہ پر پہنچ جاؤ گے تو تمہارے دل کی نورانی شعاع شیطان کی کمر توڑ ڈالے گی، اس کے لشکر کو پسپا کر دے گی، اس کی بہار تاراج کر دے گی، تمہاری ذات میں جو اس کا لشکر کارفرما ہے اس کا قلع قمع کر دے گی اور بسا اوقات آپ اپنے بھائیوں اور عقیدت مندوں کے نگہبان بن جائیں جیسا کہ نبیؐ نے عمر فاروقؓ کے متعلق ارشاد فرمایا: "عمرؓ! شیطان تمہارے سائے سے بھی دور بھاگتا ہے۔"[۶۵۱] نیز فرمایا "جس وادی سے عمرؓ گزرتا ہے شیطان اس وادی سے دوسری وادی کو راہ فرار اختیار کر لیتا ہے"[۶۵۲] کہا جاتا ہے کہ شیطان عمرؓ کو دیکھ کر بدحواس ہو کر گر پڑتا ہے۔ شیطان جب کسی بندے میں اپنی عداوت اور مخالفت کو جھانک لیتا ہے اور اس میں اپنی دعوت کی مخالفت دیکھ لیتا ہے تو اس سے مایوس ہو کر چھوڑ دیتا ہے اور دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے لیکن خفیہ طور پر اس کی تاک میں رہتا ہے لہٰذا انسان کو سچائی کا دامن مضبوطی سے تھامتے ہوئے شیطان کے حملوں سے ہوشیار رہنا چاہیے اور پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے اس لیے کہ شیطان کے سوراخ نہایت باریک ہیں اور اس کی عداوت بہت قدیم ہے وہ موقع پا کر انسان کے گوشت پوست میں خون کی طرح رواں دواں ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ بڑھاپے میں یہ دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ! میں زنا اور قتل سے تیری پناہ چاہتا ہوں، ان سے پوچھا گیا کہ یہ عمر اور زنا و قتل کا خوف! فرمایا خوف کیوں نہ ہو شیطان تو زندہ ہے۔

شیطان سے بچاؤ کی تدابیر: ۞ شیطان سے جنگ کرنے اور اسے دفع دور کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار کلمہ توحید اور ذکر اللہ ہے جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جس نے اس کلمہ کا اقرار کیا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو کر عذاب سے محفوظ ہو گیا۔"[۶۵۳] نبیؐ نے فرمایا: "جس شخص نے کلمہ توحید کا اقرار سچے دل سے کر لیا وہ جنت میں داخل

---

۶۴۹ اس سے ملتی جلتی روایت مجمع الزوائد (۱۷۱۶۹) ابو یعلیٰ (۴۱۱۴) میں ہے۔ البتہ اس کی سند میں ضعف ہے۔

۶۵۰ یہ روایت مجھے نہیں ملی۔ (واللہ اعلم)

۶۵۱ کنز العمال (۳۲۷۶۴)

۶۵۲ جامع المسانید ۲/۲۸۶

۶۵۳ الاتحاف ۳/۱۴۶-ابن عساکر ۲/۸۲

ہوگا۔"[۶۵۴] شیطان ذریعہ عذاب ہے اس لیے جب کوئی اخلاص دل سے کلمہ شہادت کا اقرار کر لیتا ہے اور اس کے اوامر ونواہی کے واجبات اور تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو شیطان اس کی یہ ایمانی حالت دیکھ کر دور بھاگتا ہے اور اس کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرتا جس طرح فوجی اپنی ڈھال سے دشمن کے اسلحہ سے بچاؤ کرتا ہے اسی طرح انسان اللہ کے ذکر سے شیطانی حملے سے دفاع کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا "شیطان ہلاک ہو جائے" آپؐ نے فرمایا یوں نہ کہو کیونکہ اس سے شیطان لعین اپنے آپ کو عظیم سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم میں نے تم پر غلبہ پا لیا ہے۔ اس لئے تم بسم اللہ پڑھ لیا کرو کیونکہ اس سے شیطان ذلیل وحقیر ہوتے ہوتے چیونٹی کے برابر ہو جاتا ہے۔[۶۵۵]

شیطان سے مقابلہ کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ کے فضل ورحمت کے سوا دنیا والوں سے کسی قسم کا طمع ولالچ نہ ہو، ان کے مال واولاد کی تعریفیں، خوشامدیں نہ کی جائیں، ان کی جمعیت، مال کی کثرت، تحفے تحائف کی طرف رغبت نہ کی جائے کیونکہ دنیا اور اہل دنیا سب شیطان کا لشکر ہے، دنیا میں انسان اپنے مال اور بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہٰذا انسان کو ان سے امیدیں منقطع کرتے ہوئے صرف اللہ پر توکل وبھروسہ کر لینا چاہیے، اپنے معاملات اور حالات میں اسی کی طرف رجوع کرے، حرام اور مشتبہ چیزوں سے بھی گریز کرے، مخلوق کا احسان قبول نہ کرے، دنیاوی حلال اور مباح چیزیں بھی کم از کم استعمال کرے، خواہش نفس اور حرص وطمع سے کھانا نہ کھائے، اس لکڑہارے کی طرح کمائی نہ کرے جو بلا تحقیق وامتیاز رات کے اندھیرے میں لکڑیاں چنتا ہے، جسے یہ فکر دامن گیر نہ ہو کہ اس کا کھانا حلال ہے یا حرام تو اللہ بھی اس کی فکر نہیں کرتے کہ اسے جہنم کے کس دروازے سے پھینکا جائے لہٰذا ہر انسان کو مذکورہ باتوں کا خیال رکھتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہو جانا چاہیے تاکہ شیطان اس سے ناامید ہو جائے اور یہ اللہ کی رحمت سے شیطان سے محفوظ جائے، ورنہ شیطان اس کے دل اور سینے پر قبضہ جما لے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [جو رحمٰن کے ذکر سے غفلت کرتا ہے ہم اس کے لئے شیطان کو ساتھی بنا کر مسلط کر دیتے ہیں][۶۵۶] لہٰذا شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے کبھی نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے، کبھی باطل خواہشات میں مبتلا کر دیتا ہے، کبھی فرائض کی بجا آوری، اعمال صالحہ، سنن وواجبات عبادات واطاعات کی ادائیگی میں دخل انداز ہوتا ہے، بالآخر انسان شیطان کا شکار ہو کر دنیا وآخرت تباہ کر بیٹھتا ہے اور کبھی کبھار آخری عمر میں اس کا ایمان بھی چھین لیتا ہے اور وہ روز قیامت فرعون، ہامان اور قارون کے ساتھ دائمی جہنمی بن جاتا ہے۔ ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں کہ شیطان ہمارا ایمان چھین سکے یا ہم ظاہر وباطن میں اس کی پیروی کرنے لگیں (آمین)

<u>شیطان کے انڈے بچے:</u> ❁ ❁ مقاتل نے زہری اور عروہ کے سند سے حضرت عائشہؓ سے روایت[۶۵۷] بیان کی کہ ایک شام

---

۶۵۴ طبرانی ۵/۲۲۳ ۔ مجمع الزوائد ۱/ ۱۷

۶۵۵ مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۳۱-۱۳۲

۶۵۶ (الزخرف-۳۶)

۶۵۷ اس روایت کی سند میں مقاتل بن سلیمان بن کثیر خراسانی محدثین کے نزدیک سخت ضعیف راوی ہے۔

صحابہ کرامؓ نبیؐ کو ملنے آئے جن میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، سلمانؓ اور عمار بن یاسرؓ شامل تھے۔ نبیؐ باہر تشریف لائے دریں حالت بخار کی وجہ سے آپ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرات موتیوں کی طرح چمک رہے تھے آپؐ نے پیشانی مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرمایا ''اللہ کی لعنت ہو ملعون پر'' تین مرتبہ یہ جملہ دہرا کر اپنا سر مبارک جھکا لیا' حضرت علیؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' اس وقت آپ نے کس پر لعنت فرمائی ہے؟ آپؐ نے فرمایا' دشمن خدا ابلیس خبیث پر جس نے اپنی دم اپنی دبر میں داخل کر کے سات انڈے دیئے اور ان سے سات بچے پیدا ہوئے جو اولاد آدمؑ کو گمراہ کرنے پر مسلط ہوئے ہیں' ایک کا نام ''مدحش'' ہے جسے علماء پر مسلط کیا گیا جو ان میں خواہشات نفس پیدا کرتا ہے۔ دوسرا ''حدیث'' ہے جو نمازیوں پر مامور ہے' ان کو نماز سے غافل کر کے لہو لعب میں مشغول کرتا ہے' ان پر جمائی اور اونگھ طاری کرتا ہے حتیٰ کہ وہ سو جاتا ہے اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ آپ تو سو گئے تھے تو وہ کہتا ہے نہیں' میں تو نہیں سویا اور بلا وضو نماز پڑھ لیتا ہے' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں بعض کو ان کی نماز کا آدھا ثواب بھی نہیں ملتا' نہ چوتھائی اور نہ دہائی ثواب ہی ملتا ہے بلکہ ان پر گناہ ثواب سے زیادہ ہوتا ہے۔ تیسرے کا نام ''زلبنون'' ہے جو بازاروں میں تاجروں پر مسلط کیا گیا ہے یہ انہیں کم ماپ تول پر' تجارت میں جھوٹ بولنے پر' سودے کو مزین کرنے اور جھوٹی تعریف کرنے پر حرص پیدا کرتا ہے تاکہ تاجر اپنا مال فروخت کر سکے۔ چوتھے کا نام ''بتر'' ہے جو لوگوں کو نوحہ کرانے' گریبان پھاڑنے' منہ پیٹنے اور اپنے آپ کو طرح طرح کے طعنے دینے پر مامور ہے تاکہ مصیبت کے اجر و ثواب کو ضائع کر دے۔ پانچواں ''منشوط'' ہے جو لوگوں کو دروغ گوئی' چغل خوری' طعن و تشنیع اور نکتہ چینی پر ابھار کر گناہ گار بناتا ہے۔ چھٹے کا نام ''واسم'' ہے جو مرد و زن کی شرمگاہوں میں پھونک مارتا ہے تاکہ وہ باہم زنا کاری کے مرتکب ہوں۔ ساتویں کا نام ''اعور'' ہے جو چوری ڈاکے پر مامور ہے چور سے کہتا ہے کہ چوری تیرے فاقے دور کر دے گی' تیرا قرض اتار دے گی' ستر پوشی بھی ہو جائے گی پھر اللہ سے توبہ کر لینا۔ لہٰذا مسلمان کو کسی حال میں بھی شیطان کے حملوں سے غافل اور بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔

حدیث نبویؐ ہے: ''وضو پر ایک شیطان مقرر ہے جس کا نام ''ولھان'' ہے تم اس سے اللہ کی پناہ مانگو۔[۶۵۸] ایک اور حدیث میں آپؐ ارشاد فرماتے ہیں: ''صفوں میں اچھی طرح باہم مل کر کھڑے ہوا کرو مبادا کہ شیطان بکری کے بچے کی طرح تمہارے درمیان رخنہ نہ ڈالے۔''[۶۵۹] ابوعبیدہ رقمطراز ہیں کہ جذف حجاز کی چھوٹی چھوٹی بکریوں کو کہتے ہیں ان کو نقد بھی کہا جاتا ہے ان کی دُمیں اور کان نہیں ہوتے۔ یہ یمن کے شہر جرمش سے برآمد کی جاتی ہیں۔ حضرت عثمان بن عاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! شیطان میرے اور میری نماز اور قرأت میں خلل ڈالتا ہے' آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ ''خنزب'' ہے لہٰذا جب تمہیں اس کا احساس پیدا ہو تو اللہ سے پناہ مانگ کر اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھتھکار دو' صحابی فرماتے ہیں کہ پھر میں نے ایسا ہی کیا نتیجۃً اسے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دور ہٹا دیا۔[۶۶۰] نبیؐ کی ایک مشہور حدیث میں ہے کہ تم میں سے ہر کسی کے ساتھ شیطان مقرر ہے' صحابہ نے

---

۶۵۸ بیہقی ۱/ ۱۹۷- العلل المتناهیة ۱/ ۳۴۶

۶۵۹ الحاکم ۱/ ۲۱۷ — ۶۶۰ مسلم (۵۷۳۸) احمد ۴/ ۲۱۶

عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپ کے ساتھ بھی؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غالب فرما دیا ہے اور وہ میرا مطیع ہو گیا ہے۔'' [۶۶۱]

ایک اور حدیث میں آپؐ یوں ارشاد فرماتے ہیں: تم میں سے ہر کسی کے ساتھ ایک جن مقرر ہے' کہا گیا یا رسول اللہؐ! آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس کے مقابلے میں میری اعانت فرما دی ہے اور وہ میرا مطیع ہو گیا لہٰذا وہ مجھے صرف خیر کا ہی حکم کرتا ہے۔'' [۶۶۲] کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس پر لعنت فرمائی تو اس کی شیطان بیوی کو اس کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا جس طرح حضرت حواؑ کو آدمؑ سے پیدا فرمایا۔ پھر اس عورت سے شیطان نے جماع کیا تو اس نے اکتیس (۳۱) انڈے دیئے انہیں ۳۱ انڈوں سے اس کی ساری نسل کی افزائش ہوئی اور وہ اس کثرت سے پھیلی کہ بحر و بر میں چھا گئی۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ ہر انڈے سے دس دس ہزار شیطان نر اور مادہ پیدا ہوئے جنھوں نے تمام پہاڑوں' جزیروں' ویرانوں' جنگلوں' دریاؤں' ریگستانوں' بیابانوں' چشموں' چوراہوں' حماموں' پاخانوں' لیٹرینوں' جنگ و جدل کے میدانوں' قرنا پھونکنے کے میدانوں' قبرستانوں' گھروں' کوٹھیوں' دیہاتیوں کے خیموں غرض یہ کہ تمام جگہوں کو بھر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [کیا تم شیطان اور اس کی اولاد کو میرے خلاف دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں' ظالموں کے لئے کس قدر بدترین بدل ہے] [۶۶۳] ہائے افسوس ایسے لوگوں پر جو عبادت الٰہی کی بجائے اطاعت شیطان کو اختیار کرتے ہیں یقیناً انہی کے ساتھ یہ بھی جہنم میں جائیں گے اگر انہوں نے توبہ نہ کی' نصیحت قبول نہ کی' اپنے نفس کی رہائی اور خلاصی کی کوشش نہ کی' برے دوست احباب' شیطانی لشکر کو ترک نہ کیا لہٰذا انہیں چاہیے کہ اللہ کی طرف پلٹ آئیں' اس کی اطاعت و عبادت کو اختیار کر لیں' علماء و عرفاء کی مجالس کو اختیار کریں جو احکام خداوندی پر عمل پیرا ہیں' اللہ کی طرف بلانے والے' اس کی رضا چاہنے والے' اس کے فضل کی امید رکھنے والے اور اس کے قہر و جبر سے ڈرنے والے ہیں' اس کی پکڑ سے خوف زدہ رہنے والے ہیں' دنیا سے بے رغبت اور آخرت سے سچی رغبت رکھنے والے ہیں' راتوں کو قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے ہیں' گذشتہ اعمال سیۂ پر ندامت کرنے والے اور آئندہ کے لئے اعمال صالحہ کا عزم مصمم کرنے والے ہیں' تمام گناہوں خطاؤں سے توبہ کرنے والے' خالق کائنات پر توکل کرنے والے' دن رات کی گھڑیوں میں عبادات کرنے والے ہیں' یہی لوگ طوقوں' زنجیروں' مصیبتوں' جہنم کی ہولناکیوں سے محفوظ رہنے والے ہیں اس لئے کہ انہوں نے شیطان کی زور و شور سے مخالفت کی اور رحمٰن کی خلوت و جلوت میں پورے شد و مد سے اطاعت کی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال صالحہ کے مطابق پورے پورے انعام و اکرام سے نوازے گا جیسا کہ اس نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا [لہٰذا اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے محفوظ فرمائے گا' انہیں خوشحالی اور مسرتوں سے نوازے گا' ان کے صبر کی وجہ سے انہیں جنتوں اور ریشم سے نوازے گا] [۶۶۴] نیز ارشاد باری

---

۶۶۱ مسلم (۷۱۰۸) احمد ۱/ ۳۸۵ - دلائل النبوۃ ۷/ ۱۰۱

۶۶۲ ایضاً ۶۶۳ الکہف - ۵

۶۶۴ الدھر - ۱۱' ۱۲

تعالیٰ ہے [یقیناً متقی لوگ جنتوں اور نہروں میں ہوں گے اور صاحب اقتدار بادشاہ کے پاس صدق کے مقام پر ہوں گے][۶۶۵]
ارشاد باری تعالیٰ ہے [جو کوئی اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لئے دو جنتیں ہیں][۶۶۶]
اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں جو متقی ہونے کے بعد امتحان و آزمائش میں مبتلا کئے جاتے ہیں [بے شک متقی لوگوں کے دلوں میں جب کبھی شیطان وسوسے ڈالتا ہے تو وہ اللہ کی یاد کرتے ہیں اور انہیں حقیقی بصارت نصیب ہو جاتی ہے][۶۶۷] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کا زنگ دور ہوتا ہے' غفلت نام کو نہیں رہتی' تمام بے چینیاں اور پریشانیاں اللہ کے ذکر سے دور ہٹ جاتی ہیں لہٰذا اللہ کا ذکر تقویٰ کی کنجی ہے اور تقویٰ آخرت کا دروازہ ہے جس طرح خواہشات اور نفس پرستی دنیا کا دروازہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [جو کچھ قرآن میں ہے اس کا تذکرہ کرو تا کہ تم متقی بن جاؤ][۶۶۸]
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات سے باخبر کر دیا کہ انسان ذکر اللہ اور یاد الٰہی سے متقی بن جاتا ہے۔

انسان کے مؤکل: ❁ ❁ انسان کے دل میں دو قسم کے خیالات ابھرتے ہیں نیک خیالات جو فرشتے کی طرف سے ہوتے ہیں اور قبول حق کا جذبہ پیدا کرتے ہیں' برے خیالات جو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور یہ حق کی تکذیب اور برائی کی ترغیب پیدا کرتے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن مسعودؓ سے اسی طرح منقول ہے اور حسن بصریؒ کا قول ہے کہ یہ دو قسم کے خطرات ہوتے ہیں جو انسانی دل میں جاگزیں ہوتے ہیں ایک خطرہ اللہ کی طرف سے جب کہ دوسرا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو دلی خطرات پر توجہ کرتا ہے کہ اگر یہ من جانب اللہ ہے تو اسے پورا کرے اور اگر ابلیس کی طرف سے ہے تو اس کے خلاف مجاہدہ کرے۔ [مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ / وسوسہ ڈالنے والے اور چھپ جانے والے کی برائی سے][۶۶۹]
اس آیت کی تفسیر میں مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ وسوسہ انسان کے دل پر پھیلتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وسوسہ ڈالنے والا خناس پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اگر انسان ذکر اللہ سے پہلو تہی کرتا ہے تو وہ دل پر اچھی طرح چھا جاتا ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ یہ شیطانی خنزیر ہے جو انسان کے دل میں لٹک جاتا ہے اور خون کی طرح اس کے جسم میں گردش کرتا ہے اور اسے یہ طاقت اللہ نے تفویض کر رکھی ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے [جو لوگوں کے سینوں میں وسواس پیدا کرتا ہے][۶۷۰] جب کوئی ذکر اللہ سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان اس کے دل میں وسوسہ اندازی کرتا ہے حتیٰ کہ خناس شیطان اس کا دل نگل لیتا ہے اور اگر وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان اس کے دل سے دور جا چھپتا ہے اور اس کے جسم سے نکل جاتا ہے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ وسوسہ ڈالنے والے شیطان کا محل مرد کا دل اور آنکھیں ہیں جب کہ عورت کی آنکھوں اور سرین پر اس شیطان کا ٹھکانہ ہے۔

القاہائے قلب: ❁ ❁ انسان کے دل میں چھ قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں (۱) نفسانی (۲) شیطانی (۳) روحانی (۴) ملکی

---

۶۶۵ القمر-۵۵،۵۴ ۶۶۶ الرحمٰن-۴۶
۶۶۷ الاعراف-۲۰۱ ۶۶۸ البقرۃ-۶۳
۶۶۹ الناس-۴ ۶۷۰ (الناس-۵)

(۵) عقلی اور (۶) یقینی۔ القائے نفس انسان کو خواہشات کے حصول' جائز و ناجائز رجحانات کی پیروی پر آمادہ کرتا ہے۔ شیطانی القاء اور خیال انسان کو کفر و شرک پر تیار کرتا ہے' وعدہ خداوندی پر جھوٹا ہونے کا بہتان باندھنے' شکوہ کرنے' اعمال میں گناہ کرنے' توبہ میں تاخیر کرنے اور دنیا و آخرت کو تباہ کرنے والے امور پر راغب ہونے کا مشورہ دیتا ہے لہٰذا یہ دونوں قسم کے خیالات لائق مذمت اور قابل ملامت ہونے کے باوجود عام مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔

روحانی اور ملکی القاء حق کی طرف' اطاعت باری تعالیٰ کی طرف اور ایسے امور کی طرف رغبت دلاتے ہیں جن میں دین و دنیا کی سعادتیں مضمر ہیں اور علم شرعی کے عین موافق ہیں لہٰذا یہ دونوں طرح کے خیالات قابل تعریف ہیں جو خاص الخاص مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔

عقلی خیالات کبھی شیطانی اور نفسانی خیالات کی طرف آمادہ کرتے ہیں اور کبھی روحانی اور ملکی خیالات کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت سے ہیں جن سے تخلیق کائنات کا استحکام وابستہ ہے تاکہ عقل صحت' مشاہدہ اور نیک و بد کی تمیز کے ساتھ خیر یا شر کا انتخاب کیا جائے تاکہ اعمال کے نتائج ثواب و عذاب پر مرتب ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم کو اپنے احکامات کے اجراء اور اپنی مشیت کے نفاذ کا محل (مکلف) بنایا ہے اس طرح عقل کو خیر و شر کا معیار بنایا ہے' عقل خیر و شر کو خزانہ جسم میں لے کر داخل ہوتی ہے' عقل اور جسم دونوں مکلف ہیں' تبدیلی احوال کا مرجع ہیں اور انعامات کی لذت و ثواب یا گناہوں پر عذاب کی تعیین کے ذرائع ہیں۔

القائے یقینی ایمان کی روح اور علم و یقین کا محل ہے جو من جانب اللہ پیدا ہوتا ہے اور یہ اولیاء اللہ کے لیے مخصوص ہے جنہیں یقین کامل حاصل ہے اور اصدقاء' شہداء اور ابدال کے لئے بھی جن سے صرف حق کا ظہور ہوتا ہے جو اگرچہ نہایت مخفی اور لطیف ہوتا ہے' اس کا صدور علم لدنی' اخبار بالغیب اور اسرار الامور کے ساتھ ہوتا ہے۔[۶۷۱]

یہ مقام اللہ کے محبوب اور مخصوص بندوں کو ہی مل سکتا ہے' جو اللہ ہی کے لئے لب کشائی کرتے ہیں' اپنے ظاہری امور سے غائب رہتے ہیں' جن کی فرائض و سنن مؤکدہ کے علاوہ ظاہری عبادتیں باطنی عبادتوں میں بدل گئیں ہیں' یہ لوگ ہر وقت اپنی باطنی کیفیات کی اصلاح میں مشغول رہتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ظاہری تربیت کی کفالت اپنے ذمہ لے رکھی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے [میرا ولی اور کارساز تو وہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہی نیکوں کا دوست ہے][۶۷۲] یعنی اللہ ان کا دوست ہے اور ان کے لئے کافی ہے' اللہ نے ان کے دل اسرار غیب کے مطالعے میں مشغول کر رکھے ہیں اور اپنے قرب کے جلوؤں

---

۶۷۱ مؤمن کے دل میں اللہ کی طرف سے بعض اوقات اچھے خیالات پیدا ہوتے ہیں جنہیں الہام کہا جاتا ہے یا کبھی اچھے خواب کے ذریعے راہنمائی ہو جاتی ہے اور یہ چیز خشیت الٰہی اور تقویٰ کے ساتھ ساتھ اللہ کے خاص فضل و کرم سے ودیعت ہوتی ہے لیکن اس میں نہ کسی ''علم غیب''، ''علم اسرار'' وغیرہ کا دخل ہے نہ ہی اس کی بنیاد مخصوص ''چلہ کشی'' وغیرہ پر ہے بلکہ اسلام ان چیزوں کی نفی کرتا ہے۔

۶۷۲ الاعراف-۱۹۶

سے انہیں جلا بخشی ہے' انہیں اپنے ساتھ گفتگو کے لئے چن لیا ہے' انہیں اپنی انس و محبت کے لئے مخصوص کر لیا ہے' انہیں اللہ کے پاس ہی سکون راحت اور اطمینان نصیب ہوتا ہے' ہر دن ان کے علم و معرفت' نور اور قرب محبوب و معبود میں اضافہ ہوتا ہے' انہیں ایسی ایسی نعمتیں میسر ہیں جنہیں فنا نہیں' ایسی ایسی لذتیں حاصل ہیں جنہیں انقطاع نہیں' انہیں ایسا سرور حاصل ہے جسے زوال نہیں' پھر جب دنیا میں ان کی موت کا وقت مقررہ آ پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا سے بہترین طریقے سے انتقال دیتا ہے جس طرح دلہن ایک تنگ و تاریک کمرے سے فراخ' روشن' اعلیٰ اور مزین گھر میں منتقل کی جاتی ہے سو ان لوگوں کے لئے تو دنیا بھی بمنزلہ جنت ہے اور آخرت میں تو ان کی آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہی ٹھنڈک ہے کیونکہ وہ بلا حجاب' آڑ' پاسبان' رکاوٹ' منت و احسان' ظلم و ضرر اور بلا انقطاع و بلا اختتام اپنے معزز محبوب کا دیدار کریں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [بلاشبہ متقی لوگ جنتوں اور نہروں میں ہوں گے اور اقتدار والے بادشاہ کے پاس مقام صدق پر فائز ہوں گے][۶۷۳] نیز ارشاد الٰہی ہے [جن لوگوں نے نیک عمل سر انجام دیئے ان کے لئے نیک صلہ اور کچھ "زیادہ" بھی ہے][۶۷۴] یعنی جن لوگوں نے دنیا میں حسن عبادت کا حق ادا کر کے رب تعالیٰ کو راضی کر لیا اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں عبادتوں کا بدلہ جنت اور انعام و اکرام کی شکل میں دے گا' انہوں نے اللہ کی رضاء جوئی کے لئے اپنے دل پاک کر لئے تھے اور صرف اللہ کی عبادت کی تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ انہیں دار البقاء (جنت) میں دیدار کی مزید نعمت سے نوازے گا اور مزید احسان یہ کہ انہیں دیدار الٰہی کی دائمی نعمت میسر ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی روشن کتاب میں اہل دانش کو اس کی خبر دی ہے۔

نفس اور روح: ❀❀ نفس اور روح دو خانے ہیں جہاں شیطان اور فرشتہ القاء کرتا ہے' فرشتہ دل میں تقویٰ کا القاء کرتا ہے جب کہ شیطان فسق و فجور کا القاء کر کے اعضاء سے عمل گناہ کا مطالبہ کرتا ہے۔ انسانی بدن میں عقل اور خواہش کے دو مقام ہیں۔ یہ دونوں ایک حاکم یعنی (دل) کے اشارے پر متحرک ہوتے ہیں دل یا تو نیک کام کا حکم دیتا ہے یا گمراہی کی طرف اشارہ کرتا ہے' دل میں دو روشن نور ہیں یعنی علم اور ایمان۔ یہ تمام دل کے آلے ہیں اور دل ان کے درمیان مثل بادشاہ کے ہے یہ سب اس کے لشکری ہیں جو اس کے پاس آتے ہیں جس طرح ایک روشن آئینہ ہو جس کے اردگرد یہ آلات ہوں اور جب جب دل ان کی طرف نظر کرے تو سب دل میں منعکس ہو جائیں۔

اللہ سے مکروہات کی پناہ مانگنا: ❀❀ میں عرش اور کرسی کے رب سے گمراہ شیطان' برے خیالات' نفسانی خطرات' جن و انس کے فتنوں کی پناہ مانگتا ہوں اور ریاکاری' نفاق' تکبر' بڑائی' شرک اور بری عادات سے بھی جو دل میں پیدا ہوں' ہر اس شہوت و لذت سے بھی جو نفس کو تباہ کرنے والی ہے۔ بدعتوں' گمراہیوں اور ان خواہشات سے جو جہنم کی آگ کی جسم پر مسلط کرنے والی ہیں' ہر اس قول و فعل اور فکر سے بھی جو عرشی دلوں کی طرف سے میرے دل کے لئے حجاب بن جائے' گمراہ کن خواہشات کی اتباع سے' نفسانی جذبات سے' اخلاق رزیلہ سے' خبیث و سرکش شیطان سے اس بادشاہ کی پناہ مانگتا ہوں جو قابل

---

۶۷۳ القمر۔۵۴٬۵۵

۶۷۴ یونس۔۲۶

تعریف اور قابل تعظیم ہے' میں اللہ کی اطاعت سے غافل ہو جانے سے محبت کرنے والے رب کی پناہ چاہتا ہوں کیونکہ وہ میری رگ و جان سے بھی میرے زیادہ قریب ہے۔ میں اس وقت کے قہر الٰہی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جب وہ اپنے گناہ گار بندوں پر غضبناک ہوتا ہے' میں اس کی سخت پکڑ کے وقت جب کہ وہ اپنی سرکش مخلوق کو سزا دے گا' اس کی ہیبت سے پناہ مانگتا ہوں' میں اپنے پوشیدہ گناہوں کے ظاہر ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں' میں بحر و بر میں گناہ کرنے' اصل و فرع کو بھول جانے' تکبر' نخوت' فخر' ترک عبادت' ترک اطاعت' ترک خیر' سستی اور تاخیر' جھوٹی قسم' قسم کے توڑنے' بری موت' ہر بھلائی سے تہی دامن ہونے اور موت کے وقت برے خیالات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

شیطان سے مجاہدہ: ❁ ❁ شیطان سے باطنی جہاد ہے جو دل اور ایمان کی طاقت سے کیا جاتا ہے جب آپ شیطان سے جہاد کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی پشت پناہی کرے گا اور وہ عدل پسند بادشاہ آپ کا سہارا بنے گا اور آپ دیدار الٰہی کے امیدواروں میں سے ہوں گے۔ کافروں سے ظاہری جہاد ہے جو تلوار اور نیزے سے کیا جاتا ہے اس میں بھی مالک الملک ہی آپ کا مددگار ہے اور اسی پر امید کر کے آپ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ کفار سے ظاہری جہاد میں شہید ہو جائیں تو آپ کا صلہ دائمی دار البقاء (جنت) ہے اور اگر آپ شیطان سے باطنی جہاد میں تادم موت مخالفت کرتے ہوئے مارے جائیں یعنی طبعی موت ہی فوت ہو گئے تو آپ کی جزا رب العالمین کا دیدار ہے۔ اگر آپ کو کافر قتل کر دیں تو آپ شہید ہیں اور اگر شیطان نے اپنی اطاعت د فرمانبرداری کروا کر آپ کو مار ڈالا تو آپ کو شہنشاہ جبار راندہ درگاہ کر دے گا لہٰذا جہاد کفار کی تو ایک حد ہے لیکن جہاد بالنفس اور جہاد بالشیطٰن کی کوئی حد نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: [اور اپنے رب کی عبادت کرو حتی کہ تمہیں یقین (موت) آ جائے] [۶۷۵] نیز فرمایا [پھر وہ اور تمام گمراہ اوندھے منہ جہنم میں ڈالے جائیں گے اور ابلیس کا تمام لشکر بھی] [۶۷۶] نبیؐ نے غزوہ تبوک سے واپسی پر ارشاد فرمایا: ''ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ آئے ہیں۔'' [۶۷۷] آپؐ نے اس سے مراد شیطان' نفس اور خواہش کے خلاف جہاد لیا ہے کیونکہ یہ جہاد دائمی اور مستقل ہے' اس کی مدت مرتے دم تک ہے اور اس میں برے خاتمے کا بھی خدشہ رہتا ہے۔

دوسری مجلس

اِنّہ من سلیمان و انّہ بِسمِ اللّٰہِ الرّحمٰنِ الرّحیم.

بلاشبہ یہ (خط) سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے' (شروع کیا جاتا ہے)۔'' یہ سورۃ نمل کی آیت نمبر ۳ ہے' یہ سورۃ مکی ہے اس میں ترانوے (۹۳) آیات ہیں' ۱۱۴۹ الفاظ اور ۴۷۹۹ حروف ہیں۔

---

۶۷۵ الحجر-۹۹

۶۷۶ الشعراء-۹۴'۹۵

۶۷۷ تاریخ بغداد (۱۳/۴۹۳) وسندہ ضعیف

(اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ) حضرت سلیمانؑ بن داوٗدؑ۔ ان انبیاء پر' ہمارے نبیؐ پر' تمام انبیاء پر' اہل ایمان پر' صلحاء پر اور مقرب فرشتوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ بیت المقدس سے یمن جا رہے تھے کہ جب آپ چیونٹیوں کی وادی سے گزرے تو اس وادی میں آپ کے لشکر کو پیاس محسوس ہوئی اور انہوں نے آپ سے پانی کا مطالبہ کیا اس وقت آپ نے ہدہد کو طلب کیا کہ وہ پانی کا سراغ لگائے اور اس سفر میں صرف ایک ہی ہدہد تھا جس کی تفتیش کرتے ہوئے آپ نے پرندوں کے امیر سارس سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو سارس نے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ مجھ سے اجازت لے کر نہیں گیا۔ حضرت سلیمانؑ ہدہد سے پانی کی جگہ معلوم کیا کرتے تھے اور جس جگہ پانی ہوتا ہدہد وہاں اپنی چونچ رکھ کر بتا دیا کرتا تھا کہ زمین میں پانی کتنا گہرا ہے انسانی قد برابر یا ایک فرسخ۔ اس علم میں صرف ہدہد ہی خاص مہارت رکھتا تھا۔ جب اس سے پانی کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ فضا میں اڑ کر پانی کی جگہ معلوم کرتا پھر اس جگہ اتر کر اپنی چونچ رکھ دیتا اور لوگوں کو پانی کی جگہ معلوم ہو جاتی تھی پھر حضرت سلیمانؑ کے حکم سے جنات فوراً اس جگہ کنواں کھود دیتے تھے اور پانی نکال لیتے تھے' جنات حوض' تالاب اور گڑھے تیار کر دیتے جنہیں پانی سے بھر لیا جاتا پھر ان حوضوں اور پانی کے بھرے ہوئے برتنوں سے تمام جن وانس اور حیوانات سیر ہو کر پانی پیتے اور دوبارہ کوچ کیا جاتا' لہٰذا جب حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کو غائب پایا تو طیش میں آ کر فرمانے لگے کہ میں اسے انتہائی سخت سزا دوں گا یعنی اس کے پر نوچ دوں گا تا کہ وہ دوسرے پرندوں کے ساتھ پورا ایک سال اڑنے کے قابل نہ رہے یا اسے ذبح کر دوں گا پھر آپ نے استثنائی صورت یہ بتائی کہ یا وہ کوئی واضح عذر پیش کرے۔ حضرت سلیمانؑ کا دستور تھا کہ جب کسی پرندے کو سخت سزا دیتے تو اس کے پر نوچ کر اسے لنڈورا کر چھوڑ تے تھے۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ ہدہد سامنے آ گیا اسے کہا گیا کہ حضرت سلیمانؑ نے تیرے لئے سزا کا حکم جاری کر دیا ہے' پوچھنے لگا سزا میں کوئی استثنائی صورت بھی ہے؟ بتایا گیا' ہاں! ہدہد حضرت سلیمانؑ کے سامنے جا کھڑا ہوا اور نہایت ادب سے سجدہ ریز ہو گیا اور کہا آپ کی سلطنت قائم و دائم رہے اور اللہ آپ کی عمر دراز کرے اس کے بعد چونچ سے زمین کریدنے لگا اور اپنے سر سے اشارہ کر کے حضرت سلیمانؑ سے کہنے لگا [مجھے ایسی چیز کا علم ہوا ہے جس کا آپ کو علم نہیں][۶۷۸] یعنی میں آپ کے پاس ایک ایسی خبر لایا ہوں جس کی اطلاع آپ کو جن وانس میں سے کسی نے نہیں دی اور آپ سے خیر خواہی نہیں کی میں آپ کے پاس سبا سے ایک یقینی اور عجیب خبر لایا ہوں۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا' وہ خبر کیا ہے؟ کہنے لگا: میں نے ایک عورت جو لوگوں کی ملکہ ہے اور جسے بلقیس بنت ابی سرح حمیر یہ کہا جاتا ہے' اور اسے ہر نعمت سے نوازا گیا ہے یعنی اسے شہر یمن اور اس کے گرد ونواح میں علم واقتدار' مال و دولت' فوج اور ہر طرح کے گھوڑے میسر ہیں' اللہ تعالیٰ نے اسے تمام شاہی ساز وسامان سے نواز رکھا ہے اور اس کا ایک بہت بڑا خوبصورت تخت بھی ہے جو تیس (۳۰) گز یا اسی (۸۰) گز بلند اور اسی (۸۰) گز چوڑا ہے جس میں انواع واقسام کے جواہرات اور قیمتی موتی بالترتیب پیوست ہیں میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی ساری قوم سورج پرست ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں' شیطان نے ان کے عمل ان کے لئے مزین کر دیئے ہیں' انہیں صراط مستقیم سے گمراہ کر دیا ہے اور وہ اسلام کو نہیں پہچانتے۔ یہ لوگ اللہ کو سجدہ

۶۷۸؎ النمل۔۲۲

کیوں نہیں کرتے جو پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرنے والا ہے خواہ وہ آسمان میں ہوں یا زمین میں اور وہ اس چیز سے بھی مطلع ہے جو لوگ چھپاتے ہیں یا ظاہر کرتے ہیں (اپنی زبانوں سے) اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے کہا فی الوقت تو پانی تلاش کر پھر ہم تیری بات پر غور و فکر کریں گے کہ تو اپنی بات میں سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ جب ہدہد نے پانی بتا دیا اور لوگ سیر ہو گئے تو حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کو بلایا اور ایک خط لکھ کر اس پر اپنی مہر ثبت کر کے ہدہد کو تھماتے ہوئے کہا' میرا یہ خط لے جا اور اہل سبا پر ڈال دے پھر میرے پاس آجا اور ان کے جواب کا انتظار کر کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں اور خط یوں تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

''یہ خط سلیمانؑ ابن داؤدؑ کی طرف سے ہے! میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرے حکم سے سرتابی نہ کرو بلکہ فرمانبردار ہو کر میرے پاس آجاؤ میری اطاعت کو اپنی کسر نفسی نہ سمجھو اور مجھ سے مصالحت کرلو اگر تم جنات سے ہو تو تم پر میری خدمت اور غلامی فرض ہے اور اگر تم انسانوں میں سے ہو تو پھر بھی تم پر میرا حکم ماننا فرض ہے۔''

ہدہد یہ خط لے کر بوقت دوپہر بلقیس کے محل میں جا پہنچا' بلقیس اپنے محل میں سو رہی تھی' محل کے تمام دروازے بند تھے' کوئی اس کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا' پہرے دار محل کے اردگرد پہرہ دے رہے تھے' اس کی قوم کے بارہ ہزار جوان جنگجو تھے' ان بارہ ہزار میں سے ہر ایک لاکھ لاکھ فوج کا کمانڈر تھا' عورتیں اور بچے ان کے علاوہ تھے۔ ہفتہ میں ایک دن قوم کے معاملات اور ملکی مہمات کا فیصلہ کرنے کے لئے بلقیس باہر نکلتی تھی' اس کا تخت جو سونے کے چار ستونوں پر مشتمل تھا ایسی جگہ پر رکھ دیا جاتا کہ وہ اس پر بیٹھ کر ہر کسی کو دیکھ سکے اور اسے کوئی نہ دیکھ سکے' جب کوئی ضرورت مند ملکہ کے سامنے ضرورت یا حاجت پیش کرنے کا ارادہ کرتا تو اس کے سامنے عاجزی سے گردن جھکا لیتا' اسے دیکھے بغیر سجدہ ریز ہو جاتا اور جب تک ملکہ سر اٹھانے کی اجازت نہ دیتی وہ سر نہ اٹھاتا تھا' جب ملکہ تمام معاملات اور مہمات ملکی سے فارغ ہو جاتی تو اپنے محل میں واپس چلی جاتی اور پھر ہفتہ بھر کوئی اسے دیکھ نہ سکتا' ملکہ کا ملک بہت بڑا تھا۔

ہدہد جب خط لے کر محل کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ تمام دروازے بند ہیں چاروں طرف پہرے دار ہیں' محل کے اطراف میں راستہ ڈھونڈنے کے لئے گردش کرنے لگا آخر کار ایک روشن دان کے ذریعے ملکہ تک جا پہنچا۔ ہدہد نے دیکھا کہ ملکہ تیس گز اونچے تخت پر چت لیٹی سو رہی ہے اور صرف اس کی شرمگاہ ایک کپڑے سے ڈھانپی ہوئی ہے اور وہ ایسے ہی برہنہ سویا کرتی تھی' ہدہد نے خط اس کے پہلو میں تخت پر رکھ دیا اور خود روشندان میں بیٹھ کر اس کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا کہ بیدار ہو کر خط پڑھ لے لیکن وہ دیر تک انتظار کرتا ہے مگر ملکہ بیدار نہیں ہوتی تو بالآخر اسے آ کر اپنی چونچ سے ٹھونگ مارتا ہے' ملکہ بیدار ہوتی ہے تو اسے پاس پڑا خط ملتا ہے وہ خط اٹھاتی ہے اور آنکھیں مل کر اسے کھول کر پڑھنے لگتی ہے اور سوچتی ہے کہ یہ خط مجھ تک کیسے پہنچا' حالانکہ دروازے بند ہیں؟

باہر آ کر دیکھتی ہے تو محل کے چاروں اطراف پہرے دار موجود ہیں' پوچھتی ہے کیا تم نے کسی کو میرے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے' پہرے داروں نے کہا دروازے جوں کے توں بند ہیں اور ہم ڈیوٹی پر موجود ہیں بھلا کوئی اندر جانے کی جرأت کیسے کر سکتا ہے؟ ملکہ پڑھی لکھی عورت تھی اس نے خط کھول کر پڑھا تو اس میں سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحریر تھا۔ خط پڑھ کر اس نے قوم کے ارباب حل وعقد کو جمع کیا اور انہیں بتایا کہ مجھے ایک معزز خط موصول ہوا ہے یعنی ایک شاہی مکتوب سر بمہر ملا ہے جسے سلیمانؑ نے بھیجا ہے اور بسم اللہ سے شروع کر کے لکھا ہے کہ مجھ پر سرکشی کیے بغیر مسلمان بن کر آ جاؤ'' پھر ملکہ نے کہا اے سرداروں! مجھے اس قضیے میں مشورہ دو کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے کیونکہ میں تمہارے مشورے کے بغیر قطعی فیصلہ نہیں کرتی۔ سرداروں نے کہا' ہمارے پاس فوجی طاقت کافی ہے' ہم جنگجو جوان ہیں' جنگ' فوج اور اکثریت کے بل بوتے پر دشمن ہم پر کبھی غالب نہیں آیا' ویسے آپ اپنے کام کے نشیب وفراز سے خوب واقف ہیں لہٰذا آپ جو حکم فرمائیں گی ہم بدل و جان اسے بجا لائیں گے' سرداروں نے ملکہ کو از راہ ادب و تعظیم ایسا جواب دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [اور اختیار آپ کا ہے آپ اپنے حکم میں اچھی طرح غور وفکر کر لیں][۶۷۹]

لہٰذا ہم حکم کی تعمیل کریں گے' بالآخر ملکہ نے کمال دانش مندی سے یہ کہا: بادشاہوں کی عادت ہے کہ جب وہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے ویران کر کے معزز ین شہر کو ذلیل وخوار کر چھوڑتے ہیں' فاتح سلاطین لوگوں کا مال و دولت لوٹ لیتے ہیں' ان کے جوان قتل کر دیتے ہیں' ان کی اولاد کو قیدی بنا لیتے ہیں پھر ملکہ کہتی ہے: میں سلیمانؑ کے پاس تحفے بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ تحائف لے جانے والے ان کے پاس سے کیا جواب لاتے ہیں اور کیا خبر پہنچاتے ہیں؟ راوی کا بیان ہے کہ پھر ملکہ نے بارہ غلاموں کا انتخاب کیا جن میں زنانہ پن نمایاں تھا' ان کے ہاتھوں پر مہندی لگوائی' بالوں میں کنگھی کروائی اور انہیں زنانہ لباس سے آراستہ کیا اور انہیں ملکہ نے نصیحت کی کہ جب ان سے سلیمانؑ سوالات کی نشست کرے تو وہ اس طرح جواب دیں جس طرح عورتیں جواب دیتی ہیں' پھر ملکہ نے بارہ لڑکیاں چنیں جن میں مردانہ علامات تھیں' مردوں کی طرح سخت اعضاء تھے' ان کے سروں کے بال مردوں کی طرح بنوا کر انہیں مردانہ لباس پہنائے گئے' مردانہ جوتیاں پہنا دیں اور انہیں نصیحت کر دی کہ مردوں کی طرح بلا جھجک درست جواب دینا۔ عود' مشک' عنبر اور ریشم طباقوں میں سجایا گیا' بہت زیادہ دودھ والی عربی نسل کی اونٹنیاں' دو خرمہرے (منکے) جن میں ایک پیچدار سوراخ والا اور دوسرا بے سوراخ تھا اور ایک خالی پیالہ بھیجا' ان تمام تحائف کے ساتھ ایک عورت کو بھی سلیمانؑ کی خدمت میں بھیجا اور اسے تاکید کر دی کہ سلیمانؑ کی ہر بات' ہر معاملہ اچھی طرح نوٹ کر لائے اور سب کو یہ ہدایت کی کہ دربار سلیمان میں باادب کھڑے رہیں جب تک بیٹھنے کی اجازت نہ ملے کوئی نہ بیٹھے' اگر وہ جبار بادشاہ ہے تو بیٹھنے کا حکم نہیں دے گا اور پھر تو میں انہیں مال و دولت کے لالچ سے راضی کر لوں گی تاکہ وہ ہم پر حملہ آور نہ ہو اور اگر وہ نیک صاحب علم وفہم ہوگا تو ضرور بیٹھنے کا حکم دے گا۔

ملکہ نے جاسوس عورت کو تاکید کی کہ وہ سلیمانؑ سے کہے کہ سوراخ والے منکے میں کسی جن وانس کے مدد کے بغیر دھاگہ پرو

---

۶۷۹ النمل۔۳۳

دیں اور بے سوراخ منکے میں جن وانس اور لوہے کی مدد کے بغیر سوراخ کر دیں' غلاموں اور لونڈیوں کو الگ الگ کر دیں' پیالہ کو ایسی میٹھی جھاگ والے پانی سے بھر دیں جو آسمان کا ہو نہ زمین کا اور ہزار علمی سوالات پر مشتمل خط کا جواب طلب کیا۔ ملکہ کے قاصد تحائف لے کر سلیمانؑ کے پاس جا پہنچے اور تحائف آپ کی خدمت میں رکھ کر کھڑے ہو گئے بیٹھے نہیں' حضرت سلیمانؑ نے ان تحائف کو دیکھ کر قدم بڑھایا نہ ہاتھ' نہ انہیں حقیر و کمتر خیال کیا نہ ان پر مسرت کا اظہار کیا' قاصدوں نے آپ کی طرف سے کسی ایسی بات کا مشاہدہ نہ کیا جس سے انہیں تحائف کی قبولیت یا عدم قبولیت کا اندازہ ہوتا پھر حضرت سلیمانؑ نے اپنا سر اٹھا کر قاصدوں کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ زمین و آسمان اللہ کے ہیں' اس نے آسمان کو بلند فرمایا' زمین کو بچھایا لہٰذا جو چاہے کھڑا رہے اور جو چاہے بیٹھ جائے'' یعنی آپ نے انہیں بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پھر ملکہ کی نمائندہ خصوصی عورت نے دونوں منکے (خرمہرے) حضرت سلیمانؑ کے سامنے پیش کئے اور کہا: جن وانس کے تعاون کے بغیر سوراخ والے منکے میں دھاگہ پرو دیجئے اور بے سوراخ مہرے میں لوہے یا جن وانس کے تعاون کے بغیر سوراخ کر دیجئے' پھر خالی پیالہ پیش کر کے عرض کی ملکہ صاحبہ کی استدعا ہے کہ اس پیالے کو ایسے جھاگ دار پانی سے لبریز فرما دیں جو نہ آسمانی ہو نہ زمینی پھر غلاموں اور باندیوں کو پیش کر کے مطالبہ کیا کہ ان سے عورتوں اور مردوں کی چھانٹی فرما دیں۔

حضرت سلیمانؑ نے اپنی مملکت کے افراد جمع فرمائے اور سوراخ والا مہرہ لے کر فرمایا' کون اس میں دھاگہ ڈالے گا؟ یہ حکم سن کر کھجور میں رہنے والے سرخ رنگ کے ایک کیڑے نے عرض کیا اے عالی مقام! میں آپ کی یہ خدمت بجا لاتا ہوں بشرطیکہ میری روزی کھجور میں مقرر رہے' آپ نے اس کی عرضداشت منظور فرمائی۔ راوی کہتا ہے کہ کیڑے کے سر سے دھاگہ لپیٹ دیا گیا اور وہ منکے میں داخل ہو کر دوسری جانب سے باہر نکل آیا چنانچہ اس خدمت کے عوض اس کی روزی کھجور میں ہی مقرر ہوئی۔ پھر آپ نے دوسرا مہرہ پکڑ کر فرمایا: کون ہے جو اسے لوہے کی مدد کے بغیر سوراخ دار بنا دے؟ یہ سن کر دیمک نے کہا بادشاہ سلامت؟ یہ خدمت میرے سپرد کیجئے اور میری روزی لکڑی میں مقرر کر دیجئے۔

اس کی درخواست منظور ہوئی اور اس نے مہرے میں سوراخ شروع کیا اور ایک جانب سے دوسری جانب تک جا پہنچا چنانچہ حسب وعدہ اس کی روزی لکڑی میں مقرر کی گئی۔ پھر آپ نے اپنے عربی النسل گھوڑے طلب فرمائے اور ان کی دوڑ لگوا کر انہیں پسینے سے شرابور کر دیا اور اس پسینے سے پیالہ بھر لیا گیا یہی وہ جھاگ دار میٹھا پانی تھا جو زمینی تھا نہ آسمانی۔

پھر آپ نے پانی منگوا کر غلاموں اور باندیوں سے وضو کروایا تاکہ لونڈی غلام میں فرق نمایاں کیا جائے چنانچہ باندیوں نے پہلے بائیں ہتھیلی سے پانی لے کر بائیں بازو دھوئے پھر دائیں ہتھیلی میں پانی لے کر دائیں بازو دھوئے اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ لڑکیاں ہیں اور انہیں علیحدہ کر دیا گیا پھر غلاموں کو پانی دیا گیا جو لڑکیوں (باندیوں) کے روپ میں تھے انہوں نے پہلے دایاں ہاتھ دھویا پھر بایاں جس سے معلوم ہو گیا کہ یہ لڑکے (غلام) ہیں ان کو بھی الگ کر دیا گیا جو کہ تعداد میں کل بارہ' بارہ تھے۔

پھر حضرت سلیمانؑ نے ایک ہزار سوالات کے جوابات تحریر فرمائے اور ملکہ سبا کی طرف معہ قاصدوں کے تمام تحائف لوٹا دیئے

اور امیر وفد عورت کو کہا: کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو (سنو!) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ (نبوت وسلطنت) مجھے عطا فرمایا ہے وہ تمہارے اموال سے بہت بہتر ہے جب کہ تم اپنے تحائف پر فخر کر رہے ہو۔

پھر آپ نے ایک اور خط لکھ کر ہدہد کو بھیجا اور کہا [جا ان کے پاس (اور انہیں بتا دے) کہ ہم ضرور ان پر ایک ایسی فوج کے ساتھ حملہ آور ہوں گے کہ جن کا کوئی مد مقابل نہیں اور ہم ان لوگوں کو ذلیل وخوار کر کے (ملک سبا سے) نکال باہر کریں گے اور یقیناً وہ ذلیل وخوار ہی ہوں گے][۶۸۰] جب دوسری مرتبہ ہدہد خط لے کر ملکہ کے پاس پہنچا' ملکہ نے اسے پڑھا دریں اثناء قاصدوں کا قافلہ بھی لوٹ آیا جنہوں نے حضرت سلیمانؑ کے' آنکھوں دیکھے حالات اور تمام جوابات ملکہ کو من وعن پہنچا دیئے' تب ملکہ نے کہا کہ یہ حکم ہم پر آسمان سے نازل ہوا ہے جس کی مخالفت مناسب نہیں نہ ہی اس کی مخالفت کی ہم میں کچھ طاقت ہے پھر ملکہ اپنے تخت کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کو سات کمروں میں بند کروا کے پہرے دار مقرر کر دیئے اور حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں روانہ ہوگئی۔

ادھر ہدہد نے فوراً حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع پہنچا دی کہ ملکہ سبا آپ سے ملنے تشریف لا رہی ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے مملکت کے اہل حل وعقد سرداروں کو مجتمع کر کے فرمایا کہ کوئی ہے جو اس ملکہ کے فرمان پذیری کی حیثیت سے پہنچنے سے پہلے ہی اس کا تخت میرے پاس لے آئے کیونکہ بعداز صلح تخت پر قبضہ جائز نہیں' ایک بہت بڑے عمود نامی ہیکل دیو نے کہا: میں آپ کی مجلس برخاست ہونے سے پہلے ہی اسے آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں' مجلس دوپہر تک جاری رہتی تھی' میں تخت لانے میں طاقت ور بھی ہوں اور امانت دار بھی جو سونا' چاندی' ہیرے جواہرات اس میں نصب ہیں ان میں خیانت نہیں کروں گا اور حضرت سلیمانؑ سے کہنے لگا'' آپ تو آگاہ ہیں کہ میرا ایک قدم تا حد نگاہ ہوتا ہے۔'' لیکن حضرت سلیمانؑ نے کہا میں تو اس سے بھی کم وقت میں تخت منگوانا چاہتا ہوں' یہ سن کر ایک شخص جسے کتاب اللہ کا علم تھا یعنی وہ اسم اعظم یاحیّ / یاقیّوم سے باخبر تھا' نے کہا' میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں' اپنے ارادے کی طرف لوٹتا ہوں' اپنے رب کی کتاب میں دیکھتا ہوں اور آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے ہی تخت کو حاضر خدمت کر دیتا ہوں' اس کا نام آصف بن برخیا بن شعیا تھا' اس کی والدہ کا نام باطورا تھا اور یہ شخص بنی اسرائیلی تھا چونکہ وہ اسم اعظم جانتا تھا اس لئے حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اگر تم یہ خدمت سرانجام دو تو یقیناً میں غالب ہوں اگر نہ دے سکے تو مجھے جن وانس کے سامنے رسوا کر دو گے۔ آصف کھڑا ہوا' وضو کر کے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گیا اور اسم اعظم یاحیّ / یاقیّوم کے ساتھ دعا مانگنا شروع کر دی' حضرت علیؓ بن ابی طالب کا قول ہے کہ یہ ایسا اسم اعظم ہے جب اس کے توسط سے دعا مانگی جائے تو قبول ہوتی ہے' جب سوال کیا جائے تو عطا کیا جاتا ہے اور یہ اسم اعظم [یا ذاالجلال والاکرام / اے بزرگ و برتر ذات] ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ (آصف کی دعا کے ساتھ ہی) تخت بلقیس زیر زمین غائب ہو کر سلیمانؑ کی کرسی کے پاس سے نمودار ہوا' ایک روایت میں اس طرح ہے کہ تخت اس کرسی کے نیچے نمودار ہوا جس پر حضرت سلیمانؑ تخت نشینی کے وقت اپنے پاؤں رکھتے تھے جب تخت حاضر ہو گیا تو

---

۶۸۰ النمل۔ ۳۷

جنات نے حضرت سلیمانؑ سے کہا ''آصف تخت لانے کی طاقت تو رکھتا ہے مگر بلقیس کو لانے کی اس میں سکت نہیں'' آصف نے کہا: (حکم ہو تو) میں ملکہ بلقیس کو بھی حاضر کر سکتا ہوں۔

راوی کا کہنا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے حکم سے ایک شیش محل پانی کے اوپر تیار کیا گیا اور اس پانی میں مچھلیاں چھوڑ دی گئیں' شیشے کی صفائی اور شفافیت کی وجہ سے فرش کے اوپر سے پانی میں مچھلیاں صاف دکھائی دیتی تھیں پھر آپ کے حکم سے آپ کی بڑی کرسی محل کے عین وسط میں رکھ دی گئیں جس کے گرداگرد دوسرے امراء اور رؤسا کی کرسیاں لگی تھیں۔ آپ ان سب کی معیت میں بیٹھ گئے آپ کے ساتھ متصل کرسیوں پر انسان تھے ان کے بعد جن تھے اور پھر ان کے بعد شیاطین تھے' سفر و حضر میں آپ اپنے مصاحبین کے ساتھ اسی طرح کرسیوں پر بیٹھا کرتے تھے اور ہوا کو حکم دیتے تو وہ سب کو اٹھا کر فضا میں لے جاتی اور جب زمین پر چلنے کا قصد ہوتا تو ہوا سب کو آپ کے حکم کے تحت زمین پر لے آتی۔

حضرت سلیمانؑ کا ایسا شاہی دربار منعقد ہوا کرتا تھا جیسا کہ آج کل بادشاہوں کا دربار ہوتا ہے' جب حاضرین دربار میں جمع ہو گئے تو آپ نے آصف کو حکم دیا (کہ بلقیس کو بھی حاضر کر دے) اور آپ دوبارہ سجدہ ریز ہو کر اسم اعظم یاحی یاقیوم کے ساتھ دعا کرنے لگا کہ اچانک بلقیس سامنے آموجود ہوئیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسم اعظم کا ورد کرنے والا آصف نہیں بلکہ ضبہّ بن آدتھا جو آپ کے اصطبل کا نگران تھا جب کہ بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت خضرؑ تھے۔ جب سلیمانؑ نے اپنے سامنے بلقیس کو دیکھا تو فرمایا یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس کے انعامات اور عطیہ حکومت پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا اپنے ماتحت کے علم کو دیکھ کر جو علم میں مجھ سے افضل ہے اس نعمت کی ناشکری کرتا ہوں پھر آپ نے اللہ کا شکر ادا کرنے کا عزم کر لیا اور فرمایا: ''جو کوئی اللہ کا شکر بجالائے اس نے اپنے نفس کو فائدہ پہنچایا اور جس نے نعمت کی ناشکری کی اس سے میرا رب بے نیاز اور معزز ہے۔'' (النمل: ۴۰)

یعنی سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ الغرض جب جنات نے یہ صورت حال دیکھی تو حضرت سلیمانؑ کے سامنے بلقیس کی نکتہ چینی اور عیب جوئی کی تاکہ آپ اس سے متنفر ہو جائیں انہیں یہ خدشہ لاحق تھا کہ آپ بلقیس سے شادی کر لیں گے اور بلقیس آپ کو جنات کے حالات سے آگاہ کر دے گی اور وہ جنات کے احوال اس لئے جانتی ہے کہ اس کی والدہ عمیرہ بنت عمرو یا رواحۃ بنت سکن جنات کی ملکہ تھی اس لئے انہوں نے کہا بلقیس تو ناقص العقل ہے' اس کے پاؤں گدھے کے سموں کی طرح ہیں حقیقت بھی یہ تھی کہ بلقیس کے پاؤں کج تھے اور اس کی پنڈلیوں پر بال تھے۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے عقل و فہم کا امتحان لینا چاہا اور ان کے پاؤں بھی دیکھنے چاہے' جس کی تدبیر یہ کی کہ شیش محل کے نیچے پانی بھروا دیا اور اس میں مینڈک اور مچھلیاں چھوڑ دیں' بلقیس کی عقل و دانش کو جانچنے کے لئے اس کے تخت میں بھی کچھ تبدیلیاں کر دیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اس (ملکہ) کے تخت میں کچھ تبدیلیاں کر دو][۶۸۱] جب بلقیس محل میں پہنچی تو اس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو جاؤ بلقیس نے محل میں نظر دوڑائی تو اسے ہر

---

۶۸۱ النمل۔۴۱

طرف پانی کا گمان ہوا اور وہ سمجھی کہ شاید مجھے غرق آب کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے سوچنے لگی موت کا کوئی اور طریقہ استعمال کیا جاتا تو بہتر تھا بالآخر آگے بڑھنے کے لئے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تو ان کی دونوں پنڈلیوں پر بال نظر آئے جب کہ بلقیس کا باقی جسم نہایت خوبصورت تھا جو عیوب اس کی طرف منسوب کئے گئے تھے وہ سب جھوٹ تھے' کسی نے کہا یہ تو شیش محل ہے جس میں گرد و غبار کا کوئی نشان نہیں' ایسے ہے جیسے امرد جس کے رخساروں پر بال نہیں' اس کی چھت' زمین اور دیواریں سب شیشے سے تیار کی گئیں ہیں۔ بلقیس حضرت سلیمانؑ تک پہنچ گئیں آپؑ اس کے پنڈلیوں کے بال دیکھ چکے تھے جو آپ کو بھلے لگے تھے' جب بلقیس سلیمانؑ کے پاس پہنچی تو وہ بار بار تخت کو دیکھنے لگی' اس سے دریافت کیا گیا کیا آپ کا تخت بھی ایسا ہی تھا اس نے تخت کو دیکھا بھالا کہیں سے اپنا تخت معلوم ہوتا تھا کہیں سے نہیں' دل میں سوچنے لگی بھلا میرا تخت یہاں کیسے؟ وہ تو سات کمروں میں پہرے داروں کی نگرانی میں موجود ہے لہٰذا کوئی قطعی جواب دیئے بغیر یہ کہنے لگیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ وہی ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا ہمیں پہلے ہی خبر دے دی گئی ہے اور ہم پہلے ہی اللہ کے مطیع بن چکے ہیں' بلقیس کہنے لگی۔

میں نے تو اپنے آپ پر ظلم کیا ہے یعنی میں نے سلیمانؑ کے بارے میں بدگمانی رکھی کہ وہ مجھے غرق آب کرنا چاہتے ہیں یا یہ معنی ہے کہ میں نے سورج پرستی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اب میں سلیمانؑ کے ساتھ رب العالمین کی خاص عبادت بجالاؤں گی یعنی میں مسلمان ہوتی ہوں۔ حضرت سلیمانؑ نے اسے غیر اللہ کی عبادت سے روک لیا اگرچہ وہ کافرہ تھی اور اب مسلمان ہو چکی تھی پھر حضرت سلیمانؑ نے اس سے نکاح کر لیا' اس کے پنڈلیوں کے بال صاف کرنے کے لئے چونے کا طلا تیار کروایا اور دونوں نے اسے استعمال کیا اس لئے حضرت سلیمانؑ چونے کے طلا کے موجد ہوئے۔ پھر دونوں نے آپس میں تبادلۂ خیالات کیا پھر سلیمانؑ نے بلقیس سے مباشرت کی اور وہ حاملہ ہو گئیں پھر ان کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام داؤد رکھا گیا جو آپ کی زندگی میں یہ فوت ہو گیا اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت سلیمانؑ کی وفات ہو گئی پھر ایک ماہ بعد بلقیس کا بھی انتقال ہو گیا' ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ملک شام میں ایک علاقہ بلقیس کو نواز دیا تھا جس کی آمدن بلقیس کو تادم موت ملتی رہی اور اس سے وہ اپنی گذران کرتی تھیں۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ مباشرت کے بعد حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو ان کے ملک سبا واپس بھیج دیا تھا اور خود مہینے میں ایک مرتبہ اس سے ملاقات کے لئے ہوا پر سوار کر بیت المقدس سے یمن آیا کرتے تھے۔[۶۸۲]

حضرت سلیمانؑ کا قصہ باعث عبرت: ۞ ۞ ہم نے حضرت سلیمانؑ کا قصہ بالتفصیل اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں اہل دانش

---

۶۸۲ حضرت سلیمانؑ اور ملکہ سبا (بلقیس) کا واقعہ بالاختصار سورۂ نمل میں موجود ہے اس کی تفصیل میں کچھ باتیں کتب تفاسیر میں صحابہ کرام سے بھی منقول ہیں اور کچھ باتیں تو بالکل غیر مستند ہیں مثلاً ہدہد کا پانی تلاش کرنے کے لئے جائزہ لینا' اپنی چونچ زمین میں گاڑنا' ملکہ سبا کا کپڑے اتار کر سونا' سلیمانؑ کی جانچ کے لئے مرد و زن کو خلط ملط کر کے بھیجنا' ملکہ کے پاؤں پر لمبے لمبے بالوں کا وجود' اس کی ماں کا جنوں سے حسب نسب' لاکھوں کی تعداد کا فوجی لشکر اور حضرت سلیمان کے سامنے لوگوں کا سجدہ ریز ہونا...... وغیرہ یہ سب بے بنیاد باتیں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

ایمان والوں کے لئے عبرتیں اور نصیحتیں پنہاں ہیں جو گزشتہ نیکوں اور بدوں کی زندگیوں سے عبرت حاصل کرنا چاہتے ہیں' گزشتہ امتوں میں اللہ تعالیٰ کا اقتدار نافذ تھا اہل اطاعت وفرمانبرداروں کو اللہ نے ہمیشہ عزت عطا فرمائی جب کہ نافرمانوں کو فرمانبرداروں کا مطیع بنا دیا۔ نافرمانوں کو ذلیل ورسوا کیا اور انہیں فرمانبرداروں کا خدمت گذار بنا دیا' اپنے دوستوں کو مخلوق کا مالک بنا دیا' دانش مند مؤمن ان باتوں سے عبرت ونصیحت حاصل کرتا ہے۔

قابل توجہ بات ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ نے اللہ کی اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ملکہ سبا اور ملک سبا پر حکومت عطا فرما دی جب کہ ملکہ بلقیس کی مملکت میں بارہ ہزار ایسے جنگجو سردار تھے جن میں سے ہر ایک کی قیادت میں ایک لاکھ فوج تھی جب کہ حضرت سلیمانؑ کی فوج کی کل تعداد چار لاکھ تھی جن میں دو لاکھ جن اور دو لاکھ انسان تھے۔ دونوں فوجوں کی تعداد میں عظیم تفاوت ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کو اطاعت الٰہی کے باعث غالب وفاتح جب کہ بلقیس کو مغلوب ومفتوح بنا دیا لہٰذا آدمی کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام ہمیشہ سر بلند رہتا ہے سرنگوں نہیں ہوسکتا' اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر کبھی کفار کو مسلط نہیں کرتا' اے مسلمان! اللہ تجھے توفیق دے اگر تو صاحب ایمان ہے تو دنیا میں دشمنوں سے باحفاظت رہے گا اور آخرت میں جہنم کی ہولناک آگ سے محفوظ رہے گا جہنم تو تیری خدمت گزار ہوگی جو خادموں کی طرح تجھے جنت کا راستہ بتائے گی' اپنے مالک کا حکم مانتے ہوئے آگ تجھ سے فریاد کرے گی اے مرد مومن! آسانی سے میرے اوپر (پل صراط) سے گزر جا تیرے ایمانی نور نے میرے شعلے ٹھنڈے کر دیئے ہیں غرض یہ کہ تیری عزت وتوقیر ہوگی' تیرا چہرہ بارونق ہوگا' جنتی لباس تیرے جسم پر ہوگا' عظمت وبزرگی کی نشانیاں تجھ پر نمایاں ہوں گی اور ہر طرح کی خدمت باعث صد افتخار ہے جب کہ اس کے برعکس کافروں اور نافرمانوں پر جہنم اپنا غیظ وغضب دکھائے گی جیسے کوئی غالب فاتح اپنے دشمن پر غالب آجانے کے بعد خوب انتقام لیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔[(جہنم) جب انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ غیظ و غضب سے جوش مارے گی جسے وہ سنیں گے][۶۸۳] لہٰذا اگر تم دنیا وآخرت میں عزت چاہتے ہو تو تم پر اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری اور ترک نافرمانی ضروری ہے اس وقت ہی اللہ کی رحمت میسر آسکتی ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے[جو عزت کا طالب ہے وہ جان لے کہ تمام تر عزت من جانب اللہ ہے][۶۸۴] نیز فرمایا[عزت تو اللہ کے لئے' اس کے رسولؐ اور اہل اسلام کے لئے ہے جب کہ منافق نہیں جانتے][۶۸۵]

اے ایمان کے دعویدار! تیرا کفر ونفاق اور اے اخلاص کے دعویدار! تیرا شرک تیرے لئے اللہ کی' اس کے رسولؐ اور تمام اہل ایمان کی عزت دیکھنے میں رکاوٹ ہے ہاں اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پورا کر دو' اخلاص کی شرائط کامل کر لو تو یقیناً دنیا میں ہر دکھ والم' ہر جن وانس کے شر اور آخرت میں جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جاؤ گے' کامیابی تمہارے قدم چومے گی اور ناکامی

---

۶۸۳ الفرقان-۱۲

۶۸۴ الفاطر-۱۰

۶۸۵ المنافقون-۸

تمہارے دشمن کا مقدر بن جائے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے [اگر تم نے اللہ (کے دین) کی مدد کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا] ۶۸۶ نیز فرمایا [سستی دکھاؤ نہ صلح کی پینگ بڑھاؤ کیونکہ تم ہی غالب ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے] ۶۸۷ لیکن غفلت تمہارے دلوں پر چھا گئی ہے' زنگ کی تہیں چڑھ گئی ہیں اور اس کے گرد سیاہی ہی سیاہی پھیل گئی ہے' ہائے افسوس اور ندامت سے ڈر جاؤ جب روز قیامت راز افشاں ہو جائیں گے' جب جزا و سزا کا دن' کھٹکھٹانے والا' بہرہ کر دینے والا اور ہنگامہ برپا کر دینے والا دن رونما ہوگا' تم رب کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے' کوئی عمل پوشیدہ نہ رہے گا' لوگ قبروں سے نکل کر منتشر ہو جائیں گے تا کہ ان کے اعمال انہیں دکھائے جائیں پھر جس نے رائی برابر نیکی کی ہوگی اسے دیکھ لے گا اگر بدی کی ہوگی تو اسے بھی پالے گا' کہتے ہیں کہ ذرہ سے مراد سوئی کے ناکے کے برابر وہ چیز ہے جو دھوپ میں اڑتی ہوئی نظر آتی ہے' بعض کے نزدیک چار ذرّے ایک رائی کے دانے کے برابر ہوتے ہیں' بعض کے نزدیک ذرّے سے مراد چھوٹی سرخ چیونٹی ہے جو چلتی ہوئی بمشکل نظر آتی ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ ذرّہ ایک جو کا ہزارواں حصہ ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مٹی پر ہاتھ رکھ کر اٹھاؤ پھر دیکھو یہی ذرات ہیں' اس دن کتنا ہیبت ناک منظر ہوگا جب ذرّے کے وزن سے پلڑا جھک جائے گا یا اٹھ جائے گا' یاد کرو جس دن رب تعالیٰ فرمائے گا اس دن ہم پرہیزگاروں کو مہمانی کے لئے رحمٰن کی طرف لے جانے کا حکم دیں گے اور مجرموں کو سخت پیاسی حالت میں جہنم کی طرف لے جانے کا حکم دیں گے۔ اس دن پردے کھل جائیں گے' راز فاش ہو جائیں گے' مومن و کافر کی' مخلص و منافق کی' موحد و مشرک کی' دوست اور دشمن کی' سچے جھوٹے کی چھانٹی ہو جائے گی۔ اے قابل رحم انسان! اس دن کی ہولناکیوں سے ڈر جا اور غور کر کہ اس دن تو کس گروہ میں ہوگا اگر تو نے اللہ کے لئے اعمال کیے اور اپنے عمل میں خدائے علیم و خبیر سے خوف رکھا اور عمل کو ہر بری ناپسندیدہ چیز سے پاک صاف رکھا تو اس گروہ میں شامل ہو جائے گا جو روز قیامت اللہ کا مہمان بنے گا' تجھے عزت و سلامتی حاصل ہوگی' بشارت تیرے قدم چومے گی' اور اگر تیرا عمل اس کے برعکس ہے تو پھر یقیناً تو اس گروہ میں ہوگا جو جہنم میں فرعون' ہامان اور قارون کے ساتھ ہلاکتوں سے دوچار ہوگا ارشاد باری تعالیٰ ہے [جو شخص اپنے رب سے امید ملاقات رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیک عمل انجام دے اور اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔ ۶۸۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی فضیلت

(فصل اوّل)

عطاء حضرت جابرؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی تو بادل مشرق کی طرف بھاگ گئے' ہوائیں ساکن ہوگئیں' سمندروں میں جوش آ گیا' چوپایوں نے اپنے کان (سننے کے لئے) لگا لیے' آسمان سے شیطانوں پر پتھر

---

۶۸۶ محمد-۷

۶۸۷ محمد-۳۵

۶۸۸ الکہف-۱۱۰

برسائے گئے' اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا کہ جب بیمار پر میرا نام لیا جائے گا میں اسے ضرور شفا دوں گا' جس چیز پر میرا نام لیا جائے گا میں اسے ضرور برکت عطا فرماؤں گا اور جو بسم اللہ پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔[۶۸۹] ابو وائل عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہے کہ اگر کوئی شخص جہنم کے ۱۹ مؤکل فرشتوں سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے بسم اللہ پڑھ لینی چاہیے اس کے ۱۹ حروف ہیں اور ہر حرف ایک فرشتے کے لئے ڈھال ہے۔[۶۹۰] طاؤس ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے نبیؐ سے بسم اللہ کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم بسم اللہ ہے' بسم اللہ اور اسم اعظم کے درمیان اتنا قرب ہے جتنا آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کے مابین ہے۔[۶۹۱] حضرت انس بن مالکؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص زمین سے بسم اللہ لکھے کاغذ کو اللہ کی عظمت و احترام کی خاطر اٹھالے تا کہ یہ پاؤں تلے نہ روندھا جائے تو وہ اللہ کے پاس اصدقاء میں لکھ دیا جائے گا اور اس کے والدین کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں۔[۶۹۲] منقول ہے کہ تین مرتبہ شیطان نے ایسی گریہ زاری کی ہے کہ کبھی ویسی گریہ زاری نہیں کی' ایک اس وقت جب اسے ملعون قرار دے کر عالم ملکوت سے خارج کر دیا گیا۔ دوسری اس وقت جب آنحضرتؐ پیدا ہوئے اور تیسری نزولہ فاتحہ کے وقت کیونکہ اس میں بسم اللہ ہے۔[۶۹۳]

سالم بن ابی جعد حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بسم اللہ نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: یہ آیت سب سے پہلے حضرت آدمؑ پر نازل ہوئی تو انہوں نے کہا میری اولاد عذاب سے محفوظ رہے گی جب تک وہ اس کا ورد کرتی رہے گی پھر یہ اٹھالی گئی اور دوبارہ حضرت ابراہیمؑ پر نازل کی گئی آپ نے اسے اس وقت پڑھا جب آپ (آگ میں پھینکے جانے کے لئے) منجنیق کے پلڑے میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا پھر اسے اٹھالیا گیا اور حضرت سلیمانؑ پر نازل کیا گیا تو فرشتوں نے کہا خدا کی قسم! آج آپ کی سلطنت مکمل ہوگئی پھر اسے اٹھالیا گیا اور اب اللہ نے مجھ پر اسے نازل فرمایا ہے جب میری امت قیامت کے دن بسم اللہ پڑھتی ہوئی آئے گی اور ان کے اعمال کا موازنہ میزان میں کیا جائے گا تو ان کی نیکیاں بھاری ہو جائیں گی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اپنی کتابوں میں بسم اللہ لکھو اور لکھتے وقت زبانی بھی پڑھا کرو۔

---

۶۸۹ تدریب الراوی ۱/۵۳ ۶۹۰ درمنثور ۱/۹

۶۹۱ الحاکم ۱/۵۵۲ ۶۹۲ السلسلۃ الضعیفۃ (۲۶۸) العلل المتناھیۃ (۱/۸۱)

۶۹۳ درمنثور ۱/۵ بسم اللہ کے فضائل صحیح احادیث سے ثابت ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ لینے سے ہر نیک کام میں برکت شامل ہو جاتی ہے مگر مذکورہ روایت کہ مشرکین کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے متن اور سند ہر دو لحاظ سے موضوع اور نص قرآنی کے خلاف ہے کیونکہ اگر کسی مشرک کے عذاب میں تخفیف کی گئی ہے تو وہ نبی اکرمؐ کے چچا ابو طالب ہیں جیسا کہ صحیح بخاری (۳۸۸۵) وغیرہ میں ہے کہ نبیؐ سے ابو طالب کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: شاید روز قیامت اسے میری شفاعت (اتنا) نفع دے کہ اسے آگ میں تھوڑے پانی میں رکھا جائے جو اس کے ٹخنوں تک ہوگا مگر اس سے بھی اس کا دماغ اُبلے گا۔ مسلم (۳۶۱) کی روایت میں ہے کہ ابو طالب کو سب سے ہلکا عذاب ہوگا یعنی اسے آگ کی دو جوتیاں پہنا دی جائیں گی جن سے اس کا دماغ اُبلے گا۔ (اللّٰھم اعذنا من النّار)

بسم اللہ کی فضیلت

(فصل ثانی)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ[۷۹۴] اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے لوح وقلم کو پیدا فرمایا پھر قلم کو حکم دیا تو اس نے لوح (تختی) پر تا قیامت ہونے والی تمام اشیاء کو لکھ دیا' سب سے پہلے قلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی امن وسلامتی کا ضامن بنایا تاوقتیکہ اسے پڑھتے رہیں۔ یہی بسم اللہ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں' بلند مرتبت فرشتوں' بزرگی والے صف بستہ فرشتوں' قریبی فرشتوں اور تسبیح کرنے والے فرشتوں کا ورد ہے۔ بسم اللہ سب سے پہلے حضرت آدمؑ پر نازل ہوئی تو انہوں نے فرمایا جب تک میری اولاد اس کا ورد کرتی رہے گی عذاب سے محفوظ رہے گی پھر اسے اٹھا لیا گیا اور ابراہیمؑ پر نازل کیا گیا انہوں نے بسم اللہ کی تلاوت اس حال میں کی جب وہ منجنیق کے پلڑے میں بیٹھے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کو امن وسلامتی والا بنا دیا پھر اسے اٹھا لیا گیا اور حضرت موسیٰؑ پر نازل کیا گیا اس کی برکت سے حضرت موسیٰؑ فرعون' جادوگر' ہامان اور اس کے لشکر' قارون اور اس کے معتقدین پر غالب آئے پھر اسے اٹھا لیا گیا اور حضرت سلیمانؑ پر نازل کیا گیا تو اس وقت فرشتے پکار اٹھے بخدا آج آپ کی سلطنت مکمل ہوگئی لہٰذا جس چیز پر بھی حضرت سلیمانؑ بسم اللہ پڑھتے وہ ان کی تابع فرمان بن جاتی۔ جس دن بسم اللہ حضرت سلیمانؑ پر نازل ہوئی انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے تمام لوگوں میں اعلان کرا دیں کہ جو کوئی امن کی آیت سننا چاہتا ہے وہ حضرت داؤدؑ کے محراب میں حضرت سلیمانؑ کے پاس آ جائے کیونکہ وہ خطبہ دینا چاہتے ہیں یہ اعلان سن کر گوشہ نشین عابد وزاہد اور روزے دار سب دوڑتے ہوئے آ پہنچے حتیٰ کہ علماء' درویش' عابد وزاہد اور اولاد یعقوب کے تمام قبیلے حضرت سلیمانؑ کے پاس جمع ہوگئے حضرت سلیمانؑ کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے منبر پر چڑھ گئے اور سب کو امن والی آیت' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سنائی' جس کسی نے بھی اسے سنا وہ خوشی سے جھوم اٹھا' سب یک زبان ہو کر کہنے لگے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں' اسی آیت کی برکت سے حضرت سلیمانؑ نے تمام سلاطین عالم پر غلبہ حاصل کیا اور اسی آیت کی برکت سے حضرت محمدؐ نے مکہ فتح کیا۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد اسے پھر اٹھا لیا گیا اور حضرت عیسیٰؑ پر نازل کیا گیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور اپنے حواریوں (ساتھیوں) کو اس کی خوشخبری سنائی' اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کی طرف وحی نازل کی' اے کنواری مریم کے فرزند! آپ جانتے ہیں کہ آپ پر کون سی آیت نازل کی گئی ہے' یہ امن والی آیت ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے والے کو امان حاصل ہوتی ہے' اس لئے اٹھتے بیٹھتے' آتے جاتے' سوتے جاگتے' چڑھتے اترتے کثرت سے اسے پڑھو کیونکہ جو شخص اللہ کے پاس اس حال میں آیا کہ اس کے اعمال نامے میں آٹھ سو مرتبہ بسم اللہ کا ورد ہوا اور اس کا مجھ پر اور میری ربوبیت پر بھی ایمان ہوا تو میں اسے آگ سے آزاد کر کے جنت میں داخل کر دوں

۷۹۴۔ عکرمہ مشہور تابعی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد ہیں۔ یہ فصل ان کے قول پر مشتمل ہے چونکہ یہ بیان آخرت اور گذشتہ انبیاء کے احوال سے متعلق ہے اس لئے اس کے متعلق نبی اکرمؐ کی صحیح حدیث یا کسی صحابی کی موقوف روایت مستند مانی جاسکتی ہے۔ علاوہ ازیں شیخ موصوف نے عکرمہؒ تک اپنی سند بھی بیان نہیں کی۔

گا۔ چاہیے کہ نماز اور قرأت کے آغاز میں بسم اللہ پڑھی جائے کیونکہ جس نے نماز اور قرأت سے پہلے بسم اللہ پڑھی اور اسی پر وفات پا گیا تو منکر نکیر اسے نہیں ڈرائیں گے' اس پر موت کی سختیاں' قبر کا دبوچنا آسان ہو جائے گا' اس پر میری رحمت برسے گی' میں اس کی قبر فراخ کر دوں گا' تاحد نگاہ نور سے منور کر دوں گا اور جب میں اسے قبر سے اٹھاؤں گا تو اس کا سفید جسم' نورانی' چہرہ ہوگا' اس کا حساب آسان کروں گا' اس کی میزان بھاری کروں گا' اسے پل صراط پر نور کامل عطا فرماؤں گا حتی کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دیں گے کہ میدان محشر میں اس کی سعادت و مغفرت کا اعلان کر دے۔ (یہ باتیں سن کر) حضرت عیسیٰؑ فرمانے لگے اے میرے رب! کیا یہ میرے لئے خاص ہے؟ فرمایا' تمہارے لئے بھی ہے اور تمہارے دین پر چلنے والے تمہارے متبعین کے لئے بھی ہے اور تمہارے بعد یہ احمدؐ کے لئے ہے اور ان کی امت کے لئے ہے پھر حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو اس کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: میں تمہیں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا' اس کا نام احمد ہوگا' اس کی صفت' تعریف اور فضیلت فلاں فلاں ہوگی پھر ان سے نبیؐ پر ایمان لانے کا پکا وعدہ لیا اور جب آپ آسمانوں پر اٹھائے جانے لگے تھے تو اس وقت اس عہد کی تجدید کی پھر جب حواری اور آپ کے متبعین کا خاتمہ ہو گیا اور ان کے بعد دوسرے لوگ آ گئے جو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا' دین کو چھوڑ کر دنیا کو ترجیح دی اس وقت یہ آیت ان عیسائیوں کے سینوں سے اٹھ گئی صرف ان چند لوگوں کے سینوں میں باقی رہی جو انجیل کے پیروکار تھے جیسے بحیرا راہب وغیرہ' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو مبعوث فرمایا اور مکہ میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نازل فرمایا تو آپؐ نے حکم نامہ جاری فرمایا کہ قرآن کریم کی سورتوں کے آغاز' خطوط اور کتابوں کی ابتدا میں بسم اللہ لکھی جائے اور اس آیت کا نزول نبیؐ کے لئے عظیم فتوحات اور کامیابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرمایا جو مسلمان صاحب یقین اپنے کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھے گا میں اس میں ضرور برکت ڈال دوں گا اور جب کوئی مسلمان اسے پڑھتا ہے تو جنت اسے کہتی ہے **لبیک و سعدیک** /یعنی جنت میں آنے کی خوش آمدید' اور جنت کسی بندے کے حق میں دعا کرے تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوتا ہے۔ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ وہ دعا کبھی رد نہیں ہوتی جس کے شروع میں بسم اللہ پڑھی جائے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ روز قیامت میری امت بسم اللہ کا ورد کرتی ہوئی آئے گی اور ترازو میں اس کی نیکیاں بھاری ہو جائیں گی تو دوسری امتیں کہیں گی کہ امت محمدی کے اعمال کس قدر بھاری ہیں؟ انبیاء ان کے جواب میں کہیں گے کہ امت محمدیہ کے کلام کا آغاز اللہ تعالیٰ کے تین ایسے ناموں سے ہے کہ اگر انہیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور تمام مخلوقات کے گناہ دوسرے پلڑے میں' تب بھی نیکیاں بھاری ہو جائیں گی' حدیث نبویؐ ہے اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ کو ہر مرض کی شفا' ہر دوا کی مددگار' ہر فقیر کا غنا' جہنم کی آگ اور زمین میں دھنسنے سے پناہ' صورت مسخ ہونے اور تکلیفات میں مبتلا ہونے سے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے تاوقتیکہ یہ لوگ اس کا ورد کرتے رہیں۔

بسم اللہ کی تفسیر: ۞ ۞ عطیہ عوفی حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کو ان کی والدہ نے حصول علم کے لئے علماء کے پاس بھیجا تو استاد نے انہیں کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا بسم اللہ کیا ہے؟

استاد نے کہا مجھے علم نہیں، حضرت عیسیٰؑ نے بتایا کہ ''ب'' سے مراد اللہ کی روشنی ہے''س'' سے مراد اللہ کی چمک ہے اور ''م'' سے مراد اللہ کی مملکت ہے۔[۶۹۵] ابوبکر وراق کا قول ہے کہ بسم اللہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اس کے ہر حرف کی الگ ہی تفسیر ہے سو ''ب'' کے چھ معانی ہیں (۱) ب بمعنی ''باری'' ہے یعنی عرش سے لے کر فرش تک تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ فرمایا: [وہی اللہ پیدا کرنے والا اور پھیلانے والا ہے][۶۹۶] یعنی اللہ تعالیٰ ہی عرش سے لے کر زیر فرش تک تمام کائنات کا خالق ہے۔ (۲) ب بمعنی بصیر (دیکھنے والا) ہے یعنی اللہ تعالیٰ عرش سے فرش تک تمام مخلوق کو دیکھنے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے][۶۹۷] (۳) با بمعنی باسط (کشادگی کرنے والا) ہے یعنی اللہ تعالیٰ عرش سے فرش تک تمام مخلوقات کو روزی مہیا کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں کشادگی یا تنگی کرتا ہے][۶۹۸] (۴) ب بمعنی باقی ہے یعنی عرش سے فرش تک تمام کائنات کے فنا ہونے کے بعد بھی وہ باقی رہے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [جو کچھ اس زمین پر ہے تباہ ہو جائے گا اور تمہارے عزت وعظمت والے رب کی ذات ہی باقی رہ جائے گی][۶۹۹] (۵) ب بمعنی باعث ہے یعنی اللہ تعالیٰ عرش سے فرش تک تمام مخلوق کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [یقیناً اللہ تعالیٰ تمام اہل قبور کو زندہ کر دے گا][۷۰۰] (۶) ب بمعنی بارّ (نیکی کرنے والا) ہے یعنی اللہ تعالیٰ عرش سے فرش تک تمام اہل ایمان سے نیکی کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اللہ تعالیٰ انتہائی نیکی اور مہربانی کرنے والا ہے][۷۰۱]

''س'' پانچ معانی میں مستعمل ہوئی ہے (۱) س بمعنی سمیع (سننے والا) ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کی آوازوں کو سننے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [کیا وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم ان کے راز و نیاز نہیں سنتے؟][۷۰۲] (۲) س بمعنی سردار ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی سرداری تمام کائنات پر حاوی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اللہ بے نیاز ہے][۷۰۳] (۳) س بمعنی سریع الحساب (جلد حساب لینے والا) ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جلد حساب لینے والا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے [اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے][۷۰۴] (۴) س بمعنی سلام ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو ظالموں سے سلامتی عطا فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [سلامتی اور امن عطا فرمانے والا ہے][۷۰۵] (۵) س بمعنی ساتر ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے تمام گناہ گار بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [وہ گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ

---

۶۹۵ الموضوعات ۱/۲۰۴-طبری ۱/۴۱- یہ روایت موضوع، من گھڑت (جھوٹی) ہے بلکہ اس طرح کی کوئی روایت بھی نبی اکرمؐ سے بسند صحیح ثابت نہیں ہے جس میں بسملہ، تعوذ یا حروف مقطعات کے معانی کی تفسیر کی گئی ہو۔

۶۹۶ الحشر-۲۴ ۶۹۷ الحجرات-۱۸

۶۹۸ الرعد-۲۶ ۶۹۹ الرحمٰن-۲۶، ۲۷

۷۰۰ الحج-۷ ۷۰۱ الطور-۲۸

۷۰۲ الزخرف-۸۰ ۷۰۳ الاخلاص-۲

۷۰۴ النور-۳۹ ۷۰۵ الحشر-۲۳

قبول کرنے والا ہے]۶۰۶

میم بارہ معانی کے لئے مستعمل ہے (۱) م بمعنی ملک یعنی اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [وہ بادشاہ ہے اور پاک ہے]۶۰۷ (۲) م بمعنی مالک (بادشاہ) ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا بادشاہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [(اے نبی!) آپؐ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ملک کا بادشاہ ہے]۶۰۸ (۳) م بمعنی منان ہے یعنی وہ کائنات کا محسن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [بلکہ اللہ ہی تم پر احسان فرماتا ہے]۶۰۹ (۴) م بمعنی مجید ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بزرگی رکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ [وہ صاحب عرش اور بزرگ ہے]۶۱۰ (۵) م بمعنی مؤمن ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمام کائنات کو امن دینے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور اس نے ان کو خوف سے امن بخشا]۶۱۱ (۶) م بمعنی مہیمن ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمام مخلوق پر نگہبان ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [وہ امن دینے والا اور نگہبانی کرنے والا ہے]۶۱۲ (۷) م بمعنی مقتدر ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر صاحب اقتدار ہے۔ ارشاد فرمایا [صاحب اقتدار بادشاہ کے پاس (اہل ایمان) عزت و مرتبہ والی کرسی پر ہوں گے]۶۱۳ (۸) م بمعنی مقیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا روزی رساں ہے۔ فرمایا: [اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کو رزق مہیا کرتا ہے]۶۱۴ (۹) م بمعنی مکرم ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو عزت عطا فرماتا ہے۔ ارشاد فرمایا: [ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی ہے]۶۱۵ (۱۰) م بمعنی منعم ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق کو نعمتوں سے نوازنے والا ہے۔ فرمایا: [اللہ تعالیٰ نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر مکمل کردیں]۶۱۶ (۱۱) م بمعنی مفضل یعنی اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق پر فضل کرنے والا ہے۔ فرمایا: [بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے]۶۱۷ (۱۲) م بمعنی مصور یعنی صورتیں بنانے والا۔ فرمایا [وہ خالق، باری اور مصور ہے]۶۱۸ اہل حق فرماتے ہیں کہ بسم اللہ باعث برکت ہے لوگوں کو ان کے اقوال و افعال میں بسم اللہ سے ابتدا کرنے کی ترغیب اس لئے دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معزز کتاب کا اس بسم اللہ سے آغاز فرمایا ہے۔

لفظ "اللہ" کے اشتقاق میں اختلاف: ۞ لفظ اللہ میں لوگوں کا اختلاف ہے۔۶۱۹ خلیل بن احمد اور لغویوں کی ایک جماعت

۶۰۶ غافر-۳ — ۶۰۷ الحشر-۲۳
۶۰۸ آل عمران-۲۶ — ۶۰۹ الحجرات-۱۷
۶۱۰ البروج-۱۵ — ۶۱۱ قریش-۴
۶۱۲ الحشر-۲۳ — ۶۱۳ القمر-۵۵
۶۱۴ النساء-۸۵ — ۶۱۵ الاسراء-۷۰
۶۱۶ لقمان-۲۰ — ۶۱۷ البقرۃ-۲۴۳
۶۱۸ الحشر-۲۴

۶۱۹ لفظ "اللہ" اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے یعنی وہ ذات جو تنہا اس کائنات کی خالق و مالک، مدبر، منتظم اور تمام عبادتوں کے لائق ہے۔ اس لفظ کے اشتقاق میں اختلاف ہے جیسا کہ مصنفؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ لفظ "اللہ" کے علاوہ باقی تمام اسماء الرحمٰن، الرحیم وغیرہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں جن کی تعداد اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

کی رائے یہ ہے کہ لفظ اللہ' اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہی مخصوص ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے [کیا اس کا کوئی ہم نام تم جانتے ہو] [۲۰] یعنی اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہر اسم اللہ اور اس کی مخلوق میں مشترک ہے یعنی از راہ حقیقت وہ لفظ اللہ کے لئے ہے اور از راہ مجاز غیر کے لئے بھی مستعمل ہو سکتا ہے لیکن لفظ اللہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے چونکہ اس نام میں ربوبیت کا معنی ومفہوم پایا جاتا ہے اور بقیہ تمام معانی اس لفظ کے تحت مندرج ہیں جب آپ لفظ اللہ سے ''الف'' ہٹا دیں گے تو ''لِلّٰہ'' رہ جائے گا جب لام ہٹا دیں گے تو ''لَہٗ'' رہ جائے گا' دوسرا لام ہٹا دیں گے تو ''ہٗ'' رہ جائے گا۔

لفظ اللہ کے اشتقاق میں بھی اختلاف ہے' نضر بن شمیل کا قول ہے کہ یہ لفظ ''تَألّہ'' سے مشتق ہے جس کا معنی عبادت کرنا' کہا جاتا ہے۔ أَلِہ إِلٰھۃً بروزن عَبِدَ عِبَادَۃً ہے۔ بعض کے نزدیک یہ اِلٰہ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے اعتماد کرنا اور کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کی طرف اعتماد کیا جس کا معنی یہ ہوا کہ مخلوق حوادث ومصائب میں گھبرا کر اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اللہ ان کی حاجات پوری فرماتے ہیں لہٰذا اسے اِلٰہ کہا جاتا ہے جس طرح امام اسے کہا جاتا ہے جس کی اقتداء کی جائے لہٰذا لوگ نفع ونقصان میں ناچار ومجبور ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ابوعمرو بن علا کے نزدیک یہ لفظ الھت فی الشیء / میں اس چیز میں حیران وسر گردان رہ گیا' سے مشتق ہے یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب تو حیران ہو کر رہ نہ سمجھ پاؤ لہٰذا اس کا معنی ومفہوم یہ ہوا کہ انسانی عقلیں اللہ کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور حیران پریشان ہو کر ہتھیار ڈال دیتی ہیں سو اللہ کو اِلٰہ کہتے ہیں جیسے مکتوب کو کتاب اور محسوب کو حساب کہہ دیتے ہیں۔ مبرد کے نزدیک یہ الھت الی فلان / میں نے فلاں شخص سے سکون حاصل کیا' سے مشتق ہے چونکہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے ذکر سے اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے] [۲۱] بعض کے نزدیک لفظ اللہ ''ولہ'' سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ''کسی عزیز کے نہ ملنے سے ہوش وحواس باختہ ہو جانا'' یعنی اللہ کی محبت میں لوگ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں اور دل اس کے مشتاق بن کر بے قرار ہو جاتے ہیں۔ بعض کے نزدیک لفظ اللہ بمعنی ''محجوب'' ہے کیونکہ عرب جب کسی چیز کو پہچان لیں اور وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے تو اسے لاہٗ کہتے ہیں چنانچہ جب دلہن پردے میں چلی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے لاھت العروس / دلہن پردہ میں چلی گئی چونکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت دلائل وشواہد سے ظاہر ہے جب کہ باعتبار کیفیت عقل سے محجوب ہے۔ بعض کے نزدیک اِلٰہ بمعنی متعالی ہے' لاہَ / بلند ہوا اسی لئے سورج کو الھۃ کہا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک اللہ اسے کہتے ہیں جو ایجاد پر قادر ہو اور بعض کے نزدیک اس کے معنی ''سردار'' ہے۔

الرحمٰن الرحیم: ۞ ۞ بعض کے نزدیک یہ دونوں لفظ مترادف ہیں اور بمعنی صاحب رحمت کے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رحمٰن رحیم اسے کہا جاتا ہے جو سزا کے مستحق کو معاف کر دے اور جو سزا کا مستحق نہیں اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اس لحاظ سے یہ دونوں فعلی صفات ہیں۔ بعض نے ان کے درمیان تفریق کی ہے کہ ''الرحمٰن'' میں مبالغہ پایا جاتا ہے

۲۰ے مریم-۶۵

۲۱ے الرعد-۲۸

جس کا معنی ہے وہ ذات جس کی رحمت کے دائرے میں ہر چیز سما جائے۔ جب کہ رحیم مرتبے میں الرحمٰن سے کمتر ہے۔ بعض کے نزدیک ''الرحمٰن'' کے معنی ہیں تمام مخلوق خواہ کافر ہو یا مسلم عابد ہو یا فاسق' پر رحم کرنے والا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے انہیں رزق عطا یا ہے اور فرمایا کہ [میری رحمت ہر چیز پر چھا گئی] [۲۲] اور ''الرحیم'' صرف اہل ایمان کے لئے خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انہیں ہدایت کی توفیق بخشی اور آخرت میں جنت اور اپنے دیدار سے مشرف کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اللہ مومنوں پر رحیم ہے] [۲۳] لفظ الرحمٰن خاص جب کہ اس کا معنی عام ہے اور الرحیم لفظ عام ہے جب کہ اس کا معنی خاص ہے۔ رحمٰن اس لئے خاص ہے کہ غیر اللہ کے لئے اس لفظ کا استعمال درست نہیں اور عام اس لئے ہے کہ یہ لفظ از راہ خلق ورزق اور نفع وضرر تمام موجودات پر حاوی ہے۔ الرحیم اس اعتبار سے عام ہے کہ یہ اللہ اور اس کے علاوہ مخلوق کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس اعتبار سے خاص ہے کہ اس کا مرجع خاص لوگوں پر نوازش وکرم اور لطف وتوفیق ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں اسم ایک دوسرے سے زیادہ باریک اور دقیق ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ رحمٰن دنیا والوں کے اعتبار سے ہے اور رحیم آخرت والوں کے اعتبار سے ہے جس طرح دعا میں کہا جاتا ہے اے دنیا کے رحمٰن! اے آخرت کے رحیم!

ضحاک فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان والوں کے لئے رحمٰن ہے کہ اس نے انہیں آسمانوں پر بسایا ہے' ان کے گلوں میں اطاعت کا طوق ڈالا' انہیں آفات سے محفوظ فرمایا اور انہیں کھانے پینے اور شہوات سے محفوظ فرمایا' رحیم اہل زمین کے لئے ہے کہ ان کے پاس اللہ نے رسول بھیجے' ان کے پاس کتابیں بھیجیں۔ عکرمہ کا قول ہے کہ اللہ ایک رحمت سے رحمٰن ہے اور سو رحمتوں سے رحیم ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے صرف ایک رحمت کو زمین پر اتارا اور اسے اپنی تمام مخلوق میں تقسیم کر دیا' اسی رحمت کی وجہ سے ساری مخلوق باہم پیار ومحبت کا اظہار کرتی ہے جب کہ (۹۹) ننانوے رحمتیں اللہ نے اپنے پاس روک رکھی ہیں جن سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا' دوسری روایت کے لفظ اس طرح ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ایک رحمت کو بھی ننانوے کے ساتھ ملا کر پوری سو کر لے گا اور اس سے روز قیامت اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ [۲۴] رحمٰن وہ ہے کہ جب اس سے سوال کیا جائے تو عطا کرے رحیم۔ رحمٰن وہ ہے کہ اس سے سوال نہ کیا جائے تو ناراض ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ سے سوال نہ کرے اللہ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ [۲۵]

۲۲ے الاعراف-۱۵۶

۲۳ے الاحزاب-۴۳

۲۴ے مسلم (۶۹۷۴) احمد ۲/ ۵۲۶- بیہقی (۴۲۹۳)

۲۵ے احمد ۲/ ۴۴۲- یہ وصف صرف مالک الملک میں پایا جاتا ہے کہ اگر اس سے سوال نہ کیا جائے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ خواہ مطلقاً سوال نہ کیا جائے یا اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے سوال کیا جائے دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں جب کہ دنیا والوں سے بکثرت سوال (مطالبات) کئے جائیں تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور اللہ سے بکثرت مانگا جائے تو وہ راضی ہوتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ!

کوئی شاعر کہتا ہے۔

اگر تم اللہ سے مانگنا چھوڑ دو تو اللہ ناراض ہو جاتے ہیں
اگر انسان سے مانگنا شروع کر دو تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں

رحمٰن عطیات وتحائف کے اعتبار سے ہے اور رحیم دفع مصائب وآفات کے اعتبار سے ہے' رحمٰن آگ سے بچانے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا [اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچا لیا] [۲۶] رحیم جنت میں داخل فرمانے والا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اس (جنت میں) امن وسلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ] [۲۷] رحمٰن نفوس پر رحم فرماتا ہے اور رحیم قلوب پر' رحمٰن بے قراریاں دور کرتا ہے اور رحیم صراط مستقیم دکھا کر گناہ معاف فرماتا ہے اور ان کے بچنے کی توفیق عطا فرما کر ان سے محفوظ رکھتا ہے' رحمٰن کبیرہ گناہوں کو بھی بخش دیتا ہے اور رحیم اطاعتوں کو قبول فرماتا ہے۔ اگرچہ وہ خالص نہ ہوں' رحمٰن کے پیش نظر مصالح معاش ہوتے ہیں جب کہ رحیم کے پیش نظر مصالح معاد ہوتے نہیں' رحمٰن وہ ہے جو رحم فرماتا ہے اور شر' ضرر کو دور کرنے پر قادر ہوتا ہے جب کہ رحیم روزی دیتا ہے' کھلاتا پلاتا ہے' اور خود کھانے کی حاجت سے پاک ہے [بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی رزق عطا کرنے والا اور مضبوط قوت والا ہے] [۲۸] رحمٰن منکرین کے لئے ہے اور رحیم موّحدین کے لئے ہے' رحمٰن ناشکروں کے لئے ہے رحیم شکرگزاروں کے لئے ہے' رحمٰن مشرکوں کے لئے ہے اور رحیم موحدوں کے لئے ہے۔

بسم اللہ کے فوائد: ❁ ❁ بسم اللہ پڑھو گے تو اللہ کی معافی پا لو گے اتنا فائدہ تو پڑھنے والے کی زبان سے سن کر حاصل ہوتا ہے اور اللہ کی زبان سے سنو گے تو کتنا عظیم فائدہ ہوگا! یہ سماع تو دنیا کے غم بے قراں میں ہے لیکن اس سماع کا کیا حال ہوگا جب اللہ تعالیٰ ساقی ہوگا۔ دنیا کا سماع بالواسطہ ہے پھر اس سماع کا کیا حال ہوگا جو براہ راست ہوگا' یہ سماع تو دارالغرور میں ہے' دارالسرور کے سماع کا کیا کہنا! یہ سماع تو دارالشیطان میں ہے' دارالرحمٰن کے سماع کا کیا کہنا! یہ سماع تو عاجز بندے سے ہے شہنشاہ اعظم کے سماع کا کیا کہنا! یہ تو صرف سماع کی لذت ہے' دیدار کی لذت کا کیا کہنا! یہ تو مجاہدے کی لذت ہے مشاہدے کی لذت کی کیا بات! یہ تو بیان کی لذت ہے دیدار کی لذت کا کیا کہنا! یہ تو غائبانہ لذت ظاہرانہ لذت کی کیا بات ہے!

بسم اللہ کے معانی: ❁ ❁ اس اللہ کے نام سے شروع کرو جو مد مقابل شرکاء سے پاک ہے' اولاد کی حاجت سے بے نیاز ہے' جس نے تمام روشنیوں کو نور بخشا ہے۔ نیک لوگوں کو عزت کا مقام بخشا ہے' جس نے کائنات کی تقدیریں لکھ دی ہیں' آنکھوں اور دلوں کو جلا بخشی' جس نے اوقات تہجد میں اپنے اولیاء کے دلوں میں تجلی فرمائی' جس نے اپنے دوستوں کو اسرار کی تعلیم دی' انہیں انوار سے ڈھانپ لیا' انہیں اسرار ورموز ودیعت فرمائے' ان سے خطرات ہٹائے' اغیار کی غلامی سے محفوظ فرمایا' ان سے بوجھ' بندش اور گناہوں

۲۶ے آل عمران-۱۰۳
۲۷ے الحجر-۴۶
۲۸ے الذاریات-۵۸

کے انبار کو دور فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل سے ہی عنایت واکرام اور گناہوں کی معافی سے متصف ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرو جس نے دریا جاری کیے' درخت لگائے' اپنے عبادت گزار بندوں سے شہر آباد کیے' (انہیں) پہاڑوں کو میخیں بنایا جس کی وجہ سے زمین اپنے باشندگان کے لئے فرش کی طرح ہوگئی۔ یہ چالیس منتخب ابدال حضرات ہیں جو پروردگار کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں' اسے شرکاء سے پاک صاف گردانتے ہیں' یہی دنیا میں حاکم ہیں اور قیامت کے روز سفارش کرنے والے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات کی مصلحت (تصرف وتدبر) اور لوگوں کے لئے باعث رحمت پیدا فرمایا ہے۔[۲۹ے]

بسم اللہ کی برکات: ۞ ۞ بسم اللہ اہل ذکر کے لئے بیش بہا ذخیرہ ہے' طاقتوروں کے لئے عزت ہے' کمزوروں کے لئے بچاؤ ہے' دوستوں کے لئے نور ہے' مشتاقین کے لئے سرور ہے' روحوں کے لئے راحت اور جسموں کے لئے نجات ہے۔ بسم اللہ دلوں کا نور اور نظام امور ہے' توکل کرنے والوں کا تاج اور عرفاء کا سراج ہے۔ بسم اللہ عاشقین کی غنا ہے' بسم اللہ اس ہستی کا نام ہے جو بندوں کو عزت وذلت سے نوازتا ہے' اس ذات کا مقدس نام ہے جس نے آگ پیدا کی جو دشمنوں کی تاک میں ہے' جس نے اپنے دوستوں کے لئے اپنے دیدار کا وعدہ فرمایا' بسم اللہ اس کا نام ہے جو واحد بلا تعداد ہے' باقی بلا قید ہے' قائم بلا عماد (ستون) ہے' بسم اللہ ہر سورت کا آغاز ہے' خلوتیں بسم اللہ سے مہک اٹھتی ہے' بسم اللہ سے عبادتوں کی انتہا ہے' یہ اس کا نام ہے' جس سے دنیا کو حسن ظن ہے اس ذات کا نام ہے جس کے لئے راتوں کو آنکھیں بیدار رہتی ہیں' جس کے ''کن'' کہنے سے چیزیں وجود پاتی ہیں' اس کا نام ہے جو چھوئے جانے سے منزہ ہے' لوگوں سے بے نیاز ہے' وہم وقیاس سے پاک ہے۔

حرف بحرف بسم اللہ پڑھو اور ہزار ہزار نیکیاں پالو' ایک ایک حرف گناہوں کے بوجھ ہلکے کر دے' جس نے بسم اللہ زبان سے پڑھی تو تمام دنیا اس کی گواہ ہو جائے گی' جس نے دل سے پڑھی آخرت اس کی گواہ بن جائے گی اور جس نے پوشیدہ پڑھی اللہ اس کا گواہ بن جائے گا' بسم اللہ ایسا جملہ ہے جو منہ میں خوشبو بھر دے' اس کی موجودگی میں کوئی غم باقی نہیں رہتا' یہی کلمہ تمام انعامات کا تتمہ ہے' اس سے آفات ومصائب دور ہوتے ہیں' بسم اللہ پڑھنے والے سے عذاب ہٹا دیا جاتا ہے' یہ کلمہ بالخصوص اسی امت کے لئے ہے' اس کلمے میں جلال وجمال ہے چنانچہ بسم اللہ جلال فی الجلال ہے اور الرحمٰن الرحیم جمال فی الجمال ہے' جس نے جلال کا مشاہدہ

۲۹ے یہ مصنفؒ کی غلط فہمی ہے ورنہ قرآن وسنت کی گواہی تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات اور وسائل انسان کے لئے پیدا فرمائے ہیں۔ فرمایا: [هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا / اسی ذات (اللہ) نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزیں پیدا فرمائی ہیں۔ [البقرۃ: ۲۹] اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ [وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ / ہم نے انس وجن کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔ الطور: ۵٦] اور لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً تقریباً ایک لاکھ سے زائد انبیاء ورسل دنیا میں مبعوث فرمائے۔ [وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا / بلاشبہ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا۔ النحل: ۳٦] جب کہ کائنات کا نظم ونسق انبیاء ورسل کو بھی عطا نہیں کیا بلکہ خود اپنے اختیار میں رکھا تو پھر اولیا وابدال وغیرہ کو یہ اختیارات کہاں سے مل گئے؟ حالانکہ وہ زندہ بھی نہیں رہے!

کیا وہ ہلاک ہوا اور جس نے جمال کا مشاہدہ کیا اس نے زندگی پائی' اس کلمے میں قدرت و رحمت دونوں جمع ہیں' قدرت فرمانبرداروں کی اطاعت کو جمع کرنے والی ہے اور رحمت گناہ گاروں کے گناہ مٹا دینے والی ہے۔

بسم اللہ پڑھو گویا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' جو اطاعتوں تک پہنچ گیا وہ مجھ تک پہنچ گیا' نور اطاعت کی بدولت اسے معائنہ حق نصیب ہوا پھر اسے بیان کی حاجت نہ رہی اور اس کا دل اسرار اور علوم ادیان کا خزینہ بن گیا' جو محبوب تک رسائی پا گیا وہ اشکباری' اضطراری اور بے قراری سے رہائی پا گیا' جس نے آنکھوں سے اس کے جمال کا مشاہدہ کیا وہ خبر و آگاہی سے بے نیاز ہو گیا' جو اللہ الصمد تک جا پہنچا وہ رنج و غم سے چھوٹ گیا' جسے ذات اقدس کا قرب نصیب ہوا اسے جدائی سے نجات مل گئی' جسے شرف دیدار ہوا وہ مصائب سے آزاد ہو گیا۔

بسم اللہ کی صفات: ❁ ❁ بسم اللہ کا ورد کرو۔ ب بمعنی باری تعالیٰ' موجد کونین ہے' س بمعنی ستار گناہوں پر پردہ ڈالنے والا ہے' م بمعنی منان عطیات سے نوازنے والا ہے۔ اس طرح بھی منقول ہے کہ ب بمعنی بری یعنی اولاد سے بری ہے' س بمعنی سمیع یعنی آوازوں کو سننے والا ہے' م بمعنی مجیب یعنی دعائیں قبول کرنے والا ہے' کہا گیا ہے کہ مجھ سے مانگو میں تمہیں کھلاتا ہوں' مجھ سے پانی طلب کرو میں ہی پلاتا ہوں' میری طرف دیکھو میں تمہیں باقی رکھتا ہوں۔ کہا گیا ہے کہ ب سے توبہ کرنے والوں کی بکا (گریہ زاری) ہے' س سے توبہ کرنے والوں کا سجدہ ہے اور م سے گناہ گاروں کی معذرت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بلاؤں کو دور کرنے والا' رحمٰن عطیات بخشنے والا اور رحیم گناہ بخشنے والا ہے۔ اللہ عارفوں کے لئے ہے' رحمٰن عابدوں کے لئے ہے اور رحیم گناہ گاروں کے لیے ہے۔ اللہ تمہارا خالق ہے جو بہترین خالق ہے رحمٰن تمہارا رازق ہے جو بہترین رازق ہے' رحیم تمہیں بخشنے والا ہے اور وہ بہترین بخشنہار ہے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انعامات کی تکمیل فرماتا ہے' رحمٰن رحیم فضل و کرم سے نوازتا ہے' اللہ نے ہمیں رحموں سے نکالا' رحمٰن قبروں سے نکالے گا اور رحیم اندھیروں سے اجالے میں لے جائے گا۔

شیطان کی مخالفت: ❁ ❁ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر رحم فرمایا ہے جو شیطان کا پکا مخالف' گناہوں سے بعید' جہنم کی آگ سے خوفزدہ ہے' کثرت سے اعمال صالحہ بجا لاتا ہے' ذکر اللہ میں مگن رہتا ہے اور بسم اللہ کا ورد رکھتا ہے' اس پر بھی اللہ کا کرم ہے جس نے اللہ (کے حکم) کو مضبوطی سے پکڑ لیا' اس کی طرف رجوع (انابت) کیا۔ اسی پر بھروسہ کیا اس کے ذکر میں مصروف رہا اور بسم اللہ کا ورد جاری رکھا۔ اس پر بھی جو دنیا سے بیزار' آخرت کا طلب گار' تکلیفات پر صابر' انعامات پر شاکر اور اپنے آقا کے ذکر میں بسم اللہ کا ورد جاری رکھے۔ وہ بڑا خوش نصیب ہے جس نے طاغوت سے اجتناب کیا' روکھی سوکھی پر اکتفا کیا' اللہ حی و قیوم کی یاد میں مشغول رہا اور بسم اللہ کا ورد کرتا رہا۔

تیسری مجلس

توبہ کے بارے میں: ❁ ❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے اہل ایمان! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ] [۳۰]
اس آیت میں تمام مسلمانوں کو توبہ کرنے کا مخاطب ٹھہرایا گیا ہے۔ لغوی طور پر توبہ کے معنی لوٹنے کے ہیں کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اس سے توبہ کر لی یعنی رجوع کر لیا اور شرعی طور پر گناہوں سے لوٹ جانا اور اعمال صالحہ میں مشغول ہو جانے کا نام توبہ ہے یہ بھی علم ہو کہ گناہ انسان کو تباہ و برباد کر کے اللہ تعالیٰ سے اور جنت سے دور ہٹا دیتے ہیں جب کہ ترک گناہ اللہ تعالیٰ سے اور جنت سے قریب کر دیتا ہے گویا اللہ تعالیٰ مخاطب ہیں' اے لوگو! اپنی نفسانی خواہشات چھوڑ دو' شہوات کو ترک کر دو اور سچے دل سے میری طرف لوٹ آؤ اس طرح تم قیامت کے دن اپنی مرادیں پا لو گے اور ہمیشگی کے گھر میں نعمتوں کے سائے میں فلاح و کامیابی کے ساتھ عیش کرو گے' جہنم سے نجات پا لو گے' میری رحمت سے عالی جنت میں داخل ہو جاؤ گے جسے نیکوکار حضرات کے لئے ہی تیار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے خصوصی خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا [اے ایمان والو! اللہ کی طرف سچی توبہ کرلو امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ مٹا دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرما دے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں] [۳۱] نصوحاً کا معنی ہے خالص اللہ کی رضا کے لئے جو توبہ کی جائے اور وہ مکر وریا کے شائبہ سے خالی ہو۔ نصوحاً / نصاح سے مشتق ہے جس کا معنی دھاگہ ہے۔ یعنی ایسی خالص توبہ جو ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک ہو جس کے بعد انسان اطاعت پر گامزن ہو جائے' گناہوں کی طرف میلان نہ ہو' لومڑی کی طرح مکر و فریب نہ کرے' دل میں اعادہ گناہ کا خیال نہ ہو' خالص رضائے الٰہی کے لئے گناہ چھوڑے جس طرح خالص رضائے نفس کے لئے گناہ کیا تھا تا کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو سکے۔ تمام گناہوں سے توبہ کرنا با جماع امت واجب ہے اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کا کئی مقامات پر ذکر فرمایا ہے' ارشاد ہوتا ہے [اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں اور خصوصی صفائی رکھنے والوں کو پسند فرماتے ہیں] [۳۲] یعنی اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کرنے اور اس کے قرب سے دور کرنے والے گناہوں کے ترک کرنے کی وجہ سے انہیں پسند فرماتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [وہ توبہ کرنے والے' عبادت کرنے والے' حمد و ثنا کرنے والے' روزہ رکھنے والے' رکوع کرنے والے' سجود کرنے والے' نیکی کا حکم دینے والے' برائی سے منع کرنے والے اور حدود الٰہی کی حفاظت

---

۳۰ ؎ (النور-۳۱) اللہ تعالیٰ نے انسان کو نسیان اور خطا کے ساتھ پیدا فرمایا ہے یعنی انسان یقینی طور پر غلطی' خطا' نافرمانی کا ارتکاب کرنے والا ہے۔ حضرت آدمؑ پہلے انسان تھے' ان سے بھی غلطی سرزد ہوئی اور تا قیامت آنے والے ہر انسان سے غلطی کا صدور ممکن بلکہ حتمی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے غلطیوں' کوتاہیوں اور گناہوں سے معاف کرنے کے مختلف بہانے بھی بنا رکھے ہیں۔ چھوٹی غلطیاں تو نیکیوں کی ادائیگی میں ہی پاک صاف ہو جاتی ہیں البتہ بڑی غلطیاں جنہیں اصطلاحاً ''گناہ کبیرہ'' سے موسوم کیا جاتا ہے ان کی معافی کے لئے ''توبہ'' شرط ہے۔ جو کوئی بھی توبہ کر لے اس کے تمام گناہ حتیٰ کہ شرک بھی اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ توبہ کی شرائط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے یعنی سچے دل سے معافی مانگی جائے' اپنے کیے ہوئے گناہوں پر پریشانی کا اظہار کیا جائے اور آئندہ اس گناہ کے اعادے سے سچی توبہ کر لی جائے۔

۳۱ ؎ التحریم-۸ ۳۲ ؎ البقرۃ-۲۲۲

کرنے والے ہیں (ان) اہل ایمان کو آپ خوشخبری سنا دیں۔[۳۳] اس آیت میں لفظ تائب استعمال کر کے اس کے لئے چند اوصاف حمیدہ استعمال کئے گئے ہیں تو معلوم ہوا کہ تائب وہ ہے جو ان اوصاف وخصوصیات سے متصف ہو اس صورت میں ہی وہ ایمان اور جنت کی بشارت کا مستحق ہے۔

صغیرہ وکبیرہ گناہ: ❁ ❁ صغیرہ وکبیرہ ہر دو طرح کے گناہ سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ کبیرہ گناہوں کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک صرف تین گناہ کبیرہ ہیں بعض کے نزدیک چار' بعض کے نزدیک سات' نو اور گیارہ تک ہیں جب عبداللہ بن عباس نے سنا کہ ابن عمر کے نزدیک کبیرہ گناہ سات ہیں تو فرمایا۔ سات نہیں ستر (۷۰) ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر وہ گناہ گناہ کبیرہ ہے جس کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہو۔ بعض کا خیال ہے کہ کبیرہ گناہوں کو شب قدر اور جمعہ کی ساعت مقبولہ کی طرح مبہم رکھا گیا ہے جن کی تعداد بھی مذکورہ نہیں تا کہ لوگ انہیں جاننے کے لئے سر توڑ کوشش کریں اور ان کے چھوڑنے میں بھی خصوصی توجہ اختیار کریں۔ بعض کے نزدیک وہ گناہ کبیرہ ہے جس کے ارتکاب پر سزا کی وعید ہو یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس گناہ پر دنیا میں حد رکھی گئی ہے وہ کبیرہ ہے۔[۳۴]

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ کبیرہ گناہ سترہ (۱۷) ہیں جن میں چار کا تعلق دل سے ہے یعنی (۱) شرک (۲) گناہ پر مصر رہنا (۳) رحمت باری سے ناامیدی (۴) اور مکر الٰہی سے بےخوفی۔ چار کا تعلق زبان سے ہے (۱) جھوٹی گواہی (۲) بے گناہ پر تہمت (۳) جھوٹی قسم (۴) اور جادو۔ جھوٹی قسم وہ ہے جس کے ذریعے باطل کو حق یا حق کو باطل یا اس سے ناحق لوگوں کا مال چھینا جائے خواہ پیلو کی ایک مسواک ہی کیوں نہ ہو۔ تین کبیرہ گناہوں کا تعلق پیٹ سے ہے (۱) شراب اور نشہ آور اشیاء کا استعمال (۲) یتیم کا مال ناحق ہڑپ کرنا (۳) قصداً سود کھانا۔ دو کا تعلق شرمگاہ سے ہے (۱) زنا اور (۲) لواطت۔ دو کا تعلق ہاتھ سے ہے (۱) قتل اور (۲) چوری۔ ایک کا تعلق پاؤں سے ہے یعنی میدان جنگ میں اپنے سے دوگنا لشکر سے بھاگ جانا' ایک کا دوسے مقابلہ کرنے سے بھاگنا' دس کا بیس سے اور سو کا دوسو سے بھاگنا۔ ایک کبیرہ گناہ کا تعلق سارے جسم سے ہے یعنی والدین کی نافرمانی کرنا۔ اگر وہ تم پر قسم ڈالیں تو انہیں پورا نہ کرنا' اگر برا بھلا کہہ دیں تو ان کو مارنا' جب وہ کھانا مانگیں تو کھانا نہ دینا' کچھ اور تقاضہ کریں تو پورا نہ کرنا' والدین کی نافرمانی ہے۔

صغیرہ گناہ: ❁ ❁ صغیرہ گناہوں کا احاطہ مستحیل ہے ان کی شناخت اور تعداد کا حصول ناممکن ہے لیکن شرعی شہادت اور نور بصیرت

۳۳ے التوبۃ-۱۱۲

۳۴ے بالاختصار ہر وہ گناہ ''گناہ کبیرہ'' ہے جس پر قرآن وسنت میں وعید' حد' سزا اور لعنت وغیرہ مذکور ہوئی ہو۔ ان میں سے بھی سب سے بڑا کبیرہ گناہ شرک ہے۔ اگر شرک کا مرتکب بلا توبہ فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اسے کبھی معاف نہیں کریں گے البتہ شرک کے علاوہ دوسرے کبائر کے مرتکب کو بقدر جرم سزا کے بعد جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو بلا سزا ابھی اسے جنت میں داخلہ عطا فرما سکتے ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک اگر کسی صغیرہ گناہ کو معمولی سمجھ کر اس پر اصرار کر لیا جائے تو وہ بھی کبیرہ گناہ کے حکم میں ہے۔

سے کچھ نہ کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے چونکہ شریعت کا مطالبہ اللہ کی طرف بلانا' اللہ کا قرب حاصل کرنا اور گناہ چھوڑ کر اس کا قرب حاصل کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [ظاہر و باطن (ہر طرح کا) گناہ چھوڑ دو][۳۵] درج ذیل گناہ صغیرہ ہیں: کسی اجنبی عورت یا مرد کو بنظر شہوت دیکھنا' بوسہ دینا' جماع کے علاوہ مباشرت کرنا' مسلمان کو گالیاں بکنا' برا بھلا کہنا' تہمت لگانا'[۳۶] اسے مارنا' اس کی غیبت اور چغلی کرنا اور جھوٹ بولنا' اس کے علاوہ بھی صغیرہ گناہوں کی لمبی فہرست ہے۔ جب مؤمن کبائر سے توبہ کر لے تو صغائر از خود توبہ میں شامل ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اگر تم منع کردہ کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے باز آ جاؤ تو ہم تمہاری تمام برائیاں ہی مٹا دیں گے][۳۷] لیکن معافی کے اس حکم سے اپنے نفس کو لالچ نہ دو بلکہ تمام گناہوں سے توبہ کرو۔

شاعر کہتا ہے ۔

گناہ چھوڑ دے خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ
یہی تقوی ہے اس کے لئے جو استقامت اپناتا ہے
کانٹوں والی زمین پر چلنے والا بن جا
کہ جو کانٹا نظر آتا ہے اس سے بچتا ہے
چھوٹے گناہوں کو چھوٹا خیال نہ کر
بلاشبہ سنگریزوں سے پہاڑ بن جاتا ہے

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے اپنے صحابہ کے ساتھ ایک ایسی وادی میں پڑاؤ ڈالا جہاں لکڑیوں کا نام و نشان بھی نہ تھا آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کر لاؤ' صحابہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! لکڑیاں تو کہیں دکھائی نہیں دے رہیں' فرمایا کسی چیز کو حقیر نہ سمجھو جو کچھ نظر آئے اٹھا لاؤ۔ صحابہ کرام کچھ نہ کچھ ایندھن جمع کر لائے حتیٰ کہ ایک بڑا ڈھیر لگ گیا' آپؐ نے فرمایا یہی حال اس خیر و شر کا ہے جسے حقیر سمجھا جاتا ہے حتیٰ کہ چھوٹی چھوٹی نیکیاں اور چھوٹی چھوٹی بدیاں مل کر بڑے بڑے ڈھیر بن جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جس گناہ کو انسان صغیرہ سمجھے وہ اللہ کے نزدیک کبیرہ ہو جاتا ہے اور اگر اسے کبیرہ سمجھے تو وہ عند اللہ معمولی (صغیرہ) ہو جاتا ہے۔ مؤمن کا معمولی گناہ کو بھی بڑا گناہ سمجھنا اس کے ایمان کی عظمت اور معرفت الٰہی کی بلندی کا ثبوت ہے جیسا کہ ایک حدیث میں نبی رحمتؐ نے ارشاد فرمایا: مؤمن اپنے گناہ کو پہاڑ کی مانند سمجھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں وہ پہاڑ اس کے اوپر نہ گر پڑے جب کہ منافق اپنے گناہ کو مکھی کی مانند سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر آ بیٹھے اور وہ اسے اڑا دے۔[۳۸] بعض علماء کہتے ہیں کہ

۳۵ے (الانعام-۱۲۰)

۳۶ے تہمت لگانا کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔ بخاری (۲۶۱۵) بعض اہل علم نے مباشرت' غیبت' چغلی اور جھوٹ کو بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔

۳۷ے النساء-۳۱ ۳۸ے الاتحاف ۸/۵۷۱

انسان کا نا قابل معافی گناہ یہ ہے کہ وہ یہ خواہش کرے کاش میرا ہر عمل اس کی مانند ہوتا ہے (گناہ صغیرہ کی طرح) ایسا کہنا ضعف ایمان، نقص معرفت اور اللہ کے جاہ و جلال سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے، اگر اسے اللہ کے جاہ و جلال کا علم ہوتا تو وہ چھوٹے (گناہ) کو بڑا اور معمولی (حقیر) کو عظیم سمجھتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی کے پاس وحی بھیجی کہ ہدیہ کی قلت نہ دیکھ بھیجنے والی کی عظمت دیکھ، گناہ کو حقیر نہ سمجھ بلکہ جس کے سامنے اس کا ارتکاب کیا ہے اسے عظیم سمجھ۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ جس کا مقام و مرتبہ اللہ کے نزدیک زیادہ ہے وہ چھوٹے اور معمولی گناہ کو بھی معمولی نہیں سمجھتا بلکہ ہر نافرمانی کو بڑا گناہ ہی سمجھتا ہے۔

بعض صحابہ کرام نے تابعین سے کہا: تم ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے زیادہ باریک ہیں جب کہ ہم انہیں عہد رسالت میں ہلاک کرنے والے گناہ سمجھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ صحابہ کو اللہ اور اس کے رسول سے قرب حاصل تھا۔ اسی طرح ایک عالم کی نگاہ میں وہ گناہ عظیم ہے جو ایک جاہل کی نگاہ میں حقیر ہے۔ عام آدمی سے اس کی باز پرس نہیں جب کہ ایک عارف سے اس کی بھی باز پرس ہوگی کیونکہ دونوں کے علم و معرفت اور مقام و مرتبے میں واضح تفاوت ہے اور بقدر تفاوت ہی محاسبہ ہوگا۔

توبہ فرض عین ہے: ❀ ❀ توبہ بلا استثناء ہر شخص پر فرض ہے کیونکہ کوئی انسان بھی اعضاء کی نافرمانیوں سے محفوظ نہیں، اگر اعضاء سے محفوظ ہو تو دلی گناہوں کے ارادوں سے محفوظ نہیں۔ اگر اس سے بھی محفوظ ہو جائے تو مختلف شیطانی وسوسوں سے محفوظ نہیں [۳۹ے] جو اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتے ہیں۔ اور اگر ان سے بھی محفوظ ہو جائے تو علم و معرفت الٰہی میں کمی کوتاہی اور غفلت سے محفوظ نہیں اس لئے کہ عموماً اللہ کی ذات وصفات اور افعال کے متعلق غفلت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہ تمام صورتیں اہل ایمان کے احوال و مقامات کے اعتبار سے بقدر مراتب ہیں لہٰذا ہر حال کے لئے اطاعت، گناہ، حدود و قیود مقرر ہیں جن کا خیال رکھنا اطاعت ہے اور چھوڑ دینا، غفلت کرنا گناہ اور معصیت ہے سو ہر حال میں توبہ کی ضرورت ہے یعنی ضروری ہے کہ اپنے اندر پیدا ہونے والی کج روی سے رجوع کرے، شریعت کا سیدھا راستہ جو اس کے لئے مقرر کیا گیا، جو مقام اسے عطا کیا گیا اور جو منزل اس کے لئے مقرر کر دی گئی اسی کی طرف متوجہ ہو جائے۔ چونکہ لوگوں کے مراتب میں تفاوت ہے لہٰذا ان کی توبہ میں بھی تفاوت ہے۔ یعنی توبہ کی فرضیت میں تو فرق نہیں البتہ اس کی مقدار و نوعیت میں فرق ہے۔ عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے جب کہ خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے اور خواص الخواص کی توبہ ماسوا کی طرف دلی میلان سے ہے۔

ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہے جب کہ خواص کی توبہ غفلت سے ہے۔ ابوالحسن مصری فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر چیز سے رجوع کر لو۔ توبہ کرنے والوں کے درمیان تفاوت ہے کچھ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں کچھ

۳۹ے دلی وسواس اور خیالات اس وقت تک معاف ہیں جب تک کہ ان کا ظہور صادر نہ ہو جائے جیسا کہ نبی اکرم کا ارشاد گرامی ہے [اللہ تعالیٰ نے میری امت کے وسواس کو معاف کر دیا ہے اِلّا یہ کہ ان کا زبان یا عمل سے اظہار کیا جائے] (بخاری - ۲۵۲۸) البتہ کفر و نفاق اگر دل میں راسخ ہوا تو وہ معاف نہیں ہوگا بلکہ ایسے شخص کی سزا جہنم کا سب سے نچلا گڑھا ہے۔

ذاتی نیکیاں دیکھ کر توبہ کرتے ہیں اور کچھ غیر اللہ کی طرف طمانیت قلب سے توبہ کرتے ہیں۔انبیاء بھی توبہ سے مستغنی نہیں' کیا دیکھتے نہیں کے رسول اللہ ارشاد فرماتے ہیں: ''میرے دل پر بھی زنگ حملہ آور ہوتا ہے اور میں روزانہ ستر مرتبہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔''[۴۰]

جب آدمؑ نے شجر ممنوعہ کھایا اور آپ کے جسم سے جنتی لباس اتر گیا' ستر کھل گیا' صرف تاج سر پر باقی رہ گیا' اسے اتارنے سے آدمؑ کو شرم محسوس ہوئی تو جبرئیلؑ نے آ کر انہیں بھی اتار دیا پھر حکم ہوا کہ تم اور حواؑ میرے ہاں سے دور نکل جاؤ نافرمان میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا' حضرت آدمؑ نے شرو حیا سے حواؑ کو دیکھا اور کہا کہ یہ پہلی شامت گناہ ہے' دیار حبیب سے ہمیں نکال دیا گیا' آرام بخش زندگی کے بعد ہمیں عاجزی وگریہ زاری کا سامنا کرنا پڑا' آدمؑ کی یہ حالت عظیم سلطنت' زبردست فضیلت' عزت واکرام' سب سے زیادہ محفوظ و مامون جگہ' بلند مرتبہ اور اللہ سے بہت زیادہ قربت کے باوجود ہوئی۔اگر کوئی شخص توبہ سے بے نیاز ہوتا' دشمن سے نفس کی نحوست' شیطانی وسوسوں اور مکاریوں سے محفوظ رہ سکتا اور مرتبہ کی بلندی' عصمت و پاک دامنی اور اللہ کی قربت پر کسی کو ناز ہو سکتا تھا تو حضرت آدمؑ اس کے زیادہ مستحق تھے لیکن آپ بھی توبہ سے بے نیاز نہ رہ سکے بلکہ اللہ کے حضور توبہ کی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے[پھر آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے اور اس نے ان کی توبہ قبول فرمائی یقیناً وہ توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے][۴۱]

حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی تو فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو مبارک باد دی اور حضرت جبرئیلؑ' اسرافیلؑ اور میکائیلؑ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے آدمؑ! تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں کہ اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی ہے' حضرت آدمؑ نے کہا' اے جبرئیلؑ! اگر اس توبہ کے بعد بھی مجھ سے باز پرس ہوئی تو میرا کوئی ٹھکانہ نہیں! اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی' اے آدمؑ! تم نے اپنی اولاد کو محنت و مشقت ورثہ میں دی ہے تو توبہ بھی ورثہ میں دی ہے لہٰذا جو مجھ سے توبہ کرے گا میں اس کی توبہ قبول کروں گا جیسے تمہاری توبہ قبول کی ہے اور جو مجھ سے بخشش کا طلب گار ہوگا میں اس کی بخشش میں بخیلی نہیں کروں گا کیونکہ میں قریب ہوں اور دعائیں قبول کرنے والا ہوں۔اے آدمؑ! میں گناہوں سے تائب ہونے والوں کو جنت میں داخل کر دوں گا' انہیں ان کی قبروں سے خوش وخرم' مسکراتے چہروں سے اٹھاؤں گا اور ان کی دعائیں شرف قبولیت کو پہنچیں گی' اسی طرح حضرت نوحؑ سے ہوا جن کی بددعا اور قوم کے اہانت آمیز رویہ سے غیرت میں آ کر اللہ تعالیٰ نے تمام اہل دنیا کو پانی میں غرق کر دیا تھا آپ کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ دنیا کے تمام لوگ آپ ہی کی نسل سے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ کشتی میں جس قدر لوگ آپ کے ساتھ تھے ان میں سے آپ کے تین بیٹوں سام' حام اور یافت کے علاوہ کسی شخص کی اولاد نہ ہوئی۔طوفان نوح کے بعد تمام اہل دنیا آپ کی اولاد سے ہیں' اتنے بلند مقام ومرتبہ نبی ہونے کے باوجود آپ نے یہ دعا مانگی[کہنے لگے اے میرے پروردگار! میں پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے ایسی چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں' اگر تو نے مجھے نہ بخشا' رحم نہ فرمایا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا][۴۲] اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ بلند عالی مرتبت نبی' اللہ کے خلیل اور ابوالانبیاء ہونے

---

۴۰ مسلم (۶۸۵۸) احمد ۴/۲۱۱

۴۱ البقرۃ-۳۷   ۴۲ ھود-۴۷

کے باوجود (جیسا کہ منقول ہے کہ آپ کی اولاد میں چار ہزار نبی پیدا ہوئے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے/ ہم نے ان کی اولاد کو باقی رکھا)[۴۳] حتیٰ کہ ہمارے نبی حضرت محمدؐ، موسیٰؑ عیسیٰؑ، داوٗدؑ اور سلیمانؑ آپ ہی کی اولاد سے ہیں' عجز و انکساری اور توبہ سے بے نیاز نہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں [اس ذات نے مجھے پیدا کیا وہی ہدایت دینے والی ہے وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے' جب بیمار ہو جاؤں تو وہی شفا بخشتا ہے وہی مجھے مارے گا اور زندہ فرمائے گا اور اسی سے میں امید کرتا ہوں کہ وہ روز جزا میرے گناہوں کو معاف فرما دے][۴۴] اسی طرح دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [(اے اللہ!) ہمیں مناسک حج سکھا دے اور ہماری توبہ قبول فرما بلاشبہ تو توبہ قبول کرنے والا ہے][۴۵]

یہی حال موسیٰؑ کا ہے کہ وہ جلیل القدر' عظیم بزرگ رسول ہوئے' شرف ہمکلامی سے سرفراز ہوئے' اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے لئے پسند فرمایا' ظاہری و باطنی معجزات سے اللہ نے ان کی تائید فرمائی جیسے ید بیضاء (چمکتا ہوا ہاتھ) عصا (جو زمین پر پھینکنے سے اژدھا بن جاتا) اور نو (۹) نشانیاں جو مقام تیہ میں عطا ہوئیں جیسے رات کے وقت نور کا ظہور' من و سلویٰ کا نزول وغیرہ' یہ ایسے معجزات تھے جو ان سے پہلے کسی نبی کو نہ ملے لیکن آپ بھی اللہ کے حضور دعا گو ہوتے ہیں [الٰہی! مجھے اور میرے بھائی (ہارون) کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما لے اور تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے][۴۶] حضرت داوٗدؑ جلیل القدر نبی تھے' اللہ تعالیٰ نے انہیں عظیم الشان حکومت عطا کر رکھی تھی' تینتیس (۳۳) ہزار افراد ان کے درباری تھے' جب وہ زبور کی تلاوت کرتے تو ان کے سر پر پرندے صف بستہ رک جاتے' پانیوں میں طغیانی آ جاتی' انسان' جن' چوپائے' درندے اور سانپ وغیرہ قطاریں باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور کوئی کسی پر حملہ نہ کرتا' آپ کی تسبیحات سے پہاڑ گونج اٹھتے' آپ کی جاہ و جلالت' شان و شوکت اور رزق فراہم کرنے کے لئے لوہا آپ کے ہاتھ میں نرم کر دیا گیا اس کے باوجود آپ سجدہ ریز ہو کر چالیس دن تک روتے رہے حتیٰ کہ آپ کے آنسوؤں سے گھاس اگ آئی اللہ تعالیٰ کو ان پر رحم آیا اور ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے ارشاد فرمایا [تو ہم نے انہیں معاف کر دیا یقیناً ہمارے پاس ان کا تقرب اور بلند مقام موجود ہے (صٓ: ۲۵)][۴۷]

حضرت سلیمانؑ بھی عظیم الشان بادشاہ تھے' ہوا ان کی فرمانبردار تھی جو ایک مہینے کا راستہ دن کے پہلے نصف اور ایک مہینے کی مسافت دن کے آخری نصف میں طے کر لیا کرتی تھی' ان کو ایسی حکومت و سلطنت نصیب ہوئی جو ان کے بعد کسی کو نصیب نہ ہوئی' اس کے باوجود انہیں اس غلطی کی سزا دی گئی کہ (ان کے علم کے بغیر) ان کے گھر میں چالیس دن تک ایک مورتی کی پوجا کی جاتی رہی تو نتیجۂ چالیس دن تک ان کی حکومت چھین لی گئی' آپ حیران و سرگرداں گھومتے رہے' ہاتھ پھیلا پھیلا کر سوال کرتے مگر کچھ کھانے کو نہ ملتا' جب وہ کہتے کہ میں سلیمان بن داوٗد (بادشاہ) ہوں تو لوگ ان کا سر پھاڑ ڈالتے' ان پر پتھر برساتے' ان کی توہین کرتے' انہیں

---

[۴۳] الصافات - ۷۷
[۴۴] الشعراء - ۷۸ تا ۸۲
[۴۵] البقرۃ - ۱۲۸
[۴۶] الاعراف - ۱۵۱
[۴۷] ص - ۲۵

جھوٹا سمجھتے' ایک روز کسی کے گھر سے کھانے کو مانگا تو دھکوں کے ساتھ تواضع کی گئی' ایک عورت نے آپ کے منہ پر تھوک دیا ایک روایت ہے کہ ایک بڑھیا پیشاب کی بھری تھیلی لے کر نکلی اور سلیمانؑ کے سر پر انڈیل دی غرضیکہ اس ذلت آمیز حالت کا آپ نے چالیس دن تک سامنا کیا آخر کار اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ سے آپ کی انگوٹھی برآمد کر دی آپ نے اسے پہن لیا[۴۸] اور حسب سابق راحت و عیش کا دور لوٹ آیا۔ پرندے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے' انس و جن' شیطان جنگلی جانور سب آپ کے گرد اگرد جمع ہو گئے پھر آپ کی توہین و تذلیل کرنے والوں نے آپ کو پہچان کر معذرت چاہی تو آپ نے جواب دیا کہ گذشتہ رویہ پر میں تمہاری ملامت کرتا ہوں نہ موجودہ رویہ پر تمہاری خوشامد کرتا ہوں۔ یہ سب کچھ تو میرے رب کی طرف سے ہے۔ یہ مشیت الٰہی میرے لئے لکھ دی گئی تھی۔ سو اللہ نے ان کی طرف رجوع کیا تو بہ قبول کر کے آپ کو ملک و سلطنت سے نواز دیا' آپ کے مقام و مرتبہ' مال و دولت اور اقتدار و سلطنت میں اضافہ فرما دیا۔

جب بڑے بڑے حکمرانوں' سرداروں' پیغمبروں اور اللہ کے خلفاء نبیوں کا یہ حال تھا تو تم جیسے ناچیز کا کیا حال ہوگا' تم کس دھوکے میں مبتلا ہو' تم تو شیطانی فریب میں گرفتار ہو' تمہیں دشمنوں کے لشکروں نے چاروں اطراف سے گھیر رکھا ہے' کہیں خواہشات ہیں' کہیں شہوات' کہیں تمنائیں ہیں' کہیں وسوسے' کہیں شیطان کی ملمع سازیاں ہیں جب کہ تمہارا نفس ظاہری عبادات' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ پر اتراتا ہے اور تمہارا باطن روحانی عبادتوں سے خالی ہے' تقویٰ' ورع' پرہیزگاری' زہد' شکر' صبر و رضا' قناعت' توکل' تسلیم' تفویض' یقین الٰہی' سخاوت نفس' احسان شناسی' حسن سلوک' حسن اخلاق' حسن صحبت' حسن معرفت' حسن اطاعت' صدق و اخلاص اور دوسرے محاسن سے خالی ہے بلکہ تیرا باطن گندی عادات اور گناہوں کے چشموں' جن سے مصائب و آلام پھوٹتے ہیں' بھرپور ہے ایسے گناہوں سے لبریز ہے جن سے دنیا اور آخرت کی تباہی یقینی ہے' تمہیں مفلسی و محتاجی کا خوف دامن گیر ہے' تم اللہ کی تقدیر سے بیزاری' ناراضگی' اعتراضات اور شکایات کا رویہ اپناتے ہو' تمہارا دل کینہ' حسد' بغض' دھوکہ' فریب' جاہ طلبی' ریاکاری' دنیا میں مقام و مرتبہ کے حصول سے پُر ہے' تم خوشامدوں کے متمنی ہو' دنیا سے راضی و مطمئن ہو' اللہ کے بندوں کو حقیر و ذلیل اور خود کو عظیم سمجھتے ہوئے فخر و تکبر کا اظہار کرتے ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر جا تو اسے عزت گناہ کے ساتھ پکڑ لیتی ہے][۴۹] حد سے زیادہ غیظ و غضب' عصبیت' عار سرداری کی محبت' باہمی عناد' بغض و عداوت' لالچ' حرص' بخل' خوف تکبر' خوشامد' اہل ثروت کی تعظیم' مفلسوں کی تحقیر' دنیاوی حرص' فخر و مباحات کی وجہ سے اپنی ملکیت جتانا' خدا کی حاکمیت میں اپنی قوت اور اپنے زور پر غور و فکر کرنا' خلق خدا کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا' ان کے لئے حق کو چھپانا' اپنے اعمال پر غرور کرنا' جھوٹی تعریف سے خوش ہونا' غیروں کی عیب جوئی کرنا اور اپنے عیوب سے چشم پوشی' خدا کی نعمتوں کو فراموش کرنا' ہر نعمت کی اپنی ذات یا کسی دوسری مخلوق سے نسبت کرنا' حالانکہ تمام مخلوق اللہ ہی کے احکامات کے تابع ہے' ظاہر پرستی کرنا' مقرر حدود کا خیال نہ کرنا' بیجا کام کرنا' خوشی

۴۸ے حضرت سلیمانؑ کے متعلق اس طرح کے واقعات غیر مستند اور من گھڑت ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

۴۹ے البقرۃ-۲۰۶

کو پسند اور غم سے نفرت کرنا حالانکہ غم وملال کے بغیر دل ویران ہے' جو دل اس سے عاری ہیں ان میں حکمت کا فروغ اور نور الٰہی بجھ جاتا ہے حالانکہ حکمت الٰہی کے نور سے اللہ کی قربت نصیب ہوتی ہے' اللہ سے دلی لگاؤ پیدا ہوتا ہے' تم اللہ کی باتیں نہیں سنتے' انہیں سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اسے اپنا کر تمام مخلوق سے مستغنی نہیں ہوتے تاکہ تم دائمی سعادت' دائمی نجات اور پوری پوری نعمت سے مالا مال ہو جاؤ اگر تمہیں ذلت پہنچے تو تم سراپا انتقام بن جاتے ہو حالانکہ تمہاری اصلاح وفلاح اسی میں ہے اور تم اِسی طرح اولیاء اللہ کے زمرے میں داخل ہو سکتے ہو' اس کے معزز اور خالص بندے بن سکتے ہو' شہدا' انبیاء' عرفاء اور علماء کی جماعت میں شامل ہو سکتے ہو جو دنیا میں قانون الٰہی پر عمل پیرا ہیں جب کہ اس کے برعکس تم اللہ کے قانون کی مدد کے لئے کمزور ثابت ہوتے ہو' اولیاء اللہ کا دینی کاموں میں ساتھ نہیں دیتے جو اللہ کی حجت پکڑے دشمنانِ اسلام کے سامنے سینہ سپر ہیں' دن رات لوگوں کو عبادت الٰہی کی دعوت دے رہے ہیں' وعظ ونصیحت کے ساتھ گذشتہ اقوام پر آنے والے اللہ کے عذاب سے انہیں ڈراتے ہیں انہیں جہنم کی آگ سے ڈراتے ہیں اور اللہ کی رحمت اور جنت کا شوق دلاتے ہیں بلکہ تم تو ان کی مخالفت میں کمربستہ ہو تم بظاہر دوستی کرتے ہو لیکن در پردہ ان کی دشمنی میں سرگرم عمل رہتے ہو اور اللہ کے محبوب اور نیک بندوں سے مفاہمت نہیں کرتے حالانکہ جو شکستہ دل ہیں' رحمٰن کے ہم نشین ہیں' اس پر مطمئن ہیں' سدا تنگی میں روز وشب بسر کر رہے ہیں' ہر وقت اپنے مالک کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں' اس کی نعمتوں پر شکر بجالاتے ہیں' اخلاص کی دولت سے آراستہ ہیں' رحمٰن کے پرخلوص بندے ہیں' دنیا کے فسادات اور انقلابات سے محفوظ ہیں' قبروں میں عذاب قبر' اس کے دباؤ اور تنگی سے محفوظ ہیں' روز قیامت کے طویل محاسبے اور وحشت سے بےخوف ہیں' جنتوں میں دائمی نعمتوں میں مسرور ہیں اور انہیں وہاں بالخصوص ہر خوش طبع چیز ہر لمحہ ہر ساعت اور ہر منٹ میسر رہے گی۔ تم اپنے مال ودولت' عیش و عشرت' راحت وآرام پر نازاں ہو اور دھوکے میں مبتلا ہو' کیا تم اللہ کی عنایات' نوازشات' عطیات کے چھن جانے سے محفوظ ہو؟ بہت سے ناز پرور جو ہوس اقتدار میں اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے ان سے سب کچھ چھین کر غیروں کے سپرد کر دیا اور وہ خالی ہاتھ کنگال ہو کر رہ گئے' تمہارے پاس بھی تو غیروں کا مال ہے' کیا تم فرعون کو جو خود کو رب اعلیٰ کہتا تھا اور پانی میں غرق ہو کر انجام کو پہنچا' بھول گئے ہو؟ کیا تم ہامان' قارون' شداد' عاد' قیصر وکسریٰ جو قدیم زمانے کے بڑے بڑے بادشاہ تھے اور فنا ہو جانے والی اقوام کو بھول چکے ہو جن کے ساتھ زمانہ کھیلتا رہا' خواہشات نے انہیں دھوکہ دیئے رکھا حتی کہ اللہ کا عذاب آن پہنچا جب کہ شیطان نے انہیں اللہ سے بےخبر رکھا وہ مال کے نشہ میں مخمور رہے حتی کہ ان میں اور ان کی خواہشات میں ناقابل عبور خلیج حائل کر دی گئی' ان کا جمع کردہ مال لوگوں میں تقسیم ہو گیا' ان کا اپنے اموال سے ہر تعلق کٹ گیا' انہیں ان کے پھیلائے ہوئے آرام دہ بستروں سے گھسیٹ لیا گیا' انہیں ان کے دلہنوں کی طرح آراستہ محلات سے نکال دیا گیا' ان کی شان وشوکت خاک میں ملا دی گئی' جن ملکوں کے وہ دعویدار تھے وہ انہیں دھوکہ دے گئے' اب اللہ تعالیٰ ان سے اپنی امانتوں اور مستعار چیزوں کا محاسبہ کرے گا' اللہ نے انہیں وہ عذاب دکھا دیا جس کے وہ منکر تھے' انہیں ان کے برے اعمال سے متنبہ کر دیا' ان سے ہر چھوٹے گناہ انہیں تنگ قید خانوں میں قید کر دیا جائے گا جن میں وہ خود لوگوں کو بطور سزا ڈال دیتے تھے' جو وہ سزائیں دیتے تھے ان سے کئی گناہ سخت سزاؤں کا خود سامنا کریں گے' آگ میں جلائے

جائیں گے'ان کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑ دیئے جائیں گے'انہیں کانٹے دار پودے کھلائے جائیں گے' کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا' دوبارہ پیاس لگنے پر جہنمیوں کا خون' پیپ اور گندا پانی پلایا جائے گا' کیا تمہیں گذشتہ اقوام سے کوئی عبرت ونصیحت حاصل نہ ہوئی کہ یہ مال ودولت انہیں کا ورثہ ہے' کبھی وہ ان کے دعوے دار تھے' وہی ان عالیشان محلوں میں بسنے والے لوگ تھے' انہیں ہی ان سے نکالا گیا کیونکہ وہ انہی محلات میں براجمان ہو کر لوگوں پر مظالم ڈھاتے' مصائب کے پہاڑ توڑتے' بڑے لوگوں کی ان کے ہاتھوں عزتیں برباد ہوئیں' کمریں برباد ہوئیں' سر پھوڑے گئے' رخساروں پر خون کی ندیاں بہائیں گئیں' بہت سے ستم رسیدہ مسکینوں اور غریبوں کی آنکھوں سے انہوں نے خون کے آنسو جاری کیئے' کئی مال دار' شرفاء ان کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہوئے' انہوں نے بہت ساری بدعات' خرافات اور برے رسم ورواج ایجاد کیئے' بہت سے علم وحکمت اور عقل ودانش والے دل توڑے' انہیں غصہ دلایا بالآخر رات کی تاریکیوں میں اہل دل کی بہت سی دعائیں' آہیں' فریادیں' جگر سوز آوازوں کے ساتھ ان کے مظالم کے خلاف اللہ تعالیٰ کے دربار میں شکایت کے لئے بلند ہوئیں کہ اے اللہ ہم سے ان مظالم کو ہٹا دے کیونکہ ہم تو تیرے مطیع' فرمانبردار اور وفا شعار بندے ہیں' معزز ومقرب فرشتوں نے ان کی دعاؤں پر آمین کہا اور وہ فوراً ان دعاؤں کو اللہ کی بارگاہ میں لے گئے' عظیم' عادل اور منصف شہنشاہ تک یہ فریادیں پہنچ گئیں' پھر عزت وحکمت اور صاحب علم رب نے ان کے دلوں پر نگاہ ڈالی کیونکہ وہ ان کے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے' وہ ان کی شکایات میں ان کے تمام ظاہری وباطنی حالات سے باخبر ہے' ان کے مظلومیت اس پر ظاہر ہے سو انہیں جاہ وجلال والے شہنشاہ نے جواب دیا کہ میں تمہاری مدد ضرور کروں گا اگر چہ اس میں دیر ہو پھر اللہ تعالیٰ نے دشمنان دین کو کٹی ہوئی کھیتیوں کی طرح ویران کر دیا' کیا ان میں کوئی زندہ نظر آتا ہے؟

کسی پر پانی کا عذاب نازل کر کے غرق کیا' کسی کو زمین میں دھنسا دیا' کسی پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی' کسی کو صاحب ایمان لوگوں کے ہاتھوں مروا دیا' کسی قوم کو مسخ کر دیا اور انہیں سور و بندر بنا دیا' کسی کے دل سخت پتھروں کی طرح کر دیئے' ان پر کفر کی مہر ثبت کر دی' شرک' زنگ' پردے اور ظلمت کا لیبل لگا دیا بالآخر ان میں ایمان داخل نہ ہو سکا' پھر نہایت شدید محاسبہ کیا' انہیں ہلاکت کے گھر میں جھونک دیا' جب ان کے چمڑے پک جاتے ہیں تو ہم ان پر دوسرے چمڑے چڑھا دیتے ہیں لہٰذا وہ دائمی عذاب میں ہیں' گلے میں اٹکنے والا کھانا (کانٹے دار) اور دردناک عذاب میں وہ ہمیشہ گرفتار رہیں گے' وہ جہنم میں مریں گے نہیں' نہ اس جہنم سے نکالے جائیں گے' ان کی ہلاکت وتباہی بلا انتہا ہے' ان کے لئے جہنم کی سخت تنگ زندگی ہے' کسی قسم کی راحت کا سوال نہیں' نہ ان کی سانس نکلے گی نہ روح نکلے گی' ان کی تمام تمنائیں' آرزوئیں اور خواہشات ختم ہو کر رہ جائیں گی' کلیجے منہ کو آئیں گے' زبانیں گنگ ہو جائیں گی اور ان سے دھتکار کر کہا جائے گا کہ ذلیل ہو کر جہنم میں ہی رہو اور مجھ سے بات کرنے کی کوشش بھی نہ کرو۔ لہٰذا میرے قابل رحم بھائیو ساتھیو! آگاہ ہو جاؤ' کہیں ان جیسے اعمال سرانجام نہ دینا' ان کا راستہ اختیار نہ کرنا' ان کے نقش قدم پر نہ چلنا' اگر بغیر توبہ تم مر گئے اور غفلت ودھوکہ کی بنا پر مؤاخذے میں آ گئے تو اپنی نجات کے لئے کوئی عذر پیش نہ کر پاؤ گے اور تمہارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا جس کے ساتھ تم اللہ کے عذاب سے نجات پا سکوں۔ لہٰذا آج سے ہی اس

طویل سفر کے لئے پل صراط عبور کرنے کے لئے' اسباب فراہم کرلو' زادہ راہ جمع کرلو ورنہ جس عذاب سے وہ دوچار ہوئے اس کا تمہیں بھی سامنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

توبہ کی شرائط: ❁ ❁ توبہ کی تین شرطیں ہیں [۵۰] (۱) گناہ اور شرعی احکام کی خلاف ورزی پر ندامت و پشیمانی کا اظہار جیسا کہ رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے: ''ندامت توبہ ہے۔'' [۵۱] ندامت کی نشانی یہ ہے کہ دل میں رقت ہو اور آنکھیں نم ہوں۔ اسی لئے نبیؐ نے ارشاد فرمایا: ''توبہ کرنے والوں کے پاس اٹھو بیٹھو کیونکہ ان کے دلوں میں رقت و نرمی ہوتی ہے۔'' [۵۲] (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ ہر حال میں گناہ ترک کر دیا جائے' (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ جو گناہ ہو چکا اس کی طرف کبھی اعادہ نہ کیا جائے۔ جب ابوبکر واسطی سے سچی توبہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ پرخلوص توبہ یہ ہے کہ گناہ گار پر گناہ کا ظاہری یا باطنی کوئی اثر باقی نہ رہے اور جو سچی توبہ کرلے اسے صبح شام بیتنے پر کوئی ملال نہیں۔ ندامت عزم و ارادہ پیدا کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کروں گا کیونکہ مجھے پہلے سے علم ہو گیا ہے کہ گناہ بندے اور اس کے رب کے درمیان حائل ہو کر اسے دنیا و آخرت کی سعادتوں سے محروم کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے' آپؐ ارشاد فرماتے ہیں: بندہ کثرت گناہ کے سبب اپنے وافر رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ [۵۳] اسی طرح زنا محتاجی پیدا کرتا ہے۔ [۵۴]

بعض عرفاء کا کہنا ہے کہ جب تم زندگی میں تغیر' تنگی' رزق میں کمی' پریشانی جو کم نہ ہونے پائے دیکھو تو یقین کرلو کہ تم نے اپنے مالک حقیقی کا کوئی حکم پس پشت ڈال رکھا ہے اور من مانیاں کر رہے ہو اور جب تم اپنے اوپر لوگوں کی دست درازی' زبان درازی اور جان و مال اور اہل و عیال پر ظلم و زیادتی دیکھو تو سمجھ لو کہ تم کوئی حرام کام کر رہے ہو' ناجائز حقوق غصب کر رہے ہو' حدود اللہ سے تجاوز کر رہے ہو' حرمتوں کے پردے چاک کر رہے ہو۔ جب تم دیکھو کہ تمہارے دل میں پریشانیاں اور بے قراریاں انگڑائی لے رہی ہیں تو سمجھ لو کہ تم مسئلہ تقدیر پر اعتراض کر رہے ہو' اللہ پر الزامات لگا رہے ہو' اس کے وعدوں کو جھوٹا سمجھ رہے ہو' اس کے کاموں میں غیروں کو شریک ٹھہرا رہے ہو' اللہ پر تمہیں اعتبار نہیں' اس کی تدبیر پر تم راضی نہیں۔ جب توبہ کرنے والا اپنے احوال میں غور و فکر کرتا ہے تو گناہ پر نادم ہوتا ہے یعنی محبوب چیز کے ضائع ہونے کے خیال سے دل بھرنا' جب اس خیال سے دل دکھتا ہے تو حسرت و افسوس پیدا ہوتا ہے' رنج و صدمہ لاحق ہوتا ہے' آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں اور نادم بلک بلک کر رونے لگتا ہے' گریہ زاری کرتا ہے' آنسوؤں کی لڑی جاری ہو جاتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ گناہ کی نحوست ہے' شامت اعمال ہے اس لئے آئندہ کبھی گناہ نہ کروں گا

---

[۵۰] بلکہ چار شرطیں ہیں چوتھی شرط یہ ہے کہ اگر گناہ حقوق العباد سے متعلق ہے تو اس مظلوم کا حق (مال وغیرہ) بھی واپس کیا جائے یا کم از کم اس سے بھی حق معافی طلب کیا جائے۔

[۵۱] ابن ماجۃ (۴۲۵۲) احمد ۱/۳۷٦

[۵۲] الاتحاف ۸/۵۷۴- الضعیفۃ (۱۰۳)

[۵۳] احمد ۵/۲۸۰- اس روایت پر بھی کلام ہے۔

[۵۴] الضعیفۃ (۱۴۰) ابن عدی ٦/۲۴۲۵

کیونکہ گناہ تو سم قاتل، خطرناک درندہ، جلانے والی آگ اور گردن اڑانے والی تلوار ہے۔ مومن کو ایک سوراخ سے دوبارہ ڈنگ نہیں لگتا[۵۵] اس لئے وہ گناہوں سے فطرتاً دور بھاگتا ہے جیسے ان نقصانات اور ہلاکتوں سے دور بھاگتا ہے چونکہ گناہوں سے بڑی تباہی ہے اور اطاعتوں سے پوری بقا ہے، ابدی سلامتی ہے اور دینوی و اخروی سعادت ہے۔ کاش! گناہ پیدا ہی نہ کئے جاتے، ان کا نام ونشان ہی نہ ہوتا کیونکہ گناہ کی لذت تھوڑی دیر ہے اور اس کا غم بہت لمبا ہے، اس کی بیماری لاعلاج ہے، اس سے عمر کم ہوتی ہے اور بہت سی مخلوق جہنم کا ایندھن بنتی ہے۔ ندامت سے قصد پیدا ہوتا ہے جو نقصانات کے تدارک اور تلافی کا ارادہ رکھتا ہے، اس ارادے کا تعلق حال سے ہے اور یہی خطرناکیوں کو چھوڑنے کا محرک ہے۔ جس میں گناہ گار مبتلا ہے اس پر مداومت کرتا ہے۔

نمازوں کی قضائی: ❁ ❁ بندے پر ہر فرض کی ادائیگی فی الفور فرض ہے اور اس کی طرف متوجہ ہونا اور نیک عمل کا ارادہ کرنا بندے کے ماضی کے حالات سے متعلق ہے، نقصانات کا مداوا، مرتے دم تک اطاعت پر قائم رہنا، صحت توبہ کے لئے ماضی سے متعلقہ یہ شرائط ہیں کہ انسان اپنی بلوغت سے لے کر آج تک اپنے ایک ایک سال کا، ایک ایک ماہ کا، ایک ایک دن، ایک ایک ساعت، لمحے، دقیقے کا جائزہ لے اور غور کرے کہ میں نے کن عبادتوں میں کمی کوتاہی کا ارتکاب کیا، اگر نماز ترک کی ہے تو آیا مکمل نماز ترک کی تھی یا بلا شرائط وارکان ادا کی تھی مثلاً بلا طہارت ادا کر لی، یا ناقص وضو سے ادا کی، کوئی شرط وضو، نیت وغیرہ یا واجب وضو، کلی، ناک کی صفائی، چہرہ دھونا وغیرہ چھوڑ دیا، ناپاک، ریشمی یا غصب شدہ کپڑوں میں یا غصب کردہ زمین پر نماز پڑھی۔ تجزیہ سے فارغ ہو کر سن بلوغت سے تاوقت توبہ تمام نمازوں کی قضائی دے[۵۶] لہٰذا پہلے فرائض کی قضائی دے اور لگاتار متروک فرضی نمازیں ادا کرے جب کسی موجودہ نماز کا وقت ہو جائے تو اسے ادا کرنے کے بعد دوبارہ متروکہ فرائض کی قضائی میں مشغول ہو جائے یہاں تک کہ تمام متروکہ فوت شدہ نمازوں کی قضائی پوری ہو جائے۔

اگر اثنائے قضائی کسی فرض نماز با جماعت کا وقت آن پہنچے تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھے لیکن جماعت میں اپنی فوت شدہ نماز کی نیت ہو پھر جماعت کے بعد قضائی شروع کر دے اور جب مقررہ حاضر نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب ہو تو جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کو اکیلا دوہرا لے[۵۷] اس لئے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضائی میں ترتیب ضروری ہے۔ ہاں اگر امام کے ساتھ وقتی نماز کی نیت کی تو وہ وقتی نماز ہو جائے گی اس سے چشم پوشی کر لی جائے اور اس کا اعادہ نہ کیا جائے لیکن پہلا طریقہ ہی راجح ہے۔

اگر کسی کے گذشتہ عمر میں اچھے برے اعمال مکس ہوں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور دوسرے وہ ہیں جنہوں نے اپنے

۵۵ے احمد ۲/ ۱۱۵- البیہقی (۳۹۸۲)

۵۶ے یہ قضائی ضروری نہیں اس لئے کہ یہ انتہائی مشکل بلکہ ناممکن کام ہے اور اللہ تعالیٰ کسی انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔ توبہ کا معنی ہی یہ ہے کہ جو کچھ پہلے گذر چکا اس پر توبہ کر لی جائے البتہ اگر بندوں کے حقوق سلب کئے ہوں تو ان کی تلافی ضروری ہے۔

۵۷ے یہ طریقہ درست نہیں کہ وقتی فرض نماز کا وقت ضائع کر دیا جائے اور استطاعت کے باوجود اسے مکروہ وقت پر ادا کیا جائے۔

گناہوں کا اعتراف کرلیا اوران کے اچھے برے اعمال باہم مکس ہیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائیں] [۵۸] یعنی کبھی ان پر ایمان کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ اچھی طرح سے نماز وروزہ کی ادائیگی کرتے ہیں' خباثتوں' حرام کاریوں سے بچتے ہوئے احتیاط سے تمام دینی احکام بجالاتے ہیں اور کبھی ان پر شقاوت و بدبختی کا غلبہ ہوتا ہے' شیطان انہیں بہکاتا ہے تو وہ نماز میں کوتاہی کرتے ہیں' اس کی شرائط وارکان میں سستی کرتے ہیں' کچھ کی ادائیگی کرتے ہیں کچھ کو چھوڑ دیتے ہیں یا کسی دن نماز پڑھ لی کسی دن چھٹی کرلی' یا دن رات میں ایک دو نمازیں ادا کرلیں باقی نہ پڑھیں۔ ایسے شخص کو پوری تندہی سے غور فکر کرنا چاہیے کہ جو نمازیں یقینی طور پر شرعی تقاضوں کے مطابق ادا کی ہیں ان کی قضائی نہ دے البتہ باقی نمازوں کی قضائی دے اور اگر تھوڑی بہت مشقت اٹھالے' عزیمت کا سہارا لے اور تمام نمازوں کی ادائیگی کرلے تو یہ یقیناً قابل احتیاط ہے' قیامت کے لئے زادہ راہ ہے' کفارہ گناہ ہے اور متروکہ اعمال کے لئے روز قیامت تدارک بھی ہے' اگر توبہ کرنے والا اسلام اور سنت پر فوت ہوجائے تو اس کے جنت میں درجات بلند ہوں گے' اگر انسان قضائے فرائض سے سبکدوش ہوجائے اور ہنوز عمر باقی ہو تو اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے لئے چن لیا ہے اپنے محبوب بندوں میں شمار کرلیا ہے' گمراہی سے نجات دی ہے' شیطانی پیروی سے آزاد کردیا ہے' خواہشات اور شہوات سے محفوظ فرمادیا ہے اور اسے دنیا سے بیزار کرکے آخرت کی طرف راغب کردیا ہے لہٰذا اب اسے مؤکدہ سنتوں کی قضائی دینی چاہیے جن کا تعلق ہر نماز سے ہے جیسا کہ ہم فرائض میں ذکر کرآئے ہیں۔ پھر اسے چاہیے کہ تہجد' رات کے نوافل میں رغبت کرے اور ان اعمال میں بھی جن کا تذکرہ ہم کتاب کے آخر میں کریں گے۔

روزوں کی قضائی: ❁ ❁ اسی طرح اگر سفر یا بیماری کی وجہ سے روزے چھوٹ جائیں' یا قصداً چھوڑے ہوں یا بلانیت روزے رکھے ہوں تو ان تمام صورتوں کے روزوں کی قضائی ضروری ہے' اگر تعداد یاد نہ ہو تو ظن غالب پر بنیاد بنا کر قضائی دے لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ بلوغت سے لے کر توبہ تک کے تمام روزوں کی قضائی یہی باعث سعادت ہے۔ اگر دس سال کے روزے چھوٹے ہوں تو دس ماہ روزے رکھے اگر بارہ سال چھوٹتے رہے تو بارہ ماہ روزے رکھے یعنی ہر سال کے بدلے ایک ماہ کے روزے رکھے۔ [۵۹]

زکوٰۃ کی قضائی: ❁ ❁ نماز' روزے کی طرح ادائیگی زکوٰۃ کا حساب وقت بلوغت سے نہیں کیا جائے گا بلکہ اس وقت سے کیا جائے جب سے وہ صاحب نصاب ہوا ہے ہمارے نزدیک نابالغ بچے اور مجنوں (پاگل) کے مال پر بھی زکوٰۃ فرض ہے لہٰذا بوقت مالک نصاب سے تاحال تمام سالوں اور کل مال کا حساب کرے پھر تمام سالوں کی زکوٰۃ نکال کر فقرا' مساکین اور مستحقین کو دے دی جائے' اگر اس نے بعض سالوں کی زکوٰۃ ادا کی تھی بعض کی نہیں تو جن سالوں کی زکوٰۃ کرچکا ہے ان کی دوبارہ ادائیگی نہ کرے ہاں

۵۸ے التوبۃ-۱۰۲

۵۹ے نمازوں کی قضائی کی طرح یہ عمل بھی تکلیف مالایطاق کے زمرہ میں داخل ہے اس لئے قرآن مجید کی رو سے اس میں معافی ہے۔ البتہ سچے دل سے توبہ کرکے آئندہ کے لئے محتاط رہے۔

جن سالوں کی ادا نہیں کی ان کی زکوٰۃ ادا کرے جس طرح ہم نماز' روزے کے مسئلے میں ذکر کر چکے ہیں۔

حج کی قضائی: ❁ ❁ کسی آدمی کے لئے حج کی تمام شرائط پوری ہو جائیں تو اسے فی الفور حج ادا کر لینا چاہیے۔ اگر سستی اور کاہلی کے بموجب حج نہ کر سکا اور اب استطاعت بھی نہیں رہی لیکن کچھ عرصہ بعد دوبارہ صاحب استطاعت ہو گیا تو اس وقت فی الفور حج کے لئے نکل کھڑا ہو لیکن اگر دوبارہ زادراہ کی استطاعت نہیں رکھتا جب کہ سفر حج کے لئے جسمانی طاقت موجود ہے تب بھی ارادہ حج سے سفر پر نکل کھڑا ہونا اس کے لئے واجب ہے' اگر کچھ مال موجود ہے تو اسے چاہیے مزید حلال معاش حاصل کرے اور اس کے ساتھ زادراہ اور سواری وغیرہ کا انتظام کر لے' اگر کھانے کی استطاعت نہیں تو دوسروں سے امداد طلب کرے تا کہ لوگ اپنے صدقات وزکوٰۃ سے اس کی مدد کریں اور وہ حج کی ادائیگی پر قادر ہو سکے کیونکہ ہمارے نزدیک حج فی سبیل اللہ میں داخل ہے جو مصارف زکوٰۃ کی آٹھ اقسام میں سے ایک قسم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور اللہ کی راہ میں][۶۰] اگر وہ بلا ادائیگی حج وفات پا گیا تو گناہ گار ہوگا کیونکہ اس نے ادائیگی حج میں سستی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہمارے نزدیک حاجی کے لئے صاحب استطاعت ہوتے ہی حج کرنا فرض ہے۔ حدیث نبویؐ ہے: جس کے پاس زادراہ اور سواری موجود ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا دیں مگر وہ حج ادا نہ کرے تو عجب نہیں کہ وہ یہودی' عیسائی یا غیر مسلم ہو کر فوت ہو' دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ جو بلا حج فوت ہو جائے تو اس کا یہودی ہو کر مرنا یا عیسائی ہو کر مرنا سب برابر ہے۔[۶۲] یہ سب کچھ ادائیگی حج کی تاکید' تحفظ حج' کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے' فی الفور ادائیگی کے پیش نظر فرمایا گیا ہے۔

گناہوں کے کفارے: ❁ ❁ اگر کسی شخص کے کفارے اور نذریں چھوٹ گئیں ہوں وہ کفارے ادا کرے' نذریں پوری کرے اور پوری احتیاط سے کام لے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔

اگر گناہ کرتا رہا ہے تو سن بلوغت سے تا وقت توبہ ان کی کرید کرے خواہ وہ گناہ کانوں سے متعلقہ ہوں' آنکھوں سے ہوں' ہاتھوں' پاؤں سے ہوں' یا تمام اعضا سے متعلقہ ہوں۔ گناہ گار کو چاہیے۔ کہ اپنے ماضی پر غور وفکر کرے کہ فلاں دن' فلان جگہ اور فلاں وقت یہ یہ گناہ کئے تھے اس طرح تمام گناہوں کی فہرست تیار کر لے تا کہ تمام گناہ (صغیرہ ہوں یا کبیرہ) اس کی نگاہ میں رہیں' ان لوگوں کو بھی دماغ میں حاضر رکھے جو اس کے ساتھ ان گناہوں میں شریک کار تھے' ان گھروں کو بھی جہاں چھپ چھپا کر گناہ کئے تھے اور ان آنکھوں کو نظر انداز کیا گیا تھا جو کبھی نہیں سوتیں اور نہ لمحہ بھر کے لئے اونگھتی ہیں [معزز لکھنے والے فرشتے ہیں تمہارے ہر فعل سے باخبر ہیں][۶۳] نیز [انسان جو کچھ کہتا ہے اس پر ایک نگہبان (نوٹ کرنے کے لئے)

۶۰ے التوبۃ-۶۰ ۶۱ے التوبۃ-۶۰

۶۲ے البیہقی ۴/۳۳۰-الطبری ۴/۱۲

۶۳ے (الانفطار-۱۱'۱۲) ہر انسان سے وقتاً فوقتاً گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں بسا اوقات یہ گناہ کبائر کی شکل اختیار کرتے ہوئے شرک تک جا پہنچتے ہیں۔ گناہوں میں سے بعض کا تعلق حقوق اللہ سے ہوتا ہے جیسے عبادات وغیرہ ہیں اور بعض گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے جیسے ظلم

حاضر رہتا ہے]^{۶۴} مجرم ان معزز فرشتوں کو بھی نظر انداز کر گیا تھا جو اس پر محافظ ہیں [اس کی حفاظت کے لئے اس کے آگے پیچھے (دائیں بائیں) اللہ کے حکم سے فرشتے مقرر ہیں]^{۶۵} جو اس کا ہر ہر فعل اور ہر ہر سانس شمار کرتے ہیں۔ مجرم اللہ سے چھپتا ہے حالانکہ وہ اس کے ظاہر و باطن سے بھی آگاہ ہے' وہ دلوں کے رازوں سے متنبہ ہے' لوگ جو کچھ چھپاتے یا ظاہر کرتے ہیں وہ ان سے خوب باخبر ہے۔ اس کے بعد گناہ گار کو چاہیے کہ وہ حقوق اللہ سے متعلقہ گناہوں اور حقوق العباد سے متعلقہ گناہوں پر غور کرے پھر جو گناہ بندے اور رب کے درمیان ہیں یعنی حقوق اللہ سے متعلقہ ہیں جیسے زنا' شراب' ناچ گانا' غیر محرم کو قصداً دیکھنا' حالت جنابت میں مسجد میں ٹھہرنا' بلا وضو قرآن چھونا' کسی بدعت کا اعتقاد رکھنا وغیرہ تو ان سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ نادم ہو کر اللہ سے ڈرا جائے' افسوس کا اظہار کیا جائے اور اللہ سے معذرت طلب کی جائے پھر کثرت مدت کے اعتبار سے ان کی مقدار کا اندازہ کرے' ہر گناہ کے بدلے مناسب نیکی کرے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں]^{۶۶} اور نبیؐ نے ارشاد فرمایا: ہر جگہ اللہ سے ڈرتے رہو' برائی کے بعد نیکی کرو وہ نیکی برائی کا اثر ختم کر دے گی۔^{۶۷} ہر برائی کو اسی نوع کی نیکی سے یا اس کی مماثلت رکھنے والی نیکی سے مٹایا جا سکتا ہے مثلاً شراب نوشی کا کفارہ ہر حلال مشروب سے کیا جا سکتا ہے لیکن وہ مشروب ایسا ہو جو اس کے نزدیک نہایت مرغوب ہو' سماع غناء کا کفارہ سماع قرآن و حدیث اور سماع حکایات صالحین ہے' جنبی حالت میں مسجد میں بیٹھنے کا کفارہ یہ ہے کہ مسجد میں عبادات کے اشتغال کے ساتھ ساتھ اعتکاف بیٹھا جائے' بے وضو قرآن مجید کو چھونے کا کفارہ یہ ہے^{۶۸} کہ قرآن کا خوب ادب و احترام کرے' کثرت سے تلاوت کرے' ہمیشہ باوضو ہو کر چھوئے' اس کی آیات سے وعظ و نصیحت حاصل کرے اور اس پر عمل پیرا ہو جائے نیز یہ بھی کہ قرآن پاک کو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر اسے لوگوں کے لئے وقف کر دے تاکہ وہ اس کی تلاوت کرتے رہیں۔

لوگوں کو حق تلفی میں اللہ تعالیٰ کی حق تلفی اور اس کے حکم کی بغاوت بھی ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ظلم سے منع فرمایا ہے جس طرح زنا' شراب اور سود سے منع فرمایا ہے۔ حقوق اللہ میں تجاوز کا کفارہ تو یہ ہے کہ پشیمانی' ندامت اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد اور نیکی کی جائے جب کہ حقوق العباد کی کمی بیشی میں ان کی تلافی یہ ہے کہ اگر لوگوں کو دکھ دیا ہے تو ان سے بھلائی کی جائے گویا

ﷺ معاملات وغیرہ۔ ہر مسلمان کو ان تمام گناہوں سے سچی توبہ کرنی چاہیے۔ پھر اپنی توبہ پر مرتے دم تک قائم رہنے کی سعی کرنی چاہیے علاوہ ازیں صدقہ خیرات اور مختلف نیکیاں بھی کرتے رہنا چاہیے کیونکہ ان سے بھی گناہوں کے ازالے میں تقویت نصیب ہوتی ہے۔

۶۴ ق-۱۸ ۶۵ الرعد-۱۱

۶۶ ھود-۱۱۴ ۶۷ ترمذی (۱۹۸۷) دارمی ۲/۳۲۳-احمد ۵/۱۵۳

۶۸ بلا وضو قرآن چھونے میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے اور اس کی ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے کہا مجھے مسجد سے مصلیٰ پکڑاؤ تو وہ کہنے لگی "میں تو حائضہ ہوں" آپؐ نے فرمایا "ان حیضتک لیست فی یدک / تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے" (صحیح مسلم) جب کہ بعض اہل علم ناپاکی کی حالت میں قرآن چھونے سے منع کرتے ہیں بہر صورت ایسا کرنے پر کسی گناہ کی نشاندہی شریعت نے نہیں کی۔ (واللہ اعلم)

لوگوں کے ساتھ زیادتی اور حق تلفی کا مداوا لوگوں کے ساتھ نیکی اور دعائے خیر کرنا ہے' اگر وہ شخص جس کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے' فوت ہو چکا ہو تو اس کے لئے رحمت کی دعا مانگی جائے' اس کی اولاد' اہل وعیال اور ورثا کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا جائے یہی اس کا کفارہ ہے بشرطیکہ وہ ایذا زبان سے پہنچی ہو یا مار پیٹ سے اور اگر اس کا مال غصب کر کے اسے اذیت پہنچائی ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جو حلال مال اس کے پاس ہے اس کو اللہ کی رضا کے لئے صدقہ کر دے'[۶۹] اگر کسی کی عزت پامال کی' اس کی ذاتیات پر حملہ کیا مثلاً غیبت کی' چغلی کھائی یا بہتان لگایا تو اس کا کفارہ یہ ہے اگر وہ شخص دین دار ہے عامل سنت ہے تو اس کے دوست احباب کے سامنے مختلف مجالس میں اس کی تعریف وتوصیف کی جائے اور جائز خوبیاں بیان کی جائیں۔ کسی کو قتل کرنا حقوق اللہ سے متعلق ہے جس کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کیا جائے اس لئے کہ غلام کی آزادی اس کی زندگی ہے کیونکہ غلام اپنے ذاتی حقوق میں بالکل مردہ ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے [اللہ تعالیٰ نے ایک مملوک غلام کی مثال پیش کی ہے جو کسی چیز پر ملکیت نہیں رکھتا][۷۰] اس کے تمام تصرفات' اختیارات' حرکات وسکنات اس کے مالک کے دائرہ اختیار میں ہیں لہٰذا اسے آزاد کرنا زندگی بخشنے کے مترادف ہے قاتل نے قتل کر کے گویا ایک ایسے بندے کو معدوم کر دیا جو اللہ کی عبادت کرتا تھا' قاتل نے اسے عبادت الٰہی سے معطل کر دیا' اس صورت میں وہ اللہ کا حق تلف بھی ہے' سو اللہ نے حکم دیا کہ مقتول کی جگہ کوئی موجود کا بدل اور معاوضہ پیش کر۔ گناہ کی یہ صورتیں اللہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

حقوق العباد یا تو نفس سے متعلقہ ہیں یا مال سے یا عزتوں سے یا دلوں سے متعلقہ ہیں ان سب میں محض ایذا رسانی ہے اگر کسی کو خطا سے قتل کر دیا تو اس کا کفارہ دیت ادا کرنا ہے جو مقتول کے ورثاء کو دی جائے گی یا اس کے آقا یا حاکم کو' دیت قاتل کے ذمے ہے خواہ اس کے عصبی رشتہ دار ادائیگی کریں یا عدم استطاعت حاکم وقت ادائیگی کرے' اگر اس کے رشتہ داروں یا بیت المال میں دیت کی ادائیگی کی استطاعت نہ ہو تو دیت ساقط ہو جائے گی' اگر قاتل کے رشتہ دار نہ ہوں لیکن وہ خود دیت کی ادائیگی پر قادر ہو تو اس کے ذمے صرف ایک غلام آزاد کرنا ہے[۷۱] اگر خوشی سے دیت کی ادائیگی کر دے تو بہتر ہے کیونکہ ہمارے نزدیک دیت عاقلہ

---

۶۹ ؎ ایسی صورت میں مال صدقہ کرنے کی بجائے سب سے پہلے مطلوبہ مظلوم شخص کو تلاش کر کے اس کا مالی حق اسے ادا کیا جائے گا اگر وہ موجود نہیں تو اس کے ورثاء کو ادا کیا جائے گا اگر ان میں سے بھی کوئی موجود نہ ہو تو اللہ سے معافی مانگے اور اس مال کو چاہے تو صدقہ کر دے۔ اگر مظلوم یا ورثاء موجود ہوں لیکن ظالم کے پاس مال موجود نہ ہو تو ان سے معافی طلب کر لے تا کہ قیامت کے بدلے سے بچ سکے۔ اسی طرح ہر قسم کے حقوق العباد میں اس حق سے ملتا جلتا کفارہ ادا کیا جائے جس طرح غیبت میں کفارہ یہ ہے کہ اس شخص کی تعریف اور خوبی بیان کی جائے اور اس کے لئے دعا خیر کی جائے۔

۷۰ ؎ النحل - ۷۵

۷۱ ؎ مصنفؒ نے اس کی دلیل ذکر نہیں کی جب کہ قرآن مجید کے حکم کے مطابق قتل خطاء میں دیت ہے قصاص نہیں۔ دیت کے ذمہ دار قاتل سمیت اس کے باپ کی طرف سے قریبی رشتہ دار ہیں کیونکہ دیت کی قیمت سو (۱۰۰) مختلف اونٹ مقرر کیے گئے ہیں۔ اگر قاتل اکیلا صاحب

(باپ کی طرف سے قریبی رشتہ دار) پر ہی واجب ہے اور دیت کا قاتل سے تعلق نہیں اور یہی صحیح ہے۔

امام شافعی کے نزدیک دیت اس وقت قاتل پر واجب ہو جاتی ہے جب اس کے رشتہ دار دیت کی استطاعت نہ رکھتے ہوں اور قاتل استطاعت رکھتا ہو کیونکہ دیت ابتداء قاتل پر ہی واجب ہوتی ہے اس کے بعد اس کی آسانی کے لئے رشتہ داروں پر یہ بوجھ ڈال دیا جاتا ہے چونکہ دونوں باہم وارث بنتے ہیں' موجودہ صورت میں عاقلہ رشتہ داروں کی عدم موجودگی میں قاتل پر دیت واجب ہے بالخصوص جب وہ قتل سے توبہ کر رہا ہے' مظالم سے سبکدوش ہونا چاہتا ہے' متقی بن کر حقوق العباد کی تلافی کرنا چاہتا ہے۔

قتلِ عمد: ❁ ❁ (جان بوجھ کر قتل کرنے) میں قصاص کے بغیر خلاصی ممکن نہیں' اگر قتل نہیں کیا بلکہ ایسی ضرب کاری لگائی ہے جس کا بدلہ لینا ممکن ہے لیکن اس ضرب سے جان جانے کا خطرہ تھا تو قصاص کے لئے ورثاء سے گفتگو کی جائے' اگر اس ضرب میں جان کے نقصان کا خطرہ نہیں تو پھر مضروب سے بات کی جائے' اگر ورثا قصاص سے دستبردار ہو جائیں اور اسے معاف کر دیں تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور اگر مال لے کر معاف کرنا چاہیں تو مال ادا کرنا ہوگا اس طرح وہ اپنے گناہوں سے نجات حاصل کر لے گا۔

نامعلوم قاتل: ❁ ❁ اگر کسی نے کسی کو قتل کر دیا اور قاتل کا علم نہیں ہو سکا تو قاتل کو چاہیے کہ مقتول کے اولیاء کے پاس جا کر قتل کا اقرار کر لے اور اپنی جان ان کے حوالے کر دے خواہ وہ اسے معاف کریں یا قتل کریں یا دیت لے کر بخش دیں۔ اخفائے قتل جائز نہیں' قتل کا جرم صرف توبہ سے ساقط نہیں ہوتا' اگر کسی شخص نے مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر بہت سے لوگوں کو قتل کیا جسے ایک عرصہ بیت گیا اب مقتولین کے اولیاء کا بھی علم نہیں اور قاتل مقتولین کی تعداد بھی بھول گیا تو ایسی صورت میں قاتل پر خالص توبہ کرے' اپنے اعمال صالح کرے اور اللہ کی مقرر کردہ سزا خود ہی اپنی جان کو دے یعنی گونا گوں نفسانی مجاہدے کرے' مختلف ریاضتیں کر کے نفس کو مشقت دے' اگر کسی نے اس پر ظلم و زیادتی کی ہے تو اسے معاف کر دے' غلام آزاد کرے' اللہ کی راہ میں صدقہ خیرات کرے' کثرت سے نوافل ادا کرے' عبادتوں میں خصوصی توجہ کرے تاکہ روز قیامت ان اعمال صالحہ کا ثواب اس کے جرم ہائے قتل پر تقسیم ہو سکے' قاتل نجات حاصل کر لے اور اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائے کیونکہ اس کی رحمت نے ہر چیز کو اپنی آغوش میں لے رکھا ہے اور وہ ارحم الراحمین ہے۔ دریں صورت کہ جب قاتل کو مقتولین کے ورثاء کا علم نہیں' اپنے قتلوں اور دیگر جرائم کی توضیح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ مقتولین کے ورثاء اور مستحقین لوگوں کو نہیں جانتا کہ انہیں ان کا پورا پورا حق ادا کرے یا ان سے معافی حاصل کرے لہٰذا اسے انہیں اعمال پر کاربند ہو جانا چاہیے جو ہم نے بیان کر دیئے ہیں۔

اسی طرح اگر کسی نے زنا کیا' شراب پی' چوری کی اور صاحب مال کو نہیں جانتا ڈاکہ ڈالا لیکن اب مالک کو نہیں پہچانتا' راستے

لے حیثیت ہے تو پھر بھی وہ دیت ادا کرے گا اور دیت کے ساتھ ایک مؤمن غلام کو بھی آزاد کرنا ضروری ہے۔ اگر مقتول دشمن (محاربی) قوم سے ہو تو اس صورت میں دیت نہیں البتہ ایک مؤمن غلام آزاد کیا جائے گا۔ اور اگر مقتول ذمی قوم سے ہو تو اس صورت میں بھی دیت اور غلام دونوں کا کفارہ ہوگا۔ اگر دیت کی ادائیگی ناممکن ہو تو اس صورت میں مسلسل دو ماہ روزے رکھے جائیں گے۔ اس کی تفصیل [سورۃ النساء: ۹۲] اور کتب تفاسیر میں موجود ہے۔

میں لوٹ مار کی اور لوٹے جانے والے سے ناواقف ہے' جماع کے سوا کسی اجنبی عورت سے کوئی ایسی حرکت کی جس کی کوئی شرعی تعزیر نہیں تو ان جرائم سے پرخلوص توبہ کرے' یہ توبہ اس بات پر موقوف نہیں ہے کہ وہ گذشتہ واقعات کا تذکرہ کر کے خود اپنے آپ کو ذلیل ورسوا کرے یا اپنے راز فاش کرے یا ان جرائم پر حدود قائم کروانے کے لئے امام وقت کے پاس جائے بلکہ اللہ نے جو پردہ ڈال دیا ہے اس پردہ میں چھپا رہے اور اللہ سے توبہ کرتا رہے' جہاد بالنفس کرتا رہے' روزے رکھے' مباح اور لذات کے استعمال میں کمی کردے' بکثرت تسبیح وتہلیل کرتا رہے' تقویٰ اختیار کرے۔ نبیؐ کا ارشاد گرامی ہے: اگر کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرلے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ستر پوشی کے ساتھ اسے مستور رکھے اور ہمارے سامنے اپنے گناہ کا اظہار واعتراف نہ کرے' اگر اس نے اپنے گناہ کا اظہار واعتراف کر دیا تو ہم اس پر اللہ کی حد نافذ کریں گے۔[۲۷۷] اس لئے اگر مجرم نے اپنا گناہ حاکم وقت کے پاس جا کر ظاہر کر دیا تو اب حاکم اس کے لئے سزا تجویز کرے گا اور سزا کے بعد ان کی توبہ صحیح ہوگی اور وہ گناہ اور اس کی نحوست سے اپنا دامن پاک کر کے عہدہ برآ ہو جائے گا۔

مالی حق تلفی سے توبہ: ❀❀ اگر کسی شخص نے کسی کا مال چھین لیا' چوری کی' ڈاکہ ڈالا' امانت میں خیانت کی' ادھار کی واپسی سے انکار کیا' کاروبار میں دھوکہ دیا مثلاً جعلی سکہ چلایا' معیوب چیز کو فروخت کیا' مزدور کو اجرت کم دی یا مزدوری کلیۃً دی نہیں تو اسے چاہیے کہ ان تمام گناہوں کی تحقیق کرے کہ یہ جرائم کب' کس وقت اور کس زمانے میں صادر ہوئے تھے' سن بلوغت سے آغاز کا شمار ضروری نہیں' بلکہ ان کی تحقیق اس وقت سے کی جائے جب سے یہ صادر ہوئے ہیں خواہ بلوغت وعقل وشعور کے بعد ہوئے ہیں یا بلوغت سے پہلے جب کہ وہ اپنے ولی اور وصی کی زیر کفالت تھا' اس کا مال اس کے ولی کے مال کے ساتھ مشترک تھا' ولی نے اس کا مال الگ کرنے میں سستی کی تھی اور اسے یہ خیال پیدا نہ ہوا کہ یہ کام ظلم ہے جو میرے دین میں رخنہ اندازی کر رہا ہے اس طرح وہ حرام مال اس کے حلال مال میں مشترک ہو گیا کچھ تو لڑکے کی غلطی سے اور کچھ اس کے ولی کی بددیانتی سے' لہٰذا جب یہ لڑکا توبہ کر رہا ہو تو اسے اس معاملے پر تحقیقی نگاہ ڈالنی چاہیے اور غیروں کا حق واپس کرنا چاہیے۔ نیز اپنے مال کو حرام اور مشکوک مال سے پاک کر لینا چاہیے۔

مزید برآں توبہ کرنے والے کو گناہوں کے پہلے دن سے لے کر توبہ کرنے تک' موت آنے سے پہلے پہلے اپنے نفس سے ایک ایک دانے' ذرے کا محاسبہ کر لینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ بلا محاسبہ غفلت ودھوکے میں موت واقع ہو جائے اور اسے ثواب حاصل ہو سکے نہ اعمال نامہ پاک ہو سکے' پھر اس سے مؤاخذہ ہوگا' اس کا عذر نا قابل قبول ہوگا' اسے ندامت فائدہ دے گی نہ مہلت دی جائے گی' سفارش بھی رد کر دی جائے گی کیونکہ اس نے زندگی میں اپنے نفس پر ظلم کیا' شہوات ولذات کو پورا کرنے کے لئے خواہش

---

۲۷۷ المغنی عن حمل الاسفار ۳/ ۱۳۵۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی مسلمان گناہ گار کے گناہ پر اللہ تعالیٰ پردہ ڈال دیں تو اسے اپنے گناہ کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے لیکن اگر اس نے عدالت میں اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا جب کہ اس کے علاوہ کوئی اور گواہ بھی موجود نہیں تھا تو بہر حال عدالت اسے خود اسی (مجرم) کی گواہی کی بنیاد پر شرعی سزا دے گی۔ اس طرح کے واقعات نبی اکرمؐ کے دور میں پیش آئے ہیں۔

کی غلامی کی' شیطان کا فرمانبردار اور حکم خدا میں نافرمان اور روگردان تھا' رب کی معصیت و خلاف ورزی میں جلد باز تھا اس لئے روز قیامت اس کا طویل محاسبہ ہوگا اس کی آہ و بکا نا قابل برداشت ہوگی' اس کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ سر جھک جائے گا' حد درجہ ذلت و ندامت ہوگی' اس کی دلیل و برہان ختم ہو جائے گی' نیکیاں چھن جائیں گی' برائیاں لادی جائیں گی' اس کا کاروبار باعث خسارہ ہوگا' غربت و افلاس طاری ہوگا' رب کا غضب نمایاں ہوگا' اس کی پکڑ سخت ہوگی' جہنم کے مقرر کردہ فرشتے اسے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جائیں گے جس کا عذاب اس نے خود اپنے لیا تیار کر رکھا ہے' اپنی جان ہلاکت میں ڈال کر جہنم میں جھونک رکھی ہے' یہ جہنم میں ہامان' فرعون اور قارون کے ساتھ حصہ دار ہوگا۔ کیونکہ حقوق العباد میں معافی نہیں ہوگی' حدیث نبویؐ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک آدمی کو کھڑا کیا جائے گا جس کی نیکیاں پہاڑوں جتنی بلند ہوں گی اگر یہ نیکیاں اس کے لئے سلامت رہتیں تو وہ لازماً جنت میں داخل ہوتا لیکن حقوق کا مطالبہ کرنے والے آ کھڑے ہوں گے' اس نے کسی کی آبرو ریزی کی ہوگی' کسی کا مال چھینا ہوگا' کسی کو مارا پیٹا ہوگا لہٰذا اس کی نیکیاں (طلب گاروں میں) تقسیم کر دی جائیں گی فرشتے کہیں گے' یارب! اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں ہیں لیکن حق مانگنے والے تو بکثرت موجود ہیں' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ مظلومین کے گناہ اس (ظالم) کے گناہوں کے ساتھ رکھ دو اور اس کو کھینچتے گھسیٹتے جہنم کی طرف لے جاؤ۔ لہٰذا یہ شخص از راہ قصاص دوسروں کی برائیوں کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا۔[۷۷۳] اور مظلوم ظالم کی نیکیوں کی وجہ سے نجات پا جائیں گے کیونکہ انہیں بقدر ظلم ظالم کی نیکیاں حاصل ہو جائیں گی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: اعمال کے تین رجسٹر ہیں ایک ایسا ہے جسے اللہ بخش دیں گے' ایک وہ ہے جو نا قابل بخشش ہے اور تیسرا (بلا حساب) چھوڑا نہیں جائے گا' جو رجسٹر نا قابل معافی ہے وہ شرک (کا گناہ) ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والے پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے][۷۷۴] قابل معافی رجسٹر وہ ہے جس میں انسان کے اپنے نفس اور اللہ کے مابین ظلم و زیادتی والے گناہ ہوں گے (یعنی حقوق اللہ سے متعلقہ گناہ) اور وہ رجسٹر جو بلا محاسبہ معاف نہ کیا جائے گا اس میں حقوق العباد کے مظالم درج ہوں گے۔[۷۷۵] حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ روز جزا نمازوں' روزوں کے باوجود میری امت میں مفلس کون ہوگا؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و دولت اور ساز و سامان نہ ہو' فرمایا' روز جزا میری امت کا مفلس وہ ہوگا جو نماز روزے کے ساتھ آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی' کسی پر بہتان لگایا ہوگا' کسی کا مال کھایا

---

۷۷۳ الاتحاف ۸/۵۶۲۔ روز جزا اعمال کے ساتھ بدلہ چکایا جائے گا' اس دن مال و دولت' دوست احباب' عزیز و اقارب اور پیر فقیر کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ ظالم کی نیکیاں مظلوموں میں تقسیم کی جائیں گی اگر ظلم نیکیوں سے زیادہ ہوا تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھے (آمین)

۷۷۴ المائدۃ ۔ ۷۲

۷۷۵ احمد ۶/۲۴۰۔ الصحیحۃ (۱۹۲۷)

ہوگا' کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا' کسی کو مارا پیٹا ہوگا سو بدلے میں اس کی نیکیاں لوگوں (مظلوموں) میں تقسیم کردی جائیں گی اگر نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو لوگوں کے گناہ اس پر تھوپ دیئے جائیں گے بالآخر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔[۷۷۶] اس لئے گناہ گار کو فی الفور توبہ کرلینی چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: توبہ میں تاخیر کرنے والے ہلاک ہوگئے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم عنقریب توبہ کرہی لیں گے۔[۷۷۷] ابن عباسؓ اس آیت [بلکہ انسان چاہتا ہے کہ گناہ ہی کرتا جائے][۷۷۸] کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی پہلے گناہ کرلیتا ہے پھر توبہ میں تاخیر کرتا ہے اور اس طرح کہتا رہتا ہے کہ ہاں توبہ کرہی لوں گا حتی کہ اسی گناہ پر اس کی موت واقع ہوجاتی ہے اور اسے توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ لقمان حکیم نے بیٹے کو نصیحت کی کہ توبہ کو کل تک مؤخر نہ کر کیونکہ موت ناگہانی آنے والی ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ صبح شام توبہ کرتا رہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ جو شخص صبح شام توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔

توبہ دو قسم کی ہے ایک کا تعلق حقوق اللہ سے ہے جس کا تفصیلی ذکر ہم کرچکے ہیں اور دوسری کا تعلق حقوق العباد سے ہے ان سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے استغفار اور معافی مانگی جائے' دل میں ندامت ہو اور یہ پکا ارادہ ہو کہ آئندہ اس قسم کا گناہ نہیں کروں گا جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرآئے ہیں لہٰذا تائب شخص پوری تندہی سے حتی الامکان نیکیوں میں کثرت کرے تاکہ روز قیامت جب اس کی نیکیاں اس سے لے کر مظلوموں میں تقسیم کی جائیں تو یہ خالی ہاتھ نہ رہ جائے چنانچہ بندوں کے جتنے حقوق اس کے ذمے ہوں اتنی ہی بکثرت نیکیاں کمائے اور بعد از توبہ کی زندگی میں بھی بکثرت نیکیاں کرے ورنہ موت تو تاک میں ہے اور اکثر موت تکمیل آرزو' اخلاص عمل' تصحیح نیت اور رزق حلال سے پہلے ہی زندگی کو منقطع کردیتی ہے اس لئے جس قدر حق تلفیاں کرچکا ہے ان سب کی ایک فہرست تیار کرلے' اہل حق کے نام لکھ لے' دنیا کے گوشے گوشے میں گھوم کر انہیں تلاش کرے اور ان سے اپنے مظالم معاف کرالے یا ان کے حقوق کی ادائیگی کرے اگر وہ نہ ملیں تو ان کے ورثاء کو ان کے حقوق ادا کرے اس کے باوجود اللہ کے عذاب سے خائف رہو تاکہ اس کی رحمت کے امیدوار بن سکو اور ہر وقت توبہ کرتے رہو' ان تمام اعمال سے کنارہ کشی کرو جن سے رب العالمین ناراض ہوتے ہیں اور اس کی اطاعت میں کمربستہ ہوجاؤ۔ اگر اس حالت میں موت آئی تو تمہارے لئے مبارک باد ہے اور اللہ تمہارا اجر ضائع نہیں فرمائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی خاطر مہاجر بن کر اپنے گھر سے نکل پڑا پھر اس

---

۷۷۶ مسلم (۶۵۷۹) ترمذی (۲۴۱۸) البیہقی ۶/۹۳

۷۷۷ الحاکم ۲/۵۰۹-قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے اہل ایمان! اللہ سے اس طرح ڈر جاؤ جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں حالت اسلام میں موت آنی چاہیے۔ آل عمران: ۱۰۲] چونکہ موت کے متعلق کوئی انسان نہیں جانتا کہ کب واقع ہوجائے اس لیے ہر وقت دین اسلام پر عمل پیرا رہنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [واعبد ربک حتی یاتیک الیقین/ اپنے رب کی عبادت کرتے رہو حتی کہ تمہیں موت آجائے۔ الحجر: ۹۹] واضح رہے کہ یہاں یقین سے مراد موت ہے۔

۷۷۸ القیامۃ-۵

حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے] ۷۷۹

بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے جسے حضرت ابوسعید خدریؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں کوئی شخص تھا جس نے (۹۹) ننانوے قتل کیے پھر اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کے متعلق دریافت کیا۔ کسی شخص نے اسے ایک راہب کا پتہ بتادیا' یہ اس راہب کے پاس پہنچا اور دریافت کیا کہ اس نے ۹۹ خون کئے ہیں آیا اس کے لئے توبہ کی گنجائش ہے؟ راہب نے کہا' نہیں! اس جواب پر اس نے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ اس طرح سو قتل پورے کر دینے کے بعد اس نے پھر سب سے بڑے عالم کا پتہ دریافت کیا۔ اسے ایک عالم کا پتہ بتایا گیا تو وہ وہاں پہنچ گیا اور اس سے پوچھا کہ میں نے سو قتل کئے ہیں کیا میری توبہ ممکن ہے جو قبول ہو سکے؟ اس عالم نے کہا ہاں ممکن ہے' بھلا تمہارے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے' فلاں بستی میں چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں ان کے ساتھ مل کر تم بھی عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاؤ اور اپنی بستی کی طرف دوبارہ نہ جانا کیونکہ وہ بری سرزمین ہے چنانچہ یہ (قاتل) شخص بتائی ہوئی بستی کی طرف چل دیا۔ ابھی اس نے نصف راستہ ہی عبور کیا تھا کہ اسے موت نے آ لیا' رحمت اور عذاب کے فرشتوں نے اس کے متعلق باہم اختلاف کیا' رحمت کے فرشتوں نے کہا' یہ تائب ہو کر اللہ کی طرف لوٹا ہے (لہٰذا اس کی روح پر ہمارا حق ہے) جب کہ عذاب کے فرشتوں نے کہا' اس نے تو عمر بھر کوئی نیکی نہیں کی۔ دریں اثناء انسانی صورت میں ایک فرشتہ ظاہر ہوا جسے تمام فرشتوں نے اپنے درمیان جج بنالیا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں بستیوں کی مسافت ماپ لو جس بستی کے قریب ہو اس کا حکم لگا دو چنانچہ مسافت ماپی گئی تو اس طرف مسافت کم نکلی جدھر وہ توبہ کے لئے جا رہا تھا چنانچہ اسے رحمت کے فرشتے لے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ نیک بستی کی مسافت صرف ایک بالشت نزدیک تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ نے گناہوں کی بستی کو حکم دیا کہ پھیل جا۔ توبہ والی بستی کو حکم دیا کہ سکڑ جا پھر کہا اب دونوں طرف زمین کا فاصلہ ماپ لو۔ فرشتوں نے نیک بستی کا فاصلہ کم پایا لہٰذا اس کی بخشش کر دی گئی۔ ۷۸۰ یہ روایت اس مسئلہ کی واضح دلیل ہے کہ نیت توبہ اور قصد توبہ بھی انسان کے لئے نفع مند ہے اور اس امر کی بھی دلیل ہے کہ نجات کے لیے نیکیوں کا پلڑا وزنی ہونا چاہئے خواہ ذرہ برابر ہی کیوں نہ ہو ورنہ نجات ممکن نہیں۔ لہٰذا تائب شخص کو بکثرت نیکیاں اور بکثرت نوافل میں جدوجہد کرنی چاہیے تاکہ روز جزا حق مانگنے والوں کو راضی کر سکے اور فرائض بھی مرتفع ہو جائیں جیسا کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: بکثرت نوافل ادا کرو کیونکہ ان سے فرائض بلند کئے جائیں گے' یا جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: انسان اللہ سے صحیح' پکا اور مضبوط وعدہ کرے کہ آئندہ یہ اور اس طرح کے دوسرے گناہ نہیں کروں گا اور اس وعدے پر گوشہ نشینی' خاموشی' خوراک اور سونے کی کمی' رزق حلال کے التزام' مشکوک رزق سے اجتناب سے تعاون کرلے۔ اگر ذاتی کمائی میں یا میراث میں یا کسی حلال ذریعے سے حاصل ہونے والی کمائی میں حرام یا مشتبہ مال ہو تو اسے نکال دے اور اسے قطعاً استعمال نہ کرے چونکہ تمام گناہوں کی بنیاد رزق حرام ہے جب کہ رزق حلال' محتاط اور پاک رزق

---

۷۷۹ النساء-۱۰۰

۷۸۰ او کما قال النبیؐ بخاری (۳۴۷۰) مسلم (۷۰۰۹)

دین کی جڑ ہے۔انسان سے نیکی یا بدی کا ظہوررزق پر منحصر ہے۔اگر رزق حلال ہے تو خیر کی بنیاد بنتا ہے ورنہ رزق حرام سے برائیاں جنم لیتی ہیں جس طرح ہنڈیا اسی چیز کی مہک پیدا کرتی ہے جو اس میں موجود ہو ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔

توبہ کرنے والے کو اہل علم اور فقہاء کی مجالس میں بکثرت شرکت کرنا چاہیے۔ان سے دینی معلومات اخذ کرے' اللہ کے راستوں کی معرفت حاصل کرے' ان سے اللہ کی اطاعت اور استقامت دین کے حسن آداب سیکھے' علماء اسے وہ تمام خفیہ عمل سکھائیں گے جو طریقت کے لئے ضروری ہیں۔راستہ عبور کرنے والے کو راہبر و راہنما کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے صحیح راہ دکھائے' کسی ہادی و مرشد کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے راہ کے نشیب و فراز سے آگاہ کرے' ایک قائد چاہیے' جو صحیح قیادت سرانجام دے۔ان تمام باتوں میں صدق و اخلاص کو مدنظر رکھتے ہوئے مجاہدوں میں سرتوڑ کوششیں کریں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے [جو لوگ ہمارے راستے میں جدوجہد کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے راستے کشادہ کر دیتے ہیں][ے۸۱] اللہ تعالیٰ نے سچا معاہدہ کرنے والوں کے لئے راہ ہدایت کی ضمانت دی ہے۔اگر تم راہ ہدایت پر صدق دل سے گامزن ہو جاؤ گے تو ہرگز ہدایت سے محروم نہ رہو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ سب سے بڑھ کر شفیق ہے' مخلوق سے انتہا درجہ مہربانی کرنے والا ہے' ان کا تعاون کرنے والا ہے' اپنی طرف آنے والوں کو صحیح راستے کی توفیق عطا فرمانے والا ہے' جو اس سے اعراض کرتا ہے اسے شفقت و محبت بھرے لہجہ میں اپنی طرف دعوت دینے والا ہے اور ان کی توبہ سے اس طرح خوش ہوتا ہے جس طرح ایک ماں اپنے بیٹے کے لمبے سفر سے واپس آنے پر خوش ہوتی ہے۔نبیؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس طرح خوش ہوتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص ہلاکت خیز جنگل میں سفر کر رہا ہو' ساتھ ایک سواری ہو جس پر اس کا زادراہ ہو لیکن وہ سواری مع زادراہ گم ہو جائے اور وہ اسے ڈھونڈتا ڈھونڈتا نڈھال ہو جائے' جان لبوں پر آ جائے' اس وقت وہ یہ ارادہ کر لے کہ اب وہیں جانا چاہیے جہاں سے سواری گم ہوئی تھی اور وہیں موت کا انتظار کرنا چاہیے پھر وہاں پہنچتے ہی اس کی آنکھ لگ جائے تھوڑی دیر بعد جب وہ بیدار ہو تو اس کی سواری مع زادراہ اس کے سرہانے موجود ہو۔[ے۸۲] حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکرؓ سے سنا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جب بندہ گناہ کرنے کے بعد فوراً کھڑا ہو جائے' وضو کرے اور نماز ادا کرے پھر اللہ سے اپنے گناہ کی معافی مانگے تو بلاشبہ اللہ اس کا گناہ معاف فرما دیں گے'[ے۸۳] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [جو کوئی گناہ کر بیٹھے یا اپنی جان پر ظلم کر لے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے تو وہ اللہ کو بخشنہار اور مہربان ہی پائے گا][ے۸۴] اگر ڈاکے کا مال موجود ہو تو اسے اصل مالک کے پاس واپس کر دے ورنہ اس کے ورثاء کو پہنچا دے جیسا کہ پہلے ذکر گذر چکا ہے۔اگر اس کا مالک نہ

ے۸۱ العنکبوت-۶۹ ے۸۲ ترمذی (۲۴۹۸) احمد ۱/۳۸۳

ے۸۳ الاتحاف ۸/۶۰۳-الکنز (۱۰۲۷۷) ''توبہ'' کے آغاز میں اس مسئلہ کے متعلق ذکر ہو چکا ہے کہ اگر سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی جائے' گناہوں کی معافی مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں خواہ شرک باللہ کا ارتکاب ہی کیوں نہ کیا ہو۔

ے۸۴ النساء-۱۱۰

ملے تو اسے مالک کی طرف سے صدقہ کر دے اگر حلال مال حرام سے مکس ہو جائے مثلاً غصب کا مال وراثت کے حلال مال سے مکس ہو جائے تو یہ اندازہ لگایا جائے کہ کتنا مال حلال ہے اور کتنا حرام حتی الوسع حرام مال کا اندازہ کر کے اسے خیرات کر دیا جائے اور بقیہ مال سے اپنے اور اہل وعیال کے لئے خرچہ کر لے۔

اگر کسی کی آبروریزی کی ہے مثلاً کسی کو بالمشافہ گالیاں دیں جو کہ دل کا جرم ہے یا کسی کی غیبت کی برا بھلا کہا۔ یا غیبت کی طرح عیب جوئی کی۔ غیبت ہر وہ کلام ہے جسے کسی کے سامنے کہا جائے تو وہ اسے ناپسند کرے اور اسے اس کی عدم موجودگی میں کہا جائے تو وہ غیبت کہلاتا ہے۔[۸۵] اس کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اسے بتا کر معافی مانگ لی جائے۔ اگر پوری جماعت کی غیبت کی ہے تو فرداً فرداً ہر کسی سے معافی مانگی جائے۔ پھر اگر کوئی شخص فوت ہو چکا ہے تو اس کا تدارک بکثرت نیکیوں سے کرے۔ یہ اس وقت ہے جب دوسرے شخص کو غیبت کی خبر پہنچی ہو ورنہ غیبت کی معافی مانگنا ضروری تو کجا جائز بھی نہیں کیونکہ اب اس کے سامنے ذکر کرنے سے اس کے دل کو دکھ پہنچے گا البتہ جن کی غیبت ان کے سامنے کر چکا ہے (یا انہیں خبر پہنچ گئی) اب ان کے پاس جا کر اپنے آپ کو جھوٹا کہے اور ان کی تعریف کرے۔

گناہ گار غیبت کے علاوہ باقی مظالم میں ظلم کی مقدار مظلوم کو نہ بتائے البتہ مبہم طریقے سے اشارہ کنایہ کر دے کیونکہ ممکن ہے کہ جب مظلوم کو اپنے اوپر ظلم کی تفصیل معلوم ہو جائے تو وہ معاف کرنے پر راضی ہی نہ ہو بلکہ قیامت پر فیصلہ چھوڑ دے کہ روز قیامت اس ظالم کی نیکیاں تفویض ہو جائیں یا اس کے گناہ ظالم پر لاد دیئے جائیں بالخصوص جب ظلم ایسا ہو جس کے بتانے سے مظلوم کو سخت اذیت پہنچے مثلاً کہا جائے کہ میں نے تیری بیٹی یا بیوی سے زنا کیا تھا یا وہ ظلم مظلوم کے خفیہ عیوب سے متعلقہ ہو جسے جان کر مظلوم کو اذیت پہنچے تو ایسی صورتوں میں مبہم طور پر معافی مانگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اگر مظلوم معاف بھی کر دے پھر بھی ظالم پر کچھ نہ کچھ ظلم باقی رہ جاتا ہے جس کی تلافی نیک اعمال سے ممکن ہے جیسے میت یا غائب مظلوم کے مظالم کی تلافی ہوتی ہے۔

ہر وہ غیر معلوم ظلم کہ اگر ظالم اسے مظلوم کے سامنے بیان کرے تو مظلوم اسے جلدی معاف نہ کرے بلکہ ظالم کو بھی ظلم ظاہر کرتے وقت قصاص کا اندیشہ ہو تو اسے بیان کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ظالم مظلوم سے نہایت پیار و محبت کا اظہار کرے۔ اس کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹائے۔ اس کا تعاون کرے اور یہ سلسلہ جاری رکھے حتی کہ وہ مظلوم کا دل جیت لے کیونکہ انسان احسان کا غلام ہے۔ ہر شخص برائی اور برے رویئے سے نفرت کھاتا ہے جب کہ حسن سلوک سے قریب آتا ہے۔ اگر یہ رویہ اختیار کرنا بھی ممکن

۸۵ے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے صحابہ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہؓ کہنے لگے اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کے متعلق ایسا اظہار خیال کرو جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ پوچھا گیا اگر فی الواقع اس میں وہ (عیب) موجود ہو؟ فرمایا یہی تو غیبت ہے ورنہ تم اس پر بہتان باندھ رہے ہو۔ مسلم (۲۵۷۹) ابوداؤد (۴۸۷۴) قرآن مجید میں بھی غیبت کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ/ کیا تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرو گے (یقیناً) تم اسے ناپسند کرو گے لہٰذا (غیبت کرنے سے) اللہ سے ڈر جاؤ۔ الحجرات:۱۲]

نہ ہوتو پھر اس کا کفارہ یہ ہے بکثرت اعمال خیر کئے جائیں تا کہ ظالم کے گناہ کے عوض اس کی نیکیاں بدلہ بن سکیں۔ مثلاً اگر کوئی کسی کا مال تلف کر دے اور اس کے عوض دوسرا مال تاوان دینا چاہے لیکن صاحب مال اسے قبول نہ کرے نہ ہی ظالم کو معاف کرے تو اس صورت میں حاکم وہ مال ضبط کر کے بیت المال میں جمع کرا دے خواہ مظلوم پسند کرے یا نہ کرے پھر اللہ تعالیٰ روز جزا فیصلہ فرمائیں گے۔[۸۶ے] اور وہ سب سے بہترین حاکم اور عادل ہیں۔

مظالم سے سبکدوشی اور تقویٰ: ❀ ❀ توبہ کرنے والا جب حقوق العباد سے سبکدوش ہو جائے تو اسے چاہئے کہ بالخصوص عبادت الٰہی میں مشغول ہو کر تقویٰ کی شاہراہ پر گامزن ہو جائے' تقویٰ ہی انسان کو دنیا و آخرت میں نجات دیتا ہے اللہ کے عذاب سے بچالیتا ہے' اسی کی بدولت روز حساب اس کا حساب آسان کر دیا جائے گا کیونکہ روز قیامت انسانوں کے باہمی حقوق اور باہمی خلاف شرع معاملات کا محاسبہ ہوگا۔ جس شخص نے دنیا میں اپنا محاسبہ کر لیا' اپنا حق مخلوق سے حاصل کر لیا' اس چیز کو ترک کر دیا جس میں اس کا حق نہیں تھا اور وہ روز قیامت طویل محاسبے سے ڈر گیا تو اس سے کس بنا پر محاسبہ کیا جا سکتا ہے!

ایک روایت میں ہے: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نیک اور متقی لوگوں کے محاسبے سے شرم محسوس کریں گے۔'' اسی لئے نبی اکرمؐ ارشاد فرمایا کرتے تھے: ''اپنا محاسبہ کرتے رہو قبل اس کے کہ تم سے محاسبہ کیا جائے اور خود اپنے (نیک و بد) اعمال کو تولا کرو قبل اس کے کہ ان کو تولا جائے۔''[۸۷ے] آپؐ کا ارشاد گرامی ہے: ''انسان کے اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ غیر ضروری باتیں چھوڑ دے۔''[۸۸ے] اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر عمل میں شرعی اجازت کے بغیر توقف کیا جائے اگر شریعت اجازت دیتی ہو تو وہ کام کیا جائے ورنہ ترک کر کے شریعت کے مطابق کوئی اور عمل اختیار کر لیا جائے۔ اسی بات کی طرف آپؐ نے اشارہ فرمایا: ''اس چیز کو چھوڑ دو جو شک پیدا کرے اور اسے اختیار کرو جو شک وشبہ سے بالاتر ہے۔''[۸۹ے] حدیث نبویؐ ہے: ''مؤمن توقف (احتیاط) سے قدم اٹھاتا ہے جب کہ منافق بلا سوچے سمجھے جلد بازی کرتا ہے۔'' آپؐ کا ارشاد گرامی ہے: ''اگر تم اس قدر نمازیں پڑھو کہ تمہارا جسم کمان کی طرح جھک جائے اور اس قدر روزے رکھو کہ تم رسی (تانت) کی طرح (لاغر) ہو جاؤ تو پھر بھی (نماز روزے شفا بخش نہیں بلکہ) شفا بخش تو صرف تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔'' ایک حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے: ''مؤمن (ہر معاملے میں) خوب تفتیش کرتا ہے اور فرمایا: جو یہ پرواہ نہیں کرتا کہ اس کا کھانا پینا کیسا ہے؟ حلال یا حرام تو اللہ تعالیٰ بھی کوئی پرواہ نہیں کریں گے کہ اسے جہنم کے کس دروازے سے جھونکا جائے۔''[۹۰ے]

۸۶ے یہ تشدد معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ ظالم اپنے ظلم سے توبہ کر رہا ہے صرف توبہ نہیں بلکہ تلف شدہ مال کی جگہ اس کا معاوضہ اور بدلہ بھی دینے کو تیار ہے اس لئے جب اس سے مال وصول کر لیا گیا تو وہ اپنے گناہ سے سبکدوش ہو چکا ہے۔ (واللہ اعلم)

۸۷ے ترمذی (۲۴۵۹)

۸۸ے احمد ۱/۲۰

۸۹ے احمد ۱/۲۰۰

۹۰ے الاتحاف ۶:۸

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: "لوگو! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہیں کر لیتا لہٰذا رزق میں جلد بازی نہ کرو تقویٰ اختیار کرو رزق جائز طریقے سے کماؤ اور وہ طریقہ اختیار کرو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے اور اس سے بچو جو حرام کیا ہے۔"[۹۱] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حرام ذریعے سے رزق کماتا ہے اور اس سے خیرات کرتا ہے اسے کوئی اجر نہیں ملتا۔ اس (حرام) میں سے جو کچھ خرچ کرتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی اور جو کچھ چھوڑ کر مرتا ہے وہ اس کے لئے جہنم کا ایندھن بنتا ہے۔"[۹۲] حدیث نبویؐ ہے: "اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں بلکہ نیکی سے مٹاتے ہیں۔"[۹۳] حضرت عمران بن حصینؓ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' اے میرے بندے اگر تو میرے مقرر کردہ فرائض پر قائم دائم رہا تو تو لوگوں میں سے سب سے زیادہ عبادت گذار بن جائے گا اور اگر تو حرام کردہ چیزوں سے اعراض کرتا رہا تو سب سے زیادہ متقی شمار ہوگا اور اگر تو میری عطا کردہ روزی پر قناعت کرتا رہا تو سب سے زیادہ غنی ہو جائے گا۔"[۹۴] نبیؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو ارشاد فرمایا: تقویٰ اختیار کر تو لوگوں میں سے سب سے زیادہ عبادت گذار شمار ہوگا۔[۹۵] حسن بصری فرماتے ہیں کہ ایک ذرہ برابر تقویٰ روزے نماز کے ہزار ذرات سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی کہ میرا قرب حاصل کرنے والے تقویٰ سے بڑھ کر اور کسی چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔

کہا جاتا ہے کہ چاندی کا ایک دانق (۶/۱ درہم) امانت واپس کر دینا اللہ کے نزدیک چھ سو مقبول حجوں سے افضل ہے بعض نے کہا کہ ستر مقبول حجوں سے افضل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھنے کی سعادت پانے والے متقی اور پرہیز گار ہیں۔ عبداللہ بن مبارکؒ کا فرمان ہے کہ حرام کا ایک پیسہ چھوڑنا سو پیسوں کے صدقہ سے افضل ہے۔ ایک دفعہ ملک شام میں عبداللہ بن مبارک احادیث لکھ رہے تھے کہ اچانک قلم ٹوٹ گیا۔ آپ نے کسی سے ادھار قلم لے کر کتابت شروع کر دی حتیٰ کہ فراغت کے بعد مالک کو قلم واپس کرنا بھول گئے اور اپنے قلمدان میں اسے رکھ لیا۔ جب آپ مقام مرو پہنچے تو آپ نے قلمدان میں وہ قلم دیکھا تو آپ کو یاد آ گیا کہ یہ تو فلاں کا قلم ہے۔ سو آپ قلم واپس کرنے کے لئے دوبارہ شام گئے اور جس کا قلم تھا اسے واپس کر آئے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا "بلاشبہ حلال واضح ہے اور

۹۱ے الحاکم ۴/۳۲۵

۹۲ے الکنز (۹۲۸۰)

۹۳ے احمد ۱/۳۸۷

۹۴ے احمد ۱/۳۸۷- بغوی ۱/۲۸۸- درمنثور ۱/۳۴۷

۹۵ے جامع المسانید ۲/۶۹۴- الصحیحۃ (۹۳۰) ابن ماجۃ (۴۲۱۷)

حرام بھی واضح ہے البتہ ان کے درمیان کچھ شبہہ والی چیزیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے لہٰذا جو شخص شبہہ والی (مشکوک) چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت بچالی اور جو کوئی مشکوک چیزوں کا مرتکب ہو گیا وہ پھر حرام کا بھی مرتکب ہو گا جس طرح کوئی چرواہا اپنے جانور چراگاہ کے آس پاس چراتا ہے تو عین ممکن ہے کہ اس کے جانور چراگاہ کے اندر چلے جائیں یقیناً ہر بادشاہ کی (چراگاہ) حدود ہوتی ہیں اور اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست (سمت) ہے تو سارا جسم درست ہے اور اگر وہ خراب (سمت) ہے تو سارا جسم برباد ہے اور وہ "دل" ہے۔[۹۶] حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی حدود ہیں۔ اسلام کی حدود تقویٰ تواضع صبر وشکر ہیں۔ تقویٰ تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے صبر آگ سے نجات دہندہ ہے اور شکر حصول جنت کا ذریعہ ہے۔ ایک دفعہ حسن بصری مکہ آئے تو آپ نے آل علیؓ کے ایک بچے کو دیکھا کہ کعبہ کی دیوار سے پشت لگائے لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا ہے۔ حسن نے کھڑے ہو کر اس سے سوال کیا: دین کی جڑ کیا ہے؟ وہ بولا تقویٰ اور پرہیز گاری پوچھا دین کے لئے آفت کیا ہے؟ کہا حرص وطمع یہ جواب سن کر حسن بصری ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔

ابراہیم بن ادہم نے فرمایا کہ تقویٰ کی دو قسمیں ہیں ایک فرض دوسری محتاط۔ فرض میں اللہ کی نافرمانی سے بچنا ہے۔ محتاط میں حرام چیزوں کے قریب قریب شبہہ والی چیزوں سے بچنا ہے لہٰذا عوام کا تقویٰ یہ ہے کہ ہر حرام اور مشکوک چیز سے گریز کیا جائے جس سے لوگوں کو اذیت پہنچے اور شریعت محاسبہ کرے اور خواص کا تقویٰ یہ ہے کہ ہر اس چیز سے بھی احتیاط کی جائے جس میں خواہش نفسانی کو دخل ہو نفس کے لئے شہوت و لذت ہو اور خاص الخاص حضرات کا تقویٰ یہ ہے کہ ان چیزوں کو بھی ترک کر دیا جائے جن میں انسان کے ارادے اور خیال کو دخل ہو گویا عوام کا تقویٰ تو ترک دینا ہوا اور خاص کا تقویٰ ترک جنت جب کہ خاص الخواص کا تقویٰ ہر غیر اللہ کا ترک کر دینا ہوا۔ یحییٰ بن معاذ رازی کا بیان ہے کہ تقویٰ دو قسموں کا ہوتا ہے (۱) ظاہری تقویٰ یعنی تم اللہ یہ کے لئے حرکت کرو اور (۲) باطنی تقویٰ یعنی تمہارے دل میں اللہ کے سوا کسی کا خیال جاگزیں نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص تقویٰ کے حقائق اور باریک بینیوں پر توجہ نہیں کرتا اسے کچھ حاصل ہوتا ہے نہ اللہ کے عطیے تک وہ پہنچ پاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جو تقویٰ میں باریک بین ہے وہ روز قیامت بلند مرتبے پر فائز ہے۔ کہا گیا ہے کہ گفتگو کا تقویٰ سونے چاندی کے تقوے سے زیادہ افضل ہے اور سرداری کی حالت میں تقویٰ سونے چاندی کے تقوے سے افضل ہے کیونکہ ان دونوں کو حصول سیادت کے لئے خرچ کیا جاتا ہے۔

ابوسلیمان دارانی کا قول ہے کہ تقویٰ اور زہد کی ابتدا دنیا سے بے رغبتی ہے جیسے قناعت رضائے الٰہی کا کنارہ ہے۔ ابوعثمان کا قول ہے کہ تقوے کا اجر محاسبے میں نرمی ہے۔ یحییٰ بن معاذ کے نزدیک تقویٰ علم کی حد پر بلا تاویل توقف کا نام ہے۔ ابوجلاء کا کہنا ہے کہ جو شخص درویشی میں تقویٰ اختیار نہیں کرتا وہ حرام کھاتا ہے۔ یونس بن عبیداللہ کے نزدیک تقویٰ ہر شبہہ سے رکنا اور ہر لحظہ نفس کا محاسبہ کرنا ہے۔

۹۶ے بخاری ۳۰/۷ - مسلم (۴۰۹۷) ترمذی (۱۲۰۵)

سفیان ثوری کا کہنا ہے کہ میں نے تقویٰ سے آسان کوئی چیز نہیں دیکھی یعنی ہر وہ چیز جو تیرے دل میں کھٹکے تو اسے چھوڑ دے جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے: گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو ڈرے کہ کہیں اس کی خبر لوگوں کو نہ ہو جائے۔[۹۷] یعنی جس کام پر شرح صدر نہ ہو اسی لئے نبیؐ نے ارشاد فرمایا: ''گناہ دلوں میں خراش پیدا کرنے والا ہے۔''[۹۸] یعنی جو چیز دل میں چبھے اور اس پر دل کو اطمینان نہ ہو تو اسے چھوڑ دو۔ اسی طرح حدیث ہے کہ اپنے آپ کو مضطرب چیزوں سے دور رکھو کیونکہ وہ گناہ ہیں۔ نیز ارشاد فرمایا ''مشکوک چیز کو چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کرو۔''[۹۹] معروف کرخی کا قول ہے کہ اپنی زبان کو مدح سرائی سے محفوظ رکھو جس طرح مذمت سرائی سے محفوظ رکھتے ہو۔ بشر بن حارث کا کہنا ہے کہ تین عمل سب سے سخت ہیں: ناداری میں سخاوت' تنہائی میں تقویٰ اور اس کے سامنے کلمۂ حق کہنا جس سے امید وخوف ہو۔ بشر بن حارث کی بہن امام احمدؒ کے پاس آ کر عرض کرتی ہے' اے امام! ہم چھت پر بیٹھ کر چرخا کاتتی ہیں ظاہریہ (فرقہ) کی مشعلیں ہمارے پاس سے گذرتی ہیں تو ان کی روشنی ہم پر پڑتی ہے آیا اس روشنی میں ہمارا چرخا کاتنا جائز ہے؟ امام صاحب نے فرمایا اللہ تم پر رحم کرے تم ہو کون؟ کہا بشر بن حافی کی بہن ہوں۔ امام احمد رو پڑے اور فرمایا کہ تقویٰ تو تمہارے گھر سے ہی نکلتا ہے۔ تم ان مشعلوں کی روشنی میں سوت نہ کاتو۔

علی عطار کا کہنا ہے کہ میں بصرہ کی ایک سڑک سے گزر رہا تھا کہ ایک جگہ بچوں کو کھیلتے کودتے دیکھا جب کہ پاس ہی شیوخ کرام بیٹھے ہیں تو میں نے بچوں سے پوچھا تم ان شیوخ سے نہیں شرماتے؟ ایک بچے نے کہا ان شیوخ میں تقویٰ کی قلت ہے اس لئے ہمارے دلوں پر ان کا کوئی خوف نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ مالک بن دینار چالیس سال بصرہ میں مقیم رہے لیکن مرتے دم تک بصرہ کا کوئی تازہ پھل یا تازہ کھجور احتیاطاً نہیں کھائی۔ جب تازہ کھجوروں کا موسم ختم ہو جاتا تو فرماتے' اے بصرہ والو! یہ میرا پیٹ اتنا ہی ہے یعنی کھجوریں نہ کھانے کے باوجود اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی جب کہ تم نے کھجوریں کھائیں ہیں اور پھر بھی تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔[۸۰۰] ابراہیم بن ادہم سے پوچھا گیا کہ آپ آب زمزم کیوں نہیں پیتے؟ فرمایا اگر میرے پاس ڈول ہوتا تو ضرور پیتا۔ منقول ہے کہ اگر حارث محاسبی کسی

۹۷ے مسلم (۶۵۱۴) احمد ۴/۱۸۲ ۹۸ے الاتحاف ۱/۱۵۹

۹۹ے احمد ۳/۱۱۲۔ ترمذی (۲۵۱۸)

۸۰۰ بلاشبہ حرام چیزوں کے ساتھ مشکوک چیزوں سے بھی اجتناب کرنا ہی اصل تقویٰ ہے لیکن اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ انسان حلال اور جائز چیزوں کو بھی ترک کر دے بلکہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے مستفید ہو کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [قل من حرم زينة الله التي اخرج...... / آپؐ ارشاد فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت (خوبصورتی) کو اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے۔ آپؐ فرما دیں کہ یہ چیزیں ایمان والوں کے لئے بھی ہیں اور روز قیامت صرف اور صرف اہل ایمان کے لئے ہوں گی۔ الاعراف ۳۲] تقویٰ کا لغوی معنی ہے گریز کرنا' بچنا' پرہیز کرنا۔ اصطلاحاً تقویٰ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ تقویٰ کا مفہوم اتنا ہی وسیع ہے جتنا اس کے فضائل کا دائرہ وسیع ہے۔ بالاختصار یوں کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل کرنا' منہیات (ممنوعات) سے باز آنا اور ان دونوں (اوامر ونواہی) میں خلاف ورزی کے ارتکاب پر عذاب الٰہی سے ڈرنا یہی تقویٰ ہے۔

مشکوک کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو ان کی انگلیوں کے پوروں پر پسینہ آ جاتا جس سے انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ کھانا حلال نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب بشر حافی کے ساتھ مشکوک کھانا چنا جاتا تو ان کا ہاتھ اس کھانے کی طرف بڑھتا ہی نہ تھا۔ ابو یزید بسطامی کی والدہ کے متعلق مشہور ہے کہ جب انہیں ابو یزید کا حمل تھا تو اس وقت اگر ان کے سامنے مشتبہ کھانا لایا جاتا تو ان کا ہاتھ بڑھانے کے باوجود کھانے تک نہ پہنچتا تھا۔ بعض بزرگوں کے پاس جب مشکوک کھانا لایا جاتا تو اس سے بدبو آنے لگتی تھی جس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ قابل شبہ ہے اور اس سے وہ رک جاتے۔

بعض بزرگوں کے بارے میں مشہور ہے کہ جب وہ مشکوک کھانے کا نوالہ منہ میں رکھتے تو اس میں ریت محسوس ہوتی اور وہ چبایا نہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا بوجھ ہلکا کرنے‘ ان پر شفقت و محبت کرنے اور انہیں حرام سے بچانے کے لئے یہ کرامات عطا فرمائیں۔ کیونکہ وہ طیب اور حلال رزق کی تلاش میں دھوڑ دھوپ کیا کرتے تھے اور حرام و مشکوک رزق سے اجتناب کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں حرام کھانوں سے محفوظ رکھا اور انہیں کچھ علامات بتا کر تفتیش و تحقیق کی زحمت سے بچا لیا‘ انہیں خوراک بیچنے والوں کے متعلق‘ ان کی کمائی اور معیشت کے متعلق‘ اس مال کے متعلق جس سے غلہ خریدا گیا اور حلال و حرام کی اصل حقیقت کے متعلق چھان پھٹک کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخصوص نشانیاں عطا کر رکھی تھیں جن کی مدد سے وہ حرام کھانا تناول نہ فرماتے۔ یہ مخصوص نشانیاں انہی بزرگان دین کو حاصل ہوئیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور خصوصی شفقت کارفرما تھی لیکن عوام کے لئے وہ کھانا حلال ہے جس میں کسی مخلوق کا حق نہ ہو اور شریعت کا کوئی اعتراض نہ ہو جیسا کہ سہل بن عبداللہ تستری نے جب ان سے حلال رزق کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ حلال وہ ہے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو۔ ایک مرتبہ یہ جواب دیا کہ حلال وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کیا گیا ہو۔

کوئی چیز ذاتی طور پر حلال نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے حلال ہے کیونکہ اگر کوئی چیز ذاتی طور پر حلال ہوتی تو مردار جانور کا کھانا حرام ہوتا اور وہ حلال کھانا بھی حرام ہوتا جسے کوئی سپاہی اپنے حرام مال سے خریدتا ہے پھر واپس آ کر سودا منسوخ کر دیتا ہے اور وہ مال اصل مالک تک واپس پہنچا دیتا ہے ایسے کھانے کو استعمال کرنا کسی متقی مؤمن کے لئے جائز نہیں کیونکہ اس میں ان دو حالتوں کے درمیان ایک ایسی حالت آئی تھی جس میں اس کا کھانا حرام ہو گیا تھا یعنی جب وہ کھانا کسی سپاہی کے پاس گیا تھا تو وہ حرام ہو گیا تھا اس لئے کہ اس سپاہی نے اسے حرام مال سے خریدا تھا اور حرام مال سے خریدا ہوا کھانا مسلمانوں کے نزدیک بالاجماع حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حلال و حرام شارع کے حکم سے ہے ذاتی طور پر نہیں۔ رزق حلال انبیاء کا کھانا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ نبیؐ نے ایک آدمی کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: اے اللہ! مجھے صرف حلال رزق عطا فرما۔ نبیؐ نے فرمایا: مطلق حلال رزق تو صرف انبیاء کے لئے ہے تو ایسا رزق مانگ جس پر تجھے عذاب الٰہی نہ ہو۔

یہود و نصاریٰ اور حرام چیزوں کی خرید و فروخت: ❀ ❀ شریعت سے ثابت ہے کہ اگر کوئی ذمی‘ یہودی‘ عیسائی یا مجوسی حرام چیزوں کی تجارت کرے مثلاً شراب‘ خنزیر وغیرہ تو انہیں ایسی تجارت کی اجازت حاصل ہو گی البتہ ان سے دس فیصد ٹیکس لیا جائے گا

جیسا کہ عمر فاروقؓ سے مروی ہے' آپ نے فرمایا کہ انہیں ان چیزوں کی تجارت کرنے دو اور ان سے دس فیصد (عشر) وصول کرو۔

لہٰذا جب ان سے عشر وصول کیا جاتا تھا تو کیا مسلمان اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے؟ اگر حلال ذاتی طور پر حلال ہوتا تو ان سے عشر لینا جائز نہ ہوتا کیونکہ شراب' خنزیر اور ان کی قیمتیں حرام ہیں لیکن مذکورہ بالا صورت عشر استثنائی ہے کیونکہ نقد و نقد کے دخول سے یہ عقد تجارت حلال ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ حلال و حرام میں فرق ہاتھوں کا ہے لہٰذا جس نے اپنے ہاتھ میں شریعت کا چراغ لے کر تجارت کی' اس میں تاویلات کر کے شریعت کی روگردانی نہیں کی بلکہ عین شرع کے مطابق تجارت کی تو اس کا رزق شرعاً حلال اور طیب ہے اور اس پر عین حلال مطلق رزق کا حصول واجب نہیں کیونکہ اس کا حصول ممکن ہی نہیں ہاں اگر اللہ چاہے تو اپنے پسندیدہ محبوب لوگوں کو عین حلال رزق سے نواز دیں [اور اللہ کے لئے اس میں کچھ مشکل نہیں][۸۰۱]

استعمال رزق میں لوگوں کی اقسام: ❀❀ رزق کے استعمال میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں (۱) متقی (۲) ولی (۳) عارف باللہ۔ متقی کے لئے حلال رزق وہ ہے جس میں کسی دوسرے کا حق نہ ہو اور شریعت کا اس پر کوئی اعتراض نہ ہو۔ سچے ولی اور تارک خواہشات زاہد کا رزق حلال وہ ہے جس میں خواہش نفسانی کو دخل نہ ہو۔ بلکہ کھانا صرف اللہ کے حکم سے ہو اور ابدال و عارف باللہ حضرات جو خواہشات سے کوسوں دور ہیں۔ ان کا رزق گویا بتقدیر الٰہی ہے جس میں قصد و ارادے کو مطلقاً عمل دخل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ ان کے شامل حال رہتا ہے' وہی انہیں رزق فراہم کرتا ہے' ان کی پرورش فرماتا ہے' اپنی قدرت کاملہ اور مشیت سے ان کے لئے ہر چیز فراہم کرتا ہے اور اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے جس طرح ایک شیر خوار بچہ ماں کی آغوش میں پرورش پاتا ہے لہٰذا جب تک انسان کو پہلا مرتبہ حاصل نہ ہو وہ دوسرے مقام تک نہیں پہنچ سکتا اور جب تک دوسرا مقام و مرتبہ میسر نہ آئے تیسرے تک رسائی کا امکان نہیں۔[۸۰۲] متقی کا رزق ولی کے نزدیک مشکوک حیثیت میں ہے جب کہ ولی کا رزق عارف باللہ کے نزدیک مشکوک ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ نیک لوگوں کی نیکیاں وہ ہیں جو اہل قربت کی خطائیں ہیں۔ شیخ کا کھانا مرید کے لئے مباح ہے جب کہ مرید کا رزق شیخ کے لئے حرام ہے کیونکہ شیخ کا تزکیۂ نفس' قرب الٰہی اور مقام و مرتبہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔

تقویٰ کی باریکیوں کے سلسلہ میں کہمسؒ سے ایک روایت مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک ایسا گناہ سرزد ہو گیا جس پر چالیس سال سے رو رہا ہوں۔ گناہ یہ تھا کہ مجھ سے میرا ایک بھائی ملاقات کے لئے آیا تو میں نے اس کی تواضع کے لئے ایک دانق (کرنسی) کی بھنی ہوئی مچھلی خریدی۔ پھر جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو میں نے پڑوسی کی دیوار سے (بلا اجازت) ذرا سی مٹی اکھیڑ کر اسے ہاتھ صاف کرنے کے لئے دی اس نے تو اس مٹی سے ہاتھ صاف کر لئے لیکن میں نے اپنے کام پر پڑوسی

---

۸۰۱ ابراہیم-۲۰

۸۰۲ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ نیک لوگوں کو غیب سے رزق فراہم ہوتا ہے بلکہ اس کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں اور انہیں یہ توفیق بخشتے ہیں کہ وہ رزق کی جانچ پڑتال کر کے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اس طرح نہیں کہ جو آیا' جہاں سے آیا اور جس طرح سے ہاتھ لگا اس کے پھڑے اڑائے۔ بلکہ حرام سے بچنے کے لئے مشکوک اور قابل شبہ چیزوں سے بھی گریز کرتے تھے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

سے معافی نہ مانگی۔

منقول ہے کہ کسی مکان میں ایک کرایہ دار رہتا تھا۔ ایک دن اس نے خط لکھا اور اس گھر کی دیوار کی مٹی سے اسے خشک کرنا چاہا تو خیال پیدا ہوا کہ مکان تو کرایہ پر ہے لیکن پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ تھوڑی سی مٹی استعمال کرنے میں کیا حرج ہے اور اس دیوار سے مٹی لے کر خشک کر لیا۔ غیب سے اچانک آواز سنائی دی' اے مٹی کو حقیر سمجھ کر بلا اجازت استعمال کرنے والے! عنقریب تجھے پتہ چل جائے گا جب تو طویل حساب و کتاب سے دوچار ہوگا۔

موسم سرما میں عتبہ غلام کو پسینے میں شرابور دیکھ کر وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی کر بیٹھا ہوں' کہا گیا وہ کیا؟ کہا' میں نے اپنے مہمان کے ہاتھ صاف کروانے کے لئے اس کی دیوار سے بلا اجازت تھوڑی سی مٹی لی لیکن اس سے یہ جرم معاف نہ کروایا۔

امام احمدؒ کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں کسی دوکاندار کے پاس اپنا طشت گروی رکھا جب واپس لینے کا وقت آیا تو دوکاندار نے دو طشت آپ کے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ ان دونوں میں سے جو آپ کا ہو لے لیجئے' امامؒ صاحب نے فرمایا' اپنا طشت پہچاننا میرے لئے مشکل ہے لہٰذا دونوں ہی تم رکھ لو اور درہم بھی واپس کر دیئے۔ دوکاندار نے کہا امام صاحب! میں تو آپ کو آزما رہا تھا' یہ رہا آپ کا طشت امام صاحب نے فرمایا اب تو میں یہ تمہیں دے چکا ہوں لہٰذا واپس نہیں لوں گا یہ کہہ کر طشت چھوڑ کر چل دیئے۔ مروی ہے کہ ایک دفعہ رابعہ عدویہ نے شاہی مشعل کی روشنی میں اپنی پھٹی ہوئی قمیص سی لی تو آپ ایک مدت تک کھوئی کھوئی سی رہیں بالآخر یاد آیا کہ شاہی مشعل کی روشنی میں قمیص سی تھی۔ فوراً وہ قمیص پھاڑ پھینکی تو دوبارہ دلی سکون میسر آیا۔ کسی نے سفیان ثوری کو خواب میں دیکھا کہ ان کے پرندوں کی طرح پر ہیں اور وہ جنت میں درختوں میں پرواز کر رہے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا' تقویٰ سے۔ حسان بن سفیان کے متعلق منقول ہے کہ وہ ساٹھ سال تک لیٹ کر نہ سوئے' نہ مرغن غذا کھائی اور نہ ہی ٹھنڈا پانی پیا' آپ کے انتقال کے بعد کسی شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا تو آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا' سلوک تو اچھا کیا ہے لیکن میں ایک ادھار سوئی جسے واپس نہ کر پایا تھا' کی وجہ سے ابھی تک جنت سے روک دیا گیا ہوں۔

عبدالواحد بن زید کا ایک غلام تھا جو کئی سالوں سے ان کی خدمت میں مشغول تھا جب کہ چالیس سالوں سے عبادت الٰہی میں بھی مشغول تھا' اس سے پہلے وہ غلہ تولنے پر مامور تھا' اس کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں اسے دیکھا تو پوچھا' اللہ نے تمہارے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا' کہا اچھا رویہ اختیار کیا لیکن مجھے جنت سے روک دیا گیا ہے کیونکہ جب میں غلہ تولتا تھا تو میرے پیانے سے چالیس پیانے گرد و غبار اور کوڑا کرکٹ نکالا گیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت عیسیٰؑ کا ایک قبرستان سے گذر ہوا تو انہوں نے ایک مردے کو آواز دی جسے اللہ نے زندہ کر دیا' حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا تم کون ہو؟ وہ بولا میں ایک قلی تھا جو لوگوں کا سامان اٹھا کر ان کے گھر پہنچایا کرتا تھا' ایک دن میں نے ایک آدمی

کی لکڑیاں اٹھائی تھیں کہ اثنائے راہ ان میں سے ایک تنکا نکال کر دانت کا خلال کیا جس کا احتساب مرنے کے وقت سے اب تک مسلسل مجھ سے کیا جا رہا ہے۔

تقویٰ کی تکمیل کی شرائط: ۞ ۞ جب تک دس چیزوں کو اپنے نفس پر فرض نہ کر لیا جائے تقویٰ ناقص رہتا ہے۔(۱) غیبت سے رکنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے] [۸۰۳] (۲) بدگمانی سے احتیاط۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [بہت زیادہ بدگمانی سے بچو بلاشبہ بعض گمان گناہ ہیں] [۸۰۴] اور حدیث نبویؐ ہے: ''بدگمانی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو کیونکہ یہ سب سے جھوٹی بات ہے۔'' [۸۰۵] (۳) مذاق سے اجتناب۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے] [۸۰۶] (۴) نامحرم سے آنکھیں نیچی رکھنا۔ ارشاد ہے [آپؐ مومنوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں] [۸۰۷] (۵) سچ بولنا۔ ارشاد ہے [اور جب تم بات کرو تو عدل کرو] [۸۰۸] یعنی سچ بولو (۶) اللہ کا احسان یاد رکھنا تا کہ تکبر پیدا نہ ہو۔ ارشاد باری ہے [بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت بخشی ہے] [۸۰۹] (۷) راہ حق میں مال خرچ کرنا اور راہ باطل سے بچانا۔ ارشاد باری ہے [اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں نہ کنجوسی] [۸۱۰] یعنی نافرمانی میں خرچ نہیں کرتے اور راہ حق میں بخیلی نہیں کرتے۔ (۸) اپنے آپ کو فخر و تکبر سے محفوظ رکھنا۔ ارشاد ہے (ہم آخرت کا گھر اسے دیں گے جو زمین میں تکبر کرے نہ فساد) [۸۱۱] (۹) نماز پنجگانہ کی ان کے اوقات میں رکوع و سجود کے ساتھ محافظت کرنا۔ ارشاد ہے (تمام نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیانی نماز (عصر) کی اور اللہ کے لئے فرمانبردار بن کر مقام کرو) [۸۱۲] (۱۰) سنت اور مسلمانوں کی اجتماعیت پر قائم رہنا۔ ارشاد ہے (اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے) [۸۱۳]

تدریجی توبہ: ۞ ۞ اگر بیک وقت تمام گناہوں سے توبہ ممکن نہ ہو تو بتدریج توبہ کی جائے مثلاً پہلے کبیرہ گناہوں سے توبہ کی جائے اس لئے کہ توبہ کرنے والا جانتا ہے کہ کبیرہ گناہ اللہ کے نزدیک بڑے سنگین ہیں جو اللہ کے عذاب کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں جب کہ صغیرہ گناہ چھوٹے اور کم درجے کے ہیں جو اللہ کی معافی کے نہایت قریب ہیں لہٰذا یہ معاملہ دشوار نہیں کہ پہلے کبیرہ گناہوں سے توبہ کر لی جائے پھر جب دل میں ایمان قوی ہو جائے' ہدایت کے نور کا اجالا ہو جائے اور اللہ کی طرف جھکنے کے لئے سینہ کھل جائے تو اس وقت تمام صغیرہ گناہ' شرک خفی' دلوں کے گناہ انسان خود ہی چھوڑتا چلا جائے گا پھر حالات و مقامات کے گناہ بھی چھوڑ دے گا۔ جب بندہ کسی مقام پر ترقی کرتا ہے تو وہ خود ہی پہچان لیتا ہے کہ اسے اب کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا'

---

۸۰۳ الحجرات-۱۲
۸۰۴ الحجرات-۱۲
۸۰۵ بخاری ۷/۲۴-مسلم (۶۵۳۶) احمد ۲/۲۴۵
۸۰۶ الحجرات-۱۱
۸۰۷ النور-۳۰
۸۰۸ الانعام-۱۵۲
۸۰۹ الحجرات-۱۷
۸۱۰ الفرقان-۶۷
۸۱۱ القصص-۸۳
۸۱۲ البقرہ-۲۳۸
۸۱۳ الانعام-۱۵۳

ہر صاحب ذوق' سالک طریقت اور نیک لوگوں کی مجلس میں شرکت کرنے والا ان سے آگاہ ہو جاتا ہے لہٰذا لوگ پہلے مرحلے پر آخری مرحلے کے احکامات جاری نہ کریں کیونکہ تم لوگوں کو آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے مشکلات پیدا کرنے کے لئے نہیں۔ یہ دین اسلام مضبوط دین ہے اس میں تدریجی مراحل کے ساتھ آگے بڑھو کیونکہ جو راستے سے کٹ جاتا ہے وہ گویا اس پر گامزن ہی نہیں ہوا اور نہ اس کے لئے کوئی سواری باقی بچی ہے۔

کبیرہ (بڑے) گناہوں میں بھی بتدریج توبہ کی جائے یعنی پہلے قتل' چوری' ڈاکے اور حقوق العباد کے تمام مظالم سے توبہ کی جائے کیونکہ ان میں بالکل معافی نہیں جب کہ حقوق اللہ میں معافی کی فوری سہولت موجود ہے۔ اس میں بھی پہلے شراب سے توبہ کرے پھر زنا سے کیونکہ آپ کو علم ہے کہ شراب تمام برائیوں کی بنیاد ہے اور جب شراب عقل پر پردہ ڈال دے تو انسان تمام گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور اسے نہ بدنامی کا خوف لاحق ہوتا ہے نہ طعن و تشنیع کا' نہ اللہ کے ساتھ کفر و شرک کا' نہ زنا کا' نہ قتل کا اور نہ غصب کا' کیونکہ شراب تمام گناہوں کی جڑ اور ماں ہے۔

یہ درست نہیں کہ انسان صغیرہ گناہوں سے توبہ کر لے لیکن کبیرہ گناہوں پر قائم رہے مثلاً غیبت اور غیر محرم کو دیکھنے سے توبہ کر لی مگر شراب جوں کی توں اس کی گھٹی میں پڑی ہے اور وہ شراب کا اس قدر عادی ہے کہ اس پر جان بھی لوٹا دے۔ شرابی یہ عذر گھڑتا ہے کہ شراب تو میرے مرض کی دوا ہے جسے استعمال کرنے کا مجھے حکم ہوا ہے۔ اصل میں شیطان نے اس کے دل و دماغ میں یہ بات ڈال دی ہے کہ شراب خلاف شرع نہیں بلکہ اس سے جسمانی طاقت بحال ہوتی ہے' مسرت و فرحت حاصل ہوتی ہے اور تمام غم دور ہو جاتے ہیں لیکن شرابی شراب کے مہلک نتائج کو بھول جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے عذاب دیں گے اور دین و دنیا تباہ و برباد ہوں گے کیونکہ یہ عقل کو سلب کر لیتی ہے جس عقل سے دین و دنیا کا نظم و نسق مرتب کیا جاتا ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ درست ہے کہ اگر تمام گناہوں سے بیک وقت توبہ ممکن نہ ہو تو کچھ گناہوں سے توبہ کر لی جائے' کیونکہ ہر مسلمان ہر حالت میں اللہ کی اطاعت اور معصیت کا مرتکب رہتا ہے لہٰذا صغیرہ و کبیرہ گناہوں کے بقدر اللہ کے قرب و بعد میں بھی تفاوت ہوتا رہتا ہے۔ ایک فاسق یہ خیال کرتا ہے کہ اگر غلبہ شہوت کے ذریعے شیطان مجھ پر غالب آ جائے تو مجھے زیب نہیں دیتا کہ میں کلیۃ مطلق العنان بن جاؤں اور گناہوں میں آلودہ رہوں بلکہ جن گناہوں کا چھوڑنا میرے لئے آسان ہے میں انہیں چھوڑ دوں اس طرح مجھے دوسرے گناہ چھوڑنے پر مدد ملے گی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کھا کر میں دوسرے گناہ بھی چھوڑ دوں اور نفس و شیطان سے مجاہدہ شروع کر دوں جس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میرے اور گناہوں کے درمیان رکاوٹیں کھڑی ہو جائیں۔

اگر ہمارا دعویٰ غلط ہے تو پھر کسی فاسق کی نماز درست ہے نہ روزہ' نہ زکوٰۃ نہ حج اور نہ ہی کوئی اور عمل خیر کیونکہ اسے کہا جا سکتا ہے کہ جی آپ تو فاسق ہیں اور بوجہ فسق اللہ کی اطاعت سے خارج ہیں اور اس کے حکم کے مخالف ہیں لہٰذا آپ کی عبادات تو غیر اللہ کے لئے ہیں! اگر تمہارا گمان یہ ہے کہ عبادات اللہ کے لئے ہیں تو پھر فسق فجور سے تائب ہو جاؤ کیونکہ اللہ کا

حکم تو ایک ہے پھر یہ خیال محال ہے کہ تم اللہ کی عبادات سے اس کا قرب حاصل کر لو اِلّا یہ کہ فسق و فجور سے بھی توبہ کر لو۔ یہ ناممکن ہے جس طرح کسی شخص کے ذمے دو دینار قرض ہو وہ ان کی ادائیگی پر قادر ہو لیکن ایک کو ادا کر دے اور دوسرے کی ادائیگی سے قسم اٹھا کر انکار کر دے کہ میرے ذمے کچھ نہیں حالانکہ اسے روز روشن کی طرح علم ہے کہ میں اس کا مقروض ہوں لہٰذا اس نے جس کا دینار واپس کر دیا ہے اس سے بری الذمہ ہو گیا لیکن جس کا دینار واپس نہیں کیا اس کے متعلق قابل مؤاخذہ ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ کے بعض احکامات بجا لاتا ہے اور بعض میں بغاوت کرتا ہے جن احکامات میں حکم بجا لاتا ہے ان میں مطیع و فرمانبردار کہلائے گا جن احکامات میں سرتابی کرتا ہے ان میں عاصی و نافرمان کہلائے گا لہٰذا ایسا مؤمن ناقص الایمان ہے کہ بعض احکام میں مطیع ہے جب کہ بعض میں باغی ہے یہی حال ان تمام مسلمانوں کا ہے جو اچھے برے (مکس) اعمال کرتے ہیں حتیٰ کہ یہ صورت حال چلتی چلتی اس مقام تک جا پہنچتی ہے کہ ان کے نفس پرستی اور گناہ رخصت ہو جاتے ہیں بشرطیکہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے یہ فیصلہ فرما دیں۔ اگر اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ بندہ گناہوں پر بھی قائم رہے تو یقیناً لوگ معصوم عن الخطا نہیں ہیں البتہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور ان پر اپنی رحمت کا فضل فرماتے ہیں۔[۸۱۴]

توبہ کے متعلق احادیث و آثار: ❁ ❁ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ایک جمعہ کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''لوگو! موت سے پہلے ہی اللہ سے توبہ کر لو' کاموں میں مشغول ہونے سے پہلے ہی نیک اعمال میں جلدی کر لو' اپنے اور اللہ کے مابین اعمال صالحہ کا رابطہ بحال رکھو تو کامیاب ہو جاؤ گے' کثرت سے صدقہ خیرات کرو تمہیں (مزید) رزق عطا کیا جائے گا' نیکی کا حکم دو خود برائی سے محفوظ رہو گے' برائی سے منع کرو تمہاری اعانت کی جائے گی۔''[۸۱۵] نبی اکرمؐ بکثرت یہ دعا کیا کرتے تھے: ''اے اللہ! مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما بلاشبہ تو بڑی توبہ قبول فرمانے والا رحم کرنے والا ہے۔''[۸۱۶]

آپؐ کا ارشاد گرامی ہے ''جب ابلیس کو زمین کی طرف اتارا گیا تو اس نے کہا اے اللہ! مجھے تیری عزت و جلال کی قسم! میں بنی آدمؑ کو مسلسل گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کے جسم میں روح رہے گی' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں اس کی موت کی آخری ہچکی سے پہلے اس کی توبہ قبول کرتا رہوں گا۔[۸۱۷] محمد بن عبداللہ سلمی فرماتے ہیں کہ میں مدینے

---

۸۱۴ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو دو قسموں میں منقسم فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [هو الذی خلقكم فمنكم كافر و منكم مؤمن / اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے تم میں یا تو کافر ہوں گے یا اہل ایمان] (التغابن ۲:) اس لئے آخرت میں بھی دو ہی مقام ہوں گے' اہل ایمان کے لئے جنت اور کفار کے لئے جہنم۔ دنیا میں بھی دو ہی طریق اور دو ہی فریق ہیں اسلام اور اہل اسلام' کفر اور اہل کفر۔ ان دونوں میں تیسری کوئی راہ نہیں۔ دین اسلام میں سب سے بڑی نیکی توحید ہے اور سب سے بڑا گناہ جو اسلام سے خارج کر دیتا ہے وہ شرک و کفر ہے۔ اس لئے اگر کسی مسلمان صاحب توحید سے گناہوں کا ارتکاب ہوتا رہا مگر توحید سلامت رہی تو وہ بقدر جرائم سزا پا کر جنت میں داخل ہو گا جب کہ کسی مشرک اور کافر کو اس کے اچھے اعمال کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا بلکہ اسے دائمی طور پر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

۸۱۵ الترغیب والترہیب ۴/۲۵۲ - ارواء الغلیل ۳/۵۰   ۸۱۶ احمد ۲/۶۷

۸۱۷ مجمع الزوائد ۸/۱۱۹ - الطبرانی ۸/۲۴۵ - المغنی عن حمل الاسفار ۳/۳۳

میں صحابہ کرامؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان میں سے ایک صحابی نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کسی نے موت سے آدھا دن پہلے توبہ کر لی' اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیں گے۔[۸۱۸]

ایک دوسرے صحابی نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا ہے کہ جس نے غرغرہ (آخری لمحات) سے پہلے توبہ کر لی اس کی توبہ مقبول ہو گی۔[۸۱۹] محمد بن مطرف کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ابن آدم پر رحم ہو کہ وہ گناہ کرتا ہے اور مجھ سے معافی مانگ لیتا ہے تو میں اس کا گناہ معاف کر دیتا ہوں پھر اس پر رحمت ہے کہ دوبارہ گناہ کر کے مجھ سے معافی طلب کرتا ہے تو میں اسے معاف کر دیتا ہوں پھر اس پر رحم ہو کہ گناہ کر کے مجھ سے بخشش طلب کرتا ہے اور وہ گناہ چھوڑتا ہے نہ میری رحمت سے منہ موڑتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔'' حضرت انس فرماتے ہیں کہ [اپنے رب سے معافی مانگو اور اسی کی طرف توبہ کرو][۸۲۰] اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہؐ اور آپ کے صحابہؓ روزانہ سو مرتبہ بخشش واستغفار کرتے تھے کہ ہم اللہ سے بخشش مانگتے اور اس کی طرف رجوع (توبہ) کرتے ہیں۔

صحابی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہؐ کے پاس آ کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہؐ! میں گناہ کر بیٹھا ہوں' فرمایا: اللہ سے توبہ کرو' کہنے لگا توبہ کرنے کے بعد دوبارہ گناہ کر بیٹھتا ہوں' فرمایا: جب بھی گناہ سرزد ہو توبہ کر لو حتیٰ کہ شیطان ذلیل وخوار ہو جائے' کہنے لگا اگر میرے گناہ بہت زیادہ ہوں؟ فرمایا: تمہارے گناہوں سے بڑھ کر اللہ کی رحمت ہے۔[۸۲۱]

حسن بصری کا قول ہے کہ بلا توبہ معافی کی امید نہ رکھو اور بلا عمل اجر کی امید نہ رکھو کیونکہ یہ اللہ سے دھوکہ ہے کہ اس کی خلاف ورزی اور خلاف رضا عمل کر کے اس سے بخشش کی امید رکھی جائے بلکہ خواہشات نے تمہیں دھوکہ دیا حتیٰ کہ اللہ کا حکم عذاب آن پہنچا کیا سنا نہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں [یہاں تک کہ اللہ کا حکم (عذاب) آ پہنچا اور تمہیں شیطان نے اللہ سے دھوکے میں رکھا][۸۲۲]

ارشاد باری تعالیٰ ہے [یقیناً میں اس شخص کو بخش دوں گا جس نے توبہ کی' ایمان لایا اور نیک عمل کئے پھر وہ ہدایت پر (مستقیم) رہا][۸۲۳] نیز فرمایا [اور میری رحمت نے ہر چیز کو اپنی آغوش میں لے رکھا ہے میں اپنی رحمت ان لوگوں کو نصیب کر دوں گا جو ڈرنے والے' زکوٰۃ دینے والے اور میری آیات پر ایمان لانے والے ہیں][۸۲۴] بلا توبہ اور بلا تقویٰ اللہ کی رحمت اور جنت کی امید احمقانہ خیال ہے اور جاہلانہ دھوکہ ہے کیونکہ رحمت و جنت انہی دو آیتوں (توبہ اور تقویٰ والی) سے مقید ہیں۔ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: ''مؤمن اپنے گناہ اس طرح خیال کرتا ہے جس طرح وہ اپنے اوپر پہاڑ کو خیال کرتا ہے کہ وہ ابھی اس پر گر پڑے

۸۱۸۔ احمد ۳/۴۶۵
۸۱۹۔ الحاکم ۴/۲۵۸ - الخطیب ۸/۳۱۷
۸۲۰۔ ھود - ۳
۸۲۱۔ تاریخ اصفہان ۲/۱۹ - المجمع ۱۰/۲۰۰
۸۲۲۔ الحدید - ۱۴
۸۲۳۔ طہ - ۸۲
۸۲۴۔ الاعراف - ۱۵۶

جب کہ فاجر اپنے گناہ مکھی کی طرح خیال کرتا ہے کہ جو اس کے ناک پر آ بیٹھی تو اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور مکھی اڑ گئی۔"[۸۲۵]
نبیؐ نے ارشاد فرمایا: "انسان گناہ کرتا ہے لیکن اللہ اسے جنت میں داخل فرما دیتے ہیں' صحابہ نے عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا: گناہ اس کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا اور وہ اس پر نادم ہو کر بخشش مانگتا ہے بالآخر اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرما دیتے ہیں۔"[۸۲۶] نیز ارشاد فرمایا: "میں نے کوئی چیز اتنی حسین اور پرتاثیر نہیں دیکھی جتنی کہ نئی نیکی پرانے گناہ کے لئے پرتاثیر ہے [بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں]"[۸۲۷] ارشاد نبویؐ ہے: "جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پیدا ہو جاتا ہے جب وہ توبہ کرتا ہے' گھبراتا ہے اور معافی مانگتا ہے تو وہ داغ صاف ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ توبہ نہیں کرتا' عاجزی نہیں کرتا اور اللہ سے معافی طلب نہیں کرتا بلکہ گناہ پر گناہ کرتا جاتا ہے تو داغ پر داغ لگتا جاتا ہے حتیٰ کہ سارا دل ہی سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ اسی حال میں فوت ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [بلکہ ان کے گناہوں کے سبب ان کے دل زنگ آلود ہو چکے ہیں][۸۲۸]
حدیث نبویؐ ہے: "ترک گناہ طلب توبہ سے آسان تر ہے لہٰذا موت کی غفلت کو غنیمت سمجھو۔" آدم بن زیاد فرمایا کرتے تھے کہ یہ خیال کرو کہ موت سامنے آ چکی ہے اور تم اللہ سے موت کا دفاع چاہتے ہو جو تمہیں مل گیا ہے لہٰذا ہر وقت اطاعت الٰہی میں رہو' کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کے پاس وحی بھیجی' اے داؤدؑ! اس بات سے خائف رہ کہ میں تمہیں اثنائے غفلت پکڑ لوں اور تم مجھے بلا محبت ملو۔ کوئی نیک بزرگ عبدالملک بن مروان کے پاس آیا تو عبدالملک نے ان سے نصیحت کی فرمائش کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر اچانک موت آ جائے تو آپ کی کیا تیاری ہے؟ کہا کچھ بھی نہیں' فرمانے لگے' کیا اس حالت سے اچھی حالت کا رخ کرنے کی طاقت ہے؟ (یعنی موت سے بچ سکتے ہو) کہا نہیں' فرمایا' کیا موت کے بعد کوئی گھر ہے جہاں عذر قبول ہو سکے' فرمایا نہیں' فرمایا' کیا آپ حالت غفلت میں موت کی آمد سے بے خوف ہیں؟ کہا نہیں' پھر اس بزرگ نے فرمایا: میں نے کسی عقل مند کو ان چیزوں پر خوش اور مغرور نہیں دیکھا جن پر تم ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "ندامت و خجالت توبہ ہے۔"[۸۲۹] نیز فرمایا: "جو گناہ کر بیٹھے پھر اس پر پشیمان ہو تو وہ پشیمانی اس گناہ کا کفارہ ہے۔"[۸۳۰]
حسن بصری فرماتے ہیں کہ توبہ کے چار ستون ہیں (۱) زبان سے بخشش کا مطالبہ (۲) دل سے ندامت کا اظہار (۳) اعضاء (جسم) سے ترک گناہ (۴) اور دل کا پختہ ارادہ کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا اور فرمایا کہ سچی توبہ یہ ہے کہ دل سے توبہ کی جائے کہ آئندہ اس گناہ کا اعادہ نہیں کروں گا۔ حدیث نبویؐ ہے: "توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے وہ بے گناہ ہے اور گناہ

---

۸۲۵ شرح السنۃ ۸۶/۵
۸۲۶ الکنز (۱۰۱۸۸) الاتحاف ۵۲۴/۸
۸۲۷ الطبرانی ۱۷۴/۱۲- المجمع ۳۹/۷
۸۲۸ الکنز (۱۲۸۸) الطبری ۶۲/۳۰- الحاکم ۵/۱
۸۲۹ احمد ۳۷۶/۱- ابن ماجہ (۴۲۵۲) البیہقی ۱۵۴/۱۰
۸۳۰ الحاکم ۲۴۲/۴

پر قائم رہتے ہوئے توبہ کرنے والا اللہ سے مذاق کرتا ہے اور جب آدمی یہ کہتا ہے' اے اللہ! میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں پھر گناہ کرتا ہے پھر وہ توبہ کرتا ہے جب تین بار اس طرح کرتا ہے (تو مؤاخذہ نہیں) لیکن چوتھی مرتبہ اعادہ کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔[۸۳۱]

فضل بن عیاض کا کہنا ہے کہ خود اپنے نفس کے ناصح بن جاؤ لوگوں کو اپنے لئے ناصح بننے کا موقع نہ دو اور تم لوگوں کو کیسے ملامت کر سکتے ہو کہ انہوں نے تمہاری نصیحت ضائع کر دی ہے حالانکہ خود تم نے اپنی نصیحت اپنی زندگی میں ضائع کر دی۔

کسی شاعر نے کہا ہے۔

یہ دنیا فائدہ اٹھانے کی چیز ہے لہٰذا فائدہ اٹھا لے
البتہ اس کی ہمیشگی پر کوئی نفس قادر نہیں
اپنی نیکی اس حال میں آگے بھیج کہ تو اس وقت زندہ ہے
تم نیکی میں خود مختار ہو اور لوگ تمہاری پیروی کریں
اس شخص سے دھوکہ نہ کھا جسے تو وصیت کرتا ہے
کیونکہ انسان کی وصیتوں کی خرابی ان کا ضیاع ہے

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔

جب تم کسی کو وصی بنانا چاہتے ہو
تو اپنے نفس کو ہی اپنی ملکیت پر وصی بنا لو
تم جو کچھ بوتے ہو کل وہی کاٹو گے
اور حساب میں اپنے لگائے درختوں کے پھل ہی پاؤ گے

حضرت ابوامامہ باہلی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ''دایاں فرشتہ بائیں فرشتے پر امیر ہے جب انسان ایک نیکی کرتی ہے تو دایاں فرشتہ ایک نیکی کی جگہ دس نیکیاں نوٹ کرتا ہے اور جب انسان ایک برائی کرتا ہے تو بائیں طرف کا فرشتہ اسے نوٹ کرنا چاہتا ہے لیکن دایاں فرشتہ اسے روک دیتا ہے پھر یہ فرشتہ چھ سات گھنٹے لکھنے سے رکا رہتا ہے اگر اس دوران انسان توبہ کر لے تو اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا اگر توبہ نہ کرے تو اس کا ایک گناہ نوٹ کر لیتے ہیں۔''

دوسری روایت کے الفاظ ہیں: جب بندہ گناہ کرتا ہے تو فرشتہ اس کے دوسرے گناہ کے ارتکاب تک گناہ نوٹ نہیں کرتا

---

۸۳۱ ابن ماجۃ (۴۲۵۰) البیہقی ۱۰/۱۵۴-الکنز (۱۰۱۴۹) اگر کوئی شخص قصداً ایسا کرے تو وہ یقیناً بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے مذاق کر رہا ہے لیکن اگر کوئی خلوص دل سے توبہ کرے پھر اس گناہ کا شکار ہو جائے پھر خلوص دل سے توبہ کرے لیکن شیطان پھر اس سے گناہ کروا ڈالے تو ایسے شخص کو گناہ کے بعد ہر مرتبہ توبہ کرتے رہنا چاہیے۔

حتی کہ پانچ گناہ جمع ہو جاتے ہیں پھر اگر وہ ایک نیکی کرتا ہے تو پانچ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور یہ پانچ نیکیاں پانچ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں یہ دیکھ کر شیطان لعین واویلا کرتا ہے کہ ہائے افسوس! انسان پر کیسے قابو پاؤں! اگر میں نے بھاگ دوڑ کر پانچ گناہ کروا لئے تھے تو اس کی ایک ہی نیکی نے میری ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ یونس حسن سے اور حسنؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں: ہر شخص پر دو فرشتے متعین ہیں اور دائیں طرف کا فرشتہ بائیں فرشتے پر امیر ہے جب بندہ گناہ کرتا ہے تو بایاں فرشتہ اپنے امیر سے پوچھتا ہے کیا اسے نوٹ کرلوں؟ وہ کہتا ہے ابھی نہیں حتی کہ پانچ گناہ ہو جائیں پھر جب پانچ گناہ ہو جاتے ہیں تو فرشتہ اپنے امیر سے دوبارہ اجازت مانگتا ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ ابھی ٹھہر جاؤ اور اس کی نیکی کا انتظار کرو پھر انسان ایک نیکی کر لیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایک نیکی دس کے برابر ہے آؤ پانچ نیکیوں سے پانچ برائیاں مٹا دیں اور بقیہ پانچ اعمال نامے میں تحریر کر دیں' نبیؐ فرماتے ہیں: یہ صورت حال دیکھ کر شیطان چیختا چلاتا ہے کہ میں ابن آدم پر کیسے غالب آ سکتا ہوں! [۸۳۲]

مذکورہ احادیث قرآن کی اس آیت کے موافق ہے [اور میں اس شخص کو بخش دوں گا جس نے توبہ کی' ایمان لے آیا' نیک عمل کیا پھر ہدایت پر مستقیم رہا] [۸۳۳]

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے چار ہزار سال قبل عرش کے چاروں طرف مندرجہ آیت مذکور تھی اور یہ قرآن کی اس آیت کے موافق ہے [بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیں گی یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے] [۸۳۴] حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما کر کراماً کاتبین (اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے) سے اس کے گناہ فراموش کروا دیتے ہیں حتی کہ بندے کے گناہ کرنے والے اعضاء' وہ زمین جہاں اس نے گناہ کئے ہیں' وہ آسمان جس کے نیچے گناہ کئے سب کچھ فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح روز قیامت جب گناہ گار پیش ہوگا تو اس کے گناہوں کی گواہی دینے والا کوئی نہیں ہوگا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ [۸۳۵] ایک روایت کے لفظ ہیں کہ اگر چہ ایک دن میں ستر بار گناہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جو شخص روزانہ تین مرتبہ یہ دعا مانگے: ''میں اس اللہ سے معافی مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں' وہ زندہ ہے قائم ہے اور میں اسی کی طرف توبہ کرتا ہوں'' تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگر چہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ ابن مسعودؓ ہی فرماتے ہیں کہ روز قیامت انسان اپنا اعمال نامہ دیکھے گا تو اس کے شروع میں برائیاں ہوں گی جب کہ آخر

---

۸۳۲ اس سے ملتی جلتی روایت کے لئے دیکھئے۔ درمنثور ٦/٤-الکنز (١٠١١٢) الطبری ٧/٢٢٥

۸۳۳ طٰہٰ-٨٢

۸۳۴ ھود-١١٤

۸۳۵ ابن ماجہ (٤٢٥٠) البیہقی ١٠/١٥٤-الکنز (١٠١٤٩)

میں نیکیاں لکھی ہوں گی پھر وہ دوبارہ دیکھے گا تو شروع میں بھی نیکیاں ہی تحریر ہوں گی۔ اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے [انہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیں گے][۸۳۶] یہ اس تائب شخص کے لئے ہوگا جس کا خاتمہ توبہ اور معافی پر ہوا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ جب بندہ گناہوں سے تائب ہو جاتا ہے تو اس کے سابقہ گناہ نیکیوں سے تبدیل کر دیئے جاتے ہیں اسی لئے قیامت کے دن لوگ یہ آرزو کریں گے کہ کاش ان کی برائیاں زیادہ ہوتیں یہ خواہش اس لئے کی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہیں گے گناہوں کو نیکیوں سے بدلتے جائیں گے۔

حضرت حسنؒ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص اتنے گناہ کرے کہ آسمان اور زمین پر ہو جائیں پھر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیں گے۔[۸۳۷] اسی طرح ایک اور حدیث میں مذکور ہے: اے ابن آدم! اگر تو زمین برابر گناہ لے کر میرے پاس ملاقات کے لئے آئے تو میں اسی کے بقدر بخشش لے کر تیرا استقبال کروں گا۔[۸۳۸]

توبہ کے متعلق چند خاص واقعات: ۞ ۞ عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق مروی ہے کہ ایک دن آپ کوفہ کی کسی گلی سے گذر رہے تھے کہ ایک آدمی کے گھر میں کچھ فاسق فاجر محفل جمائے شرابیں پی رہے تھے اور ایک گویا بانسری بجائے عمدہ لہجے میں گا رہا تھا، آپ نے آواز سنی تو فرمایا: کیسی خوبصورت آواز ہے کاش اس سے قرآن پڑھا جاتا تو کیا خوب ہوتا! پھر اپنا سر ڈھانپا اور گذر گئے لیکن آپ کی بات گویا سن چکا تھا پوچھنے لگا کون تھے؟ کہا گیا عبداللہ بن مسعودؓ پوچھا کیا فرماتے تھے؟ لوگوں نے کہا: یہ فرماتے تھے کہ آواز کتنی خوبصورت ہے اگر اس سے تلاوت قرآن کی جائے تو کیا خوب تھا! یہ سن کر گویا رقت قلب کی وحشت میں مبتلا ہو گیا اور بانسری کو زمین پر پٹخ کر توڑ ڈالا پھر دوڑتے ہوئے عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس پہنچ گیا دریں اثناء گردن میں رومال باندھ رکھا تھا گویا قیدی ہے اور آپ کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے گلے لگا لیا اور دونوں رونے لگے، ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں اس شخص سے کیوں نہ محبت کروں جس سے اللہ محبت کرتے ہیں سو گویے نے باجے گاجے توڑ کر توبہ کر لی اور ابن مسعودؓ کی خدمت میں مشغول ہو کر قرآن سیکھتے سیکھتے بہت بڑا عالم بن گیا۔ اس کا نام زاذان تھا جنہوں نے بہت سی احادیث عبداللہ بن مسعودؓ اور سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہیں۔

بعض اسرائیلی روایات میں ایک واقعہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نہایت خوبصورت مغنیہ (بازاری عورت) تھی جس

---

۸۳۶ الفرقان-۷۰

۸۳۷ ابن ماجۃ (۴۲۴۸) احمد ۳/ ۲۳۸

۸۳۸ ترمذی (۳۵۴۰) دارمی ۲/ ۳۲۲- احمد ۵/ ۱۷۲۔ اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں کہ ''اس نے شرک نہ کیا ہو۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشرک کے بارے میں یہ قطعی فیصلہ صادر فرمادیا ہے [إن اللّٰه لایغفر ان یُشرکَ بِهٖ ویغفر مادُونَ ذٰلکَ لمن یَشآء/ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشیں گے البتہ اس (شرک) کے علاوہ بقیہ گناہوں کو جس کے لئے چاہیں گے معاف فرمادیں گے (النساء: ۴۷) دوسری جگہ ارشاد فرمایا [اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ/ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مشرک پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ المائدۃ-۷۲] لیکن اگر مرنے سے پہلے شرک سے توبہ کر لی جائے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرما کر شرک کو بھی معاف فرمادیں گے۔

نے اپنے حسن و جمال سے لوگوں کو فتنے میں مبتلا کر رکھا تھا' اس کا دروازہ لوگوں کے لئے دن رات کھلا رہتا اور یہ دروازے کے سامنے تخت پر بنی سنوری بیٹھی رہتی جو کوئی ادھر سے گذرتا اسے دیکھ کر دل ہار بیٹھتا اور دس دینار یا اس سے زیادہ رقم ادا کر کے اس سے خواہش پوری کر لیتا۔ ایک دن اتفاقاً ایک اسرائیلی عابد شخص ادھر سے گذرا تو دیکھا کہ وہ بناؤ سنگھار کے ساتھ تخت پر بیٹھی ہے وہ عابد بھی اسے دیکھ کر فریفتہ ہو جاتا ہے مگر اپنے نفس سے مجاہدہ شروع کر دیتا ہے اور اللہ سے دعا مانگتا ہے کہ الٰہی! میرے دل سے اس بری خواہش کو دور فرما دے لیکن خواہش نفس اس پر غالب آ گئی اور وہ اپنا ساز و سامان بیچ کر دس دینار لے کر اس کے دروازے پر جا پہنچتا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ رقم میرے وکیل کے حوالے کر دے اور فلاں وقت میرے پاس خلوت کے لئے چلے آنا' عابد مقررہ وقت پر اس کے پاس خلوت میں پہنچ جاتا ہے وہ بناؤ سنگھار کر کے تخت پر براجمان ہوتی ہے جب عابد ہاتھ بڑھا کر لطف اندوز ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی گذشتہ عبادت اور اپنی رحمت کے ساتھ اسے اس طرح بچا لیتے ہیں کہ اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے مجھے دیکھ رہے ہیں اور میرے تمام نیک اعمال اس حرام کی وجہ سے ضائع فرما دیں گے یہ خیال آنا تھا کہ اس کے جسم پر خوف طاری ہو جاتا ہے' وہ کانپنے لگتا ہے' چہرے کا رنگ فق ہو جاتا ہے' زانیہ فاحشہ پوچھتی ہے کیا بات ہے؟ کہنے لگا مجھ پر میرے رب کا خوف طاری ہو چکا ہے لٰہذا مجھے جانے دو۔ کہتی ہے ہزاروں لوگ میری خلوت کی حسرت میں تڑپتے ہیں اور تم فائدے سے محروم ہونا چاہتے ہو اور اس خاص پر بھلا تقوی کا کیا کام؟

عابد کہتا ہے مجھے اللہ کا خوف ہے میرے دینار تم رکھو لیکن مجھے جانے دو' کہنے لگی شاید تم نے یہ کام کبھی نہیں کیا' فرمایا' ہاں' پوچھتی ہے کہاں سے آئے ہو' نام کیا ہے؟ عابد اسے اپنا نام ایڈریس بتا دیتا ہے' کہتی ہے بڑے شوق سے واپس جاؤ' عابد گریہ زاری کرتے ہوئے وہاں سے نکلتا ہیں اور اپنے ارادے پر انتہائی پریشان ہوتا ہے' ان کے جانے کے بعد فاحشہ عورت کو بھی یہ خیال آیا کہ اس شخص کا تو یہ پہلا گناہ تھا اور اس کے دل میں اللہ کا اس قدر خوف ہے میں تو سالہا سال سے یہ گناہ کر رہی ہوں جب کہ میرا رب بھی وہی ہے جو اس کا ہے' ڈرنا تو مجھے چاہیے تھا' اس کے بعد فاحشہ عورت نے یہ دھندہ بند کر کے اللہ سے توبہ کی اور شریفانہ لباس پہن کر اللہ کی یاد میں مصروف ہوگئی۔ ایک دن اس عورت کو خیال آیا کہ اس عابد کے پاس تو جاؤں ممکن ہے کہ وہ مجھ سے نکاح کر لے اور میں اس سے دین سیکھ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاؤں' اس خیال سے اس نے اپنا ساز و سامان ساتھ لیا اور عابد کے بتائے ہوئے ایڈریس پر جا پہنچی' لوگوں سے عابد کے متعلق دریافت کیا' لوگوں نے عابد کو اطلاع دی تو عابد عورت کے پاس گئے' عورت نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا تا کہ عابد اسے پہچان سکے' عابد نے دیکھتے ہی اسے اور اس کے ساتھ اپنے معاملے کو یاد کیا نتیجتاً ایک زوردار چیخ مار کر گر پڑا اور گرتے ہی وفات پا گیا۔ وہ عورت بہت پریشان ہوئی کہنے لگی جس کے لئے آئی تھی وہی زندہ نہ رہا اب کیا کروں؟ اگر ان کے عزیز و اقارب میں کسی کو شادی کی خواہش ہو تو اس سے شادی کر لوں۔ لوگوں نے کہا اس عابد کا ایک نیک صالح بھائی ہے مگر وہ فقیر ہے' عورت نے کہا کوئی بات نہیں میرے پاس وافر مال موجود ہے چنانچہ عابد کے بھائی نے اس عورت سے نکاح کر لیا اور اس عورت کے بطن سے سات لڑکے پیدا ہوئے جو تمام کے

تمام بنی اسرائیل کے نبی بنے۔[۸۳۹]

صدق واطاعت اور حسن نیت کی برکات دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے زاذان (گویئے) کو عبداللہ بن مسعودؓ کے ذریعے ہی ہدایت نصیب فرمائی کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ نے خلوص نیت کے ساتھ زاذان سے قرآن پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا لہٰذا کسی برے شخص کی اس وقت تک اصلاح کا امکان بعید ہے جب تک کہ تم خود صالح بن کر خلوت وجلوت میں تقویٰ اختیار کرو اور ریا کاری چھوڑ کر سچے مخلص مسلمان بن جاؤ۔ اس طرح تمہیں نیکی کی توفیق ہوگی' خواہش نفس' انسانی اور جناتی شیطانوں سے محفوظ رہو گے اور تمام برے کاموں' برے لوگوں' بدعتیوں' فاسقوں اور گمراہوں سے محفوظ رہو گے جب تم اس مقام پر پہنچ جاؤ گے تو تمہارے ذریعے برائیوں کا خاتمہ ہوگا کیونکہ آج کل یہ رواج بن چکا ہے کہ کوئی کسی کو گناہ سے روکے ٹوکے تو اسے بذات خود برا سمجھا جاتا ہے' فتنہ فساد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے' لوگ ایسے شخص کے جانی دشمن بن کر اس کے خلاف محاذ قائم کر لیتے ہیں' لوگ نہ صرف گالیوں اور بدخوئیوں سے اذیت پہنچاتے ہیں بلکہ مارتے پیٹتے ہیں' کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں اور مال واسباب تک ہتھیا لیتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تبلیغ کرنے والوں میں صدق ویقین اور ایمان کی کمزوری ہے' ذاتی خواہشات اور خلاف شرع باتوں کا غلبہ ہے حالانکہ ان سے کنارہ کشی اختیار کرنا ان کا پہلا فریضہ ہے انہیں چاہیے کہ ایک عرصہ اپنی اصلاح پر صرف کریں جب کہ یہ مبلغ حضرات اپنے گریبانوں میں جھانکے بغیر لوگوں کو برائیوں سے روکتے ہیں' فرض عین ترک کر کے فرض کفایہ پر توجہ مرکوز کرتے ہیں اور ضروری باتیں چھوڑ کر غیر ضروری کی طرف بھاگتے ہیں۔

نبی اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ''آدمی کے اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ لایعنی (غیر ضروری) باتوں کو چھوڑ دے۔''[۸۴۰] اگر کسی میں یہ نیک خواہش ہے کہ وہ تیزی کے ساتھ خلاف شرع معاملات کو روک دے تو اسے چاہیے کہ پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرے' اسے نصیحت کرے اور ظاہری و باطنی ہر طرح کی معصیت الٰہی سے محفوظ کر لے۔ جب ان چیزوں کی اصلاح میں کامیاب ہو جائے تو پھر لوگوں کی اصلاح میں مصروف ہو جائے اس طرح اس کے ہاتھوں خلاف شرع کاموں کا خاتمہ احسن طریقے سے انجام پائے گا جس طرح عبداللہ بن مسعودؓ کے ذریعے زاذان نے خلاف شرع کاموں سے توبہ کی۔

اسی طرح اس اسرائیلی عابد کی عبادت وصداقت پر غور وفکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے اسے گناہ کبیرہ سے بچا لیا [اسی طرح ہم ان (نیک لوگوں) سے برائی اور بے حیائی دور کر دیتے ہیں چونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا][۸۴۱] اللہ تعالیٰ نے اس کے اور گناہ کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی اس لئے کہ وہ اللہ کی عبادت وریاضت اور صدق وخلوص کا پیکر رہا تھا لہٰذا اللہ نے

---

۸۳۹ یہ ایک غیر مستند اسرائیلی واقعہ ہے جس کا موضوع ہونا بالکل واضح ہے اور یہ انبیاء کی توہین ہے کہ جنہیں دنیا میں سب سے افضل ہستی قرار دیا گیا ہو ان کے والدین کو زانی ثابت کیا جائے۔ نعوذ باللہ من ذلک!

۸۴۰ مسند احمد ۱/۲۰۔ مجمع الزوائد ۸/۱۸۔ الکنز ۳/۸۲۹۱

۸۴۱ یوسف۔۲۴

اس کی عبادت کی برکت سے اسے فاحشہ زانیہ سے بچا لیا اور اس زانیہ کو بھی (توبہ نصیب کر کے) اس نیک عابد کے بھائی کی بیوی بنا دیا پھر اسی برکت سے اس کے غریب بھائی کی محتاجی بھی رفع ہوگئی اور اللہ نے اسے وہاں سے رزق عطا فرما دیا جہاں اس کا وہم و گمان بھی نہ پہنچا تھا اور انہیں سات انبیاء کے والدین بننے کا شرف نصیب فرمایا۔ اس لئے ہر قسم کی بھلائی اطاعت میں مضمر ہے اور ہر طرح کی برائی معصیت میں پنہاں ہے' اس لئے معصیت و نافرمانی سے کنارہ کشی کرنا چاہیے ورنہ ہم ہوں گے نہ معصیت رہے گی۔

توبہ کی شناخت: ❀❀ توبہ کرنے والے کی توبہ چار چیزوں سے پہچانی جا سکتی ہے (۱) فضولیات' غیبت' چغلی اور جھوٹ سے زبان کی حفاظت کرتا ہو (۲) کسی کے خلاف دل میں حسد' بغض و عداوت نہ رکھتا ہو (۳) بری مجالس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہو کیونکہ برے لوگ بری عادتیں پیدا کرتے ہیں اور توبہ میں رخنہ ڈال کر اسے توڑ دیتے ہیں جب کہ توبہ اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب توبہ کی طرف راغب کرنے والی عادات پر ہمیشگی کی جائے' ان محرکات پر عمل کیا جائے جو خوف و رجا میں تقویت پیدا کرتے ہیں اس طرح تائب شخص کے دل پر گناہوں سے لگنے والی گرہ کھل جاتی ہے اور وہ حرام کاموں سے اجتناب کر لیتا ہے' اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی سے بچا کر وقتی ذلت سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اپنے عزم مصمم کو مزید پختہ اور مستحکم بنا لیتا ہے کہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا۔ (۴) چوتھی نشانی یہ ہے کہ تائب شخص ہر وقت موت کے انتظار میں رہتا ہو' گناہوں پر نادم رہے' اللہ سے معافی مانگتا رہے اور اس کی فرمانبرداری میں مستعد رہے۔ کہا جاتا ہے کہ توبہ کی قبولیت کی چار علامات ہیں (۱) گناہ گاروں سے خوف رکھتے ہوئے ان سے تعلقات منقطع کر کے نیک لوگوں سے تعلقات قائم کرنا (۲) ہر گناہ سے بچنا اور ہر نیکی کی کوشش کرنا (۳) دل سے دلی راحتوں کا خاتمہ اور دائمی فکر آخرت کا سانچہ بسائے رکھنا (۴) حصول رزق وغیرہ کہ جن کی اللہ نے ضمانت دی ہے' سے بے فکر ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول رہنا۔ اگر کسی شخص میں یہ چاروں خوبیاں موجود ہیں تو اس کا شمار ان لوگوں میں ہے جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے [بلا شبہ اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور خوف صفائی رکھنے والوں کو پسند فرماتے ہیں][۸۴۲]

تائب کے لوگوں پر حقوق: ❀❀ تائب شخص کے دوسرے لوگوں پر چار حق ہیں (۱) دوسرے مسلمان اس (تائب) سے محبت کریں کیونکہ اب اللہ اس سے محبت کرتا ہے (۲) وہ اس کے لئے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے توبہ پر قائم رکھے (۳) اس کے سابقہ گناہوں پر اسے عار نہ دلائیں جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے: ''جس کسی نے کسی مؤمن کو بے حیائی کی عار دلائی تو یہ عار اس کے گناہوں کا کفارہ ہے اور اللہ کے ذمے ہے کہ اس بے حیائی میں عار دلانے والے کو مبتلا کرے اور جو شخص کسی مسلمان کو اس کے (سابقہ) جرم پر عار دلائے تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ خود اس (جرم) کا مرتکب ہو کر ذلیل و رسوا نہ ہو جائے۔'' کیونکہ مؤمن قصد و ارادے سے گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا نہ ہی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ (گناہ) دینی کام ہے بلکہ وہ تو

---

۸۴۲ البقرۃ-۲۲۲

شیطان کے حملے، فرط شہوت، نفسانی شوق کے غلبے، غفلت اور فریب سے اس کا مرتکب ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اللہ نے تمہارے دلوں میں کفر، فسق اور معصیت کی نفرت پیدا کر دی ہے][۸۴۳] اس آیت میں یہ صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معصیت کو اہل ایمان کے لئے باعث نفرت بنا دیا ہے اس لئے گناہ سے تائب ہو جانے والے کو گناہ کی عار دلانا، طعنہ زنی کرنا درست نہیں بلکہ اس کے لئے توبہ پر ثابت قدم رہنے کی دعا کی جائے (۴) آخری حق یہ ہے کہ دوسرے مسلمان اس کے ساتھ مجلس رکھیں اس سے بات چیت کریں اور اس کی مدد کریں۔

توبہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ چار انعامات سے نوازتے ہیں (۱) اسے گناہوں سے اس طرح صاف کر دیتے ہیں کہ گویا اس کے گناہ تھے ہی نہیں۔ (۲) اللہ اس سے محبت کرتے ہیں (۳) اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور شیطان کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیتے (۴) دنیا سے رخصتی سے پہلے ہی اسے خوف سے امن دے دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (جو کہتے ہیں) خوف نہ کرو، غم نہ کھاؤ اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا][۸۴۴]

توبہ کے متعلق مشائخ طریقت کے اقوال

ابوعلی دقاق فرماتے ہیں کہ توبہ کی تین اقسام ہیں (۱) توبہ (۲) انابت (۳) اوبۃ۔ "توبہ" سے توبہ کرنے کی ابتدا ہوتی ہے، "انابت" درمیانی درجہ ہے اور آخری درجہ "اوبۃ" ہے۔ جس نے عذاب الٰہی کے خوف سے توبہ کی تو اس نے پہلے درجے پر عمل کیا۔ جس نے ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے توبہ کی وہ دوسرے درجے (انابت) پر پہنچ گیا اور جس نے عذاب و ثواب سے قطع نظر صرف حکم الٰہی کے سبب اللہ کی طرف رجوع کیا وہ صاحب "اوبہ" ہے۔ کہا جاتا ہے کہ توبہ اہل ایمان کا وصف ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے اہل ایمان! تم سب اللہ کی طرف رجوع کرو تا کہ فلاح پا سکو][۸۴۵] انابت مقرب اولیاء کا وصف ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے [اور وہ متوجہ ہونے والے دل کے ساتھ آیا][۸۴۶] اور اوبہ انبیاء کرام کا وصف ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے [کیا ہی اچھا انسان (ایوب) ہے یقیناً وہ ہماری طرف رجوع کرنے والا ہے][۸۴۷]

جنیدؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کے تین مفہوم ہیں (۱) گناہ پر ندامت (۲) اعادہ گناہ کے ترک کرنے کا عزم مصمم (۳) حقوق

---

۸۴۲ البقرۃ-۲۲۲ ۸۴۳ الحجرات-۷

۸۴۴ فصلت-۳۰ ۸۴۵ النور-۳۱

۸۴۶ ق-۳۳

۸۴۷ (ص-۴۴) قرآن مجید میں توبہ کے لئے کئی الفاظ استعمال ہوئے ہیں اس کی وجہ عربی زبان کی وسعت ہے۔ توبۃ کا معنی ہے گناہوں سے لوٹنا، گناہوں کا اعتراف کر کے آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا اور اگر اس لفظ کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کا معنی ہے توبہ قبول کرنا، گناہ معاف کرنا۔ اسی طرح توبہ کے لئے انابت اور اوبۃ کے لفظ بھی استعمال ہوئے ہیں جن میں توبہ کے لئے مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی بار بار توبہ کرنا، بہت زیادہ اللہ کی طرف متوجہ رہنا۔

العباد کی تلافی۔ سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ توبہ فوری طور پر گناہوں سے توبہ کرنے کا نام ہے۔ جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حارث سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ میں نے یہ دعا کبھی نہیں مانگی: اے اللہ! میں تجھ سے توبہ کا سوال کرتا ہوں بلکہ یہ دعا مانگتا ہوں: اے اللہ! میں تجھ سے توبہ کی آرزو (تڑپ) طلب کرتا ہوں۔ جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں سرّی سقطیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ پریشان دکھائی دیئے پوچھا کیا بات ہے؟ فرمانے لگے کہ ایک نوجوان نے میرے پاس آ کر توبہ کے متعلق دریافت کیا تو میں نے کہا توبہ یہ ہے کہ تم اپنا گناہ نہ بھولو' اس نے اعتراضاً کہا بلکہ توبہ یہ ہے کہ گناہ بھلا دیا جائے تو میں نے کہا اسی کی بات صحیح ہے۔ سرّی سقطیؒ نے پوچھا وہ کیسے؟ میں نے کہا جب میں مشقت وکلفت میں ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے مسرت وراحت نصیب فرماتے ہیں اور حالت راحت میں مشقت کو یاد کرنا بھی ظلم ہے۔ یہ سن کر سرّیؒ خاموش ہو گئے۔

سہل بن عبداللہ کے نزدیک توبہ یہ ہے کہ انسان گناہ کو نہ بھولے۔ جنیدؒ کے نزدیک توبہ گناہ کے بھلانے کا نام ہے۔ ابونصر سراج ان دونوں جملوں میں یہ تطبیق دیتے ہیں کہ سہل مریدوں کے احوال کو مدنظر رکھتے ہوئے توبہ کی تعریف کرتے ہیں۔ کیونکہ لوگ کبھی اپنے نفع کے لئے سوچتے ہیں اور کبھی نقصان پر افسوس کرتے ہیں جب کہ جنیدؒ محققین کو مدنظر رکھتے ہیں کہ ان کے دلوں پر عظمت الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ دائمی ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں اپنے گناہ یاد کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ شیخ جنیدؒ کا قول شیخ رویمؒ کے قول سے مشابہت رکھتا ہے کہ جب ان سے توبہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: توبہ سے توبہ کرنی چاہیے۔ ذوالنون مصریؒ کے نزدیک عوام کی توبہ گناہوں سے ہے۔ خواص کی توبہ غفلت سے ہے۔ ابوالحسن نوریؒ کے نزدیک اللہ کے علاوہ ہر ایک سے توبہ کی جائے۔ عبداللہ بن محمدؒ کے نزدیک گناہوں سے توبہ کرنے والوں' غفلت سے توبہ کرنے والوں اور اپنی نیکیوں کی طرف دیکھنے سے توبہ کرنے والوں میں بہت واضح فرق ہے۔ ابوبکر واسطیؒ فرماتے ہیں کہ سچی توبہ یہ ہے کہ تائب پر کسی قسم کی ظاہری یا باطنی نافرمانی کی تاثیر نہ رہے اور جو سچی توبہ کر لے اسے دن رات گذارنے میں کوئی پریشانی نہیں۔ یحییٰ بن معاذ رازیؒ مناجات میں فرماتے ہیں: اے اللہ! میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے توبہ کر لی اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں دوبارہ گناہ کا ارتکاب نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اپنی عادات کا علم ہے اور نہ ترک گناہ کی ضمانت دیتا ہوں کیونکہ میں اپنی کمزوریوں سے واقف ہوں پھر بھی میں یہی کہتا ہوں کہ اعادہ گناہ نہیں کروں گا کیونکہ شاید میں دوبارہ گناہ کرنے سے پہلے ہی وفات پا جاؤں۔ ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ بلا ترک گناہ توبہ کرنا جھوٹوں کا شیوہ ہے۔ نیز فرمایا کہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین باوجود اپنی وسعت وکشادگی کے تم پر تنگ ہو جائے حتیٰ کہ راہ فرار بھی ناممکن ہو اور تمہاری جان تم پر تنگ ہو جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [زمین اپنی کشادگی کے باوجود ان پر تنگ کر دی گئی حتیٰ کہ ان کی جانیں بھی ان پر تنگ پڑ گئیں اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اب اللہ کے سوا کہیں جائے پناہ نہیں پھر اللہ نے ان کی طرف رجوع فرمایا تا کہ وہ توبہ کر لیں][۸۴۸] ابن عطاءؒ کا بیان ہے کہ توبہ دو قسم کی ہے' توبہ انابت' توبہ استجابت۔ انابت یہ ہے کہ بندہ خشیت الٰہی سے توبہ کرے اور استجابت یہ ہے کہ اللہ کی عظمت

---

۸۴۸ التوبۃ-۱۱۸

سے شرماتے ہوئے توبہ کرے۔ یحییٰ بن معاذؒ کا فرمان ہے کہ توبہ کے بعد چھوٹی سی لغزش توبہ سے پہلے کی ستر خطاؤں سے بدتر ہے۔ ابوعمر وانطا کیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ وزیر علی بن عیسیٰ ایک عظیم لشکر کے ساتھ جا رہا تھا' لوگ استفسار کرنے لگے کہ یہ کون ہے؟ ایک بڑھیا نے کہا کب تک استفسار کرتے رہو گے' یہ ایک ایسا بندہ ہے جو اللہ کی نظروں سے گر چکا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے فتنے میں مبتلا کر رکھا ہے جس کا تم مشاہدہ کر رہے ہو' یہ بات علی بن عیسیٰ تک پہنچی تو وہ اپنے گھر واپس ہو گیا اور وزارت سے استعفیٰ دے کر مکہ میں بیت اللہ کی مجاورت اختیار کر لی۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم / اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے کی تفسیر:

تقویٰ کے معنی اور حقیقت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ نبیؐ سے منقول ہے کہ تمام تقویٰ اس آیت میں مرکوز ہے [بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں عدل و انصاف' نیکی اور قریبی رشتہ داروں کو نوازنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی' برائی' سرکشی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں اس لئے نصیحت فرماتا ہے کہ تم اسے قبول کرو][۸۴۹] ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ متقی وہ ہے جو شرک' کبائر اور فواحش سے اجتناب کرے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ تقویٰ یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھو۔ حسن فرماتے ہیں کہ متقی وہ ہے جو ہر شخص کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہو۔ عمر بن خطابؓ نے کعب احبارؓ سے تقویٰ کے متعلق سوال کیا تو کعبؓ نے فرمایا کیا آپ کو کبھی خاردار راستے پر چلنے کا اتفاق ہوا؟ فرمایا ہاں پوچھا کس طرح گذرے؟ بتایا دامن سمیٹ کر نہایت احتیاط سے تو حضرت کعبؓ نے فرمایا: یہی تقویٰ ہے۔

اس مضمون کو ایک شاعر نظم میں پیش کرتا ہے ۔

گناہ چھوڑ دے چھوٹے ہوں
یا بڑے اسی کا نام تقویٰ ہے
جس طرح خاردار راستے پر چلنے والا
ہر چیز سے احتیاط کرتا ہے
کسی گناہ کو حقیر خیال نہ کر
کیونکہ پہاڑ کنکریوں سے بنتا ہے

عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں: تقویٰ یہ نہیں کہ دن بھر روزہ رکھو اور شب بھر قیام کرو بلکہ تقویٰ محارم سے بچنے اور اوامر پر چلنے کا نام ہے پھر جو اللہ رزق عطا فرمائیں وہ نور علیٰ نور ہے۔ طلق بن حبیب سے کہا گیا کہ مختصر الفاظ میں تقویٰ کی وضاحت فرما دیں؟ فرمایا: اللہ کے نور ہدایت میں ثواب کی امید اور اللہ سے شرماتے ہوئے اس کے احکامات کی تعمیل تقویٰ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تقویٰ نور ہدایت میں خوف خدا سے اللہ کی نافرمانی کو چھوڑنے کا نام ہے۔ بکر بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ انسان اسی

---

۸۴۹ النحل-۹۰

وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کی روزی حلال نہ ہو جائے اور اس کا غصہ افراط وتفریط سے محفوظ نہ ہو جائے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں: متقی کو لگام دی گئی ہے جس طرح حرم میں محرم (حاجی) کو لگام دی جاتی ہے۔ شہر بن حوشب: متقی وہ ہے جو نا قابل حرج چیز کو یہ سوچ کر چھوڑ دے کہ کہیں اس سے گناہ نہ ہو۔ سفیان ثوری وفضیل بن عیاض: متقی وہ ہے جو لوگوں کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو کچھ اپنے لئے کرتا ہے۔ جنید: وہ شخص کامل مؤمن ہے جو دوسروں کے لئے اپنی محبوب چیز زیادہ پسند کرے۔ جنید فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے استاد سرّی سقطی سے ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک دوست نے آپ کو سلام کہا آپ نے ترش روئی سے جواب دیا' میں نے ترش روئی کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے مجھے روایت پہنچی ہے کہ جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو سلام کہتا ہے اور دوسرا جواب دیتا ہے تو ان میں سو رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں جن میں نوے (۹۰) خندہ پیشانی والے کو اور دس (۱۰) ترش رو کو دی جاتی ہیں لہٰذا میں نے اسے اپنے اوپر ترجیح دی تا کہ اسے (۹۰) نیکیاں مل جائیں[۸۵۰] محمد بن علی ترمذیؒ: متقی وہ ہے جس سے کوئی جھگڑے والا نہ ہو۔ سرّی سقطیؒ: متقی وہ ہے جو اپنی خواہش سے بغض رکھے۔ شبلیؒ: متقی وہ ہے جو صرف اللہ سے ڈرے۔ ایک شاعر نے سچی بات کہی کان کھول کر سن لو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔

محمد بن حنیف: ہر وہ چیز جو اللہ سے دور کردے اس سے دور رہنا تقویٰ ہے۔ قاسم بن قاسم: تقویٰ شرعی آداب کی حفاظت کا نام ہے۔ ثوریؒ: متقی وہ ہے جو دنیا اور اس کی آفات سے محفوظ ہے۔

ابو یزید: تقویٰ تمام شکوک وشبہات سے بچنے کا نام ہے اور متقی وہ ہے جو گفتگو کرے تو اللہ کے لئے اور خاموشی اختیار کرے تو اللہ کے لئے۔ فضیل بن عیاض: بندہ اس وقت تک متقی نہیں جب تک اس سے دوستوں کی طرح دشمن بھی بے خوف نہ ہو جائیں۔ سہلؒ: متقی وہ ہے جو اپنی طاقت سے دستبردار ہو۔ کہا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم وہاں نظر نہ آؤ جہاں سے اللہ نے روک دیا ہے اور وہاں گم نہ پاؤ جہاں اللہ نے حکم دیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تقویٰ نبیؐ کی اطاعت کا نام ہے۔ کہتے ہیں تقویٰ یہ ہے کہ تم اپنے دل کی کاہلیوں' نفس کی شہوتوں' زبان کے چٹخاروں اور اعضاء کی برائیوں سے محفوظ رہو تو پھر یہ امید ہے کہ تم آسمان وزمین کے رب تک پہنچ سکو۔ ابوالقاسم: تقویٰ حسن خلق ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ انسان کا تقویٰ تین چیزوں سے ظاہر ہوتا ہے (۱) جو چیز میسر نہیں اس پر توکل کرنا (۲) جو میسر ہے اس پر راضی رہنا (۳) جو فوت ہوگئی اس پر بہترین صبر کرنا۔ کہا گیا ہے کہ متقی وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کو کنٹرول کرلے۔ امام مالک: مجھے وہب بن کیسان نے بیان کیا کہ مدینے کے کسی عالم نے عبداللہ بن زبیر کو تحریر بھیجی کہ متقی حضرات کی کچھ ایسی علامات ہیں جن سے وہ پہچان لئے جاتے ہیں' وہ مصائب پر صبر تقدیر پر اظہار رضا' انعامات الٰہی پر شکر اور احکام قرآنی پر عمل کرتے ہیں۔ میمون بن مہران: مؤمن اس وقت تک متقی نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے جس طرح ایک

---

۸۵۰ ایسی کوئی روایت کتب احادیث میں مذکور نہیں۔ باہم سلام کہنے میں حکمت یہ ہے کہ آپس میں انس ومحبت میں اضافہ ہو اسی لئے غیر مسلموں سے سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے لیکن اگر ترش روئی سے سلام یا اس کا جواب دیا جائے تو باہم محبت کی بجائے نفرت کا امکان زیادہ ہے۔ واللہ اعلم!

بخیل شریک تجارت اور ظالم بادشاہ محاسبہ کرتے ہیں ابوتراب: تقویٰ کے سامنے پانچ گھاٹیاں ہیں جب تک انہیں عبور نہ کیا جائے تقویٰ حاصل نہیں ہوسکتا (۱) نعمت پر شدت کو (۲) کثرت پر قلت کو (۳) عزت پر ذلت کو (۴) آرام پر تکلیف کو (۵) اور زندگی پر موت کو ترجیح دینا۔

بعض حضرات: انسان تقویٰ کی بلندی تک سرفراز نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اس پر شرمسار اور مانع نہ ہو کہ اگر اس سے مطالبہ کیا جائے کہ اپنی دلی خواہشات ایک طشت میں رکھو اور اسے سرعام لے کر بازار کا چکر کاٹو۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اپنا باطن اللہ کے لئے اس طرح مزین کرلو جس طرح اپنا ظاہر دنیا کے لئے مزین کرتے ہو۔

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں::

بندہ چاہتا ہے کہ اس کی امیدیں پوری ہوں
لیکن اللہ تعالیٰ صرف وہی کرتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں
بندہ کہتا ہے ہائے میرا فائدہ میرا مال
حالانکہ تقویٰ اس سے بہتر ہے جس سے وہ لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں

مجاہد ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبیؐ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا' یارسول اللہ! مجھے کوئی وصیت کیجئے' فرمایا: تقوے پر قائم ہو جاؤ کیونکہ یہی تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے' جہاد پر قائم ہو جاؤ کیونکہ اسلام کا تصوف (رہبانیت) اسی میں ہے اور اللہ کے ذکر پر پابند ہو جاؤ کیونکہ یہ تمہارے لئے باعث نور ہے۔[۸۵۱]

ابوہرمز فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ سے سوال کیا گیا کہ آل محمد کون ہیں؟ فرمایا: ہر متقی شخص (آل محمدؐ کا فرد ہے) لہٰذا تقویٰ تمام نیکیوں کا جامع ہے۔

تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ اطاعت الٰہی کے ہتھیار سے عذاب الٰہی کا دفاع کیا جاتا ہے' کہا جاتا ہے''فلاں اپنی ڈھال سے بچ گیا۔'' حقیقی تقویٰ شرک سے بچنا ہے پھر فضولیات کو ترک کرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اللہ سے ڈر جاؤ جیسے ڈرنے کا حق ہے][۸۵۲] کی تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے نافرمانی سے بچا جائے' اسے یاد رکھا جائے فراموش نہ کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے ناشکری سے گریز کیا جائے۔ سہل بن عبداللہ: اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں' رسول اللہ کے سوا کوئی راہبر و راہنما نہیں' تقویٰ کے سوا کوئی زاد راہ نہیں اور صبر کے سوا عمل نہیں۔ کنانیؒ: دنیا کو مصائب پر تقسیم کیا گیا ہے اور جنت کو تقویٰ پر' جو کوئی اپنے اور اللہ کے درمیان تقویٰ اور مراقبہ پیدا نہ کرے وہ کشف و مشاہدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ نصرابادیؒ: تقویٰ ماسوا اللہ سے گریز کا نام ہے' سہل: جو درست تقویٰ چاہتا ہے اسے تمام گناہوں سے کنارہ کش ہو جانا چاہیے۔ نصرابادی:

---

۸۵۱ الدر المنثور ۶/۹۹۔ الکنز العمال (۴۳۴۳۷) مجمع الزوائد ۴/۲۱۵

۸۵۲ آل عمران۔۱۰۲

جس نے تقویٰ اختیار کرلیا وہ دنیا چھوڑنے کا مشتاق بن گیا اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں [اور متقی لوگوں کے لئے آخری گھر ہی سب سے بہتر ہے][۸۵۳] بعض مشائخ: جو تقویٰ میں کامل ہے اس کے لیے ترک دنیا میں آسانی کر دی جاتی ہے۔ ابوعبداللہ روذباریؒ: تقویٰ ان چیزوں سے ہے جو اللہ سے دور کرتی ہیں۔ ذوالنون مصریؒ: متقی وہ ہے جو اپنا ظاہر خلاف شرع سے بچائے' اپنا باطن غفلت میں مبتلا کرنے والی چیزوں سے بچائے اور اللہ کے قوانین سے ہم آہنگ رہے۔ ابن عطیہؒ: متقی کا ظاہر حدود اللہ کا محافظ ہے اور اس کا باطن نیت و اخلاص ہے۔ ذوالنون مصریؒ: زندگی کا لطف انہی کو میسر ہے جن کے دلوں میں تقویٰ کی لگن اور ذکر اللہ سے راحت میسر رہتی ہے۔ ابوحفصؒ: تقویٰ صرف اور صرف حلال چیزوں سے ہے۔ ابوحسین زنجانیؒ: جس کا سرمایہ ہی تقویٰ ہے اس کے نفع بیان کرنے سے زبانیں عاجز ہیں۔ واسطیؒ: تقویٰ یہ ہے کہ انسان بذات خود تقویٰ سے بچے یعنی اپنے تقویٰ کو نہ دیکھے۔ ابن سیرینؒ نے ایک مرتبہ چالیس مٹکے گھی خریدا ان کے غلام نے ایک مٹکے سے مردہ چوہا نکالا لیکن اس کی نشانی یاد نہ رہی تو ابن سیرینؒ نے تمام مٹکوں کا گھی بہا دیا۔

بعض ائمہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے قرض دار کے درخت کی چھاؤں میں نہیں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو قرض نفع لائے وہ سود ہے۔

بایزید بسطامیؒ کے متعلق مشہور ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے اپنے ایک دوست کے ساتھ صحرا میں کپڑے دھوئے ان کے دوست نے کہا ہم اپنے گیلے کپڑے انگور کی دیواروں پر پھیلا دیں' فرمایا: ہم لوگوں کی دیواروں میں میخیں نہیں گاڑ سکتے۔ کہا پھر درخت پر ڈال دیں' فرمایا: نہیں! شاخیں ٹوٹ جائیں گی' دوست نے کہا' گھاس پر پھیلا دیں' فرمایا: نہیں یہ گھاس ان کے جانوروں کا چارہ ہے جو کپڑے ڈالنے سے انہیں نظر نہیں آئے گا۔ پھر اپنی قمیص پشت پر ڈال کر سورج کی طرف پشت کر کے کھڑے رہے حتی کہ وہ طرف سوکھ گئی پھر اسے الٹا کر دوسرا حصہ کرلیا وہ بھی سوکھ گیا۔ ابراہیم بن ادہم: میں ایک رات صخرہ بیت المقدس میں ٹھہر گیا کچھ رات گذر جانے کے بعد دو فرشتے نازل ہوئے' ایک نے دوسرے سے کہا یہاں کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: ابراہیم بن ادہم' پہلے نے کہا وہی ابراہیم جس کا اللہ تعالیٰ نے ایک درجہ کم کر دیا ہے۔ پہلے نے پوچھا وہ کیوں؟ دوسرے نے جواب دیا اس لئے کہ انہوں نے ایک دفعہ بصرہ میں کچھ کھجوریں خریدیں پھر میوہ فروش کی ایک کھجور ان کی کھجوروں میں گر پڑی (جو انہوں نے واپس نہ کی) ابراہیم بن ادہمؒ کا بیان ہے کہ یہ گفتگو سن کر میں بصرہ گیا اور اسی دوکاندار سے کھجوریں خرید کر اپنی ایک کھجور اس کی کھجوروں میں ڈال دی اور واپس آ کر بیت المقدس میں صخرہ کے نیچے سو گیا' کچھ رات گذر جانے کے بعد وہی دونوں فرشتے اترے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا: یہاں کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: ابراہیم بن ادہم' پہلے نے کہا وہی ابراہیم جس نے چیز واپس کر دی اور ان کا درجہ بڑھ گیا۔

کہا گیا ہے کہ تقویٰ کی کئی صورتیں ہیں' عوام کا تقویٰ شرک سے بچنا ہے' خواص کا تقویٰ گناہوں کو چھوڑتے ہوئے

---

۸۵۳ الانعام-۳۲

خواہش نفس کی مخالفت کرنا ہے' خاص الخاص اولیاء کا تقویٰ چیزوں کی خواہش سے بھی گریز کرنا' نفلی عبادات میں خلوص' اسباب و وسائل سے قطع نظر کرنا' ماسوا اللہ سے اعراض کرنا' حال و مقام پر لزوم کے ساتھ تمام احکام الٰہی پر عمل پیرا ہونا ہے اور انبیاء کا تقویٰ یہ ہے کہ کوئی غیب میں ان سے تجاوز نہیں کرتا یہ اللہ کا ان پر فضل ہے اور اللہ ہی ہر کام میں انہیں کرنے کا یا نہ کرنے کا حکم فرماتے ہیں' انہیں توفیق عطا فرماتا ہے' ان کی تعلیم و تربیت فرماتا ہے' انہیں پاک فرماتا ہے' ان کا علاج فرماتا ہے' ان سے کلام و گفتگو فرماتا ہے' انہیں رشد و ہدایت سے نوازتا ہے' انہیں عطیات سے نوازتا ہے' انہیں مبارکباد دیتا ہے' انہیں خبردار فرماتا ہے' انہیں بصیرت بخشتا ہے' عقل ان چیزوں میں مداخلت نہیں کر سکتی اور انبیاء تمام انسانوں اور فرشتوں سے بھی الگ خلوت رکھتے ہیں ماسوائے ان امور کے جن کے احکامات ظاہر اور معاملات واضح ہیں جو تمام امت کے لئے اور عام اہل ایمان کے لئے وضع کئے گئے ہیں ان میں وہ امت کے ساتھ شریک رہتے ہیں ان کے علاوہ میں ان کا مقام منفرد ہے البتہ مخصوص اولیاء کرام اور عظیم المرتبت ابدالوں کو اس تقویٰ کا کچھ حصہ مل جاتا ہے[۸۵۴] لیکن ان کی عبادتیں اس کے بیان سے قاصر ہیں اس لئے یہ معرض وجود میں نہیں آتا نہ ہی سماع اور حس سے ان کا حصول ممکن ہے البتہ کوئی بات بسا اوقات جوش و جذبے میں ان کی زبان سے نکل جاتی ہے اور وہ ایک آدھ جملہ یا چند ہی جملے ہوتے ہیں پھر اللہ نرمی سے ان کی تلافی فرما دیتا ہے' انہیں ثابت قدمی عطا فرماتا ہے اور پردہ پوشی فرماتا ہے لہٰذا وہ فوراً حالت بیداری میں پہنچ جاتے ہیں' اپنی زبان کی حفاظت کرنے کے ساتھ اللہ سے دعائے مغفرت بھی کرتے ہیں اور عبادت میں تبدیلی کر دیتے ہیں تاکہ وہ آسان فہم ہو جائے' اس طرح الفاظ خوبصورت ہو کر معقول المعنی بن جاتے ہیں اور لوگوں کو عام محاورات کی طرح سمجھ آ جاتے ہیں۔

حصول تقویٰ کا طریقہ: ❁ ❁ حصول تقویٰ کی ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے حقوق العباد کے مظالم سے نجات حاصل کرے پھر کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے بچے پھر دلی گناہوں کو (جو گناہوں کی بنیاد ہیں) چھوڑنے کی طرف توجہ دے۔ انہیں سے اعضاء گناہ کرتے ہیں مثلاً ریاکاری' نفاق' غرور' تکبر' حرص' طمع' مخلوق سے خوف' ان سے امید' طلب جاہ و ریاست' لوگوں پر کبریائی وغیرہ جن کی طویل تفصیل ہے۔ ان تمام گناہوں کو ترک کرنے پر اسی وقت قدرت ہو سکتی ہے جب خواہش نفس کو شکست دی جائے پھر ترک ارادہ پر غلبہ پایا جائے لہٰذا انسان اللہ کے اختیارات میں کسی کو اختیار نہ دے' اس کی تدبیر میں اپنی تدبیر نہ ملائے' اللہ سے کسی کو بہتر قرار نہ دے' رزق کسی وسیلے اور ذریعے کے ساتھ منسوب نہ کرے' اللہ کی تخلیق پر اعتراضات نہ کرے بلکہ سب

---

۸۵۴ ارشاد باری تعالیٰ ہے [يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ / اے رسول! اپنے رب کی طرف سے نازل ہونے والے پیغام کو آگے پہنچا دیجئے اگر آپؐ نے کوتاہی کی تو آپؐ رسالت کا حق ادا نہیں کر پائے۔ المائدۃ: ۶۷] اس آیت سے ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ نے اللہ کی طرف سے آنے والی وحی یعنی دین اسلام مکمل طور پر اپنی امت کو پہنچایا تھا اس میں سے کسی چیز کو اپنے تک محدود نہیں رکھا ورنہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ آپ نے فریضہ تبلیغ کو کما حقہ پورا نہیں کیا (معاذ اللہ) لہٰذا جب انبیاء نے کسی بات کو یا علم کو مخفی نہیں رکھا تو پھر مختلف ابدال' قطب وغیرہ کے متعلق اس طرح کا دعویٰ اور خیال کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

کچھ اسی کی طرف منسوب کر دے اس کے آگے سر تسلیم خم کر کے اپنے آپ کو پیش کر دے اللہ کے دست قدرت میں اس طرح ہو جائے جیسے ایک شیر خوار بچہ اپنی دائی کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور مردہ غسل دینے والوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے کہ اس کے تمام اختیارات ختم ہو چکے ہوتے ہیں اور اسی طریقے میں ہی کامل نجات ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ اس کا حصول کیسے ممکن ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سب سے منقطع ہو کر صدق دل سے اللہ کی پناہ ڈھونڈی جائے۔ اس کے احکامات کی پابندی اور منہیات سے بچ کر مکمل اطاعت اختیار کی جائے۔ اس کی تقدیر کو تسلیم کر لیا جائے اس کی حدود کی حفاظت کی جائے اور ہمیشہ اپنے احوال کی بھی نگہداشت کی جائے۔

حصولِ نجات میں مشائخ کے اقوال: ❀ ❀ جنیدؒ: نجات صدق دل سے اللہ کی پناہ حاصل کر کے ممکن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور ان تین (صحابہؓ) پر جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا حتیٰ کہ ان پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑ گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئیں اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ کے علاوہ کہیں پناہ نہیں][۸۵۵] رویمؒ: نجات صرف صدق اور تقوے سے ہو گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں کو ان کی کامیابی کے ساتھ نجات عطا فرمائی][۸۵۶] جریریؒ: نجات وہی حاصل کر پاتا ہے جو اپنا عہد و وفا پورا نبھاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [وہ لوگ جو اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور اسے توڑتے نہیں][۸۵۷] عطاءؒ: نجات کامل حیاء سے ممکن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [کیا اسے علم نہیں کہ اللہ دیکھ رہے ہیں][۸۵۸] بعض مشائخ: نجات اللہ کے حکم اور فیصلے سے حاصل ہوتی ہے جو اللہ کے علم میں موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [یقیناً وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے حسنیٰ (جنت) پہل کر چکی ہے][۸۵۹] حسن بصریؒ: اس نے نجات پالی جس نے دنیا اور اہل دنیا سے اعراض کر لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [بلاشبہ دنیا کی زندگی کھیل کود ہے][۸۶۰]

حدیث نبویؐ ہے: ''دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ادائیگی فرائض سے افضل کوئی چیز نہیں'' [۸۶۱] نیز آپؐ نے ارشاد فرمایا: جب سے اللہ نے دنیا کو پیدا فرمایا ہے اس کی طرف کبھی (پسندیدگی کی نظر سے) نہیں دیکھا۔''

حسنؒ: دنیا پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کبھی اس کی طرف رحمت کی نظر سے نہیں دیکھا' یہ دنیا اللہ اور انسان کے درمیان ایک بہت بڑا حجاب ہے اسی کے ذریعے خالص کو ناخالص سے چھانٹا جاتا ہے' جس کسی کو اس دنیا سے کچھ بھی لگاؤ ہو اسے عبادات میں حلاوت و شیرینی محسوس نہیں ہوتی کیونکہ دنیا اللہ کی ضد ہے اور ضد کو اللہ پسند نہیں فرماتے۔

---

۸۵۵ التوبۃ-۱۱۸ — ۸۵۶ الزمر-۶۱

۸۵۷ الرعد-۲۰ — ۸۵۸ العلق-۱۴

۸۵۹ الانبیاء-۱۰۱ — ۸۶۰ محمد-۳۶

۸۶۱ الاتحاف ۳/۱۳۱-الکنز (۶۱۱۴) الدر المنثور ۶/۳۴۱

توحید باری تعالیٰ: ۞ ۞ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی توحید کی طرف بلایا تو ثواب کا وعدہ فرمایا' عذاب سے خوف دلایا' جنت کی ترغیب دلائی' جہنم سے خوف دلایا اور اس نے مخلوق کو ڈرایا' دھمکایا اور متنبہ فرما دیا کہ ان پر حجت مکمل ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [ہم نے خوشخبری سنانے والے اور عذاب سے ڈرانے والے رسول مبعوث فرمائے تا کہ لوگوں کے لئے رسول آ جانے کے بعد کوئی عذر (حیل وحجت) باقی نہ رہے][۸۶۲]

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے [اگر ہم (رسولوں کی بعثت سے) پہلے ہی انہیں عذاب دے کر ہلاک کر دیتے تو وہ یہ عذر پیش کر دیتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا کہ ہم اس ذلت و رسوائی سے پہلے تیری آیات پر عمل کر لیتے][۸۶۳] ارشاد باری ہے [ہم اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتے جب تک کہ رسول نازل نہ کر دیں][۸۶۴] ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور تمہارے سینوں کی ٹھنڈک (شفا) پہنچ چکی ہے اور وہ مومنوں کے لئے باعث ہدایت ورحمت ہے][۸۶۵] ارشاد باری ہے [اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے نفس سے خوف دلاتے ہیں اور وہ اپنے بندوں پر شفقت (بھی) فرماتے ہیں][۸۶۶] ارشاد باری ہے [اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے][۸۶۷] ارشاد باری ہے [اے عقل والو! مجھ سے ڈر جاؤ][۸۶۸] ارشاد باری ہے [اور اللہ سے ڈر جاؤ اور یاد رکھو کہ تم اسی سے ملاقات کرنے والے ہو][۸۶۹] ارشاد باری ہے [اس دن سے ڈرتے رہو جس میں تم اللہ کی طرف پلٹ کر جاؤ گے پھر ہر نفس کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا][۸۷۰] ارشاد باری ہے [اس دن سے ڈر جاؤ جب کوئی نفس دوسرے کے کام نہیں آئے گا نہ ان سے بدلہ (فدیہ) قبول کیا جائے گا نہ ہی سفارش نفع مند ہوگی][۸۷۱]

ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اس دن سے بھی خوف کھاؤ جس دن کوئی باپ بچے کے کام نہ آئے گا نہ ہی بچہ باپ کو فائدہ پہنچا سکے گا' بلا شبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لہٰذا تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں مبتلا نہ کرے نہ ہی کوئی دھوکہ دینے والا (شیطان) تمہیں دھوکہ دے جائے][۸۷۲]

ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے][۸۷۳] ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے پھر اسی جان سے اس کی بیوی پیدا کی

---

۸۶۲ النساء-۱۶۵
۸۶۳ طٰہٰ-۱۳۴
۸۶۴ الاسراء-۱۵
۸۶۵ یونس-۵۷
۸۶۶ آل عمران-۳۰
۸۶۷ البقرۃ-۲۳۱
۸۶۸ البقرۃ-۱۹۷
۸۶۹ البقرۃ-۲۲۳
۸۷۰ البقرۃ-۲۸۱
۸۷۱ البقرۃ-۱۲۳
۸۷۲ لقمان-۳۳
۸۷۳ الحج-۱

اور ان دونوں سے بہت سے مرد وزن پیدا کر دیئے اور اس اللہ سے ڈر جاؤ جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے بھی بچو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر محافظ ہے][۸۷۴]

ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور سچی بات کرو][۸۷۵] ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور ہر جان کو چاہیے کہ وہ دیکھ لے کہ کل کے لئے اس نے کیا کچھ تیاری کر لی ہے اور اللہ سے ڈر جاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے][۸۷۶] ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور اللہ سے ڈر جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے][۸۷۷]

ارشاد باری تعالیٰ ہے [اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچا لو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں][۸۷۸] ارشاد باری تعالیٰ ہے [کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے تمہیں یوں ہی پیدا کر دیا ہے اور تم پلٹ کر واپس ہمارے پاس نہیں آؤ گے؟][۸۷۹]

ارشاد باری تعالیٰ ہے [کیا انسان سمجھتا ہے کہ اسے یونہی (بلا محاسبہ) چھوڑ دیا جائے گا][۸۸۰]

ارشاد باری تعالیٰ ہے [کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر رات کو سوتے وقت ہمارا عذاب آن پہنچے کیا آبادیوں والے اس بات سے بے خوف ہو چکے ہیں کہ ان پر دن کے وقت ہمارا عذاب آ جائے اور وہ اپنی کھیلوں میں مصروف ہوں][۸۸۱]

لہٰذا اے مسکین! تیرے پاس ان آیات کا کیا جواب ہے؟ ان پر تو نے کتنا عمل کیا ہے؟ کیا تو نے اپنی خواہشات کو چھوڑ دیا ہے جو تجھے دنیا و آخرت میں نقصان پہنچانے والی ہیں؟ جو تجھے بدبختی اور ذلت کے گھر میں لے جانے والی ہیں کہ جن کی آگ تجھے جلا ڈالے گی' جن کے سانپ تجھے ڈستے رہیں گے' اس آگ میں بچھو تجھے ڈنگ مارتے رہیں گے' اس کے کیڑے مکوڑے تیرا گوشت کھائیں گے' دوزخ کے مقرر فرشتے تجھ پر ہتھوڑے برسائیں گے' تجھ پر طرح طرح کے عذاب پیش کئے جاتے رہیں گے اور پھر تو اس جہنم میں فرعون' ہامان' قارون اور تمام شیطانوں کے ساتھ عذاب میں برابر کا شریک رہے گا۔

(تقویٰ کی) ترغیب کے سلسلے میں آیات کا ترجمہ: ❀ ❀ ارشاد باری تعالیٰ ہے [جو کوئی اللہ سے ڈر جائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتے ہیں اور اسے وہاں سے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں اس کا وہم وگمان بھی نہ ہو][۸۸۲] ارشاد باری تعالیٰ ہے [جو کوئی اللہ سے ڈر جائے اللہ اس کی غلطیاں معاف کر دیں گے اور اس کا اجر بڑھا دیں

۸۷۴ النساء-۱
۸۷۵ الاحزاب-۷۰
۸۷۶ الحشر-۱۸
۸۷۷ المائدۃ-۲
۸۷۸ التحریم-۶
۸۷۹ المؤمنون-۱۱۵
۸۸۰ القیامۃ-۳۶
۸۸۱ الاعراف-۹۷'۹۸
۸۸۲ الطلاق-۲'۳

گے][۸۸۳] ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے معزز رب سے دھوکے میں ڈال رکھا ہے جس نے تجھے پیدا کیا پھر درست کیا پھر برابر کر دیا][۸۸۴]

ارشاد باری تعالیٰ ہے [کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک جائیں][۸۸۵]

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کی طرف رغبت دلائی ہے کہ اس کے فضل وسیع رحمت' پاکیزہ رزق' اس کے ذکر سے دلی راحت اور اطمینان کو تلاش کرو اور یہ تمام چیزیں صرف اسی طرح حاصل ہو سکتی ہیں کہ انسان راہ تقویٰ پر گامزن ہو جائے اور اس پر چمٹ کر ہمیشہ ہمیشہ اسی کے ساتھ منسلک رہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ راستے واضح طور پر بتا دیئے' حجت ودلیل کی صراحت فرما دی' گناہوں کی بخشش اور برائیوں کے خاتمے کی ضمانت دے دی اور اے انسان! تجھے اللہ نے اجر عظیم عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور جو شخص اللہ سے ڈر جائے' اللہ اس کے تمام گناہ مٹا دیں گے اور اس کا اجر عظیم کر دیں گے][۸۸۶] اے انسان! اللہ نے تمہاری غفلت' سستی' فراموشی' راہ حق سے اعراض کرنے اور اس کی آیات کے سننے سے بہرہ ہو جانے پر خبردار کر دیا اور ارشاد فرمایا [کس چیز نے تمہیں تمہارے معزز رب سے' جس نے تمہیں پیدا کر کے درست کیا اور تمہارے اعضاء کو موزوں بنایا اس سے دھوکے میں مبتلا کئے رکھا][۸۸۷]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کے لئے لفظ کریم سے وصف بیان فرمایا تا کہ انسان معاملات میں اللہ سے بے رغبتی اختیار نہ کرے' اس کے قرب سے دور نہ بھاگے اور اسے چھوڑ کر مخلوق سے دل نہ لگالے پھر فرمایا کہ اس نے تمہیں پیدا کر کے عدم سے وجود بخشا' تمہارا نام ونشان تک نہ تھا کہ اس نے تمہیں زندگی بخشی' تم غریب تھے اس نے امیر بنا دیا' کمزور تھے اس نے طاقت ور بنایا' اندھے تھے اس نے آنکھیں عطا فرمائیں' جاہل تھے اس نے علم سے نوازا' گمراہ تھے اس نے ہدایت بخشی' اے غافل انسان! رب کا کشادہ فضل تلاش کیوں نہیں کرتا' اپنے دل میں اس کی اطاعت کا جذبہ بیدار کیوں نہیں کرتا جو تجھے دین ودنیا کی سعادت سرفراز کرنے' تیرے درجات کو بلند کرنے کی ضامن ہے' کیا تو دنیا کی زندگی سے راضی ہو گیا ہے؟

کیا تو نے اعلیٰ کے بدلے ادنیٰ شیء کو منتخب کر لیا ہے؟ کیا تو نے دینا' اہل دنیا اور دنیا کی ناپائیدار زینت کو ترجیح دے رکھی ہے اور جنت الفردوس' انبیاء' صدیقین اور شہدا کی رفاقت سے اعراض کر لیا ہے؟ کیا تو نے یہ آیت نہیں سنی؟

[کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر رہے ہو جب کہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی][۸۸۸] نیز [بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ہی ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے][۸۸۹] اور ارشاد ہے [جس نے

---

۸۸۳ الطلاق-۵
۸۸۴ الانفطار-۶'۷
۸۸۵ الحدید-۱۶
۸۸۶ الطلاق-۵
۸۸۷ الانفطار-۶'۷
۸۸۸ التوبۃ-۳۸
۸۸۹ الاعلیٰ-۱۶'۱۷

سرکشی کر کے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو یقیناً جہنم اسی کا ٹھکانہ ہے]^۸۹۰

جنت اور جہنم

واضح رہے کہ انسان کفر و شرک کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگا اور جہنم میں عذاب کی کمی بیشی' طبقات جہنم میں تفاوت اور ان کی تقسیم برے اعمال و اخلاق کے مطابق ہے۔ اسی طرح جنت میں داخلے کا ذریعہ ایمان ہے اور جنت میں نعمتوں کی کمی بیشی اور درجات کی تقسیم بھی نیک اعمال اور اچھے اخلاق کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا' اس میں انعامات بھر دیئے تا کہ اہل جنت کو ثواب دیا جائے اور جہنم کو پیدا کیا اس میں سزائیں اور عذاب پیدا کیے تا کہ اہل جہنم کو سزا دی جا سکے۔ اللہ نے دنیا کو پیدا کیا اور لوگوں کو آزمانے کے لئے اس میں آفتیں اور راحتیں بھر دیں پھر مخلوق کو پیدا کیا اور جنت و جہنم کو ان سے اوجھل رکھا ہے لہٰذا دنیا میں جس قدر دکھ سکھ ہیں وہ آخرت کی راحت اور آفت کی مثال اور ان کا ذائقہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بعض لوگوں کو بادشاہ بنا کر اس قدر قوت و طاقت عطا کی جس سے انہوں نے لوگوں کو مرعوب کر کے ان پر حکمرانی قائم کر لی۔ یہ اقتدار اور نظم و نسق اللہ کے اقتدار اور نظم و نسق کی مثال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام چیزیں قرآن میں نازل فرما دی ہیں اور دنیا و آخرت کے حالات' اپنی حکمرانی اور قدرت کی تدبیر و صنعت' اپنے انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا ہے اور ان کی مثالیں بھی بیان فرما دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور ان سے صرف اہل دانش ہی استفادہ کرتے ہیں]^۸۹۱ اس لئے اللہ کی معرفت رکھنے والے علماء اللہ کی نازل کردہ مثالوں کا فہم رکھتے ہیں۔ کوئی چیز جو آپ کے مشاہدہ میں نہیں آئی اگر اس سے ملتی جلتی چیز آپ کے مشاہدے سے گذرے تو اسے مثال کہتے ہیں' مثال پیش کرنے کی ضرورت یہ ہے کہ اس کا مشاہدہ کر لو جو آنکھوں سے ابھی دکھائی نہیں دیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی شہنشاہیت' دونوں جہانوں کی حالتیں اور ان کے تمام معاملات سے اچھی طرح آگاہی حاصل کر لو۔ لہٰذا دنیا کی کوئی نعمت اور لذت ایسی نہیں جو جنت کا نمونہ نہ ہو اور وہاں کا ذائقہ نہ رکھتی ہو اس کے علاوہ بھی جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان

---

۸۹۰ النازعات-۳۷ تا ۳۹

۸۹۱ (العنکبوت-۴۳) قرآن مجید میں جنتی میوہ جات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا [كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوا هٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ...... / جب بھی انہیں رزق سے نوازا جائے گا وہ کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے (دنیا میں) بھی دیا گیا حالانکہ انہیں اس سے ملتے جلتے میوے دیئے جائیں گے۔ البقرۃ: ۲۵] یعنی وہ میوہ جات شکل و صورت میں دنیاوی میوہ جات کی مانند ہوں گے مگر ذائقہ' ہیئت اور تازگی میں ان کی مثال نہیں ہوگی۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ دنیا میں چونکہ اس جیسا پھل وہ کھا چکے ہیں لہٰذا اب اس جیسے پھل کو دیکھ کر متحیر نہیں ہوں گے کہ ہمیں تو اس کے کھانے کا طریقہ معلوم نہیں۔ اسی طرح جنت کی نعمتوں اور جہنم کے عذابوں کو دنیاوی حقائق سے مماثلت کر کے بیان کیا گیا ہے۔ تا کہ لوگ دنیاوی نعمتوں اور تکلیفوں سے اخروی نعمتوں اور تکلیفوں کا اندازہ کر سکیں بلکہ اخری نعمتیں اور تکلیفیں دنیا کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ اور نا قابل اختتام ہوں گی۔

نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے تصور میں وہ سما سکی ہیں۔ اگر ان نعمتوں کا فقط نام لوگوں کے سامنے ذکر کر دیا جاتا تو اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا کیونکہ لوگوں نے اس چیز کو دیکھا ہے نہ ہی دنیا میں اس کا کوئی نمونہ ان کے سامنے ہے کہ وہ اصل چیز کو سمجھ سکتے۔ جنت کے سو درجات ہیں جن میں سے صرف تین درجات کا ذکر ملتا ہے یعنی ایک سونے کا ہے' ایک چاندی اور ایک نور کا ہے' باقی درجات کا تصور عقل سے بالاتر ہے اسی طرح دنیا میں جتنی تکلیفات اور مصائب ہیں وہ سب جہنم کے لئے نمونہ ہیں ان کے علاوہ تکلیفات کا احاطہ عقل سے ماورآء ہے۔

عذاب اور ثواب اللہ کے غضب اور رحمت کے نتائج ہیں۔ دنیا میں اللہ کے بندے جن مباح اور حلال نعمتوں سے مستفید ہوتے ہیں اور اللہ کا شکر بجالاتے ہیں انہیں آخرت میں ان کے بدلے ایسی عظیم نعمتیں میسر ہوں گی جن کے مقابلے میں دنیا کی تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ جو لوگ دنیا میں حرام اور ناجائز چیزوں سے استفادہ کرتے ہیں تو وہ اپنے لئے ان نعمتوں کو حرام کر لیتے ہیں جو درجات کی وجہ سے انہیں مل سکتی تھیں۔ جو ان نعمتوں کو جھٹلاتا ہے گویا انہیں اپنے لئے حرام کر لیتا ہے۔ اہل جنت کے لئے دلہنیں ہیں' ولیمہ کی دعوتیں اور مہمان نوازیاں ہیں' دلہنیں اور دعوتیں اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سلامتی والے گھر مدعو کیا تاکہ انہیں خوبصورت' تروتازہ اور ابدی زندگی عطا فرمادے' شادیوں کی دعوتیں اور ضیافتیں ملاقات کے لئے ہوں گی کیونکہ اہل جنت باہم ملاقاتیں کریں گے اور آپس میں گفتگو کے لئے بہترین نشستیں ہوں گی' طوبیٰ کی چھاؤں میں جمع ہوں کر انبیاء کی زیارت اور ملاقات سے مشرف ہوں گے' فرشتوں کے ساتھ بھی محفلیں لگیں گی' اللہ تعالیٰ کی ان سب پر سلامتیاں نازل ہوں۔ اہل جنت کے لئے بازار بھی ہوں گے جن میں جا کر وہ اللہ تعالیٰ سے تحفے تحائف منتخب کریں گے' ان کے پاس صبح شام طرح طرح کے کھانے' مشروبات اور پھل پہنچیں گے' جنت میں ان کی غذا ختم ہوگی نہ روکی جائے گی بلکہ ان میں روز بروز من جانب اللہ اضافہ ہی ہوگا' جب ان کے پاس نئی نعمتیں آئیں گی تو پرانی بھول جائیں گی' ان کے لئے تفریح گاہیں ہیں جو نہر کوثر کے دائیں بائیں باغوں کی طرح ہیں ان میں موتیوں کے خیمے ہوں گے ہر خیمہ ساٹھ (۶۰) میل لمبا اور ۶۰ میل چوڑا ہوگا اس میں کوئی دروازہ نہیں ہوگا اور خیموں میں نو جوان کنواری عورتیں ہیں جنہیں آج تک کسی فرشتے' جنتی خادم اور حوروں نے بھی نہیں دیکھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے [ان (خیموں) میں انتہائی حسین اور خوبصورت عورتیں ہیں][۸۹۲] جب اللہ نے انہیں ''انتہائی حسین'' کہا ہے تو کون ان کا حسن بیان کرنے پر قادر ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [وہ حوریں ہیں جنہیں خیموں میں محفوظ کر دیا گیا ہے][۸۹۳] لہٰذا وہ اللہ کی منتخب' خوبصورت اور دیدہ زیب پیدا کردہ صورتیں ہیں جنہیں رحمت کے بادلوں سے پیدا کیا گیا ہے' جب وہ بادل برستے ہیں تو یہ حوریں بھی اللہ کی مشیت سے برستی ہیں' ان کے چہروں کا نور عرش کے نور سے ماخوذ ہے'

---

۸۹۲ الرحمٰن-۷۰

۸۹۳ الرحمٰن-۷۲

ان کے لئے یک موتی کے بیشمار خیمے نصب کئے گئے ہیں اور جب سے انہیں اللہ نے پیدا فرمایا ہے کسی نے انہیں نہیں دیکھا کیونکہ یہ خیموں میں اپنے اپنے شوہروں کے لئے محفوظ ہیں' اہل جنت ان بیویوں کے ساتھ اپنے اپنے محلات میں عیش کریں گے اور ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کی تجدید کریں گے اور اعلان کر دیا جائے گا' اے اہل جنت! آج خوشی اور مسرت کا دن ہے۔ تم اپنی تفریح گاہ کی طرف نکلو تو لوگ موتیوں اور یاقوت کے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے اپنے محلوں کے دروازوں سے نکلیں گے اور فرحت وراحت کے میدانوں کو جائیں گے وہاں پہنچ کر ان باغوں کی سیر کریں گے جو نہر کوثر کے ارد اگرد ہیں' پھر اللہ تعالیٰ اہل جنت کی ان کے محلات کی طرف رہنمائی فرمائے گا اور ہر شخص اپنے اپنے خیمے کے پاس آ پہنچے گا' خیمے کا کوئی دروازہ نہیں ہوگا پھر اچانک اس ولی اللہ کے سامنے خیمے شق ہوگا اور دروازہ نمودار ہوگا تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ ان خیموں کے اندر جو حوریں ہیں انہیں کسی نے نہیں دیکھا اس طرح اس وعدہ کی تکمیل ہو جائے گی جو ان سے اللہ نے دنیا میں کیا تھا کہ ''ان میں خوبصورت حوریں ہیں'' اور ''حوریں خیموں میں محفوظ ہیں'' اور ''اہل جنت سے پہلے انہیں کسی انس وجن نے نہیں چھوا۔'' [۸۹۴]

پھر اہل جنت جنتی حوروں کے ساتھ راحت بخش تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے' ان کے سامنے ولیمے کا کھانا پیش ہوگا' کھانے سے فراغت کے بعد انہیں پاکیزہ مشروب نوش کرایا جائے گا پھر وہ تازہ پھلوں سے سیر ہوں گے جو اس دن کے جدید عطیات ہیں' انہیں زیورات اور عمدہ لباس بھی پہنایا جائے گا پھر یہ اپنی خوبصورت حوروں کے ساتھ لطف اندوز ہوں گے۔ پھر ان اجتماعات میں شرکت کریں گے جو کوثر کے کناروں والے باغات میں قسم قسم کے ریشمی وقیمتی اور مزین فرشتوں کے ساتھ منعقد ہوں گے اور سبز تختوں پر ٹیک لگا کر بیٹھیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [وہ (جنتی) سبز مسندوں اور خوبصورت قالینوں پر ٹیک لگائے ہوں گے][۸۹۵] جب اللہ تعالیٰ خود کسی چیز کو ''خوبصورت'' فرماویں تو پھر کون سی خوبصورتی باقی رہ جاتی ہے! رفرف اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے بیٹھنے والے کو جھولے کی طرح جھلائے' اوپر' نیچے' دائیں بائیں لے جائے اور وہ اپنی ہم نشین حور سے لطف اندوز ہوتا رہے۔ پھر حضرت اسرافیلؑ خوبصورت لہجوں کے ساتھ اللہ کی نغمہ سرائی فرمائیں گے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے کہ اللہ کی مخلوق میں حضرت اسرافیلؑ سے زیادہ خوش آواز کوئی نہیں جب وہ نغمہ سرائی کریں گے تو ساتوں آسمانوں والے اپنی تسبیحات روک دیں گے۔ حضرت اسرافیلؑ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کے رنگا رنگ نغمے سنائیں گے۔ ان کی نغمہ سرائی کے وقت جنت کا ہر درخت پھولوں سے بھر جائے گا۔ ہر پردہ اور دروازہ گونج اٹھے گا اور کھل جائے گا' دروازے کی زنجیر بھی بصورت نغمہ بجنے لگے گی' سونے' چاندی کے گنجان جنگلوں میں حضرت اسرافیلؑ کے نغموں کی گونج پہنچے گی تو ان سے بھی طرح طرح کے زمزمے پیدا ہوں گے' اس وقت ہر حور اپنے مخصوص راگ سے اور ہر پرندہ اپنی مخصوص آواز سے نغمہ سرا ہوگا پھر اللہ فرشتوں کو حکم

---

۸۹۴ الرحمٰن-۷۰ تا ۷۴

۸۹۵ الرحمٰن

دیں گے کہ تم بھی ان نغموں کے ساتھ شامل ہو کر میرے بندوں کو نغمے سناؤں جنہوں نے دنیا میں شیطان کے باجوں سے اپنے کان بند کر لئے تھے' فرشتے روحانی نغمے سنائیں گے' ان تمام آوازوں سے ایک گونج پیدا ہو گی پھر اللہ تعالیٰ حضرت داؤدؑ کو حکم دیں گے کہ میرے عرش کے پائے کے پاس کھڑے ہو کر میری عظمت بیان کرو' حضرت داؤدؑ ایسے لب و لہجے سے اللہ کی حمد و تقدیس سنائیں گے کہ ان کی آواز سب آوازوں' نغموں پر غالب آ جائے گی اور ان آوازوں کو مزید خوشنما بنا کر چار چاند لگا دے گی۔ خیموں والے اپنے اپنے جھولوں میں ہوں گے جو انہیں جھلا رہے ہوں گے اور قسم قسم کی لذتیں اور نغمے انہیں راحتیں پہنچا رہے ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [وہ ایک باغ میں بنائے سنوارے جائیں گے][۸۹۶]

یحییٰ بن کثیر اس آیت کے لفظ الروضۃ سے لذت و سرور مراد لیتے ہیں۔ اہل جنت اپنی لذت و سرور میں مشغول و محظوظ ہوں گے کہ اچانک ان کے سامنے جنت عدن سے شہنشاہ اقدس کا دروازہ کھلے گا اور اس جنت کے دروازے سے روحانیوں کی قطاروں سے اللہ کریم کی بزرگی کی آوازیں جنت کے تمام طبقات تک گونجتی چلی جائیں گی اور جنت کی ٹھنڈی میٹھی ہوائیں اپنے دوست پر گوناگوں خوشبوئیں اور پھولوں کی لپیٹیں لئے نسیم سحر کو شرمسار کریں گی پھر ایک نور طلوع ہو گا جس کی روشنی سے باغوں کے خیمے اور کوثر کے اطراف جگمگا اٹھیں گے اور ہر چیز نور سے منور ہو جائے گی پھر بلندی سے اللہ تعالیٰ اہل جنت کو مخاطب کریں گے: میرے دوستو' مخلصو' نیک بندوں اور جنت والوں تم پر سلامتی ہو' تم نے اپنی تفریح گاہیں کیسی محسوس کیں' یہ تمہاری خوشی کا دن ہے جس طرح میرے دشمنوں کا خوشی کا دن ''نوروز'' (دنیا میں ہوا کرتا) تھا وہ اپنے اس متعین روز میں نعمتوں کی تجدید کرتے تھے جسے انہوں نے اپنی خباثت و شقاوت کی وجہ سے گدلا کر دیا تھا مگر وہ اس میں دلی لذتیں نہ پا سکے اور نقصان میں رہے کیونکہ وہ دنیا میں یہ دن مناتے تھے اور دنیا آخرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی' انہوں نے صبر نہ کیا کہ اس دن سے سرفرازی حاصل کرتے جسے میں نے آخرت میں اپنے مطیع و فرمانبردار بندوں کے لئے تیار کر رکھا ہے البتہ تم (جنتیوں) نے اس دنیاوی دن سے اعراض کر لیا جس پر وہ خوشیاں مناتے تھے اور تم اس میں شامل نہ ہوئے جس میں دنیا والے بڑی رغبت رکھتے تھے سو آج اہل دنیا اس کا انجام دیکھیں گے اور عذاب پائیں گے اور دنیا میں جو مزیں اور لذتیں ان لوگوں نے حاصل کیں اور تم الگ رہے آج وہ نعمتیں صرف تمہارے لئے ہیں اور ذلت و رسوائی دنیاداروں کے لئے ہے تمہارے صبر کی وجہ سے تمہیں جنت' ریشم' تفریح گاہ اور سلامتی عطا کی جائے گی' یہ تمہارا خوشی کا دن ہے اور جنت عدن میں میرے گھر میں مجھ سے ملاقات کی سعادت کا دن ہے۔ میں نے تمہیں ان خوشی والے دنوں میں اپنی عبادت و اطاعت میں ہی مشغول دیکھا جب کہ دنیادار لہو لعب میں بدمست رہا کرتے تھے' دین میں شکوک و شبہات پیدا کرتے' نافرمانیاں' بغاوتیں کر کے دنیا کی غیر پائیدار چیزوں سے لطف اندوز ہوتے رہے لیکن تم نے میرے جلال کا خیال رکھا' میری حدود کی حفاظت کی' میرے وعدے اور حقوق کا خیال رکھا۔

آج ان دنیاداروں کے لئے آگ کا ایک دروازہ کھول جائے گا جس کے شعلے اور دھواں بھڑک اٹھے گا' جہنمی چیخ و پکار

---

۸۹۶ الروم-۱۵

کرتے ہوئے فریادیں کریں گے اس حالت کو اہل جنت اپنی محفلوں میں بیٹھے ہوئے دیکھیں گے اور اپنے اوپر اللہ کے انعامات کا احسان دیکھ کر ان کی خوشی اور مسرت میں اضافہ ہو جائے گا اور اہل دوزخ طوقوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے جہنم کے قید خانوں سے اہل جنت کو نعمتوں میں منعوم دیکھ کر ہاتھ سے نکل جانے والی نعمتوں پر حسرت وافسوس کریں۔ اس دن اہل جہنم کے افسوس کا یہ عالم ہوگا کہ وہ اللہ سے فریاد کریں گے اور اہل جنت کو وسیلہ بنانے کے لئے انہیں ان کے ناموں سے پکاریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [آج اہل جنت اپنے کاموں میں مشغول مزے اڑا رہے ہیں' وہ اپنی جنتی بیویوں کے ساتھ تختوں پر چھاؤں میں ٹیک لگائے آرام کر رہے ہیں۔ ان کے لئے جنت میں میوے ہیں اور ہر وہ چیز ہے جو ان کا دل چاہے ان پر سلامتی ہے یہ اللہ کا فرمان (پورا ہو چکا) ہے اے مجرموں! تم ان سے الگ ہو جاؤ' اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے][۸۹۷] پھر اہل جہنم پر جہنم کی آگ کھول کھائے گی' ان کی جماعت بکھر جائے گی اور آوازیں بند ہو جائیں گی' انہیں آگ کے جزیروں میں پھینک دیا جائے گا جہاں ان کی طرف ایسے ایسے بچھو رینگتے ہوئے آئیں گے جن کی کچلیاں کھجوروں کے درختوں جتنی لمبی ہوں گی پھر ان پر آگ کا سیلاب آئے گا جس میں جبار کا غضب ہوگا یہ سیلاب انہیں بہا کر آگ کے سمندروں میں غرق کر دے گا پھر اللہ کی طرف سے ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا کہ یہ دن ''عید نوروز'' کے بدلے میں ہے' تم اس دن خوشیاں منا کر بڑے بڑے گناہ کر کے میرا مقابلہ کرتے تھے' میری نعمتوں پر فخر وتکبر کرتے تھے' میرے احکامات کی بغاوت کرتے تھے' غموں کے گھر (دنیا) میں مزے اڑایا کرتے تھے اور جو نعمتیں میں نے اپنے فرمانبرداروں کے لئے پیدا کی ہیں ان کی نقالی کیا کرتے تھے لہٰذا آج تم سے وہ دنیاوی نعمتیں منقطع ہو چکی ہیں اب اپنی ترجیحات کا عذاب چکھو۔ آج اہل جنت تمہارے برعکس قسم قسم کی نعمتوں' گونا گوں پھلوں اور رنگا رنگ تحفوں سے مستفید ہو رہے ہیں' کنواری حوروں سے محظوظ ہو رہے ہیں' عیش کے جھولے جھول رہے ہیں' طرح طرح کے نغموں کے سماع سے لطف اندوز ہو رہے ہیں' میری سلامتی ان پر برس رہی ہے' میرا لطف وکرم ان پر چھایا ہوا ہے' لمحہ بہ لمحہ ان انعامات میں اضافہ ہوئے جا رہا ہے۔ اے اہل جنت! یہ دن تمہارے لئے میرے دشمنوں کے دن کے بدلے میں جس دن وہ آپس میں ملاقاتیں کرتے تھے اور بادشاہوں کو تحائف پیش کرتے جو ان کے تحائف قبول کرتے تھے لیکن آج کے دن صرف تم ہی کامیاب ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے ''کہ ایک شخص نے اللہ کے رسولؐ سے عرض کیا' یارسول اللہ! مجھے اچھی آواز پسند ہے کیا جنت میں بھی اچھی آواز نصیب ہوگی؟ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت کے ایک درخت کو حکم دے گا کہ میرے ان بندوں کو نغمے سنا جو (دنیا میں) میری عبادت واطاعت میں سربستہ مشغول رہے' طاؤس ورباب سے دور رہے' چنانچہ وہ درخت ایسی خوبصورت آواز سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کے نغمے

---

۸۹۷ یٰس-۵۵تا۶۱

سنائے گا ویسی آواز آج تک کسی مخلوق نے نہیں سنی۔[۸۹۸] حضرت ابوقلابہؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اللہ کے رسولؐ سے پوچھا کیا جنت میں رات کا وجود ہے؟ آپؐ نے پوچھا تجھے اس سوال پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے قرآن مجید کی یہ آیت سنی ہے [اور ان کے لئے صبح و شام رزق میسر ہے][۸۹۹] تو میں نے سوچا صبح و شام کے درمیان رات ہوگی' اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: جنت میں رات نہیں ہے وہاں تو صرف روشنی اور نور ہے صبح کے بعد شام اور شام کے بعد صبح منتقل ہو جاتی ہے۔ اہل جنت کے پاس دنیا کے پنجگانہ اوقات نماز میں اللہ کی طرف سے نادر عطیات پیش کئے جائیں اور فرشتے ان پر سلامتیاں بھیجیں گے۔''[۹۰۰] لہٰذا جو کوئی ان لذتوں بھری دائمی نعمتوں سے مستفید ہونا چاہتا ہے تو اسے تقویٰ کی ان حدود و قیود کا التزام کرنا چاہیے جو اس آیت میں مذکور ہوئی ہیں: [مشرق و مغرب کی طرف رخ کر لینا ہی نیکی نہیں بلکہ نیکی تو اس کی ہے کہ جو اللہ پر ایمان لائے' آخرت کے دن' فرشتوں' کتابوں اور انبیاء پر ایمان لائے' اپنا مال اللہ کی محبت میں قریبی رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں' سوالیوں' غلاموں کی آزادیوں میں خرچ کرے' نماز قائم کرے' زکوٰۃ ادا کرے' اور وعدہ وفا کرنے والے' تنگی' بیماری اور لڑائی میں صبر کرنے والے لوگ ہی سچے اور متقی ہیں][۹۰۱] اس کے علاوہ تمام اسلامی حدود کا لحاظ رکھنا اور جزئیات اسلام پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

مروی ہے کہ حذیفہ بن یمانؓ اس آیت [اے اہل ایمان! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ][۹۰۲] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اسلام کے آٹھ حصے ہیں (۱) نماز (۲) روزہ (۳) زکوٰۃ (۴) حج (۵) عمرہ (۶) جہاد (۷) نیکی کا حکم (۸) بدی سے روکنا۔ وہ شخص بڑا ہی بدبخت ہے جس کے پاس ان میں سے کوئی حصہ نہیں۔ عاصم احول حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: ''اسلام کی مثال زمین میں جمے ہوئے درخت کی سی ہے' اللہ پر ایمان لانا درخت کی جڑ کی طرح ہے' پنجگانہ نمازیں درخت کی شاخوں کی مانند ہیں' رمضان کے روزے درخت کی چھال کی مانند ہیں' حج اور عمرہ درخت کے پکے ہوئے پھلوں کی مانند ہیں' وضو اور غسل جنابت درخت کی سیرابی کی مانند ہیں' والدین کی اطاعت اور صلہ رحمی درخت کی نازک ٹہنیوں کی طرح ہے' اللہ کے حرام کردہ چیزوں سے اجتناب درخت کے پتے ہیں' اعمال صالحہ اس کے پھلوں کی مانند ہیں' اللہ کا ذکر اس درخت کے شگوفے ہیں پھر آپؐ نے فرمایا: جس طرح درخت کی خوبصورتی اور حسن اس کے پتوں کے بغیر نامکمل ہے اسی طرح اسلام کا حسن ترک محارم اور عمل اوامر کے بغیر نامکمل ہے۔

---

۸۹۸ جمع الجوامع (۹۱۳۱) ۸۹۹ مریم-۶۲

۹۰۰ الدر المنثور ۴/ ۲۷۸۔ اگرچہ مصنف کی جنت کی نعمتوں کے بارے میں بیان کردہ اکثر باتیں دلائل سے خالی ہیں تاہم مصنفؒ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ جنت میں ہر قسم کی نعمتیں ہوں گی جن سے اہل جنت مزے اڑائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [لَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ / تمہارے لئے جنت میں ہر وہ چیز میسر ہوگی جسے تمہارا دل چاہے گا اور وہ بھی جس کا تم مطالبہ کروں گے۔ حم السجدۃ:۳۱]

۹۰۱ البقرۃ-۱۷۷ ۹۰۲ البقرۃ-۲۰۸

باب - ۱۴

جنت اور جہنم کے بیان میں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: واضح رہے کہ یہ موضوع روایت ہے۔ قیامت کے دن جب تمام مخلوق ایک میدان میں جمع ہوگی تو کالا سائبان ان پر چھا جائے گا جس کی سیاہی اس قدر شدید ہوگی کہ کوئی دوسرے کو نہ دیکھ سکے گا۔ تمام مخلوق اپنے پاؤں کے پنجوں پر کھڑی ہوگی اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے درمیان ستر سال کی مسافت ہوگی' دریں اثنا اللہ تعالیٰ فرشتوں پر تجلی فرمائیں گے' زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی' تاریکی چھٹ جائے گی' سب لوگوں کو نور گھیر لے گا' فرشتے عرش کے گرد تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے محو طواف ہوں گے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دریں اثنا سب لوگ قطاریں باندھے کھڑے ہوں گے۔ ہر امت کی ایک مخصوص جگہ ہوگی' اعمال نامے اور میزان لایا جائے گا' یہ میزان ایک فرشتے کے ہاتھوں میں اونچی نیچی حرکت کر رہی ہوگی پھر اسی حالت میں اللہ تعالیٰ جنت سے پردہ ہٹا کر اسے قریب لائیں گے' اس سے خوشبو کے جھونکے پھوٹیں گے اور صرف مسلمان مشک کی خوشبو کی طرح اس کی مہک محسوس کریں گے حالانکہ ان کے اور جنت کے درمیان پانچ سو سالہ مسافت ہوگی پھر جہنم سے پردہ ہٹایا جائے گا جس سے انتہائی بدبودار ہوا اور دھواں پھوٹ پڑے گا جسے صرف مجرم محسوس کریں گے حالانکہ ان مجرموں اور جہنم کے درمیان پانچ سو سالہ دوری ہے پھر اس جہنم کو گھسیٹ کر لایا جائے گا یہ ایک بڑی زنجیر سے بندھی ہوگی جسے جہنم کے (۱۹) انیس داروغے پکڑے ہوئے ہوں گے ہر داروغے کے ساتھ ستر ہزار فرشتے مددگار ہوں گے جو جہنم کے دائیں بائیں' آگے پیچھے چل رہے ہوں گے۔ ہر فرشتے کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا جس کی ضرب سے جہنمی چیخیں گے' جہنم بھی چیختی' چلاتی اور چنگاڑتی ہوئی چلے گی اس میں دھواں' تاریکی' گڑگڑاہٹ اور اہل جہنم پر شدت غضب سے شعلے ہوں گے۔ فرشتے اسے جنت اور موقف کے درمیان نصب کر دیں گے۔ جہنم تمام مخلوق کی طرف نگاہ بلند کرے گی پھر انہیں کھا جانے کے لئے لپکے گی لیکن فرشتے زنجیروں کے ساتھ اسے روک لیں گے ورنہ وہ تو ہر مومن و کافر کو ہڑپ کر جائے پھر جب وہ دیکھے گی کہ مجھے لوگوں سے روک دیا گیا ہے تو اس قدر غضب کا جوش مارے گی کہ گویا غصے سے پھٹ جائے پھر وہ دوبارہ دھاڑے گی تو تمام لوگ اس کے دانت پیسنے کی آواز سنیں گے' لوگوں کے دل دہل جائیں گے' کلیجے منہ کو آ جائیں گے' آنکھیں چڑھ جائیں گی۔

کسی صحابی نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! جہنم کا تعارف کرائیے آپؐ نے فرمایا: جہنم زمین سے ستر گناہ بڑی ہے' انتہائی

سیاہ اور تاریک ہے' اس کے سات سر ہیں' ہر سر پر تیس دروازے ہیں' ہر دروازہ تین دن' رات کی مسافت جتنا طویل ہے' اس کا بالائی ہونٹ ناک کے نتھنے پر ہے جب کہ زیریں ہونٹ نیچے گھسٹتی ہے۔ اس کے ناک کے ہر نتھنے میں ایک مضبوط اور لمبی زنجیر ہے جسے ستر ہزار فرشتوں نے پکڑ رکھا ہے جو انتہائی سخت اور قوی ہیں جن کی کچلیاں باہر نکلی ہوئی ہیں' آنکھیں انگاروں کی طرح ہیں' ان کا رنگ آگ کے شعلوں کی طرح ہے' ان کے نتھنوں سے آگ کے شعلے اور دھواں اٹھ رہا ہے اور وہ ہمہ وقت اللہ جبار کے حکم کی تعمیل کے منتظر ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: جہنم اپنے رب سے سجدے کی اجازت مانگے گی' اللہ تعالیٰ اسے اجازت دیں گے پھر وہ جب تک اللہ کو منظور ہوگا سجدے میں پڑی رہے گی پھر اللہ تعالیٰ اسے فرمائیں گے کہ اپنا سر اٹھا' وہ سر اٹھائے گی اور عرض کرے گی' اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے نافرمان بندوں سے انتقام لینے کے لئے پیدا کیا اور کوئی اور ایسی چیز نہیں بنائی جس کے ذریعے مجھ سے انتقام لے۔

آپؐ نے فرمایا: پھر وہ جہنم اپنی رواں' تیز اور چرب زبان سے بآواز بلند کہے گی کہ تمام تعریفیں جس قدر بھی اللہ چاہے' اللہ ہی کے لئے ہیں پھر وہ ایسی خوفناک چیخ مارے گی کہ تمام مقرب فرشتے' انبیاء کرام اور تمام لوگ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے پھر دوسری مرتبہ چیخ مارے گی تو ہر فرد کی آنکھ سے آنسوں ٹپک پڑیں گے پھر وہ تیسری مرتبہ چیخے گی تو اگر کسی انس و جن کے بہتر (۷۲) نبیوں اور اعمال کے برابر بھی عمل ہوں گے تو وہ یہ خیال کئے بغیر نہ رہے گا کہ میں تو اس جہنم میں گر پڑوں گا پھر وہ چوتھی مرتبہ چیخے گی تو حضرت جبرئیلؑ' میکائیلؑ اور خلیل اللہ جو عرش کو چمٹے ہوں گے' کے علاوہ ہر کوئی ساکت ہو رہے گا۔ ہر زبان پر نفسی نفسی ہوگا یعنی یا اللہ! مجھے بچا لے میں دوسروں کے لئے سوال نہیں کرتا۔

آپؐ نے فرمایا: پھر جہنم آسمان کے تاروں کے برابر انگارے پھینکے گی' ہر انگارہ مغرب سے اٹھنے والے بڑے بادل کی طرح ہوگا جو مخلوق کے سروں پر آن گرے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جہنم پر پل صراط رکھا جائے گا پھر سات سو پل مزید بنائے جائیں گے ہر دو پلوں کے درمیان ستر سالہ بُعد ہوگا' بعض راویوں نے سات سو کی جگہ سات پلوں کا ذکر کیا ہے' پل کی چوڑائی پہلے طبقہ سے دوسرے طبقہ تک پانچ سو سالہ مسافت جتنی ہوگی۔ ساتوں پلوں میں سے ہر دو کے درمیان پانچ سو سالہ مسافت کی دوری ہے۔ آخری پل سب سے وسیع' گرم' گہرا' سب سے زیادہ عذاب والا' سب سے زیادہ شعلوں والا ہوگا یعنی اس کا ایک شعلہ دوسرے پلوں کے شعلے سے ستر گنا بڑا ہوگا۔ سب سے قریبی پل کے شعلے دائیں بائیں تین میل کی اونچائی تک بکھریں گے۔ جہنم کا ہر طبقہ اپنی شدت حرارت' شعلوں کی طوالت اور عذابوں کی نوعیت کے لحاظ سے اپنے بالائی طبقے سے ستر گنا شدید ہوگا۔ ہر طبقے میں سمندر' دریا اور پہاڑ ہوں گے' ہر پہاڑ کی اونچائی ستر ہزار سالہ مسافت جتنی ہوگی۔

جہنم کے ہر طبقے میں ستر ستر پہاڑ ہیں' ہر پہاڑ کی ستر ہزار شاخیں ہیں' ہر شاخ میں ستر ہزار تھوہر کے درخت ہیں' ہر درخت کی ستر ہزار شاخیں ہیں' ہر شاخ پر ستر ستر سانپ اور بچھو ہیں' ہر سانپ تین میل طویل ہے' ہر بچھو بڑے بختی اونٹ جتنا ہے'

ہر درخت پر ستر ہزار پھل ہیں' ہر پھل شیطان کا سر ہے اور ہر پھل میں ستر کیڑے ہیں' ہر کیڑے کا طول تیر گرنے تک لمبا ہے' بعض پھلوں میں کانٹے ہیں کیڑے نہیں۔

نبیؐ فرمایا کرتے تھے: جہنم کے سات دروازے ہیں' ہر دروازے میں ستر وادیاں ہیں' ہر وادی کی گہرائی ستر سال کی مسافت جتنی ہے' ہر وادی کی ستر ہزار شاخیں ہیں' ہر شاخ میں ستر ہزار غاریں ہیں' ہر غار میں ستر ہزار بل ہیں' ہر بل کی گہرائی ستر سالہ مسافت کے بقدر ہے' ہر بل میں ستر ہزار اژدھے ہیں' ہر اژدھے کے منہ میں ستر ہزار بچھو ہیں' ہر بچھو کی پشت پر ستر ہزار مہرے ہیں' ہر مہرے میں زہریلا پہاڑ ہے' کوئی کافر و منافق ان سب کا مزہ چکھے بغیر نہ رہے گا۔

فرمایا کہ لوگ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے اور جہنم مست اونٹ کی طرح بار بار حملہ آور ہوگی' ایک اعلان کرنے والا بلند آواز سے اعلان کرے گا تو تمام انبیاء' اصدقاء' شہداء اور صلحاء کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر تمام لوگوں کی پیشی ہوگی اور لوگوں کے حقوق کا فیصلہ ہوگا۔ اس کے بعد دوسری پیشی ہوگی جس میں ارواح و اجسام کے مابین جھگڑا ہوگا اور اجسام غالب آ جائیں گے۔ پھر تیسری پیشی ہوگی جس میں لوگوں کے اعمال نامے اڑتے ہوئے ان کے ہاتھوں میں پہنچ جائیں گے۔ بعض کے دائیں ہاتھ میں' بعض کے بائیں ہاتھ میں پہنچیں گے اور بعض کو سامنے یا پیچھے سے ملیں گے۔ جنہیں سامنے سے اعمال نامے ملیں گے انہیں رب کے نور میں سے نور ملے گا اور فرشتے ان کی عظمت پر مبارکباد پیش کریں گے یہی لوگ اللہ کی رحمت سے پل صراط کو آسانی سے عبور کر جائیں گے اور اپنی جنتوں میں پہنچ جائیں گے جہاں خدام ان سے ملاقات کر کے جنتی لباس' سواریاں اور زیورات انہیں پیش کریں گے پھر یہ جنتی خوش و خرم اپنے محلات میں رونق افروز ہو جائیں گے' اپنی جنتی بیویوں سے ہمکنار ہوں گے اور وہاں ایسی ایسی نعمتیں دیکھیں گے جنہیں زبان بیان کرنے سے قاصر ہے' کبھی کسی آنکھ نے انہیں دیکھا ہے نہ کسی دل میں ان کا صحیح تصور آیا ہے۔ بالآخر جنتی مزیں اڑائیں گے' زیب و زینت سے مزین ہوں گے اور حسب مدت مقرر اپنی پاکیزہ بیویوں سے ہمکنار رہیں گے پھر اللہ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا کریں گے اور کہیں گے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس راہ کی ہدایت بخشی اگر وہ ہمیں ہدایت سے نہ نوازتا تو ہمیں ہدایت کیسے نصیب ہوتی۔

دنیا سے جو زادہ لے کر وہ آئے تھے اس نے ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں کیونکہ یہ دنیا میں یقین و ایمان رکھنے والے' سچ بولنے والے' اللہ سے ڈرنے والے' اس کی رحمت کے امیدوار' اس کی طرف رغبت کرنے والے تھے۔ اس دن نجات پانے والے ہی نجات پائیں گے اور کافر تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ جن لوگوں کو پشتوں کے پیچھے سے ان کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے ان کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہو جائیں گی' ان کے ناک داغ جائیں گے' چہرے سوج جائیں گے۔ جب وہ اپنے اعمال نامے دیکھیں گے تو واویلا کریں گے اور وہ اپنا ہر چھوٹا بڑا گناہ اپنے اعمال نامے میں دیکھ لیں گے۔ ان کے دل و دماغ پر غم والم اور چہروں پر افسوس چھا جائے گا' وہ زبردست خوف و ہراس میں مبتلا ہو جائیں گے' انہیں سر کے بل اوندھا کر دیا جائے گا' ذلت و ندامت سے ان کی آنکھیں اور گردنیں جھک جائیں گی' ان کی آنکھیں پتھرا جائیں گی اور وہ ٹکٹکی

باندھ کر جہنم کو دیکھیں گے کیونکہ ان کے سامنے بہت بڑا خوفناک اور اندوہناک منظر ہوگا جو انہیں بے چین کر دے گا' گھبراہٹ میں مبتلا کر کے ان کے دلوں میں رعب پیدا کر دے گا' آنکھوں سے آنسو جاری کر دے گا۔ مجرم خود ہی اپنے گناہوں اور ترک عبادات کا اعتراف کریں گے مگر یہ اعتراف ان پر آگ' شرم' غم' بدبختی' الزام اور غضب کو مزید بھڑکا دے گا۔ لوگ اپنے رب کے سامنے دوزانوں بیٹھے اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے' آنکھیں نیلی ہوں گی جن سے کچھ دکھائی نہ دے گا' دل شکستہ حواس باختہ ہوں گے' اعضاء متزلزل ہوں گے' زبان لڑکھڑائے گی' رشتے منقطع ہوں گے ''اس دن باہمی حسب ونسب ہوگا نہ سوال و جواب۔'' اپنے نفسوں کی فکر ہوگی اور ان کی تنگی دور نہ کی جائے گی۔ وہ اللہ سے درخواست کریں گے کہ انہیں دنیا میں دوبارہ موقع دیا جائے لیکن قبول نہ ہوگی۔ اس وقت انہیں اس چیز کا یقین ہو جائے گا جس کا وہ انکار کرتے تھے۔ انہیں پیاس بجھانے کو پانی ملے گا نہ پیٹ بھرنے کو کھانا نہ ہی تن ڈھانپنے کو کپڑا بس وہ بھوکے' پیاسے' ننگے' بے یارومددگار' غمگین اور پریشان حال پھریں گے' جان و مال' اہل وعیال ہر طرف سے خسارہ ہی خسارہ ہوگا اس حالت میں جہنم کے پہرہ واروں کو اللہ حکم دیں گے کہ اپنے معاونین کے ساتھ جہنم سے نکلو تو وہ اپنے ساتھ تمام زنجیریں' بیڑیاں' طوق اور گرز ساتھ لے کر نکلیں گے جب وہ نکل کر ایک طرف کھڑے اگلے حکم کے منتظر ہوں گے تو لوگ ان کے پاس عذاب والی چیزیں دیکھ کر اپنے ہاتھ اور انگلیاں چبا ڈالیں گے' موت کو پکاریں گے' آنسو بہائیں گے' ان کے پاؤں لڑکھڑا جائیں گے اور ہر خیر وفلاح سے ناامید ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے انہیں پکڑ لو' ان کی گردنوں میں طوق ڈال کر جہنم میں دھکیل دو اور وہاں زنجیروں سے باندھ دو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس شخص کو جہنم کے جس درجے میں پھینکنا چاہے گا اس درجے کے پہرے داروں کو حکم دے گا کہ انہیں قید کر لو چنانچہ ہر مجرم کی طرف ستر ستر فرشتے لپکیں گے' اسے اپنی زنجیروں میں باندھ کر گردنوں میں بھاری طوق ڈال دیں گے' نتھنوں میں ایسی زنجیر ڈالیں گے جس سے ان کا دم گھٹنے لگے گا ان کے پاؤں اور پیشانیوں کو باندھا جائے گا جس سے ان کی کمریں چورہ چورہ ہو جائیں گی' اس تکلیف سے ان کی آنکھیں پھٹ جائیں گی' رگیں پھول جائیں گی' گردنوں کا گوشت جل جائے گا' رگیں جھلس جائیں گی' طوق کی شدت حرارت ان کے سروں میں شعلے بھڑکا دے گی جس سے ان کے دماغ کھولنے لگیں گے' جسم کے چمڑوں سے بہتے ہوئے پاؤں تک آجائیں گے' ان کے دماغوں کی کھالیں بھی گل سڑ جائیں گی' گوشت نیلے ہو جائیں گے جن سے پیپ بہنے لگے گی پھر جب طوق ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا تو ان کی گردنیں کندھوں سے لے کر کانوں تک اسی سے پر ہو جائیں گی' کان جل جائیں گے' ہونٹ کٹ کٹ کر گریں گے دانت اور زبانیں باہر نکل آئیں گی' وہ واویلا کریں گے' چیخیں گے' طوقوں سے شعلے بلند ہوں گے جن کی حرارت رگوں میں اس طرح گردش کرے گی جس طرح خون گردش کرتا ہے۔ وہ طوق جوف دار ہوں گے جو آگ کے شعلوں سے بھرپور ہوں گے' ان طوقوں کی گرمی ان کے دلوں تک پہنچے گی' ان کی کھالیں پگھل کر الگ ہو جائیں گی حتیٰ کہ وہ گرمی ان کے گلوں تک پہنچے گی جس سے ان کا دم بری طرح گھٹنے لگے گا' آواز نکلنا بند ہو جائے گی' چمڑے فنا ہو جائیں گے۔ مجرم اسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ جہنم کے محافظوں کو حکم فرمائیں گے کہ ان مجرموں کو لباس

پہناؤ چنانچہ انہیں کالے سیاہ، بدبودار، کھردرے اور جہنم کی آگ سے شعلے مارتے ہوئے کپڑے پہنائے جائیں گے جنہیں اگر کسی پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو وہ پہاڑ کو پگھلا دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ جہنم کے فرشتوں کو حکم فرمائیں گے کہ انہیں ان کی منزلوں کی طرف لے جاؤ اب فرشتے پہلے سے لمبی اور موٹی زنجیریں لائیں گے اور ہر فرشتہ ایک ایک زنجیر ہاتھ میں لے کر ایک ایک جماعت کو جکڑ دے گا اور زنجیر کا دوسرا سرا کندھے پر ڈال کر اپنی پشت ان کی طرف کر کے انہیں چہروں کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جائے گا اور ہر جماعت کے پیچھے ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو انہیں گرزوں سے مار رہے ہوں گے حتیٰ کہ فرشتے ان مجرموں کو جہنم کے پاس لا کھڑا کریں گے۔ پھر فرشتے انہیں کہیں گے یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھنے سے قاصر ہو، اس میں داخل ہو جاؤ اب صبر کرو یا نہ کرو سب برابر ہے تمہیں تمہارے اعمال کا صلہ دیا جا رہا ہے پھر ان مجرموں کو جہنم کے کنارے کھڑا کیا جائے گا تو ان کے لئے جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، اس سے پردہ ہٹا دیا جائے گا پھر جہنم بھڑک اٹھے گی، اس کی آگ غضب سے جوش کھائے گی، شعلے اور دھوئیں کے بادل بلند کرے گی، آسمان کے تاروں جتنے شعلے ہوں گے جو ستر سال کی مسافت جتنا اونچا اٹھیں گے پھر وہاں سے ان مجرموں کے سروں پر برسیں گے جن سے ان کے بال خاکستر ہو جائیں گے، کھوپڑیاں اڑ جائیں گی۔ جہنم اپنی پوری آواز سے کڑکے گی، اے جہنمیو! میری طرف آؤ، جلدی آؤ، مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! میں ضرور تم سے انتقام لوں گی۔ پھر جہنم کہے گی: اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اپنے غصے کا مظہر بنایا اور میرے ذریعے وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے، اے اللہ! میری گرمی اور قوت میں اضافہ فرما۔ جہنم سے کچھ اور فرشتے نکلیں گے جن میں سے ہر ایک فرشتہ ایک جماعت کو اپنی ہتھیلی پر اٹھا کر اوندھے منہ جہنم میں گرا دے گا اور وہ لوگ سروں کے بل ستر سالہ مسافت طے کر کے جہنم میں گریں گے لیکن ابھی جہنم کے پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچیں گے کہ انہیں روک کر ہر ایک کی ستر مرتبہ کھال ادھیڑی جائے گی۔ انہیں سب سے پہلا نوالہ تھوہڑ کا دیا جائے گا جس میں شدید گرمی سخت تلخی اور کانٹے ہوں گے پھر ان کے پاس فرشتے آ جائیں گے اور انہیں لوہے کے گرزوں سے اتنا ماریں گے کہ ان کی ہڈیاں پسلیاں ایک کر دیں گے پھر انہیں پاؤں سے گھسیٹ کر اوندھے منہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ وہ ستر سال بعد جہنم کی وادیوں میں گریں گے تو وہاں سے اس وقت تک منتقل نہیں کئے جائیں گے جب تک کہ ہر شخص کی ستر مرتبہ کھال نہ ادھیڑی جائے اور تھوہڑ کا نوالہ تا حال ان کے مونہوں میں باقی ہوگا جو کھایا نہ جا سکے گا پھر دل اور نوالہ دونوں گلے میں آ کر اٹک جائیں گے اور ان کا دم گھٹنے لگے گا جہنمی چیختے چلاتے پانی کی فریادیں کریں گے، ان وادیوں میں پانی کے گھندی نالے ہوں گے جب یہ جہنمی وہاں پہنچیں گے تو ان کے کناروں پر اوندھے ہو کر گر پڑیں گے تا کہ کسی طرح سے پانی پی لیں لیکن ان کے منہ کی کھال اتر کر پانی میں جا گرے گی اور وہ پانی نہ پی سکیں گے۔ وہ مایوس ہو کر واپس ہونا چاہیں گے کہ جہنم کے فرشتے آ جائیں گے اور آتے ہی انہیں مارنا شروع کر دیں گے حتیٰ کہ ان کی ہڈیاں پسلیاں چورا چور کر دیں گے پھر انہیں پاؤں سے گھسیٹ کر دوبارہ گہری جہنم میں ڈال دیا جائے گا پھر یہ لوگ چالیس سال تک اوندھے منہ آگ کے شعلوں اور دھوئیں کے عذاب میں گرفتار رہیں گے جہنم کی وادیوں میں ہر جہنمی کی ستر مرتبہ کھال ادھیڑی جائے گی۔

آپؐ نے فرمایا: جہنم کی یہ ندیاں ان وادیوں میں جا کر ختم ہوتی ہیں' ان سے اہل جہنم پانی پئیں گے مگر وہ اتنا گرم ہوگا کہ پیٹ میں نہیں ٹھہرے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو سات نئی کھالیں دے گا پھر ان کے پیٹوں میں کچھ پانی ٹھہرے گا مگر وہ آنتیں کاٹ کر مقعد کے راستے خارج کر دے گا باقی پانی ان کے رگ و ریشے میں پھیل کر انہیں پگھلا دے گا' ہڈیاں ریزہ ریزہ کر دے گا' اب فرشتے انہیں سنبھالیں گے' ان کی پیٹھ' منہ اور سروں پر ایسے گرز سے ضربیں لگائیں گے جن میں چھتیس (۳۶) کنارے ہوں گے ان کی ضربوں سے ان کی کھوپڑیاں اڑ جائیں گی کمر کے مہرے ٹوٹ جائیں گے پھر انہیں منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا حتیٰ کہ عین جہنم میں جا گریں گے' ان کی چمڑیوں پر آگ بھڑک اٹھے گی' ان کے کانوں میں شاخ در شاخ شعلے گھس جائیں گے' ناک کے نتھنوں اور پسلیوں سے بھی شعلے بھڑکیں گے' جسم پیپ سے بھر کر پھوڑا بن جائے گا' آنکھیں رخساروں پر لٹک جائیں گی پھر یہ اپنے شیطان دوستوں کے ساتھ جکڑ دیئے جائیں گے جن کی یہ دنیا میں عبادت کیا کرتے تھے وہ معبود بھی ساتھ ہوں گے جن سے حاجتیں طلب کرتے تھے پھر انہیں جکڑ کر تنگ و ترین جگہ پر پھینک دیا جائے گا اور یہ موت کو پکاریں گے۔

پھر ان کا مال لا کر آگ میں تپایا جائے گا اس سے ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں کو داغا جائے گا' ان کی پشتوں پر رکھا جائے گا تو وہ انہیں پھاڑتا ہوا پیٹ سے باہر نکلے گا کیونکہ وہ شیطانوں کے ساتھی' جہنم کے مہمان بنے تھے اور ان کے گناہ پہاڑوں جیسے عظیم تھے اس لئے انہیں انتہائی سنگین عذاب سے سامنا ہوگا ان کا جسم اتنا سوجھ جائے گا کہ ہر شخص کا طول ایک ماہ عرض بقدر پانچ دن اور موٹاپا بقدر تین دن کی مسافت کے ہوگا۔ اہل جہنم کا سر کوہ اقراع (جو شام کی سرحد پر ایک پہاڑ ہے) جیسا ہوگا' ہر جہنمی کے ۳۲ دانت ہیں جن میں سے ہر ایک دانت سر یا تھوڑی سے نکلا ہوا ہوگا ناک ایک بڑے ٹیلے کے برابر ہوگا' سر کے بالوں کی موٹائی صنوبر کے درخت کی مانند ہوگی' بال کثرت کی وجہ سے گھنے جنگلوں کی طرح ہوں گے۔ اوپر کا ہونٹ اونچا اور نچلا ہونٹ نوے (۹۰) ہاتھ کا ہوگا۔ ہاتھ کی لمبائی دس دن کی مسافت جتنی ہوگی اور موٹائی ایک دن کی مسافت جتنی۔ جہنمی کی ران کوہ ورقان کی مانند ہے' اس کی کھال کی موٹائی اس کے ہاتھ سے چالیس گنا زیادہ ہے۔ اس کی پنڈلی کی لمبائی پانچ دن اور موٹائی ایک دن کی مسافت جتنی ہے۔ آنکھ کا حلقہ کوہ حرا کی مانند ہے۔ جس وقت جہنمی کے سر پر پگھلا ہوا تارکول ڈال جائے گا تو اس میں آگ بھڑک اٹھے گی اور آہستہ آہستہ اس کے شعلے بڑھتے جائیں گے۔

نبیؐ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر آدمی جہنم سے زنجیر گھسیٹتا ہوا اس حال میں نکلے کہ اس کے ہاتھ کندھوں پر بندھے ہوں' گردن میں طوق ہو' پاؤں میں بیڑیاں ہوں تو لوگ اسے دیکھ کر خوفزدہ ہو کر ایسا بھاگیں کہ پیچھے دیکھنے کی جرأت نہ کریں۔ جہنم کی شدید ترین گرمی' غیظ و غضب' مختلف عذاب اور تنگ و تاریک مقامات کی وجہ سے اہل جہنم کے گوشت نیلے ہو جائیں گے' ہڈیاں چکنا چور ہو جائیں گی' دماغ کھول اٹھیں گے' مغز پگھل پگھل کر چمڑوں پر بہنا شروع ہو جائے گا جس سے سارے بدن میں تکلیف ہوگی' اعضاء کٹ جائیں گے' جوڑوں میں پیپ پڑ جائے گی' جسموں میں کیڑے پڑ جائیں گے جو جنگلی گدھوں کی طرح موٹے ہو جائیں گے۔ ان کے گدھ اور عقاب کی طرح پنجے ہوں گے' وہ ان کے رگ،

ریشے میں گردش کریں گے' انہیں دانتوں اور پنجوں سے نوچ نوچ کر کھائیں گے' جہنمی تکلیف کی شدت سے بلبلائیں گے' یہ کیڑے ان کے جسموں پر اس طرح دوڑیں گے جس طرح جنگلی درندے خوفزدہ ہو کر دوڑتے ہیں' یہ ان کا گوشت کھائیں گے' خون پئیں گے یہی ان کا کھانا پینا ہوگا پھر فرشتے جہنمیوں کو پکڑ کر اوندھے منہ انگاروں اور گرم پتھروں پر گھسیٹیں گے گویا وہ پتھر اسی مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور انہیں جہنم کے ایسے سمندر کی طرف لے جائیں گے جس کی مسافت ستر سال کے برابر ہے' سمندر تک پہنچنے سے پہلے ہی ان کے اعضاء بکھر یا الگ ہو جائیں گے اور روزانہ ستر ہزار مرتبہ ان کی کھالیں ادھیڑی جائیں گی۔ پھر جب یہ فرشتے ان جہنمیوں کو محافظ فرشتوں کے پاس لے کر پہنچیں گے تو وہ انہیں پاؤں سے گھسیٹ کر جہنم کے سمندر میں پھینک دیں گے اور اس سمندر کی گہرائی اس کا خالق ہی جانتا ہے کہا جاتا ہے کہ تورات میں مرقوم ہے کہ دنیا کا سمندر جہنم کے سمندر کے مقابلے میں اتنا چھوٹا ہے جیسے ساحل سمندر پر کہیں چھوٹا سا چشمہ ہو پھر جب جہنمی اس سمندر میں ڈبوئے جائیں گے اور اس کا عذاب محسوس کریں گے تو آپس میں کہیں گے کہ اس سے پہلے والے تمام عذاب تو اس کے مقابلے میں خواب تھے۔

فرمایا: اس سمندر میں غرق ہونے کے بعد سمندر انہیں اچھال کر ستر ہاتھ دور پھینکے گا ہر ہاتھ کا فاصلہ مشرق و مغرب جتنا ہوگا پھر فرشتے انہیں اپنے گرزوں سے مارتے ہوئے اس گہرائی تک پہنچا دیں گے جو ستر سالہ مسافت پر ہے' اس سمندر میں ان کا کھانا پینا ہوگا پھر اس کی گہرائی سے ایک سو چالیس سال کی مسافت جتنا اوپر آئیں گے اور ان میں سے کوئی سانس لینا چاہے گا لیکن فرشتے فوراً ان پر گرز برسائیں گے اور سانس نہیں لینے دیں گے پھر جب وہ سر اٹھائیں گے تو ستر ہزار گرز کھائیں گے جو مس نہ ہوں گے جس کی وجہ سے وہ دوبارہ ستر ہزار ہاتھ گہرائی میں چلے جائیں گے ہر ہاتھ کے مابین بعد المشرقین ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: یہ مجرم اس وقت تک اس حالت میں رہیں گے جب تک اللہ کو منظور ہوگا حتیٰ کہ ان کے گوشت اور ہڈیاں ہضم کر لی جائیں گی پھر سمندر انہیں کسی ساحل پر پھینک دے گا جس میں ستر ہزار غار ہوں گے ہر غار میں ان کی روحیں رہ جائیں گی' ستر برس تک اس کی موجوں کی ضربیں ان کو لگتی رہیں گی پھر یہ سمندر میں ستر ہزار بل اور ہر بل ستر ہزار سال مسافت کا ہوگا' ہر بل میں ستر ہزار اژدھے ہوں گے' ہر اژدھا ستر ہاتھ لمبا ہوگا' ہر اژدھے کے ستر دانت ہوں گے' ہر دانت پر زہر کا مٹکا ہوگا' ہر اژدھے کے منہ میں ایک ہزار بچھو ہوں گے' ہر بچھو کے ستر مہرے ہوں گے اور ہر مہرے پر زہر کا ایک پشتہ ہوگا۔

پھر فرمایا: ان کی روحیں سمندر سے ان غاروں میں جائیں گی' انہیں از سر نو جسم و کھال دیا جائے گا اور لوہے کی زنجیروں سے جکڑ دیا جائے گا' اب ان کی طرف غاروں کے سانپ اور بچھو رینگتے ہوئے بڑھیں گے' ہر شخص کو ستر ہزار بچھو اور ستر ہزار سانپ چمٹ جائیں گے' یہ صبر کریں گے پھر وہ ان کے سینوں تک پہنچ جائیں گے' اب بھی صبر کریں گے پھر گلے تک پہنچ جائیں گے پھر نتھنوں' ہونٹوں' زبانوں اور کانوں تک پہنچ جائیں گے لیکن اب ان کے ہاتھوں سے صبر کا دامن چھوٹ جائے گا اور وہ شور وغل کریں گے لیکن کوئی ان پر رحم کرنے والا نہ ہوگا الا یہ کہ جہنم کی طرف ہی بھاگ کر پناہ لیں' سانپ ان کا گوشت نوچ لیں گے' خون چوس لیں گے' بچھو بری طرح انہیں کاٹیں گے جن کے زہر سے ان کا گوشت گل سڑ جائے گا اور اعضاء بکھر جائیں گے۔ پھر

جب یہ آگ میں گریں گے تو آگ انہیں نہیں جلائے گی کیونکہ ان میں زہریلے سانپوں اور بچھوؤں کا اتنا اثر ہوگا کہ ان کی جلن ہی کافی ہوگی پھر از سر نو کھالیں چڑھائی جائیں گی' وہ کھانا مانگیں گے تو فرشتے انہیں ''ولیمہ'' نامی کھانا دیں گے جو لوہے سے زیادہ سخت ہوگا کہ مجرم اسے چبا کر نگل نہ سکیں گے بالآخر اسے باہر نکال پھینکیں گے اور فرط بھوک کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں اور ہتھیلیاں چبا ڈالیں گے' انہیں کھا لینے کے بعد ہتھیلیوں سے کہنیوں تک کھائیں گے پھر کندھوں تک کھاتے چلے جائیں گے پھر مزید کچھ نہ کھا سکیں گے اور لوہے کے آنکڑوں میں ان کی کونچیں پھنسا کر تھوہڑ کے درختوں میں الٹے لٹکا دیئے جائیں گے۔

تھوہڑ کی ایک ایک شاخ پر ستر ستر ہزار جہنمی لٹکائے جائیں گے مگر شاخ میں خم نہ آئے گا' ان کے نیچے جہنم کی آگ سلگ رہی ہوگی جس کی لپٹیں ستر سال تک ان کے چہروں کو پہنچتی رہیں گی حتی کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے اور روحیں باقی رہ جائیں گی پھر از سر نو انہیں چمڑیاں پہنائی جائیں گی اور جسم دیئے جائیں گے پھر انہیں پوروں کے بل لٹکا دیا جائے گا ان کے نیچے آگ بھڑک رہی ہوگی جو ان کی مقعد کے راستے دلوں تک پہنچ کر انہیں جلا دے گی حتی کہ ان کے نتھنے' منہ اور کانوں سے ستر سال تک شعلے نکلتے رہیں گے بالآخر ان کی ہڈیاں اور گوشت گل سڑ جائے گا اور روحیں رہ جائیں گی پھر انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور از سر نو کھالیں اور جسم دیئے جائیں گے پھر آنکھوں کے بل لٹکا دیا جائے گا اور انہیں طرح طرح کا عذاب ہوتا رہے گا حتی کہ جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ رہے گا کہ جس کے بل انہیں لٹکایا نہ گیا ہو بلکہ سر کے ایک ایک بال کے ساتھ لٹکایا جائے گا۔ ہر عضو سے انہیں موت دکھائی دے گی لیکن انہیں موت نہیں دی جائے گا انہیں مزید شدید عذاب سے دوچار ہونا ہے۔ گذشتہ عذاب کے بعد فرشتے انہیں اتار کر طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے ہر مجرم کو منہ کے بل گھسیٹ کر اس کی اگلی منزل کی طرف لے جائیں گے۔ فرمایا کہ جہنم میں تمام جہنمیوں کے لئے ان کے اعمال فاسدہ کے مطابق منازل مقرر ہیں۔ کسی منزل کا طول و عرض ایک ماہ کی مسافت کے بقدر ہے جس میں آگ بھڑکی ہوئی ہے اس میں کوئی دوسرا جہنمی نہیں ٹھہرے گا۔ کسی منزل کا طول و عرض انتیس (۲۹) دن کی مسافت کے بقدر ہے اسی طرح منزلوں میں تفاوت ہے حتی کہ بعض جہنمیوں کی منزل کا طول و عرض ایک دن کی مسافت کے برابر ہے۔ جس قدر منزل وسیع ہوگی اسی قدر عذاب زیادہ ہوگا۔

بعض کو چت لٹا کر' کسی کو بٹھا کر' کسی کو گھٹنوں کے بل' کسی کو پاؤں پر اور کسی کو پیٹ کے بل اوندھے منہ کر کے عذاب دیا جائے گا۔ یہ منازل ہر جہنمی پر نیزے کی نوک سے بھی زیادہ تیز اور باریک ہیں۔ جہنم کی آگ کسی کے ٹخنوں تک' کسی کے گھٹنوں تک' کسی کی رانوں تک' کسی کی ناف تک' کسی کے حلق تک اور کوئی اس میں غوطہ زن ہوگا۔ آگ انہیں کھولائے گی کبھی گھمائے گی اور ہر گہرائی میں ایک ماہ کی مسافت کے بعد گرائے گی۔ جب مجرم اپنی اپنی منزلوں میں پہنچ جائیں گے تو ہر ایک اپنے ساتھیوں سے مل کر خوب پھوٹ پھوٹ کر روئے گا حتی کہ روتے روتے آنسو خشک ہو جائیں گے پھر خون کے آنسوؤں کا دریا جاری ہو جائے گا جس میں کشتی رانی بھی ممکن ہوگی۔ مجرموں کے لیے ایک دن ہے جس میں وہ جہنم کے پیندے میں جمع ہوں گے پھر کبھی جمع نہ ہوں گے۔ جہنم کے پیندے میں اللہ کی طرف سے ایک منادی ندا لگائے گا جس کی آواز سب تک پہنچے گی' اس

منادی کا نام حشر ہے' اے اہل جہنم! سب جمع ہو جاؤ۔ یہ اعلان سن کر سب جمع ہو جائیں گے ان کے ساتھ جہنم کے دراوغے بھی ہوں گے۔ جہنمی آپس میں مجلس کریں گے اور کمزور طاقتور مغرور لوگوں کو کہیں گے کہ ''ہم تو تمہارے پیچھے تھے آج اللہ کے عذاب سے بچاتے کیوں نہیں''؟[۹۰۳]

وہ جواب دیں گے کہ ''ہم سب جہنم میں ہیں اللہ تعالیٰ نے یہی فیصلہ فرمایا ہیں''[۹۰۴] اور کہیں گے اللہ تمہیں خوشی نہ دکھائے تم ہم سے مدد مانگتے ہو! یہ سن کر کمزور متکبر لوگوں سے کہیں گے۔ ''یارب! جنہوں نے ہمیں اس عذاب سے دوچار کیا ہے انہیں دگنا عذاب دے''[۹۰۵] تو مغرور کہیں گے کہ اگر ہمیں اللہ ہدایت سے نوازتا تو ہم تمہیں صحیح راہ ہی دکھاتے۔ کمزور مغرور لوگوں سے کہیں گے بلکہ تم صبح وشام ہمیں دھوکہ ہی دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ شرک کریں آج ہم تم سے اور ان جھوٹے معبودوں سے جن کی پرستش کی تم ہمیں دعوت دیتے تھے' بیزار ہیں۔

اس کے بعد سب جہنمی اپنے شیطان دوستوں سے کہیں گے آج ہم تمہیں گمراہ کریں گے جیسے تم ہمیں گمراہ کرتے تھے پھر شیطان بلند آواز سے پکارے گا۔ اے اہل جہنم! اللہ نے تم سے سچا وعدہ فرمایا تھا لیکن میں نے تم سے جھوٹا وعدہ کیا تھا اور اس کی خلاف ورزی کی' میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا میں نے تمہیں دعوت دی اور وہ تم نے قبول کر لی لہٰذا مجھے ملامت نہ کرو اور خود اپنے آپ کو ملامت کرو آج میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا' میں ان کا انکار کرتا ہوں جنہیں تم اللہ کے خلاف پوجتے تھے اور میری عبادت کرتے تھے پھر ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس دن کمزور' طاقتوروں پر اور طاقتور' کمزوروں پر لعن طعن کریں گے' مجرم اپنے شیطانوں اور شیطان' مجرموں پر لعنت بھیجیں گے پھر مجرم شیطانوں سے کہیں گے' کاش ہمارے اور تمہارے درمیان مشرق ومغرب جتنی دوری ہوتی۔

آج تم ہمارے بدترین دوست ثابت ہوئے اور دنیا میں تم ہمارے بدترین مددگار تھے پھر دوسرے جہنمی ساتھیوں کو دیکھ کر کہیں گے آؤ ہم سب جہنم کے محافظ فرشتوں کے پاس چلتے ہیں اور ان سے شفاعت کی درخواست کرتے ہیں ممکن ہے کہ انہیں ہماری حالت پر رحم آ جائے اور وہ اپنے پروردگار سے ہماری نجات کی سفارش کریں ''کسی دن تو اللہ تعالیٰ ہمارے عذاب میں تخفیف فرمائیں گے'' لیکن انہیں مسلسل عذاب سے سامنا رہے گا اور ستر سال تک محافظ فرشتے انہیں کوئی جواب نہ دیں گے۔ پھر یہ کہیں گے: کیا تمہارے پاس انبیاء روشن دلائل کے ساتھ نہیں آئے تھے؟ سب کہیں گے' آئے تھے۔ فرشتے کہیں گے' ہم سفارش نہیں کر سکتے تم خود دعا کرو جب کہ کفار کی دعا کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب مجرم یہ سمجھ جائیں گے کہ یہ فرشتے ہماری سفارش نہیں کریں گے تو پھر ''مالک'' (جہنم کے بڑے فرشتے) سے فریاد کریں گے' اے مالک! تو ہی ہمارے لئے اپنے رب سے دعا

---

۹۰۳ ابراہیم-۲۱

۹۰۴ غافر-۴۸

۹۰۵ ص-۶۱

کر کہ وہ ہمیں موت ہی دے دے لیکن مالک دنیاوی عمر تک کوئی جواب نہ دے گا پھر انہیں یہ جواب دے گا کہ تم جہنم ہی میں صدیوں پڑے رہو گے اور یہاں تمہیں موت نہیں آئے گی۔

جب یہ مجرم "مالک" سے بھی ناامید ہو جائیں گے تو خود ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں جہنم سے نکال کر نجات عطا فرما اگر ہم دوبارہ گناہ کریں تو پھر ہم گناہ گار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ستر سال تک انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے اور ان سے کوئی حوصلہ افزاء بات نہیں کریں گے پھر انہیں کتوں کی طرح دھتکار کر یہ جواب دیں گے کہ دفع دور ہو جاؤ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں ہی رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ جب مجرم یہ دیکھیں گے کہ ان کا رب انہیں قابل رحم نہ سمجھ کر کوئی بھلائی عطا کرنے والے نہیں تو آپس میں کہیں گے کہ اب ہم اللہ کے عذاب پر بے صبری کا اظہار کریں یا بے صبری نہ کریں کچھ فائدہ نہیں نہ عذاب سے چھٹکارا ہے نہ ہی کوئی سچا مخلص دوست ہے' کاش ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے اور ہم مومن بن کر زندگی بسر کریں۔ پھر فرشتے انہیں ان کی منزلوں کی طرف ہانک لے جائیں گے اس وقت ان کے قدم لڑکھڑانے لگیں گے' دلائل باطل ہو جائیں گے وہ عذاب سامنے ہوگا جس کا اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے' اللہ کی رحمت سے ناامید ہوں گے' سخت پریشانی کا عالم ہوگا' دائمی ذلت و رسوائی مقدر ہوگی' دست افسوس ملیں گے' دنیا میں اپنی نافرمانیوں پر حسرت کریں گے۔

مریدوں کے گناہ بھی کندھوں پر ہوں گے جب کہ مریدوں کے عذاب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی جن کے گناہ زمین کے ذرات اور سمندر کے قطرات سے بڑھ کر ہوں گے اور ان پر ایسے فرشتے نگہبان ہوں گے جن کے حکم میں نفاذ ہے' جو سخت کلام قوی ہیکل ہیں' ان کے چہرے بجلی کی طرح روشن ہوں گے' آنکھیں انگاروں کی طرح ہوں گی' ان کے رنگ آگ کے شعلوں کی طرح ہوں گے' دانت ہونٹوں سے باہر نکلے ہوں گے' ان کے ناخن بیل کے سینگوں کی طرح ہوں گے' ان کے ہاتھوں میں دھکتے ہوئے لمبے لمبے کوڑے ہوں گے جنہیں پہاڑوں پر برسایا جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں' اس لئے ان کی آنکھوں میں خون کے آنسو اترے ہوں گے۔ فرشتے ان مجرموں کی آہ وفریاد کا کوئی جواب نہیں دیتے' ان کے واویلا کرنے پر قابل رحم نہیں بنتے' اگر مجرم ٹھنڈا پانی طلب کریں گے تو انہیں تانبے کی طرح کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا۔ نبی کا ارشاد ہے کہ اہل جہنم پر روزانہ ایک عظیم بادل سایہ فگن ہوگا جس سے ایسی بجلیاں چمکیں گی جو نگاہوں کو اچک لیں گی' ایسی کڑک کی آواز پیدا ہوگی جو ان کی کمریں توڑ دے گی' ایسی سخت تاریکی ہو جائے گی کہ ہاتھ نظر نہ آئے گا نہ ہی نگہبان فرشتے دکھائی دیں گے۔ اس بادل سے گرج دار آواز آئے گی' اے آگ والو! کیا پانی چاہتے ہو؟ سب کہیں گے اے بادل! ہم پر ٹھنڈا پانی برسا جب کہ ان پر ایسے پتھر برسیں گے جو کھوپڑیوں کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔

پھر ان پر گرم پانی' انگارے' کوڑے اور لوہے کے آنکڑے برسیں گے پھر تیسری مرتبہ سانپ' بچھو' کیڑے مکوڑے اور زخموں کا دھوون برسے گا۔ جب جہنم میں بارش ہوتی ہے تو اس کے سمندر میں جوش آ جاتا ہے بھنور والی موجیں اٹھتی ہیں' جہنم کا ہر میدان و پہاڑ اس سمندر میں غرق ہو جاتا ہے تمام جہنمی اس میں ڈبکیاں لگاتے ہیں لیکن مرتے نہیں۔ جہنم میں نافرمانوں پر جہنم کا

جوش وخروش' درجہ حرارت' ہیبت ناک آواز' شعلے' دھواں' تاریکی' گرم تھپیڑے' گرم پانی' بھڑکتی ہوئی آگ' ان پر اور زیادہ سخت ہو جائے گی تاکہ ان سے اپنے رب کا انتقام لے۔

اے اللہ! ہمیں جہنم سے' جہنم میں لے جانے والے کاموں سے اور جہنمیوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے محفوظ فرما۔ (آمین)

اے ہمارے اور جہنم کے پروردگار! ہمیں جہنم کے حوضوں سے محفوظ فرمانا' ہماری گردنوں میں اس کے طوق نہ ڈالنا' اس کے کپڑے نہ پہنانا' اس کے تھوہڑ کے درخت نہ کھلانا' اس کا گرم پانی نہ پلانا' اس کے داروغے ہم پر مسلط نہ فرمانا' اس کی آگ ہماری خوراک نہ بنانا' اپنی مہربانی سے اس کے پل صراط سے عبور کرانا' اس کے انگاروں اور شعلوں سے محفوظ فرمانا' اپنی خاص مہربانی سے اس کے دھویں' اس کی سختی اور اس کے عذاب سے محفوظ فرمانا۔ (آمین)

حدیث نبویؐ ہے: اگر جہنم کے دروازوں میں سے ایک معمولی دروازہ مغرب میں کھول دیا جائے تو اس سے مشرق کے پہاڑ تانبے کی طرح پگھل جائیں' اگر جہنم کی کوئی چنگاڑی مغرب میں جا گرے تو اس سے مشرق میں کھڑے شخص کا بھی دماغ کھولنے لگے اور پگھل کر جسم پر بہنے لگے۔ جن لوگوں کو جہنم کا سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا انہیں آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جن سے ان کا دماغ ہنڈیا کی طرح جوش کھائے گا اور ان کے کانوں اور نتھنوں سے آگ نکلے گی۔ دوسرے ہلکے درجے کے عذاب میں ایسے لوگ ہوں گے جنہیں جہنم کی ایک چٹان پر پھینک دیا جائے گا جو انہیں اس طرح بھونے گی جس طرح گرم کڑاہی میں دانا بھنتا ہے اگر اچھل کر اس چٹان سے باہر نکلیں تو دوسری پر جا گریں گے لہٰذا تمام جہنمی اپنے اپنے اعمال فاسدہ کے بقدر عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ان کے برے اعمال اور برے ٹھکانے سے اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ (آمین)

نبیؐ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت نہیں کرتے انہیں یہ عذاب ہوگا کہ ان کی شرمگاہوں میں زنجیریں باندھ کر دنیا کی مدت کے بقدر جہنم میں لٹکایا جائے گا یہاں تک کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے صرف روحیں باقی رہ جائیں گی۔ پھر انہیں اتار کر از سر نو جسم اور کھالیں دی جائیں گی اور عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ ستر ہزار فرشتے ہر ایک کو دنیا کی مدت کے بقدر کوڑے ماریں گے حتیٰ کہ ان کے جسم گل جائیں گے اور روحیں باقی رہ جائیں گی۔ یہ ہے بدکاروں کا عذاب! چور کا عذاب یہ ہوگا کہ اس کا ہر عضو کاٹ کر نیا دیا جاتا رہے گا نیز ہر چور کی طرف ستر ہزار فرشتے تیز دھاری آلات لے کر حال پوچھیں گے۔ جھوٹی گواہی دینے والوں کی زبانیں باندھ کر انہیں لٹکایا جائے گا پھر ستر ہزار فرشتے ہر ایک پر کوڑے برسائیں گے یہاں تک کہ جسم پگھل جائیں گے اور روحیں باقی رہ جائیں گی۔ مشرکوں کا عذاب یہ ہوگا کہ انہیں جہنم کے غاروں میں پھینک کر دہانے بند کر دیئے جائیں گے' ان غاروں میں سانپ' بچھو' شعلے اور سخت دھواں ہوگا' ہر جہنمی کا ہر لمحے ستر ہزار مرتبہ جسم تبدیل کیا جاتا رہے گا۔

متکبر اور مغرور لوگوں پر یہ عذاب ہوگا کہ انہیں آگ کے بکسوں میں ڈال کر تالے لگا دیئے جائیں گے' ہر مجرم کو ہر لمحے ۹۹ طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کیا جائے گا اور روزانہ ایک ہزار مرتبہ کھال بدلی جائے گی۔ مال غنیمت کے چور کو مسروقہ مال کے ساتھ حاضر کیا جائے گا' تمام چیزیں جہنم کے سمندر میں پھینک کر اسے کہا جائے گا کہ اس میں غوطہ زن ہو کر ان چیزوں کو نکال

کرلاؤ جب کہ اس سمندر کی تہہ کا علم اللہ ہی جانتے ہیں۔ جب تک اللہ کی مشیت ہوگی وہ غوطہ زن رہیں گے پھر جب سانس لینے کے لئے سر باہر نکالیں گے تو فوراً ستر ہزار فرشتے ان کی طرف لوہے کے گرز لے کر لپکیں گے اور ان کے سروں پر تابڑ توڑ ماریں گے یہ عذاب ان پر ہمیشہ مسلط رہے گا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کے لئے یہ حکم صادر فرمایا کہ وہ جہنم میں احقاب (صدیوں) تک رہیں گے مجھے ان احقاب کی تعداد کا علم نہیں البتہ ایک حقب (صدی) اسی (۸۰) ہزار سال کا' ایک سال (۳۶۰) تین سو ساٹھ دنوں کا اور ایک دن تمہارے ہزار سال کا ہوگا۔ پتہ چلا کہ اہل جہنم کے لئے سخت تباہی و بربادی ہے۔ ان کے چہروں کی بربادی یہ ہے کہ جو سورج کی شدت و حرارت کو برداشت نہیں کر سکتے انہیں آگ میں جلنا پڑے گا۔ ان کے سروں کی تباہی یہ ہے کہ جو سر کا درد برداشت نہیں کر سکتے تھے ان پر جہنم میں گرم کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا' جو آنکھیں آشوب چشم برداشت نہیں کر سکتی تھیں ان کی ہلاکت یہ ہوگی کہ جہنم میں ان آنکھوں سے آگ کے شعلے خارج ہوں گے۔

افسوس ان کانوں پر جو لغو باتیں سن کر لطف اندوز ہوتے تھے مگر جہنم میں ان سے شعلے خارج ہوں گے۔ ہائے افسوس ان نتھنوں پر جو بدبودار لاش کی بدبو سے متنفر تھے لیکن ان سے آگ خارج ہوگی۔ ہلاکت ان گردنوں کی جو تھوڑا سا بوجھ بھی برداشت نہیں کر سکتی تھیں لیکن ان میں بھاری بھاری طوق ڈال دیئے جائیں گے۔ ان کھالوں پر کیا گذرے گی جن کے لئے کھردرا لباس بھی تکلیف دہ تھا لیکن اب آگ کے گرم کپڑے پہنائے جائیں گے' جن کے چھوتے ہی جسم چھلنی ہو جائیں گے۔ ان سے گندی بدبو آئے گی اور شعلے خارج ہوں گے۔ ان پیٹوں کا کیا بنے گا جنہیں ذرا سا بھی درد گوارا نہ تھا مگر اب تھوہڑ کے کھولتے ہوئے پانی سے انہیں بھرا جائے گا جو آنتیں کاٹ پھینکے گا۔ ان پاؤں پر افسوس جو ننگے چلنے کے عادی نہ تھے اب انہیں آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے لہٰذا اہل جہنم کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت اور عذاب ہی عذاب ہے جس میں وہ مبتلا رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عظیم علم اور عمومی فضل سے ہمیں اہل جہنم سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

پل صراط: ۞ ۞ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ فرمایا کرتے تھے: جہنم کے سات پل ہیں ہر دو کے درمیان ستر سال کی مسافت ہے اور اس کی چوڑائی تلوار کی دھار کے برابر ہے۔ لوگوں کی پہلی جماعت پلک جھپکتے ہی اس سے گذر جائے گی' دوسری جماعت گرنے والی بجلی کی طرح' تیسری جماعت آندھی طوفان کی طرح' چوتھی جماعت پرندوں کی طرح' پانچویں جماعت گھوڑوں کی طرح' چھٹی جماعت تیز دوڑنے والے آدمی کی طرح اور ساتویں جماعت چلنے والوں کی طرح گذرے گی' سب سے آخری شخص جو پل صراط سے گذرے گا اسے کہا جائے گا' چل گذر! وہ اپنے دونوں پاؤں رکھے گا کہ اس کا پاؤں پھسل جائے گا پھر وہ گھٹنوں کے بل چلنے لگے گا' اس کے بالوں اور کھال پر آگ اثر انداز ہوگی پھر وہ پیٹ کے بل رینگتا رہے گا۔ پھر دوسرا پاؤں بھی سہارا چھوڑ دے گا تو ایک ہاتھ پکڑ کر چلے گا دوسرا ہوا میں معلق ہوگا۔ آگ مسلسل اس پر اثر انداز ہوتی رہے گی اور وہ سمجھے گا کہ میں عذاب سے بچنے والا نہیں مگر پیٹ کے بل سرکتے سرکتے بالآخر پل عبور کرے گا۔ پل عبور کرنے کے بعد

اسے دیکھے گا اور کہے گا بابرکت ہے وہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات دی' میرے اللہ نے اگلوں یا پچھلوں میں سے کسی کو ایسی نعمت عطا نہ کی ہوگی جو مجھے عطا کی ہے۔

فرمایا' پھر ایک فرشتہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت کے دروازے کے سامنے حوض پر لے جائے گا اور کہے گا اس حوض میں غسل کرو اور اس کا پانی بھی پی لو۔ وہ اس میں غسل کر کے اس کا پانی پیئے گا تو اسے اہل جنت کی خوشبو اور رنگ دکھائی دیں گے۔ فرشتہ اسے لے جا کر جہنم کے دروازے پر کھڑا کر دے گا اور کہے گا اس وقت تک کھڑے رہو جب تک کہ پروردگار اجازت نہ فرمائیں۔ فرمایا: پھر وہ اہل جہنم کو دیکھے گا اور ان سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنے گا اور روتے ہوئے عرض کرے گا' یا رب! میرا چہرہ ان سے دوسری طرف پھیر دے میں تجھ سے اس کے سوا کوئی اور مطالبہ نہیں کروں گا۔ فرمایا: وہی فرشتہ اللہ کے پاس سے ہو کر اس کے پاس آئے گا اور اس کا چہرہ جہنم سے جنت کی طرف کر دے گا یہاں سے اس کے اور جنت کے دروازے کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ ہوگا وہ جنت کے دروازے' اس کی چوڑائی کی طرف دیکھے گا' جنت کے دروازے کے دونوں چوکھٹوں کے درمیان تیز رفتار پرندے کی چالیس سالہ مسافت کے بقدر فاصلہ ہے۔ اب وہ شخص اپنے رب سے سوال کرے گا' یا رب! آپ نے مجھ پر احسان فرما کر مجھے جہنم سے نجات دی' میرا چہرہ جہنم سے جنت کی طرف موڑ دیا اب میرے اور جنت کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ باقی ہے' اے میرے پروردگار آپ کو آپ کی عزت کی قسم! مجھے جنت میں داخل فرما دیں اس کے علاوہ آپ سے کچھ نہیں مانگوں گا بس جنت کا دروازہ میرے اور اہل جہنم کے درمیان حائل فرما دیں تا کہ میں اہل جہنم کو دیکھ سکوں نہ ان کی آہٹ سن سکوں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی فرشتہ آ کر کہے گا' اے ابن آدم: تو کتنا جھوٹا ہے کیا تو نے نہیں کہا تھا کہ میں مزید سوال نہیں کروں گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس مرتبہ وہ قسم کھا کر کہے گا کہ مجھے میرے رب کی عزت کی قسم اب میں مزید سوال نہیں کروں گا' بالآخر فرشتہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت کے دروازے تک پہنچا کر رب العالمین کے پاس چلا جائے گا۔ اب یہ شخص جنت میں اپنے دائیں بائیں دیکھے گا اور اپنے سامنے جنت تک ایک سال کی مسافت پائے گا اور ماسوائے پھل دار درختوں کے جو ایک قدم کے فاصلے پر ہوں گے' کسی شخص کو نہیں دیکھے گا۔ اس درخت کو غور سے دیکھے گا تو اس کی جڑ سونے کی شاخیں چاندی کی اور پتے حسین لباس کی طرح نظر آئیں گے' اس کے پھل مکھن سے زیادہ نرم' شہد سے زیادہ میٹھے' مشک سے زیادہ بھلی خوشبو والے پائے گا۔ اس جمیل و حسین درخت کو دیکھ کر یہ شخص دنگ رہ جائے گا اور عرض کرے گا:

یا رب العالمین! تو نے مجھے جہنم سے نجات دی اور جنت کے دروازے میں داخل فرمایا' یا اللہ! تو نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے مجھ میں اور اس درخت میں ایک ہی قدم کا فاصلہ ہے تو مجھے اس کے قریب کر دے میں تجھ سے مزید کوئی سوال نہیں کروں گا پھر وہی فرشتہ آ کر کہے گا: اے ابن آدم! تو کتنا جھوٹا ہے کیا پہلے تو مزید سوال نہ کرنے کا اقرار نہیں کر چکا؟ تیری قسم کہاں گئی' تجھے شرم و حیا نہیں؟ پھر فرشتہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کی قریبی منزل کی طرف لے جائے گا اسے اپنے سامنے ایک سال

کی مسافت پر ایک موتی محل دیکھے گا' اسے محسوس ہوگا کہ یہ عالیشان محل اس کی منزل کے قریب ہی ہے اور سابقہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ خواب تھا۔ اس محل کو دیکھ کر بے چین ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ سے کہے گا' یا اللہ! مجھے یہ محل عطا فرما بس اور کچھ نہیں چاہیے۔ فرشتہ اس کے پاس آئے گا اور کہے گا تو کس قدر جھوٹا ہے تو نے قسم کھا کر توڑ دی' جا وہ تیرے لئے ہے۔ جب وہ شخص اس محل میں آئے گا تو اسے پچھلی منزل ایک خواب معلوم ہوگی۔ وہ عرض کرے گا' یا رب! مجھے یہ منزل عطا فرما پھر وہی فرشتہ اس کے پاس آ کر مخاطب ہوگا' اے ابن آدم! تجھے کیا ہو گیا ہے' تو اپنا عہد کیوں توڑتا ہے' کیا تو نے مزید سوال نہ کرنے کا عہد نہیں کیا تھا؟ اس مرتبہ فرشتہ اس پر ملامت اس لئے نہیں کرتا کہ وہ شخص ایسے کرشمے دیکھتا ہے کہ جنہیں دیکھ کر خوشی سے جان نکل جائے۔ فرشتہ کہتا ہے جا وہ تیرے لئے ہے۔ پھر وہ اس منزل سے اگلی منزل کی طرف دیکھتا ہے تو موجودہ منزل بھی محض خواب معلوم ہوتا ہے اسے دیکھ کر وہ دم بخود ہو جائے گا اور گفتگو کی ہمت نہ پڑے گی تو فرشتہ خود پوچھے گا اب سوال کیوں نہیں کرتا؟ کہے گا حضرت! میں نے اپنے رب کے بے شمار وعدے توڑے اب مجھے مزید وعدہ خلافی کرتے ہوئے ڈر اور مزید سوال کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے...... اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اگر میں ابتدائے آفرینش سے تا قیامت کی ساری دنیا اور مزید دس گنا تجھے عطا کر دوں تو کیا تو راضی ہے؟ یہ سن کر وہ شخص کہے گا' یا رب العالمین کیا آپ مجھ سے دل لگی تو نہیں کر رہے حالانکہ دل لگی رب العالمین کی شان کے لائق نہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بلکہ میں تو یہ اور ان سب پر قادر ہوں لہٰذا جو مانگنا ہے مانگ! وہ شخص کہے گا یا اللہ! مجھے اہل جنت کے پاس پہنچا دے پھر وہی فرشتہ نمودار ہوگا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں لے جائے گا حتیٰ کہ اسے ایسے ایسے حسین مناظر دکھائی دیں گے جو پہلے کبھی نہ دیکھے ہوں گے اور وہ شخص سجدہ ریز ہو کر عرض کرے گا کہ عزت وجلال والے رب نے میرے لئے تجلی فرمائی ہے پھر فرشتہ کہے گا اپنا سر اٹھا یہی تیری منزل ہے حالانکہ یہ سب سے نچلی منزل ہوگی' وہ شخص کہے گا اگر اللہ میری نظر کی حفاظت نہ فرماتا تو اس محل کے نور سے میری آنکھیں تباہ ہو جاتیں۔ اس محل میں ایک شخص اس کے پاس آئے گا جس کے کپڑے اور چہرہ دیکھ کر یہ ہکا بکا رہ جائے گا' سوچے گا کہ یہ فرشتہ ہے' وہ شخص پاس آ کر کہے گا کہ تم پر سلامتیاں' مہربانیاں اور برکتیں ہوں اس محل میں آنے کا تمہارا وقت آ گیا' یہ اسے سلام کا جواب دے گا اور پوچھے گا اے اللہ کے بندے! تو کون ہے؟ تو وہ کہے گا کہ میں اس محل کا محافظ ہوں' مجھ جیسے ایک ہزار محافظ آپ کے ایک ہزار محلات میں تعینات ہیں' ہر محل میں ہزار خادم اور ایک حور آپ کے لئے مخصوص ہے۔

پھر وہ اپنے محل میں داخل ہوگا تو ایک سفید موتیہ گنبد دکھائی دے گا جس میں ستر گھر ہوں گے ہر گھر کے ستر دروازے اور ہر دروازے کے سامنے ایک ایک موتی کا خیمہ ہوگا یہ ان گنبدوں کے دروازے کھول کر ان میں داخل ہوگا جنہیں اس سے پہلے کسی نے نہ کھولا ہوگا۔ ان گنبدوں کے عین وسط میں ایک سرخ موتی نما گنبد ہوگا جو ستر گز لمبا ستر ہی دروازوں والا ہوگا اور ہر دروازہ ایک سرخ موتی نما گنبد تک پہنچائے گا جس کا طول ستر گز ہوگا اس کے مزید ستر دروازے ہوں گے اور کوئی موتی آپس میں ہم رنگ نہیں ہوگا۔ ہر موتی نما خیمے میں اس کی بیویاں' جلوہ گاہیں اور تخت مزین ہوں گے۔ جب کسی خیمے میں داخل ہوگا تو

اس میں اپنی حورعین دیکھے گا جو اسے سلام بھیجے گی یہ جواب دے گا اور ساکت کھڑا رہے گا۔ حور کہے گی آپ کے لئے ہم سے ملاقات کا وقت آ گیا ہے اور میں آپ کی بیوی ہوں۔ یہ اس کے چہرے پر نگاہ ڈالے گا تو حسن و جمال اور آب و تاب کی وجہ سے اپنا چہرہ اس کے چہرے میں دیکھے گا۔ حور پر ستر لباس ہوں گے اور ہر لباس میں ستر رنگ ہوں گے جو ہر ایک دوسرے سے نمایاں ہوگا جب کہ اس کی پنڈلیوں کا گودا ان ستر لباسوں میں سے بھی صاف دکھائی دے گا۔ جب بھی اس کا نظارہ کرے گا پہلے سے ستر گنا حسن و جمال میں اضافہ ہوگا اور وہ اس کے لئے گویا آئینہ ہے اور یہ اس کے لئے آئینہ ہوگا۔

جنت کے ہر محل میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) دروازے ہیں ہر دروازے کے سامنے موتی' یاقوت اور مروارید کے (۳۶۰) گنبد نما خیمے ہیں اور ہر خیمے کا رنگ جدا ہے۔ اس محل کی چھت پر چڑھے گا تو تا حد نگاہ اپنی منزل ہی دکھائی دے گی' اگر اپنے سارے علاقے کی سیر کرنا چاہے تو سال بھر اس میں چلتا ہی رہے۔ محل کے ہر دروازے سے فرشتے اسے سلام عرض کریں گے' رب العالمین کی طرف سے ہر فرشتہ نت نیا تحفہ پیش کرے گا' ہر روز یہ سلسلہ بھی جاری رہے گا اس کی تصدیق قرآن مجید میں مذکور ہے فرمایا: ان پر ہر دروازے سے فرشتے نازل ہوں گے (اور کہیں گے) تم پر تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے سلامتی نازل ہو آخرت کا گھر کس قدر بہترین ہوگا۔[۹۰۶] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان کے لئے اس میں صبح و شام رزق ہے۔[۹۰۷] نبیؐ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو تمام اہل جنت مسکین کہیں گے کیونکہ ان کی منزلیں اس کی منزل سے کئی گنا افضل ہوں گی جب اسے کھانے کی طلب ہوگی تو اس کے اسی (۸۰) ہزار خدام اس کے سامنے دستر خوان بچھائیں گے جو سرخ یاقوت کا ہوگا' وسط میں زرد یاقوت اور حاشیہ موتیوں' یاقوت اور زمرد کا ہوگا' پائے مروارید کے ہوں گے اور اس کا پھیلاؤ بیس میل تک ہے۔ اس دستر خوان پر ستر قسمی کھانا چنا جائے گا' اسی خدام حاضر خدمت ہوں گے ہر ایک کے پاس کھانے کی پلیٹ اور مشروب کا گلاس ہوگا۔ ہر کھانا جدا اور ہر مشروب منفرد ہوگا۔ پہلی پلیٹ کا ذائقہ دوسری سے جدا ہوگا جب کہ بعض کھانے ملتے جلتے ہوں گے۔ یہ جنتی ہر کھانے سے حسب خواہش تناول کرے گا اور خادم کو بھی طعام و مشروب سے اس کے حصے سے نوازے گا۔

نبیؐ فرماتے تھے کہ ہر جنتی کو بہتر (۷۲) جنتی بیویاں اور دو دنیاوی بیویاں عطا ہوں گی۔ ہر بیوی کا سبز یاقوت کا محل ہوگا جس میں سرخ یاقوت جڑے ہوں گے' اس میں ستر ہزار دروازے ہوں گے' ہر دروازے کے بالمقابل ایک موتی نما خیمہ ہوگا' ہر بیوی کے ستر لباس ہوں گے' ہر لباس کا رنگ جدا ہوگا' ہر بیوی کے لئے ایک ہزار کنیزیں ہمہ وقت حاضر خدمت ہوں گی جب کہ ستر ہزار سہیلیاں ہوں گی' کوئی کنیز اپنے فرائض سے غافل اور کاہل نہیں ہوگی۔ جب اس کے لئے کھان چنا جائے گا تو ستر ہزار کنیزیں حاضر خدمت ہوں گی۔

ہر ایک کے ہاتھ میں کھانے کی پلیٹ اور مشروب کا گلاس ہوگا۔ ہر طعام و مشروب دوسرے سے ممتاز ہوگا۔ آپؐ فرماتے

---

۹۰۶ الرعد-۲۳'۲۴

۹۰۷ مریم-۶۲

تھے کہ ہر جنتی اپنے بھائی کو دیکھنے کا مشتاق ہوگا جس سے وہ دنیا میں صرف اللہ کے لئے محبت کرتا تھا۔ وہ کہے گا کہ کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ میرا بھائی آج کس حال میں ہے اسے خدشہ ہوگا کہ کہیں وہ تباہ نہ ہو گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی دلی کیفیت کو بھانپ لیں گے اور فرشتوں کو حکم دیں گے کہ میرے اس بندے کو اس کے بھائی کے پاس پہنچا دو۔ فرشتے اس کے پاس بہترین اونٹ لائیں گے جس پر نورانی ریشمی گدیوں کا پالان ہوگا' فرشتے سلام کہیں گے یہ سلام کا جواب دے گا پھر فرشتے عرض کریں گے کہ اس اونٹ پر سوار ہو کر اپنے بھائی سے ملاقات کے لئے چلئے چنانچہ وہ سوار ہوگا اور جنت میں ایک ہزار سال کی مسافت طے کرے گا جو تین چار میل یا اس سے بھی کم میں طے ہو جائے گی۔ راستے کی مشقت وکلفت کے بغیر یہ اپنے بھائی کے پاس پہنچ کر اسے سلام کرے گا' وہ اس کے سلام کا جواب دے گا اور اسے خوش آمدید کہے گا۔ یہ کہے گا: بھائی جان آپ کہاں تھے؟ مجھے تو آپ کے معاملے کی بڑی پریشانی تھی۔ پھر دونوں گلے مل کر اللہ کا شکر کریں گے اور کہیں گے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے ہم دونوں کی ملاقات کرادی اور ایسی خوبصورت آواز میں اللہ کی حمد وثنا بیان کریں گے جو آج تک کسی انسان نے نہیں سنی ہوگی۔ اللہ فرمائیں گے: اے میرے بندو! یہ عمل کا وقت نہیں تحائف ومطالبات کا وقت ہے جو چاہو مطالبہ کرو پورا کیا جائے گا۔

دونوں عرض کریں گے یارب! ہمیں جنت کے اسی درجے میں جمع فرما دے تو اللہ تعالیٰ انہیں اسی درجے میں جگہ عطا فرما دے گا۔ وہ ایسے خیمے میں جلوہ نشین ہوں گے جو موتیوں اور یاقوتوں سے گھرا ہوا ہوگا جب کہ ان کی بیویاں الگ محلات میں ہوں گی پھر وہ طعام ومشروب سے مستفید ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک جنتی منہ میں ایک نوالہ ڈالے گا تو اسے خیال پیدا ہوگا کہ فلاں قسم کا کھانا ہونا چاہیے تو اس کے منہ والا نوالہ فوراً اس کی خواہش کے مطابق بدل جائے گا۔

اللہ کے رسولؐ سے پوچھا گیا کہ جنت کی زمین کیسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اس کی زمین نرم وسفید چاندی جیسی' مٹی کستوری کی طرح' ٹیلے زعفران کے' دیواریں مروارید' یاقوت' سونے اور چاندی کی ہیں ایسی شفاف ہیں کہ اندر سے باہر اور باہر سے اندر نظر آئے گا بلکہ جنت کے ہر محل کی یہ کیفیت ہوگی ہر جنتی کا لباس اَن سلا' تہبند اور چادر پر مشتمل' زیورات سے آراستہ ہوگا' سر پر موتیوں کا تاج ہوگا جس میں مروارید' یاقوت اور زمرد جڑے ہوں گے۔ سونے کی دو زلفیں ہوں گی۔ گلے میں سونے کا طوق ہوگا جو موتیوں اور سبز یاقوت سے مرصع ہوگا۔ ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے ایک سونے کا ایک چاندی اور ایک مروارید کا۔ ان کے نیچے موتی اور یاقوت کا حاشیہ ہوگا' وہ زیورات اور ریشمی لباس سے آراستہ ہوں گے اور ایسی مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جن کا استر موٹے ریشم کا اور ابرہ عمدہ سرخ نفیس کپڑے کا ہوگا۔ ان کے تخت سرخ یاقوت کے ہوں گے جن کے پائے موتیوں کے ہوں گے۔ ہر تخت پر ایک ہزار فرش بچھے ہوں گے اور ہر فرش منفرد رنگ ونوع کا ہوگا۔ ہر تخت کے سامنے ستر ہزار قالین بچھے ہوں گے' ہر قالین کے ستر منفرد اور جدا جدا رنگ ہوں گے۔ ہر تخت کے دائیں بائیں ستر ستر ہزار کرسیاں سجائی گئیں ہوں گی ہر ایک دوسری سے ممتاز ہوگی۔

نبیؐ فرماتے تھے کہ ہر جنتی خواہ اعلیٰ درجے کا ہو یا ادنیٰ درجے کا' اپنے والد حضرت آدمؑ کے قد کے مطابق ساٹھ گز لمبا

ہوگا۔ جوان' داڑھی' مونچھ کے بغیر' گہری سرگیں آنکھوں والا ہوگا۔ وہ اور ان کی بیویاں یکساں قدوقامت کے ہوں گے۔ فرمایا: جب یہ تمام انعامات انہیں نواز دیئے جائیں گے تو ایک اعلان کرنے والا جنت میں اعلان کرے گا' اس کی آواز دائیں بائیں' اوپر نیچے' دور' نزدیک تمام جنتی سن رہے ہوں گے: اے جنت والو! کیا تم اپنے محلات میں خوش ہو' سب کہیں گے ہاں اللہ کی قسم ہمارے رب نے ہمیں عزتوں والے گھر عطا کر کے اعزاز بخشا ہے' ہمارا یہاں سے نقل مکانی کا کوئی ارادہ نہیں بلکہ ہم اللہ کی ہمسائیگی سے راضی ہیں۔ یا پروردگار! ہم نے تیرے منادی کا اعلان سن کر صحیح صحیح جواب دیا' یارب العالمین! اب ہماری خواہش ہے کہ تیرے دیدار سے بھی بامشرف ہو جائیں لہٰذا ہمیں یہ سعادت بھی عطا فرما جو ہمارے لئے سب سے بڑا اجر و ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ دارالسلام جس میں دیدار الٰہی سے مشرف کیا جائے گا' کو حکم دیں گے کہ میرے بندوں کی ملاقات کے لئے خوب آراستہ ہو جا۔ ''دارالسلام'' یہ حکم سن کر سر تسلیم خم کر دے گا بلکہ حکم کی مدت پوری ہونے سے بھی پہلے بن سنور کر اپنے اندر آنے والوں کا منتظر بن جائے گا پھر اللہ ایک فرشتے کو حکم دیں گے کہ میرے بندوں کو بلالو۔ وہ فرشتہ اللہ کے پاس سے باہر جائے گا اور بلند و بالا' طویل و حسین آواز میں یہ اعلان کرے گا: اللہ کے محبوب بندوں اپنے پروردگار کے دیدار کے لئے آ جاؤ۔ فرمایا: اس کی آواز دائیں بائیں ہر ایک تک پہنچے گی اور تمام لوگ اپنے اپنے اونٹوں اور خچروں پر سوار ہو کر سفید مشک اور زرد زعفران کے ٹیلوں کے سائے تلے چلتے ہوئے دروازے کے پاس آ کر یہ سلام کریں گے ''ہم پر ہمارے رب کی طرف سے سلامتی نازل'' اور اندر آنے کی اجازت طلب کریں گے۔ انہیں اجازت دی جائے گی' جونہی وہ دروازے سے اندر آنے کی سعی کریں گے عرش کے نیچے سے مثیرہ نامی ہوا چلے گی جو کستوری اور زعفران کے ٹیلوں کو اٹھا کر غبار بنا کر ان دیدار کرنے والوں کے سروں' گریبانوں اور کپڑوں پر ڈال دے گی پھر وہ اندر داخل ہو کر اپنے رب اور اس کے عرش و کرسی کی طرف دیکھیں گے تو ایک نور تاباں نظر آئے گا لیکن ابھی رب کی تجلی نہیں ہوئی ہوگی تو بے ساختہ پکار اٹھیں گے ''اے ہمارے پروردگار! تو ہر عیب سے پاک ہے' تو قدوس ہے' تو فرشتوں اور روحوں کا رب ہے' تو برکت والا اور عالی مرتبت ہے'' ہمیں اپنے دیدار سے بہرہ مند فرما۔

اللہ تعالیٰ نور کے پردوں کو اٹھ جانے کا حکم فرمائیں گے تو وہ یکے بعد دیگرے اٹھتے جائیں گے حتیٰ کہ ستر پردے اٹھ جائیں گے اور ہر پردے میں پہلے سے زیادہ نور ہوگا پھر اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہوں گے جب کہ تمام طالبان دیدار سجدہ ریز ہوں گے جب تک اللہ کی مرضی ہوگی وہ سجدہ ریز رہیں گے اور کہیں گے ''اے اللہ تو پاک ہے تیرے لئے ہی تحمید و تسبیح ہے تو نے ہمیں جہنم سے نجات دی اور جنت میں جگہ دی جو بہترین جگہ ہے ہم تجھ سے بڑے راضی ہیں تو بھی ہم سے راضی ہو جا'' تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں بھی تم سے راضی ہوں لہٰذا یہ عمل کا وقت نہیں بلکہ خوشی و شادمانی کا وقت ہے جو چاہو مجھ سے مطالبہ کرو وہ پورا ہوگا' خواہش کرو تمہاری خواہشات سے بھی زیادہ نوازوں گا۔

آپؐ نے فرمایا: اہل جنت یہ تمنا کریں گے کہ ان کی نعمتیں دائمی ہوں۔ اللہ فرمائیں گے: میں نے تمہاری نعمتوں کو دوام بخشا اور مزید اسی طرح کی بہت سی نعمتوں سے تمہیں نوازنے والا ہوں۔ جنتی اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھائیں گے مگر کثرت نور کی وجہ سے نگاہ بلند نہ کر پائیں گے اس جگہ کو اللہ رب العالمین کے عرش کا مشرقی قبہ کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ مخاطب فرمائیں گے' اے میرے منتخب بندو! اے میرے پڑوسیو! ہمسائیو! دوستو! محبوبو! تمام مخلوق سے چنے ہوئے ولیو! خوش آمدید۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ کے عرش کے بالمقابل نور کے منبر ہوں گے جن کے قریب کرسیاں ہوں گی ان کرسیوں کے نیچے فرش بچھے ہوں گے جن پر گاؤ تکیئے رکھے ہوں گے جن کے نیچے قالین ہوں گے۔ جنتیوں سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اپنے اپنے حسب مراتب بیٹھ جاؤ۔ یہ سن کر اللہ کے رسول آگے بڑھیں گے اور منبروں پر متمکن ہوں گے۔ باقی صلحاء قالینوں پر بیٹھ جائیں گے۔ پھر ان کے سامنے دستر خوان سجایا جائے گا جن پر ستر قسمی کھانے چنے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ خدام کو حکم دیں گے کہ اہل جنت کی میزبانی کرو چنانچہ دستر خوان پر ستر ہزار مروارید اور یاقوت کے پیالے رکھے جائیں گے جن میں ستر قسمی کھانے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے میرے بندو کھانا تناول کرو لوگ حسب مشیت الٰہی اس میں سے کھانا تناول کریں گے۔ فرمایا: لوگ آپس میں کہیں گے کہ ہمارے محلات کا کھانا آج کے اس کھانے کے سامنے مثل خواب ہی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ خادموں کو حکم دیں گے کہ ان کو مشروبات پلاؤ چنانچہ وہ مشروبات پیش کریں گے جنہیں اہل جنت نوش کریں گے اور باہم اظہار خیال کریں گے کہ ہمارے محلات کے مشروبات ان مشروبات کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ پھر خدام سے کہیں گے کہ ان کی دوبارہ پھلوں سے مہمان نوازی کرو چنانچہ خدام پھل پیش کریں گے جنہیں کھانے کے بعد اہل جنت کہیں گے کہ ہمارے محلات کے پھل ان کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ خدام سے کہیں گے کہ تم نے میرے بندوں کو کھلایا پلایا ہے اب انہیں لباس پہناؤ۔ خدام ان کے پاس لباس اور زیورات لے آئیں گے جنہیں پہن کر وہ باہم کہیں گے کہ ہمارے محلات کے لباس اور زیورات ان کے مقابلے میں ادنیٰ ہیں۔ فرمایا: پھر وہ بیٹھے ہوں گے کہ عرش کے نیچے سے مثیرہ نامی ہوا چلنا شروع ہو جائے گی جو مشک و کافور کی خوشبو سمیٹے ہوئے برف سے زیادہ سفید ہوگی اور ان کے کپڑوں' سروں اور گریبانوں کو معطر کر دے گی پھر باقی ماندہ کھانا دستر خوان کے ساتھ اٹھا لیا جائے گا۔ فرمایا: پھر ان سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اپنے مطالبات پیش کرو وہ پورے کئے جائیں گے خواہشات کرو وہ پوری کی جائیں گی تو سب جنتی عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہماری یہ آرزو ہے کہ آپ ہم سے راضی ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے میرے بندو! میں تم سے راضی ہوں۔ یہ سن کر تمام جنتی تکبیر و تسبیح کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے میرے بندو! اپنے سر اٹھاؤ یہ عمل کا وقت نہیں بلکہ نعمت و فرحت کا وقت ہے۔ جنتی اپنے سر اٹھائیں گے اور ان کے چہرے ان کے رب کے نور کی وجہ سے خوب روشن ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے اپنے محلات میں جانے کی اجازت فرما دیں گے۔ جنتی باہر نکلیں گے تو ان کے نوعمر خدام سواریاں لئے حاضر خدمت ہوں گے۔ ہر جنتی اپنی سواری پر سوار ہوگا جب کہ اسی جیسی سواریوں پر ستر ہزار غلام سوار ہو کر جلوس کی شکل میں چلتے

ہوئے اس کے محل تک جائیں گے۔ جنتی اپنے محل میں جا کر اپنی بیوی سے ملاقات کرے گا تو بیوی خوش آمدید کہنے کے بعد عرض کرے گی اے میرے محبوب! آپ جب میرے پاس سے گئے تھے تو ایسے حسین وجمیل اور پرتکلف لباس اور زیورات سے آراستہ نہیں تھے جیسے اب ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی با آواز بلند اعلان کرے گا اے اہل جنت! تم ہمیشہ اسی حال میں نت نئی نعمتوں سے مستفید ہوتے رہو گے اور [فرشتے ان پر ہر دروازے سے داخل ہوں گے (اور کہیں گے) تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے تم پر سلامتیاں نازل ہوں' آخرت کا گھر کتنا پیارا ہے!][908] بلاشبہ تمہارا رب بھی تم پر سلامتیاں بھیجتا ہے۔ ان فرشتوں کے پاس ہر قسم کا کھانا' مشروب' لباس اور زیورات ہوں گے جو جنتیوں کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔

رسول اللہؐ فرمایا کرتے تھے کہ جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں میں ایک امیر مقرر ہے جس کی سیادت وفضیلت کو اہل جنت مانتے ہیں۔ ہر جنت میں سفید کستوری اور زرد زعفران کے ٹیلے ہیں جب اہل جنت کھانے سے فارغ ہو کر ڈکارتے ہیں تو ان کی کستوری کی خوشبو جنتی کستوری کو شرماتی ہے اور مشروبات کے بعد انہیں صرف پسینہ آتا ہے (جس سے وہ ہضم ہو جاتا ہے) جنتی بول و براز' تھوک' ریشہ' بلغم' بیماری اور درد سر وغیرہ سے محفوظ ہوں گے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ جنت کے ہر درجے کے جنتی دو وقت (صبح و شام) ٹیک لگا کر کھانا کھاتے ہیں' دو گھڑیاں باہمی معاملات کرتے ہیں' چار لمحات اپنے خالق کی عظمت بیان کرتے ہیں اور دو ساعتیں ملاقات کرتے ہیں۔ جنت میں دن رات بھی ہیں مگر اس کی رات کی تاریکی ہمارے دن کی روشنی سے ستر گنا زیادہ ہے۔

آپؐ نے فرمایا: ادنیٰ جنتی کے انعامات وعطیات اس قدر ہیں کہ اگر تمام انس وجن اس کے مہمان بن جائیں تو وہ سب کو کرسیاں' فرش' گاؤ تکیئے اور قالین جن پر وہ آرام سے بیٹھ سکیں' دستر خوان' برتن' خدام اور طعام ومشروب بآسانی فراہم کرسکتا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے: جنت کے درختوں کے تنے سونے' چاندی' یاقوت اور زمرد کے ہیں شاخیں بھی تنے جیسی ہیں' پتے انتہائی خوبصورت زیورات کی مانند ہیں اور ان کے پھل مکھن سے نرم اور شہد سے زیادہ میٹھے ہیں۔ ہر درخت کا طول پانچ سو سال مسافت جتنا ہے۔ جڑ کی موٹائی ستر سال کی مسافت کے بقدر ہے۔ جب جنتی اس کی طرف نگاہ اٹھائے گا تو اس کی نگاہ سب سے اونچی شاخوں اور پھلوں تک پہنچ جائے گی۔ ہر درخت ستر ہزار قسم کے پھلوں سے لدا ہوا ہے جب کہ ہر پھل کا ذائقہ منفرد ہے۔ جب جنتی کو کسی پھل کی طلب ہوگی تو وہ پھل دار شاخ اس کے سامنے جھک جائے گی جو پانچ سو سال یا پچاس سال یا اس سے کم مسافت سے جھک کر آ جاتی ہے حتیٰ کہ اگر وہ جنتی چاہے تو اسے اپنے ہاتھ سے توڑ لے۔ اگر توڑنا نہ چاہے تو منہ کھولے گا اور وہ پھل اس کے منہ میں چلا جائے گا اور اس کی جگہ اس پھل سے بھی بہتر اور عمدہ پھل اللہ پیدا کر دیں گے۔ جب جنتی اپنی طلب پوری کرلے گا تو وہ شاخ اٹھ کر اپنی جگہ واپس چلی جاتی ہے۔ جنت میں بعض درخت پھل دار نہیں بلکہ ان میں ایسے شگوفے ہیں جن سے ریشم' ریشمین لباس اور ہر طرح کا عمدہ ریشم نکلتا ہے جب کہ بعض درختوں کے شگوفوں سے مشک اور

---

۹۰۸ الرعد-۲۳'۲۴

کافور پھوٹتی ہے۔ حدیث نبویؐ ہے کہ تمام جنتی ہر جمعہ اپنے رب کا دیدار کریں گے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اگر ایک جنتی تاج آسمان سے نیچے لٹکا دیا جائے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے۔

فرمایا: جنت میں محل ہیں۔ ہر ایک محل میں چار نہریں ہیں' ایک صاف شفاف پانی کی' دوسری خالص دودھ کی' تیسری پاکیزہ شراب کی اور چوتھی خالص شہد کی۔ جب جنتی ان مشروبات کو پی لیتا ہے تو اس سے کستوری کی مہک پھوٹتی ہے اور جنتی اس وقت نہروں کا مشروب پیتے ہیں جب انہیں جنتی چشموں سے ملایا جاتا ہے۔ جنت میں زنجبیل (سونٹھ)' تسنیم اور کافور کے چشمے ہیں جن کا مشروب اللہ کے مقرب بندے ہی پی سکتے ہیں۔ فرمایا: اگر اللہ یہ فیصلہ نہ فرما چکے ہوتے کہ ایک دوسرے کے پیالوں سے پیا کرو تو کوئی جنتی اپنے منہ سے جام نہ ہٹایا کرتا۔ فرمایا: جنتی ایک ہزار سال یا اس سے بھی زیادہ مسافت سے باہم زیارت کر لیا کریں گے۔ زیارت سے واپسی پر ہر جنتی سیدھا اپنے محل آسانی سے پہنچ جائے گا جس طرح دنیا میں ہر شخص بآسانی اپنے گھر پہنچ جاتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: جب جنتی دیدار الٰہی سے واپس ہونا چاہیں گے تو ہر ایک کو ایک سبز انار دیا جائے گا جس میں ستر دانے ہوں گے' ہر دانہ ستر رنگی ہوگا اور دوسرے دانے سے ممتاز ہوگا۔ دوران واپسی جنت کے ایسے بازاروں سے گذریں گے جہاں خرید و فروخت نہیں ہوتی بلکہ وہاں زیورات' لباس' باریک اور موٹا ریشم' خوبصورت منقش موتی' یاقوت اور مرصع تاج لٹکے ہوں گے' وہاں سے جنتی اپنی خواہشات کے مطابق چیزیں سمیٹیں گے مگر ان چیزوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ ان بازاروں میں ایسی حسین و دلکش تصاویر ہوں گی جیسے آدمیوں کی ہوتی ہیں' ان تصویروں کے سینوں پر تحریر ہوگا کہ جو مجھ جیسا حسین ہونا پسند کرے اللہ اسے مجھ جیسا حسین بنا دے گا۔ لہٰذا جو شخص ان جیسا حسین بننا چاہے گا اس کے چہرے کا حسن اسی جیسا ہو جائے گا۔ جب یہ جنتی اپنے محلات میں واپس پہنچیں گے تو راستے میں غلام قطار در قطار استقبال کرتے ہوئے سلامتیاں بھیجیں گے۔ ہر غلام دوسرے کو اس جنتی کی آمد کی بشارت دے گا حتی کہ یہ بشارت اس کی بیوی تک جا پہنچتی ہے اور وہ از راہ فرحت خوش آمدید کہنے کے لئے محل کے دروازے پر آ نکلے گی اور اپنے شوہر سے بغلگیر ہو جائے گی اور وہ جنتی اس سے بغلگیر ہو کر جنت میں داخل ہوگا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اگر اہل جنت کی کوئی عورت (دنیا میں) ظاہر ہو جائے تو ہر کوئی مقرب فرشتہ اور نبی رسول اسے دیکھ کر فتنے میں مبتلا ہو جائے۔[909]

آپؐ فرماتے تھے کہ جنتیوں کا آخری مشروب ''طہور دھاق'' ہوگا جس کے ایک گھونٹ سے سب کچھ ہضم ہو جائے گا

---

۹۰۹ گذشتہ بلا سند موضوع روایات کی طرح اس روایت کے بھی مفہوم سے ہی واضح ہو رہا ہے کہ یہ کوئی موضوع روایت ہے کیونکہ اس سے فرشتوں اور انبیاء کی توہین ظاہر ہوتی ہے کہ وہ پاک دامن معصوم ہستیاں بھی اس فتنہ اور گناہ کبیرہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اللعیاذ باللہ! موصوفؒ نے اس باب میں اکثر موضوع روایات کو درج کر دیا ہے اگرچہ ان روایات میں سے بعض حصے (جملے) صحیح احادیث سے بھی ثابت ہوتے ہیں۔ الغرض خلاصہ یہ ہے کہ اہل جنت کو ہر وہ نعمت ملے گی جن کی وہ تمنی کریں گے اور یہی بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

اس میں کستوری جیسی مہک ہے' اس سے ڈکار بھی کستوری جیسی آئے گی جس سے ان کے پیٹ کی صفائی ہو جائے گی۔ اس مشروب کے بعد انہیں دوبارہ بھوک لگے گی اور یہ سلسلہ ہمیشہ چلتے رہے گا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے سفید یاقوت کے چوپائے بنائے ہیں۔

فرمایا: جنت تین طرح کی ہے (۱) جنت (۲) عدن (۳) اور دارالسلام۔

عام جنت' جنت عدن سے سات کروڑ گنا چھوٹی ہے۔ اس کے محل باہر سے سونے کے اور اندر سے زمرد کے ہیں' اس کے برج سرخ یاقوت کے اور کھڑکیاں موتیوں کی ہیں۔ آپؒ فرماتے تھے کہ جنتی ایک کروٹ میں سات سو سال تک اپنی بیوی سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے پھر اسے دوسرے محل سے اس سے بھی حسین وجمیل حور آواز دے گی' اے محبوب! اب ہماری باری ہے۔ جنتی پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ عرض کرے گی میں ان انعامات میں سے ہوں جن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے ''انسان کو معلوم نہیں کہ اس کے لئے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کیا کیا نعمتیں چھپا رکھیں ہیں'' [۹۱۰] یہ سن کر جنتی اس کے پاس پہنچ جائے گا اور اس کے پاس بھی سات سو سال تک ٹھہرے گا' کھائے پیئے گا اور اس سے لطف اندوز ہوگا۔ [۹۱۱]

آپؒ فرماتے تھے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کی چھاؤں کو ایک سوار سات سو سال کی مسافت میں بھی طے نہیں کر سکتا' اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں' اس کی ہر شاخ میں متعدد شہر آباد ہیں' ہر شہر دس ہزار میل تک پھیلا ہوا ہے' ایک شہر سے دوسرے تک مشرق ومغرب جتنی مسافت ہے' ان کے محلوں سے سلسبیل کے چشمے شہروں کی طرف رواں دواں ہیں۔ اس درخت کا ایک پتہ ایک بہت بڑی جماعت پر سایہ کر سکتا ہے۔

آپؒ فرماتے تھے کہ جب جنتی اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو وہ عرض کرے گی: اس ذات کی قسم جس نے تمہارے سپرد کر کے مجھے عزت بخشی' جنت کی کوئی چیز میرے نزدیک تم سے زیادہ محبوب نہیں۔ جنتی بھی اس کے ساتھ انہی الفاظ میں محبت کا اظہار کرے گا۔

آپؒ فرماتے تھے کہ جنت میں ایسی نعمتیں ہیں جنہیں کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ دنیا والوں کے دلوں میں ان کا تصور بھی نہیں آ سکتا۔ ان نعمتوں کو کسی دیکھنے والے نے دیکھا ہے نہ سننے والے نے سنا ہے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان دو آدمیوں کو جنت عدن میں سرخ یاقوت کی بالائی منزل پر جگہ عطا فرمائے گا جو آپس میں اللہ کے لئے محبت کرتے تھے۔ اس بالا خانے کی موٹائی ستر ہزار سالہ مسافت جتنی ہے' اس میں ستر ہزار گھر ہیں اور ہر گھر میں ایک عالیشان محل ہے۔ یہ بالا خانے سے جنت والوں کو دیکھیں گے اور ان کی پیشانیوں پر یہ نورانی عبارت تحریر ہوگی ''ہم اللہ کے لئے محبت کرنے والے ہیں''۔ جب ان میں سے کوئی جنتی اپنے محل سے اہل جنت کو دیکھے گا تو اس کے چہرے کے نور سے اہل جنت کے محلات منور ہو جائیں گے جس طرح

---

۹۱۰ السجدہ-۱۷

۹۱۱ الاتحاف ۱۰/۵۴۶

سورج کے نور سے اہل زمین کے گھر منور ہو جاتے ہیں۔ جنتی آپس میں کہیں گے یہ دونوں اللہ کے لئے باہم محبت کرنے والے تھے یہ کہتے ہی ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہو جائے گا۔ نبیؐ فرماتے تھے کہ جنتی کا حسن و جمال اپنے خادم کے حسن و جمال پر اس طرح ہے جس طرح بدر کی روشنی دوسرے تاروں کے مقابلے میں ہے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ کھانے سے فراغت پر اہل جنت کی بیویاں حسین و جمیل لذت بھری آواز سے یہ نظم پڑھیں گی۔

ہم زندہ جاوید ہیں ہم پر فنا کا شر نہیں	پر امن ہیں بے خوف ہیں ہم کو کسی کا ڈر نہیں
ہم خوش ہیں ہمارا ناراض یا نا خوش ہونا ممکن نہیں	ہم دائمی ہیں نوجوان' بڑھاپے کا ہم پر بس نہیں
شاہانہ ملبوسات میں ہر دم آراستہ ہیں ہم	ہم خوبصورت نیک خو' بدخوئی کی ہم خوگر نہیں

آپؐ فرماتے تھے کہ جنتی پرندے کے ستر ہزار پر ہوں گے ہر پر دوسرے سے منفرد ہے۔ ہر پرندے کا طول وعرض ایک میل ہے۔ اگر مومن کسی پرندے کے شکار کا ارادہ کرے گا تو فوراً ہی فرشتے اسے برتن میں رکھ کر لے آئیں گے۔ وہ اپنے پر پھڑ پھڑائے گا جس سے ستر رنگ کے پکے ہوئے بھنے ہوئے اور طرح طرح کے کھانے اس برتن میں گریں گے جن کا ذائقہ من سے زیادہ عمدہ' مکھن سے زیادہ لطیف اور چھاچھ سے زیادہ سفید ہوگا۔ جب جنتی خوب سیر ہو جائیں گے تو یہ پرندہ پھڑ پھڑاتا ہوا اڑ جائے گا اور اس کا کوئی پر نہیں جھڑے گا۔ اہل جنت کے پرندے اور سواریاں جنت کے باغوں اور جنتیوں کے محلات کے ارد گرد چراگاہوں میں چریں گے۔

آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو سونے کی انگوٹھیاں عطا فرمائیں گے جنہیں وہ پہنے رکھیں گے پھر انہیں مروارید' یاقوت اور موتی کی انگوٹھیاں اس وقت عطا کی جائیں گی جب وہ دارالسلام میں اللہ کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ جب اہل جنت اپنے رب کی زیارت کریں گے تو اللہ کی مہمانی میں طعام و مشروب اور نعمتوں سے محظوظ ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے داؤدؑ! اپنی سریلی آواز میں میری تعظیم پیش کرو چنانچہ حضرت داؤدؑ اس حکم کی فوراً تعمیل کریں گے اور جب تک اللہ کو منظور ہوگا اس کی عظمت بیان کرتے رہیں گے جب کہ جنت کی ہر چیز ان کی سریلی اور رس بھری آواز سن کر خاموش ہو جائے گی پھر اللہ تعالیٰ اہل جنت کو لباس اور زیورات سے نوازے گا اور وہ اپنے اپنے گھروں (محلات) کی طرف لوٹ آئیں گے۔

آپؐ فرماتے تھے کہ ہر جنتی کے لئے جنت میں ایک درخت ہے جسے ''طوبیٰ'' کہا جاتا ہے جب کوئی جنتی اعلیٰ وعمدہ لباس پہننے کا خواہش مند ہوتا ہے تو اس درخت کے پاس چلا جاتا ہے۔ درخت اپنے شگوفوں کے غلاف کھول دیتا ہے ہر شگوفے میں چھ خانے ہوں گے ہر خانہ ستر مختلف رنگوں کے لباس پر مشتمل ہوگا۔ ہر ایک کا ڈیزائن اور نقش ونگار دوسرے سے ممتاز ہوگا۔ ہر لباس گل لالہ کے پھول کی پتیوں سے بھی زیادہ نرم و نازک اور لطیف ہوگا۔ جنتی جس لباس کو پسند کرے گا وہی پہن لے گا۔

آپؐ فرماتے تھے کہ اہل جنت کی بیویوں کے گلوں میں تحریر ہوگا کہ آپ میرے محبوب ہیں اور میں آپ کی محبوبہ ہوں۔

آپ سے روٹھنے والی، غفلت وکوتاہی کرنے والی نہیں ہوں نہ ہی آپ کے لئے کوئی کینہ وحسد رکھنے والی ہوں۔ جب جنتی اپنی بیوی کے سینے پر نگاہ ڈالے گا تو اسے ہڈیوں اور گوشت کے درمیان اس کا جگر صاف دکھائی دے گا۔ بیوی کا جگر مرد کے لئے اور مرد کا جگر بیوی کے لئے آئینہ ہوگا۔ جگر میں کچھ سیاہی نظر آئے گی جو نقص نہیں بلکہ اسی طرح ہے جس طرح یاقوت میں پرویا ہوا دھاگہ ہوتا ہے۔ یہ حوریں مرجان کی طرح گورے بدن والیں اور یاقوت کی طرح آب وتاب اور چمک دمک والی ہوں گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں][912] آپؐ فرماتے تھے کہ اہل جنت کی سواریاں ایسے اونٹ اور گھوڑے ہیں جن کے پاؤں منتہائے نظر تک جا پڑتے ہیں۔ یہ یاقوت اور موتیوں سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہر ایک کی جسامت ستر میل ہے۔ اونٹوں کی نکیل اور گھوڑوں کی لگامیں مروارید اور زمرد کی بنی ہوئی ہیں۔

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا.

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس دن کی برائی سے بچالے گا اور ان سے خندہ پیشانی اور مسرت سے ملاقات کرے گا۔[913]

اس آیت میں ''ذلک الیوم'' سے مراد ''قیامت کا دن'' برائی سے مراد حساب کی سختی اور جہنم کی ہولناکی ہے۔ جب جہنم کو ۱۹ داروغے کھینچ کر لائیں گے اور ہر داروغے کے ساتھ ستر ہزار معاون ہوں گے جو سنگدل اور قوی ہوں گے ان کے دانت باہر نکلے ہوں گے، آگ کے انگاروں کی طرح آنکھیں ہوں گی، آگ کے شعلوں کی طرح رنگ ہوں گے، ان کے نتھنوں سے انگارے اور دھواں دور دور تک خارج ہوگا۔ یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ جہنم کو تمام محافظ داروغے اور ان کے معاونین مضبوط رسیوں اور لمبی زنجیروں سے جکڑ کر لائیں گے اس حال میں کہ اس کے آگے پیچھے، دائیں بائیں گھیرا ڈالے ہوں گے۔ ہر فرشتے کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا جس سے وہ جہنم کو ہانکیں گے اور جہنم کی پھنکاریں، دھاڑیں، تاریکی، کڑک اور شدت غضب کی وجہ سے شعلے اٹھ رہے ہوں گے۔ فرشتے اسے لاکر جنت اور لوگوں (کے موقف) کے درمیان نصب کر دیں گے پھر یہ نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھے گی اور انہیں کھانے کے لئے حملہ آور ہوگی لیکن محافظ داروغے زنجیروں کے ساتھ اسے کھینچ لیں گے۔ اگر وہ اسے چھوڑ دیں تو یہ ہر مؤمن و کافر کو نگل لے۔

جب اسے یقین ہو جائے گا کہ مجھے روک لیا گیا ہے تو وہ خوفناک آواز سے کڑکے گی کہ گویا غیظ وغضب سے پھٹ جائے پھر دوسری مرتبہ کڑکے گی تو لوگ اس کے دانت پیسنے کی آوازیں سنیں گے جس سے لوگ لرز جائیں گے، دل بیٹھ جائیں گے اور کلیجے منہ کو آئیں گے پھر تیسری مرتبہ کڑکے گی تو ہر شخص گھٹنوں کے بل جھک جائے گا خواہ وہ مقرب فرشتہ ہو یا اولوالعزم پیغمبر، پھر دوبارہ کڑکے گی تو اگر کسی انس وجن کے بہتر (۷۲) نبیوں کے اعمال کے برابر بھی نیک عمل ہوں گے تو وہ بھی یہ خیال کرے گا کہ میں اس میں ضرور جا گروں گا اور اب اس سے نجات مشکل ہے۔ پھر جہنم کڑکے گی تو ہر چیز مبہوت وساکت ہو جائے گی جب

---

912 الرحمٰن-۵۸

913 الدھر-۱۱

کہ جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور خلیل اللہ عرش کو چمٹ کر ہر ایک نفسی نفسی کی پکار لگائے گا یعنی اے اللہ! میری جان بچالے میں کچھ اور نہیں مانگتا پھر اس سے آسمان کے تاروں کی مانند بے شمار انگارے ادھر ادھر اڑیں گے اور ہر انگارے کا حجم مغرب کی طرف سے اٹھنے والے کسی بڑے بادل کے برابر ہوگا اور یہ انگارے موقف میں کھڑے لوگوں کے سروں پر جا گریں گے، یہی وہ برائی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مؤمن بندوں کو بچالیا ہے جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اللہ کے عذاب میں واقع ہونے سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توحید پرست ایمان والوں اور سنت رسول پر عمل کرنے والوں کو اس دن کے شر سے بچا کر انہیں اپنی مہربانی اور نوازشات سے معزز فرمائے گا، ان کا حساب آسان کرے گا اور اپنی رحمت سے انہیں دائمی طور پر جنت میں داخل فرما دے گا جب کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں بت پرستوں کے شر میں اور اضافہ فرما کر ان پر خوف اور عذاب کو بہت زیادہ بڑھا دے گا چنانچہ انہیں دائمی طور پر جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

[وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا][۹۱۴] کا معنی یہ ہے کہ ہر مؤمن بروز قیامت جب اپنی قبر سے باہر آئے گا تو اسے اپنے سامنے ایسا شخص دکھائی دے گا کہ جس کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا ہوگا اور وہ مسکرا رہا ہوگا، اس کے کپڑے سفید اور سر پر تاج ہوگا۔ وہ مؤمن کے قریب ہو کر کہے گا۔ اے اللہ کے ولی! تجھ پر سلامتی ہو، مؤمن جواباً سلامتی بھیج کر اس سے پوچھے گا، اے اللہ کے بندے! تو کون ہے؟ کوئی فرشتہ تو نہیں؟ وہ کہے گا نہیں میں فرشتہ نہیں۔ پوچھے گا کیا نبی تو نہیں؟ وہ کہے گا نہیں، پوچھے گا کیا آپ مقرب حضرات میں سے ہیں؟ کہے گا نہیں، پوچھے گا پھر آپ کون ہیں؟ وہ کہے گا کہ میں آپ کا نیک عمل ہوں اور آپ کے پاس دخول جنت اور نجات جہنم کا پیغام بن کر آیا ہوں۔ پوچھے گا اے اللہ کے بندے! کیا تجھے اس پیغام کی قطعی خبر ہے؟ کہے گا ہاں، پوچھے گا پھر مجھ سے کیا مطالبہ ہے؟ کہے گا: مجھ پر سوار ہو جائیں وہ کہے گا آپ جیسے معزز شخص پر سواری مناسب نہیں، وہ کہے گا سبحان اللہ! میں دنیا میں ایک طویل عرصہ آپ پر سوار رہا۔ اب آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ خدا کے لئے مجھ پر سوار ہو جائیں، یہ اس پر سوار ہو جائے گا تو وہ کہے گا کہ آپ خوف نہ کریں میں جنت تک آپ کا رہنما ہوں یہ سن کر مؤمن اتنا خوش ہوگا کہ اس کے چہرے سے اس کی خوشی ظاہر ہوگی اور اس پر ایک مخصوص رونق افزا ہوگی اسی سرور و نور کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرما دیا کہ [وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا]

اس کے برعکس کافر جب اپنی قبر سے نکلتا ہے تو اپنے سامنے ایک بدصورت نیلی آنکھوں والے خطرناک، کالے سیاہ شخص کو دیکھتا ہے جس کی سیاہی سخت اندھیری رات میں قبر کی سیاہی سے بھی زیادہ ہوگی، اس کا لباس بھی انتہائی سیاہ ہوگا، نچلے دانت زمین تک گھسٹتے ہوں گے، وہ کڑک کی طرح چیختا چلاتا ہوگا۔ اس سے بدبودار لاش سے بھی زیادہ کریہہ بدبو پھوٹتی ہوگی۔ کافر پوچھے گا، اے اللہ کے بندے! تو کون ہے؟ جب کہ اس سے اپنا منہ پھیرنے کی کوشش کرے گا۔ وہ جواب دے گا اے اللہ کے دشمن! میرے نزدیک آ، آج تو میرے لئے ہے اور میں تیرے لئے۔ کافر کہے گا، تو تباہ و برباد ہو کیا تو شیطان ہے؟ وہ کہے گا

---

۹۱۴ الدھر-۱۱

نہیں بلکہ میں تو تیرا برا عمل ہوں۔ یہ کہے گا بد بخت تجھے مجھ سے کیا سروکار؟ وہ کہے گا میں تجھ پر سواری چاہتا ہوں' یہ کہے گا' اللہ کا واسطہ ہے مجھے معاف کر دے۔ کیا تو ساری مخلوق کے سامنے مجھے رسوا کرنا چاہتا ہے؟ وہ جواباً کہے گا اللہ کی قسم! میں نے تجھ پر لازمی سواری کرنا ہے' دنیا میں ایک لمبا زمانہ تو مجھ پر سوار رہا اب میری باری ہے اور اس پر سوار ہو جائے گا۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے [وہ (کافر) اپنی پشتوں پر اپنے بوجھ اٹھائیں گے وہ چیز کتنی بدترین ہے جسے وہ اٹھائیں گے][915] پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بشارت کے بعد اچھا صلہ دے گا ان کے مصائب پر صبر' اوامر ونواہی پر عمل اور تقدیر پر صبر کرنے کی وجہ سے' انہیں جنت اور ریشم بھی عطا کرے گا۔ فرمایا: آج وہ جنت میں مزے اڑائیں گے' ریشمین لباس سے آراستہ جنت کے تختوں پر تکیہ لگائے جلوہ نشین ہوں گے۔ جنت میں گرمی (دھوپ) ہے نہ سردی اس لئے کہ وہاں یہ دونوں موسم نہیں۔ درختوں کے سائے ان کے قریب ہیں اور ان کے پھل ان (جنتیوں) کے حکم کے مطیع ہیں کیونکہ اہل جنت ان درختوں کے پھل کھڑے ہو کر' بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے جیسے چاہیں گے تناول فرمائیں گے۔ ان کی خواہش پر پھل دار شاخ ان کے سامنے جھک جائے گی وہ اس سے پھل تناول کریں گے اور کھڑے ہو جائیں گے۔ اس بات کا اشارہ اس آیت میں ہے۔

["ان کے پھل اہل جنت کے مطیع بنا دیئے گئے ہیں۔"][916] اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا: پھر ان پر چاندی اور شیشے کے آبخوروں کا دور چلے گا جن کے بالائی سرے گول ہوں گے اور انہیں پکڑنے کے لئے کنڈے نہیں ہوں گے یہ چاندی کے ہوں گے جو شیشے کی طرح چمکتی ہوگی کیونکہ دنیاوی شیشہ مٹی سے بنتا ہے جب کہ جنتی شیشہ چاندی سے تیار کردہ ہے۔ انہیں برتنوں میں اس طرح ڈھالا گیا ہے کہ خدام بآسانی پکڑ سکیں اور اتنا مشروب آجائے جو بآسانی پیا جائے۔ لہٰذا ان کا اندازہ برتن کے اندازے' خدام کے پکڑنے اور جنتی کے سیراب ہونے کے اندازے کے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ["اہل جنت کو جنت میں کاس پلائے جائیں گے"][917] یعنی شراب پلائی جائے گی کیونکہ کاس شراب کے پیالے کو کہتے ہیں۔ پھر فرمایا: اس شراب میں زنجبیل](سونٹھ) کی آمیزش ہوگی۔

اس کا ایک مکمل چشمہ ہے جسے سلسبیل کہا جاتا ہے جو جنت عدن سے پھوٹتا ہے اور ہر جنت سے گزرتا ہوا تمام اہل جنت کو سیراب کر کے واپس عدن تک جا پہنچتا ہے۔ پھر فرمایا: ["ان کے پاس ایسے بچے ہیں جو ہمیشہ بچے ہی رہیں گے۔"][918] یہاں بچوں سے مراد ایسے بچے ہیں جو بالغ و جوان ہوں گے نہ کبھی بوڑھے ہوں گے بلکہ ہمیشہ بچے ہی رہیں گے اور ایسے خوبصورت ہوں گے کہ انہیں دیکھ کر بکھرے موتیوں کا تصور پیدا ہوگا۔ پھر فرمایا: ["جب تم جنت دیکھو گے تو وہاں نعمتیں اور بڑا ملک دیکھو

---

۹۱۵ الانعام-۳۱
۹۱۶ الدھر-۱۴
۹۱۷ الدھر-۱۷ ۹۱۸ الدھر-۱۹

گے۔''[919] کیونکہ ہر جنتی کا ایک محل ہوگا جس میں مزید ستر محلات ہوں گے' ہر محل میں ستر گھر ہوں گے اور ہر گھر جوف دار موتی کا ہوگا جو تین میل لمبا اور تین میل چوڑا ہوگا۔ اس میں چار ہزار سونے کے دروازے ہوں گے' اس میں مروارید اور یاقوت کی تاروں کا بنا ہوا ایک تخت ہوگا جس کے دائیں بائیں چار ہزار سونے کی کرسیاں بچھی ہوں گی جن کے پائے سرخ یاقوت کے ہوں گے' اس کے نیچے ستر فرش بچھے ہوں گے' ہر فرش ایک منفرد رنگ ونوع کا حامل ہوگا۔ جنتی اپنے تختوں پر بائیں جانب ٹیک لگا کر بیٹھے ہوں گے ان پر ستر ریشمی لباس ہوں گے۔ جو ان کے جسم کے مطابق ہوں گے' ان کے جسم سے متصل سفید ریشم ہوگا' ان کی پیشانیوں پر زمرد' یاقوت اور رنگا رنگ موتیوں کا حسین تمغہ ہوگا' ہر موتی کا رنگ منفرد ہوگا اور سر پر سونے کا تاج ہوگا جس میں ستر کونے ہوں گے' ہر کونے میں ایک موتی ہوگا جس کی قیمت دنیا کے اموال کے برابر ہوگی۔ ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے' سونے کا' چاندی کا اور موتیوں کا' ہاتھوں پاؤں میں سونے چاندی کی انگوٹھیاں بھی ہوں گی۔ جن میں مختلف رنگ ہوں گے۔ ان کے دس ہزار ایسے غلام ہوں گے جو جوان ہوں گے نہ کبھی بوڑھے ہوں گے۔ ان کے سامنے سرخ یاقوت کا دستر خوان بچھایا جائے گا جس کا طول وعرض ایک ایک میل ہوگا۔ اس دستر خوان پر ستر ہزار سونے چاندی کے برتن ہوں گے اور ہر برتن میں ستر اقسام کا کھانا ہوگا۔ جنتی ایک نوالہ لے گا کہ کسی دوسرے نوالے کا خیال پیدا ہو جائے گا تو فوراً وہ نوالہ دوسرے نوالے میں تبدیل ہو جائے گا کہ جس کا خیال دل میں پیدا ہوا تھا۔ چھوٹے غلاموں کے ہاتھوں میں چاندی کے پیالے ہوں گے جن میں ہر قسم کا طعام' مشروب اور پانی ہوگا۔ ہر جنتی چالیس آدمیوں جتنا ہر قسم کا کھانا تناول کرے گا۔ کھانے کی ایک قسم سے فارغ ہوگا تو جس قسم کا مشروب چاہے گا خدام وہی پیش کر دیں گے پھر اسے ایک ڈکار آئے گی کہ سب کچھ ہضم ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس جنتی پر ایک ہزار بھوک کے دروازے کھول دے گا۔ جب جنتی مشروب سے فارغ ہوگا تو اسے پسینہ آئے گا جس کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ اس پر طعام و مشروب کی طلب کے ہزار دروازے کھول دے گا۔ جنت والوں کے پاس بڑے بڑے بختی اونٹوں جیسے قد آور پرندے آئیں گے اور قطار باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ ہر پرندہ اپنی مخصوص سریلی اور خوش کن آواز میں اپنا تعارف کرائے گا اس کی آواز دنیا کی ہر آواز سے پیاری ہوگی' وہ کہے گا' اے اللہ کے ولی! مجھے تناول فرماؤ میں جنت کے باغوں میں بڑی مدتوں سے چر رہا ہوں اور فلاں فلاں چشموں سے سیراب ہوتا رہا ہوں۔ ہر پرندہ اپنی آواز اس کے کانوں تک پہنچائے گا۔ جنتی اپنی نگاہ اٹھا کر سب سے اونچی اور میٹھی آواز والے پرندے کو دیکھ کر اس کے گوشت کا متمنی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دلی تمنا بھانپ لیں گے فوراً وہ پرندہ دستر خوان پر آ گرے گا اور اس کا گوشت پکا ہوا' بھنا ہوا' برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ جنتی اس میں سے تناول کرے گا حتی کہ جب وہ سیر ہو کر ہاتھ کھینچ لے گا تو پرندہ اپنی سابقہ حالت پر آ جائے گا اور جس دروازے سے آیا تھا اسی سے پھر سے اڑ جائے گا۔ جنتی اپنی مسہری پر آرام فرما ہوگا جب کہ اس کی بیوی اس کے سامنے ہوگی اور جنتی کو اپنے چہرے کا عکس اس کے چہرے میں نظر آئے گا۔ جنتی کے دل میں مجامعت کی خواہش پیدا ہوگی تو اس کی طرف نظر اٹھا

---

919 الدھر-۲۰

کر دیکھے گا لیکن حیا کے باعث اسے اس مقصد کے لئے قریب بلانے سے شرما جائے گا۔ بیوی اس کے مقصد کو بھانپ جائے گی اور خود اس کے قریب آ کر عرض کرے گی کہ میں آپ پر قربان جاؤں' ذرا مجھے تو دیکھئے' آج آپ میرے لئے ہیں اور میں آپ کے لئے ہوں۔ جنتی اس سے جماع کرے گا اور بوقت جماع اس میں سو مردوں کی طاقت اور چالیس مردوں کی خواہش جماع ہوگی۔ ہر مرتبہ جماع کے وقت اس کی بیوی باکرہ ہوگی جس سے اس کے دل میں اس کی محبت مزید بڑھ جائے گی۔ وہ مسلسل چالیس دن تک اس سے مجامعت میں مشغول رہے گا۔ جماع سے فراغت پر بیوی کے جسم سے کستوری کی خوشبو پیدا ہوگی جس سے جنتی کے دل میں اس کی محبت مزید بڑھ جائے گی۔ اس جنتی کے لئے ایسی ہی چار ہزار آٹھ سو بیویاں ہوں گی اور ہر بیوی کے ستر خدمت گار اور کنیزیں ہوں گی۔

حضرت علیؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی جنتی کنیز دنیا میں لائی جائے تو اس کے حصول میں ایسی جنگ چھڑے کہ ساری دنیا فنا ہو جائے اور اگر کوئی حور اپنی زلفیں دنیا کی طرف لٹکا دے تو اس کے نور سے سورج ماند پڑ جائے۔

پوچھا گیا یا رسول اللہ؟ خادم اور مخدوم کے مابین کتنا فرق ہے؟ فرمایا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہی فرق ہے جو تاریک تارے اور چودھویں رات کے چاند میں ہے۔ فرمایا: جنتی اپنے تخت پر جلوہ نشین ہوگا کہ اچانک فرشتہ نمودار ہوگا جس کے پاس ستر قسم کے ایسے لطیف لباس ہوں گے جو فرشتے کی دو انگلیوں میں مستور ہوں گے اور اس کے ساتھ تسلیم و رضا کا وصف ہوگا۔ وہ آ کر دروازے پر کھڑا ہو کر دربان سے کہے گا کہ میرے لئے اللہ کے محبوب بندے سے اندر آنے کی اجازت طلب کراؤ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس قاصد بھیجا گیا ہوں۔ دربان کہے گا واللہ! مجھے ان سے بات کرنے کی اجازت نہیں البتہ میں دوسرے دربان سے عرض کرتا ہوں اسی طرح دوسرا تیسرے سے عرض کرے گا علی ہذا القیاس ستر دروازوں سے گذرنے کے بعد جنتی کو خبر پہنچ جائے گی یعنی آخری دربان عرض کرے گا۔ اے اللہ کے محبوب! اللہ کی طرف سے ایک قاصد دروازے پر آپ کی اجازت کا منتظر ہے' اجازت مل جائے گی تو فرشتہ اندر آ کر سلام کہے گا اور عرض کرے گا اللہ تعالیٰ بھی آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ پر راضی ہے۔ اگر اللہ نے دائمی زندگی کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو جنتی خوشی سے فوت ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی طرف ارشاد فرمایا: [اور اللہ کی رضا بہت بڑی ہے اور یہی عظیم کامیابی ہے][۹۲۰] ارشاد فرمایا: [اے محمدؐ جب آپ وہ (نعمتیں) دیکھیں گے تو وہاں ایک بڑا ملک دیکھیں گے][۹۲۱] جہاں اللہ رب العالمین کا قاصد بھی بلا اجازت نہیں جا سکتا۔ پھر ارشاد فرمایا: ان کے اوپر سبز دیباج ریشم کے لباس اور نیچے سفید ریشمی لباس ہیں۔ یعنی جسم کے ساتھ سفید ریشمی لباس متصل ہے' مزید فرمایا: انہیں چاندی کے کنگنوں سے مزین فرمایا گیا ہے۔ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا: [انہیں جنت میں سونے اور موتی کے کنگنوں سے مزین کیا جائے گا][۹۲۲] معلوم ہوا کہ انہیں تین قسمی کنگن پہنائے جائیں گے: چاندی کے' سونے کے اور

۹۲۰ التوبۃ-۷۲ ۹۲۱ الدھر-۲۱
۹۲۲ الحج-۲۳

موتیوں کے۔ مزید ارشاد فرمایا: [اور انہیں ان کا رب پاکیزہ شراب سے نوازے گا][۹۲۳] کیونکہ جنت کے دروازے پر ایک درخت ہے جس کے تنے سے دو چشمے بہتے ہیں۔ مؤمن پل صراط عبور کر کے ان دونوں چشموں پر پہنچتا ہے ایک چشمے میں غسل کرتا ہے جس کے پانی کی خوشبو کستوری سے زیادہ پیاری ہے۔ اس کی بلندی ستر (۷۰) گز ہے جتنا کہ حضرت آدمؑ کا قد ہے۔ تمام اہل جنت خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہم عمر ہوں گے یعنی (۳۳) تینتیس سال جو حضرت عیسیٰؑ کی عمر تھی جب کہ بوڑھے بھی اسی عمر کے جوان ہو جائیں گے۔ سب جنتی حضرت یوسفؑ کی طرح حسین ہوں گے۔ دوسرے چشمے سے جنتی پانی پیئے گا اس پانی سے دل کی نفرتیں، حسرتیں، غیبتیں، پریشانیاں اور مصیبتیں رفع ہو جائیں گی۔ اس پانی سے اللہ تعالیٰ ان کا سینہ پاک صاف کے ان کے دل حضرت ایوبؑ کے پاک صاف دل کی طرح کر دیں گے اور ان کی زبان محمد عربیؐ کی زبان کی طرح ہو گی۔ طہارت کے بعد یہ لوگ جنت کے دروازے پر جا پہنچیں گے۔ جنت کے محافظ پوچھیں گے کیا تم پاکیزہ ہو آئے ہو؟ یہ اثبات میں جواب دیں گے تو محافظ کہیں گے آیئے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس جنت میں عیش کیجیے۔ جب وہ جنت کے پہلے دروازے میں قدم رکھیں گے تو ان کے ساتھ اعمال نامہ لکھنے والے دو فرشتے ہوں گے پھر اچانک جنتی کے سامنے ایک ایسا فرشتہ ظاہر ہو گا جس کے پاس سبز یاقوت کا ایک اونٹ ہو گا جس کی نکیل سرخ یاقوت کی ہو گی۔ اونٹ پر ایک پالان ہو گا جس کے آگے پیچھے قیمتی موتی اور یاقوت کی جھالر لٹکتی ہو گی جب کہ دونوں اطراف میں سونے چاندی کا نقش و نگار ہو گا۔ اس فرشتے کے پاس ستر لباس بھی ہوں گے جنہیں اللہ کا محبوب بندہ زیب تن کرے گا اور ایک قیمتی تاج سر پر سجائے گا۔ اس فرشتے کے ساتھ دس ہزار غلمان (خدام) بھی ہوں گے جو چھپے ہوئے خوبصورت موتیوں کی طرح ہیں۔ فرشتہ عرض کرے گا، اے اللہ کے ولی! اس اونٹ پر سوار ہو جائیں یہ آپ کے لئے ہے اور اس جیسی اور بھی کئی سواریاں آپ کی خدمت کے لئے ہیں۔

جنتی اس پر سوار ہو جائے گا۔ اس کے دو پر ہوں گے اور ہر قدم منتہائے نظر تک جا پڑتا ہو گا۔ جنتی اونٹ پر سوار، آگے پیچھے دس ہزار خدام کا جلوس لئے خراماں خراماں چل رہا ہو گا۔ اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے اب بھی اس کے ساتھ ہوں گے حتیٰ کہ جنتی اس بارونق جلوس میں اپنے محل پہنچ جائے گا پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے میں نے تمہارے لئے جو کچھ اس سورت میں بیان کیا ہے [وہ تمہارے اعمال صالحہ کا بہترین صلہ ہے][۹۲۴] اور تمہارے اعمال کی قدر کرتے ہوئے تمہیں جنت کی نعمتوں سے سرفراز کیا گیا ہے۔

---

۹۲۳ الدھر-۲۱

۹۲۴ الدھر-۲۲

شہر رجب کے فضائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے [بلا شبہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد اس روز سے بارہ (۱۲) ہے جب سے اس نے ارض وسما کو تخلیق فرمایا ہے ان (بارہ) میں سے چار مہینے حرمت (عظمت) والے ہیں][۹۲۵]

اس آیت کا شان نزول کچھ یوں ہے کہ مسلمان فتح مکہ سے پہلے مکہ کی طرف محو سفر تھے کہ باہم کہنے لگے کہیں ایسا نہ ہو کہ مکہ کے کافر حرمت والے مہینوں میں ہم سے جنگ چھیڑ بیٹھیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ لوح محفوظ میں اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے ارض وسما پیدا فرمائے ہیں ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں یعنی رجب' ذوالقعدۃ' ذوالحجہ اور محرم۔ ان میں ایک مہینہ (رجب) منفرد ہے جب کہ تین مسلسل ہیں یعنی ذوالقعدۃ' ذوالحجہ اور محرم۔ یہ سیدھا دین ہے لہٰذا ان حرمت والے مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے سال بھر میں ان چار مہینوں کی بالخصوص حرمت ذکر فرمائی ہے تاکہ ان کی حیثیت ممتاز اور عظمت قابل احترام رہے اور خصوصاً یہ ارشاد فرمایا کہ ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اگرچہ ظلم تمام مہینوں میں حرام ہے تاکہ حرمت والے مہینوں کی اہمیت واضح ہو جائے جس طرح ارشاد باری ہے [نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیانی (عصر) نماز کی][۹۲۶] اگرچہ درمیانی نماز بھی باقی نمازوں میں شامل ہے تاہم اسے الگ ذکر کر کے اس کی خصوصی اہمیت اور تاکید سے اسے ممتاز کر دیا۔

''ظلم نہ کرو'' کا یہ مطلب ہے کہ ان مہینوں میں کسی عرب کے مشرک کو قتل نہ کر والا یہ کہ وہ خود لڑائی کا آغاز کرے لیکن ابو یزید فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت چھوڑ کر اور نافرمانی اختیار کر کے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ بعض کے نزدیک ظلم کی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے اصل محل سے دور کر دیا جائے۔ یہ بھی ابو یزید کے قول کی طرح ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: مکہ کے تمام مشرکوں سے مل کر لڑائی کرو جس طرح وہ سب اکٹھے ہو کر تم سے جنگ کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ کی مدد متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔ ''دین قیم'' (جو آیت میں استعمال ہوا ہے) اس کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ مقاتلؒ کے نزدیک

---

۹۲۵ (التوبۃ۔۳۶) نبی اکرمؐ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ زمانہ اپنی اصل حالت پر واپس پلٹ آیا ہے' سال کے بارہ مہینے ہیں جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین (مسلسل) ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم ہیں چوتھا رجب ہے جو جمادی ثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔ بخاری (۴۳۰۶) مسلم (۱۶۷۹) اللہ تعالیٰ نے ان چار مہینوں کو ازل ہی سے قابل احترام بنایا ہے حتیٰ کہ دور جاہلیت میں کفار بھی ان مہینوں میں لڑائی' جھگڑے کو قبیح خیال کرتے تھے۔ اگر انہیں جنگ کرنا مقصود ہوتی تو وہ کم از کم یہ حیلہ کر لیتے کہ حرمت والے مہینوں میں تقدیم وتاخیر کر لیتے۔ نبیؐ نے بھی ان کی حرمت کو قائم رکھا اور ان مہینوں میں جہاد سے گریز کیا۔ بنو ہوازن اور بنو ثقیف کا محاصرہ حلال مہینے میں شروع کیا گیا اور دوران محاصرہ حرام مہینہ شروع ہو گیا تو آپؐ ان کا محاصرہ چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینوں میں اس وقت لڑائی کی اجازت دی ہے جب کفار لڑائی میں پہل کریں اور مسلمانوں کے لئے لڑائی ناگزیر ہو جائے۔ [دیکھئے تفسیر ابن کثیر۔ بذیل۔ سورۃ التوبۃ: ۳۶' ۳۷]

۹۲۶ البقرۃ۔۲۳۸

اس سے مراد ''برحق دین'' ہے' بعض اہل علم کے نزدیک اس سے مراد ''سچا دین'' ہے' بعض کے نزدیک ''معتدل دین'' ہے جب کہ بعض کے نزدیک وہ دین ہے جس کے اختیار کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

رجب کی وجہ تسمیہ: ❁ ❁ رجب اسم مشتق ہے جو ترجیب سے نکلا ہے جس کے معنی تعظیم کے ہیں۔محاورہ ہے رجبت هذا الشهر / میں نے اس مہینے کی تعظیم کی۔ حباب بن منذر بن جموع نے سقیفہ بنی ساعدہ کے دن جب اللہ کے رسول دنیا سے رخصت ہوئے تھے اور مہاجرین وانصار کا خلیفہ کے انتخاب پر اختلاف پیدا ہو گیا تھا جب کہ انصار نے مہاجرین کو کہا کہ ایک امیر تمہارا ہوگا ایک امیر ہمارا' غصے بھرے لہجے میں تلوار سونت کر کہا' میں اپنے قبیلے کی وہ لکڑی ہوں جس سے کمریں کھجلائی جاتی ہیں اور اپنے قبیلے کی عظیم کھجور ہوں یعنی میں اپنی قوم کا سردار ہوں اور میری بات تسلیم کی جاتی ہے۔عذیق' عذق کی تصغیر ہے' اس سے مراد ایسی کھجور کا درخت ہے جو مالک کو بڑا پیارا ہو جب اس کے خوشے لٹک جائیں تو مالک کو ان کے ٹوٹ جانے کا خدشہ لاحق ہو تو اس کے نیچے ٹیک دے اور رجبۃ کھجور کے نیچے دیئے جانے والے انہی سہاروں کو کہا جاتا ہے جو کھجور کے درخت کے آس پاس لگا دی جاتی ہے۔ جذیل جذل کی تصغیر ہے اور جذل اس تنے کو کہتے ہیں جس سے کھجلی والا اونٹ اپنی پیٹھ رگڑتا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جذل اس لکڑی کو کہتے ہیں جو اونٹ کے باڑے میں نصب کر دی جاتی ہے جس سے اونٹوں کے بچے کھجالیاں کرتے ہیں۔

ابوزید یحییٰ بن فریاد سے نقل کرتے ہیں کہ رجب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں لوگ کھجوروں کے خوشوں کو سہارے دے کر روکتے تھے اور شاخوں کے ساتھ پتے بھی باندھ دیتے تھے تاکہ ہوا سے ٹوٹ نہ جائیں۔اس سے یہ محاورہ بنا ہے' رجبت النخلة ترجيباً/ میں نے کھجور کے اردگرد سہارے کھڑے کر دیئے' بعض علماء کا خیال ہے کہ ترجیب کا معنی ہے کھجور کے چاروں طرف خاردار باڑ لگا دینا تاکہ لوگ پھل نہ توڑ سکیں اور جو زمین پر گر جائیں ان کی بھی حفاظت رہے۔بعض کے نزدیک ترجیب کا معنی ہے کھجور کے درخت کو سہارے دے کر جھکنے سے روک دینا۔بعض کا خیال ہے کہ رجب کا لفظ رجبت الشيء سے ماخوذ ہے یعنی میں نے اسے ڈرایا ہے۔بعض کے نزدیک اس کا معنی تیاری کرنا اور مستعد رہنا ہے جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے: اس مہینے میں شعبان کے لئے بہت سی نیکیاں تیار کی جاتی ہیں۔بعض کے نزدیک ترجیب کا معنی کثرت سے اللہ کا ذکر اور اس کی عظمت کا اظہار کرنا کیونکہ ماہ رجب میں فرشتے بکثرت تسبیح وتحمید اور تقدیس میں مشغول ہوتے ہیں۔

ماہ رجب کو ''رجم'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس مہینے میں شیطانوں پر انگارے برسا کر انہیں مسلمانوں کو اذیت دینے سے دور کر دیا جاتا ہے۔رجب میں تین حرف ہیں۔را' جیم اور با' را سے مراد اللہ کی رحمت' جیم سے مراد اس کا جود وسخا اور با سے مراد اللہ سے نیکی کرنا ہے۔اس مہینے کی ابتدا سے انتہا تک من جانب اللہ لوگوں پر تین انعامات کئے جاتے ہیں۔(۱) بلا عذاب اللہ کی رحمت (۲) بلا بخل اللہ کی بخشش (۳) بلا ظلم اس کا احسان۔

ماہ رجب کے دوسرے نام: ❁ ❁ رجب کے کئی دوسرے نام بھی ہیں جیسے رجب مضر' مفصل الاسنة' شہر اللہ الاصم' شہر اللہ

الاصب' شہر مطہر' شہر سابق اور شہر فرد۔ رجب مضر نبیؐ کے ایک خطبے میں مذکور ہے۔ آپؐ نے فرمایا: زمانہ گردش کھا کر اپنی اصل حالت پر لوٹ آیا ہے جس حالت پر اس وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا فرمائی تھی۔ سال بارہ ماہ ہے جس میں چار حرمت والے مہینے ہیں' تین مسلسل ہیں یعنی ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم جب کہ ایک منفرد ہے یعنی رجب مضر جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔''[۹۲۷] آپؐ نے رجب کی جمادی ثانی کے بعد تعیین فرما کر مہینوں کی تقدیم و تاخیر (نسیٔ) اس روش کو باطل کر دیا جس پر عرب عمل پیرا تھے۔[۹۲۸] ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ [(نسیٔ) مہینوں کی تقدیم و تاخیر کفر میں زیادتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کفار کو گمراہ کرتے ہیں][۹۲۹]

نسیٔ کی تفصیل یہ ہے کہ جب اہل عرب دور جاہلیت میں منیٰ سے واپسی کا ارادہ کرتے تو بنو کنانہ کا ایک سردار نعیم بن ثعلبہ کھڑا ہو کر اعلان کرتا: میں وہ شخص ہوں کہ لوگ میری بات مانتے ہیں' مجھ پر طعن نہیں کرتے' میرا فیصلہ رد نہیں کرتے' لوگ اس کی تصدیق کر دیتے اور کہتے کہ آپ ہمارے لئے اس مہینے (محرم) کو پیچھے ہٹا دیں اور صفر کو اس کی جگہ (حرمت) دے دیں۔ اہل عرب کا مدعا یہ تھا کہ حرمت کے تین ماہ کا تسلسل نہ رہے بلکہ دو ماہ بعد انہیں قتل و غارت کی اجازت مل سکے کیونکہ ان کا کاروبار ہی لوٹ مار تھا جس پر ان کی زندگیاں موقوف تھیں۔ چنانچہ وہ سردار ایک سال محرم کو حلال اور صفر کو حرام کر دیا کرتا تھا۔ اسے ان کی اصطلاح میں نسأ (پیچھے کر دینا) کہا جاتا تھا اسی سے نسیٔ بنا ہے اور یہ محاورہ بھی ''اللہ نے اس کی موت پیچھے ہٹا دی۔'' اس لئے آپؐ نے رجب کا تعارف دو حیثیتوں سے کروایا ایک یہ کہ یہ مضر قبیلہ کا رجب (مہینہ) ہے کیونکہ مضر اس کی تعظیم میں متشدد تھے اور اس کی بڑی حرمت سمجھا کرتے تھے۔ دوسرا یہ کہ یہ ماہ جمادی ثانی اور شعبان کے درمیان ہے تا کہ لوگ اس میں تقدیم و تاخیر نہ کر سکیں جیسا کہ محرم کو صفر اور صفر کو محرم کیا جاتا تھا لہٰذا آپ نے دو شرائط کے ساتھ اس مہینے کی تقیید و تخصیص فرما کر اس کی حرمت کو نہایت مستحکم بنا دیا۔ رجب مضر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مضر قبیلے کے کچھ لوگوں نے اس مہینے میں کسی قوم پر بدعا کی جسے اللہ نے قبول فرما لیا اور انہیں ہلاک کر دیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مہینے میں ظالموں پر کی جانے والی بدعا قبول ہو جاتی ہے اس لئے دور جاہلیت میں ظالموں پر بدعا اسی مہینے پر موقوف رکھی جاتی تھی اور ان لوگوں کی اس مہینے میں کی جانے والی بدعا کبھی رد نہ ہوتی تھی۔

رجب کو منفصل الاسنۃ (نیزوں سے بھالوں کو نکال دینے والا) کہنے کی وجہ (تسمیہ) یہ ہے کہ ماہ رجب میں لوگ اس مہینے کی عزت و حرمت کے پیش نظر نیزوں سے ان کے بھالے الگ کر دیتے اور تلواروں' تیروں کو نیاموں اور ترکشوں میں ڈال

---

۹۲۷ بخاری (۷/۱۲۹) احمد (۵/۳۷)

۹۲۸ ''نسیٔ'' کا معنی ہے تقدیم و تاخیر۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دور جاہلیت کے کفار چونکہ حرمت والے مہینوں کا احترام کرتے ہوئے جنگ و جدل سے باز رہتے تھے لیکن جب انہیں حرمت والے مہینے میں جنگ و جدل کی ضرورت پیش آتی تو وہ یہ فرض کر لیتے کہ اگر بالفرض محرم کا مہینہ ہے تو کہتے یہ صفر کا مہینہ شمار کر لو اور جنگ سے فارغ ہو کر اگلا مہینہ (یعنی ماہ صفر) محرم بنا کر اس کی حرمت بجا لاتے۔ اس رسم پر قرآن مجید نے نکیر فرمائی ہے اور اسے زیادتی فی الکفر قرار دیا ہے۔

۹۲۹ التوبۃ۔۳۷

لیتے تھے۔ نصلت السھم/میں نے تیر میں بھالہ لگایا اور انصلت السھم/میں نے تیر سے بھالہ جدا کر دیا۔

شہر اللہ الاصم (اللہ کا بہرہ مہینہ) کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ ہلال دیکھ کر جمعہ کے دن منبر پر تشریف لائے تو کہا: سن لو! یہ اللہ کا اصم (بہرہ) مہینہ ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا مہینہ ہے اگر کسی پر قرض ہو تو اسے ادا کر دے اور بقیہ مال سے زکوٰۃ ادا کرے۔ ابن انباری کا قول ہے کہ اصم کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرب باہم قتل وقتال کرتے تھے اور ہلال رجب دیکھتے ہی اسلحہ اتار رکھتے اور نیزوں کے بھالے الگ کر دیتے۔ اس مہینہ میں نیزوں کی جھنکار سنائی نہیں دیا کرتی تھی حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل کی تلاش میں ہوتا تو رجب میں اسے دیکھ لینے کے باوجود کوئی تعرض نہ کرتا تھا کہ گویا اس نے اسے دیکھا ہی نہیں ہے اس لئے یہ مہینہ اصم (بہرہ) کہلایا۔ بعض کے نزدیک اصم کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے کبھی نہیں سنا کہ اس مہینے میں اللہ کا عذاب نازل ہوا ہو' جب کہ سابقہ امتوں پر ہر مہینے عذاب نازل ہوتا رہا سوائے رجب کے۔ اسی مہینے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو کشتی میں سوار کیا جو آپ کو اور آپ کے ساتھیوں سمیت چھ ماہ مسلسل رواں دواں رہی۔

ابراہیم نخعیؒ کا کہنا ہے کہ رجب اللہ کا مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو کشتی میں سوار کیا' اس میں حضرت نوحؑ نے روزے رکھے اور اپنے ساتھیوں کو بھی روزے رکھنے کا حکم صادر فرمایا' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو طوفان آب سے محفوظ رکھ کر ساری زمین کفر و شرک اور ظلم و عدوان سے پاک فرما دی۔ ابراہیم نخعیؒ کے علاوہ اسے مرفوع بھی روایت کیا گیا ہے جیسا کہ ہمیں ھبۃ اللہ نے اپنی سند سے روایت کیا' ابوحازم' سہل بن سعد سے اور وہ نبیؐ سے روایت بیان کرتے ہیں: خبردار! رجب حرمت والا مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو کشتی میں سوار کیا' انہوں نے روزہ رکھا اور اپنے ساتھیوں کو روزے کا حکم فرمایا' اللہ نے ان سب کو نجات بخشی' غرق ہونے سے بچا لیا اور زمین کو کفر وظلم سے پاک کر دیا۔ بعض کے نزدیک رجب کو اصم اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ مہینہ جور و جفا اور گناہوں سے لوگوں کو بچاتا ہے اور ان کے فضل و شرف اور اچھے اعمال کو سن کر محفوظ کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسے لوگوں کے ظلم اور گناہوں سے بہرہ کر دیا ہے تاکہ روز قیامت ان کے خلاف گواہی نہ دے سکے بلکہ ان اچھے اعمال کی گواہی دے جو اس نے لوگوں سے سنے ہیں۔

رجب کو اصب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ''صب'' پانی بہانے کو کہتے ہیں اور اصب (اسم تفصیل) یعنی خوب پانی بہانے والا۔ اس مہینے میں لوگوں پر اللہ کی رحمتوں کی بارش برستی ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو فضل و کرم اور اجر و ثواب سے نوازتا ہے جو آنکھوں نے دیکھے ہیں نہ کانوں نے سنے اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں ان کا تصور آیا ہے' شیخ ھبۃ اللہ بن مبارک سقطی' اعمش سے وہ ابراہیم وہ علقمہ اور وہ ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے پاس لوح محفوظ میں مہینوں کی تعداد دنیا کی تخلیق کے پہلے دن سے ہی بارہ مقرر کی گئی ہے جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ رجب کو اللہ کا بہرہ مہینہ کہا جاتا ہے' باقی تین مہینے متواتر ہیں یعنی ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم۔ مگر اللہ کا مہینہ رجب منفرد ہے۔ [۹۳۰]

---

۹۳۰ (بخاری و مسلم)

رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ جو شخص رجب کے ایک دن کا ایمان اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھے تو وہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی رضائے عظیم حاصل کر لے گا اور فردوس اعلیٰ کا مہمان بن جائے گا۔ جو دو دن کے روزے رکھے اسے دوضعف (دوہرا) اجر ملے گا اور ہر ضعف کا وزن دنیا کے پہاڑوں جتنا ہے۔ جو تین دن کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان خندق حائل کر دیں گے جس کا طول سال بھر کی مسافت جتنا ہے۔ جو رجب کے چار روزے رکھے اسے بیماریوں' جنون' جذام (کوڑھ)' برص سے اور مسیح دجال کے فتنے سے بچالیا جائے گا۔ جو پانچ دن کے روزے رکھے وہ عذاب قبر سے محفوظ ہو جائے گا۔ جو چھ روزے رکھے تو قبر سے اٹھتے وقت اس کا چہرہ بدر کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔ جو سات روزے رکھے تو اس پر ہر روزے کے مقابلے میں جہنم کا ایک دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ جو آٹھ روزے رکھے اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیں گے۔ جو نو روزے رکھے تو وہ قبر سے کلمہ شہادت کہتا ہوا اٹھے گا اور اس کا سیدھا رخ صرف جنت کی طرف ہوگا۔ جو دس روزے رکھے اس کے لئے اللہ تعالیٰ پل صراط کے ہر میل پر ایک فرش بچھوا دے گا کہ اس پر وہ آرام کر لے۔ جو گیارہ روزے رکھے تو قیامت کے روز اس کے اعمال صالحہ سب سے زیادہ ہوں گے الا یہ کہ کوئی شخص اس کے برابر یا اس سے زیادہ روزے رکھنے کے ساتھ آیا ہو۔ جو کوئی بارہ روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت دو لباس پہنائیں گے جن میں سے ہر ایک دنیا کے اموال سے بہترین ہوگا۔

تیرہ روزے رکھنے والے کے لئے قیامت کے دن عرش کی چھاؤں میں دستر خوان بچھایا جائے گا جس سے وہ تناول کرے گا حالانکہ لوگ سخت حساب سے دوچار ہوں گے۔ جو چودہ روزے رکھے اسے اللہ تعالیٰ ایسی نعمتوں سے نوازیں گے جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی' نہ ہی کسی دل میں پیدا ہوئیں' جو شخص پندرہ روزے رکھے گا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن امن والوں کے ساتھ جگہ عطا فرمائے گا: اور اس کے پاس سے گذرنے والا ہر مقرب فرشتہ اور نبی رسول اسے مبارک باد دے گا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق جو کوئی سولہ روزے رکھے گا تو وہ اللہ کے دیدار اور اس سے ہمکلام ہونے میں سابقین میں شمار ہوگا۔ جو سترہ رکھے گا اس کے لئے پل صراط پر ہر میل کے فاصلے سے آرام کے لئے ایک آرام گاہ بنائی جائے گی اور جو اٹھارہ رکھے گا تو اس کا خیمہ حضرت ابراہیمؑ کے خیمے کے بالمقابل ہوگا۔ جو انیس رکھے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت آدم علیہ السلام کے محل کے بالمقابل ایک محل بنا دیں گے جہاں دونوں عظیم نبی اسے سلام کریں گے اور یہ انہیں سلام کہے گا۔ جو کوئی بیس روزے رکھے گا اس کے لئے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا' اے اللہ کے بندے! اللہ نے تیرے گذشتہ تمام گناہوں کو بخش دیا ہے اب مستقبل کے لئے از سر نو نیک عمل کر۔[۹۳۱]

---

۹۳۱ ماہ رجب کے متعلق قرآن وسنت سے صرف یہی بات منقول ہے کہ یہ حرمت والا مہینہ ہے اس کے علاوہ اس میں مخصوص روزوں کے فضائل' زکاۃ کی فضیلت اور مختلف نمازوں وغیرہ کے متعلق جو اقوال اور روایتیں (آنے والے صفحات میں) پیش کی گئی ہیں وہ ضعیف اور موضوع ہونے کی وجہ سے ناقابل حجت ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دور جاہلیت میں لوگ اس مہینے کی تعظیم میں قربانیاں پیش کرتے تھے جب کہ نبی اکرمؐ نے اس جاہلانہ رسم کو مٹاتے ہوئے صحابہ کرام کو اس عمل سے منع فرما دیا۔ بخاری (۵۴۷۴) مسلم (۵۱۱۶)

رجب مطہر کی وجہ تسمیہ: ❀ ❀ رجب کو مطہر (پاک کرنے والا) اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ انسان کے تمام گناہوں کو مٹا ڈالتا ہے چنانچہ اس مسئلے میں ہم شیخ ھبۃ اللہ بن مبارک سقطی حسن بن احمد مقری سے بیان کرتے ہیں وہ ہارون بن عنترہ سے' وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: ماہ رجب ایک عظمت والا مہینہ ہے جو اس کا ایک روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے ہزار سال کے روزوں کا ثواب دیں گے' سات روزے رکھنے والے پر اللہ تعالیٰ جہنم کے دروازے بند فرما دیں گے' آٹھ روزے رکھنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ جنت کے تمام دروازے کھول دیں گے کہ جن دروازے سے وہ چاہے جنت میں چلا جائے' پندرہ روزے رکھنے والے کے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے جائیں گے اور آسمان سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ تمہارے تمام گناہ بخش دیئے گئے ہیں اب از سرنو نیک عمل انجام دو۔ جو جتنے زیادہ روزے رکھے گا اتنا زیادہ ہی وہ ثواب کا حق دار ہوگا۔[۹۳۲]

شیخ ھبۃ اللہ نے ہمیں اپنی سند کے ساتھ یونس اور حسن بصری سے خبر دی کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص رجب کا ایک روزہ رکھے گا اسے تیس (۳۰) سالہ روزوں کا ثواب ملے گا۔ شیخ ھبۃ اللہ نے حسن بن احمد مقری سے' انہوں نے علاء بن کثیر سے' انہوں نے مکحول سے روایت بیان کی کہ ایک آدمی نے حضرت ابو درداءؓ سے رجب کے روزے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ تم نے ایسے مہینے کے متعلق پوچھا ہے جس کی تعظیم جاہلیت سے جاری ہے اور اس میں اسلام نے بھی تعظیم کا اضافہ کیا ہے۔ جو شخص اس میں ایک نفلی روزہ خلوص نیت اور خلوص رضائے الٰہی کے جذبے سے رکھے گا تو وہ روزہ اللہ کے غصے کو بجھا دے گا' جہنم کے تمام دروازے بند کرا دے گا' اگر روئے زمین کے برابر بھی اسے سونے سے نوازا جائے تو پھر بھی اسے پورا ثواب نہیں ملا بلکہ دنیا کی کسی چیز کی قیمت اس کا ثواب پورا نہیں کر سکتی۔ اس کا اجر روز قیامت صرف اللہ تعالیٰ ہی پورا کر سکتے ہیں۔ اس روزے دار کی قبل از افطار دس دعائیں مقبول ہوں گی۔ اگر وہ دنیاوی چیزوں کو طلب کرے گا تو اسے نوازا جائے گا ورنہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نیکیوں کا ذخیرہ کر دیں گے اور وہ نیکیاں اللہ تعالیٰ کے اولیائے سچے اور برگزیدہ بندوں کی سب سے افضل دعا کے برابر ہوں گی۔ جو شخص (اس مہینے کے) دو روزے رکھے گا اسے حسب سابق اجر و ثواب کے ساتھ مزید دس اصدقاء شخصیتوں کے عمر بھر اعمال کے برابر ثواب ملے گا خواہ ان کی عمریں کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں! جس طرح صدیق کی شفاعت قبول کی جاتی ہے اس کی بھی سفارش قابل قبول ہوگی' یہ صدیقوں کی جماعت میں رہے گا حتی کہ ان کے ساتھ جنت میں داخل ہو کر ان کے رفقاء میں شامل ہوگا۔ جو شخص تین روزے رکھے گا اسے بھی حسب سابق ثواب ملے گا اور بوقت افطار اللہ تعالیٰ اعلان کریں گے کہ میرے بندے کا حق مجھ پر ثابت ہو چکا' اس کے لئے میری محبت اور ولایت واجب ہو چکی' اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے ہیں۔ جو چار روزے رکھے گا اسے حسب سابق ثواب کے ساتھ مزید خلوص دل سے توبہ کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور اسے اول درجے میں

---

۹۳۲ الموضوعات ۲/ ۲۰۷ - الفوائد المجموعہ (۱۰۱)

کامیاب ہونے والوں کے ساتھ اعمال نامہ دیا جائے گا۔

جو پانچ روزے رکھے گا اسے حسب سابق ثواب ملے گا اور روز قیامت جب وہ قبر سے اٹھے گا تو اس کا چہرہ بدر کی طرح چمکتا ہوگا۔ اس کی اس قدر نیکیاں ہوں گی جس قدر عالج کے ریگستان کے ذرات ہیں اور وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اسے اختیار دیا جائے گا کہ وہ جو خواہش کرے گا اسے پورا کیا جائے گا۔ جو چھے روزے رکھے گا اسے حسب سابق ثواب کے ساتھ ایک ایسا نور عطا ہوگا جس سے روز حشر تمام اہل موقف منور ہو جائیں گے' اسے امن پانے والوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا حتیٰ کہ بلا محاسب پل صراط عبور کر لے گا' دنیا میں والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی کے گناہوں سے بھی بچ جائے گا اور جب روز قیامت اللہ سے شرف ملاقات پائے گا تو اللہ تعالیٰ کی توجہ حاصل کرے گا۔

جو شخص سات روزے رکھے گا اسے حسب سابق اجر و ثواب عطا ہوگا' اس پر جہنم کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اس پر اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ حرام کر دیں گے اور جنت واجب کر دیں گے کہ جہاں چاہے اپنا ٹھکانہ بنا لے۔ جو آٹھ روزے رکھے گا اسے حسب سابق ثواب دیا جائے گا' اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اختیار دیا جائے گا کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں چلا جائے۔ جو نو روزے رکھے گا اسے حسب سابق ثواب ملے گا' اس کا اعمال نامہ علیین میں بلند کر دیا جائے گا' روز قیامت امن پانے والوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا' قبر سے اس حالت میں نکلے گا کہ اس کا چہرہ نور سے منور ہوگا جو تمام محشر والوں کو روشن کر دے گا یہاں تک کہ لوگ اسے نبی سمجھیں گے اور معمولی سا انعام یہ ہوگا کہ بلا حساب جنت میں داخل ہو جائے گا۔ جو دس روزے رکھے گا تو اسے حسب سابق ثواب کے ساتھ مزید دس گنا ثواب دیا جائے گا' اسے ان خاص بندوں میں شمار کیا جائے گا جن کی بدیاں نیکیوں میں تبدیل کی گئی ہیں اس کا ان بندوں میں شمار ہوگا جو ہر وقت اللہ کے لئے انصاف کے ساتھ قائم ہیں' اسے ہزار سال کے روزہ دار اور شب بیدار عابد کی طرح مقام دیا جائے گا جو صبر کے ساتھ حصول ثواب کے لئے اعمال صالحہ میں مصروف رہتا ہے۔

جو بیس روزے رکھے اسے حسب سابق ثواب کے ساتھ مزید بیس گنا ثواب سے نوازا جائے گا' اس کا خیمہ ابراہیمؑ کے خیمے کے بالمقابل ہوگا اور مضر و ربیعہ قبیلے کی تعداد کے بقدر گناہ گار آدمیوں کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

جو تیس روزے رکھے گا اس کے لئے آسمان سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ اے اللہ کے ولی! تجھے کرامت عظمیٰ کی بشارت ہو پوچھا گیا "کرامت عظمیٰ" کیا ہے؟ فرمایا' اللہ کے خوبصورت چہرے کا دیدار اور انبیاء' اصدقاء' صلحاء اور شہداء کی رفاقت ہے کہ جن کی رفاقت بہترین ہے تجھے مبارک ہو کہ جب کل روزِ قیامت پردے اٹھائے جائیں گے اور تجھے اپنے رب کی طرف سے عظیم الشان اجر و ثواب عطا ہوگا۔ جب ملک الموت اس کی روح نکالے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس کے تالابوں (حوضوں) سے سیراب کریں گے' اس پر موت کی شدتیں کم ہو جائیں گی حتیٰ کہ اسے موت کی تکلیف محسوس ہی نہ ہوگی اور وہ قبر اور محشر میں بھی سیراب رہے گا حتیٰ کہ نبیؐ کے حوض پر پہنچ جائے گا۔ جب وہ اپنی قبر سے اٹھے گا تو ستر

ہزار فرشتے اسے رخصت کریں گے جن کے پاس قیمتی موتیوں اور یاقوت سے مزین اونٹ اور نادر زیورات ہوں گے۔ فرشتے اسے کہیں گے' اے اللہ کے ولی! جلدی سے ان پر سوار ہو کر اپنے رب کی طرف چلو تم دن بھر اللہ کی رضا کے لئے پیاس کاٹتے تھے اور اس کی رضا کے کاموں میں کمزور ہو گئے تھے لہٰذا روزِ قیامت یہ ان میں شامل ہوگا جو جنت عدن میں سب سے پہلے داخل ہونے کی سعادت پائیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے راضی ہیں۔ یہی عظیم کامیابی ہے۔ اگر اس روزہ دار نے ہر روزے کے ساتھ حسب حیثیت صدقہ بھی کیا ہوگا تو اس کی کیا ہی بات ہے! (آپؐ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے) جو ثواب اسے عطا کیا جائے گا اگر تمام مخلوق اکٹھی ہو کر اس کا اندازہ لگانا چاہے تو اس کے دسویں حصے تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔

عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص رجب کے مہینے میں اللہ کے کسی مؤمن بندے کی پریشانی اور تکلیف کا مداوا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے جنت الفردوس میں ایک عالیشان محل عطا فرمائیں گے جو اس کی منتہائے نظر تک وسیع و عریض ہوگا۔ خبردار! ماہ رجب کی عزت و تکریم کیا کرو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں ہزار درجات سے نوازیں گے۔[۹۳۳]

عقبہ بن سلامہ بن قیس روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص رجب میں صدقہ خیرات کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنا دور کر دیتے ہیں کہ جتنا ایک کوے کا بچہ گھونسلے سے پہلی پرواز سے تا عمر پرواز کرتا چلا جائے حتیٰ کہ بوڑھا ہو کر مر جائے۔ کہا گیا ہے کہ کوے کی عمر پانچ سو سال ہے۔

رجب سابق کی وجہ تسمیہ: ۞ ۞ رجب کو ''سابق'' اس لئے کہا جاتا ہے چونکہ یہ حرمت والے چار مہینوں میں سب سے پہلے ہے۔

رجب فرد کی وجہ تسمیہ: ۞ ۞ رجب کو ''رجب فرد'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ باقی حرمت والے مہینوں سے منفرد ہے جیسا کہ ثور بن یزید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا ''خبردار! زمانہ گردش کر کے اسی شکل و حالت پر آ پہنچا جس پر اس وقت تک تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا تھا' سال کے بارہ مہینے ہیں جن میں چار حرمت والے ہیں تین مسلسل ہیں یعنی ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم' اور ایک منفرد ہے یعنی مضر (قبیلہ) کا ماہ رجب جو جمادی ثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔[۹۳۴]

حرمت والے مہینوں سے متعلقہ احادیث واقوال

عکرمہؒ حضرت عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: رجب اللہ کا مہینہ ہے' شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان المبارک میری امت کا مہینہ ہے۔''[۹۳۵] موسیٰ بن عمران فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا وہ نبیؐ سے

---

۹۳۳ تبیین العجب (۴۱)

۹۳۴ بخاری ۶/۸۳'۷/۱۲۹-۱۲۹ مسلم (۴۳۸۳) احمد ۵/۳۷-البیہقی ۵/۱۶۶

۹۳۵ الموضوعات ۲/۱۲۴-الاتحاف ۴۲۲/۳-کشف الخفا ۱/۵۱۰

روایت کرتے ہیں کہ جنت میں ایک نہر کا نام رجب ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جو شخص رجب کا ایک روزہ رکھے گا اسے اللہ تعالیٰ اس نہر سے پانی پلائیں گے۔[۹۳۶] حضرت انسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک محل ہے جس میں صرف رجب کے روزہ دار ہی جا سکتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی مکرمؐ نے رمضان کے بعد ماہ رجب و شعبان کے علاوہ اور کسی مہینے کے کثرت سے روزے نہیں رکھے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حرمت والے مہینوں میں جمعرات' جمعہ اور ہفتہ کے تین روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے نو سال کی عبادت لکھ دیں گے۔[۹۳۷] کہا جاتا ہے کہ رجب ترک غداری کا نام ہے' شعبان فرمانبرداری اور رمضان صدق و صفائی کا نام ہے۔ رجب توبہ و استغفار کا مہینہ ہے' شعبان محبت کا اور رمضان تقرب کا مہینہ ہے۔ رجب حرمت کا مہینہ ہے' شعبان خدمت کا اور رمضان نعمت کا مہینہ ہے۔ رجب عبادت کا' شعبان زہد و ریاضت کا اور رمضان زیادت کا مہینہ ہے۔ رجب میں اللہ تعالیٰ نیکیاں ڈبل کر دیتے ہیں' شعبان میں گناہ مٹاتے ہیں اور رمضان میں کرامات و درجات کا انتظار کیا جاتا ہے۔ رجب نیکیوں میں سبقت کرنے والوں' شعبان درمیانے مومنوں اور رمضان گناہ گاروں کا مہینہ ہے۔

ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ رجب ترک آفات کے لئے' شعبان عبادات کے لئے اور رمضان کرامات کے لئے ہے۔ لہٰذا جو شخص آفات ترک نہ کرے' اطاعات و عبادات پر عمل نہ کرے اور کرامات کا انتظار نہ کرے وہ اہل باطل میں سے ہے۔ نیز فرمایا: رجب بونے کا' شعبان پانی دینے کا اور رمضان کھیتی کاشت کرنے کا مہینہ ہے لہٰذا ہر شخص اپنی بوئی ہوئی کھیتی کاٹتا ہے اور اپنے عملوں کا اجر پاتا ہے جب کہ کھیتی کو ضائع کرنے والا کٹائی کے دن پشیمان ہوگا' اس کا اندازہ غلط ثابت ہوگا اور اس کا انجام برا ہوگا' بعض صالح لوگوں کا کہنا ہے کہ سال ایک درخت کی طرح ہے' رجب اس درخت میں پتے پھوٹنے کا زمانہ ہے' شعبان اس میں پھل لانے کا زمانہ ہے اور رمضان پھلوں کے تیار ہو جانے کا زمانہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رجب میں بالخصوص اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش ہوتی ہے' شعبان میں شفاعت مقبول ہوتی ہے' رمضان میں نیکیوں کا اجر کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے اور شب قدر میں بالخصوص انعامات کا نزول ہوتا ہے جب کہ یوم عرفہ (نو ذوالحجہ) تکمیل دین کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے][۹۳۸] جمعہ دعاؤں کی قبولیت کا دن ہے اور عید آگ سے اہل ایمان کی نجات کا دن ہے۔

مازنی حضرت حسین بن علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رجب میں روزے رکھا کرو کیونکہ روزہ رکھنا اللہ سے معافی مانگنے

---

۹۳۶ العلل المتناھیۃ ۲/ ۶۵- الکنز (۲۴۲۶۰) الاتحاف ۱۰/ ۵۴۳

۹۳۷ الاتحاف ۴/ ۲۵۶- المجمع ۳/ ۱۹۱

۹۳۸ المائدۃ- ۳

کے مترادف ہے۔ سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی مکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے رجب کا ایک نفلی روزہ رکھا گویا اس نے ہزار سال کے روزے رکھ لئے اور ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب پالیا ہے۔ جو کوئی اس میں کچھ صدقہ کرے گا گویا وہ ہزار دینار صدقہ کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے جسم کے ہر بال کے عوض اس کی ایک ہزار برائیاں مٹا دیتے ہیں' ایک ہزار درجات بلند فرما دیتے ہیں' ایک ہزار نیکیاں لکھ دیتے ہیں' اس کے لئے رجب کے ہر روزے اور ہر صدقے کے عوض ایک ہزار حج اور ایک ہزار عمرے لکھ لیتے ہیں' اس کے لئے جنت میں ہزار گھر' ہزار محلات اور ہزار حجرات تیار کر دیتے ہیں' ہر حجرے میں ہزار خیمے ہوں گے اور ہر خیمے میں ہزار حوریں ہوں گی جن کی چمک دمک سورج سے بھی ہزار گنا زیادہ ہوگی۔

ماہ رجب کے پہلے روزے اور پہلے قیام کی فضیلت: ❀❀ شیخ ھبۃ اللہ سقطیؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انسؓ بن مالکؓ سے ہمیں روایت پہنچائی ہے کہ جب ماہ رجب شروع ہو جاتا ہے تو رسول اکرمؐ ارشاد فرماتے: اے اللہ! ہمیں رجب اور شعبان کی برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے۔[۹۳۹]

شیخ ھبۃ اللہ اپنی سند کے ساتھ میمون بن مہران سے' وہ حضرت ابوذرؓ سے اور ابوذرؓ نبیؐ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جو شخص رجب کا پہلا روزہ رکھے گا اسے مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا' جو سات روزے رکھے گا اس پر جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے' جو آٹھ روزے رکھے گا اسے کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے' جو دس روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کی برائیاں نیکیوں میں بدل دیں گے اور جو اٹھارہ روزے رکھے گا اس کے لیے آسمان سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں اب از سر نو نیکیاں کرتا جا۔[۹۴۰]

شیخ ھبۃ اللہ اپنی سند سے سلامہ بن قیس سے اور وہ نبیؐ سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص رجب کا پہلا روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساٹھ (۶۰) سال کے گناہوں کو معاف کر دیں گے' جو پندرہ روزے رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ آسان کر دیں گے اور جو کوئی تیس روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی رضا مندی لکھ کر اسے عذاب سے محفوظ فرما دیں گے۔ منقول ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے حجاج بن ارطاۃ یا عدی بن ارطاۃ حاکم بصرہ کو خط لکھا کہ سال بھر میں چار راتوں کی حفاظت رکھو کیونکہ ان راتوں میں اللہ تعالیٰ بے بہا اپنی رحمتیں برساتا ہے' رجب کی پہلی رات' نصف شعبان کی رات' رمضان کی ستائیسویں رات اور عید الفطر کی رات۔

خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ سال بھر میں پانچ راتیں سب سے اہم ہیں جو شخص ان کے ثواب کی امید اور ان کے وعدوں کی تصدیق پر ایمان رکھتے ہوئے ان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرما دے گا رجب کی پہلی رات اس رات قیام کیا جائے اور دن بھر روزہ رکھا جائے۔

---

۹۳۹ احمد ۱/ ۲۵۹ - الدر المنثور ۳/ ۱۸۳ - المجمع ۲/ ۱۶۵ - الکنز العمال (۱۸۰۴۹)

۹۴۰ الکنز (۳۴۲۶۲) اللآ لی المصنوعۃ ۲/ ۶۵ - تاریخ اصفہان ۲/ ۳۷

عیدین کی دو راتیں' ان کی راتوں میں قیام کرے لیکن دن میں روزہ نہ رکھے۔ نصف شعبان کی رات' اس میں قیام کیا جائے اور دن بھر روزہ رکھا جائے۔ عاشوراء کی رات' رات کو قیام کیا جائے اور دن بھر روزہ رکھا جائے۔

سال بھر کی وہ راتیں جن میں قیام کرنا مستحب ہے

بعض اہل علم نے سال بھر کی ان راتوں کو جمع کیا ہے جن میں قیام کرنا مستحب ہے' انہوں نے فرمایا کہ یہ کل چودہ راتیں ہیں۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱-	ماہ محرم کی پہلی رات	(۱)	۶-	شعبان کی چودہویں رات	(۱)
۲-	محرم کی دسویں (۱۰) رات	(۱)	۷-	عرفہ کی رات	(۱)
۳-	ماہ رجب کی پہلی رات	(۱)	۸-	عیدین کی دو راتیں	(۲)
۴-	رجب کی پندرھویں رات	(۱)	۹-	رمضان کے آخری عشرہ کی پانچ طاق راتیں	(۵)
۵-	رجب کی ستائیسویں رات	(۱)			

اسی طرح سال بھر میں چند دن ایسے ہیں جن میں ذکر و اذکار اور عبادت الٰہی میں مشغول رہنا مستحب ہے۔

۱-	یوم عرفہ	(۱)		عید الفطر و عید الضحیٰ کا دن	(۲)
۲-	یوم عاشوراء	(۱)		ذوالحجہ کا پہلا عشرہ	(۱۰)
۳-	شعبان کا پندھواں دن	(۱)		ایام تشریق ۱۱' ۱۲' ۱۳ ذوالحجہ	(۳)
۴-	یوم جمعہ	(۱)			

ان میں سب سے زیادہ تاکید یوم جمعہ اور ایام رمضان کے متعلق ہے کیونکہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر جمعہ کا دن عافیت سے گذر جائے تو تمام ہفتہ عافیت سے گذرتا ہے اور اگر رمضان عافیت سے گذر جائے تو پورا سال عافیت سے گذرتا ہے۔[۹۴۱] ان کے بعد سوموار اور جمعرات کی تاکید اور فضیلت منقول ہے انہی دو دنوں میں اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔

ماہ رجب کی منقول دعائیں

رجب کی پہلی شب نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔[۹۴۲]

الٰہی! اس رات تیرے دربار کی طرف بڑھنے والے بڑھے ہیں' تیری طرف قصد کرنے والوں نے قصد کیا ہے اور امیدواروں نے تیرے فضل و کرم کی امیدیں باندھ لی ہیں۔ اس رات تیری طرف سے مہربانیاں' عطیات اور کرم و نوازشات

---

۹۴۱ الاتحاف ۵/ ۲۰۷

۹۴۲ ماہ رجب کے متعلق قرآن و سنت میں کوئی مخصوص دعا مذکور نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

ہیں جن پر تو چاہتا ہے احسان فرماتا ہے‘ جن سے چاہتا ہے روک لیتا ہے اور ان پر تیری نوازشات نے سبقت نہیں کی۔ الٰہی! میں تیرا بندہ ہوں ہمہ وقت تیرا محتاج ہوں اور تیرے فضل واحسان کا امیدوار ہوں۔ الٰہی! اگر اس رات تو اپنی مخلوق میں سے کسی پر فضل کرے اور اپنی عنایت سے کسی کو نوازے تو سب سے پہلے حضرت محمدؐ اور ان کے اہل وعیال پر رحمت نازل فرما اور اپنے فضل واحسان سے مجھ پر کرم ونوازش فرما! امین یارب العالمین!

حضرت علیؓ سال بھر میں بالخصوص ان چار راتوں میں شب بیداری کا اہتمام کیا کرتے تھے: رجب کی پہلی رات میں‘ عیدالفطر کی رات میں‘ عیدالضحیٰ اور نصف شعبان کی رات میں۔

آپ ان چار راتوں میں یہ دعا مانگا کرتے تھے: یااللہ! محمدؐ اور ان کی آل پر رحمتیں نچھاور فرما! یہی لوگ حکمت ودانائی کے چراغ ہیں‘ انعامات کے وارث ہیں‘ عصمت وپاکیزگی کی کانیں ہیں‘ مجھے بھی ان کے ساتھ ہر برائی سے محفوظ فرما‘ غرور وتکبر کے سبب مجھے نہ پکڑ‘ میرا انجام باعث حسرت وندامت نہ بنا‘ تو مجھ سے راضی ہو جا بلاشبہ تیری مغفرت ظالموں کے لئے ہے اور میں ظالموں میں سے ہوں‘ الٰہی مجھے وہ چیز عطا فرما جو تجھے ضرر نہ پہنچائے‘ جب کہ وہ مجھے فائدہ پہنچائے‘ تیری رحمت وسیع ہے‘ تیری حکمت نادر اور عجیب ہے‘ مجھے راحت وآسانی عطا فرما‘ میرے لئے کشادگی فرما‘ مجھے امن وتندرستی بخش‘ اپنی نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما‘ عافیت بخش‘ مصائب پر صبر بخش‘ اپنے اور اپنے دوستوں کی باتوں پر مجھے یقین وایمان عطا فرما‘ مشکلات کے بعد آسانی بخش‘ مجھ پر میرے اہل وعیال پر‘ میرے دینی بھائی جو تیرے راستے پر چلنے والے ہیں‘ ان پر‘ میرے والدین پر‘ مسلمانوں کے بیٹوں اور بیٹیوں پر اور تمام اہل ایمان مرد وزن پر اپنی رحمتوں کی برکھا برسا۔

ماہ رجب کی نمازیں: ۞ ہمیں شیخ ھبۃ اللہ سقطی نے محمد بن احمد سے‘ انہوں نے علی بن محمد بن اسماعیل سے‘ انہوں نے سعید بن نصر سے‘ انہوں نے سفیان بن عیینہ سے‘ انہوں نے اعمش سے‘ انہوں نے طارق بن شہاب سے اور انہوں نے سلمان فارسیؓ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: اے سلمان! جب رجب کا چاند نظر آ جائے تو جو کوئی مؤمن مرد وزن اس مہینے میں تیس (۳۰) رکعت نماز ادا کرے‘ ہر رکعت میں ایک بار سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الاخلاص جب کہ تین بار سورۃ الکافرون پڑھے‘ اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیں گے‘ مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب عطا کریں گے‘ آئندہ سال تک اسے نمازی شمار کر لیا جائے گا‘ روزانہ اس کا اجر بدری شہید کے برابر بلند کیا جائے گا‘[۹۴۳] اس کے لئے ہر روزے کے بدلے سال بھر کی عبادت لکھی جائے گی‘ ہزار درجات بلند کئے جائیں گے۔ اگر کوئی ماہ رجب کے مکمل روزے رکھے اور یہ نماز بھی پڑھے تو اللہ تعالیٰ

---

۹۴۳ یہ بات قرآن وسنت کے دیگر صریح نصوص کے خلاف ہے اس لئے کہ صحابہ کرام کے ثواب کو کوئی دوسرا مسلمان پہنچ سکا ہے نہ پہنچ سکتا ہے۔ جس طرح (سورۃ الحدید: ۱۰) میں مذکور ہے اور نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کو گالی مت دو‘ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں صدقہ کر دے تو وہ میرے کسی ایک صحابی کے ایک مد یا نصف مد کے ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (مسلم ۴/ ۲۵)

اسے آگ سے نجات عطا فرمائیں گے' اس کے لئے جنت واجب فرما دیں گے اور وہ اللہ کا پڑوسی بن جائے گا مجھے اس کی اطلاع حضرت جبرئیلؑ نے دی اور فرمایا: اے محمدؐ! یہ نماز تمہارے اور مشرک و منافق کے درمیان طرہ امتیاز ہے کیونکہ منافق یہ نماز نہیں پڑھتے۔ سلمان فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہؐ! آپ مجھے بتائیں کہ میں یہ نماز کس طرح اور کس وقت پڑھوں؟ فرمایا: اے سلمان! مہینے کی ابتدا میں دس رکعت نماز پڑھو۔ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ الفاتحہ اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص اور کافرون پڑھو پھر سلام پھیر کر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں' اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہی ہے' اسی کے لئے تعریفات ہیں' وہ زندگی وموت کا مالک ہے' خود زندہ ہے کہ اسے فنا نہیں' اسی کے ہاتھ میں ساری بھلائیاں ہیں اور وہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔ الٰہی! تیرے عطیہ کو کوئی روک نہیں سکتا' تیرے روکے ہوئے کو کوئی عطا نہیں کر سکتا اور تیرے نزدیک کوئی عظمت و دولت والا اپنی عظمت و دولت کی بنا پر نفع نہیں اٹھا سکتا۔ پھر اپنے ہاتھ چہرے پر پھیر لے۔ اسی طرح اس مہینے کے نصف میں دس رکعات نماز ادا کرو اور یہ دعا مانگو' اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ساری بادشاہی اور ہر قسم کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر مکمل قادر ہے' وہ تنہا معبود ہے' غنی اور طاق ہے' اسے بیوی کی حاجت نہیں نہ ہی اولاد کی ضرورت ہے۔ پھر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر لے۔ مہینے کے آخر میں بھی اسی ترتیب سے نماز پڑھو۔ نماز سے فارغ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یہ دعا مانگو: اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں' اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کے لئے ساری بادشاہی اور ہر قسم کی تعریف ہے' وہ زندہ کرتا ہے' وہ فوت کرتا ہے اسی کے ہاتھ میں ساری بھلائیاں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ! محمدؐ اور ان کی پاکیزہ آل پر اپنی رحمتیں نچھاور فرما۔ نیک کام کرنے اور گناہوں سے بچنے کی طاقت صرف تو ہی عطا کرتا ہے تو عظمتوں والا بلند و بالا ہے۔ پھر اپنی ضروریات اور حاجات کا اللہ سے مطالبہ کرو' اللہ تعالیٰ تمہارے اور جہنم کے درمیان ستر خندقیں حائل فرما دیں گے' ہر خندق کا طول و عرض زمین و آسمان کے برابر ہوگا۔ تیرے لئے ہر رکعت کے بدلے ہزار رکعات کا ثواب لکھا جائے گا۔ تیرے لئے جہنم سے آزادی کا پروانہ لکھ دیا جائے گا اور پل صراط سے بخیریت گذرنے کا اجازت نامہ بھی سونپ دیا جائے گا۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ جب نبی مکرمؐ اس حدیث سے فارغ ہوئے تو سجدہ ریز ہو کر اللہ کے حضور گریہ زاری شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگے۔ جب میں (مصنف) نے یہ مزید الفاظ سنے تو انہیں تلاش کرتے ہوئے بالآخر ''کتاب السنۃ والعمل'' سے ڈھونڈ لیا۔

رجب کی پہلی جمعرات کے روزے اور پہلے جمعہ کی رات کی نماز کی فضیلت: ❁❁ ہمیں شیخ ابوالبرکات ھبۃ اللہ نے قاضی ابوالفضل جعفر بن یحییٰ مکی سے خبر دی' انہوں نے ابوعبداللہ حسین بن عبدالکریم جزری سے مسجد حرام (مکہ) میں سن کر خبر دی' انہوں نے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جہضم سے' انہوں نے ابوالحسن علی بن محمد بن سعید سعدی سے' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے خلف بن عبداللہ سے' انہوں نے حمید طویل سے' انہوں نے حضرت انسؓ سے روایت بیان کی اور حضرت انسؓ نے نبی اکرمؐ سے روایت بیان کی آپؐ نے ارشاد فرمایا: رجب اللہ کا مہینہ ہے' شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ

ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہؐ! ''اللہ کے مہینے'' کا کیا معنی؟

فرمایا: یہ اللہ کی بخششوں کے ساتھ مخصوص ہے' اس میں خونریزی بند کر دی جاتی ہے' اس میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی توبہ قبول فرمائی' اس میں اپنے دوستوں کو دشمنوں سے نجات بخشی اور انہیں ان کی پکڑ سے محفوظ فرمایا۔ جو کوئی اس مہینے میں روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ تین باتیں اپنے لئے واجب فرما لیتے ہیں (۱) اس روزہ دار کے تمام سابقہ گناہوں کی معافی (۲) اس کے لیے مستقبل میں تاعمر گناہوں سے حفاظت (۳) اور بڑی گھبراہٹ (قیامت) کے دن پیاس سے اس کی نجات ایک بوڑھے شخص نے عرض کی یا رسول اللہؐ! میں اس مہینے کے تمام روزے رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا' فرمایا: اس مہینے کے آغاز' وسط اور انتہا میں ایک ایک روزہ رکھ لے تجھے مکمل روزوں کا ثواب نصیب ہو جائے گا کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا ثواب ہے البتہ پہلے جمعہ کی رات سے غافل نہ رہنا' اس رات کو فرشتے ''لیلۃ الرغائب'' سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ جب اس کا ایک تہائی گذر جاتا ہے تو زمین و آسمان کے تمام فرشتے کعبہ کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔ فرشتے کہیں گے یارب! ہماری مراد یہ ہے کہ آپ رجب کے روزہ داروں کی مغفرت فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے ان سب کو معاف کر دیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص رجب کی پہلی جمعرات کا روزہ رکھے اور اس کے بعد آنے والی رات میں مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعات نماز ادا کرے' ہر رکعت میں فاتحہ ایک مرتبہ سورۃ اخلاص بارہ مرتبہ اور سورۃ القدر تین مرتبہ تلاوت کرے' ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیرے۔ اس طرح بارہ رکعات نماز سے فارغ ہو کر مجھ پر ستر (۷۰) مرتبہ یہ درود پڑھے: الٰہی! تو محمدؐ جو (اُمی) ان پڑھ تھے' اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما۔ پھر سجدہ ریز ہو کر یہ دعا (۷۰) مرتبہ پڑھے: [سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح/ تسبیحات اور پاکیزگی کے لائق ہے فرشتوں اور روح کا رب] پھر دوسرہ سجدہ کرے اور ستر (۷۰) مرتبہ یہ دعا پڑھے: یارب مجھے بخش دے' مجھ پر رحم فرما جو خطائیں تو جانتا ہے وہ معاف فرما یقیناً تو ہی غالب اور صاحب عظمت ہے۔ پھر ایک سجدہ کرے اور ستر مرتبہ پہلی دعا پڑھ کر اپنی حاجتوں کو اللہ کے حضور پیش کرے تو وہ حاجتیں پوری ہوں گی۔ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو لونڈی غلام یہ نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیں گے خواہ سمندر کی جھاگ' ریت کے ذرات' پہاڑوں کے وزن' بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کی اپنے خاندان کے سات سو آدمیوں کے حق میں شفاعت قبول کی جائے گی۔ قبر میں پہلی رات ہی اس کا اجر و ثواب (نماز) روشن چہرے اور جاری زبان کے ساتھ آ کر عرض کرے گا۔ اے میرے محبوب! آپ کو بشارت ہو آپ ہر تکلیف سے محفوظ ہیں' یہ نمازی پوچھے گا تم کون ہو؟ اللہ کی قسم! میں نے تم سے زیادہ حسین چہرہ دیکھا ہے نہ اتنا میٹھا کلام سنا ہے نہ ہی تمہاری خوشبو سے اچھی خوشبو کبھی سونگھی ہے۔ وہ کہے گا' اے میرے محبوب میں اس نماز کا ثواب ہوں جو آپ نے فلاں رات' فلاں ماہ اور فلاں سال پڑھی تھی' آج رات میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی خدمت بجا لاؤں' تنہائی میں غمخوار بنوں' آپ کی وحشت دور کر دوں

اور روز جزا جب صور پھونکا جائے گا تو میں میدان محشر میں آپ پر چھاؤں کر دوں گا پس آپ خوش ہو جائیں کہ اب آپ اپنے مالک کے پاس اپنی نیکی حاصل کرلیں گے۔

ماہ رجب کے ۲۷ ویں روزے کی فضیلت: ❀❀ ہمیں شیخ ھبۃ اللہ نے حافظ ابوبکر احمد سے خبر دی' انہوں نے عبداللہ بن علی سے' انہوں نے علی بن عمر سے' انہوں نے ابوبکر نصر سے' انہوں نے علی بن سعید سے' انہوں نے ضمرۃ بن ربیعہ سے' انہوں نے ابن شوذب سے' انہوں نے مطر وراق سے' انہوں نے شہر بن حوشب سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور حضرت ابو ہریرہؓ نے نبیؐ سے روایت بیان کی آپؐ نے فرمایا: جس شخص نے رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھا اسے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ یہی وہ دن ہے جب جبرئیل حضرت محمدؐ پر (پہلی) وحی لے کر نازل ہوئے تھے۔[۹۴۴]

ہمیں ھبۃ اللہ نے اپنی سند سے حسن بصری سے روایت بیان کی وہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ رجب کی ستائیسویں کو اعتکاف میں صبح کرتے اور ظہر تک نماز میں مشغول رہتے پھر ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر کچھ دیر نفل ادا کرتے پھر چار رکعت نماز ادا کرتے اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ الفاتحہ' ایک مرتبہ معوذتین تین تین مرتبہ سورۃ القدر اور اکاون (۵۱) مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھتے پھر عصر تک دعا میں مشغول رہتے اور فرماتے تھے کہ اللہ کے رسولؐ کا اس دن یہی مشغل ہوا کرتا تھا۔

ہمیں شیخ ھبۃ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ ابوسلمہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت بیان کی کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا۔ بلاشبہ ماہ رجب میں ایک دن اور رات ایسی آتی ہے کہ اس دن روزہ رکھنے والے اور شب کو قیام کرنے والے کو سو سال قیام اور روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ یہ دن رات رجب کی ستائیسویں ہے' اسی دن رسول اللہؐ مبعوث کیے گئے تھے۔[۹۴۵]

روزے کے آداب: ❀❀ روزہ دار کو چاہیے کہ وہ اپنے روزوں کو گناہوں سے بچا کر مکمل تقویٰ کے ساتھ پورا کرے جیسے کہ شیخ ھبۃ اللہ حسن بن احمد سے روایت کرتے ہیں' وہ محمد بن احمد سے وہ حسین بن جعفر سے وہ احمد بن عیسیٰ سے وہ ابن اسحاق سے وہ اسحاق بن رزین سے وہ اسماعیل بن یحییٰ سے وہ مسعر بن کرام سے وہ عطیہ سے اور وہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: رجب حرمت والے مہینوں میں سے ہے' اس کے دن چھٹے آسمان کے دروازے

---

۹۴۴ الاتحاف ۵/ ۲۰۷- المغنی عن حمل الاسفار ۱/ ۳۶۷- پہلی وحی کے متعلق قرآن مجید میں تین آیتیں مذکور ہیں (۱)[انا انزلنہ فی لیلۃ مبارکۃ/ ہم نے اس (قرآن) کو بابرکت رات میں نازل کیا۔ الدخان: ۳] (۲)[شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن/ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ البقرۃ: ۱۸۵] (۳)[انا انزلناہ فی لیلۃ القدر/ بلاشبہ ہم نے اسے قدر والی رات میں نازل فرمایا۔ سورۃ القدر ۱] ان آیات کی جمع وتطبیق سے پتہ چلتا ہے کہ شب قدر ہی بابرکت رات ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک ہے اس لئے نزول وحی کی ابتدا بالاتفاق رمضان المبارک میں ہوئی ہے۔ جب کہ مذکورہ روایت صحیح نہیں۔

۹۴۵ اس حدیث کے ضعیف اور موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں اس لئے کہ شب قدر سب سے افضل اور مبارک رات ہے جسے ہزار مہینوں سے افضل کہا گیا۔ ہزار مہینوں کی تقسیم کی جائے تو حسابی قائدے سے تراسی (۸۳) سال اور چار (۴) مہینے کے قریب عرصہ بنتا ہے جب کہ اس رات کے ثواب کو شب قدر کے ثواب سے بھی بڑھا دیا گیا جو صحیح نصوص سے متعارض ہے۔

پر لکھے ہوئے ہیں جب کوئی بندہ اس کے کسی دن روزہ رکھ کر اسے تقویٰ کے لبادے میں گناہوں سے بچا کر پورا کر لیتا ہے تو آسمان کا دروازہ اور روزے والا دن اللہ کے حضور عرض کرتے ہیں یا رب! اسے بخش دے۔ اگر وہ تقویٰ کے ساتھ اپنا روزہ پورا نہیں کرتا تو یہ دونوں اس کی بخشش کی دعا نہیں کرتے بلکہ اسے کہتے ہیں کہ تجھے تیرے نفس نے دھوکہ دیا ہے۔[۹۴۶]

اعرج حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: روزہ ڈھال ہے اگر تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو جہالت اختیار نہ کرے اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑائی کرے تو یہ اسے کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔[۹۴۷] (لہٰذا تمہارا جواب نہیں دوں گا) حدیث نبویؐ ہے: جو شخص روزہ رکھنے کے باوجود جھوٹ اور اس پر عمل (برے کام) نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔[۹۴۸] حسنؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: روزہ آگ کے لئے ڈھال ہے بشرطیکہ اسے پھاڑا نہ جائے پوچھا گیا اسے کیا چیز پھاڑ دیتی ہے؟ فرمایا: جھوٹ یا غیبت۔[۹۴۹] حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: روزہ (صرف) کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں بلکہ (اصل) روزہ فحش ولغو کاموں سے رکنے کا نام ہے۔[۹۵۰]

ہمیں شیخ ابو نصر محمد نے اپنے والد ابو علی بن احمد سے، انہوں نے محمد سے، انہوں نے عبداللہ سے انہوں نے جعفر بن محمد سے انہوں نے سعید بن عتبہ سے انہوں نے بقیہ بن خلف سے انہوں نے محمد بن حجاج سے انہوں نے خاقان سے انہوں نے حضرت انسؓ سے اور وہ رسول اللہؐ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں روزہ اور وضو توڑ دیتی ہیں (۱) جھوٹ (۲) چغلی (۳) غیبت (۴) شہوت بھری نظر (۵) اور جھوٹی قسم۔[۹۵۱]

ہمیں ابو نصر نے اپنے والد کی سند سے انسؓ بن مالک سے روایت بیان کی کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا۔ اس کا کوئی روزہ نہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتا ہے۔[۹۵۲] ہمیں ابو نصر نے اپنے والد کی سند سے حضرت حذیفہؓ سے روایت بیان کی کہ جس شخص نے کسی عورت کے پیچھے سے اس کے کپڑے بنظر عمیق دیکھے تو اس کا روزہ باطل ہو گیا۔[۹۵۳] ابو نصر نے اپنی سند سے سلیمان بن موسیٰ سے روایت بیان کی کہ جابر بن عبداللہ نے فرمایا: جب تم روزہ رکھو تو اپنے کانوں، آنکھوں، زبان کے جھوٹ اور حرام وممنوعات سے بھی روزہ رکھو، ہمسائے کو نہ ستاؤ، وقار سے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا حالت روزہ اور غیر حالت روزہ کا دن ایک جیسا ہو۔ حدیث نبویؐ ہے: بہت سے روزہ داروں کو بھوک پیاس کے علاوہ کچھ نصیب نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیداروں کو بیداری کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔[۹۵۴] آپؐ نے فرمایا، اس پر عرش الٰہی لرز جاتا ہے اور رب تعالیٰ ناراض ہوتا ہے یعنی آپؐ کی

---

۹۴۶ تبیین العجب (۴۲)
۹۴۷ شرح السنۃ ۶/۲۲۵ - الموطا (۳۱۰)
۹۴۸ الاتحاف ۴/۲۲
۹۴۹ الاتحاف ۴/۱۹۵
۹۵۰ البیہقی ۴/۲۷۰ - الدر المنثور ۱/۲۰۱
۹۵۱ الموضوعات ۲/۱۹۶
۹۵۲ ابن ابی شیبہ ۳/۴ - القرطبی ۱۶/۳۳۶
۹۵۳ الموضوعات ۲/۱۹۵
۹۵۴ ابن ماجۃ (۱۶۹۰)

مراد یہ ہے کہ جب اعمال رضائے الٰہی کی بجائے ریاکاری کے لئے کیے جائیں تو کوئی ثواب نہیں ملتا۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا ہے' میں شرکاء میں سب سے بہترین ہوں جس نے اپنے عمل میں میرے ساتھ کسی اور کو حصہ دار بنایا تو اس کا عمل میرے لیے نہیں بلکہ اس شریک کے لیے ہے: میں تو صرف وہ عمل قبول کرتا ہوں جو خالصتہً میرے لیے کئے جائیں۔[955] اے ابن آدم! میں حصہ سے بلند و بالا ہوں اس لئے تو اس عمل پر غور کر لے جو تو نے میرے غیر کے لئے کیا ہے اور اس کی جزا مجھے وہی دے گا (میرے پاس تیرا کوئی اچھا صلہ نہیں) آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے تھے: یا اللہ! میری زبان جھوٹ سے' میرا دل نفاق سے' میرا عمل ریا (دکھلاوے) سے اور میری آنکھ خیانت سے پاک فرما دے کیونکہ تو خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں کے چھپے رازوں کو جانتا ہے۔[956] لہٰذا روزے دار کو روزے کے آداب پیش نظر رکھنے چاہیے۔ یہ آداب صرف روزوں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام عبادات میں انہیں مدنظر رکھا جائے تا کہ دنیا و آخرت کے نقصان سے بچا جا سکے۔

شیخ ابو نصر اپنے والد کی سند سے ابو فراش سے اور وہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: نوحؑ نے عیدین کے علاوہ ہر سال کے مکمل روزے رکھے' داؤدؑ نے ہر سال نصف روزے رکھے اور ابراہیمؑ نے ہر مہینے کے تین روزے رکھے اس طرح انہوں نے حکماً عمر بھر روزے رکھے اور اصلاً عمر بھر روزے نہیں رکھے۔[957] شیخ ابو نصر اپنے والد کی سند سے ابن منکدر سے اور وہ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! آپ اپنے روزے کے متعلق باخبر کریں نبیؐ کو غصہ آ گیا اور آپ کے رخسار مبارک سرخ ہو گئے جب حضرت عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو اس دیہاتی کو ڈانٹنے لگے حتیٰ کہ اسے خاموش کر دیا۔

جب نبیؐ کا غصہ جاتا رہا تو حضرت عمرؓ نے کہا' یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے مجھے بتایئے کہ جو شخص عمر بھر روزے رکھے اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کا کوئی روزہ نہیں۔ پوچھا جو ہر مہینے تین روزے رکھے؟ فرمایا اس نے گویا عمر بھر روزے رکھے' پوچھا جو سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھے؟ فرمایا:[958] جمعرات کو اعمال بلند کیے جاتے ہیں اور سوموار کو میری ولادت ہوئی اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔

روزہ کھولنے کی دعا: ❀ روزہ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے: یا اللہ! تیرے لئے میں نے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر میں نے افطار کیا' تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ' اے اللہ! ہم سے قبول کر لے بلاشبہ تو سننے والا جاننے والا ہے عبداللہ بن عمرو بن عاص بوقت افطار یہ دعا پڑھتے تھے: یا اللہ! میں تجھ سے تیری اس رحمت کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے' تو مجھے بخش دے۔

---

955 الاتحاف ۸/۲۶۳ - ابن عساکر ۷/۷
956 الاتحاف ۷/۵۱۴
957 ابن ماجۃ (۱۷۱۴)
958 مجمع الزوائد ۳/۱۵۶

ابو عالیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بوقت افطار یہ دعا پڑھے: ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سب سے بلند اور سب پر غالب ہے' اسی کے لئے عظمتیں ہیں جو دیکھتا ہے اور انتخاب کرتا ہے' اسی اللہ کے لئے تمام تعریفات ہیں جو مالک ہے' تقدیر بناتا ہے' تمام تعریفات اس کے لئے ہیں جو مردے زندہ کرتا ہے'' وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا گویا کہ ابھی پیدا ہوا ہے۔ مصعب بن سعید عبداللہ بن زبیر سے اور وہ سعد بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ جب کسی کے پاس افطاری کرتے تو یہ دعا پڑھتے: تمہارے پاس روزہ داروں نے افطاری کی' تمہارا کھانا نیک حضرات نے کھایا اور تمہارے لئے فرشتوں نے رحمت کی دعائیں مانگیں۔[959]

<u>ماہ رجب میں دعاؤں کا حکم</u>: ❀ ❀ جان لو کہ ماہ رجب میں خصوصیت کے ساتھ دعائیں قبول ہوتی ہیں' گناہوں سے معافی ہوتی ہے اور جرائم کی سزائیں بھی سخت ہوتی ہیں۔ جیسا کہ شیخ ھبۃ اللہ نے قاضی ہناد سے' انہوں نے عبدالقاہر بن عمر سے' انہوں نے ھبۃ اللہ سے انہوں نے محمد بن فرخان سے' انہوں نے احمد بن حسین سے انہوں نے سعید انباری سے انہوں نے محمد بن ابراہیم سے' انہوں نے ابراہیم بن فراش سے انہوں نے عمرو بن سمرہ سے' انہوں نے موسیٰ بن عباس سے' انہوں نے اصبغ سے انہوں نے نباتہ سے' انہوں نے حسین بن علیؓ سے روایت بیان کی کہ ہم طواف کر رہے تھے کہ اچانک ہمیں آواز آئی کہ کوئی شخص یہ دعا پڑھ رہا تھا۔

اے وہ ذات جو تاریکیوں میں بے قرار کی دعا قبول فرماتی ہے' جو پریشانیوں اور مصیبتوں کو مع بیماریوں کے زائل کرتی ہے' تیرے پاس آنے والوں نے تیرے پاس حرم میں رات دعاؤں میں بسر کی' اللہ تعالیٰ کی آنکھ نہیں سوتی' یا اللہ میں نے جتنے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے وہ بخش دے' تیرے عفو و کرم کی طرف دنیا اشارہ کرتی ہے' اگر تیری معافی گناہ گار کی طرف سبقت نہ کرے تو پھر کون ہے جو گناہ گاروں کے ساتھ اپنے انعامات کے ساتھ پیش آئے۔

حضرت حسین بن علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد علی بن ابی طالب نے کہا کہ اے حسین! کیا تم نے اس روزنے والے کی آواز نہیں سنی جو اپنے گناہوں پر رو رہا ہے اور اپنے رب پر عتاب کر رہا ہے جاؤ امید ہے کہ تم اسے پالو گے اور اسے بلا لانا۔ حسین فرماتے ہیں پھر میں جلدی سے نکلا اور اسے پالیا۔

وہ ایک حسین و جمیل' پاکیزہ جسم اور عمدہ کپڑوں میں ہے جن سے خوشبو پھوٹ رہی ہے لیکن اس کی دائیں جانب مفلوج ہے۔ میں نے اسے کہا کہ آپ کو امیر المؤمنین یاد فرما رہے ہیں۔ وہ مشکل سے کھڑا ہوا اور لنگڑاتا ہوا امیر المؤمنین کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ کا کیا مسئلہ ہے؟ وہ کہنے لگا: امیر المؤمنین! جسے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا گیا ہو اور اس کے حقوق روک دیے گئے ہوں اس کا حال کیا ہو سکتا ہے؟ پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟ کہا: منازل بن لاحق۔ پوچھا: اپنا مکمل واقعہ پیش کریں۔ کہنے لگا: میں پورے عرب میں لہو لعب اور نشاط و طرب میں مشہور تھا' غفلت نے

959 ابوداود (۳۸۵۴) ابن ماجۃ (۱۷۴۷) احمد ۳/ ۱۱۸

مدہوش کررکھا تھا۔توبہ کا اعتبار نہ تھا' رجب اور شعبان میں بھی گناہوں سے باز نہ آتا تھا۔ میرا شفیق باپ مجھے گناہوں کے نتائج بد اور برائیوں کے انجام بد سے مسلسل ڈراتا رہا اور وہ کہا کرتے تھے' پیارے بیٹے! اللہ کی گرفت سے ڈر جا اور اس کے انتقام سے پنجہ آرائی نہ کر' اس کا عذاب آگ ہے۔ کتنے مظلوم تیرے مظالم سے چیخ رہے ہیں' مقرب فرشتے تجھ پر بددعائیں کررہے' حرمت والے مہینے تجھ پر نالاں ہیں۔ وہ مجھے جتنی نصیحت کرتا میں اتنا ہی اسے مارتا پیٹتا۔

ایک دن اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں روزانہ روزے رکھوں گا اور ساری ساری رات نماز پڑھوں گا تاکہ اللہ تعالیٰ میری دعائیں قبول فرمالے۔ چنانچہ انہوں نے ایک ہفتہ روزے اور شب بیداری کا اہتمام کیا۔ پھر خاکی اونٹ پر سوار ہوکر حج کے لئے یہ کہتے ہوئے مکہ معظمہ روانہ ہوگئے کہ میں بیت اللہ میں تیرے خلاف اللہ تعالیٰ سے بددعا کروں گا۔ جب وہ حج اکبر کے دن مکہ پہنچے تو کعبے کا غلاف پکڑ کر یہ بددعا مانگی: اے وہ ذات جس کے لطف و کرم کے امیدوار لوگ دور دراز سے یہاں کا قصد کرتے ہیں' جو ذات سب پر غالب ہے' تنہا بے نیاز ہے' میرا بیٹا منازل میری نافرمانی سے باز نہیں آیا' یارحمٰن! میرے بیٹے سے میرا حق لے لے' اس کی ایک جانب شل کردے تو پاک ذات ہے جس کی اولاد ہے نہ والدین۔

اس ذات کی قسم جس نے آسمان بلند فرمایا اور زمین سے چشمے جاری کیے' ابھی ان کی دعا مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ میری دائیں جانب مفلوج ہوگئی اور میں اس لکڑی کی طرح ہوگیا جو حرم کے کسی کنارے میں پڑی ہو' لوگ صبح و شام میرے پاس سے یہ کہتے ہوئے گزر جاتے تھے کہ اسے اس کے باپ کی بددعا لگی ہے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ تمہارے والد کہاں ہیں؟ کہا: میں نے ان سے عرض کی تھی کہ اب تو آپ مجھ سے راضی ہیں لہٰذا براہ کرم اسی جگہ جاکر میرے حق میں دعا کریں جہاں بددعا کی تھی۔ وہ راضی ہوگئے۔ میں نے انہیں ایک اونٹ پر سوار کیا اور مکمل توجہ کے ساتھ مکہ کا رخ کیا۔ ابھی ہم وادی اراک میں پہنچے تھے کہ کسی درخت سے اچانک ایک پرندہ اڑا جس سے میرے والد کا اونٹ بدک گیا اور وہ اس سے گر کر موقع پر ہی فوت ہوگئے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ دعائیں نہ بتاؤں جو میں نے رسول اللہؐ سے سنی تھیں اور آپؐ نے ان کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ جو پریشان حال ان دعاؤں کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی دور فرمادیں گے اور جو بیقرار انہیں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی بیقراری دور فرمادیں گے۔ وہ کہنے لگا ضرور بتایئے۔ حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت علیؓ نے اسے وہ دعائیں یاد کروادیں اس نے وہ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس مرض سے شفا بخش دی اور دوسرے دن اسی شخص نے تندرست حالت میں ہمارے پاس آکر سلام کیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ دعا کس طرح پڑھی تھی؟ بولا: جب لوگ رات کو سو گئے اور مکمل سناٹا چھا گیا تو میں نے ایک بار پھر دوبارا اور تین بار یہ دعا پڑھی تو مجھے ایک غیبی آواز سنائی دی کہ تجھے اللہ کافی ہے' تو نے اللہ کے اس اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا مانگی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرماتے ہیں' اگر کوئی مراد مانگی جائے تو اس کی مراد پوری ہوئی ہے۔ پھر مجھے نیند آگئی تو میں نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا اور وہ دعا آپؐ کو سنائی۔ آپؐ نے فرمایا: میرے چچازاد بھائی نے بالکل سچ بتایا۔ اس دعا میں اللہ کا ایک اسم اعظم ہے جس کے ساتھ دعائیں

قبول ہوتی ہیں اور مرادیں برآتی ہیں۔

پھر میری آنکھ لگ گئی تو میں دوبارہ آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوا اور عرض کی یارسول اللہؐ! میں یہ دعا آپ کی زبان اطہر سے سننا چاہتا ہوں' آپؐ نے فرمایا سن لو: یااللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں' اے عالم الغیب! اے وہ ذات! جس نے اپنی قدرت سے آسمان پیدا فرمائے اور زمین کا بچھونا بچھایا۔ اے وہ ذات جس کی عظمت وجلال کے نور سے سورج اور چاند روشن ہیں۔ اے وہ ذات جو ہر مومن اور پاکیزہ نفس کی طرف متوجہ ہوتی ہے' اے وہ ذات جو خوفزدہ اور نیک لوگوں کو امن دیتی ہے' اے دنیا کی ضروریات کے خالق! یوسفؑ کو غلامی سے نجات دینے والے! اے وہ ذات جس کا کوئی دربان نہیں کہ جسے پکارا جائے نہ ہی کوئی مشیر ہے کہ اسے حاضری دی جائے' تیرے سوا کوئی رب نہیں کہ جسے پکارا جائے' اے وہ ذات جس کا جودوکرم حاجتوں اور ضرورتوں کی کثرت کے باوجود بڑھتا جاتا ہے۔ یااللہ! محمدؐ اور ان کی آل پر اپنی ان گنت رحمتیں نازل فرما اور میری مراد برلا' یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے' کہنے لگا پھر میری آنکھ کھل گئی اور میں بالکل تندرست ہو چکا تھا' حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس دعا کو اوڑھنا بچھونا بنالو کیونکہ یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ اسی طرح کے واقعات عہد فاروقی وغیرہ میں بھی پیش آئے ہیں مگر طوالت کے خوف سے ان کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔

بہرکیف ارباب دانش کا یہ فرض ہے کہ وہ گناہوں' حق تلفیوں اور مظلوموں کی بددعاؤں کو حقیر نہ سمجھا کریں۔ کیونکہ نبی مکرمؐ نے ارشاد فرمایا: ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے[٩٦٠] اور آپؐ نے مزید ارشاد فرمایا: جب بندہ کشادہ ہاتھوں سے اللہ کے حضور دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے ہاتھ خالی لوٹانے میں شرم محسوس ہوتی ہے' اس لئے وہ اس کی مراد یا تو دنیا میں پوری فرما دیتا ہے یا اسے آخرت کے لئے ذخیرہ فرما دیتا ہے۔[٩٦١] ایک شاعر کہتا ہے

کیا تو دعا سن کر اسے حقیر سمجھتا ہے	حالانکہ اس کی تاثیر تیرے اندر ظاہر ہے
رات کے تیر بلا خطا نشانے پر لگتے ہیں	مگر ان کی مدت ہے جن کا پورا ہونا لازم ہے

ماہ شعبان اور پندرہویں شعبان کی فضیلت

ہمیں شیخ ابونصر محمد نے اپنے والد ابوعلی سے' انہوں نے ابوالحسین علی سے' انہوں نے محمد بن عمر سے' انہوں نے ابوالفتح سے' انہوں نے ابوبکر محمد سے' انہوں نے اسحاق بن حسن سے' انہوں نے عبداللہ بن سلمہ سے' انہوں نے مالک بن انس سے انہوں نے عمر بن عبداللہ کے غلام ابونضر سے' انہوں نے ابوسلمہ سے' انہوں نے حضرت عائشہؓ (نبی کی بیوی) سے روایت بیان کی' وہ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسولؐ (شعبان میں) مسلسل روزے رکھا کرتے تھے حتیٰ کہ ہمیں گمان ہوتا کہ آپ اب کوئی روزہ نہیں

---

٩٦٠ بخاری ٣/ ١٢٩- ترمذی (٢٠٣٠) احمد ٢/ ١٣٧

٩٦١ احمد ٥/ ٤٣٨

چھوڑیں گے' پھر آپ مسلسل روزے چھوڑ تے جاتے حتی کہ ہمیں یہ شک ہوتا کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ آپؐ نے رمضان کے علاوہ کسی مہینے کے مکمل روزے رکھے ہوں اور یہ بھی نہیں دیکھا کہ آپؐ نے شعبان سے زیادہ کسی اور مہینے میں (نفلی) روزے رکھے ہوں۔[۹۶۲]

یہ صحیح حدیث ہے جسے امام بخاری نے بھی عبداللہ بن یوسف عن مالک سے روایت کیا ہے۔ ہمیں ابونصر نے محمد سے' انہوں نے اپنے والد کی سند سے ہشام سے' انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت بیان کی کہ اللہ کے رسولؐ مسلسل روزے رکھتے حتی کہ ہمیں گمان ہوتا کہ اب آپؐ روزہ ترک نہیں کریں گے پھر آپؐ روزے ترک کرنا شروع کر دیتے حتی کہ ہمیں یہ گمان ہوتا کہ اب آپؐ روزہ نہیں رکھیں گے۔ آپؐ کو شعبان کے نفلی روزے سب سے زیادہ پسند تھے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! آپ اس مہینے میں اتنے روزے رکھتے ہیں؟ فرمایا: عائشہؓ! یہ وہ مہینہ ہے جس میں سال بھر کے مرنے والوں کے نام ملک الموت کو لکھ کر سونپ دیئے جاتے ہیں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا نام روزے کی حالت میں لکھا جائے۔

ہمیں شیخ ابونصر نے محمد سے انہوں نے اپنے والد کی سند سے عطاء بن یسار سے' انہوں نے ام سلمہؓ سے روایت بیان کی۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسولؐ رمضان کے بعد سب سے زیادہ روزے شعبان میں رکھا کرتے تھے[۹۶۳] اس لئے کہ اس مہینے سال بھر کے مرنے والوں کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں۔ انسان سفر کی غرض سے نکلتا ہے حالانکہ اس کا نام مرنے والوں میں لکھا ہوتا ہے۔ ابونصر نے اپنے والد کی سند سے ثابت سے انہوں نے انسؓ سے روایت بیان کی کہ اللہ کے رسولؐ سے افضل ترین روزوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: رمضان کی تعظیم (استقبال) کے لئے شعبان کے روزے افضل ہیں۔[۹۶۴]

ابونصر اپنے والد سے' وہ معاویہ بن صالح سے' وہ عبیداللہ بن قیس سے' انہوں نے حضرت عائشہؓ سے سنا' وہ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسولؐ کو سب سے زیادہ شعبان کا مہینہ پسند تھا اور آپ اس کے روزے رمضان سے ملا دیا کرتے تھے۔ عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: جو شخص شعبان کی آخری سوموار کا روزہ رکھے گا' اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیں گے۔[۹۶۵]

اس سے شعبان کا آخری دن مراد نہیں بلکہ آخری سوموار مراد ہے کیونکہ رمضان کے استقبال میں ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ رکھنا منع ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: شعبان کو شعبان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں

---

۹۶۲ بخاری (۱۹۶۹) شعبان کے مہینے میں نبی اکرمؐ خلاف معمول زیادہ روزے رکھا کرتے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ پورا شعبان ہی روزوں کے ساتھ گذارتے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ آپ ماہ شعبان کا اکثر حصہ روزوں میں گذراتے تھے۔ ان دونوں احادیث میں یہ تطبیق دی گئی ہے کہ اکثر کو کامل کے معنی پر محمول کر لیا جاتا ہے اس لئے مراد اکثر ہی ہے' کامل اور مکمل شعبان مراد نہیں ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آپؐ نے ماہ رمضان کے علاوہ کسی ماہ کے مکمل روزے نہیں رکھے۔

۹۶۳ نسائی ۴/۲۰۰

۹۶۴ العلل المتناهیة ۲/ ۶۵ - الکنز (۲۴۲۹۲)

۹۶۵ أمالی الشجری ۲/۱۰۲

احترام رمضان کی وجہ سے نیکیاں پھوٹتی ہیں اور رمضان کو رمضان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں بہت سے گناہ جلا دیئے جاتے ہیں۔[٩٦٦]

اللہ کی منتخب چیزیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور منتخب کرتا ہے] سو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں سے چار عدد چن لئے ہیں پھر ان میں سے ایک کو منتخب کر لیا ہے۔ چار فرشتے حضرت جبرئیلؑ' اسرافیلؑ' عزرائیلؑ اور میکائیلؑ چن لئے پھر ان میں سے حضرت جبرئیلؑ کا انتخاب فرمایا۔ چار انبیاء' حضرت ابراہیمؑ' موسیٰؑ' عیسیٰؑ' اور محمدؐ کو چنا پھر ان میں سے خاتم النبیین حضرت محمدؐ کو چن لیا۔ چار صحابہ ابوبکرؓ' عمرؓ' عثمانؓ اور علیؓ کا انتخاب کیا اور ان میں سے ابوبکرؓ کو چنا۔ چار مسجدیں' مسجد حرام' اقصیٰ' مدینہ اور طور سیناء کا انتخاب کیا ان میں سے مسجد حرام کو چن لیا۔ چار دن' عید الفطر' عید الضحیٰ' عرفہ اور عاشورا کو چنا پھر ان میں سے یوم عرفہ کو چن لیا۔ چار راتیں شب برات' شب قدر' شب جمعہ اور شب عید چن لیں پھر ان میں سے شب قدر کا انتخاب فرمایا۔ اسی طرح چار مقامات' مکہ معظمہ' مدینہ منورہ' بیت المقدس اور مساجد عشائر کا انتخاب کیا اور ان میں سے مکہ مکرمہ کو چن لیا۔ اسی طرح چار پہاڑوں کا انتخاب کیا۔ کوہ احد' طور سیناء' لکام اور لبنان۔ ان میں سے طور سیناء کو چن لیا۔ چار نہروں کا انتخاب کیا جیحون' سیحون' فرات اور نیل ان میں سے فرات کو چن لیا' چار مہینوں کو چن لیا رجب' شعبان' رمضان اور محرم۔ ان میں سے شعبان کو چن لیا اور اسے نبی اکرمؐ کا مہینہ قرار دیا۔ لہٰذا جس طرح ہمارے نبی حضرت محمدؐ افضل الانبیاء ہیں اسی طرح شعبان سب سے افضل مہینہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: شعبان میرا مہینہ ہے' رجب اللہ کا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔[٩٦٧]

شعبان گناہ مٹانے والا ہے اور رمضان پاکیزہ بنانے والا ہے۔ نبی مکرمؐ نے ارشاد فرمایا: شعبان رجب اور رمضان کے درمیان ہے۔ لوگ اس سے غافل رہتے ہیں حالانکہ اس مہینے میں ان کے اعمال اللہ کی طرف بلند کئے جاتے ہیں اس لئے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ حالت روزہ میں میرے اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جائیں۔[٩٦٨]

حضرت انسؓ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: رجب کی تمام مہینوں پر ایسی فضیلت ہے جیسی اللہ کے کلام کی دوسرے تمام کلاموں پر ہے۔ تمام مہینوں پر شعبان کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تمام

---

٩٦٦ الکنز (۳/۳۵۱۷)۔ استقبال رمضان کے لئے ماہ شعبان میں روزہ رکھنے سے متعلق مذکورہ روایات صحیح ثابت نہیں ہیں بلکہ صحیح روایت کے مطابق آپؐ نے رمضان کے استقبال میں شعبان کے آخری دو' ایک روزوں سے منع فرمایا ہے۔ البتہ اس شخص کو اجازت ہے جو فرض روزوں کی قضائی دے رہا ہو یا ہر مہینے کے آخری روزے رکھنا اس کے سالانہ معمول میں شامل ہو۔

٩٦٧ تبیین العجب (۳۴)

٩٦٨ الکنز (۳۵۱۷۱)

انبیاء پر ہے۔ اور تمام مہینوں پر رمضان کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح اللہ کو تمام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے۔[۹٦۹] حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ ہلال شعبان دیکھتے ہی قرآن کی تلاوت میں منہمک ہو جاتے تھے۔ مسلمان اس مہینے میں اپنے مالوں کی زکاۃ نکالتے تھے تاکہ کمزور مساکین کھاپی کر رمضان کے روزوں کے لئے طاقت ور ہو جائیں۔ حکام قیدیوں کو طلب کرتے اگر کوئی قابل حد ہوتا تو اس پر حد قائم کی جاتی ورنہ انہیں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ تاجر پورے سال کا حساب کر کے اپنا قرضہ ادا کرتے تھے اور دوسروں سے رقم کی وصولی کرتے تھے۔ جب ہلال رمضان دیکھ لیتے تو غسل کر کے اعتکاف میں بیٹھ جاتے تھے۔

شعبان کے حروف سے اشارات

لفظ شعبان میں پانچ حرف ہیں ش۔ ع۔ ب۔ ا۔ ن۔ ش سے شرف کی طرف اشارہ ہے۔ ع سے علو (بلندی) کی طرف ب سے برّ (نیکی) کی طرف، ا سے الفت کی طرف اور ن سے نور کی طرف اشارہ ہے۔[۹۷۰] یہ تمام اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے اس مہینے کے تحفے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں خیر کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ برکتوں کا نزول ہوتا ہے، گناہوں کی معافی ہوتی ہے، برائیوں کی تلافی ہوتی ہے۔ چونکہ اس مہینے میں آپؐ پر بکثرت درود پڑھا جاتا ہے اس لئے اسے درود کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے [بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے اہل ایمان! تم بھی نبیؐ پر درود بھیجو] اگر درود کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے رحمت مراد ہوتی ہے، اگر فرشتوں کی طرف ہو تو شفاعت اور استغفار مراد ہوتی ہے اور اگر اہل ایمان کی طرف ہو تو دعا و ثنا مراد ہوتی ہے۔[۹۷۱]

مجاہد فرماتے ہیں کہ (صلوٰۃ) درود کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے اللہ کی توفیق اور گناہوں سے حفاظت مراد ہوتی ہے، اگر فرشتوں کی طرف ہو تو تعاون اور نصرت مراد ہوتی ہے اور اگر مؤمنوں کی طرف ہو تو اتباع اور احترام کا معنی ہوتا ہے۔ ابن عطاء کا خیال ہے کہ درود کی نسبت اللہ کی طرف بمعنی وصلہ ہے یعنی اس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان رابطہ قائم رکھتے ہیں، فرشتوں کی طرف رقت طبع ہے اور مؤمنوں کی طرف سے بمعنی اطاعت و محبت ہے۔ دیگر علماء کے نزدیک اللہ کے درود سے عظمت احترام کا اظہار مراد ہے، فرشتوں کی طرف سے بزرگی کا اظہار ہے اور امت کی طرف سے شفاعت کی طلب کا اظہار ہے۔

---

۹٦۹ تنزیہ الشریعۃ ۲/ ۱٦۰

۹۷۰ شعبان کے پانچ حروف سے مختلف اشارے مصنف کا ذاتی خیال ہے، قرآن و حدیث میں کہیں یہ اشارے مذکور نہیں۔

۹۷۱ درود کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد رحمت ہے۔ اگر غیر اللہ کی طرف منسوب ہو یعنی انسان اور فرشتے وغیرہ تو رحمت کی دعا مراد ہوتی ہے۔ کیونکہ رحمت بھیجنا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے مخلوق صرف رحمت کی دعا مانگ سکتی ہے۔

نبیؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے۔[۹۷۲] اس لئے ہر عقل مند مومن کو چاہیے کہ وہ اس مہینے نبی اکرمؐ پر درود بھیجنے اور دوسری عبادات بجالانے میں غفلت کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ اس ماہ رمضان کے استقبال کی مکمل تیاریاں کرے' خود کو گناہوں سے پاک کر لے' توبہ استغفار کرے' ماہ شعبان میں گریہ زاری کرے اور محمدؐ کی اطاعت کے وسیلے سے اللہ کا قرب حاصل کرے' گناہوں کی بخشش کروا لے' دل کو پاک کر لے' باطنی بیماریوں کا علاج کرے اور اس میں غفلت کا مظاہرہ نہ کرے کہ آج نہیں کل سے توبہ کرلوں گا' ابھی تو جوان ہوں' بڑھاپے میں توبہ کرلوں گا۔ عمر کے تین ہی دن ہیں' گذشتہ روز (ماضی)' آج کا دن (حال) اور استقبال۔ ماضی گزر چکی' مستقبل امیدوں پر ہے اور حال کا عمل ہی کام آئے گا۔ ماضی عبرت ہے' حال غنیمت ہے اور استقبال خطرے سے خالی نہیں۔

اسی طرح مہینے تین ہیں۔ رجب وہ تو گذر گیا۔ اب نہیں آئے گا' رمضان کا انتظار ہے مگر علم نہیں کہ زندگی ساتھ دے یا نہ اور شعبان موجود ہے۔ نبی اکرمؐ نے ایک شخص کو نصیحت فرمائی' غالباً وہ عبداللہ بن عمر بن خطاب تھے' کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ (۱) بڑھاپے سے پہلے جوانی کو (۲) بیماری سے پہلے صحت کو (۳) ناداری سے پہلے مال داری کو (۴) مشغولیت سے پہلے فراغت کو (۵) موت سے پہلے زندگی کو۔

شب برات کے فضائل و برکات

ارشاد باری تعالیٰ ہے [حٰمٓ ' قسم ہے روشن کتاب کی جسے ہم نے برکت والی رات میں نازل کیا][۹۷۳] ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حٰمٓ کا مطلب ہے' اللہ تعالیٰ نے تا قیامت ہر چیز کا فیصلہ کر دیا ہے' روشن کتاب سے مراد ''قرآن مجید'' ہے' انزلناہ میں ہٗ ضمیر سے مراد قرآن مجید ہے اور برکت والی رات سے مراد شب برات ہے جو شعبان کے نصف میں واقع ہے۔ تمام مفسرین نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے مگر عکرمہ کے نزدیک بابرکت رات ''لیلۃ القدر'' ہے۔[۹۷۴] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سی چیزوں کو مبارک کہا ہے۔

---

۹۷۲ مسلم (۹۱۲) نسائی ۲/۵۰- احمد ۲/۳۷۲۔ جمعہ کے علاوہ کسی اور مخصوص دن یا مخصوص مہینے میں درود و سلام کی تاکید مذکور نہیں۔ قرآن مجید میں درود کا عام حکم دیا گیا ہے اس لئے ہر محبِ رسول مسلمان کو بلاتخصیص ہر وقت نبی رحمتؐ پر درود و سلام بھیجنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی نصیب ہو۔

۹۷۳ الدخان-۱ تا ۳

۹۷۴ یہاں مصنف کو غلطی لگی ہے فی الحقیقت برکت والی رات سے مراد شب قدر ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہوتی ہے اور خود قرآن مجید اس بات پر گواہ ہے کہ قرآن کا نزول رمضان کے مہینے میں قدر والی رات کو ہوا (جیسا کہ پیچھے حاشیہ میں تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے) اور اکثر مفسرین کے نزدیک بھی نزول قرآن کی رات لیلۃ القدر ہے نہ کہ شب قدر البتہ عکرمہ کے نزدیک شب قدر ہے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر ۴/۱۴۸ اور تفسیر قرطبی ۱۶/۱۱۰ وغیرہ میں موجود ہے۔

مثلاً قرآن مجید کے متعلق فرمایا: [یہ بابرکت ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے][۹۷۵] اس کی برکت یہ ہے کہ جو شخص اس کی تلاوت کرے اور اس پر ایمان لائے وہ ہدایت پائے گا اور آگ سے محفوظ ہو جائے گا۔ یہ برکت ابوت (والدین) اور بنوت (اولاد) تک متعدی رہتی ہے۔ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآنی مصحف دیکھ کر تلاوت کرے، اللہ تعالیٰ اس کے والدین کے عذاب میں تخفیف فرما دیں گے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔[۹۷۶]

اللہ تعالیٰ نے پانی کو بھی مبارک قرار دیا ہے۔ فرمایا: [ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل فرمایا ہے][۹۷۷] پانی کی برکت یہ ہے کہ تمام ذی روح اشیاء کی زندگی کا انحصار پانی پر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندگی بخشی کیا پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتے؟][۹۷۸] کہا جاتا ہے کہ پانی میں دس صفات ہیں: (۱) رقت (سیال پن) (۲) نرمی (۳) طاقت (۴) طہارت (۵) صفائی (۶) حرکت (۷) تری (۸) خشکی (۹) تواضع (۱۰) زندگی۔ اللہ تعالیٰ نے یہی دس صفات عقل مند مؤمن کو بھی عطا فرمائی ہیں کہ وہ نرم دل بھی ہے اس میں نرمی اخلاق، عبادت کی قوت و چستی، نفس میں لطافت، عمل میں خلوص و صفائی، نیکی کی طرف حرکت و رغبت، آنکھوں میں تری، گناہوں میں جمود، مخلوق سے تواضع اور حق سننے سے زندگی کی مہر بھی پائی جاتی ہے۔

زیتون کو بھی مبارک کہا گیا ہے۔ فرمایا: [زیتون کے بابرکت درخت سے][۹۷۹] یہی وہ پہلا درخت ہے جسے آدمؑ نے زمین پر آنے کے بعد سب سے پہلے تناول فرمایا تھا۔ اس میں غذائیت بھی ہے اور روشنی بھی۔

فرمایا: [اور یہ کھانے والوں کے لئے سالن بھی ہے][۹۸۰] کسی نے برکت والے درخت سے مراد حضرت ابراہیمؑ، کسی نے قرآن، کسی نے نفس مطمئنہ مراد لیے ہیں۔ نفس مطمئنہ جو نیکیوں کا حکم دیتا ہے، احکامات کی بجا آوری کی رغبت دلاتا ہے اور ممنوعات سے بچا کر تقدیر کے سامنے تسلیم خم ہو کر رب کے حکم کی موافقت کرواتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو بھی بابرکت کہا ہے۔ فرمایا: [اور اللہ نے مجھے بابرکت بنایا ہے خواہ میں کسی جگہ پر رہوں][۹۸۱] آپ کی برکت کا ظہور یہ ہے کہ آپ کی والدہ حضرت مریمؑ پر خشک کھجور کے درخت سے پھل جھڑنے لگے اور ان کے نیچے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [پھر مریمؑ کو اس درخت کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کرو اللہ نے تمہارے تلے (قریب) پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے اور اپنی طرف سے کھجور کے تنے کو ہلائیں تو یہ آپ پر تازہ اور پکی کھجوریں گرائے گا لہٰذا انہیں کھاؤ پیو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھو][۹۸۲]

---

۹۷۵ الانبیا-۵۰

۹۷۶ ابن عدی ۶/ ۲۲۲۶- یہ روایت ضعیف ہے۔ شب برأت کے متعلق مصنفؒ نے جس قدر روایات ذکر فرمائی ہیں ان میں سے کوئی روایت بھی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔

۹۷۷ ق-۹

۹۷۸ الانبیاء-۳۰

۹۷۹ النور-۳

۹۸۰ المومنون-۲۰

۹۸۱ مریم-۳۱

۹۸۲ مریم-۲۴، ۲۶

حضرت عیسیٰ کی برکت یہ بھی تھی کہ وہ (اللہ کے حکم سے) مادرزد نابینے اور کوڑھی کے مریض کو صحت مند کر دیتے تھے' مردوں کو اپنی دعا سے زندہ کر دیتے اور بھی بہت سے معجزات آپ کو عطا کئے گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو بھی بابرکت کہا ہے۔ فرمایا: [یقیناً وہ پہلا بابرکت گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ مکہ معظّمہ میں ہے' وہ لوگوں کے لئے باعث ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں][983] اس کی برکت یہ ہے کہ گناہوں سے آلودہ جو شخص بھی اس میں داخل ہوتا ہے وہ پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔ فرمایا: [اور جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہو گیا][984] اس لئے جو شخص حالت ایمان میں حصول ثواب کی نیت سے توبہ کرتا ہوا بیت اللہ میں داخل ہوگا وہ اللہ کے عذاب سے امن پا جائے گا' اس کی توبہ مقبول ہوگی اور اللہ تعالیٰ اسے بخش دیں گے۔

بعض علماء کے نزدیک امن پانے سے مراد ہے کہ وہ لوگوں کی ایذا و تکلیف سے امن پا جائے گا کہ جب تک حرم میں رہے گا۔ اسی لئے حرم میں شکار کرنا' وہاں کے درخت کاٹنا' احترام بیت اللہ کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا' مسجد کی حرمت بھی کعبہ کی حرمت کی وجہ سے ہے' مکہ کی حرمت مسجد کی حرمت کی بدولت ہے اور حرم کی حرمت مکہ کی وجہ سے ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ کعبہ اہل مسجد کا قبلہ ہے' مسجد اہل مکہ کا قبلہ ہے' مکہ اہل حرم کا قبلہ ہے اور حرم دنیا بھر کا قبلہ ہے۔ مکہ کو مکہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں لوگوں کا ہجوم اس قدر رہتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو روندڈالتے ہیں۔ بکہ اور مکہ ایک ہی لفظ ہے کیونکہ بسا اوقات میم کو باء سے اور با کو میم سے بدل دیا جاتا ہے جیسے: کمد سے کبد اور لازم سے لازب۔ شب برات بھی بابرکت قرار دی گئی ہے اس لئے کہ اس رات اہل زمین پر رحمت و برکت' خیر و سعادت اور عفو و مغفرت کا نزول ہوتا ہے۔ ہمیں شیخ ابونصر نے اپنے والد سے' انہوں نے محمد سے' انہوں نے عبداللہ بن محمد سے' انہوں نے اسماعیل بن عمر سے' انہوں نے عمر بن موسیٰ سے' انہوں نے زید سے' انہوں نے اپنے دادا سے' انہوں نے حضرت علیؓ سے اور وہ نبیؐ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان (شب برات) کی رات کو آسمان دنیا پر نزول کرتے ہیں اور ہر مسلمان کی بخشش کر دیتے ہیں البتہ مشرک' کینہ پرور' رشتہ داری قطع کرنے والے اور فاحشہ عورت کو نہیں بخشتے۔[985]

شیخ ابونصر اپنے والد کی سند سے یحییٰ بن سعید سے' وہ عروہ سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتی ہیں کہ نصف شعبان کی رات اللہ کے رسولؐ میری چادر سے کھسک گئے' اللہ کی قسم! میری چادر ریشم کی خالص ریشم کی' کتان کی' خز کی یا اون کی نہیں تھی۔ راوی کہتا ہے سبحان اللہ! پھر وہ کس چیز کی تھی۔ فرمایا: اس کا تانا بکری کے بالوں کا تھا اور بانا اونٹ کے بالوں کا' مجھے گمان ہوا کہ اللہ کے رسولؐ اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے آپ کو تلاش کیا تو میرے ہاتھ

---

۹۸۳ آل عمران-۹۶

۹۸۴ آل عمران-۹۷

۹۸۵ الدرالمنثور ۶/۲۷

آپ کے پاؤں پر لگے اور آپ سجدہ ریز ہو کر یہ دعا پڑھ رہے تھے جسے میں نے یاد کرلیا: یا اللہ! میرا جسم اور دل تیرے لئے سجدہ کرتے ہیں' میرا دل تجھ پر ایمان لایا' میں تیری نعمتوں کا شکرادا کرتا ہوں' اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں' میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے لہٰذا تو مجھے بخش دے' میں تیرے عذاب سے بچتا ہوا تیری پناہ ڈھونڈتا ہوں' تیرے غضب سے بچنے کے لئے تیری رضا کا طالب ہوں' تیرے عذاب سے بے خوف ہونے کے لئے تجھ سے ہی سوال کرتا ہوں' تیری حمد و ثنا نا قابل بیان ہے۔ صرف تو ہی اپنی حمد و ثنا کرسکتا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ رات بھر قیام وقعود کی حالت میں یہی دعا پڑھتے رہے حتی کہ آپ کے پاؤں سوجھ گئے' میں نے انہیں دباتے ہوئے عرض کی' یارسول اللہؐ! میرے والدین آپؐ پر قربان ہوں' کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سابقہ اور آئندہ تمام گناہ معاف نہیں کردیئے؟ کیا آپ پر اللہ نے یہ انعام اور یہ احسان نہیں کیا؟ آپؐ نے فرمایا: عائشہؓ تو کیا میں اللہ (کے انعامات) کا شکرادا کرنے والا بندہ نہ بنوں؟ تمہیں اس رات کے متعلق علم ہے؟ پوچھا: وہ کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اس رات سال بھر کے پیدا ہونے والوں اور مرنے والوں کے نام نوٹ کرلئے جاتے ہیں' لوگوں کا رزق نازل ہوتا ہے اور ان کے اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔ میں نے کہا یارسول اللہ! کیا لوگ صرف اللہ کی رحمت سے ہی جنت میں جاسکتے ہیں۔ فرمایا: ہاں۔ پوچھا۔ آپ بھی فرمایا؟ ہاں' میں بھی اس وقت تک جنت میں نہیں جاسکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے نہ ڈھانپ لے۔ پھر آپؐ نے اپنے دست مبارک اپنے سر اور چہرے پر پھیر لیے۔[۹۸۶]

ہمیں شیخ ابونصر اپنے والد سے' وہ محمد بن احمد سے' وہ عبداللہ بن محمد سے' وہ ابوالعباس اور ابراہیم بن محمد سے' وہ ابو عامر دمشقی سے' وہ ولید بن مسلم سے' وہ ہشام بن غار اور سلیمان بن مسلم وغیرہ سے وہ مکحول اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا' عائشہ وہ (بابرکت) رات کون سی ہے؟ بولیں: اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ فرمایا: وہ نصف شعبان کی رات ہے اس میں دنیا اور دنیا والوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ اس رات اللہ تعالیٰ قبیلہ غنم کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتے ہیں۔ کیا تم اس رات مجھے عبادت کی اجازت نہیں دیتی؟ میں نے کہا: ضرور۔ پھر آپ نے نماز پڑھی' ہلکا قیام کیا اس میں سورۃ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھی' پھر رات کے ایک حصے تک سجدہ ریز پڑے رہے' اس کے بعد دوسری رکعت میں اسی طرح قیام وغیرہ کرکے سجدہ ریز ہوگئے اور فجر تک حالت سجدہ میں رہے۔ (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) میں آپ کو دیکھ رہی تھی میں نے سوچا کہیں آپؐ کی روح تو قبض نہیں ہوگئی؟

جب کافی دیر ہوگئی تو میں نے قریب ہو کر آپ کے پاؤں کے تلوے چھوئے تو آپ نے حرکت کی اور سجدے میں یہ دعا پڑھ رہے تھے: "(یا اللہ!) میں تیری معافی کے ذریعے تیرے عذاب سے' تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے اور تیرے واسطے

---

۹۸۶ اس روایت کے مختلف حصوں کے لیے دیکھئے: البخاری ۲/۶۳ - احمد ۴/۲۵۱ - نسائی ۳/۲۱۹

سے تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری حمد و ثنا جلیل القدر ہے میں تیری مکمل تعریف کرنے سے قاصر ہوں جس طرح کہ تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔'' میں نے کہا: یارسول اللہ! آج رات میں نے ایسا ذکر سنا ہے جو پہلے کبھی نہیں سنا تھا' فرمایا: کیا تمہیں اس کا علم ہوگیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں' فرمایا: یہ دعا یاد کرلو اور دوسروں کو بھی یاد کروا دو کیونکہ جبرئیلؑ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ دعا سجدے میں پڑھا کرو۔ ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے عبداللہ بن محمد سے' انہوں نے اسحاق بن احمد فارسی سے' انہوں نے احمد بن صباح سے' انہوں نے یزید بن ہارون سے' انہوں نے حجاج بن ارطاۃ سے' انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے' انہوں نے عروہ سے' انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت بیان کی' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے (اپنے کمرے میں) اللہ کے رسولؐ کو گم پایا تو آپ کی تلاش میں نکلی' میں نے آپ کو بقیع (قبرستان) میں دیکھا کہ آپؐ آسمان کی طرف سر اٹھائے ہوئے ہیں' آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا۔ میں نے کہا: یارسول اللہؐ! میرا گمان تھا کہ آپؐ اپنی کسی بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلہ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر لوگوں کو جہنم سے آزادی بخش دیتے ہیں۔[۹۸۷]

حضرت عباسؓ کے غلام عکرمہ اس آیت [اس رات ہر حکمت والے کام کو منفرد کر دیا جاتا ہے][۹۸۸] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس رات سے مراد نصف شعبان کی رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ سال بھر کے معاملات کی تدبیر فرماتے ہیں' مرنے والوں اور بیت اللہ کا حج کرنے والوں کے نام لکھواتے ہیں اور ان فیصلوں میں پھر کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ حکیم بن قیسان فرماتے ہیں کہ نصف شعبان کی رات اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پھر جسے چاہتے ہیں اسے اگلے سال اسی رات تک (گناہوں) سے پاک کر دیتے ہیں۔ عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ نصف شعبان کی رات سال بھر کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ انسان سفر کے لئے نکلتا ہے حالانکہ اس کا نام مرنے والوں کی فہرست میں ہوتا ہے' وہ شادی کرتا ہے حالانکہ وہ مرنے والا ہے۔

ابونصر اپنے والد کی سند سے مالک بن انس سے' وہ ہشام بن عروہ سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم کا یہ فرمان مبارک سنا: اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر و سعادت کے دروازے کھول دیتے ہیں اور پانی کی طرح نیکیاں برساتے ہیں۔ (۱) عیدالاضحیٰ کی رات (۲) عیدالفطر کی رات (۳) نصف شعبان کی رات' اس میں اموات حجاج اور رزق لکھ دیا جاتا ہے (۴) عرفہ کی رات اذان تک۔ سعید فرماتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن ابی نجیح نے پانچ راتیں بتائیں جن میں ایک جمعہ کی رات شامل ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: نصف شعبان کی رات جبرئیلؑ نے میرے پاس آ کر عرض کی' اے محمدؐ! ذرا نگاہ اٹھا کر آسمان کی طرف تو دیکھو' میں نے پوچھا کیا خاص رات ہے؟ کہنے لگے: یہ وہ رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ تین سو رحمت کے دروازے کھول دیتے ہیں اور تمام لوگوں کو بخش دیتے ہیں البتہ

---

۹۸۷ ترمذی (۷۳۹) احمد ۶/۲۳۸- البیہقی (۱۳۸۹) یہ روایت ضعیف ہے۔

۹۸۸ (الدخان-۴)

مشرک، جادوگر، کاہن، دائمی شرابی، سودی اور زانی کو اس وقت تک نہیں بخشتے جب تک کہ خلوص دل سے توبہ نہ کرلیں۔ چوتھائی رات گذر جانے کے بعد جبرئیلؑ نے آ کر عرض کی اے محمدؐ! ذرا آسمان کی طرف نگاہ اٹھایئے۔ میں نے دیکھا کہ جنت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہیں، پہلے دروازے کا فرشتہ اعلان کررہا ہے کہ اس شخص کو بشارت ہو جو آج رات رکوع میں مصروف ہے، دوسرے دروازے پر ایک فرشتہ اعلان کررہا ہے اسے خوشخبری ہو جو آج رات سجدے میں مشغول ہے، تیسرے دروازے پر ایک فرشتہ یہ اعلان کررہا ہے، اسے مبارک ہو جو آج شب دعاؤں میں مصروف رہے، چوتھے دروازے پر ایک فرشتہ یہ اعلان کر رہا ہے کہ انہیں مبارک ہو جو آج ذکر الٰہی میں مصروف ہیں، پانچویں دروازے پر ایک فرشتہ یہ اعلان کررہا ہے کہ اسے مبارک ہو جو آج کی رات خشیت الٰہی سے گریہ زار ہے، چھٹے دروازے پر فرشتہ یہ اعلان کررہا ہے کہ آج رات مسلمانوں کے لئے خوشخبری ہے، ساتویں دروازے پر فرشتہ اعلان کررہا ہے کہ کوئی سوالی جس کا مطالبہ پورا کیا جائے اور آٹھویں دروازے پر ایک فرشتہ اعلان کررہا ہے کوئی گناہوں سے معافی مانگنے والا ہے کہ اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں؟ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے، جبرئیلؑ نے کہا اول رات سے آخر رات تک کھلے ہیں۔ پھر فرمایا: اے محمدؐ! اس رات اللہ تعالیٰ بنو بکر (قبیلہ) کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے مطابق لوگوں کو جہنم سے آزاد کردیتے ہیں۔

شب برات کی وجہ تسمیہ: ❁ ❁ شب برات کو برات اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں دو براتیں (بیزاریاں) ہیں یعنی گناہ گاروں کو اللہ کی طرف سے (آگ سے) برأت مل جاتی ہے اور نیکوکاروں کو ذلت و رسوائی سے برأت نصیب ہوتی ہے۔ حدیث نبویؐ ہے: نصف شعبان کی شب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف جھانکتے ہیں۔ اہل ایمان کی بخشش فرماتے ہیں، کفار کو مزید مہلت عطا کرتے ہیں اور حاسدوں کو ان کے حسد کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں تا آنکہ وہ حسد سے باز آجائیں۔[989] کہا جاتا ہے کہ آسمان پر فرشتے دو راتوں میں عید مناتے ہیں جیسے دنیا میں لوگ دو دنوں میں عید مناتے ہیں۔ فرشتوں کی عیدیں شب برأت اور شب قدر ہیں جب کہ مومنوں کی عیدیں فطر اور اضحیٰ ہیں۔ فرشتوں کی عیدیں رات میں اس لئے ہیں کہ وہ نیند کے محتاج نہیں جب کہ لوگوں کی عید دنوں میں ہے اس لئے کہ وہ رات کو سو جاتے ہیں۔

---

989 الاتحاف ۲۸۲/۱۰ - الدر المنثور ۲۶/۶۔ شیخ موصوف نے شب برات کی جو وجہ تسمیہ ذکر فرمائی ہے وہ درست معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ شب عربی کا لفظ ہے نہ ہی برات۔ شب اصلاً فارسی کا لفظ ہے جس کا معنی اردو میں ''رات'' ہے جب کہ برات سنسکرت سے ماخوذ ہے جو فارسی اور اردو دونوں میں الگ الگ معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں اس سے مراد وہ جلوس ہے جو دولہا کی شادی میں اس کے ساتھ جاتا ہے اور فارسی میں برات بمعنی حصہ، نقد، تقدیر وغیرہ ہے۔ اور ان دونوں کا معنی ''بیزاری'' نہیں کیا گیا۔ بیزاری کے لئے عربی کا لفظ ''براۃ'' استعمال ہوتا ہے، جس کے درمیان میں الف نہیں ہمزہ ہے جب کہ اردو میں ''برات'' کے درمیان الف ہے ہمزہ نہیں (کمالا یخفی علی اهل العلم) اس لفظی بحث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''شب برات'' کا موجودہ اعتقاد صحابہؓ میں موجود نہیں تھا اور نہ ہی اس کی فضیلت و عظمت میں کوئی صحیح روایت منقول ہے۔ اس لئے اس رات کو عبادت وغیرہ کے لئے مخصوص کرنا درست نہیں جب کہ آتش بازی کرنا اور پٹاخے چلانا تو بلا اختلاف فضول خرچی کی وجہ سے ناجائز امر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان خرافات و بدعات سے محفوظ فرمائے (آمین)

اللہ تعالیٰ نے شب قدر کو مخفی رکھا جب کہ شب برات کو ظاہر کر دیا اس لئے کہ شب قدر رحمت و بخشش اور جہنم سے آزادی کی رات ہے اور اسے پوشیدہ کر دیا گیا تا کہ لوگ اس پر بھروسہ نہ کر لیں جب کہ شب برات قضا و قدر' رضا و قہر' قرب و بعد' انکار و قبول' سعادت و شقاوت اور بزرگی و طہارت کی رات ہے' کوئی اس رات سعادت پالیتا ہے کوئی دھتکار دیا جاتا ہے۔ کسی کو اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے تو کسی کو عذاب میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ کسی کو عزتیں بخشی جاتی ہیں تو کسی کو محرومی کا سامنا ہوتا ہے' کسی کو اجر ملتا ہے تو کوئی خالی ہاتھ لوٹتا ہے' کتنے لوگوں کے کفن تیار ہیں لیکن وہ کاروبار میں مشغول ہیں' کتنے لوگوں کی قبریں کھودی جا رہی ہیں مگر وہ اپنی عیش و عشرت میں مدہوش پڑے ہیں' کتنے ہنستے کھلتے چہرے ہیں جو عنقریب ذلتوں سے دوچار ہونے والے ہیں' کتنے شاندار محل تیار ہو رہے ہیں جب کہ ان کے مالکوں کی موت سر پر کھڑی ہے' کتنے لوگ ثواب کے امیدوار ہیں حالانکہ وہ عذاب کے حق دار ہیں۔ بہت سے لوگ بشارتوں کی امیدیں لیے بیٹھیں ہیں حالانکہ انہیں آفتوں کا سامنا ہونے والا ہے' کتنے لوگ جنت کے منتظر ہیں لیکن جہنم ان کے انتظار میں ہے' کتنے اہل محبت باہمی تعلقات کے خواہش مند ہیں جب کہ ان کی تقدیر میں جدائی ہے اور کتنے ملک و حکومت کے متلاشی ہیں حالانکہ ان کی ہلاکت قریب آ چکی ہے۔

منقول ہے کہ حسن بصریؒ نصف شعبان کو گھر سے نکلتے تھے تو آپ کے چہرے سے یوں ظاہر ہوتا تھا کہ شاید آپ قبر سے باہر نکلے ہیں' آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: اللہ کی قسم! جس شخص کی کشتی (عین سمندر میں) ٹوٹ گئی ہو وہ بھی مجھ سے بڑی مصیبت میں نہیں بلکہ میری مصیبت اس سے بھی گراں ہے۔ پوچھا گیا وہ کیا؟ فرمایا: مجھے اپنے گناہوں کا یقین ہے جب کہ نیکیوں میں تردّد ہے کہ وہ قبول ہوں گی یا میرے منہ پر ماروی جائیں گی۔

شب برات کی نماز: ۞ ۞ شب برات کی نماز سو رکعات ہے۔ جن میں ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص کی تلاوت ہے یعنی ہر رکعت میں دس بار سورۃ اخلاص کی تلاوت ہے۔ اسے ''صلاۃ الخیر'' کہا جاتا ہے۔ اس نماز سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ پہلے لوگ اسے باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ اس نماز کی بڑی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔[۹۹۰]

حسن بصری فرماتے ہیں کہ مجھ سے تیس (۳۰) صحابیوں نے روایت بیان کی کہ جو شخص شب برات میں یہ نماز پڑھتا ہے وہ ستر مرتبہ اللہ کی نظر کرم سے مشرف ہوتا ہے جب کہ ہر نظر کرم میں اللہ تعالیٰ اس کی ستر حاجتیں پوری کر دیتے ہیں جن میں سب سے ادنیٰ حاجت اس کی مغفرت ہے۔ اس نماز کو ان چودہ راتوں میں پڑھنا مستحب ہے جن میں عبادت اور شب بیداری کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ (ان راتوں کا ذکر فضائل رجب میں گذر چکا ہے) تا کہ اس نماز کے پڑھنے والے کو عزت و عظمت اور اجر و ثواب حاصل ہو۔

---

۹۹۰ قرآن و حدیث میں مختلف نفلی نمازیں اور ان کا ثواب مذکور ہے جیسے صلاۃ الضحیٰ' صلاۃ التسبیح وغیرہ مگر ''صلاۃ الخیر'' نام کی کوئی نفلی نماز قرآن و حدیث میں موجود نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام سے اس نماز کے پڑھنے کا کوئی ثبوت منقول ہے۔ (واللہ اعلم)

حصہ دوم

باب - ۱

فضائل رمضان[۹۹۱]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: [اے ایمان والو! تم پر روزہ اس طرح فرض کر دیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھا تا کہ تم متقی (اللہ سے ڈرنے والے) بن جاؤ][۹۹۲] حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب تم سے ''اے ایمان والو!'' کے الفاظ سے خطاب ہو تو اسے توجہ سے سنو کیونکہ اس خطاب میں کسی چیز کا حکم دیا جائے گا یا کسی چیز سے روکا جائے گا۔ جعفر صادق فرماتے ہیں کہ ''اہل ایمان'' کے خطاب کی لذت و مٹھاس سے عبادت کی تکلیف و تھکاٹ جاتی رہتی ہے۔

یایھا الذین امنوا میں یا حرف ندا ہے جس سے اہل علم کو خطاب کیا جاتا ہے۔ ایّ سے معین چیز مراد ہوتی ہے۔ لفظ ''ھا'' منادی کو ندا کی تنبیہ کے لئے ہے۔ ''الذین'' اسم موصولہ ہے جس سے معرفت سابقہ کی طرف اشارہ ہے۔ ''امنوا'' اس معین راز کی طرف اشارہ ہے جو پکارنے والے اور پکارے جانے والے کے درمیان ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ ندا لگا رہے ہیں کہ اے میرے پرخلوص بندوں! اے باطنی (خاص) راز کے جاننے والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کر دیا گیا ہے۔ ''صیام'' قیام کی طرح مصدر ہے۔ صیام کا لغوی معنی امساک (رک جانا) ہے مثلاً ہوا چلتے ہوئے رک گئی' گھوڑا بھاگتے بھاگتے رک گیا' دوپہر ہو گئی کیونکہ جب سورج آسمان کے عین وسط میں پہنچتا ہے تو تھوڑی دیر کے لئے رک جاتا ہے جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

حتی کہ جب دن رک گیا اور وہ برابر ہو گیا (دوپہر ہو گئی) تو سورج کا لعاب بہنے لگا اور وہ اترنے لگا۔ (یعنی غروب ہونے لگا)۔

جب کوئی شخص بات کرتے کرتے اچانک خاموش ہو جائے تو اس پر ''صام الرجل'' کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے [یقیناً میں نے رحمٰن کے لئے نذر مانی ہے کہ خاموش رہوں گی][۹۹۳] شرعی اصطلاح میں حسب عادت کھانے پینے اور جماع سے

---

۹۹۱ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم ترین رکن ''روزہ'' ہے۔ رمضان المبارک کے مکمل مہینے میں روزے رکھنا اللہ کا حکم ہے۔ روزہ ایک بدنی عبادت ہے جس کے ساتھ بندہ اپنے رب کا تقرب حاصل کرتا ہے۔ روزے کے فضائل و مسائل کے لیے باب نمبر ۳ ملاحظہ فرمائیں۔

۹۹۲ البقرۃ-۱۸۳

۹۹۳ البقرۃ-۱۸۵

رک جانے کا نام روزہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا'' اس سے مراد گذشتہ انبیاء ان کی امتیں اور بالخصوص حضرت آدمؑ ہیں جیسا کہ عبدالملک بن ہارون بن عنترہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کا یہ فرمان سنا کہ میں ایک دن بوقت دوپہر نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ حجرے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کی' آپ نے جواب دے کر فرمایا: علی! جبرئیلؑ تمہیں سلام کر رہے ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ! آپؐ پر اور ان پر میری طرف سے بھی سلام ہو۔ فرمایا' میرے قریب ہو جاؤ میں آپؐ کے قریب جا بیٹھا۔ فرمایا: علی! جبرئیلؑ تم سے کہتے ہیں کہ ہر ماہ کے تین روزے رکھا کرو' پہلے روزے کا ثواب دس ہزار سال کے روزوں کے برابر' دوسرے کا تیس ہزار سال کے برابر اور تیسرے کا ایک لاکھ سال کے روزوں کے برابر ثواب ہوگا' میں نے کہا یا رسول اللہؐ! کیا یہ ثواب میرے لیے مخصوص ہے یا تمام لوگوں کے لیے؟ فرمایا: تمہیں بھی اور جو یہ روزے رکھے گا اسے بھی اتنا ثواب دیا جائے گا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ تین دن کون سے ہیں؟ فرمایا: وہ ایام بیض یعنی ہر ماہ کا تیرہواں چودھواں اور پندرہواں دن ہے۔[۹۹۴]

عنترہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ان دنوں کو ''بیض'' (سفید) کیوں کہتے ہیں؟ فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جنت سے زمین پر اتارا تو دھوپ نے آپ کو جلا کر جسم کالا کر دیا پھر ان کے پاس جبرئیلؑ تشریف لائے اور عرض کی: اے آدمؑ! کیا آپ جسم کو سفید کرنا پسند کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں' تو فرشتے نے کہا کہ ہر ماہ کا تیرھواں' چودھواں اور پندرھواں روزہ رکھا کرو۔ چنانچہ انہوں نے پہلا روزہ رکھا تو ان کا تہائی جسم سفید ہو گیا' دوسرا روزہ رکھا تو دو تہائی سفید ہو گیا اور تیسرے روزے سے مکمل جسم سفید ہو گیا۔ اس لئے ان دنوں کو سفید دن کہا جاتا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ حضرت آدمؑ پر سب سے پہلے روزے فرض کیے گئے تھے۔

حسن بصریؒ اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ''پہلی امتوں'' سے مراد عیسائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے روزوں کو ان کے روزوں سے اس لئے تشبیہ دی کہ یہ وقت اور تعداد دونوں میں موافقت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے ان پر فرض کیے مگر یہ ان پر سخت ثابت ہوئے اس لیے کہ رمضان کبھی سخت گرمی یا سخت سردی میں بھی آ جاتا تھا جس سے انہیں حالت سفر میں پریشانی ہوتی اور کاروبار بھی متاثر ہوتا۔ لہٰذا عیسائیوں کے علماء اور رؤسا اکٹھے ہوئے کہ ان روزوں کو ایک ہی موسم سردی یا گرمی میں مقرر کر لیا جائے چنانچہ انہوں نے موسم بہار کا انتخاب کر لیا اور اپنے شنیع عمل کے کفارے میں دس روزے بڑھا دیئے پھر ان کے کسی بادشاہ کو منہ کی بیماری لاحق ہوئی تو اس نے نذر مانی کہ اگر وہ تندرست ہو گیا تو ایک ہفتہ کے روزے اور بڑھا دیئے جائیں گے چنانچہ جب وہ تندرست ہوا تو ایک ہفتہ کے روزوں کا مزید اضافہ کر دیا گیا۔ اس کی وفات کے بعد آنے

---

۹۹۴ مسند احمد ۲/ ۱۸۸- ابوداؤد (۱۳۸۹) ان روزوں کو ''بیض کے روزے'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ روزے ہر مہینے کی تیرہویں' چودہویں اور پندرہویں کو رکھے جاتے ہیں اور یہ تین راتیں بدری راتیں (خوب روشن راتیں) ہوتی ہیں اسی مناسبت سے ان کے دنوں کے روزوں کو بیض کے روزے کہا جاتا ہے اور یہی وجہ تسمیہ زیادہ مناسب ہے۔

والے بادشاہ نے کہا پچاس روزے پورے کرو۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ان میں ایک وباء پھیلی تو کہنے لگے روزے بڑھا دو چنانچہ رمضان سے پہلے اور بعد دس دس روزوں کا اضافہ کر دیا گیا۔

شعبی فرماتے ہیں کہ اگر میں سال بھر روزے رکھوں تو مشکوک روزہ نہیں رکھوں گا (مشکوک روزہ وہ ہے جسے بعض لوگ رمضان کا سمجھیں بعض شعبان کا) کیونکہ ہماری طرح عیسائیوں پر روزے فرض کیے گئے لیکن انہوں نے روزوں کے لیے ایک موسم مخصوص کر لیا کیونکہ بعض اوقات گرمیوں میں روزے رکھنا پڑتے تھے چنانچہ وہ تیس روزے رکھا کرتے تھے پھر ایک صدی گذر جانے کے بعد لوگوں نے خود کو قوی سمجھ کر رمضان سے پہلے اور بعد میں ایک ایک روزے کا اضافہ کر لیا' اسی طرح ہر صدی میں یہ تعداد بڑھتی رہی حتی کہ پچاس تک جا پہنچی۔ ''کما کتب علی الذین'' آیت میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح یہ روزے تم سے پہلی امتوں پر فرض کیے گئے تا کہ تم کھانے پینے اور جماع سے اجتناب کرو۔

مفسرین کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ اور اہل ایمان پر یوم عاشورا اور ہر ماہ کے تین روزے اس وقت فرض کر دیئے جب وہ مدینے پہنچے تھے۔ چنانچہ لوگ یہی روزے رکھا کرتے تھے پھر جنگ بدر سے ایک ماہ اور کچھ دن قبل رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے۔ ارشاد باری ہے [گنتی کے چند دن] یعنی رمضان کے (۲۹) انتیس یا (۳۰) تیس دن کے روزے فرض کیے گئے ہیں۔ سعید بن عمر حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: میری امت ان پڑھ ہے یعنی ہم حساب و کتاب سے ناواقف ہیں مہینہ اس طرح یا اس طرح ہے۔ آپؐ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں تین مرتبہ پھیلا کر اشارہ کیا۔[۹۹۵] مہینے کو عربی میں شھر کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مہینہ مشہور ہے۔ شھر شھرت سے مشتق ہے اور شہرت بمعنی سفیدی ہے۔ ''شھرت السیف'' یعنی میں نے تلوار میان سے باہر نکال لی۔ ''شھر الھلال'' یعنی ہلال طلول ہو گیا۔

رمضان کی وجہ تسمیہ: ❀ ❀ اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک لفظ رمضان اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک کا اسم ہے اس لئے اسے ماہ رمضان (یعنی اللہ کا مہینہ) کہا جاتا ہے جیسے رجب کو اللہ کا بہرا مہینہ کہا جاتا ہے۔ جعفر صادق اپنے آباء سے حدیث نبویؐ بیان کرتے ہیں کہ رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔[۹۹۶] حضرت انس حدیث نبویؐ بیان کرتے ہیں کہ اسے رمضان نہ کہو بلکہ اللہ کی طرف منسوب کر کے استعمال کرو جیسا کہ قرآن مجید میں اسے شہر رمضان/ ماہ رمضان کہا گیا ہے۔[۹۹۷]

اصمعی ابوعمر سے روایت کرتے ہیں کہ اسے رمضان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں اونٹوں کے بچوں کے پاؤں گرمی سے جلنے لگتے تھے۔ دوسرے لغویوں کا کہنا ہے کہ اس میں گرمی کی شدت سے پتھر جلنے لگتے ہیں اور رمضاء گرم پتھر کو کہتے ہیں۔ یہ

---

۹۹۵ مسلم (۲۵۲۵) احمد ۲/۴۳۔ نبی کریمؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر تین مرتبہ اشارہ کیا یہ تیس (۳۰) تک تعداد ہوئی۔ بعض روایات میں ہے کہ آخری مرتبہ آپؐ نے ایک انگلی موڑ لی تو پھر یہ انتیس (۲۹) تعداد ہوئی کیونکہ ہر (عربی) مہینہ تیس یا انتیس کا ہوتا ہے۔

۹۹۶ کنز العمال (۲۳۶۸۵)

۹۹۷ الموضوعات ۲/ ۱۸۷۔ البیہقی ۴/ ۲۰۱۔ الاتحاف ۴/ ۱۱۰

بھی منقول ہے کہ اسے رمضان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔اس طرح حدیث میں بھی ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ یہ دلوں کو گرماتا ہے جس سے دل نصیحت قبول کرتے ہیں اور آخرت پر غور وفکر کرتے ہیں جیسے ریت اور پتھر سورج کی حرارت جذب کر لیتے ہیں۔خلیل کے نزدیک رمضان رمض سے مشتق ہے۔رمض موسم خزاں کی بارش کو کہتے ہیں لہٰذا رمضان کو رمضان اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ گناہوں سے جسموں کو دھوا اور دلوں کو پاک صاف کر دیتا ہے۔

شھر رمضان الذی.الخ آیت کی تفسیر: ❁ ❁ عطیہ بن اسود نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو انہوں نے فرمایا' اس کے معنی میں شک ہے کیونکہ ایک آیت میں ہے [ہم نے اسے (قرآن کو) برکت والی رات میں نازل کیا][998] حالانکہ قرآن تو ہر مہینے نازل ہوتا رہا جیسا کہ ارشاد باری ہے [ہم نے قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا تاکہ آپ اسے لوگوں پر پڑھ کر سنا سکیں][999] پھر فرمایا: رمضان کی شب قدر میں مکمل قرآن مجید لوح محفوظ سے اتار کر دنیاوی آسمان پر بیت العزت میں رکھ دیا گیا پھر حضرت جبرئیلؑ تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت اسے لے کر آپؐ کے پاس تئیس (۲۳) سال تک اترتے رہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا [میں قرآن کے نجوم (وقفوں) کی قسم کھاتا ہوں][1000] داؤد بن ابی ھند فرماتے ہیں کہ میں نے شھر رمضان الذی آیت پڑھ کر شعبیؒ سے پوچھا کہ کیا قرآن مجید نبیؐ پر سال بھر نہیں اترتا تھا؟ انہوں نے جواب دیا' کیوں نہیں! لیکن آپؐ سال بھر کا نازل شدہ قرآنی حصہ رمضان میں جبرئیلؑ کو سنایا کرتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ جس حکم کو چاہے قائم رکھے جس کو چاہے اٹھالے۔

طارق شہاب بن حضرت ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ پر رمضان کی تین تاریخ کو صحائف نازل ہوئے' موسیٰؑ پر تورات کا نزول چھ رمضان میں' زبور حضرت داؤدؑ پر اٹھاراں (۱۸) رمضان کو' انجیل حضرت عیسیٰؑ پر (۱۳) تیرہ رمضان کو اور قرآن مجید نبی اکرمؐ پر چوبیس (۲۴) رمضان کو نازل ہوا۔[1001] پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی یہ صفت بیان فرمائی کہ یہ قرآن لوگوں کو گمراہی سے ہدایت کی طرف نکالتا ہے' اس میں حلال و حرام' حدود و احکام جو اصول ہدایت ہیں' واضح طور پر بیان کر دیے گئے ہیں اور یہ فرقان بھی ہے۔یعنی حق اور باطل میں فرق کرنے والا ہے۔

رمضان کے خصوصی فضائل: ❁ ❁ ابونصر اپنے والد سے' وہ ابن الفارس سے' وہ ابوحامد سے' وہ محمد بن اسحاق سے' وہ علی بن حجر سے' وہ یوسف بن زیاد سے' وہ ہمام بن یحییٰ سے وہ علی بن زید سے وہ سعید بن میسب سے وہ سلمانؓ سے روایت بیان کرتے

---

۹۹۸ الدخان-۳

۹۹۹ الاسراء-۱۰۶ ۱۰۰۰ الواقعہ-۷۵

۱۰۰۱ اس موضوع سے ملتی جلتی روایت بیہقی ۹/ ۸۸۸ میں موجود ہے۔مذکورہ روایت کی تردید اور نزول قرآن کی اصل تاریخ کے لیے گذشتہ صفحات ملاحظہ فرمائیں۔

ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے شعبان کے آخری دن ہمیں ایک خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! ایک عظیم با برکت مہینہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا روزہ تم پر فرض کیا ہے جب کہ اس کا قیام نفل ٹھہرایا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں قرب الٰہی کے حصول کے لئے ایک فرض ادا کرے اسے ستر فرائض جتنا ثواب ہوگا۔ یہ صبر والا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے' یہ خیر خواہی کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے' جو شخص اس مہینے میں ایک روزہ دار کی افطاری کرے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کی گردن جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جاتی ہے مزید برآں اسے بھی روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے اور اصل روزہ دار کے ثواب میں بھی کمی نہیں ہوتی۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! ہم میں سے ہر شخص افطاری نہیں کروا سکتا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ ثواب ہر اس شخص کو نصیب ہو سکتا ہے جو ایک کھجور یا پانی یا دودھ کے ایک گھونٹ سے ہی کسی کو افطار کروا دے۔ اس مہینے کا آغاز رحمت ہے' وسط مغفرت ہے اور آخری عشرہ جہنم کی آگ سے آزادی کا ہے۔

اگر کوئی شخص اس مہینے میں اپنے غلام پر تخفیف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرما کر اسے آگ سے محفوظ کر دیں گے۔ اس مہینے میں چار دعائیں بکثرت مانگتے رہو جن میں سے دو کے ساتھ تمہارا رب راضی ہوتا ہے اور دو تمہارے لیے نہایت ضروری ہیں۔ رب کو راضی کرنے والی دعاؤں میں کلمہ شہادت اور استغفار شامل ہے جب کہ دوسری دو ضروری دعائیں یہ ہیں کہ اللہ سے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے پناہ مانگو۔ جو شخص اس مہینے کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گا تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے میرے حوض سے ایسا مشروب پلائیں گے کہ اسے دوبارہ پیاس محسوس نہیں ہوگی۔[۱۰۰۲]

کلبی ابونضرہ سے' وہ ابوسعیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: رمضان کی پہلی رات ہی آسمانوں اور جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آخری رات تک کھلے رہتے ہیں۔ جو اللہ کا بندہ یا بندی اس میں کسی رات نماز پڑھے تو اس کے ہر سجدے کے عوض ایک ہزار سات سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا محل بنا دیا جائے گا جس کے ستر ہزار دروازے ہوں گے جن کے چوکھٹے سونے کے سرخ یاقوت سے مرصع ہوں گے۔ جو شخص رمضان کا پہلا روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ آخری روزے تک اس کے تمام گناہ معاف فرما دیں گے اور ان روزوں کو اگلے رمضان کے گناہوں کا کفارہ بنا دیا جائے گا۔ روزے دار کے لئے ہر روزہ کے عوض سونے کے ہزار دروازوں والا ایک محل جنت میں تیار کیا جائے گا' صبح سے شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے' اور اس کے لئے دن' رات میں کئے جانے والے ہر سجدے کے عوض جنت میں ایک ایسا درخت لگایا جائے گا جس کے سائے کو سوار سو سال کی مسافت طے کرنے کے باوجود ختم نہیں کر سکے گا۔[۱۰۰۳]

۱۰۰۲ امالی الشجر ۱/۲۶۷ - اس روایت کی سند میں علی بن زید بن جدعان ضعیف راوی ہے۔

۱۰۰۳ طبرانی صغیر ۱/۱۱۷ - مجمع الزوائد ۳/۱۴۲ - اس روایت کی سند میں ''کلبی'' بالاتفاق ضعیف راوی ہے۔

ابونصر اپنے والد کی سند سے اعرج سے وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: رمضان کی پہلی رات اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر رحمت سے دیکھتے ہیں اور جس پر نظر رحمت ہو جائے وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر روز دس لاکھ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔[۱۰۰۴] ابونصر اپنے والد کی سند سے سہل سے، وہ اپنے والد سے، وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔[۱۰۰۵] نافع بن بردہ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے رسولؐ کا یہ فرمان سنا: جو شخص رمضان کا ایک روزہ رکھے گا اس کا نکاح ایک جنتی حور سے ہوگا جو خولدار موتی کے خیمے میں ہے، جس کی صفت اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی: [حوریں خیموں میں محفوظ ہیں][۱۰۰۶] ہر حور کے جسم پر ستر رنگ دار لباس ہوں گے، ہر لباس کا رنگ منفرد ہوگا، یہ لباس خوشبو سے معطر ہوں گے، ہر خوشبو دوسری سے ممتاز ہوگی۔ ہر جنتی کو سرخ یاقوت سے مرصع ستر تخت عطا کیے جائیں گے، ہر تخت پر ستر قسم کے بستر ہوں گے اور ہر بستر پر ایک حور کی مسند ہوگی۔

ہر حور کی خدمت کے لیے ستر ہزار کنیزیں مامور ہوں گی اور ستر ہزار کنیزیں اس کے خاوند کی بھی خدمت گزار ہوں گی۔ ہر کنیز کے ہاتھ میں سونے کا طباق ہوگا جس میں ممتاز قسم کا کھانا ہوگا اور اس کے آخری نوالے میں ایسی لذّت ہوگی جو پہلے نوالہ میں بھی نہ تھی۔ یہی ساز و سامان شوہر کو بھی ملے گا اور وہ بھی سرخ یاقوت سے مرصع تخت پر جلوہ افروز ہوگا۔ رمضان کے ہر روزے کی جزا اتنی ہے اور روزے کے علاوہ نیک اعمال کا ثواب مزید ہے۔[۱۰۰۷]

برکات رمضان: ابونصر اپنے والد کی سند سے محمد بن احمد سے، وہ عبداللہ بن محمد سے، وہ ابوالقاسم سے، وہ حسن بن ابراہیم سے، وہ ابراہیم بن محمد سے، وہ سلمہ بن شعیب سے، وہ قاسم بن محمد سے، وہ ہشام بن ولید سے وہ حماد بن سلیمان سے، وہ حسن سے وہ ضحاک سے وہ عبداللہ بن عباسؓ سے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جنت ایک سال سے دوسرے تک رمضان کے لئے سجائی جاتی ہے، جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو مثیرہ نامی ہوا عرش کے نیچے سے چلتی ہے جس سے جنتی درختوں کے پتے اور دروازوں کے حلقے حرکت میں آ جاتے ہیں اور ان سے سریلے ساز کی آواز پیدا ہوتی ہے اس جیسی سریلی آواز کسی نے نہیں سنی پھر خوبصورت آنکھوں والی حوریں خوب مزین ہو کر جنت کے بالا خانوں میں کھڑکیوں کے سامنے کھڑی ہو کر اعلان کرتی ہیں کہ ہے کوئی جو اللہ سے ہمارا رشتہ مانگے اور اللہ اس سے ہمارا نکاح کر دے پھر وہ رضوان

۱۰۰۴ الموضوعات ۲/۱۹۰- الضعیفہ (۲۹۹)

۱۰۰۵ بخاری ۳/۳۲- مسلم (۲۴۹۵)

۱۰۰۶ الرحمٰن-۷۲

۱۰۰۷ الترغیب ۲/۱۰۲

جنت سے پوچھتی ہیں کہ آج کی رات کیسی ہے؟ رضوان انہیں جواب دیتا ہے کہ اے حسینو! یہ رمضان کی پہلی رات ہے۔ آج شب امت محمدیہ کے روزے داروں کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں' اے رضوان! جنت کے دروازے کھول دے اور اے مالک۔ جہنم کے دروازے بند کر دے۔ اے جبریلؑ زمین پر چلے جاؤ اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دو' ان کی گردنوں میں طوق ڈال کر انہیں سمندر کے بھنور میں پھینک دو تاکہ وہ امت محمدیہ کے روزوں میں خلل اندازی نہ کر سکیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ رمضان کی ہر رات تین مرتبہ اعلان فرماتے ہیں: کوئی سائل ہے کہ میں اس کا سوال پورا کروں؟ کوئی توبہ کا طلب گار ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کروں؟ کوئی گناہوں سے معافی مانگنے والا ہے کہ اس کے گناہ معاف کر دوں؟ کوئی ہے جو غنی (یعنی اللہ) کو قرضہ دے جب کہ وہ نادار نہیں بلکہ پورا بدلہ دینے والا ہے اور کسی کی حق تلفی نہیں کرتا۔ فرمایا: رمضان المبارک میں ہر روز بوقت افطار اللہ تعالیٰ ایسے دس لاکھ مسلمانوں کو جہنم کی آگ سے آزادی نصیب فرماتے ہیں جن میں سے ہر ایک پر عذاب واجب ہو چکا تھا پھر شب جمعہ کو ہر لحہ اللہ تعالیٰ دس لاکھ انسانوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں حالانکہ ان پر عذاب واجب ہو چکا تھا۔ رمضان المبارک کے آخری روز اللہ تعالیٰ گذشتہ بخشے ہوئے لوگوں کی تعداد کے بقدر مزید لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ شب قدر جبرئیلؑ کو حکم دیتے ہیں کہ فرشتوں کی جماعت میں سبز جھنڈا لے کر زمین پر اتر جاؤ' جبرئیلؑ کعبے کی چھت پر جھنڈا گاڑ دیتے ہیں۔ جبرئیلؑ کے چھ سو پر ہیں جب وہ شب قدر میں انہیں پھیلاتے ہیں تو یہ مشرق و مغرب سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔

جبرئیلؑ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ امت محمدیہ میں پھیل جائیں' فرشتے پھیل جاتے ہیں اور ہر نمازی' ذاکر اور صاحب قیام عابد کو سلام اور مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر صبح تک امین پکارتے ہیں پھر جبرئیلؑ اعلان کرتے ہیں: اے اللہ کے اولیاء بندو! خدا حافظ۔ فرشتے جبرئیلؑ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی ضرورتوں کا کیا کہا؟ وہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نظر کرم فرما کر چار بندوں کے علاوہ سب کو بخش دیا ہے اور وہ چار بندے دائمی شرابی' والدین کا نافرمان' رشتہ قطع کرنے والے اور کینہ رکھنے والے ہیں' اللہ کے رسولؐ سے پوچھا گیا کہ کینہ رکھنے والا کون ہے؟ فرمایا جو جھگڑا کرنے والا ہے۔ عیدالفطر کی رات کو انعامات والی رات کہا جاتا ہے اس رات طلوع صبح تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام شہروں میں فرشتے پھیل جاتے ہیں اور ہر گلی کونے میں کھڑے ہو کر آواز لگاتے ہیں جسے انسانوں اور جنوں کے علاوہ ساری مخلوق سنتی ہے۔ اے امت محمدیہؐ کے افراد! اپنے رب کریم کے لیے اپنے گھروں کو چھوڑ آؤ تاکہ وہ تمہیں اجر و ثواب سے نوازیں' گناہوں کو معاف فرمائیں' جب لوگ نماز عید کے لیے میدان میں جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے مخاطب ہوتے ہیں: اے میرے فرشتو! جب مزدور اپنا کام سمیٹ لے تو اسے کیا بدلہ ملنا چاہیے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں' اے ہمارے سچے معبود! تو اسے پورا پورا نیک بدلہ عطا کر۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے انہیں رمضان کے روزوں اور رات کے قیام کے ثواب میں اپنی رضا اور مغفرت عطا فرما دی ہے' پھر اللہ تعالیٰ اعلان فرماتے ہیں' اے میرے بندو! جو کچھ مانگنا چاہتے ہو مجھ

سے مانگ لو' مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! آج اس اجتماع میں تم اپنی آخرت کی بھلائی کے لئے جو مطالبہ' تقاضا کرو گے میں اسے پورا کروں گا اور دنیا کے لئے جو کچھ مانگو گے حسب ضرورت اس سے بھی محروم نہیں کروں گا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں تمہارے گناہوں کی پردہ پوشی کردوں گا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں تمہیں اصحابِ حدود میں ذلیل ورسوا نہیں کروں گا۔ اب تم اس حال میں گھروں کو جاؤ گے کہ تم سب بخش دیئے گئے ہو' تم مجھ سے راضی اور میں تم سے راضی ہو گیا ہوں۔ یہ انعامات اور بوقت افطاری کے انعامات سن کر فرشتے بھی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔[۱۰۰۸]

اسی طرح ضحاک بن مزاحم' ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں اور ابن عباس گذشتہ مفہوم کی حدیث نبویؐ روایت کرتے ہیں۔ مجھے ابونصر نے اپنے والد کی سند سے نافع سے' انہوں نے ابومسعودؓ سے' انہوں نے رسول اللہؐ سے حدیث نقل فرمائی کہ جس شام رمضان کا پہلا چاند دیکھا گیا تو آپؐ ارشاد فرما رہے تھے کہ اگر لوگوں کو رمضان المبارک کے ثواب کا علم ہو جائے تو وہ یہی آرزو کریں گے کہ رمضان سال بھر جاری رہا کرے' بنوخزاعہ کے ایک آدمی نے عرض کی یارسول اللہؐ! رمضان کا ثواب آپ ہمیں بتا دیں۔ فرمایا: رمضان المبارک کے لیے سال بھر جنت کی تزئین ہوتی ہے پھر رمضان کی پہلی شب عرش تلے سے ایک (مثیرہ) ہوا چلتی ہے جو جنتی درختوں کے پتوں کو ہلاتی ہوئی ایک سریلی تان پیدا کرتی ہے پھر خوبصورت آنکھوں والی حوریں یہ منظر دیکھ کر عرض کرتی ہیں' اے ہمارے پروردگار! اس مہینے ہمارے شوہروں کا انتخاب فرما دیں تا کہ ان سے ہماری آنکھیں اور ہم سے ان کی آنکھیں ٹھنڈک حاصل کریں لہٰذا ہر روزے دار کا ایک ایسی جنتی حور سے نکاح کر دیا جائے گا جو جوف دار موتی کے خیمے میں محفوظ ہے' انہیں حوروں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے [ان حوروں کو خیموں میں مستور کر دیا گیا ہے][۱۰۰۹] ان میں سے ہر حور کے جسم پر ستر رنگی ستر لباس ہیں جو خوشبو سے معطر ہیں۔ ہر حور موتیوں سے مرصع تخت پر ہے' ہر تخت کے ستر بستر ہیں جن کے استر اعلیٰ ریشمی ہیں اور ہر ایک بستر پر ستر مسند ہے' ہر حور کی خدمت کے لیے ستر ہزار کنیزیں مامور ہیں اور ان کے خاوندوں کے لیے بھی ستر ہزار کنیزیں مقرر ہیں' ہر حور کے ہاتھ میں سونے کا طباق ہے جس میں منفرد اور لذیذ کھانا ہے۔ حور کا شوہر بھی سرخ یاقوت کے مرصع تخت پر براجمان ہوگا' اسے بھی حور جیسا ساز وسامان عطا ہوگا اور یاقوت سے مرصع سونے کے دو کنگن اسے پہنائے جائیں گے۔ یہ تمام انعامات ہر اس شخص کو ملیں گے جس نے رمضان کے روزے رکھے جب کہ روزوں کے علاوہ اعمال صالحہ کا ثواب اس کے علاوہ ہوگا۔[۱۰۱۰] قتادہ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: رمضان کی پہلی رات اللہ تعالیٰ رضوان (جنتی فرشتہ) کو آواز دیتے ہیں' رضوان لبیک وسعدیک کہہ کر حاضر ہو جاتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے حکم فرماتے ہیں کہ جنت کو امت احمدؐ کے لئے مزین کر دو اور رمضان بھر اسے کھلا رکھو۔ پھر اللہ تعالیٰ جہنم کے فرشتے "مالک" کو آواز

۱۰۰۸ العلل المتناھیۃ ۲/۴۴۔ الکنز العمال (۲۴۲۸۱) الترغیب ۲/۹۹

۱۰۰۹ الرحمٰن۔۷۲

۱۰۱۰ الکنز (۲۳۷۱۵) مجمع الزوائد ۳/۱۴۱

دیتے ہیں "مالک" "لبیک کہتا ہے" اللہ تعالیٰ اسے حکم فرماتے ہیں کہ امت احمدؐ کے لئے جہنم کو رمضان کے مہینے بند رکھو اور مہینہ بھر کوئی دروازہ کھلنا نہیں چاہیے پھر اللہ تعالیٰ جبرئیلؑ کو آواز دیتے ہیں' جبرئیلؑ لبیک پکارتا ہوا حاضر ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے حکم فرماتے ہیں کہ وہ زمین پر اتر جائے اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دے تاکہ وہ امت محمدیہ کے روزہ داروں میں خلل اندازی نہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں بلاناغہ طلوع شمس اور غروب شمس کے بعد مردوزن کو جہنم سے آزادی نصیب فرماتے ہیں۔ ہر آسمان میں ایک منادی فرشتہ ہے ان میں ایک ایسا فرشتہ ہے جس کی پیشانی رب العالمین کے عرش تلے ہے۔ کندھے ساتویں زمین کے نیچے ہیں' ایک پاؤں مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے اور یہ مرجان' مروارید اور قیمتی موتیوں سے مزین ہے' یہ اعلان کرتا ہے: کوئی توبہ کا طالب ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے؟ کوئی سوالی ہے کہ اس کے سوال حل کیے جائیں؟ کوئی مظلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائیں؟ کوئی گناہوں کی معافی مانگنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ پورا مہینہ یہ اعلان فرماتے ہیں' اے میرے بندو اور باندیو! خوش رہو' صبر کرو' عمل کرتے رہو' عنقریب میں تم سے مشقتیں اٹھالوں گا اور تمہیں اپنی رحمت میں جگہ دوں گا' شب قدر میں حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کی ٹیم لے کر زمین پر پھیل جاتے ہیں اور ہر اس بندے کے لئے بخشش کی دعا مانگتے ہیں جو ذکر واذکار اور قعود وقیام میں مصروف ہوتا ہے۔[۱۰۱۱]

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ ارض وسما کو قوت گویائی سے نوازتے تو وہ ہمیں یعنی رمضان کے روزہ داروں کو جنت کی بشارت دیتے۔ عبداللہ بن ابی اوفی حدیث رسولؐ بیان فرماتے ہیں کہ روزہ دار کی نیند بھی عبادت شمار ہوتی ہے' اس کی خاموشی تسبیح ہے' اس کی دعا مقبول ہے اور اس کے عمل کا ثواب کئی گنا ہے۔[۱۰۱۲] اعمش ابوخیثمہ سے بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ فرمایا کرتے تھے: رمضان دوسرے رمضان تک' حج دوسرے حج تک' جمعہ دوسرے جمعہ تک اور نماز دوسری نماز تک کے گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ انسان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔

جب رمضان شروع ہوتا تو حضرت عمرؓ فرماتے مرحبا' خوش آمدید! یہ مہینہ سراپا خیر وفلاح ہے' اس کے دن کا روزہ اور رات کا قیام خیر ہی خیر ہے اور اس میں خرچ کرنا جہاد فی سبیل اللہ میں صدقہ کرنے کے برابر ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ حدیث نبویؐ بیان فرماتے ہیں: جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے ثواب کی نیت سے حالت ایمان کے ساتھ رکھے اور اسی طرح رات کا قیام بھی کیا تو اس کے سابقہ اور آئندہ کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔[۱۰۱۳] حضرت ابوہریرہؓ حدیث نبویؐ بیان فرماتے ہیں: ابن آدم کی ہر نیکی دس سے سات سو گنا تک بڑھادی جاتی ہے البتہ روزے کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا کیونکہ روزہ دار نے میری خاطر اپنی خواہش اور طعام وشراب کو قربان کیا۔

۱۰۱۱ الموضوعات ۲/ ۱۸۷- اللآلی المصنوعۃ ۲/ ۵۲' ۵۳

۱۰۱۲ الاتحاف ۴/ ۱۹۴- حلیۃ الاولیاء ۵/ ۸۳- الکنز (۲۳۵۶۲)

۱۰۱۳ احمد ۲/ ۵۰۳- ترمذی (۶۸۳) ابن ماجہ (۱۳۲۶)

روزہ ڈھال ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں' ایک افطاری کے وقت دوسری رب سے ملاقات کے وقت۔[1014]

ابوالبرکات نے اپنی سند سے یزید بن ہارون سے بیان کیا' انہوں نے مسعودی سے روایت کی' انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر (حدیث) پہنچی ہے کہ جو شخص رمضان میں کسی رات نفل نماز میں سورت الفتح پڑھے وہ سال بھر برائیوں اور گناہوں سے محفوظ رہے گا۔

رمضان کے حرفوں کے اشارات: "رمضان" کے پانچ حرف ہیں' را سے مراد اللہ کی رضا مندی ہے' میم سے اس کی محبت' ض سے اس کی ضمانت' الف سے الفت اور نون سے اللہ کے نور کی طرف اشارہ ہے لہٰذا رمضان المبارک اللہ کی رضا مندی' محبت و الفت' اس کی ضمانت اور نور اور اس کے اولیاء و ابرار کے لئے بخشش و عطیات کا مہینہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تمام مہینوں میں رمضان کی اس طرح اہمیت ہے جس طرح جسم میں دل کی اہمیت ہے' مخلوق میں انبیاء کی ہے اور شہروں میں حرم شریف کی ہے۔ حرم شریف میں دجال لعین داخل نہیں ہوسکتا۔ انبیاء کرام گناہ گار افراد کی شفاعت کرتے ہیں اور رمضان روزہ دار کی شفاعت کرے گا۔ دل نور معرفت اور ایمان سے منور ہو جاتا ہے۔ ماہ رمضان تلاوت قرآن سے درخشاں ہو جاتا ہے۔ جس کے گناہ رمضان میں نہ بخشے گئے تو وہ کس مہینے بخشش کرائے گا اس لئے انسان کو توبہ کے دروازے بند ہو جانے سے پہلے ہی اللہ سے توبہ کر لینی چاہیے' وقت انابت کے رخصت ہو جانے سے پہلے ہی اللہ سے معافی مانگ لینی چاہیے اور گریہ زاری و رحمت کا وقت ختم ہونے سے پہلے ہی اللہ کے حضور گریہ زار ہو جانا چاہیے۔

نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: میری امت جب تک رمضان کے روزوں کی پابند رہے گی' رسوا نہ ہوگی۔ ایک صحابی نے عرض کیا' یارسول اللہؐ! رسوائی کیا ہے؟ فرمایا: جب کوئی شخص اس مہینے کی حرمت کا پردہ چاک کر دے یا گناہ کرے' شراب پیئے تو اس کے رمضان کے روزے مردود کر دیئے جائیں گے' اس پر اللہ تعالیٰ کی' فرشتوں کی' تمام آسمان والوں کی آئندہ رمضان تک لعنتیں برستی رہیں گی اور اگر دریں اثناء وہ فوت ہو جائے تو اللہ کے حضور اس کی کوئی نیکی باقی نہیں ہوگی۔[1015]

مختلف سردار: کہا جاتا ہے کہ انسانوں کے سردار حضرت آدمؑ ہیں' عرب کے سردار حضرت محمدؐ ہیں۔[1016] فارس کے سردار حضرت سلمانؓ ہیں' رومیوں کے سردار صہیب رومی ہیں' حبشیوں کے سردار بلال حبشی ہیں' آبادیوں کا سردار مکہ مکرمہ ہے' وادیوں کی سردار وادی بیت المقدس ہے' دنوں کا سردار جمعہ ہے' راتوں کی سردار لیلۃ القدر ہے' کتابوں کا سردار قرآن مجید ہے' سورۃ البقرۃ کی سردار آیت الکرسی ہے' پتھروں کا سردار حجر اسود ہے' کنوؤں کا سردار زمزم ہے' لاٹھیوں کی سردار موسیٰؑ کی لاٹھی ہے' مچھلیوں کی سردار یونسؑ کو نگلنے والی مچھلی ہے' اونٹنیوں کی سردار صالحؑ کی اونٹنی ہے' گھوڑوں کا سردار براق ہے' انگوٹھیوں کی

1014ء احمد ۲/ ۲۶۶ - مصنف عبدالرزاق (۷۸۹۳)

1015ء طبرانی صغیر ۱/ ۲۴۸

1016ء صحیح احادیث کے مطابق خاتم النبیین حضرت محمدؐ روز قیامت تمام لوگوں کے سردار ہوں گے (بخاری ۴۷۱۲ - مسلم ۴۸۰)

سردار حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی ہے' [۱۰۱۷] اور مہینوں کا سردار رمضان المبارک ہے۔

شب قدر کی فضیلت: ارشاد باری تعالیٰ ہے۔[بلاشبہ ہم نے اس (قرآن) کو قدر والی رات میں نازل کیا ہے] [۱۰۱۸] یعنی اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے دنیاوی آسمان پر لکھنے والے فرشتوں کی طرف اتنا قرآن مجید نازل فرمایا جتنا اگلی شب قدر تک اتارنا مقصود و مطلوب تھا' اس طرح تمام قرآن مجید رمضان میں دنیوی آسمان پر نازل کیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دوسرے مفسرین اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "ہم نے اس جبرئیلؑ کو سورۃ القدر اور بقیہ قرآن دے کر لکھنے والے فرشتوں کی طرف نازل کیا پھر وہاں سے نبی رحمتؐ پر تیئیس (۲۳) سالوں کے مہینوں اور شب و روز میں قسط وار حسب ضرورت اسے نازل کیا گیا۔ لیلۃ القدر سے مراد عظمت والی رات ہے یا قدر بمعنی تقدیر ہے یعنی یہ فیصلوں والی رات ہے اس لئے کہ اس رات سال بھر کے فیصلے لکھ دیئے جاتے ہیں' فرمایا: اے محمدؐ آپ کو شب قدر کا علم نہیں تھا یعنی اگر اللہ تعالیٰ اس رات کی عظمت و بزرگی سے باخبر نہ کرتے تو آپ کو اس کی عظمت کا علم نہیں ہو سکتا تھا۔[۱۰۱۹] قرآن مجید میں جہاں (وما ادراک) "آپ کو علم نہیں تھا" جملہ ذکر ہوا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو ضرور باخبر کیا ہے اور جہاں وما یدریک (نفی مضارع) کا جملہ ذکر ہوا اس کے متعلق نبیؐ کو خبر نہیں دی گئی جس طرح **وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریبا**/[آپ کو کیا خبر شاید قیامت قریب ہو] [۱۰۲۰] اور قیامت کے متعلق آپ کو علم نہیں دیا گیا۔

لیلۃ القدر یعنی عظمت والی رات جس کی خیر و برکت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے[ہم نے اس (قرآن) کو مبارک رات میں نازل کیا ہے اس میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے] [۱۰۲۱] یعنی ایسی رات جس کی عبادت ان ہزار راتوں سے افضل ہے جن میں لیلۃ القدر نہیں۔ اس فضیلت کی وجہ سے صحابہ کرام کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک دن اپنے صحابہ کے حضور چار اسرائیلی عابدوں کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اسی سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تھی اور لحہ بھر بھی غافل نہیں ہوئے اور وہ حضرت ایوبؑ' زکریاؑ' حزقیلؑ اور یوشع بن نونؑ تھے' ان کی عبادت کا ذکر سن کر صحابہ کرام متحیر ہو گئے' دریں اثنا حضرت جبرئیلؑ وحی لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ! آپ اور آپ کے

۱۰۱۷ گذشتہ صفحات میں سلیمانؑ کی انگوٹھی والے قصے کے بطلان کا اشارہ کیا جا چکا ہے۔

۱۰۱۸ القدر-۱

۱۰۱۹ موصوفؒ کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی کریمؐ کے عالم الغیب ہونے کے مدعی نہیں تھے جب کہ ان کی محبت کا دم بھرنے والے بہت سے عقیدت منداس گمراہ عقیدے میں مبتلا ہیں کہ نبی کریمؐ غیب کا علم جانتے تھے جو کچھ کائنات میں ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوتا رہے گا' سب سے باخبر تھے (العیاذ باللہ) قرآن مجید کی نصوص صراحتاً اس گمراہ عقیدے کی تردید کرتی ہیں۔ ارشاد باری ہے۔[قُلْ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ...... الایۃ/ آپؐ کہہ دیجیے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ الانعام-۵۰]

۱۰۲۰ الاحزاب-۶۳ ۱۰۲۱ الدخان-۳'۴

ساتھی ان لوگوں کی اَسی (۸۰) سالہ عبادت پر حیران ہیں کہ اتنا طویل عرصہ انہوں نے ذرا بھی نافرمانی نہیں کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اس سے بھی بہتر چیز نازل کی ہے پھر جبرئیلؑ نے سورۃ القدر کی تلاوت کی۔ اس پر نبیؐ کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔[۱۰۲۲] یحییٰ بن صالح: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ایک ہزار ماہ تک مسلسل اللہ کی راہ میں جہاد کیا حتی کہ اتنا عرصہ اسلحہ بھی جسم سے نہ اتارا۔ جب رسول اللہؐ نے ان کا ذکر اپنے اصحاب کی مجلس میں کیا تو صحابہ حیران ہو گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (سورۃ) اتاری کہ [شب قدر (تمہارے لیے) ہزار مہینوں سے افضل ہے][۱۰۲۳]

یعنی ان ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے جن میں اسرائیلی مجاہد نے مسلسل جہاد کیا تھا۔ ان کا نام شمعون یا شمسون تھا جو بنی اسرائیل کے مشہور عابد گذرے ہیں۔[۱۰۲۴] فرمایا: اس رات حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کی جماعت لے کر غروب شمس کے ساتھ ہی زمین پر نزول فرما لیتے ہیں اور صبح صادق تک موجود رہتے ہیں۔ اس سورت میں ''روح'' سے مراد یہی جبرئیلؑ ہیں۔

ضحاک از عباسؓ: ''روح'' سے مراد ایک انسان نما عظیم فرشتہ ہے جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے [وہ آپؐ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں][۱۰۲۵] یعنی اس فرشتے کے متعلق جو روز قیامت اکیلا ہی فرشتوں کی ایک صف کے برابر ہوگا۔ مقاتلؒ کا خیال ہے ''روح'' ایک شریف فرشتہ ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ ایسا فرشتہ ہے جس کا چہرہ انسانی چہرے کی طرح اور جسم فرشتوں جیسا ہے۔ یہ فرشتہ عرش کے پاس ایک بڑی خلقت کی طرح دوسرے فرشتوں کے بالمقابل صف آراء ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [جس دن روح اور فرشتے قطاروں میں ہوں گے][۱۰۲۶] قدر والی رات اللہ کے حکم (اذن) سے فرشتے زمین پر خیر و سلامتی کے ساتھ نزول فرماتے ہیں۔

''سلام'' سے مراد سلامتی والی رات ہے یعنی طلوع فجر تک اس رات میں سلامتی ہے اس میں بیماری، جادو اور کہانت وغیرہ کا اثر نہیں ہوسکتا۔ ''مطلع'' لام پر زبر پڑھیں تو اس کا معنی ہوگا طلوع ہونے کی جگہ، زیر کے ساتھ اس کا معنی ہوگا ''طلوع ہونا'' اس صورت میں یہ مصدر میمی ہوگا۔

یہ تفسیر بھی منقول ہے کہ فرشتے رات بھر روئے زمین کے اہل ایمان کے لیے امن و سلامتی کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں حتی کہ صبح نمودار ہو جاتی ہے۔

شب قدر کی تلاش: ✿ ✿ شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کی جائے۔ ان میں

۱۰۲۲ تفسیر ابن کثیر ۴/ ۵۶۷- الدر المنثور ۶/ ۶۲۹- قرطبی ۲۰/ ۱۲۲- یہ روایت مرسل ہے اور مرسل ہونے کے ساتھ اس میں مسلمہ بن علی اور اس کا استاد ضعیف ہے۔ اس مفہوم کی دیگر روایات بھی ضعیف ہیں۔

۱۰۲۳ القدر-۳

۱۰۲۴ ابن کثیر ۴/ ۵۶۷- الطبری (۳۷۷۱۳) یہ روایت بھی ضعیف اور موقوف ہے۔

۱۰۲۵ (الاسراء-۸۵) اس روح سے مراد نفس (انسانی روح) ہے جب کہ سورت القدر میں روح سے مراد جبریلؑ ہیں۔

۱۰۲۶ النبا-۳۸

ستائیسویں (۲۷) رات کی زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے۔ امام مالک کے نزدیک آخری عشرے کی تمام راتوں میں خواہ طاق ہوں یا جفت 'لیلۃ القدر' کا احتمال پایا جاتا ہے یہ کوئی مخصوص مؤکد رات نہیں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اکیسویں (۲۱) رات یا انتسویں (۲۹) رات کا احتمال ہے جو حضرت عائشہؓ کا مذہب ہے۔ ابو بردہ اسلمیؓ کے نزدیک تیئسویں (۲۳) رات ہے۔ ابوذرؓ اور حسنؓ کے نزدیک پچیسویں (۲۵) رات ہے۔ حضرت بلالؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ چوبیسویں (۲۴) رات ہے۔ ابن عباسؓ اور ابی بن کعب کے نزدیک ستائیسویں (۲۷) رات ہے۔ اسی کی طرف اکثر علماء کا خیال ہے اس کی دلیل وہ روایت ہے جو امام احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے اور وہ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام آپ کو آخری عشرے کے متعلق اپنے خواب سناتے تھے بالآخر آپؐ نے ارشاد فرمایا:[۱۰۲۷] میرا خیال ہے کہ ستائیسویں (۲۷) رات کے متعلق تمہارے خواب تواتر کو پہنچ گئے ہیں لہٰذا جو شب قدر کو تلاش کرنا چاہے وہ ستائیسویں (۲۷) شب میں تلاش کرے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ میں نے طاق اعداد میں غور و فکر کیا تو سب سے قابل اعتماد سات (۷) کے عدد کو سمجھا ہے کیونکہ آسمان سات ہیں' زمینیں بھی سات' راتیں بھی سات' سمندر سات' صفا و مروہ کے چکر سات' طواف کے چکر بھی سات' شیطانوں کے کنکر بھی سات' ستارے بھی سات' انسانی تخلیق کے اعضاء سات' رزق کے دانے سات' چہرے کے سوراخ سات' حم والی سورتیں سات' فاتحہ کی آیتیں سات' قرائتیں سات' بار بار پڑھی جانے والی سورتیں سات' اعضاء سجدہ سات' جہنم کے دروازے سات' جہنم کے نام سات' اس کے طبقات سات' اصحاب کہف سات' قوم عاد کو تباہ کرنے والی آندھی کا دورانیہ سات راتیں' یوسفؑ کی قید کے سال سات' بادشاہ کے خواب میں بیل سات' یوسفؑ کے زمانے کے قحط کے سال سات' پھر ارزانی کے سال سات' پنجگانہ نمازوں کے رکعتیں مع دہائی سات' حج سے واپسی پر روزے سات' نسب ورضاعت اور سسرال سے حرمت والے رشتے سات' کتے کے جھوٹے کا دھونا سات بار' سورۃ القدر کے حروف مع دو دہائیوں کے سات' حضرت ایوبؑ کی بیماری کے سال سات' حضرت عائشہؓ کی نکاح کے وقت عمر کے سال سات' سردی کے آخری دن سات یعنی تین دن شباط (پھاگن) کے اور چار دن آذر (چیت) کے اور حدیث نبوی کے مطابق امت محمدیہ کے شہداء کی تعداد بھی سات ہے۔ (۱) جہاد فی سبیل اللہ میں مرنے والے (۲) طاعون سے مرنے والا (۳) سل کے مرض سے مرنے والا (۴) ڈوب کر مرنے والا (۵) جل کر مرنے والا (۶) ہیضے سے مرنے والا (۷) اور وضع حمل سے مرنے والی عورت۔[۱۰۲۸]

اس سے معلوم ہوا کہ اکثر چیزوں کی تعداد سات میں ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے **سلام ھی حتی مطلع الفجر** کہہ کر

۱۰۲۷ بخاری ۲/ ۶۹ - مسلم (۱۱۶۵ ۲۷) احمد ۲/ ۵- تمام احادیث کو جمع کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ''شب قدر'' رمضان المبارک کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے جس کی حتمی تعیین نبی کریمؐ نے نہیں فرمائی۔ اس لیے اسے متعین کرنا درست نہیں بلکہ ان تمام پانچ طاق راتوں میں عبادت و ذکر الٰہی وغیرہ کا اہتمام کیا جائے۔

۱۰۲۸ الموطا (۲۳۴)

اپنے بندوں کو اشارہ کر دیا ہے کہ وہ ستائیسویں رات ہے کیونکہ سلام تک (۲۷) کلمات ہیں اور ان کے بعد یہ ہے [هي حتى مطلع الفجر / یہی وہ رات ہے جو طلوع فجر تک ہے][۱۰۲۹]

شب قدر افضل ہے یا شب جمعہ: ۞ ۞ اس مسئلے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ شیخ ابو عبداللہ بن بطہ، شیخ ابوالحسن جزری اور شیخ ابوحفص عمر برمکی کے نزدیک شب جمعہ افضل ہے۔ ابوالحسن تمیمی کے نزدیک نزول قرآن والی شب قدر، شب جمعہ سے افضل ہے جب کہ باقی قدر والی راتوں کی بنسبت شب جمعہ افضل ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک شب قدر جمعہ اور دوسری راتوں سے افضل ہے۔ ہمارے اصحاب کے قول کی دلیل یہ ہے کہ قاضی ابویعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شب جمعہ تمام مسلمانوں کو بخش دیتے ہیں اور یہ فضیلت کسی دوسری رات کے متعلق مذکور نہیں۔

حدیث نبویؐ ہے، مجھ پر روشن رات اور چمک دار دن (یعنی شب جمعہ اور روز جمعہ) میں کثرت سے درود بھیجا کرو۔[۱۰۳۰]

چونکہ شب جمعہ، یوم جمعہ کے تابع ہوتی ہے اس لیے جب جمعہ کا دن افضل ہے تو شب جمعہ بالاولیٰ افضل ہے، روز جمعہ کے متعلق ایسی فضیلت والی احادیث منقول ہیں جو شب قدر کے متعلق منقول نہیں۔ حضرت انسؓ حدیث نبویؐ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے علاوہ کوئی دن بھی اللہ کے نزدیک زیادہ عظیم اور محبوب نہیں۔[۱۰۳۱]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: کسی ایسے دن پر سورج طلوع وغروب نہیں ہوتا جو جمعہ سے افضل ہو، جن وانس کے علاوہ ہر ذی روح چیز روز جمعہ گھبراہٹ میں رہتی ہے، اس لیے کہ اسی دن قیامت قائم ہوگی جس کے خوف سے ہر جاندار گھبرایا ہوتا ہے پھر جب سورج اپنی جگہ سے طلوع ہو جاتا ہے تو جاندار اطمینان کا سانس لیتے ہیں کہ آج روز قیامت نہیں ہوگا۔[۱۰۳۲] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ روز قیامت جمعہ کے علاوہ ایام کو ان کی حالت پر ظاہر فرمائیں گے اور جمعہ کو کھلے ہوئے پھول کی طرح ظاہر کریں گے، لوگ اس کو اس طرح گھیرے ہوں گے جس طرح دلہن اپنے شوہر کی طرف لوگوں کے جھرمٹ میں بھیجی جاتی ہے۔ جمعہ لوگوں کو روشنی سے منور کرے گا جس میں لوگ چلیں گے اور اس روشنی میں لوگوں کے رنگ برف کی طرح سفید محسوس ہوں گے، ان میں کستوری کی خوشبو پھوٹے گی گویا وہ کافور کے پہاڑوں میں غوطہ زن ہیں انہیں موقف والے جن وانس تمام کے تمام حیرت کے ساتھ دیکھیں گے کہ وہ کس طرح ناز وانداز سے چلے آ رہے ہیں حتی کہ اسی طرح جنت میں چلے جائیں گے۔[۱۰۳۳]

۱۰۲۹ القدر-۵

۱۰۳۰ الدر (۴۲) ابن ماجہ (۱۶۳۷) المشکاۃ (۱۳۶۹)

۱۰۳۱ احمد ۲/۵۱۹- تمام راتوں میں سے افضل ترین رات ''قدر والی رات'' ہے کیونکہ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں سے افضل قرار دی گئی ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی دن یا رات ایسی نہیں جس کے متعلق شب قدر سے زیادہ فضیلت صحیح احادیث سے ثابت ہو۔

۱۰۳۲ احمد ۲/۲۷۲- الکنز (۲۱۰۷۷) مصنف عبدالرزاق (۵۵۶۳)

۱۰۳۳ الکنز (۲۰۹۱۰) مستدرک حاکم ۱/۲۷۷

اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے شب قدر کو ہزار مہینوں سے افضل کہا ہے جن میں کئی جمعے آتے ہیں اس لیے شب قدر ان تمام جمعوں سے افضل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں وہ ہزار مہینے شامل ہیں جن میں شب جمعہ کا شمار نہیں ہے جس طرح ان میں شب قدر کا شمار نہیں۔ علاوہ ازیں شب جمعہ تو جنت میں بھی ہوگی کیونکہ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی اور شب جمعہ کا دنیا میں قطعی علم ہوتا ہے' شب قدر کا صرف احتمال ہوتا ہے۔

شب قدر کو افضل کہنے والوں کی دلیل ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں سے افضل کہا ہے اور ایک ہزار مہینے تراسی (۸۳) سال اور چار ماہ کے برابر ہے منقول ہے کہ آپؐ پر آپ کی امت کی عمریں پیش کی گئیں جو آپ کو کم معلوم ہوئیں پھر آپؐ پر شب قدر کو پیش کیا گیا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ میں نے ایک معتبر شخص سے سنا کہ رسول اللہؐ نے اپنی امت کے لوگوں کی عمروں کا پہلی امتوں کے لوگوں کی عمروں سے موازنا کیا تو آپ کو اپنی امت کی عمریں حقیر معلوم ہوئیں آپؐ نے خیال کیا کہ میری امت تو گذشتہ امتوں کے برابر اعمال صالحہ نہیں کر سکے گی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر شب قدر نازل فرمائی جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ مالک بن انس فرماتے ہیں کہ مجھے سعید بن مسیّب نے خبر دی کہ جو شخص شب قدر عشاء کی نماز میں حاضر ہو گیا اسے شب قدر کا ثواب مل گیا۔ حدیث نبویؐ ہے کہ جس کسی نے مغرب یا عشاء جماعت کے ساتھ ادا کر لی اس نے شب قدر کا ثواب حاصل کر لیا اور جس نے سورۃ القدر کی تلاوت کی اس نے چوتھائی قرآن کا ثواب پالیا۔[۱۰۳۴] ماہ رمضان میں نماز عشاء میں سورت القدر پڑھنا مستحب ہے۔

شب قدر غیر متعین کیوں؟: ۞ ۞ اگر کوئی یہ کہے کہ شب قدر' شب جمعہ کی طرح مخصوص اور یقینی کیوں نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسے اس لئے متعین نہیں کیا گیا کہ لوگ اس متعین رات میں اعمال پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں' یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے شب قدر میں عبادات انجام دی ہیں لہٰذا ہماری بخشش ہوگئی ہے اور اب ہمیں اعمال صالحہ کی ضرورت نہیں یہ خیال انہیں اعمال صالحہ سے روک دے اور وہ امید کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائیں۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے موت ہے جیسے لوگوں کو اپنی موت کا قطعی وقت معلوم ہو جاتا تو بقیہ زندگی خوب مزے سے اڑاتے شہوات ولذت میں عیاشیاں کرتے اور یہ کہتے کہ جب موت کا وقت آئے گا تو بہ کر لیں گے اور عبادت میں مصروف ہو کر جان دیں گے۔ اس لیے اللہ نے موت کو چھپا کر رکھا تا کہ لوگ ہر وقت اس کے خوف میں توبہ استغفار اور نیک اعمال کرتے رہیں اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جائیں' اس طرح ان کی دنیا بھی بہتر گزرے گی اور آخرت بھی سنور جائے گی۔ کہا جاتا ہے کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں چھپا لیا گیا ہے۔ اطاعت میں رضائے الٰہی' بغاوت میں غضب الٰہی' پنجگانہ نمازوں میں درمیانی نماز' لوگوں میں اللہ کا ولی اور رمضان میں شب قدر۔

پانچ مخصوص راتیں: ۞ ۞ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو پانچ مخصوص راتیں عطا فرمائی (۱) شب قدرت یعنی وہ رات جس میں آپؐ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۰۳۴۔ الکنز (۲۴۰۹۱) الدر المنثور ۶/ ۳۷۷

[قیامت قریب آن پہنچی اور چاند کے (دو) ٹکڑے ہو گئے][1035] حضرت موسیٰ نے لاٹھی کے ساتھ سمندر میں راستہ بنا لیا تھا اور محمدؐ نے اپنی انگلی سے چاند دو ٹکڑے کر دیا۔ یہ معجزہ گذشتہ معجزات سے بڑا عظیم ہے۔

(۲) شب قبولیت دعوت دین۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور جس وقت ہم نے قرآن سننے کے لیے جنوں کی ایک جماعت بھیج دی][1036] (۳) شب تقدیر۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [ہم نے اسے مبارک رات میں نازل کیا یقیناً ہم ڈرانے والے ہیں اسی رات تمام فیصلے کئے جاتے ہیں][1037] (۴) شب قرب یعنی معراج کی رات۔ ارشاد فرمایا: بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی][1038] (۵) شب سلام۔ ارشاد فرمایا [ہم نے قرآن شب قدر میں نازل کیا...... وہ سلامتی والی ہے۔ الخ][1039]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ شب قدر اللہ تعالیٰ جبرئیلؑ کو حکم فرماتے ہیں کہ وہ سدرہ پر رہنے والے ستر ہزار فرشتوں کو اپنے ساتھ لے کر زمین پر اتر جائیں۔ ان فرشتوں کے پاس نورانی جھنڈے ہوتے ہیں جو چار مقامات پر گاڑے جاتے ہیں: (۱) کعبہ شریف کے پاس (۲) روضۂ رسولؐ کے پاس (۳) بیت المقدس کے پاس (۴) اور مسجد طور سیناء کے پاس' پھر جبرئیلؑ تمام فرشتوں کو زمین میں پھیلا دیتے ہیں حتیٰ کہ ہر گلی' محلہ' حجرہ' کشتی جہاں اہل ایمان مرد و زن موجود ہوں وہاں فرشتے پہنچ جاتے ہیں البتہ جس گھر میں کتا' سور' شرابی' جنبی یا تصویر ہو وہاں سے اجتناب کرتے ہیں۔ فرشتے اللہ کی تسبیح وتحمید اور تھلیل (لا الہ الا اللہ) کے ساتھ امت محمدیہ کے لیے بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں اور یہ سلسلہ طلوع فجر تک جاری رہتا ہے پھر یہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو پہلے آسمان کے فرشتے ان کا استقبال کر کے پوچھتے ہیں' ارے کہاں سے آنا ہوا؟ یہ جواب دیتے ہیں کہ آج قدر والی رات تھی اس لیے ہم دنیا سے ہو کر آ رہے ہیں پھر وہ پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی حاجتوں کا کیا مداوا فرمایا؟ جبرئیلؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کو بخش دیا ہے اور بدبختوں کے لیے سفارش قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس انعام پر فرشتے مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور بآواز بلند اللہ کی تسبیح وتحمید میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہ فرشتے دوسرے آسمان تک انہیں الوداع کرتے ہیں اسی طرح یکے بعد دیگرے ساتویں آسمان تک رخصت کرآتے ہیں پھر جبرئیلؑ اعلان کرتے ہیں' اے آسمان کے رہنے والو! اپنی اپنی جگہ پر چلے جاؤ۔ سدرہ کے فرشتے اپنے مقام پر چلے جاتے ہیں تو دوسرے فرشتے ان سے پوچھتے ہیں تم کہاں تھے؟ یہ وہی جواب دیتے ہیں جو پہلے آسمان پر دے آئے تھے۔

اس جواب سے سدرہ کے فرشتے بھی بلند آواز سے تسبیح وتحمید میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ان کی آواز اتنی بلند ہوتی ہے کہ وہ جنت الماویٰ' جنت نعیم' جنت عدن' جنت فردوس اور عرش رحمٰن تک پہنچ جاتی ہے۔ امت محمدیہ پر انعامات کے شکر میں عرش

۱۰۳۵ القمر-۱ ۱۰۳۶ الاحقاف-۲۹

۱۰۳۷ الدخان-۳'۴ ۱۰۳۸ الاسراء-۱

۱۰۳۹ سورت القدر

بھی تسبیح وتحمید میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم کے باوجود اس سے پوچھتے ہیں: اے عرش! تو نے اپنی آواز بلند کیوں کی ہے؟ عرش عرض کرتا ہے' یارب! مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ نے امت محمدیہ کے گناہ گاروں کو بخش دیا ہے اور بعض کے حق میں سفارش قبول کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' اے میرے عرش! تو سچ کہتا ہے میرے پاس تو ان کے لیے ایسے ایسے انعامات ہیں جو آنکھوں نے دیکھے ہیں نہ کانوں نے سنے ہیں نہ ہی کسی انسان کے تصور میں پیدا ہوئے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ جب جبرئیلؑ شب قدر میں آسمان سے نزول فرماتے ہیں تو ہر مسلمان کو سلام کرتے ہیں بلکہ ان سے مصافحہ کرتے ہیں'[۱۰۴۰] اس وقت لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' دل موم ہو جاتے ہیں اور آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑیاں جاری ہو جاتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ اپنی امت کی فکر میں غمگین رہا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمدؐ! آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کی امت کو دنیا سے اس وقت اٹھاؤں گا جب انہیں گذشتہ انبیاء کے برابر درجات سے نوازدوں گا جس طرح ان انبیاء پر جبرئیلؑ کتاب' رسالت' وحی اور کرامت لے کر آتے تھے اسی طرح آپؐ کی امت پر شب قدر میں فرشتے سلامتی اور میری رحمت وبرکت لے کر اترا کریں گے۔

شب قدر کی علامات: ❁ ❁ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس رات زیادہ گرمی ہوتی ہے نہ زیادہ سردی بلکہ معتدل موسم ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے اس رات کتے نہیں بھونکتے اور اس رات کی صبح کو سورج طشت کی طرح طلوع ہوتا ہے یعنی اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں۔[۱۰۴۱] شب قدر کے عجائبات کا انکشاف صرف نیک' اطاعت گذار اور اولیاء کرام پر ہوتا ہے اور یہ انکشاف بھی ان کے درجات کے تفاوت کے ساتھ مختلف ہوتا ہے۔

نماز تراویح: ❁ ❁ نماز تراویح آنحضرتؐ کی سنت ہے آپؐ نے ایک رات یا دو راتیں یا تین راتیں نماز تراویح پڑھی پھر صحابہ کرامؓ نے آپؐ کا انتظار کیا مگر آپؐ اپنے حجرے سے باہر تشریف نہیں لائے' آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں باہر آجاتا تو یہ نماز بھی تم پر فرض کر دی جاتی۔ نماز تراویح عمر فاروقؓ کے دور میں مسلسل (باجماعت) پڑھی گئی اس لیے اس کی نسبت حضرت عمرؓ کی طرف کی جاتی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کی ایک رات نبی اکرمؐ نے مسجد میں نماز پڑھی تو صحابہ بھی آپ کے پیچھے صف آرا ہو گئے پھر اسی طرح دوسری رات لوگوں کی اتنی کثرت ہو گئی کہ وہ مسجد میں نہ سما سکے لیکن آپؐ ان کے پاس نہیں گئے بلکہ صبح کی نماز کے وقت نکلے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؐ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: مجھے تمہاری رغبت کا

۱۰۴۰ شب قدر میں فرشتوں کا نزول تو قرآن مجید سے ثابت ہے مگر ان کی کیفیت (یعنی ہاتھوں میں جھنڈے لیے..... لوگوں سے مصافحہ وغیرہ) کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

۱۰۴۱ نبی کریمؐ نے شب قدر کی علامات ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایسی سہانی رات ہے جس میں نہ گرمی ہے نہ سردی (یعنی موسم معتدل ہوتا ہے) اور اس کی صبح کو جب سورج نکلتا ہے تو (اس وقت) اس کی شعاعیں نہیں پھوٹتیں۔ ابن خزیمہ (۲۱۹۲) مسند البزار (۱۰۳۴) اس مفہوم کی روایت مسلم (۱۷۸۵) میں بھی ہے۔

علم ہے لیکن رات میں اس لیے نہیں آیا تھا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور پھر تم اسے ادا نہ کر سکو۔ [۱۰۴۲] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرمؐ لوگوں کو رمضان المبارک کی راتوں کے قیام کی ترغیب دیا کرتے تھے لیکن آپؐ نے اسے واجب نہیں فرمایا۔ آپؐ کی وفات کے بعد دورِ صدیقی اور دورِ فاروقی کے شروع تک معاملہ اسی طرح رہا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تراویح با جماعت کا مسئلہ میری ایک حدیث سے اخذ کیا تھا۔ لوگوں نے پوچھا' وہ کون سی حدیث ہے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہؐ سے سنا' آپ فرمایا کرتے تھے کہ عرش کے ارد گرد مقام حظیرۃ القدس ہے جہاں نور ہی نور ہے' وہاں لاتعداد فرشتے اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور یہ فرشتے لمحہ بھر بھی اللہ کی عبادت سے تھک کر آرام

۱۰۴۲ (احمد ۶/۶۹) شیخ موصوف نے اس فصل میں نماز تراویح کا ذکر فرمایا ہے جسے صلوۃ التراویح سے موسوم کیا ہے' اور واضح رہے کہ تراویح ایک اصطلاحی نام ہے احادیث میں یہ لفظ کہیں بھی استعمال نہیں ہوا بلکہ احادیث میں رات کی نماز کو قیام اللیل' صلوۃ اللیل اور قیام رمضان وغیرہ سے موسوم کیا گیا ہے۔ موصوفؒ کی ذکر کردہ حدیث صحیح بخاری میں ان الفاظ کے ساتھ ہے ''خشیت ان تکتب علیکم صلاۃ اللیل'' مجھے تم پر صلاۃ اللیل کی فرضیت کا خدشہ لاحق ہوا۔ بخاری (۲۰۱۲) چونکہ نبیؐ ہر رات قیام کرتے تھے اس لیے رمضان المبارک میں صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے قیام شروع کیا لیکن آپؐ نے انہیں صرف تین راتیں جماعت کے ساتھ قیام کروایا پھر اس خدشہ کے پیش نظر اسے چھوڑ دیا کہ ان کی رغبت کے باعث کہیں یہ رمضان کا قیام ان پر فرض نہ ہو جائے۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اسی بنیاد پر اس نماز (نماز تراویح) کی جماعت شروع کروادی کیونکہ اب نبیؐ فوت ہو چکے تھے' وحی منقطع اور دین مکمل ہو چکا تھا لہٰذا رمضان کے قیام کی فرضیت کا خدشہ ٹل چکا تھا۔ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ نبیؐ رمضان اور علاوہ رمضان ہر رات قیام کیا کرتے تھے۔ جب کسی رات قیام نہ کر پاتے تو طلوع شمس کے بعد اس کی قضائی دے لیتے۔ اسی قیام کو رمضان میں تراویح کا نام دیا گیا ہے ورنہ ایسا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ نبیؐ رمضان میں رات کا قیام الگ کرتے ہوں اور تراویح الگ پڑھتے ہوں بلکہ یہ آپ کے معمول کا قیام تھا جسے آپ بلاتفریق ہر رات کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہؐ رمضان میں نماز (تراویح) کیسے پڑھتے تھے؟ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جواب دیا ''رمضان ہو یا غیر رمضان' نبی کریمؐ گیارہ رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے (پہلے) آپؐ چار رکعات پڑھتے پس ان کی خوبی اور درازی کا کیا کہنا! پھر چار رکعات پڑھتے ان کی بھی خوبی اور درازی کا کیا کہنا! (یعنی ان رکعات کو خوب طویل کرتے) پھر آپؐ تین رکعت وتر پڑھتے۔ بخاری (۲۰۱۳) مسلم (۱۷۲۳) بعض اوقات نبیؐ دو دو کر کے دس رکعتیں پڑھتے اور آخر میں ایک ہی رکعت پڑھ لیتے۔ مسلم (۱۷۱۷) یہ بالکل واضح اور صحیح ترین روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبیؐ نے رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعتیں ہی پڑھی ہیں جن میں تین وتر ہوتے تھے بعض روایات میں ایک وتر اور بعض میں پانچ وتروں کا ذکر بھی موجود ہے۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ یہ ایک ہی نماز تھی جسے رمضان میں تراویح کہہ دیا گیا ہے اور یہ تراویح کوئی الگ نماز نہیں ہے اس بات کو انور شاہ کاشمیری نے العرف الشذی ۱/۲۸۱' عبدالحی لکھنوی حنفی نے مجموعۃ الفتاوی اردو ۱/۴۲۹ اور کئی دوسرے حنفی علماء نے بھی تسلیم کیا ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے حنفی علماء کی معتبر کتب میں گیارہ رکعت تراویح کو سنت تسلیم کیا گیا ہے مثلاً نصب الرایۃ (زیلعی حنفی) ۲/۱۵۳۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ (ملا علی قاری) ۳/۳۷۹۔ احسن المسائل اردو ترجمہ کنز الدقائق ۔۶۔۴۶۔ البحر الرائق (ابن نجیم حنفی) ۲/۶۶۔ حاشیہ درمختار ۱/۲۹۵۔ الاشباہ والنظائر (احمد حموی حنفی) ص وغیرہ شیخ موصوفؒ نے گیارہ رکعت تراویح کی بجائے بیس رکعات کو اختیار کیا ہے حالانکہ بیس رکعت کے متعلق ایک بھی صحیح حدیث موجود نہیں' اور نہ ہی موصوفؒ نے اپنے دعوی کی دلیل پیش کی ہے جب کہ ہم نے صحیح احادیث سے گیارہ رکعت تراویح ہی سنت ہے البتہ نماز تراویح ایک نفلی نماز ہے اور نوافل کی حیثیت سے اسے بیس یا اس سے کم وبیش رکعات کی صورت میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے مگر جو اجر وثواب سنت پر عمل کرنے میں ہے وہ غیر سنت میں کہاں!!

نہیں کرتے۔ یہ فرشتے رمضان المبارک کی راتوں میں اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر زمین پر اتر جاتے ہیں اور نمازیوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اگر کوئی امتی انہیں چھولے یا ان فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ کسی کو چھولے تو وہ دائمی سعادت سے مستفید ہو جاتا ہے جس سے وہ کبھی محروم نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر تو ہم اس سعادت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں چنانچہ آپ نے لوگوں کو با جماعت تراویح پر جمع کر کے اس سنت کو جاری کر دیا۔

حضرت علیؓ جب رمضان المبارک کی پہلی رات باہر نکل کر مساجد میں قرآن کی تلاوت سنتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ عمرؓ کی قبر کو نور سے منور کر دے جس طرح انہوں نے اللہ کی مساجد کو قرآن مجید سے منور کیا۔

حضرت عثمانؓ سے بھی اسی طرح روایت منقول ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ حضرت علیؓ ایک دفعہ مساجد سے گزرے تو ان میں قندیلیں روشن تھیں یہ دیکھ کر آپ نے حضرت عمرؓ کے لیے مندرجہ بالا دعا فرمائی۔ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے گھر میں قندیل لٹکائے تو جب تک وہ قندیل جلتی رہے ستر (۷۰) ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ تراویح کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ نبیؐ نے تیئسویں (۲۳ویں) شب ہمیں نماز تراویح پڑھائی حتیٰ کہ تہائی رات گذر گئی پھر آپ چوبیں کو تشریف نہ لائے بلکہ پچیسویں شب کو تشریف لائے اور نصف رات تک نماز پڑھائی، ہم نے کہا، کاش اگر آپ ساری رات نماز پڑھائیں تو کیا خوب لطف رہے۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص نماز کے اختتام تک امام کے ساتھ قیام کرے اسے ساری رات کے قیام کا ثواب نصیب ہو جاتا ہے پھر چھبیسویں شب آپؐ نے نماز نہیں پڑھائی پھر ستائیسویں شب آپؐ نے سب گھر والوں کو جمع فرمایا اور ہمیں رات بھر نماز پڑھاتے رہے حتیٰ کہ ہمیں خدشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں ''فلاح'' نہ فوت ہو جائے۔ پوچھا گیا ''فلاح'' کیا ہے فرمایا ''سحری''۔[۱۰۴۳]

<u>نماز تراویح کی جماعت</u>: ❀❀ مستحب ہے کہ نماز تراویح با جماعت ہو اور قرأت جہری ہو کیونکہ آپؐ نے نماز تراویح اسی طرح پڑھائی تھی۔ جب رمضان کا چاند نظر آ جائے تو اسی رات سے تراویح کی نماز شروع کر دی جائے کیونکہ وہ رمضان کی رات ہے۔ تراویح نماز عشاء کے فرض اور پھر دو سنتیں پڑھ کر ادا کرنی چاہیے کیونکہ سنت طریقہ یہی ہے۔ تراویح کی بیس (۲۰) رکعات ہیں ہر دو رکعت پر سلام پھیری جائے۔ بیس رکعات کے چار ترویحہ ہیں یعنی ہر چار رکعت کا ایک ترویحہ اس لیے کہ ہر ترویحہ کے بعد قدرے توقف کیا جاتا ہے۔ ہر دو رکعت کی اس طرح نیت کرے کہ میں مسنون تراویح کی دو رکعت نماز پڑھوں گا خواہ اکیلا پڑھے یا با جماعت ماہ رمضان کی پہلی رات کی پہلی رکعت میں سورت الفاتحہ کے ساتھ سورۃ العلق پڑھنا مستحب ہے کیونکہ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک نزول کے اعتبار سے سورت العلق قرآن کی پہلی سورت ہے۔ دوسری رکعت میں سورت البقرہ سے شروع کر دے۔ مستحب ہے کہ تراویح پڑھانے والا رمضان میں قرآن مکمل کرے تاکہ لوگ مکمل قرآن کی سماعت کر سکیں اور قرآن کے اوامر و نواہی، مواعظ اور توبیخات سے متنبہ ہو جائیں۔ مکمل رمضان میں صرف

۱۰۴۳ ترمذی (۸۰۶) ابن ماجہ (۱۳۲۷) الکنز (۲۰۲۳۰) ابوداؤد (۱۳۷۵) نسائی (۱۳۲۷)

ایک قرآن کی تکمیل مستحب ہے اوراس سے زیادہ غیر مستحب فعل ہے تاکہ لوگ تنگ ہوکر قرآن سے بیزار نہ ہوجائیں پھراس وجہ سے وہ باجماعت تراویح چھوڑ کراجرعظیم سے محروم نہ ہوجائیں چونکہ ان تکلیفات کی وجہ امام بنا ہے اس لیے اس امام کا گناہ سب سے بڑا ہے۔

اسی طرح کے ایک مسئلے میں آپؐ نے حضرت معاذ کوفرمایا تھا' کیا تم لوگوں کو فتنے میں ڈالنا چاہتے ہو' کیونکہ انہوں نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی اور لمبی سورت شروع کردی۔ ایک مقتدی نے اپنی نماز توڑ کرالگ ادا کی اور چلا گیا' آپؐ سے معاذؓ کی شکایت کی گئی تو آپؐ نے انہیں اس طرح ڈانٹا تھا۔[۱۰۴۴]

وتر تراویح کے اختتام پر پڑھا جائے' وتر کی پہلی رکعت میں سورت اعلیٰ' دوسری میں کافرون اور تیسری میں اخلاص پڑھنا مسنون ہے۔ دو ترویحوں کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ دو مسجدوں میں تراویح پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق تراویح کے بعد باجماعت نفل پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ امام احمدؒ اور حضرت انسؓ کا یہی قول ہے۔ تراویح کے بعد کچھ دیر آرام کرکے نفل اور تہجد پڑھی جائے پھر آرام کرلیا جائے یہی رات کا اٹھنا ہے جس کی سورۃ مزمل میں تعریف کی گئی ہے فرمایا [رات کا اٹھنا بڑا دشوار اور نفس پر گراں ہے][۱۰۴۵] دوسری روایت کے مطابق جائز ہے مگر رات کے آخری حصے میں کیونکہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ تم آخری رات کی فضیلت چھوڑ بیٹھے ہو حالانکہ رات کا وہ حصہ جس میں تم سورہتے ہو مجھے اس حصے سے زیادہ پسند ہے جس میں تم قیام کرتے ہو۔

رمضان کے فضائل ومسائل کا تتمہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے [(اس میں) روح اور فرشتے نزول فرماتے ہیں][۱۰۴۶] یعنی حضرت جبرئیلؑ (روح القدس) کی امارت میں ستر (۷۰) ہزار فرشتے آسمان سے زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ جبرئیلؑ ہر بیٹھے شخص کو سلام کرتے ہیں اور دوسرے فرشتے سوئے ہوئے لوگوں پر سلامتی بھیجتے ہیں جب کہ شب بیدار عبادت گذار بندوں پر اللہ تعالیٰ خود سلامتی بھیجتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کا اہل جنت پر سلام کہنے کا جواز موجود ہے [سلامتی ہو یہ رحمت والے رب کا قول ہے][۱۰۴۷] اسی طرح اہل زمین میں سے نیک لوگوں پر اللہ تعالیٰ سلام کرتے ہیں۔ ان نیک لوگوں کے لیے اچھے کلمات نے سبقت کرلی ہے' انہی کے لیے سعادت ہے جو مخلوق سے فنا ہوکر اپنے رب سے مطمئن ہوگئے ہیں۔ شب قدر میں ہر جگہ کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز ہوتا ہے یا قیام کرتا ہے یا اہل ایمان مرد وزن کے لیے دعا کررہا ہوتا ہے البتہ یہود ونصاریٰ کے عبادت خانے' آتش کدے' بت کدے' کٹیائیں ان

۱۰۴۴ احمد ۳/ ۲۹۹- ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۵۹- الکنز (۲۲۹۲۵)

۱۰۴۵ المزمل-۶

۱۰۴۶ القدر-۴

۱۰۴۷ یٰس-۵۸

سے خالی رہتی ہیں۔ فرشتے رات بھر اہل ایمان مرد وزن کے لیے دعائیں مانگتے رہتے ہیں جب کہ حضرت جبرئیلؑ ہر مؤمن سے سلام کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں اور اس طرح سلام کہتے ہیں: ''اگر تم اطاعت گذار ہو تو تم پر قبولیت و احسان کے ساتھ سلام ہو' اگر نافرمان ہو تو بخشش و مغفرت کے ساتھ سلام ہو' اگر سو رہے ہو تو رضائے الٰہی کے ساتھ سلام ہو' اگر قبر میں ہو تو رحمت و رزق کے ساتھ سلام ہو' اسی طرف قرآن مجید اشارہ کرتا ہے [ہر معاملے میں سلام ہے] [۱۰۴۸]

منقول ہے کہ فرشتے اطاعت گذاروں پر سلام کہتے ہیں نافرمانوں پر نہیں۔ ان نافرمانوں میں کچھ ظالم ہیں جن کے لیے سلام کا کوئی حصہ نہیں' اسی طرح حرام خور' رشتہ قطع کرنے والا' چغلی کھانے والا' یتیموں کا مال کھانے والا' ان فرشتوں کے سلام کا حق نہیں رکھتے۔ اس سے بڑھ کر کیا بدبختی ہو سکتی ہے کہ رمضان جس کے اول رحمت' درمیان مغفرت اور آخر جہنم سے آزادی ہے وہ گذر جائے اور کوئی فرشتہ ایسے بدبخت کو سلام نہ کہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے رحمٰن کو چھوڑ کر شیطان کی اطاعت شروع کر رکھی ہے' تم اس شیطان کے مرید بنے بیٹھے ہو جو قدم بقدم تمہیں جہنم کی طرف لے جا رہا ہے' تم جنت کے راستوں سے کوسوں دور ہو' تم نفع نقصان کے حقیقی مالک (اللہ) کی فرمانبرداری چھوڑ چکے ہو۔

رمضان کا مہینہ طہارت و پاکیزگی اور وفاداری کا مہینہ ہے' ذکر کا مہینہ ہے' صبر کا مہینہ ہے' سچ بولنے والوں کا مہینہ ہے' اگر اس مہینے میں تمہارے دل صاف پاک نہیں ہوئے' تم رب کی نافرمانی سے باز نہیں آئے' بدبخت مجرم لوگوں سے کنارہ کش نہیں ہوئے تو پھر کون سا مہینہ اور کون سا وقت تمہاری اصلاح کرے گا' پھر کس خیر کی تم توقع کر سکتے ہو۔ اے قابل رحم انسان! اس مبارک وقت سے فائدہ اٹھا لے' خواب غفلت سے ہوش کر' جس نعمت نے تیرے پاؤں چومے ہیں اس کی قدر کر لے' بقیہ رمضان توبہ استغفار میں پورا کر لے' شاید تیرا بھی ان لوگوں میں شمار ہو جائے جن کی قسمت رحمت کی حق دار ہے۔

آہیں بھر بھر کر چیخ و چلا کر اپنی بدبختی کا ماتم کر' ذرا سوچ کتنے ہی روزہ دار آئندہ ماہ رمضان سے محروم رہ جائیں گے' بہت سے شب بیدار آئندہ رمضان کے قیاموں کی سعادت سے محروم رہیں گے' مزدور اپنی مزدوری کام سے فارغ ہو کر وصول کرتا ہے کاش ہمیں بھی علم ہو جائے کہ ہمارے اعمال درجہ قبولیت سے نوازے گئے ہیں یا رائیگاں کر دیئے گئے ہیں' کاش ہمیں علم ہو جائے کہ رحمٰن کی بارگاہ کے مقبول بندے کون سے ہیں؟ ہم انہیں مبارک باد دیں' اور جو مردود ہیں ان سے اظہار ہمدردی کریں! حدیث نبویؐ ہے کہ بہت سے روزہ داروں کو بھوک پیاس اور بہت سے شب بیداروں کو جاگنے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

اے رمضان المبارک! تجھ پر سلام ہو' اے ایمان کے مہینے تجھ پر سلام' نزول قرآن و تلاوت کے مہینے تجھ پر سلام' بخشش و مغفرت کے مہینے تجھ پر سلام' جنت کے درجات کے حصول اور دوزخ کے طبقات سے نجات کے مہینے تجھ پر سلام' اے عبادت گذاروں اور توبہ کرنے والوں کے مہینے تجھ پر سلام' اے گناہ گاروں کو گناہوں سے نجات دلانے والے اور متقی لوگوں سے انس و محبت رکھنے والے مہینے تجھ پر سلام ہو' ان روشن قندیلوں پر سلام' ان شب بیداروں پر سلام' آنسو بہانے والی آنکھوں پر سلام'

۱۰۴۸۔ القدر-۴'۵

روشن اور منور محراب و منبروں پر سلام' موتیوں کی طرح گرنے والے آنسوؤں پر سلام' غمزدہ دلوں سے نکلنے والی آہوں پر سلام ہو۔ الٰہی ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جن کی نمازیں' روزے تو نے قبول فرما لیے ہیں' جن کی برائیوں کو تو نے نیکیوں میں تبدیل کر دیا ہے' جن کو تو نے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر لیا ہے اور ان کے درجات کو بلند کر دیا ہے۔ (آمین یا ارحم الراحمین)

عید الفطر:[1049] ❁ ❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے [یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اصلاح کر لی اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی][1050] کامیابی کی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ جنت حاصل ہو جائے' جہنم سے چھٹکارا ہو جائے اور دنیا کی مصیبتوں سے بھی نجات حاصل ہو جائے۔ دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دنیا میں اپنی عبادت کی توفیق بخش دے جس سے سعادت دنیاوی حاصل ہو اور آخرت میں جنت نصیب ہو جائے۔

فرمایا [مؤمن کامیاب ہو گئے][1051] یعنی انہیں ہر طرح کی سعادت مل گئی ہے' اسی طرح دوسری آیت میں فرمایا [جس نے اپنی اصلاح کی وہ کامیاب ہو گیا][1052] یعنی جسے نیکی' ایمان کی طہارت اور تقویت کی توفیق عطا ہوئی وہ کامیاب ہوا جسے یہ توفیق نہیں ملی وہ بدبخت ناکام ہو گیا۔ فرمایا [مجرم کامیاب نہیں ہو سکتے][1053]

''تزکّٰی'' کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ کے نزدیک: یعنی جو ایمان لا کر شرک سے محفوظ ہو گیا۔ حسنؒ: یعنی جو نیک ہے اس کا عمل پاکیزہ اور قبول ہونے والا ہے۔ ابوالاحوص: جس نے اپنے ہر قسم کے مال سے زکاۃ ادا کی وہ کامیاب ہوا۔ قتادہ' عطاء: اس سے مراد صرف صدقہ فطر ہے۔

''وذکر اسم ربہ فصلّٰی'' میں بھی اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ: یعنی جو توحید کا قائل ہے اور نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے۔ ابوسعید خدریؓ: یعنی جو تکبیریں کہتا ہوا عید گاہ پہنچا اور دو رکعت نماز عید ادا کی۔ وکیع بن جراحؒ: رمضان کا صدقہ فطر سجدہ سہو کی مانند ہے۔

صدقہ فطر:[1054] ❁ ❁ نبی اکرمؐ نے صدقہ فطر روزے دار کو گناہوں سے پاک کرنے کے لیے فرض قرار دیا ہے۔ چونکہ روزوں میں لغویات' فحش' جھوٹ' غیبت' چغلی' مشکوک رزق' اور خوبصورتی کو دیکھنے سے ثواب میں جو کمی پیدا ہوئی تھی' فطرانہ اس کی تلافی کر دیتا ہے اور روزوں کا مکمل ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

۱۰۴۹ رمضان المبارک کے اختتام اور شوال کی پہلی تاریخ والے دن کو ''عید الفطر'' کہا جاتا ہے جب کہ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ والے دن کو ''عید الضحیٰ'' کہا جاتا ہے۔ نبیؐ نے مسلمانوں کے لیے صرف یہی دو عیدیں مقرر فرمائیں ہیں ان کے علاوہ کوئی تیسری عید اسلام میں ثابت نہیں ہے۔

۱۰۵۰ الاعلیٰ-۱۴'۱۵ ۱۰۵۱ المؤمنون-۱

۱۰۵۲ الاعلیٰ-۱۴ ۱۰۵۳ یونس-۱۷

۱۰۵۴ صدقہ فطر عید الفطر کے روز نماز عید سے پہلے پہلے ادا کرنا ضروری ہے بلکہ دو چار دن پہلے ہی ادا کر دیا جائے تو مستحب ہے۔ صدقہ فطر کو فطرانہ بھی کہتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے دوسرا باب ملاحظہ فرمائیں۔

فطرانہ اسی طرح کفارہ بنتا ہے جس طرح گناہوں کے لئے توبہ و استغفار اور نماز کے نقصان کی تلافی کے لیے سجدہ سہو کفارہ بن جاتا ہے پھر جس طرح سجدہ سہو شیطان کو ذلیل و رسوا کرتا ہے اسی طرح توبہ اور فطرانہ شیطان کو ذلیل و خوار کرتے ہیں کیونکہ گناہوں اور بے حیائیوں کا بنیادی سبب شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو شیطان کے مکر و فریب' سازشوں سے محفوظ رکھے' دنیا کی تمام آفات و مصائب سے نجات عطا فرمائے اور اپنے رحم و کرم سے اس دنیا (کی جیل) سے نکال کر لے جائے۔ (آمین یارب العالمین)

عید کی وجہ تسمیہ: ❁ ❁ عید کو عید اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فرحت و مسرت کو لوٹاتے ہیں یا اس لیے عید کہا جاتا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر انعامات و احسانات کو بار بار لوٹاتے ہیں یا اس لیے کہ ہر سال عید کے موقع پر بندے اللہ کے حضور عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر تحفے تحائف بھیجتے ہیں یا اس لیے کہ عید کے دن بندے اپنی حسب سابق پاکیزگی پر لوٹ آتے ہیں یا اس لیے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے رسول اللہؐ کی اطاعت کی طرف' فرض روزوں سے سنت کی طرف اور ماہ رمضان کے روزوں سے شوال کے روزوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں یا اس لیے کہ اس دن اہل ایمان کے لیے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ مغفور ہو کر اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ یا اس لیے کہ یہ وعدوں' وعیدوں' بدلوں اور بخششوں کا دن ہے اور غلاموں' کنیزوں کی آزادی کا دن ہے یا اس لیے کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے دور اور نزدیک بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کمزور بندے اللہ کی طرف لوٹتے ہیں اور اس سے بھاگے ہوئے بندے اس محبوب رب کی طرف پلٹتے ہیں۔

وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت عید کے دن پیدا فرمائی' جنتی درخت ''طوبیٰ'' اس دن لگایا' حضرت جبرئیلؑ کو وحی کے لئے عید کا دن چنا اور اسی دن فرعون کے جادوگر (مسلمان) بخشے گئے۔ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جب عید کے دن لوگ نماز عید کے لیے نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف جھانک کر فرماتے ہیں: اے میرے بندو! تم نے میرے لیے روزے رکھے اور میرے لیے ہی نماز پڑھی جاؤ میں نے تم سب کو بخش دیا ہے۔ حوالہ (ترغیب وترہیب)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ رمضان کے روزہ داروں کو شب عید پورا پورا اجر عطا فرما دیتے ہیں اور عید کی صبح کو فرشتوں کو زمین پر اترنے کا حکم فرماتے ہیں چنانچہ فرشتے ہر گلی اور راستے پر کھڑے ہو کر بآواز بلند اعلان کرتے ہیں جسے جن و انس کے علاوہ ساری مخلوق سنتی ہے' اے امت محمدؐ کے لوگو! اپنے عزت و جلال والے رب کی طرف چلے آؤ جو تھوڑے عمل پر زیادہ ثواب عطا کرتا ہے اور بڑے سے بڑا گناہ بھی بخش دیتا ہے۔ حوالہ (ترغیب وترہیب)

پھر جب لوگ عید گاہ پہنچ کر نماز عید سے فارغ ہو کر دعائیں اور مرادیں مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرماتے ہیں' اور بندے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔ لوگ اپنے گھروں میں اس حال میں واپس پلٹتے ہیں کہ ان کے تمام گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ والی حدیث میں عید الفطر کی رات کو لیلۃ الجائزہ/ انعام والی

رات کہا گیا ہے۔اس کی صبح اللہ تعالیٰ تمام شہروں میں فرشتے پھیلا دیتے ہیں جو ہر گلی راستے کے کونے پر کھڑے ہو کر اتنی اونچی آواز میں اعلان کرتے ہیں جسے انس وجن کے علاوہ ساری مخلوق سنتی ہے: اے امت محمد کے لوگو! اپنے جاہ وجلال والے رب کی طرف چلے آؤ جو اجر کثیر سے نوازتا ہے اور گناہوں کو بخشتا ہے۔ جب مسلمان عیدگاہ میں جمع ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو آواز دیتے ہیں' اے میرے فرشتو! فرشتے لبیک پکارتے ہیں۔ اللہ پوچھتے ہیں جب مزدور اپنے کام سے فارغ ہو جائے تو اس کا کیا بدلہ ہے؟ فرشتے کہتے ہیں' اے ہمارے پروردگار' مالک' آقا! آپ اسے پوری پوری مزدوری عطا کریں۔ اللہ فرماتے ہیں' فرشتو! گواہ رہو میں نے اپنے بندوں کو روزوں اور رات کے قیاموں کی وجہ سے معاف کر دیا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وائے میرے بندو! مجھ سے مانگو' مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! آج اس اجتماع میں تم اپنی آخرت کے متعلق جو کچھ مانگو گے میں تمہیں عطا کروں گا اور اپنی دنیا کے متعلق جو کچھ مانگو گے اس میں بھی حسب ضرورت عطا کروں گا۔ مجھے اپنی عزت کی قسم! جب تک تم شریعت کے تابعدار رہو گے میں تمہارے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھوں گا' اے گناہ گارو! میں تمہیں بھی ذلیل ورسوا نہیں کروں گا لہٰذا اس حال میں واپس جاؤ کہ تم سب بخش دیئے گئے ہو' تم نے مجھے راضی کر لیا اور میں تم سے راضی ہو گیا ہوں۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ان انعامات پر فرشتے بھی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

چار قوموں کی چار عیدیں: ۞ ۞ حضرت ابراہیمؑ کی قوم کی ایک عید ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اس نے تاروں پر نگاہ ڈالی فرمایا میں بیمار ہوں] [۱۰۵۵] اس کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی قوم اپنی عید کے لیے باہر میدان میں نکلی لیکن ابراہیمؑ نے بیماری کا عذر کر کے ان کے ساتھ شرکت نہیں کی کیونکہ آپ قوم کے (شرکیہ) دین پر نہیں تھے۔ جب سب لوگ عید منانے چلے گئے تو آپ نے کلہاڑی لے کر تمام بت توڑ ڈالے اور سب سے بڑے بت کو چھوڑ کر اس کے کندھے پر کلہاڑی لٹکا دی۔ جب لوگ واپس آئے تو پوچھنے لگے [اے ابراہیمؑ! یہ کام کس نے کیا ہے؟] [۱۰۵۶] ابراہیمؑ خلیل اللہ کو اپنے رب کی وجہ سے غیرت آ گئی اور انہوں نے بت توڑنے کا اقرار کر کے اپنی جان خطروں میں ڈال دی بالآخر آپ کو آپ کے رب نے خلت (اعلیٰ محبت) کا درجہ عطا فرمایا' آپ کے ہاتھوں سے مردہ پرندوں کو زندہ فرمایا' آپ کی نسل سے انبیاء کا سلسلہ جاری کیا اور آپ کو سب سے بہترین انسان یعنی حضرت محمد مصطفیٰؐ کا والد بنایا۔ دوسری عید حضرت موسیٰؑ کی قوم کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے [تمہارے وعدے کا وقت زینت والا دن ہے] [۱۰۵۷] اس دن کو زینت اس لیے کہا گیا ہے چونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکروں کو تباہ کر کے حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کی جان بخشی فرمائی اس لیے اسے عید کا دن مقرر کر دیا گیا۔ واقعہ یوں تھا کہ فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ بہتر (۷۲) یا تہتر جادوگر حاضر ہوئے جن کے پاس سات سو لاٹھیاں اور رسیاں تھیں جن میں پارہ بھرا ہوا تھا' تمام لوگ دھوپ میں مقابلہ دیکھنے کے لیے کھڑے تھے کہ سورج کی گرمی سے

[۱۰۵۵] الصافات-۸۸'۸۹ [۱۰۵۶] الانبیاء-۵۹

[۱۰۵۷] طٰہٰ-۵۹

پارے میں حرکت پیدا ہوگئی اور رسیوں سے لپٹی ہوئی لاٹھیاں دوڑنے لگیں لوگوں کو گمان ہوا کہ یہ سانپ دوڑ رہے ہیں حالانکہ لاٹھیاں فی الحقیقت متحرک نہ تھیں۔ موسیٰ بھی خوف زدہ ہو گئے لیکن انہوں نے اپنا خوف ظاہر نہ ہونے دیا' فرمایا' جو لوگ انہیں اصلی سانپ خیال کرتے تھے یا تو ان کے ایمان میں نقص تھا یا وہ مرتد ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنا عصا زمین پر پھینک دیں جب انہوں نے لاٹھی پھینکی تو وہ بڑے اونٹ کے برابر اژدھا بن گیا جس کی دونوں آنکھیں آگ کے انگاروں کی طرح روشن تھیں اور وہ پھنکارتا ہوا جادو کے سانپوں کو نگل گیا۔ (جب موسیٰ کی لاٹھی اصل حالت میں لوٹ گئی تو) اس لاٹھی کے طول و عرض میں کوئی فرق پیدا ہوا نہ پیٹ میں تبدیلی ہوئی نہ ہی حرکت میں کمی ہوئی۔ اس صورت حال پر جادوگروں نے اپنی شکست تسلیم کر لی اور رب العالمین کے آگے سجدہ ریز ہو گئے سب سے بڑے جادوگر کا نام شمعون تھا۔ جادوگروں نے اقرار کر لیا کہ [ہم ہارونؑ اور حضرت موسیٰ کے رب پر ایمان لائے][۱۰۵۸] پھر یہ اژدھا فرعون اور اس کے لشکروں کی طرف بڑھا جس کے خوف سے لوگ بدحواس ہو کر بھاگنے لگے اس بدحواسی میں پچاس ہزار افراد کچلے گئے۔

تیسری عید عیسیٰ اور ان کی قوم کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [(ان کے حواریوں نے کہا) اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے دسترخوان نازل فرما جو ہمارے اگلے پچھلوں کے لئے عید ہو اور تیری نشانی ہو][۱۰۵۹] واقعہ اس طرح ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ سے مطالبہ کیا کہ آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہم پر آسمان سے دسترخوان نازل فرمائے۔ عیسیٰ نے فرمایا' اگر تم مؤمن ہو تو اللہ سے ڈر جاؤ اور اپنی آزمائش کا سوال نہ کرو کیونکہ اگر تمہاری فرمائش پر دسترخوان نازل ہو گیا اور تم نے پھر بھی اللہ کی تکذیب کی تو اس کے عذاب سے نجات نہیں پا سکو گے۔ کہنے لگے ہم بھوکے ہیں اور اس میں سے کھانا چاہتے ہیں اس طرح آپ کی نبوت کے معجزے دیکھ کر ہمارے دلوں کو مزید اطمینان نصیب ہوگا اور ہم اسرائیلیوں کے پاس جا کر اس کی گواہی بھی دیں گے۔ حواری وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیت المقدس میں کپڑے دھوتے وقت آپ کی دعوت کو قبول کیا تھا۔ نبطی زبان میں ''حواری'' کپڑے دھونے والے کو کہتے ہیں۔ یہ کل بارہ آدمی تھے۔ جب حضرت عیسیٰ نے ان سے کہا کہ اللہ کے لیے میرا مددگار کون بنے گا' اور آپ نے انہیں اطاعت اور توحید کی دعوت دی تو انہوں نے کہا' ہم اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے آپ کے مددگار رہیں پھر انہوں نے کپڑے دھونے چھوڑ دیئے اور حضرت عیسیٰ کے ساتھ ہو لیے' جہاں آپ جاتے وہ آپ کے ساتھ رہتے اور معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔ جب انہیں کھانے کی حاجت ہوتی تو عیسیٰ زمین کی طرف ہاتھ بڑھاتے اور اپنے ساتھ ہر ایک کے لیے دو روٹیاں نکال لیتے۔ جبرئیلؑ آپ کے ساتھ رہتے جو معجزات ظاہر کرتے وہ آپ کی مدد کرتے تھے۔

حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کو مسلسل معجزات دکھاتے رہے مگر وہ آپ کی تصدیق سے دور ہوتے گئے حتیٰ کہ ایک دن آپ کے ساتھ پانچ ہزار پادری تھے انہوں نے حواریوں کے ساتھ مل کر حضرت عیسیٰ سے دسترخوان کی درخواست کی تو حضرت عیسیٰ

۱۰۵۸ الشعراء-۴۸

۱۰۵۹ المائدۃ-۱۱۴

نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی [یا اللہ! ہمارے لیے آسمان سے دسترخوان نازل فرما جو ہمارے اگلے پچھلوں کے لیے ''عید'' قرار پائے اور وہ تیری نشانی ہو اور ہمیں رزق عطا فرما یقیناً تو بہترین رزق عطا کرنے والا ہے][1060] اس دعا کی قبولیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا [بلاشبہ میں دسترخوان نازل کر دیتا ہوں مگر پھر اس کے (نزول کے) بعد جو کفر کرے گا تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا جو میں نے دنیا میں اب تک کسی کو نہیں دیا][1061]

چنانچہ بروز اتوار اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تازہ مچھلی' چپاتیاں اور کھجوریں نازل فرمائیں' یہ بھی منقول ہے کہ ان کے لیے دسترخوان نازل ہوا جس پر بھنی ہوئی مچھلی تھی' مچھلی کے سر کے پاس نمک تھا اور دم کے پاس سرکہ تھا' اس میں پانچ روغن زیتون کے پراٹھے تھے' پانچ انار تھے' کچھ کھجوریں تھیں' لہسن کے علاوہ مختلف سبزیاں تھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سب لوگ ایک باغ میں قیام پذیر تھے کہ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ کسی کے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ یہ سن کر شمعون دو چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اور پانچ روٹیاں لے آئے' ایک شخص ستو لے آیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان دو مچھلیوں اور روٹیوں کے چھوٹے چھوٹے پیس بنا کر علیحدہ علیحدہ رکھ دیا اور ستو بھی ان کے ساتھ رکھ کر وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کر کے دعا میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام ساتھیوں پر غنودگی طاری فرما دی' جب انہیں ہوش آیا تو ان کا کھانا کئی گنا بڑھ چکا تھا حتیٰ کہ اس سے سارا قافلہ سیر ہو گیا۔ عیسیٰؑ نے فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر شروع کرو' اسے سمیٹنا نہیں' حلقے بنا کر بیٹھو چنانچہ تمام لوگ حلقے بنا کر اللہ کے نام سے شروع ہو گئے اور تمام سیر ہو گئے جب کہ ان کی تعداد پانچ ہزار یا اٹھارہ سو کے لگ بھگ تھی۔ جن میں فقیر' بھوکے اور خوب بھوکے بھی موجود تھے۔ سب اللہ کا شکر کرتے ہوئے دسترخوان سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دسترخوان ان کی نگاہوں کے سامنے آسمان پر اٹھا لیا گیا جب کہ دسترخوان پر اسی طرح مکمل کھانا موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ جس فقیر نے اس دسترخوان پر کھایا وہ مال دار ہو گیا اور مرتے دم تک مال دار رہا' جس اپاہج اور بیمار نے اسے کھایا وہ تندرست ہو گیا۔

مقاتل فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے با آواز بلند لوگوں سے پوچھا' کیا تمہارے پیٹ بھر گئے ہیں؟ لوگوں نے کہا جی ہاں' فرمایا: اس میں سے ذخیرہ نہ کرنا لوگوں نے کہا ٹھیک ہے لیکن انہوں نے کچھ چرا کر ذخیرہ کر لیا جس سے چوبیس (۲۴) ٹوکریاں بھر گئیں یہ معجزہ دیکھ کر سب لوگ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئے اور آپ کی نبوت کی تصدیق کر دی۔ پھر یہ اپنی اپنی قوم میں واپس چلے گئے اور ان کے پاس آسمانی کھانا موجود تھا' کچھ عرصہ قوم میں رہنے کے بعد لوگوں نے انہیں اسلام سے مرتد کر دیا یہ کافر بن گئے اور آسمانی دسترخوان کا انکار کرنے لگے جس پر اللہ تعالیٰ نے حالت نیند میں ان کی شکلیں مسخ کر کے انہیں خنزیر بنا دیا۔ بچے اور عورتیں مستثنیٰ رہیں جب کہ تمام مرد مسخ ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ دسترخوان پر تھوڑا سا کھانا تھا جس سے ایک بہت بڑی جماعت نے پیٹ بھر کر کھایا لیکن اس کھانے میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا دسترخوان اور کھانا

[1060] المائدۃ-۱۱۴

[1061] المائدۃ-۱۱۵

تھا۔ ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کیے ان میں سے صرف ایک حصہ اپنی مخلوق کی طرف اتارا جس کی وجہ سے تمام مخلوق باہم محبت اور شفقت کا اظہار کرتی ہے اور ننانویں (۹۹) حصے اپنے پاس محفوظ رکھے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے بندوں پر رحم فرمائیں گے۔

ایک حدیث میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ اس قدر وسیع عزت والا بچھونا بچھائیں گے جس کے کناروں پر تمام لوگوں کے گناہ سما جائیں گے اور وہ درمیان سے خالی ہوگا حتیٰ کہ ابلیس لعین بھی اس امید پر اس کی طرف نگاہ اٹھائے گا کہ شاید اسے بھی کوئی سعادت مل جائے۔ اتنی وسیع رحمت کے باوجود ہر عقل مند صاحب بصیرت کو چاہیے کہ وہ اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے عمل نہ چھوڑ دے بلکہ خوب نیک عمل کرے اور جھوٹی امید سے ہلاکت سے بچ جائے۔ اوامر پر عمل کرے' ممنوعات سے باز آئے پھر باقی کام اللہ کے سپرد کر دے۔ بکثرت توبہ کرتا رہے محتاط رہے' خوف خدا قائم رکھے اور اتنا خائف بھی نہ ہو کہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جائے اور اتنی امید بھی رکھ لے کہ گناہوں کا ارتکاب شروع کر دے اور نیک اعمال چھوڑ بیٹھے بلکہ میانہ روی اختیار کرے جس طرح کہا جاتا ہے کہ اگر مؤمن کے اعمال تولے جائیں تو امید اور خوف کے دونوں پلڑے مساوی رہیں۔ اس لیے امید اور خوف کو ایک پرندے کے دو پروں کی طرح سمجھنا چاہیے ظاہر ہے کہ پرندہ ایک پر سے پرواز نہیں کرتا۔

چوتھی عید ہم مسلمانوں کی ہے جس کے متعلق ہم نے اس مجلس کے آغاز میں تذکرہ کر دیا ہے۔

مؤمن اور کافر کی عید: ❁ ❁ عید ہر قوم مناتی ہے البتہ اہل ایمان کی عید رحمٰن کی رضا کے لیے ہوتی ہے جب کہ کافر کی عید شیطان کو خوش کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ جب مسلمان عیدگاہ کی طرف نکلتا ہے تو اس کے سر پر ہدایت کا تاج' آنکھوں میں عبرت کے لیے غور و فکر' کانوں پر حق سننے کا اثر' زبان پر توحید کا اقرار' دل میں یقین' کندھے پر اسلامی لباس اور کمر میں عبدیت اور غلامی کا پٹکا ہوتا ہے۔

اس کی قرارگاہ محراب و مسجد اور میدان عیدگاہ ہے اور اس کا معبود رب العالمین ہے۔ مؤمن اپنے رب کے حضور گریہ زاری کرتا ہے' اپنے رب سے دعائیں اور مرادیں مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی دعائیں قبول فرماتے ہیں' اسے عطیات سے نوازتے ہیں اور روز جزا ان لوگوں کو عزت و عظمت والے گھر یعنی جنت میں جگہ نصیب فرمائیں گے۔

کفار اس حالت میں عید مناتے ہیں کہ ان کے سروں پر خسارے اور گمراہی کا تاج ہوتا ہے' کانوں پر غفلت کی مہریں ہوتی ہیں' آنکھوں پر غفلت و شہوت کے حجاب ہوتے ہیں' زبان پر بدبختی اور شقاوت کی مہر لگی ہوتی ہے' دلوں پر کفر و عناد کی سیاہی چھائی ہوتی ہے اور کمر میں اختلاف اور بدبختی کا پٹکا بندھا ہوتا ہے۔ کافر کی قرارگاہ' بت کدہ' گرجا یا آتش کدہ ہے' اس کے معبود بت اور مورتیاں ہیں اور اس کا آخری ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے۔

خوبصورت رنگ برنگے کپڑے پہن لینا' عمدہ اور لذیذ کھانے اڑانا' حسین عورتوں سے معانقہ کرنا' لذات و شہوات سے لطف اندوز ہونا' عید نہیں بلکہ مسلمانوں کی عید یہ ہے کہ ان کی عبادتوں کے مقبول ہونے' غلطیوں گناہوں کے معاف ہونے

اور برائیوں کے نیکیوں میں تبدیل ہو جانے کی علامات ظاہر ہوں' بلندی درجات' بہترین لباس' عطیات' تحائف اور اعزازات کی بشارت ہو' نورِ ایمان سے دل روشن ہو جائیں' یقین و معرفت کی قوت سے دلی سکون حاصل ہو' دلوں کے علوم وفنون کے سمندر زبانوں سے رواں ہو جائیں جیسا کہ ایک روایت میں مذکور ہے کہ عید کے دن ایک شخص نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ آپ خشک روٹی کے ٹکڑے کھا رہے ہیں' وہ حیران ہو کر عرض کرتا ہے' حضرت! آج تو ''عید'' ہے اور آپ خشک ٹکڑوں پر گذارا کر رہے ہیں' حضرت علیؓ نے جواب دیا: محترم! عید تو ان لوگوں کی ہے جن کے روزے قبول ہوئے ہیں' جن کے اعمال اللہ کے ہاں قدر و منزلت پا گئے ہیں اور ان کے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں ہمارے لیے آج بھی عید ہے' کل بھی عید ہے بلکہ ہمارا تو ہر وہ دن عید ہے جس دن ہم اللہ کی نافرمانی سے محفوظ رہیں۔

ہر صاحب بصیرت کو چاہیے کہ وہ ظاہری خوشیوں میں پھنس کر نہ رہ جائے بلکہ اس دن غور وفکر اور عبرت و نصیحت حاصل کرے' روز عید کو روز قیامت خیال کرے' عید گاہ کی طرف روانگی سے پہلے آنے والی شاہی بگل کو قیامت کے صور کی طرح محسوس کرے۔ جب لوگ عید کے انتظار میں خوب تیاریاں کر کے رات کو سو جائیں تو ان کی نیند کو اس طرح خیال کرے جس طرح قیامت کے دو نفخوں کے درمیان خواب کی حالت ہوگی۔ جب عید کی صبح لوگوں کو گھروں اور محلوں سے خوبصورت لباس اور زیورات سے آراستہ' خوشیوں میں جھومتے ہوئے دیکھو تو یہ خیال پیدا کرلو کہ نافرمان لوگ غم زدہ اور اہل تقویٰ خوشحال ہیں۔ مشرکوں اور گناہ گاروں پر اللہ کا غضب اور قہر برس رہا ہے' وہ ٹھوکریں کھا کر منہ کے بل اوندھے گرے پڑے ہیں اور فرشتے انہیں (جہنم کی طرف) گھسیٹ رہے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [جس دن ہم متقی لوگوں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر لے جائیں گے اور مجرموں کو پیاسوں کی طرح ہانک کر لے جائیں گے][۱۰۶۲]

اس دن ہر زاہد' عابد اور ابدال حقیقی شہنشاہ کی عدالت میں عرش کے سائے میں مطمئن ہوگا' جنتی پوشاک اور زیورات سے آراستہ ہوگا' چہرے پر نور ہدایت کے آثار ظاہر ہوں گے' اس کے سامنے لذیذ کھانوں کا دسترخوان بچھا دیا جائے گا جس پر ہر طرح کا کھانا پینا اور میوہ جات ہوں گے اور وہ ان نعمتوں سے مستفید ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ تمام مخلوق کا حساب کتاب ہو جائے گا پھر وہ اپنی ان منزلوں (جنتوں) میں تشریف لے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں۔ ان جنتوں میں اہل جنت کو ہر دل پسند چیز سے نوازا جائے گا جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ وہ ایسی نعمتیں ہیں کہ ان کے متعلق کسی کان نے سنا ہے نہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا ہے اور نہ ہی کسی دل میں ان کا تصور ہی پیدا ہو سکا ہے۔ ارشاد باری ہے [کوئی نہیں جانتا اہل جنت کے اعمال کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو سکون پہنچانے کے لیے کون کون سی نعمتیں چھپا رکھی ہیں][۱۰۶۳] ان کے برعکس دنیادار آہ و زاری' رنج والم اور تکلیفات سے دوچار ہوں گے' ان پر تمام نعمتوں کے دروازے بند

۱۰۶۲۔ مریم-۸۵'۸۶

۱۰۶۳۔ السجدۃ-۱۷

ہوں گے کیونکہ انہوں نے دنیا میں (اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے) ان نعمتوں سے مزے اڑائے تھے' حرام اور مشکوک چیزوں کو بلا جھجک استعمال کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ دوسروں یا غیروں کی فرمانبرداری بھی شروع کر رکھی تھی۔ ایسے بدنصیب لوگ جنت میں اپنے گھر دیکھیں گے لیکن (ان کے گناہوں کی وجہ سے) انہیں ان گھروں سے محروم کر دیا گیا ہے اس لیے کہ ان گھروں تک پہنچنے کے لیے ان حقوق کا پورا کرنا ضروری ہے جو ہر انسان کے ذمہ فرض کیے گئے ہیں۔

کافر اپنی ہلاکت اور تباہی و بربادی کا واویلا کرے گا کیونکہ وہ اپنے سامنے ہر طرح کا عذاب دیکھے گا' ہر طرح کی ذلت و رسوائی کا مشاہدہ کرے گا اور اب اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسی آگ میں جلتے رہنا ہے۔ (نہ موت آئے گی نہ نجات ملے گی) (اعاذ نااللہ منھا) جب مسلمان (روزعید) شاہی جھنڈوں کو لہراتے اور سربلند ہوتے دیکھ رہا ہو تو اسے چاہیے کہ محشر کے جھنڈے اٹھانے والوں کو یاد کرے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ رب العالمین کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے دارالسلام میں سلامتی والے رب کے حکم سے تشریف لے چلو۔

جب عید گاہ میں ایک عظیم اجتماع کی صف بندی پر نظر پڑے تو فوراً اس وقت کو یاد کرلو جب ساری دنیا کے لوگ اللہ جبار و قہار کے سامنے صفیں باندھے کھڑے ہوں گے۔ گویا عید گاہ کا اجتماع موقف کے اجتماع کی یاددہانی کراتا ہے' اس دن تمام نیک و بدلوگ قطاروں میں کھڑے ہوں گے' اس دن تمام راز طشت از بام ہو جائیں گے۔ جب نماز عید سے فارغ ہو کر لوگ اپنے اپنے گھروں' محلوں' مسجدوں وغیرہ کی طرف جا رہے ہوں تو اس منظر کو دیکھ کر اس وقت کے منظر کا تصور کرو جب تمام مخلوق جزا و سزا کے حقیقی مالک کے دربار سے جنت یا جہنم کی طرف (اپنے اپنے اعمال کے مطابق) جا رہے ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ [جس دن قیامت قائم ہوگی تو لوگ گروہوں میں تقسیم کیے جائیں گے][۱۰۶۴] [ایک جماعت جنتی ہوگی جب کہ دوسری جماعت جہنمی ہوگی][۱۰۶۵]

ذوالحجہ کے پہلے عشرے کے فضائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے [قسم ہے فجر کی' (قسم ہے) دس راتوں کی' (قسم ہے) جفت اور طاق کی اور اس رات کی جو گذر گئی۔ کیا ان میں عقل مندوں کے لیے کافی قسم ہے!][۱۰۶۶] ''فجر'' کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ کے نزدیک فجر سے مراد نماز فجر ہے' دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے' جفت سے مراد مخلوق' طاق سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔[۱۰۶۷] ''یسر'' یعنی رات گذر جائے اور آخری آیت کا معنی ہے کہ اس میں اہل خرد کے لیے قسم ہے جس کا جواب قسم اس سے اگلی آیت

۱۰۶۴؎ الروم-۱۴ ۱۰۶۵؎ الشوریٰ-۷

۱۰۶۶؎ الفجر-۱تا۵

۱۰۶۷؎ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک فجر سے مراد صبح صادق ہے اور دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔ دیکھئے: تفسیر طبری ۲۴/۳۹۵-۳۹۶

ہے کہ [تمہارا رب یقینی طور پر تمہاری گھات میں ہے][۱۰۶۸] مقاتل کے نزدیک فجر سے مراد ذوالحجہ کی دسویں تاریخ (عیدالضحیٰ) کی صبح ہے' دس راتوں سے مراد عیدالضحیٰ سے پہلی دس راتیں ہیں' انہیں دس راتیں اس لیے کہا گیا ہے کہ عیدالضحیٰ سے پہلے نو (۹) دن اور دسویں رات ہوتی ہے۔ جفت سے مراد آدم اور حوا ہیں جب کہ طاق سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں' والّیل اذا یسر سے مراد عید الضحیٰ کی رات ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عیدالضحیٰ کی' ذوالحجہ کے پہلے عشرے کی' آدم وحوا کی' اپنی ذات مبارکہ کی اور عیدالضحیٰ کی رات کی قسم کھا کر فرمایا' کیا یہ قسمیں عقل مند لوگوں کے لیے کافی نہیں۔ اس طرح ان قسموں کی عظمت معلوم ہوتی ہے اس کے بعد فرمایا بلاشبہ تمہارا رب تمہاری گھات میں ہے۔

بعض کے نزدیک فجر سے مراد دن ہے اور اسے دن اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ فجر دن کا پہلا حصہ ہوتا ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عیدالضحیٰ کی صبح ہے۔ عکرمہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے چشموں سے پانی جاری ہونے' نباتات اور پھلوں کی قسم کھائی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبیؐ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے (کے معجزے) کی قسم کھائی ہے۔ بعض کے نزدیک اس چٹان کے پھٹنے کی قسم کھائی گئی ہے جس سے حضرت صالحؑ کی اونٹنی نمودار ہوئی تھی۔ بعض کے نزدیک اس پتھر کی قسم کھائی گئی ہے جس سے موسیٰؑ کی لاٹھی لگنے سے پانی جاری ہوتا تھا۔

بعض کے نزدیک نادم (تائب) شخص کی آنکھوں سے جاری ہونے والے قطروں کی قسم کھائی گئی ہے۔ بعض کے نزدیک عارفوں کے دلوں سے معرفت پھوٹنے کی قسم کھائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [کیا وہ شخص جو مردہ تھا تو ہم نے اسے زندگی بخشی][۱۰۶۹] یعنی نور ایمان سے زندگی بخشی۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ نے بھی پہلا عشرہ مراد لیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق ابن عباسؓ سے رمضان کا آخری عشرہ منقول ہے۔ مجاہد کے نزدیک اس سے حضرت موسیٰؑ کا عشرہ مراد ہے' ابن جریر طبری کے نزدیک محرم کا پہلا عشرہ مراد ہے۔

قتادہ اور سدی کے نزدیک ''شفع'' سے مراد ہر جوڑا ہے اور ''طاق'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔ مقاتل کے نزدیک جفت و طاق سے آدمؑ وحواؑ کا جوڑا مراد ہے کیونکہ پہلے آدمؑ طاق تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی حواؑ سے انہیں جفت بنا دیا۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد نمازیں ہیں کیونکہ بعض نمازیں جفت ہیں اور بعض طاق ہیں۔ ربیع اور ابوالعالیہ کے نزدیک اس سے مراد نماز مغرب ہے جس میں جفت اور طاق مشترک ہے۔ بعض کے نزدیک عیدالضحیٰ اور یوم عرفہ ہے۔ بعض کے نزدیک جفت سے مراد عید کے بعد والے دو دن اور طاق سے مراد تیسرا دن ہے۔ ''یسر'' یعنی رات چلی جائے یا اندھیرا چھا جائے سے مراد بالخصوص مزدلفہ کی رات ہے یا وہ رات ہے جس میں چلنے والے چلتے ہیں۔ ''ذی حجر'' سے ابن عباس کے نزدیک ذی عقل مراد

۱۰۶۸۔ الفجر-۱۴

۱۰۶۹۔ الانعام-۱۲۲

ہے۔ حسن بصری اور ابورجاء کے نزدیک ذی علم مراد ہے اور محمد کے نزدیک صاحب دین مراد ہے۔ یہاں ''ھل'' ''انّ'' کے معنی میں بطور تاکید ہے۔ تمام قسموں کا معنی یہ ہوا کہ صبح کے رب کے حق کی قسم' دس راتوں کے رب کے حق کی قسم' جفت و طاق اور گذرنے والی رات کے رب کے حق کی قسم۔ قرآن مجید میں جہاں قسم مستعمل ہے اس کا یہی معنی ہے جیسے سورج اور اس کی روشنی کی قسم' [۱۰۷۰] آسمان اور لوٹنے والے تارے کی قسم [۱۰۷۱] برجوں والے رب کی قسم' [۱۰۷۲] یعنی ان کے رب کے حق کی قسم وغیرہ۔

عشرہ ذوالحجہ میں انبیائے کرام کے معجزات کا بیان

شیخ ابوالبرکات نے شیخ ابوبکر احمد سے خبر دی' انہوں نے احمد بن احمد سے انہوں نے محمد شافعی سے' انہوں نے محمد بن عبداللہ سے' انہوں نے عمرو بن عثمان سے' انہوں نے ولید سے' انہوں نے ابن مبارک سے' انہوں نے خالد سے' انہوں نے عکرمہ سے' انہوں نے ابن عباسؓ سے اور ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عرفہ کے روز حضرت آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی کیونکہ حضرت آدمؑ نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا تھا۔ اسی دن ابراہیمؑ کو خلت (محبت کا آخری درجہ) سے نوازا گیا کیونکہ آپ نے اپنا مال مہمانوں پر خرچ کیا' اپنا نفس آگ پر پیش کر دیا' اپنے فرزند کی قربانی پیش کی' اپنا دل اللہ کے سپرد کر دیا اور حقیقی توکل الٰہی کا مظاہرہ کیا۔ اسی عشرے ابراہیمؑ نے بیت اللہ تعمیر کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے] [۱۰۷۳] اسی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو اپنی سرگوشی سے نوازا' داؤدؑ پر بخشش نازل فرمائی اور یہی فخر و مباہات کی رات تھی۔

عیدالاضحیٰ کی صبح جب آپؐ عیدگاہ جانے کی تیاری میں تھے تو قرآن مجید نازل ہوا' اسی عشرے میں بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا اور یہ آیت نازل ہوئی [اس وقت کو یاد کرو جب وہ (صحابہؓ) درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے] [۱۰۷۴] یہ حدیبیہ کا دن تھا' چودہ سو یا پندرہ سو صحابہ آپ کے ہمراہ تھے۔ سب سے پہلے ابوسنان اسدی نے بیعت کی پیش قدمی کی۔ اس عشرے میں یوم الترویہ (۸ ذوالحجہ) یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) اور میدان عرفات میں قیام کر کے حج کا فریضہ ادا ہوتا ہے۔

ہمیں شیخ ابوالبرکات نے فضل بن محمد سے' انہوں نے اپنی سند سے ابوسعید خدریؓ سے روایت بیان کی کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: رمضان تمام مہینوں کا سردار ہے اور ذوالحجہ بڑی حرمتوں والا ہے۔ [۱۰۷۵] شیخ ابوالبرکات نے اپنی سند سے جابرؓ سے روایت بیان کی کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: تمام دنوں میں افضل ترین ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔ پوچھا گیا کیا جہادی شب

۱۰۷۰ الشمس-۱ ۱۰۷۱ الطارق-۱
۱۰۷۲ البروج-۱ ۱۰۷۳ البقرۃ-۱۲۷
۱۰۷۴ الفتح-۱۸ ۱۰۷۵ المجمع الزوائد ۳/۱۴۰

وروز بھی ان کے مثل نہیں؟ فرمایا' جہاد کے دن بھی ان جیسے نہیں البتہ جو مجاہد جہاد میں شہید ہو جائے تو اس کے ایام ان ایام جیسے ہیں۔[۱۰۷۶] شیخ ابوالبرکات نے عطاء سے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے سنا کہ نبیؐ کے زمانے میں ایک شخص کو گیت سننے کا بے حد شوق تھا (اس میں یہ خوبی تھی کہ) جب ذوالحجہ کا چاند نظر آتا تو وہ روزے رکھا کرتا تھا۔ نبیؐ کے پاس اس کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے اس کو بلوا کر پوچھا کہ تم یہ روزے کیوں رکھتے ہو؟ وہ کہنے لگا یا رسول اللہ! یہ مشاعر (احکام حج) اور حج کے ایام ہیں مجھے یہ بات پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ مجھے حاجیوں کی دعاؤں میں شریک فرمالے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: تمہارے لیے ہر روزے کے بدلے سو غلاموں کے آزاد کرنے' سو اونٹ قربانی کرنے' سو گھوڑے جہاد فی سبیل اللہ میں دینے کا ثواب ہے جب کہ (۸) آٹھ ذوالحجہ کے روزے کا ثواب ایک ہزار غلام آزاد کرنے' ایک ہزار اونٹ قربان کرنے اور ایک ہزار گھوڑے فی سبیل اللہ دینے کا ثواب ہے اور عرفہ کے روزے کا ثواب اس سے بھی دگنا ہے علاوہ ازیں عرفہ کے روزے سے دو سال کے روزوں کا ثواب بھی ملے گا۔

شیخ ابوالبرکات نے اپنی سند سے سعید بن جبیر سے' انہوں نے ابن عباسؓ سے اور انہوں نے نبی اکرمؐ سے روایت بیان کی کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں کیے جانے والے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کو تمام دنوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! جہاد سے بھی زیادہ؟ فرمایا ہاں جہاد سے بھی زیادہ البتہ وہ شخص جو اپنی جان اور مال لے کر اللہ کی راہ میں نکلا اور پھر اس کی کوئی چیز واپس نہ آئی۔[۱۰۷۷] (نہ جان نہ مال یہ مستثنیٰ ہے) شیخ ابوالبرکات نے ابوبکر سے' انہوں نے جبیرہ سے' انہوں نے حضرت حفصہؓ سے روایت بیان کی کہ اللہ کے رسولؐ چار چیزیں کبھی ترک نہیں فرماتے تھے' عشرہ ذوالحجہ کے روزے' عاشورا (دس محرم) کا روزہ' ہر ماہ کے تین روزے اور نماز فجر سے پہلے دو سنتیں۔

شیخ ابوالبرکات نے اپنی سند کے ساتھ ابوہریرہؓ سے حدیث نبوی روایت کی کہ ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کی عبادات اللہ تعالیٰ کو دوسرے تمام دنوں سے زیادہ محبوب ہیں' اس عشرے میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ایک رات کی عبادت ایک سالہ راتوں کی عبادت کے برابر ہے۔[۱۰۷۸] شیخ ابوالبرکات نے اپنی سند سے حضرت جابر سے روایت بیان کی کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: جو اس عشرے میں روزے رکھے گا اسے ہر روزے کے بدلے ایک سالہ روزوں کا ثواب ہوگا۔[۱۰۷۹] سعید بن مسیّبؒ فرماتے تھے کہ اس عشرے کی راتوں میں چراغ نہ بجھاؤ اور خادموں کو بھی جگائے رکھو۔ انہیں ان راتوں کی عبادت بھلی معلوم ہوتی تھی۔

۱۰۷۶ الکامل ۷/۲۵۲۳

۱۰۷۷ مسند احمد ۱/۳۴۶

۱۰۷۸ العلل المتناھیۃ ۲/۷۲- شرح السنۃ ۴/۳۴۶- الترغیب ۲/۱۹۹- الاتحاف ۴/۲۵۷

۱۰۷۹ الکنز (۲۴۲۶۵) الکامل لابن عدی ۶/۲/۷۲

عشرہ ذوالحجہ کی نماز کے آداب: ہمیں شیخ ابوالبرکات نے شریف سے' انہوں نے محمد بن علی سے' انہوں نے ہشام بن عروہ سے' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے اور وہ نبیؐ سے روایت کرتی ہیں کہ [۱۰۸۰] جس شخص نے عشرہ ذی الحجہ کی کسی رات بیدار ہو کر عبادت کی اس نے گویا سال بھر حج وعمرے کا ثواب حاصل کر لیا اور جس نے اس عشرے میں ایک روزہ رکھا اس نے سال بھر کی عبادت کا ثواب کما لیا۔ شیخ ابوالبرکات نے محمد بن محمد سے' انہوں نے جعفر سے' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے اپنے والد علی سے' انہوں نے اپنے والد حسینؓ سے' انہوں نے اپنے والد حضرت علیؓ سے اور انہوں نے نبیؐ سے روایت بیان فرمائی کہ جب ذوالحجہ کا چاند نظر آ جائے تو عبادت کے لیے سرگرم ہو جاؤ کیونکہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت بخشی ہے اور ان کی راتوں کو دنوں کی طرح محترم بنایا ہے' اگر کوئی شخص اس عشرے کی کسی رات کے آخری ثلث میں چار رکعت نماز پڑھے۔

ہر رکعت میں ایک مرتبہ فاتحہ' ایک مرتبہ معوذتین' تین مرتبہ آیۃ الکرسی' تین مرتبہ سورت اخلاص پڑھے' نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کے حضور یہ دعا مانگے' اے عزت وجبروت کے رب! تو پاک معبود ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے جسے کبھی زوال نہیں' تو پاک ہے' تو تمام کائنات اور مخلوقات کا رب ہے' تیرے لیے ہر حال میں عظمتیں اور تعریفیں ہیں۔ اے اللہ! تو سب سے بڑا ہے' ہر قسم کی تعریف تیرے لیے ہے' تو بابرکت اور طیب ذات ہے جس کی قدرت وجلال ہر جگہ محیط ہے' یعنی تیرا علم ہر جگہ موجود ہے۔ اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے ایسے شخص کا ثواب اس کی مانند ہے جس نے بیت اللہ کا حج کیا' روضہ رسولؐ کی زیارت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہ شخص اللہ سے جو دعا مانگے گا وہ قبول ہو گی۔ اگر وہ اس عشرے کی ہر رات کے آخری پہر اسی طرح چار رکعات نماز پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس میں داخل فرمائیں گے' اس کا ہر گناہ معاف فرما دیں گے اور اسے کہا جائے گا کہ اب از سر نو اعمال کر۔ جب کوئی یوم عرفہ کا روزہ رکھے' اس کی رات عبادت میں بسر کرے و مذکورہ نماز اور دعا مانگے اور اللہ کے حضور بکثرت گریہ زاری کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اسے بخش کر حاجیوں کے ثواب میں شریک کر لیا ہے۔ اس مومن کو مذکورہ نماز اور دعا سے ملنے والے انعامات پر فرشتے بھی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

پانچ انبیاء کے پانچ عشرے: ایک عشرہ حضرت آدمؑ کا ہے جس کی تفصیل یہ ہے حضرت آدمؑ سو رہے تھے کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا فرمایا' جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کے پاس حواؑ موجود تھیں۔ پوچھا: آپ کس کے لیے ہیں؟ وہ بولیں: آپ کے لیے۔ حضرت آدمؑ نے انہیں چھونا چاہا تو آپ کو کہا گیا کہ مہر کے بغیر انہیں نہ چھونا۔ کہا' یا رب! اس کا مہر کیا ہے؟ فرمایا' خاتم النبین (حضرت محمدؐ) پر دس مرتبہ درود بھیجو یہی اس کا مہر ہے۔

۱۰۸۰۔ الدارقطنی ۴/۲۷۵

دوسرا عشرہ حضرت ابراہیمؑ کا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے[اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند کلمات کے ساتھ آزمایا تو وہ اس میں پورے کامیاب ہوئے][۱۰۸۱] یہ کلمات دس خصلتیں تھیں' پانچ کا تعلق سر کے ساتھ ہے یعنی مانگ نکالنا' مونچھیں کاٹنا' مسواک کرنا' غرغرہ (کلی) کرنا اور ناک صاف کرنا' باقی پانچ کا تعلق جسم کے ساتھ ہے یعنی ناخن تراشنا' بغلوں کے بال اکھیڑنا' ختنے کرانا' زیر ناف بال مونڈنا اور انگلیوں میں خلال کرنا۔ جب ابراہیمؑ ان دس باتوں میں کامیاب ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلّت کے درجے سے نواز دیا۔ فرمایا[اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا خلیل بنا لیا][۱۰۸۲]

تیسرا عشرہ حضرت شعیبؑ کا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے[اگر آپ دس دن پورے کریں تو یہ آپ کی مرضی ہے][۱۰۸۳] اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰ سے دس سال کی مزدوری پر معاہدہ کیا جو اصل حضرت شعیبؑ کی بیٹی کا حق مہر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت شعیبؑ دس سال تک مسلسل روتے رہے جس کی وجہ سے آپ بینائی سے محروم ہوگئے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی بینائی لوٹا دی اور فرمایا کہ اگر آپ کو عذاب جہنم کا خوف ہے تو میں نے آپ کو اس کے عذاب سے محفوظ کر دیا ہے' اگر آپ جنت کے طالب ہیں تو جنت آپ کو عطا ہوئی' اگر میری رضا مطلوب ہے تو وہ آپ کو عطا ہوئی۔ کہنے لگے جبرئیلؑ میں جنت کی امید یا جہنم کے خوف سے نہیں رو رہا بلکہ میں تو اللہ کے فراق میں رو رہا ہوں۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے پیغام بھیجا پھر تمہارا حق ہے کہ جس قدر رو سکو رو لو اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو آپ کا دس سال کے لیے خادم بنا دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں رونے کا صلہ تھا اس کے علاوہ جو جزا جنت' انعامات اور دیدار الٰہی کی صورت میں کل قیامت کو ملنے والا ہے وہ اس کے علاوہ ہے' علاوہ ازیں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل میں ان کا تصور جاگزیں ہوا۔

چوتھا عشرہ حضرت موسیٰ کا تھا۔ ارشاد باری ہے[ہم نے موسیٰ سے تیس (۳۰) راتوں کا وعدہ لیا اور اسے مزید دس دنوں کے ساتھ مکمل کیا][۱۰۸۴] اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے ہم کلام ہونے اور تورات دینے کے لیے تیس دنوں کا وعدہ مقرر کیا۔ موسیٰ مسلسل ذوالحجہ یا ذوالقعدہ میں روزے رکھتے رہے پھر ملاقات سے پہلے تھوڑا سا روغن زیتون منہ میں رکھ لیا تاکہ منہ کی بدبو جاتی رہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ کیا تم جانتے نہیں کہ روزہ دار کے منہ کی مہک مجھے کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے پھر فرمایا محرم کے دس روزے مزید رکھو۔ دسواں روزہ عاشوراء کا ہوگا جب کہ ذوقعدہ والے قول کے مطابق ذوالحجہ کے دس روزے (پہلا عشرہ) ہوگا۔ جب چالیس دن پورے ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو ہمکلامی کے شرف سے نوازا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے[اور جب موسیٰ ہماری ملاقات کے وعدے پر تشریف لائے ......الآیۃ][۱۰۸۵]

۱۰۸۱ البقرۃ-۱۲۴ ۱۰۸۲ النساء-۱۲۵

۱۰۸۳ القصص-۲۷ ۱۰۸۴ الاعراف-۱۴۲

۱۰۸۵ الاعراف-۱۴۳

پانچواں عشرہ حضرت محمدؐ کا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [فجر کی قسم اور دس راتوں کی قسم][۱۰۸۶] ان سے مراد ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

عشرہ ذوالحجہ کی تعظیم کی فضیلت: ۞ ۞ کہا جاتا ہے کہ جو شخص ان دس دنوں کی تعظیم کرے اسے دس انعامات ملتے ہیں۔ عمر میں برکت ہوگی' مال میں زیادتی ہوگی' اہل وعیال کی حفاظت ہوگی' برائیاں مٹائی جائیں گی' نیکیوں میں غیر معمولی اضافہ ہوگا' موت کی سختیاں آسان ہو جائیں گی' تاریکی اور اندھیرے میں روشنی نصیب ہوگی' ترازو میں نیک اعمال وزنی ہوں گے' طبقات جہنم سے نجات ہوگی اور جنت میں درجات بلند ہوں گے۔

جو شخص اس عشرے میں کسی مسکین پر صدقہ کرے اسے نبیؐ پر صدقہ کرنے کے برابر ثواب ہوگا' جو کسی کی بیمار پرسی کرے اسے کسی ابدال اور ولی کی بیمار پرسی جتنا ثواب ہوگا' جو کسی کے جنازے کے ساتھ جائے اسے شہید کے جنازہ جتنا ثواب ہوگا' جو کسی مؤمن کو لباس پہنائے گا اللہ تعالیٰ اسے لباس پہنائیں گے' جو کسی یتیم سے شفقت کرے گا اللہ تعالیٰ روز حشر اسے اپنے عرش کا سایہ نصیب کریں گے اور جو کوئی کسی علمی مجلس میں حاضر ہوگا اسے انبیاء کی مجلس میں حاضری کے برابر ثواب ہوگا۔ وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدمؑ زمین پر اتارے گئے تو چھ دن تک اپنے گناہ پر روتے رہے' ساتویں دن اسی گناہ کے خیال سے غمزدہ ہو کر رو رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس وحی بھیجی' اے آدم! آپ کو کیا مشقت ہے؟ عرض کی' یا اللہ میری مصیبت تو انتہا کو پہنچ چکی ہے' میرے گناہوں نے مجھے گھیر رکھا ہے' مجھے عزت والے گھر سے (جنت سے) ذلت والے گھر (دنیا) میں اتار دیا گیا ہے' سعادت و دوام والے گھر سے شقاوت و فنا والے گھر اتار دیا گیا ہے' اسی لیے اپنے گناہ پر آہ و بکا کر رہا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی' اے آدم! کیا میں نے آپ کو اپنی عبادت کے لیے پیدا نہیں کیا؟ کیا میں نے آپ کو ساری مخلوق میں برگزیدہ بنا کر فضیلت نہیں بخشی؟ کیا میں نے آپ کے دل میں اپنی محبت نہیں رکھی؟ کیا میں نے آپ کو اپنے ہاتھوں سے نہیں بنایا؟

کیا فرشتوں سے آپ کو سجدہ نہیں کروایا؟ کیا آپ میری عنایت کردہ عزتوں میں مزے نہیں لوٹتے رہے؟ لیکن آپ نے میری نعمتوں کو بھلا کر میری نافرمانی کی' آخر کیوں؟ مجھے اپنے جاہ و جلال کی قسم! اگر تم جیسے انسانوں سے روئے زمین بھر جائے جو سب کے سب میری عبادت کریں لیکن پھر وہ میری نافرمانی کریں تو میں بھی ان کے ساتھ نافرمانوں کا سا سلوک کروں گا۔ یہ اعلان سن کر حضرت آدمؑ ایک ہندی پہاڑ پر تین صدیوں تک روتے رہے جس کی وادی میں آپ کے آنسوؤں سے دریا جاری ہو گئے اور ان سے پاکیزہ درخت پیدا ہوئے۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے آپ سے عرض کی کہ بیت الحرام تشریف لے جائیں اور عشرہ ذوالحجہ کا انتظار کریں۔ اس عشرے میں توبہ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائیں۔ چنانچہ حضرت آدمؑ بیت الحرام کی طرف چل دیئے' جہاں جہاں آپ کے قدموں کے نشان تھے وہاں وہاں آبادی ہوئی اور قدموں کے درمیان کا خلا

۱۰۸۶۔ الفجر-۱'۲

غیر آباد رہا۔ کہا گیا ہے کہ آپ کے دو قدموں کا درمیانی فاصلہ تین فرسخ (۹ میل) کے برابر تھا۔ آپ نے بیت اللہ پہنچ کر روتے ہوئے' ایک ہفتہ تک اس کا طواف کیا حتی کہ آپ کے آنسوؤں کا پانی آپ کے گھٹنوں تک آ گیا اور زمین پر بہنا شروع ہو گیا۔ آپ گریہ زاری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی تعریف میں مصروف تھے' یا اللہ! تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں' تو پاک ہے' تو عظیم ہے' میں گناہ گار ہوں' میں ظالم ہوں' الٰہی مجھے بخش دے! تو بخشنہار ہے' الٰہی مجھ پر رحم فرما تو سب سے بڑھ کر رحیم ہے' کہ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی' اے آدمؑ! میں نے تجھ پر رحم کیا' تیرا گناہ معاف کیا تیری توبہ قبول کر لی۔ فرمایا: [پھر آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی][1087] حضرت آدمؑ کی توبہ اس عشرہ مبارکہ میں قبول ہوئی۔

اسی طرح ہر وہ گناہ گار مؤمن جو خلوص دل سے اس عشرے میں توبہ کرے' اللہ کی طرف اطاعت کی نیت سے انابت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف بخشش و رحمت کے ساتھ رجوع فرماتے ہیں اور اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قسموں کا بیان: ❁ ❁ اللہ تعالیٰ نے فجر کی دس راتوں کی' جفت اور طاق کی' جانے والی رات کی قسم اٹھائی اور فرمایا [یقیناً تمہارا رب گھات میں ہے][1088] جہنم کے پل کے آٹھ درجات ہیں۔ پہلے درجے پر انسان سے ایمان کے متعلق سوال ہوگا اگر مؤمن ہوا تو کامیاب ورنہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ دوسرے درجے پر وضو اور نماز کے متعلق سوال ہوگا اگر ان میں کمی کوتاہی ہوئی تو جہنم مقدر کی جائے گی بصورت دیگر جنت میں داخلہ عطا کیا جائے گا۔ تیسرے درجے پر زکاۃ کے متعلق باز پرس ہوگی' اگر ادا کرتا رہا ہوگا تو نجات پا لے گا۔ چوتھے درجے پر روزوں کے متعلق سوال ہوگا اگر روزہ رکھتا رہا تو نجات ہو جائے گی۔ پانچویں درجہ پر حج و عمرہ کے متعلق سوال ہوگا اگر ادا کیے ہوں گے تو نجات ہو جائے گی۔ چھٹے درجے پر امانت کے متعلق سوال ہوگا' اگر امانت میں خیانت نہیں کی ہوگی تو کامیاب ہو جائے گا۔ ساتویں درجے پر غیبت' چغلی اور بہتان کے بارے میں پوچھا جائے گا اگر ان میں ملوث نہ ہوا تو نجات پا جائے گا۔ آٹھویں درجے پر حرام خوری کے متعلق سوال ہوگا اگر اس جرم کا ارتکاب نہ کیا ہوگا تو کامیابی ہوگی ورنہ جہنم رسید کیا جائے گا۔

یوم الترویہ (۸ ذوالحجہ): ❁ ❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور لوگوں میں حج کا اعلان فرما دیں وہ پیادہ اور سوار ہر دور و نزدیک سے چلے آئیں گے][1089] یہ آیت سورۃ الحج کی ہے اور سورت الحج قرآن مجید کی ایک حیرت انگیز سورت ہے کیونکہ اس میں مکی' مدنی' اقامتی' سفری' دن والی' رات والی' ناسخ اور منسوخ ہر طرح کی آیات مذکور ہیں مکی آیات انتیس (۲۹) آیات کے بعد آخر تک ہیں' مدنی آیات پندرہ (۱۵) سے انتیس (۲۹) تک ہیں' پہلی پانچ آیات رات والی ہیں چھ (۶) سے نو (۹) تک دن والی ہیں اور بیس (۲۰) تک حضری آیات ہیں۔ یہ سورت مدینے کے قریب نازل ہونے کی وجہ سے اس کی طرف منسوب ہے

۱۰۸۷ البقرۃ-۳۷

۱۰۸۸ الفجر

۱۰۸۹ الحج-۲۷

[اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے......الایۃ] [۱۰۹۰] یہ ناسخ آیت ہے اور منسوخ آیات تین ہیں (۱)[ہم نے آپ سے پہلے کوئی نبی یا رسول......الایۃ] [۱۰۹۱] اس کی ناسخ یہ آیت ہے [ہم آپ کو پڑھائیں گے] [۱۰۹۲]

(۲)[اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے] [۱۰۹۳] اس کی ناسخ آیت جہاد ہے۔

(۳)[اور اللہ کی راہ میں ایسا جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے] [۱۰۹۴] اس کی ناسخ یہ آیت ہے [اور اللہ سے حتی الوسع ڈرتے رہو] [۱۰۹۵]

[و اذّن فی الناس......] [۱۰۹۶] اس آیت کی تفسیر یہ ہے۔اے ابراہیمؑ! آپ اپنی اولاد کو اور دنیا کے تمام مؤمن مرد و زن کو آواز دیں کہ وہ حج کے لیے آئیں۔لوگ آپ کی طرف پیدل اور اونٹوں پر سوار ہو کر دور دراز کی لمبی مسافتیں طے کر کے چلے آئیں گے۔ابراہیمؑ کو یہ حکم اس وقت دیا گیا جب وہ بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہو کر اللہ سے یہ سوال کر رہے تھے کہ اے معبودِ حقیقی! اس گھر کا قصد کر کے کون آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ لوگوں میں حج کا اعلان فرما دیں۔ابراہیمؑ نے ابوقبیس پہاڑ جس کی جڑ میں کوہ صفا ہے' پر چڑھ کر بآواز بلند اعلان کیا' لوگو! اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہو کیونکہ اللہ نے تمہیں اس گھر کے حج کا حکم دیا ہے۔ابراہیمؑ کی یہ آواز ہر اس مؤمن مرد یا عورت نے سن لی جو روئے زمین پر موجود تھا یا رحم مادر میں یا صلب پدر میں تھا۔آج کل حاجی جو لبیک پکارتے ہیں فی الحقیقت یہ ابراہیمؑ کی پکار کا جواب ہے' اس روز جس کسی نے ابراہیمؑ کی دعوت پر لبیک کہا تھا وہ دنیا سے اس گھر کی زیارت کے بغیر فوت نہیں ہو سکتا۔

حج' احرام اور تلبیہ کی فضیلت: ❁ ❁ مجاہد ابن عباسؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھے کہ یمن سے ایک جماعت اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی' یا رسول اللہ! ہمارے والدین آپ پر قربان' ہمیں حج کے فضائل سے آگاہ فرمائیں آپؐ نے فرمایا' اچھا سنو! جب کوئی حج کے لیے گھر سے روانہ ہوتا ہے تو اس کے قدموں کے درمیان سے گناہ اس طرح مٹا دیئے جاتے ہیں جس طرح خزاں میں درختوں سے پتے جھڑنے لگتے ہیں' جب حاجی مدینے میں آ کر مجھ پر درود و سلام پڑھ کر مصافحہ کرتا ہے تو فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں' جب وہ ذوالحلیفہ جا کر غسل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے دھو دیتے ہیں' جب وہ احرام کے نئے کپڑے پہنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کی تجدید فرما دیتے ہیں' جب وہ تلبیہ پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا جواب دیتے ہیں کہ میں تیرا کلام سن رہا ہوں' تجھے دیکھ رہا ہوں' جب وہ مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے نیکیاں جاری فرما دیتے ہیں جب وہ

۱۰۹۰ الحج-۳۹ ۱۰۹۱ الحج-۵۲
۱۰۹۲ الاعلیٰ-۶ ۱۰۹۳ البقرۃ-۱۱۳
۱۰۹۴ الحج-۷۸ ۱۰۹۵ التغابن-۱۶
۱۰۹۶ الحج-۲۷

عرفات میں قیام کر کے اللہ سے مرادیں مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان پر فرشتوں کے ساتھ فخریہ انداز میں فرماتے ہیں' اے میرے فرشتو! اے آسمان پر رہنے والو! کیا دیکھتے نہیں کہ میرے بندے دور دراز سے (میرے گھر میں) آئے ہیں۔ ان کے بال بکھرے ہیں' چہرہ غبار آلود ہے' مال خرچ کر کے اور سفر کی صعوبتیں اٹھا کر پہنچے ہیں' مجھے میری عزت وجلال کی قسم! میں ان میں گناہ گار کو نیک بنا ڈالوں گا' ان کی ایسی بخشش کر دوں گا گویا کہ آج ہی پیدا ہوئے ہیں پھر جب حاجی شیطانوں پر کنکر مار کر اور سر منڈا کر طوافِ افاضہ کرتے ہیں تو عرش تلے سے ایک منادی ندا لگاتا ہے' اے حج کرنے والو! تم سب گناہوں سے معاف اور پاک صاف ہو کر واپس جاؤ اور از سر نو نیک عمل بجالاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی نے اللہ کے رسولؐ سے آ کر سوال کیا' یارسول اللہ! میں حج کی غرض سے گھر سے آیا ہوں مگر میرا حج رہ گیا ہے کوئی ایسا عمل بتائیں کہ مجھے حج کے برابر ثواب مل جائے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر کوہ ابوقبیس تیرے لیے سونا بن جائے جسے تو اللہ کی راہ میں صدقہ کرے تو پھر بھی حاجی کا ثواب حاصل نہیں کر سکتا۔ آپؐ نے فرمایا' جو حج کے لیے نکلتا ہے اسے ہر چیز کے اٹھانے یا رکھنے میں دس نیکیاں ملتی ہیں' دس گناہ مٹتے ہیں اور دس درجات بلند ہوتے ہیں۔ جب اونٹ پر سوار ہوتا ہے تو اس کے ہر قدم پر حسب سابق سعادت نصیب ہوتی ہے' جب بیت اللہ کا طواف کر لیتا ہے تو گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے' صفا و مروہ کی سعی کرنے سے گناہ ڈھل جاتے ہیں' اسی طرح قیام عرفات بھی گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ مشعر حرام کا قیام اور شیطان کو کنکریاں مارنے سے بھی گناہ معاف ہو جاتے ہیں پھر دیہاتی سے مخاطب ہوئے کہ تو کیسے حج کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرمؐ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ دریں اثنا آپؐ سے پوچھا' یارسول اللہ! میرے والدین آپؐ پر قربان! اس گھر کی کیا فضیلت ہے؟ فرمایا' علیؓ! اللہ نے اس گھر کی بنیاد اس لیے رکھی ہے کہ میری امت کے گناہوں کو معاف فرمائے' میں نے عرض کیا' میرے والدین آپ پر قربان یہ حجر اسود کیا ہے؟ فرمایا' یہ جنتی پتھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس گھر میں اتارا ہے' اس کی کرنیں سورج کی طرح روشن تھیں' جب مشرکوں نے اسے چھونا شروع کیا تو اس کی روشنی ماند پڑتی گئی اور سیاہی بڑھتی گئی حتیٰ کہ اس کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ ابن ابی ملیکہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیؐ کا یہ فرمان سنا کہ اس عظمت والے گھر پر روزانہ ایک سو بیس رحمتوں کا نزول ہوتا ہے جن میں سے ساٹھ رحمتیں اس گھر کا طواف کرنے والوں کے لئے ہیں' چالیس رحمتیں اس کے پڑوس میں رہنے والوں کے لئے ہیں اور بیس اس کی طرف دیکھنے والوں کے لیے ہیں۔

زہری سعید بن مسیّب سے' وہ عمر بن ابی سلمہ سے وہ نبی اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے جس بندے کو لمبی عمر اور صحت عطا فرمائی' اگر وہ تین سال کے دوران اس گھر کا حج نہیں کرتا تو وہ بدنصیب ہے' وہ بدنصیب ہے۔[۱۰۹۷]

۱۰۹۷ الاتحاف ۲۷۲/۴

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بیت اللہ کا حج کیا' آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور حجر اسود کے پاس جا کر فرمایا: تو ایک پتھر ہے جو نفع ونقصان پر قادر نہیں اگر میں نے اللہ کے رسولؐ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی نہ چومتا۔ حضرت علیؓ نے آپ سے کہا: امیر المؤمنین یہ نہ فرمائیں کیونکہ یہ اللہ کے حکم سے نفع نقصان پہنچاتا ہے' اگر آپ کو قرآن مجید کے تمام مسائل یاد ہوتے تو آپ اس سے انکار نہ کرتے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا' اے ابوالحسن! کتاب اللہ میں اس کی تفسیر کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی [اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں ان پر گواہ بنا کر کہا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا کیوں نہیں][۱۰۹۸] جب انہوں نے اقرار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک پرچی پر اسے لکھ کر حجر اسود کے پیٹ میں داخل کر دیا لہٰذا حجر اسود اللہ تعالیٰ کا امین پتھر ہے تاکہ ان کی طرف سے اللہ کی بارگاہ میں روز قیامت یہ گواہی دے جنہوں نے اللہ کا اقرار اور عہد نبھایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' اے ابوالحسن! اللہ نے آپ کو واقعی بڑا علم عطا فرمایا ہے۔[۱۰۹۹] ابوصالح حضرت ابوہریرہؓ سے اور وہ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں حج وعمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ سے دعا مانگیں تو اللہ ان کی دعا قبول فرماتے ہیں اور اگر وہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرماتے ہیں۔[۱۱۰۰] مجاہد سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: اے اللہ حاجی کو بخش دے اور اسے بھی بخش دے جس کے لیے حاجی دعا مانگتا ہے۔[۱۱۰۱] حسن بصری حدیث نبویؐ بیان کرتے ہیں کہ فرشتے حاجیوں کا استقبال کرتے ہیں' اونٹ سواروں کو سلام کرتے ہیں' خچر اور گدھا سواروں سے مصافحہ کرتے ہیں اور پیدل چلنے والوں سے معانقہ کرتے ہیں۔

ضحاک حدیث نبویؐ بیان فرماتے ہیں کہ جو مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے لیے گھر سے روانہ ہوا پھر جہاد سے پہلے ہی سواری سے ہلاک ہو گیا یا کسی زہریلے کیڑے سے یا کسی اور وجہ سے فوت ہو گیا تو وہ شہید ہے اور جو مسلمان حج کے لیے گھر سے روانہ ہوتا ہے لیکن حج سے پہلے فوت ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب فرما دیتے ہیں۔

سفیان حدیث نبویؐ روایت کرتے ہیں: جس نے اُس گھر کا حج کیا' دوران حج گناہ' فسق وفجور اور جہالت میں مبتلا نہ ہوا تو وہ اس حال میں واپس پلٹے گا کہ آج ہی پیدا ہوا ہے۔[۱۱۰۲] (یعنی اس پر کوئی گناہ نہیں)۔ سعید بن مسیّب حدیث نبویؐ روایت کرتے ہیں کہ جس نے دوران حج گناہ' فسق وفجور اور جہالت کا ارتکاب نہ کیا وہ اس حال میں واپس آئے گا کہ گویا آج ہی پیدا ہوا ہے۔ حدیث نبویؐ ہے: ایک حج سے تین شخص جنت میں جائیں گے (۱) حج کی وصیت کرنے والا (۲) وصیت کو جاری کرنے والا (۳) اور وصیت کے مطابق حج کرنے والا۔ جہاد اور عمرے کی بھی یہی فضیلت ہے۔ علی بن عبدالعزیز کا کہنا

۱۰۹۸؁ الاعراف-۱۷۲
۱۰۹۹؁ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔
۱۱۰۰؁ ابن ماجہ (۲۸۹۲) البیہقی ۲۶۲/۵
۱۱۰۱؁ البیہقی ۲۶۱/۵ - حاکم ۴۴۱/۱
۱۱۰۲؁ ابن ماجہ (۲۸۸۹) احمد ۴۱۰/۲

ہے کہ میں ایک مرتبہ ابوعبید قاسم بن سلام کے ہمراہ تھا' جب میں عرفات پہنچا تو جبل رحمت پر گیا' وہاں دورانِ وضو اپنا بٹوا بھول گیا۔ جب میں ''مأزمین'' آیا تو ابوعبید نے کہا کاش تم مکھن اور کھجوریں ہی خرید لاؤ۔ جب میں یہ چیزیں خریدنے کے لیے نکلا تو مجھے اپنا بٹوا یاد آیا میں فوراً جبل رحمت پہنچا دیکھا تو میرا بٹوا اسی جگہ پڑا تھا سو میں اسے واپس اٹھا لایا۔

میں نے دیکھا کہ ساری وادی بندروں' سؤروں اور دوسرے جانوروں سے بھری ہوئی ہے۔ میں خوفزدہ ہو کر وہاں سے گذرتا گیا مگر کوئی جانور میری طرف نہیں آیا' میں صبح ہونے سے کچھ پہلے ابوعبید کے پاس پہنچا' انہوں نے تاخیر کی وجہ دریافت کی تو میں نے ساری بات سنا دی۔ انہوں نے فرمایا وہ بندر اور سؤر نہیں ہیں وہ تو لوگوں کے گناہ ہیں جنہیں وہ دھو کر رخصت ہوئے ہیں۔

ترویہ کی وجہ تسمیہ: ۞۞ علماء نے یوم الترویہ کی وجہ تسمیہ میں اختلاف کیا ہے۔ ترویہ ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کا دن ہے' جس دن حاجی حج کے لیے احرام باندھ کر مکہ سے منیٰ کی طرف کوچ کرتے ہیں۔ اسے ترویہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دن حاجی آب زمزم خوب سیر ہو کر پیتے ہیں اور ترویہ بروزن تفعلة ہے یعنی سیراب کرنا اور ارتویٰ فلان۔ اس نے پانی پیا' پلایا اور غسل کیا۔ یہ بھی وجہ تسمیہ منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خواب دیکھی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ صبح آپ متفکر ہوئے کہ یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے یا رحمٰن کی طرف سے پھر عرفہ کی رات بھی آپ نے یہی خواب دیکھی۔ آپ سے کہا گیا کہ جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کر گذریئے۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے اسی لیے عرفہ کو عرفہ (اس نے پہچانا) کہا جاتا ہے' اس آیت [اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں][١١٠٣] میں ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو حج بیت اللہ کی دعوت دیں۔

دعوتیں چار طرح کی ہیں۔ اللہ کی دعوت' رسول کی دعوت' مؤذن کی دعوت اور حضرت ابراہیمؑ کی دعوت۔ اللہ کی دعوت یہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو دارالسلام (جنت) کی دعوت دی ہے۔ یعنی ایک گھر سے دوسرے گھر کی دعوت' تکلیف دہ گھر سے راحت بھرے گھر کی دعوت' غیب والے گھر سے مشاہدے والے گھر کی دعوت' فنا کے گھر سے بقاء کے گھر کی طرف' آزمائش والے گھر سے مولیٰ کریم والے گھر کی طرف دعوت دی ہے اور ایسے گھر سے دل نہ لگانے کی دعوت دی ہے جس کے آغاز میں رونا دھونا ہے' درمیان میں کچھ اور تکلیف ہے اور آخر میں فنا اور زوال ہے۔ ایسے گھر کی رغبت دی ہے جس کے آغاز میں عطا ہے' درمیان میں رضا ہے اور آخر میں اللہ سے ملاقات ہے۔

دوسری دعوت نبی اکرمؐ کی دعوت ہے۔ آپؐ نے اپنی امت کو اسلام کی دعوت دی۔ ارشاد باری ہے [آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دیں][١١٠٤] لہٰذا آپؐ کے ذمے دعوت دینا ہے منزل پر پہنچا دینا آپ کا فرض نہیں۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا: مجھے ہادی بنا کر بھیجا گیا ہے یعنی راہ دکھانے والا نہ کہ اس پر چلانے والا بنایا گیا ہے

١١٠٣ الحج - ٢٧

١١٠٤ النحل - ١٢٥

اور ابلیس کو گمراہ کرنے والا بنایا گیا ہے یعنی گمراہی دکھانے والا نہ کہ زبردستی اس پر چلانے والا بلکہ ہدایت وگمراہی صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ارشادِ قرآنی ہے [اے نبیؐ! جسے تو چاہے ہدایت نہیں دے سکتا البتہ اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے][۱۱۰۵] نبیؐ نے اپنے چچا ابوطالب کے لئے ہدایت کی دعا مانگی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول نہ فرمائی جب کہ حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کو ہدایت سے نواز دیا گویا اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ آپ کے ذمے دعوت دینا ہے۔

فرمایا [اے رسولؐ! جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کریں][۱۱۰۶] فرمایا [یقیناً ہم نے آپ کو شاہد' خوشخبری سنانے والا' ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے][۱۱۰۷] آپ کو حق شفاعت سے نواز جائے گا مگر اسے قبول کرنا اور ہدایت سے نوازنا صرف ہمارا کام ہے۔ فرمایا [اللہ تعالیٰ اپنے نور (اسلام) کی ہدایت اسے دیتا ہے جسے وہ چاہتا ہے][۱۱۰۸] نیز [اگر ہم چاہتے تو ہر ایک کو ہدایت سے نوازتے][۱۱۰۹]

تیسری دعوت اس مؤذن کی ہے جو نماز اور رب کے فرمان کی طرف بلاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے [اور اس شخص سے اچھی دعوت کس کی ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے][۱۱۱۰] حضرت جابرؓ حدیث نبویؐ روایت کرتے ہیں: مؤذن اور تلبیہ کہنے والے روزِ محشر اپنی قبروں سے اذانیں اور تلبیہ کہتے ہوئے نکلیں گے۔ جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے وہاں تک ہر مخلوق اس کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہے اور اس کے حق میں گواہ بن جائے گی خواہ درخت ہوں یا مٹی ہو۔ مؤذن کو ہر نمازی کی نماز کے برابر نیکیاں ملتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کی اذان اور اقامت کے درمیان ہر دعا قبول فرماتے ہیں یا دنیا میں دعا قبول ہوتی ہے یا اس کی وجہ سے برائی دور کردی جاتی ہے یا دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ کرلیا جاتا ہے۔[۱۱۱۱]

ایک صحابی نے آنحضرتؐ سے عرض کی یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا وظیفہ' عمل بتادیں کہ مجھے جنت نصیب ہو فرمایا' اپنی قوم کا مؤذن بن جا تاکہ تیری اذان سن کر لوگ نماز پڑھنے آئیں۔ عرض کیا اگر اس کی طاقت نہ ہو۔ فرمایا پھر امام بن جاؤ کہ تمہارے ساتھ وہ اپنی نمازیں قائم کریں۔ عرض کیا اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو۔ فرمایا پھر پہلی صف میں شامل ہوا کرو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ آیت [وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا] مؤذنوں کے متعلق نازل ہوئی ہے یعنی جو لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا ہے اور خود اذان و اقامت کے درمیان نماز پڑھتا ہے۔ حضرت ابوامامہ باھلیؓ حدیث نبویؐ روایت کرتے ہیں کہ مؤذن کو اس کی آواز کی حد تک بخش دیا جاتا ہے اور جتنے نمازی اس کی اذان پر نماز پڑھیں گے ان کے برابر اسے ثواب ملے گا جب کہ ان کا ثواب بھی کم نہیں کیا جائے گا۔[۱۱۱۲] حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: مریض جب تک بیمار ہے وہ اللہ کا

۱۱۰۵ القصص-۵۶
۱۱۰۶ المائدۃ-۶۷
۱۱۰۷ الاحزاب-۴۵'۴۶
۱۱۰۸ النور-۳۵
۱۱۰۹ السجدۃ-۱۳
۱۱۱۰ فصلت-۳۳
۱۱۱۱ تنزیھہ الشریعہ ۲/۷۷-المجمع ۱/۳۲۷
۱۱۱۲ احمد ۲/۱۳۶-الکنز (۲۰۹۲۶)

مہمان ہے اور اسے روزانہ ستر شہیدوں کے برابر ثواب دیا جاتا ہے۔ جب اللہ اسے صحت سے نوازتے ہیں تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو چکا ہوتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو اور اگر اللہ اسے موت دے دیں تو بلا حساب جنت میں داخل فرما دیں گے۔ بعض اہل علم سے منقول ہے کہ مؤذن اللہ کا دربان ہے جسے ہر اذان کے عوض ہزار انبیاء کے برابر ثواب دیا جاتا ہے۔[۱۱۱۳]

اور امام اللہ تعالیٰ کا وزیر ہے جسے ہر نماز کے عوض ہزار صدیقوں کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

عالم اللہ کا وکیل ہے جسے ہر حدیث کے عوض روز جزا نور عطا کیا جائے گا اور اس کے لیے ایک ہزار سالہ عبادت لکھ دی جائے گی۔ علم دین کے طلباء خواہ مرد ہوں یا عورتیں وہ اللہ کے خدمت گذار ہیں ان کی جزا جنت ہے۔

نبی رحمتؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ روز قیامت مؤذن سب سے لمبی گردن والے ہوں گے۔[۱۱۱۴] نیز فرمایا: جو سات سال تک خلوص دل سے اذان دیتا رہا اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے آزاد فرما دیں گے۔[۱۱۱۵]

آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مؤذن کو اتنا ثواب عطا فرماتے ہیں جتنی دور تک اس کی آواز پہنچتی ہے اور بحر و بر میں جو چیز بھی اس کی آواز سنتی ہے وہ اس کے حق میں گواہ بن جاتی ہے۔[۱۱۱۶]

چوتھی دعوت ابراہیم خلیل اللہ کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور لوگوں کو حج کے لیے پکاریں][۱۱۱۷] اس کے متعلق اس مجلس کی ابتدا میں تذکرہ ہو چکا ہے۔

یوم عرفہ کے فضائل: ۞ ارشاد باری تعالیٰ ہے [آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دی ہے اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا ہے][۱۱۱۸] یہ سورت المائدہ کی آیت ہے جو عرفات (مکہ) میں نازل ہوئی جب کہ باقی سورت مدنی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آج میں نے تمہارے لیے بالعموم تمام احکامات اور بالخصوص حلال و حرام کے احکام کی تکمیل کر کے تم پر پورا احسان کیا ہے۔ عرفات میں تمہارے ساتھ کبھی کافر و مشرک جمع نہیں ہوں گے اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام منتخب کیا ہے۔ یہ آیت عرفات کے دن (۹ ذی الحجہ) میدان عرفات میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے اکیاسی (۸۱) دن بعد نبی اکرمؐ اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ ابن عباسؓ اور دوسرے مفسرین کے ہاں اس آیت کی یہی تفسیر ہے۔

۱۱۱۳ انبیاء کی فضیلت و مرتبہ دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ ہے۔
۱۱۱۴ مسلم (۸۵۲)
۱۱۱۵ العلل المتناھیہ ۱/ ۳۹۷
۱۱۱۶ الدر المنثور ۵/۲۶۴- البیہقی ۱/ ۳۹۷
۱۱۱۷ الحج-۲۷
۱۱۱۸ المائدۃ-۱۳

محمد بن کعب قرظی کا خیال ہے کہ یہ آیت فتح مکہ کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔ جعفر صادق فرماتے ہیں کہ "الیوم" سے نبی رحمتؐ کی بعثت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہ بھی منقول ہے کہ الیوم سے اول کی طرف' اتمام نعمت سے وقت کی طرف اور انتخاب سے ابد کی طرف اشارہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دین کی تکمیل دو چیزوں کے ساتھ ہے' اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اتباع سنت۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دین کی تکمیل امن و فراغت میں ہے کیونکہ جب تم اللہ کی ضمانت کی وجہ سے (عذاب الٰہی سے) مامون ہو گئے ہو تو اس کی عبادت کے لیے فارغ ہو گئے ہو۔ تکمیل دین یہ ہے کہ اپنی طاقت و قوت سے بیزاری کا اظہار کرنا اور دنیا سے الگ ہو کر کائنات کے پروردگار کی طرف رجوع کر لینا ہے۔ یا دین کی تکمیل اس وقت ہوئی جب حج سے لوٹ کر عرفہ کے دن آ گیا کیونکہ مشرک ہر سال ہر مہینے میں حج کیا کرتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے حج کا وقت مقرر کر دیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

قرآن مجید میں لفظ دین کئی معانی کے لئے استعمال ہوا ہے مثلاً حضرت یوسف کے متعلق ارشاد باری ہے [وہ اپنے بھائی کو بادشاہ کے دین کے مطابق روک نہیں سکتے تھے][۱۱۱۹] یعنی شاہی قانون کے مطابق چور کو قید نہیں کیا جا سکتا تھا۔ (یعنی دین بمعنی قانون ہے) دین کا اطلاق "حساب" پر بھی ہوا ہے۔ ارشادِ قرآن ہے [یہ سیدھا حساب ہے][۱۱۲۰] یہ جزا کے لیے بھی مستعمل ہے فرمایا [جس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا بدلہ اور جزا دیں گے][۱۱۲۱] یہ بمعنی حکم بھی مستعمل ہے [ان (بدکاروں) کے متعلق اللہ کے دین میں کوئی نرمی نہ کرو][۱۱۲۲] یعنی اللہ کے حکم میں کوئی نرمی نہ کرو۔ یہ بمعنی عید بھی استعمال ہوا ہے [ان لوگوں کو چھوڑ دیں جنہوں نے اپنا دین کھیل کود بنا رکھا ہے][۱۱۲۳] یعنی اپنی عید کھیل کود بنا رکھی ہے۔ نماز و زکاۃ عبادات کے لیے بھی استعمال ہوا مثلاً [یہ سچا دین ہے][۱۱۲۴] قیامت کے لیے بھی مستعمل ہے فرمایا [مالک ہے قیامت کے دن کا][۱۱۲۵] اور بمعنی شریعت بھی استعمال ہوا ہے۔ فرمایا [آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین مکمل کر دیا][۱۱۲۶] یعنی شریعت کی تکمیل کر دی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نزول کے اعتبار سے قرآن اس لیے احسن ہے تورات سے کہ تورات یکبارگی اتاری گئی تو اس کے جمیع احکامات بنی اسرائیل پر گراں گزرے اور انہوں نے اسے پس پشت ڈال دیا۔

<u>تکمیل دین کی وضاحت:</u> ❁ ❁ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے پہلے ہر کتاب یکبارگی نازل فرمائی جب کہ قرآن مجید کو وقفہ در وقفہ تیئیس (۲۳) سالہ عرصہ میں نازل فرمایا۔

سوال یہ ہے کہ دونوں کے نزول میں کون سا نزول بہترین ہے۔ جواب یہ ہے کہ وقفے سے نزول بہتر ہے لہٰذا قرآن مجید بہتر ہے جسے وقفوں میں نازل کیا گیا جب کہ تورات یکبارگی نازل ہوئی' بنی اسرائیل نے خوشی سے قبول کیا' قدرے عمل بھی

۱۱۱۹۔ یوسف-۷۶ ۱۱۲۰۔ التوبۃ-۳۶
۱۱۲۱۔ النور-۲۵ ۱۱۲۲۔ النور-۲
۱۱۲۳۔ الانعام-۷۰ ۱۱۲۴۔ البینۃ-۵
۱۱۲۵۔ الفاتحۃ-۴ ۱۱۲۶۔ المائدۃ-۳

کیا لیکن جب احکامات کا مجموعہ ان پر گراں گذرا تو انہوں نے نہایت بے شرمی سے کہہ دیا کہ ہم اللہ کے احکام سن کر بھی نافرمانی کرتے ہیں کیونکہ اتنے احکامات پر ہم عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ قرآن مجید بتدریج (۲۳) سالوں میں نازل ہوا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو توحید و رسالت کے اقرار کا حکم دیا۔ ان باتوں کو تسلیم کرنے والوں کو جنت کی گارنٹی عطا کی۔ مسلمانوں نے کلمہ شہادت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ پھر دو نمازوں کا حکم ہوا کہ سورج کے طلوع سے قبل اور غروب کے بعد دوگانہ ادا کرو۔ پھر نماز پنجگانہ کا حکم ہوا۔ ہجرت کے بعد جمعہ کا حکم آیا پھر زکاۃ کا' پھر عاشوراء کے روزے کا' پھر ہر ماہ تین روزوں کا' پھر رمضان کے روزوں کا' پھر جہاد کا حکم نازل ہوا۔ جب یہ تمام احکامات مکمل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے میدان عرفات میں یہ آیت [الیوم اکملت لکم......] نازل فرمادی اور وہ جمعہ کا دن تھا جیسا کہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے۔

طارق بن شہاب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے ایک یہودی نے آ کر کہا: ایک آیت ایسی ہے اگر وہ ہم پر نازل ہوتی اور ہم اس کے نزول کے دن سے باخبر ہوتے تو اس دن عید مناتے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے۔ اس نے کہا [الیوم اکملت لکم......] حضرت عمرؓ نے فرمایا: مجھے علم ہے کہ یہ آیت کس دن اور کس جگہ پر نازل ہوئی' یہ آیت جمعہ کے روز ''یوم عرفہ'' کو نازل ہوئی جب ہم اللہ کے رسولؐ کے ساتھ میدان عرفات میں تھے۔ یہ دونوں دن ہمارے لیے ''عید'' ہیں اور تا قیامت جب تک مسلمان زندہ ہیں یہ عید ہی رہیں گے۔ ایک یہودی نے عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ اگر یہ دن ہم میں ہوتا تو ہم اس دن عید منایا کرتے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا'' عرفہ سے بڑھ کر کون سا دن عید ہو سکتا ہے۔''

عرفات اور عرفہ کی وجہ تسمیہ: ۞ ۞ موقف کو عرفات اور اس دن کو عرفہ کہنے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ ضحاک فرماتے ہیں جب آدمؑ کو زمین پر اتارا گیا تو وہ ہند میں اور حواؑ جدہ میں اتریں اور دونوں ایک دوسرے کو تلاش کرنے لگے پھر دونوں عرفہ کے دن اس میدان میں جمع ہوئے اور ایک دوسرے کو پہچان لیا اسی لیے اس دن کا نام عرفہ اور جگہ کا نام عرفات ہے۔ سدی کے نزدیک عرفات کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حضرت ہاجرہؓ اسماعیلؑ کو لے کر حضرت سارہؓ کے ہاں سے نکل گئیں تو حضرت ابراہیمؑ موجود نہیں تھے جب آپ (گھر) آئے تو سارہ نے بتایا کہ وہ اسماعیل کو لے کر چلی گئی ہے۔ آپ اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے حتی کہ میدان عرفات میں پالیا اور اسماعیلؑ کو پہچان لیا اس لیے اسے عرفات کہا جاتا ہے۔ نبیؐ سے مروی ہے کہ جب ابراہیمؑ فلسطین سے روانہ ہوئے تو حضرت سارہؓ نے ازراہ غیرت یہ قسم دلا دی کہ آپ جب تک واپس نہ آئیں اپنی سواری سے نیچے نہیں اتریں گے۔ آپ اسماعیلؑ کے پاس گئے مگر (سواری سے اترے بغیر) واپس آ گئے۔

پھر سارہ نے آپ کو ایک سال تک روکے رکھا پھر ابراہیمؑ اجازت لے کر مکہ معظمہ کے پہاڑوں میں سے گذر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رات کی آخری تہائی میں کوہ عرفات پہنچا دیا۔ صبح کے وقت آپ نے شہروں اور راستوں کو پہچانا تو اللہ تعالیٰ نے اس دن کا نام عرفہ رکھا۔ پھر آپ نے یہ دعا مانگی: الہٰی! اپنا گھر اس شہر میں قائم فرما جو تجھے سب سے محبوب ہے اور جس طرف دور دراز کے مسلمانوں کے دل مائل ہو جائیں۔

عطاء فرماتے ہیں کہ عرفات کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ ابراہیمؑ کو عبادت کے مقامات دکھا کر ان سے پوچھتے' کیا پہچان لیا ہے؟ اس لیے اسے عرفات سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سعید بن میسّب حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں بھیجا آپ نے انہیں حج کروایا اور میدان عرفات میں ابراہیمؑ سے پوچھا: کیا آپ پہچان گئے ہیں؟ فرمایا: چونکہ ابراہیمؑ میدان عرفات میں اس سے پہلے بھی آئے تھے۔ اسی لیے اس جگہ کو عرفات کہا جاتا ہے۔ ابوطفیل ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جبرئیلؑ نے ابراہیمؑ کو مکہ کے مقامات دکھاتے ہوئے کہا' یہ فلاں جگہ ہے' یہ فلاں مقام ہے پھر پوچھا آپ نے انہیں پہچان لیا؟ اس لیے اسے عرفات کہا جاتا ہے۔ اسباط سدی سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابراہیمؑ نے لوگوں کو حج کے لیے بلایا تو لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور حج کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرفات میں جانے کا حکم دیا اور اس کی نشانیاں بتا دیں' جب آپ ایک درخت کے پاس پہنچے تو آپ کے سامنے تیسرے جمرے (جمرۃ العقبہ) کے پاس اچانک شیطان ظاہر ہوا' آپ نے اللہ اکبر کہتے ہوئے اسے سات کنکریاں ماریں۔ پھر وہ دوسرے جمرے کے پاس جا پہنچا۔ آپ نے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سات کنکریاں ماریں تو وہ پہلے جمرے کے پاس چلا گیا' آپ نے پھر سات کنکریاں ماریں۔ جب شیطان نے سمجھ لیا کہ مجھ میں مقابلہ کی طاقت نہیں تو وہاں سے بھاگ گیا پھر ابراہیمؑ آگے بڑھے اور ذوالمجاز کو نہ پہچانتے ہوئے آگے بڑھ گئے' اس لیے اسے ذوالمجاز کہا جاتا ہے۔ پھر آپ نے عرفات میں وقوف کیا اور اس کے نشانات سے اسے پہچان گئے اور کہا ''میں نے پہچان لیا ہے'' اسی وجہ سے اسے عرفات کہا جاتا ہے اور اس دن کو عرفہ کہا جاتا ہے' پھر شام کے وقت آپ مقام جمع پہنچ گئے اس لیے اسے مزدلفہ کہا جاتا ہے۔ مزدلفہ کو جمع اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں مغرب وعشاء کی دو نمازیں جمع کر کے ادا کی جاتی ہیں' اسے مشعر حرام بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس جگہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو باخبر کر دیا ہے کہ یہ بھی حرم میں شامل ہے تاکہ یہاں کسی فعل حرام کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

ابن صالح ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آٹھویں ذوالحجہ کو ''ترویہ'' اور نویں کو ''عرفہ'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیمؑ نے آٹھویں ذوالحجہ کی رات کو اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا خواب دیکھا۔ اگلے دن اس خیال وفکر میں کھوئے رہے کہ یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے یا رحمان کی طرف سے' اسی لیے اسے ترویہ (غور وفکر) کہا جاتا ہے پھر عرفہ کی رات بھی یہی خواب دیکھا اور صبح کو پہچان گئے کہ یہ من جانب اللہ ہے اس لیے اسے عرفہ کہا جاتا ہے۔

بعض اہل علم نے عرفہ کی وجہ تسمیہ یہ ذکر فرمائی ہے کہ اس دن تمام لوگ یہاں پہنچ کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت آدمؑ کو حج کا حکم ہوا تو انہوں نے اس مقام پر آ کر دعا مانگی [اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے][۱۱۲۷] بعض کے نزدیک یہ لفظ عرف (خوشبو) سے ماخوذ ہے ارشاد باری ہے [اس نے اس (جنت) کو اہل ایمان کے لیے خوشبودار بنایا][۱۱۲۸] بعض کے نزدیک یہ ''منیٰ'' کا متضاد ہے۔ منیٰ وہ جگہ ہے جہاں قربانیاں کر کے خون بہایا

۱۱۲۷ الاعراف-۲۳ ۱۱۲۸ محمد-۶

جاتا ہے اس لیے اسے منیٰ کہا گیا ہے۔ منیٰ میں خون اور گوبر کی وجہ سے بدبو ہوتی ہے اور عرفات میں یہ بدبو نہیں ہوتی اس لیے وہ پاک اور خوشبودار ہے۔ اس دن کو عرفہ کہا جاتا ہے۔ یا عرفات کی وجہ تسمیہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس دن لوگ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ یا ان کی اصل ''صبر'' سے ہے جیسے ''رجل عارف'' بمعنی صبر کرنے والا آدمی ہے۔ اسی طرح ''النفس عروف'' بمعنی نفس بڑا صابر ہے تمہارے بوجھ برداشت کر لیتا ہے۔

ذوالرمہ شاعر کہتا ہے۔

ہم اللہ کی تقدیر پر صابر ہیں

چونکہ حاجی بھی اس مقام پر گریہ زاری کرتے ہیں' دعائیں مانگتے ہیں اور عبادت حج کی تکمیل میں مشقتوں اور تکلیفوں کو جھیلتے ہیں اس لیے اس دن کو عرفہ اور میدان کو عرفات کہا جاتا ہے۔

عرفہ کے شب و روز کی فضیلت: ❁ ❁ ہمیں شیخ ھبۃ اللہ نے ابوعلی سے' انہوں نے علی بن محمد سے' انہوں نے ابوعلی بن صواف سے' انہوں نے عبداللہ بن محمد سے' انہوں نے عمر بن حفص سے' انہوں نے محمد بن مروان سے' انہوں نے ہشام سے' انہوں نے ابوزبیر سے' انہوں نے جابر بن عبداللہ سے اور انہوں نے نبیؐ سے روایت بیان کی ہے کہ عرفہ سے بڑھ کر کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین والوں پر فخر فرماتے ہوں' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: دیکھو! میرے بندوں کے بال بکھرے ہوئے ہیں' چہرے گرد آلود ہیں اور یہ دور دراز سے میری رحمت کے امیدوار بن کر میرے عذاب کے خوف سے ڈر کر میرے دربار میں آ پہنچے ہیں اس لیے عرفہ سے بڑھ کر کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اتنے جہنمی آگ سے نجات حاصل کرتے ہوں جتنے اس دن نجات حاصل کر لیتے ہیں۔[۱۱۲۹] ہمیں ھبۃ اللہ نے ابومحمد حسن کی سند سے حسن مغربی سے' انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت بیان فرمائی کہ عرفہ کے دن رسول اللہؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا: لوگو! اونٹ اور گھوڑے دوڑا کر آنے میں نیکی نہیں بلکہ نیکی یہ ہے کہ اعتدال سے چلو' ضعیف لوگوں کا خیال رکھو اور کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔[۱۱۳۰]

نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا' اللہ تعالیٰ عرفہ کے روز اپنے بندوں پر نظر کرم فرماتے ہوئے ہر ایسے شخص کو معاف فرما دیتے ہیں جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو۔ میں نے ابن عمرؓ سے سوال کیا' کیا یہ معافی صرف عرفات والوں کے لیے مخصوص ہے؟ فرمایا نہیں یہ تمام لوگوں کے لیے ہے۔ ہمیں ھبۃ اللہ نے مکابر بن جحش سے انہوں نے اپنی سند سے ابوزبیر سے' انہوں نے جابرؓ سے اور انہوں نے نبی اکرمؐ سے روایت بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور حاجیوں کی (اطاعت کی) وجہ سے اپنے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں: اے فرشتو! دیکھو' میرے بندے دور دراز سے پراگندہ بالوں اور غبار آلود جسموں کے ساتھ میری رحمت کے امیدوار اور عذاب کے

۱۱۲۹ المجمع ۳/۲۵۳۔ الترغیب (۲/۲۰۰) الدر المنثور (۱/۲۲۷)

۱۱۳۰ احمد ۱/۲۷۷۔ الکنز (۱۲۶۲۱)

ڈر سے میرے دربار میں پہنچے ہیں۔ میزبان کا فرض ہے کہ مہمان کی عزت و توقیر کرے۔ تم سب گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان سب کو بخش دیا ہے اور انہیں اپنا مہمان بنا کر اپنی جنت میں داخل کر لیا ہے۔

فرشتے کہتے ہیں الٰہی! ان میں تو فلاں فلاں مرد و زن متکبر ہے۔ اللہ فرماتے ہیں میں نے ان سب کو آگ سے آزاد کر دیا ہے اس لیے آگ سے بچانے والا عرفہ سے بڑھ کر کوئی دن نہیں ہے۔[۱۱۳۱] ہمیں ھبۃ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ طلحہؓ سے خبر دی کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ کسی اور دن اپنے آپ کو ذلیل وحقیر اور غیظ وغضب کا شکار نہیں دیکھتا کیونکہ اس کے سامنے لوگوں کے گناہوں کی صفائی ہو رہی ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت برس رہی ہوتی ہے۔ البتہ جنگ بدر کے دن بھی وہ اتنا ہی ذلیل ہوا تھا کیونکہ اس نے ایک چیز دیکھ لی تھی۔ لوگوں نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ! اس نے کون سی چیز دیکھی تھی؟ اس نے یہ دیکھا تھا کہ جبریلؑ فرشتوں کو (جنگ کے لیے) بلا رہے ہیں۔ عکرمہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے جسے فخر ومباہات کا دن بھی کہا جاتا ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرما کر فرشتوں سے کہتے ہیں کہ ذرا میرے بندے تو دیکھو جنہوں نے میری تصدیق کی ہے۔ اس لیے اس دن آگ سے نجات باقی دنوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ ابو ہریرہؓ حدیث نبویؐ بیان کرتے ہیں کہ ''یوم موعود' یوم قیامت ہے ''شاہد'' جمعہ کا دن ہے اور ''مشہود'' یوم عرفہ ہے۔[۱۱۳۲] عطاء ابن عباس سے اور وہ نبیؐ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرفہ کے دن بالعموم تمام مسلمانوں پر اور بالخصوص حضرت عمرؓ پر فخر کیا تھا۔[۱۱۳۳]

ابن عمرؓ حدیث نبویؐ سناتے ہیں کہ وہ شخص بہت بڑا مجرم ہے جو عرفہ کے دن واپس پلٹتے ہوئے یہ سمجھے کہ اللہ نے اسے بخشا نہیں ہے۔ ابو ہریرہؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کی شام کبیرہ گناہوں کے مجرموں کے علاوہ تمام جمع ہونے والوں کو معاف فرما دیتے ہیں اور مزدلفہ کی صبح تک کبیرہ گناہوں اور حق تلفی کے مجرموں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ ہمیں ھبۃ اللہ نے ابوالفتح کی سند سے حضرت ابن عمرؓ سے روایت بیان کی کہ نبی اکرمؐ نے میدان عرفات میں یوم عرفہ کی بعد از زوال ہمارے ساتھ قیام فرمایا۔ جب چلنے کا ارادہ کیا تو لوگوں کو خاموش ہونے کا حکم دیا' جب وہ خاموش ہو گئے تو فرمایا' لوگو! آج اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنا فضل وکرم فرما دیا ہے' تمہارے نیک لوگوں کی وجہ سے برے لوگوں کو بھی نوازا ہے اور نیکوں کی ہر دلی مراد پوری کر دی ہے اور حقوق العباد کے سوا تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اب اللہ کے نام سے آگے بڑھو۔ مزدلفہ پہنچ کر آپؐ نے ہمارے ساتھ صبح تک قیام فرمایا' وہاں سے روانگی سے پہلے آپ نے لوگوں کو خاموش کروا کے فرمایا' لوگو! آج اللہ نے تم پر مہربانی کر دی ہے' تمہارے بدلوگوں کو نیکوں کی وجہ سے نواز دیا ہے' حقوق العباد کے ساتھ تمہارے تمام گناہ بخش دیئے ہیں اور اہل حق کے لیے ثواب کی گارنٹی دے دی ہے' اب اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔

۱۱۳۱ الموضوعات ۲/ ۲۱۵۔ اللآلی المصنوعۃ (۲/ ۶۹)۔ ابن عساکر (۴/ ۲۳۳)
۱۱۳۲ ترمذی (۳۳۳۹)۔ الصحیحہ (۱۵۰۲)
۱۱۳۳ الکنز (۳۵۸۵۸)۔ ابن عساکر (۴/ ۲۸۷)

ایک دیہاتی نے آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر کہا' یارسول اللہؐ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے' میں نے ہر گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور جھوٹی قسمیں کھاتا رہا ہوں کیا مجھے بھی معافی مل جائے گی۔ آپؐ نے فرمایا: اے دیہاتی اگر تو آئندہ نیکیوں میں مشغول رہا تو تیرے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اونٹنی کی مہار چھوڑ دے۔ ہمیں ھبۃ اللہ نے اپنی سند سے عباس بن مرداس سے روایت بیان کی کہ نبی رحمتؐ نے عرفہ کی شب اپنی امت کے لیے بخشش ورحمت کی دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے حقوق العباد کے علاوہ آپ کی دعا قبول کرلی ہے اور اپنے حقوق سے متعلقہ ان کے تمام گناہ بخش دیئے ہیں۔ نبیؐ نے عرض کیا' الٰہی! تو مظلوم کو ظالم کے ظلم سے زیادہ ثواب دینے پر قادر ہے لیکن شب عرفہ اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ مزدلفہ کی صبح آپؐ نے وہی دعا دہرائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے انہیں بھی بخش دیا ہے۔ آپؐ مسکرا پڑے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہؐ! آپ اس غیر مناسب موقع پر مسکراتے ہیں؟

فرمایا' میں اللہ کے دشمن ابلیس پر مسکرایا ہوں کیونکہ جب اس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے حق میں دعائیں قبول فرمائی ہیں تو وہ شور وغل کرتا ہوا اپنے سر پر خاک انڈیل رہا ہے۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ عرفہ کے روز میدان عرفات جہاں حاجی ہاتھ اٹھا کر اللہ کے حضور دعائیں مانگتے ہیں کھڑے تھے کہ آپ پر جبریلؑ نازل ہوئے اور عرض کی' اے محمدؐ! سب سے بلند و بالا ذات آپ کو سلام عرض کرتی ہے اور اس نے کہا ہے کہ حاجی میرے گھر کے حج کی زیارت کے لیے میرے مہمان بن کر آئے ہیں اور میزبان کا حق ہے کہ اپنے مہمان کی تواضع کرے۔ میں آپ کو اور اپنے فرشتوں کو گواہ بنا کر ان سب کو معاف کرتا ہوں اور جو جمعہ کے دن زیارت کرے گا اسے بھی اسی اجر سے نوازدوں گا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میدان عرفات میں آپؐ نے لوگوں کی طرف رخ انور کر کے تین مرتبہ فرمایا' اللہ کے گروہ کے لیے خوش آمدید! اگر وہ سوال کریں تو حاصل کرلیں گے' دنیا میں ان کے خرچ کا عوض دیا جائے گا اور آخرت میں ایک درہم کے بدلے ہزار ملیں گے۔ فرمایا' کیا خوشخبری نہ سناؤں؟ لوگوں نے کہا' ضرور۔ فرمایا' آج بعد از زوال اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور فرشتے بھی اتنی تعداد میں اترتے ہیں کہ اگر کوئی سوئی پھینکی جائے تو ان میں سے کسی کے سر پر ہی گرے۔ اللہ اپنے فرشتوں سے مخاطب ہوتے ہیں۔ فرشتو! میرے بندے شہروں کے اطراف سے بکھرے بالوں اور غبار آلود جسموں کے ساتھ میرے دربار میں حاضر ہوئے ہیں' کیا تم نے سنا کہ یہ کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں' یاالٰہی! یہ بخشش کے طلب گار ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں گواہ بنا کر تین مرتبہ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں بخش دیا ہے لہٰذا یہ مغفور بن کر واپس پلٹتے ہیں۔

عرفہ کے روزے کی فضیلت اور عرفہ کی دعائیں: ❀ ❀ ہمیں ھبۃ اللہ نے احمد بن محمد کی سند سے' انہوں نے عبدالرحمٰن سے' انہوں نے زید بن اسلم سے' انہوں نے حدیث نبویؐ روایت کی کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو عرفہ کا روزہ رکھے اس کے ایک گذشتہ سال کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔[۱۱۳۴] ھبۃ اللہ نے اپنی سند سے ابوقتادہؓ سے روایت بیان کی کہ آپؐ کا ارشاد

۱۱۳۴ احمد ۵/۲۹۶۔ بنحوہ

گرامی ہے: عرفہ کا روزہ آئندہ اور گذشتہ دونوں سالوں کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔[۱۱۳۵] ہمیں ھبۃ اللہ نے شیخ ابوعلی سے انہوں نے ابوالفتح سے انہوں نے ابوالحسن سے انہوں نے موسیٰ بن عمران سے انہوں نے ابو یوسف سے انہوں نے عمر بن نافع سے انہوں نے مسعود بن واصل سے انہوں نے نہاس بن فہم سے انہوں نے قتادہ سے انہوں نے سعید بن مسیّب سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے خبر دی کہ نبی اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے عرفہ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان چار رکعت نماز ادا کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ ''فاتحہ'' اور پچاس مرتبہ ''اخلاص'' پڑھی تو اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں قرآن کے ہر حرف کے بدلے اسے جنت میں ایک ایک درجہ ملتا ہے اور ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کی دوری ہے قرآن پاک کے ہر حرف کے عوض اس کا نکاح ستر حوروں سے کرا دیا جائے گا ہر حور کے پاس مروارید اور یاقوت کے ستر ہزار دستر خوان ہوں گے ہر دستر خوان پر ستر ہزار قسم کے کھانے ہوں گے جن میں سبز پرندوں کا گوشت ہوگا جو برف کی طرح ٹھنڈا شہد کی طرح میٹھا اور کستوری کی طرح خوشبودار ہوگا۔ اسے آگ میں پکایا گیا ہوگا نہ چھری سے کاٹا گیا ہوگا پہلا اور آخری کھانا ہم ذائقہ ہوگا پھر ان کے پاس دو پرندے آئیں گے جن کے بازو (پر) سرخ یاقوت سے مرصع ہوں گے چونچ سونے کی ہوگی اور ستر ہزار پر ہوں گے پھر وہ ایسی دلکش آواز سے اعلان کریں گے کہ ویسی آواز کسی نے نہیں سنی عرفہ والوں کے لیے خوش آمدید! پھر یہ پرندہ ہر جنتی کے برتن میں گرے گا اور اس کے پر کے نیچے سے ستر ہزار اقسام کا کھانا برآمد ہوگا اور وہ ان میں سے کھائے گا پھر وہی پرندہ اپنے پر پھڑ پھڑاتا ہوا محو پرواز ہوگا۔ جب یہ شخص قبر میں رکھا جائے گا تو قرآن کا ہر حرف اس کے لیے نور ثابت ہوگا حتی کہ وہ کعبہ کا طواف کرنے والوں کو دیکھے گا اور اس کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا۔ یہ شخص کہے گا یا رب قیامت قائم کر دے قیامت قائم کر دے...... کیونکہ یہ اللہ کی مہربانیاں دیکھ رہا ہوگا۔[۱۱۳۶]

ہمیں ھبۃ اللہ نے اپنی سند سے خبر دی کہ نبیؐ کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص یوم عرفہ دوگانہ نفل اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں بسم اللہ کے ساتھ تین مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور امین کہے پھر تین مرتبہ سورۃ کافرون ایک مرتبہ سورۃ اخلاص اور ان کے ساتھ بسم اللہ بھی پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اعلان فرما دیتے ہیں اے میرے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے اس شخص کو بخش دیا ہے۔[۱۱۳۷]

دعاؤں کے متعلق ہمیں ھبۃ اللہ نے قاضی شریف سے انہوں نے ابوالفتح سے انہوں نے عبداللہ بن احمد سے انہوں نے ثابت بزاز سے انہوں نے ایوب بن ولید سے انہوں نے ابونصر سے انہوں نے محمد بن فضل سے انہوں نے عبداللہ بن عمر سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کے ہاتھ حضرت عیسیٰؑ کو پانچ دعاؤں کا

۱۱۳۵ البیہقی (۱۷۳۱) المجمع ۳/۱۸۹

۱۱۳۶ الموضوعات ۲/۱۲۲

۱۱۳۷ الموضوعات ۲/۱۲۳-تنزیہ الشریعہ ۲/۹۵

ہدیہ بھیجا کہ انہیں پڑھتے رہو یہ دس دن کی عبادت سے زیادہ مجھے محبوب ہیں (۱) اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے ملک ہے اسی کے لیے تعریفیں ہیں وہی زندگی موت کا مالک ہے اس کے ہاتھ میں تمام بھلائیاں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۲) میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں وہ یکتا معبود ہے بے نیاز ہے بیوی بچوں کا محتاج نہیں۔ (۳) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے تعریفات ہیں وہی حیات و ممات کا مالک ہے وہ قیوم ہے جسے فنا نہیں اسی کے پاس ساری بھلائیاں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۴) مجھے اللہ ہی کافی ہے اللہ تعالیٰ سے جس نے دعا مانگی اللہ نے قبول فرمائی جب کہ وہ اللہ ہی سے مانگتا ہے (۵) الٰہی! تیرے لیے وہ حمد و ثنا ہے جسے تو ہی بیان کرسکتا ہے اور ہماری حمد و ثنا سے وہ بہتر ہے الٰہی! تیرے لیے میری نماز میری قربانی زندگی اور میری موت ہے الٰہی! تیرے لیے ہی میری میراث ہے۔ الٰہی! میں تجھ سے عذاب قبر اور اپنے بکھرے کاموں سے پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی! میں تجھ سے اس چیز کی پناہ مانگتا ہوں جسے ہوا اٹھا کر چلتی ہے۔ حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا جو شخص یہ دعائیں پڑھ کر اللہ سے سوال کرے اس کے لیے کیا اجر ہے؟ فرمایا جو شخص پہلی دعا سو مرتبہ پڑھے تو اس دن روئے زمین میں کسی فرد کا ثواب اس سے زیادہ نہیں ہوگا اور روز قیامت بھی اسی کے پاس سب سے زیادہ ثواب ہوگا۔ جو شخص دوسری دعا سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ دس لاکھ نیکیاں لکھ دیں گے دس لاکھ گناہ ختم کر دیں گے اور دس لاکھ درجات بلند فرما دیں گے۔ جو شخص سو مرتبہ تیسری دعا پڑھے گا اس کے لیے آسمان دنیا سے ستر ہزار فرشتے ہاتھ اٹھائے ہوئے دعائیں مانگتے ہوئے نازل ہوں گے۔ جو شخص چوتھی دعا سو مرتبہ پڑھے گا تو ایک فرشتہ اس دعا کو اللہ کے حضور پیش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے پڑھنے والے پر نظر کرم فرمائیں گے۔ جس پر اللہ کی نظر کرم ہو جائے پھر وہ اللہ کی رحمت سے کبھی محروم نہیں رہتا۔ حواریوں نے عرض کیا اے عیسیٰ! اگر کوئی پانچویں دعا پڑھے تو اس کے لیے کیا اجر ہے؟ فرمایا: وہ میری مخصوص دعا ہے اور مجھے اس کا اجر بتانے سے منع کیا گیا ہے۔

ہمیں ھبۃ اللہ نے حسن بن احمد کی سند سے روایت بیان کی کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: عرفہ کے دن بعد از زوال نبی اکرمؐ یہ دعا بکثرت مانگا کرتے تھے: الٰہی! تیرے لیے تیرے فرمان کے مطابق تعریفیں ہیں الٰہی! تیرے لیے میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت ہے یا اللہ! تیرے لیے میری میراث ہے الٰہی! میں تجھ سے قبر کے عذاب سے دل کے فتنوں سے اور بکھرے معاملات سے پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی! میں تجھ سے وہ بھلائی طلب کرتا ہوں جو ہوا لے کر چلتی ہے۔[۱۱۳۸]

ہمیں ھبۃ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ موسیٰ بن عبیدہ سے انہوں نے حضرت علیؓ سے روایت بیان فرمائی کہ آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ میری اور مجھ سے قبل انبیاء کی بکثرت مانگی جانے والی یہ دعا مبارکہ ہے:[۱۱۳۹] اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں

۱۱۳۸ الکنز (۳۶۳۷)

۱۱۳۹ الدر المنثور ۱/ ۲۲۸

وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کے لیے بادشاہی ہے' اسی کے لیے تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ الٰہی میرے دل میں' میرے کانوں میں' میری آنکھوں میں نور پیدا فرمادے' اے اللہ! میرے لیے میرا دل کشادہ فرمادے اور میرے کام میں آسانی فرمادے' یا اللہ! میں دل کے برے خیالات سے' قبر کی آزمائشوں سے' کاموں کے بکھر جانے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اے میرے مالک! میں تجھ سے اس چیز کی برائی کی پناہ مانگتا ہوں جو رات میں شامل ہوتی ہے' اس چیز کی برائی سے بھی جو دن میں داخل ہوتی ہے اور اس چیز کی برائی سے بھی جسے ہوائیں اٹھا کر چلتی ہیں۔ الٰہی! میں تجھ سے گردش زمانہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

ضحاک نبی اکرمؐ سے حدیث نبویؐ روایت کرتے ہیں: جب عرفہ کے دن بعد از زوال حاجی میدان عرفات میں جمع ہو گئے تو آپؐ نے انہیں فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے اور اس کا حج مردود ہے جو آج کے دن یا آج کی رات عرفات میں نہ پہنچ سکا۔ آج اللہ سے سوال کرنے اور دعا مانگنے کا دن ہے۔ آج تلبیہ پکارنے کا دن ہے۔ **لبیک اللّٰھم**...... / اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں' اللہ سب سے بڑا ہے' اے اللہ! میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں' الٰہی! میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں' میں حاضر ہو گیا ہوں' تمام حمدیں اور نعمتیں تیری طرف سے ہیں' تیرے لیے ہی بادشاہی ہے' تیرا کوئی شریک نہیں۔ یعنی یہ تکبیرات' تسبیحات اور تلبیہ پکارنے کا دن ہے۔ فرمایا: جب کسی نے یہ مقام' یہ دن پالیا مگر اپنے رب ذوالجلال سے سوال و دعا سے محروم رہا وہی اصل محروم ہے حالانکہ تم ایسے سخی سے مانگتے ہو جس میں بخل نہیں' ایسے حکیم سے مانگتے ہو جو جاہل نہیں' ایسے صاحب علم و فہم سے مانگتے ہو جو بھول چوک سے پاک ہے۔ فرمایا: جس نے اپنے گھر میں مقیم رہ کر عرفہ کا روزہ رکھا اس کے آئندہ اور گذشتہ سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔[۱۱۴۰]

عرفات میں اللہ کے رسولؐ کی خاص دعا: ❁ ہمیں ھبۃ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت بیان فرمائی کہ ہمیں اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: عرفہ کے دن موقف میں کوئی قول و عمل اس دعا سے افضل نہیں بلکہ سب سے پہلا اللہ کی نظر رحمت کا مستحق ہی وہ ہے جو یہ دعا پڑھ لے۔ خود نبی اکرمؐ عرفہ کے دن قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا مانگنے والے کی سی حالت بنا کر تین مرتبہ تلبیہ پکارتے پھر یہ دعا مانگتے: اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں' وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کے لیے بادشاہی ہے' اسی کے لیے تمام عظمتیں ہیں' وہی حیات و ممات کا مالک ہے' اسی کے ہاتھ میں تمام بھلائیاں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (سو مرتبہ) پھر فرماتے: ہر طاقت و قوت اللہ کے لیے ہے جو بلند و بالا ہے' میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے (سو مرتبہ) پھر یہ دعا مانگتے: میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ پھر تین مرتبہ یہ دعا مانگتے: اللہ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پھر تین مرتبہ مع بسم اللہ اور آمین کے سورۃ الفاتحہ پڑھتے' سو مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھتے پھر سو مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے' یا اللہ! امی نبی پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نچھاور فرما پھر اللہ تعالیٰ سے حسب منشا مختلف دعائیں مانگتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے مخاطب ہوتے ہیں' فرشتو! میرے بندے کو

[۱۱۴۰] الموضوعات ۲/۲۱۲

دیکھو کہ وہ میرے گھر کی طرف متوجہ ہے، میری عظمتیں بیان کر رہا ہے، میرے لیے لبیک پکار رہا ہے، میری تسبیحات بیان کر رہا ہے، میری توحید کا اقرار کر رہا ہے، کلمہ شہادت کے اقرار میں مصروف ہے، قرآن مجید میں سے میری محبوب ترین سورتوں کی تلاوت میں مشغول ہے اور میرے محبوب ترین رسول پر درود وسلام پڑھ رہا ہے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کا عمل قبول کیا اس کے لیے اجر وثواب لکھ دیا، اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے اور اس کی تمام حاجتیں مرادیں بھی پوری فرما دی ہیں۔

حضرت جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور حضرت خضرؑ کی عرفہ میں دعا: ۞ ۞ ہمیں ھبۃ اللہ سے احمد بن حسن سے، انہوں نے حسین بن عمران سے، انہوں نے ابوالقاسم سے، انہوں نے ابوعلی سے، انہوں نے احمد بن عمار سے، انہوں نے محمد بن مہدی سے، انہوں نے ابن جریج سے، انہوں نے عطاء سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے خبر دی کہ رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے: بحر و بر والے یعنی حضرت الیاسؑ اور حضرت خضرؑ ہر سال مکہ میں جمع ہوتے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا سر مونڈتا ہے اور دوسرے کو کہتا ہے، کہو، بسم اللہ، ماشاء اللہ، بھلائی اللہ کی طرف سے ہے، بسم اللہ، ماشاء اللہ، برائی اللہ ہی مٹاتا ہے، بسم اللہ، ماشاء اللہ، تمہارے پاس موجود نعمت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بسم اللہ، ماشاء اللہ تمہاری قوت و طاقت اللہ کی طرف سے ہے۔ نبی رحمتؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص نے بھی یہ دعا ہر صبح پڑھ لی وہ ڈوبنے سے، چوری سے اور ہر خطرے سے شام تک محفوظ رہے گا اور جس نے شام کو یہ دعا پڑھی وہ صبح تک ہر خطرے سے محفوظ رہے گا۔

ہمیں ھبۃ اللہ نے حسن بن احمد سے خبر دی، انہوں نے ابوطالب سے، انہوں نے اسماعیل سے، انہوں نے ابن عباس دوری سے، انہوں نے عبیداللہ بن اسحاق سے، انہوں نے عبداللہ بن حسن سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اس کے دادا سے، انہوں نے حضرت علیؓ سے خبر دی اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہر یوم عرفہ کو میدان عرفات میں حضرت جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور خضرؑ جمع ہوتے ہیں۔ جبرئیلؑ فرماتے ہیں ماشاء اللہ...... / جو اللہ چاہے، اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کیا جا سکتا اور ہر طاقت واقتدار اسی اللہ کے لیے ہے۔ اس کا جواب میکائیلؑ اس دعا کے ساتھ دیتے ہیں: جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے اور ہر نعمت من جانب اللہ ہے۔ حضرت اسرافیلؑ یہ جواب دیتے ہیں: جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے اور ہر طرح کی خیر اللہ کے پاس ہے۔ خضرؑ یہ جواب دیتے ہیں: جو اللہ کو منظور ہو وہی کچھ ہوتا ہے اور وہی برائیوں کو دفع فرماتا ہے پھر یہ چاروں جدا ہو جاتے ہیں اور آئندہ سال تک ملاقات نہیں کرتے۔ اصل حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں۔[۱۱۴۱]

عرفات کی دعائیں: ۞ ۞ ابن جریج: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ موقف میں مسلمان بکثرت یہ دعا پڑھے: یا اللہ! ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائیاں عطا فرما اور آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔ مجاہد ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رکن یمانی کے پاس اس وقت سے ایک فرشتہ کھڑا ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے کائنات کو تخلیق فرمایا ہے اور وہ دعاؤں پر آمین کہتا ہے لہٰذا یہاں دنیا و آخرت کی دعائیں مانگو۔ حماد بن ثابت سے منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت انسؓ سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے مذکورہ

۱۱۴۱ الموضوعات ۱/ ۱۹۶

دعا (رَبَّنَا اٰتِنَا......) پڑھی' لوگوں نے مزید دعا کی درخواست کی پھر یہی دعا پڑھی۔ لوگوں نے کہا اس میں اضافہ کیجئے' فرمایا: میں نے تو تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگی ہے تمہیں مزید کیا چاہیے؟!

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ بکثرت یہ دعا پڑھا کرتے تھے: الٰہی! ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عطا فرما اور آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔[۱۱۴۲] فرمایا: جو شخص یہ دعا پڑھے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا مخصوص حصہ مقرر فرما دیں گے۔ بعض لوگ صرف دنیا مانگتے ہیں یعنی ہمیں اونٹ' بیل' بکریاں' لونڈیاں' غلام' سونا چاندی وغیرہ عطا کر دے! یہ صرف دنیا والے ہیں' دنیا کے لیے خرچ کرتے ہیں' دنیا کے لیے عمل کرتے ہیں' دنیا کے لیے مشقت کاٹتے ہیں' دنیا ہی ان کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ اعلان فرماتے ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔[۱۱۴۳]

کچھ لوگ دنیا اور آخرت دونوں کا سوال کرتے ہیں کہ یا اللہ! ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عطا فرما اور آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔ یہی دعا اللہ کے نبیؑ اور اہل ایمان مانگتے ہیں۔ دنیا اور آخرت کی ''بھلائی'' میں اختلاف ہے۔ علی: دنیا سے مراد نیک عورت ہے' آخرت کی بھلائی سے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہے اور آگ کے عذاب سے مراد بدعورت ہے۔ حسن فرماتے ہیں: دنیا کی بھلائی سے مراد علم و عبادت ہے اور اخروی بھلائی سے مراد جنت ہے۔ سدّی: دنیاوی بھلائی سے مراد کشادہ رزق حلال ہے اور اخروی بھلائی سے مراد اجر و ثواب اور بخشش ہے۔ عطیہ: دنیاوی بھلائی سے مراد علم کے ساتھ عمل ہے اور اخروی بھلائی سے مراد آسان حساب اور جنت ہے۔ بعض اہل علم: دنیاوی بھلائی سے مراد نیک عمل کرنے اور عمل بد سے بچنے کی توفیق ہے اور اخروی بھلائی نجات و رحمت ہے۔ دنیاوی بھلائی سے مراد نیک اولاد اور اخروی بھلائی سے انبیاء کا ساتھ ہے۔

دنیاوی بھلائی سے مراد عیش و عشرت اور اخروی بھلائی جہنم سے بچ جانا اور جنت میں چلے جانا ہے۔ دنیاوی اور اخری بھلائی سے مراد ''اخلاص'' ہے' دنیاوی نیکی سے مراد ثابت قدمی اور اخروی بھلائی سلامتی و رضامندی ہے۔ دنیاوی نیکی سے مراد عبادت کی حلاوت اور اخروی نیکی دیدار الٰہی کی لذت ہے۔ قتادہ: اس سے مراد دنیا و آخرت کی عافیت ہے۔ اس تفسیر کی تائید حضرت انسؓ والی روایت سے ہوتی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ایک ایسے مریض کی عیادت کی جو بیماری سے کانٹے کی طرح ہو چکا تھا' ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے چوزے کے پر نوچ گئے ہوں۔ آپؐ نے پوچھا' اللہ سے کچھ مانگتے تھے؟ کہا' یہ مانگا کرتا تھا: الٰہی! اگر تو مجھے آخرت میں عذاب دینے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ دنیا میں ہی دے لے۔ فرمایا' سبحان اللہ! تم اللہ کے عذاب کی طاقت رکھتے ہو! تم نے یہ دعا کیوں نہ مانگی؟ الٰہی! مجھے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عطا فرما اور آگ کے عذاب سے نجات عطا فرما' فرمایا' پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اسے صحت عطا فرما دی۔[۱۱۴۴]

۱۱۴۲ ابوداؤد (۱۸۹۲) الحاکم ۱/ ۴۵۵- احمد ۳/ ۴۱۱

۱۱۴۳ البقرۃ- ۲۰۰

۱۱۴۴ مسلم (۲۶۸۵)

سہل بن عبداللہ: دنیاوی بھلائی سے مراد عمل سنت اور اخروی سے مراد حصول جنت ہے۔ مسیّب از عوف: جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام' قرآن اور اہل و مال سے نوازا ہے اسے دنیا کی بھلائیاں مل گئیں اور آخرت میں بھی کامیاب ہو گیا۔ عبدالعلی از ابن وھب: میں نے سفیان ثوری سے اس آیت کی تفسیر یہ سنی: دنیاوی بھلائی رزق حلال ہے اور اخروی بھلائی جنت ہے۔

عیدالضحیٰ کی فضیلت: ۞ ارشاد باری تعالیٰ ہے [یقیناً ہم نے آپ کو ''کوثر'' عطا فرمایا لہٰذا آپ اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں' بے شک آپ کا دشمن ہی ابتر ہے][1145]

ابن عباس: کوثر سے مراد خیر کثیر ہے جس میں قرآن و حدیث اور وہ نہر بھی شامل ہے جو وسط جنت میں خول دار موتیوں پر رواں دواں ہے' جس کے دونوں طرف سبز یاقوت کے خیمے ہیں' جس کا پانی شہد سے میٹھا اور مکھن سے نرم ہے' جس کا گاڑا خالص کستوری کا ہے' مٹی سفید کافوری ہے' اس کے کنکر سفید موتی اور یاقوت ہیں اور وہ اتنی تیز چلتی ہے جتنی تیر کمان سے تیز نکلتا ہے۔ یہ نہر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عطا فرمائی ہے۔

مقاتل: کوثر جنت کے درمیان ایک نہر ہے۔ اسے کوثر اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام جنتی نہروں سے افضل ہے۔ یہ موجیں مارتی ہوئی تیر کی طرح رواں ہے' اس کی کیچڑ خالص کستوری کی ہے اور سنگریزے قیمتی موتی اور یاقوت ہیں۔ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید' شہد سے میٹھا اور مکھن سے نرم ہے۔ اس کے دونوں طرف خول دار موتیوں کے خیمے ہیں۔

ہر خیمے کا طول و عرض تین مربع میل ہے جس میں چار ہزار سونے کے دروازے ہیں اور ہر خیمے میں ایک حور ہے جس کے ستر ہزار خادم ہیں۔ اللہ کے نبیؐ فرماتے ہیں کہ میں نے شب معراج جبریلؑ سے ان خیموں کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: یہ جنت میں آپ کی بیویوں کے گھر ہوں گے۔ کوثر سے اہل جنت کے لیے چار نہریں نکلتی ہیں جن کا ذکر قرآن مجید کی سورت ''محمدؐ'' میں ہے۔ یعنی دودھ' پانی' شہد اور خالص شراب کی نہریں۔ مقاتل کا بیان ہے کہ اس سورت میں نماز سے مراد ''پنجگانہ نماز'' ہے اور ''نحر'' سے مراد ذوالحجہ کی دسویں تاریخ (عیدالضحیٰ) کو اونٹوں کی قربانی ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک: نماز سے مراد نماز عید اور نحر سے مراد عید کے دن منیٰ میں اونٹوں کی قربانی ہے۔ بعض: نماز میں سینے تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہنا ''نحر'' ہے۔

تیسری آیت کی تفسیر اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ باب بنی سہم سے بیت اللہ میں تشریف لے گئے۔ قریشی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جنہیں دیکھ کر آپ باب صفا سے باہر چلے گئے۔

آپؐ کو آتے ہوئے تو وہ نہ دیکھ سکے البتہ واپس جاتے ہوئے دیکھ لیا مگر پھر بھی پہچان نہ پائے۔ واپسی پر عاص بن وائل سے آپ کا جھگڑا ہو گیا جو مسجد میں آ رہا تھا چونکہ آپ کا بیٹا عبداللہ فوت ہو گیا تھا اور کفار مکہ اس شخص کو ابتر (مقطوع النسل) کہتے تھے جس کا کوئی وارث بیٹا نہ ہوتا۔ عاص قریشیوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا تمہارے بالمقابل کون تھا؟ عاص نے

1145 الکوثر۔ ۱۔۳

کہا ''ابتر'' تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ / آپ کا دشمن ہی ابتر ہوگا یعنی وہی خیر و سعادت سے محروم ہوگا آپ نہیں۔ آپ کا ذکر تو میرے ساتھ ساتھ رہے گا' سو اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر عوام میں (تا قیامت) بلند فرما دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھولا' آپ کا بوجھ ہلکا نہیں کر دیا کہ جس نے آپ کی کمر توڑ ڈالی تھی اور آپ کا ذکر بلند نہیں فرمایا۔] چنانچہ آپ کا ذکر خیر ہر جمعے منبروں پر' خطبوں میں' مسجدوں اور اذانوں میں' تکبیروں اور نمازوں میں' خطبہ نکاح' خطبہ تقریر اور تمام ضروری خطبوں میں بلند کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نچھاور فرمائے' جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ کو برا کہنے والوں نے آپ کا مقام و مرتبہ کم نہیں کیا بلکہ وہ عاص بن وائل خود جہنمی ہے' وہ آگ کے عذاب میں مبتلا ہے کیونکہ اس نے آپ کی گستاخی کی اور اللہ ذوالجلال کی نافرمانی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نبی رحمتؐ سے محبت کرنے والے ہر فرد کو یہی جزا عطا فرماتے ہیں' اسے جنتوں میں جگہ عطا کرتے ہیں اور اس کے دشمن جو کافر و منافق ہیں' انہیں جہنم کے گڑھوں میں پھینکتے ہیں۔

نماز و قربانی: ❁ ❁ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ اور آپ کی امت کو نماز کا حکم دیا اور اس کے بعد مزید عبادات کا حکم دیا ہے' جن میں اللہ کا ذکر کرنا' اللہ سے دعا مانگنا اور اس کی رضا کے لیے قربانی کرنا شامل ہے۔

ذکر باری تعالیٰ: ❁ ❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے اہل ایمان! اللہ کا بکثرت ذکر کیا کرو][۱۱۴۶] نیز فرمایا [تم میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر ادا کرو' میرا کفر نہ کرو][۱۱۴۷] اس آیت کی تفسیر میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ ابن عباس: تم میری اطاعت کر کے مجھے یاد کرو میں تمہاری مدد کر کے تمہیں یاد رکھوں گا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے [اور جن لوگوں نے ہمارے راستے میں جہاد کیا ہم ان کے لیے اپنے راستے کشادہ کر دیں گے][۱۱۴۸] سعید بن جبیر: تم میری اطاعت کر کے مجھے یاد کرو' میں تمہاری بخشش کر کے تمہیں یاد رکھوں گا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے [اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے][۱۱۴۹] فضیل بن عیاض: تم مجھے اطاعت کر کے یاد کرو میں تمہیں ثواب دے کر یاد رکھوں گا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے [بے شک جو لوگ ایمان لا کر نیک اعمال کرتے رہے' ہم کسی کے اچھے عمل کو ضائع نہیں کریں گے][۱۱۵۰] نبیؐ کا ارشاد گرامی ہے: جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کا ذکر کیا اگرچہ اس کی نمازیں' روزے اور تلاوتیں تھوڑی ہوں اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کو بھلا دیا اگرچہ اس کی نمازیں' روزے اور قرآن کی تلاوتیں بکثرت ہوں۔[۱۱۵۱] حضرت ابو بکر صدیقؓ: عبادت میں توحید اور

۱۱۴۶ الاحزاب-۴۱
۱۱۴۷ البقرۃ-۱۵۲
۱۱۴۸ العنکبوت-۶۹
۱۱۴۹ آل عمران-۱۳۲
۱۱۵۰ الکہف-۳۰
۱۱۵۱ کنز العمال (۱۸۲۶) الد [illegible] — الدر المنثور ۱/۱۴۹

اجر میں جنت کافی ہے۔ابن کیسان: تم مجھے شکر گذاری کے ساتھ یاد کرو میں نعمتوں کی فراوانی کے ساتھ تمہیں یاد رکھوں گا جیسا کہ ارشاد باری ہے [اگر تم شکر گذاری کرو گے تو میں تمہیں مزید (انعام) دوں گا][۱۱۵۲] بعض اہل علم: تم مجھے توحید و ایمان کے ساتھ یاد رکھو میں تمہیں جنت اور بلند درجات سے نواز کر یاد رکھوں گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور خوشخبری سنا دیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے' ان کے لیے ایسی جنتیں ہیں جن میں نہریں بہتی ہیں......][۱۱۵۳] تم مجھے زمین کے اوپر یاد کرو میں تمہیں زمین کے نیچے یاد رکھوں گا جب زمین والے تمہیں بھول جائیں گے جیسا کہ اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے عرفہ کے روز ایک دیہاتی کو یہ دعا کرتے سنا: اے میرے معبود! مختلف بلند آوازوں سے لوگ تجھ سے اپنی اپنی مرادیں مانگ رہے ہیں' میری درخواست یہ ہے کہ تو مجھے اس مصیبت میں یاد رکھنا جب لوگ مجھے بھول جائیں۔بعض: تم مجھے دنیا میں یاد رکھو میں تمہیں آخرت میں یاد رکھوں گا۔بعض: تم مجھے اطاعت کے ساتھ یاد رکھو میں تمہیں معافی کے ساتھ یاد رکھوں گا۔[جو مرد و زن ایمان کی حالت میں نیک عمل کرے گا ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے][۱۱۵۴] بعض: تم مجھے جلوت و خلوت میں یاد رکھو میں تمہیں ظاہر و باطن میں یاد رکھوں گا۔حدیث نبویؐ ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں لہٰذا وہ جو چاہے میرے متعلق گمان رکھے۔جب وہ میرا ذکر دل میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر دل میں رکھتا ہوں' جو مجھے اجتماع میں یاد کرتا ہے میں اسے اس سے بہتر اجتماع میں یاد رکھتا ہوں' جو ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں۔جو ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے میں ایک گز اس کے نزدیک ہو جاتا ہوں' جو میری طرف پیدل آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر پہنچتا ہوں' جو میرے پاس زمین بھر کر گناہ لاتا ہے میں اس کے پاس زمین بھر کے بخششیں لاتا ہوں بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔[۱۱۵۵] بعض اہل علم: تم مجھے آسائش میں یاد رکھو میں تمہیں مصائب میں یاد رکھوں گا۔ارشاد الٰہی ہے [اگر وہ میری تسبیحات کرنے والا نہ ہوتا تو اس (مچھلی) کے پیٹ میں ہی تا قیامت رہتا][۱۱۵۶]

سلمان فارسی: اگر آدمی آسائش میں اللہ کو یاد رکھے پھر وہ بیمار ہو جائے تو فرشتے اللہ سے اس کے حق میں سفارش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول فرماتے ہیں۔جو شخص آسانی میں اللہ کو یاد نہیں کرتا تو تنگی میں فرشتے بھی اس کی سفارش نہیں کرتے۔اللہ تعالیٰ نے فرعون کے متعلق ارشاد فرمایا [اب! اور اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا][۱۱۵۷] بعض: تم مجھے تسلیم و رضا کے ساتھ یاد رکھو میں تمہیں پسندیدگی کے ساتھ یاد رکھوں گا۔جیسا کہ حکم قرآنی ہے [اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اسے کافی ہو جاتا ہے][۱۱۵۸] تم مجھے شوق کے ساتھ یاد کرو میں بھی تمہیں قربت کے ساتھ یاد کروں گا۔بعض: تم مجھے بزرگی کے ساتھ یاد کرو میں

۱۱۵۲ ابراہیم-۷
۱۱۵۳ البقرۃ-۲۵
۱۱۵۴ النحل-۹۷
۱۱۵۵ الاتحاف ۹/ ۱۶۹
۱۱۵۶ الصافات-۱۴۴'۱۴۳
۱۱۵۷ یونس-۹۱
۱۱۵۸ الطلاق-۳

تمہیں اجر وثواب کے ساتھ یاد کروں گا۔تم مجھے سوال کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں تحائف کے ساتھ یاد کروں گا‘ تم مجھے بلا غفلت یاد کرو میں تمہیں بلا مہلت یاد رکھوں گا‘ تم مجھے ندامت وشرمندگی کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں جود وکرم کے ساتھ یاد رکھوں گا‘ تم مجھے عذر کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں بخشش کے ساتھ یاد کروں گا۔تم مجھے ارادے کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں فائدے کے ساتھ یاد کروں گا۔تم مجھے ترک گناہ کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں فضل وکرم کے ساتھ یاد کروں گا۔تم مجھے اخلاص کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں رہائی کے ساتھ یاد کروں گا۔تم مجھے دل سے یاد رکھو میں تمہیں پریشانی دور کر کے یاد کروں گا۔تم مجھے احتیاج کے ساتھ یاد رکھو میں تمہیں اقتدار کے ساتھ یاد رکھوں گا۔تم مجھے استغفار کے ساتھ یاد کھو میں تمہیں مغفرت کے ساتھ یاد رکھوں گا۔تم مجھے ایمان کے ساتھ یاد رکھو میں تمہیں جنتوں کے ساتھ یاد رکھوں گا‘ تم مجھے اسلام کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں احترام واکرام کے ساتھ یاد رکھوں گا‘ تم مجھے دلوں سے یاد رکھو گے میں تمہیں پردے اٹھا کر یاد رکھوں گا‘ تم مجھے فانی ذکر سے یاد رکھو میں تمہیں باقی ذکر سے یاد رکھوں گا۔تم مجھے عاجزی سے یاد کرو میں تمہیں مغفرت سے یاد رکھوں گا‘ تم مجھے اعتراف گناہ سے یاد رکھوں میں تمہیں بخشش گناہ سے یاد رکھوں گا‘ تم مجھے دل کی صفائی سے یاد رکھو میں تمہیں خالص نیکی سے یاد رکھوں گا‘ تم مجھے صدق دل سے یاد رکھو میں تمہیں نرمی کے ساتھ یاد رکھوں گا‘ تم مجھے تعظیم کے ساتھ یاد رکھو میں تمہیں عزت دے کر یاد رکھوں گا‘ تم مجھے تکبیر کے ساتھ یاد رکھو میں تمہیں جہنم سے آزادی کے ساتھ یاد رکھوں گا‘ تم مجھے ترک جفا کے ساتھ یاد رکھو میں تمہیں حفظ وفا کے ساتھ یاد رکھوں گا‘ تم مجھے ترک خطا کے ساتھ یاد رکھو میں تمہیں تحائف کے ساتھ یاد رکھوں گا‘ تم مجھے اسلام پر پورا عمل کر کے یاد رکھو میں تمہیں نعمتیں پوری کر کے یاد رکھوں گا‘ تم مجھے ہر جگہ یاد رکھو میں بھی تمہیں ہر جگہ یاد رکھوں گا۔اللہ کا ذکر بڑا عظیم ہے۔

ربیع: جو اللہ کو یاد رکھتا ہے اللہ اس کے انعامات میں اضافہ فرماتے ہیں۔جو اس کا شکر ادا نہیں کرتا اللہ اسے عذاب دیتا ہے۔سُدّی: جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اللہ اسے یاد رکھتا ہے اگر مؤمن ہے تو اللہ اسے اپنی رحمت کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور کافر کو اپنے عذاب کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔

سفیان: ہمیں خبر ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اپنے بندوں کو ان انعامات سے نوازا ہے کہ اگر وہ انعامات میں جبرئیلؑ ومیکائیلؑ پر کرتا تو فی الحقیقت انہیں بڑے بڑے انعامات سے نواز رہا ہوتا۔میں نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا‘ میں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ان ظالموں کو کہہ دو کہ یہ ہمارا ذکر نہ کریں۔کیونکہ جو مجھے یاد کرتا ہے اسے میں بھی یاد کرتا ہوں مگر میرا انہیں یاد کرنا میری لعنت کرنا ہے۔ابوعثمان نہدی: جب اللہ تعالیٰ مجھے یاد کرتے ہیں تو مجھے علم ہو جاتا ہے۔پوچھا گیا وہ کیسے؟ کہا ارشاد باری ہے کہ [تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا][1159] لہٰذا جب میں اللہ کا ذکر کرتا ہوں تو گویا اللہ میرا ذکر کرتے ہیں۔مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد! مجھ سے خوش رہو اور بکثرت میرا ذکر کر کے لذت حاصل کرو۔سفیان ثوری: ہر چیز کی سزا ہے‘ عارف کی سزا یہ ہے کہ وہ ذکر اللہ چھوڑ دے۔کہا

1159۔ البقرۃ-152

گیا ہے کہ جس دل میں ذکر اللہ حاوی ہو جائے تو اس کے قریب شیطان بیہوش ہو کر گرتا ہے جس طرح انسان شیطان کے قریب آنے سے بیہوش ہو کر گرتا ہے۔ دوسرے شیطان پوچھتے ہیں اسے کیا ہوا؟ جواب ملتا ہے کہ کسی انسان کی جھپٹ میں آ گیا ہے۔

سہل بن عبداللہ تستری: اللہ عزوجل کے ذکر کو بھول جانے سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ مروی ہے کہ پوشیدہ ذکر کو فرشتے آسمان پر اس لیے نہیں لے جاتے کہ انہیں اس کا علم نہیں ہوتا لہٰذا وہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ایک راز ہی رہتا ہے۔

بعض نیک لوگ: مجھے کسی ذاکر کے متعلق علم ہوا تو میں اس کے پاس اُجمۃ (مقام) پہنچ گیا۔ ہم بیٹھے تھے کہ دریں اثنا ایک بہت بڑا درندہ نمودار ہوا اور اس ذاکر کا تھوڑا سا گوشت نوچ کر لے گیا' اس منظر کو دیکھ کر میں بیہوش ہو گیا جب کہ وہ ذاکر بھی اس تکلیف سے بیہوش ہو گیا۔ جب ہمیں ہوش آیا تو میں نے انہیں پوچھا یہ کیا ماجرا ہوا؟ فرمایا: یہ درندہ اللہ نے مجھ پر مقرر کر رکھا ہے کہ جب بھی میں اللہ کے ذکر میں سستی کروں تو یہ آ کر مجھے نوچتا ہے تا کہ میری سستی دور ہو جائے۔

دعا: ❁ ❁ دعا کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور تمہارے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا][۱۱۶۰] نیز فرمایا [جب آپؐ فارغ ہوں تو اپنے رب کی طرف رغبت کریں][۱۱۶۱] یعنی جب آپؐ نماز سے فارغ ہو جائیں تو دعا کی رحمت سے اللہ کو یاد کریں۔ نیز فرمایا [اور جب آپؐ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو آپؐ کہہ دیں کہ میں قریب ہوں' میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں کہ جب بھی وہ پکارتا ہے][۱۱۶۲] اس آیت کے شان نزول میں مفسرین میں اختلاف ہے۔ کلبی[۱۱۶۳] از ابوصالح از ابن عباسؓ: مدینہ کے یہودیوں نے آپؐ سے پوچھا کہ آپ تو کہتے ہیں کہ زمین سے آسمان تک اور ہر آسمان کا عمق پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے تو اللہ تعالیٰ ہماری دعا کس طرح سن لیتے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ حسن: صحابہ کرام نے نبیؐ سے سوال کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

عطاء وقتادہ: جب یہ آیت (اور تمہارے رب نے کہا کہ مجھ سے دعا مانگو) نازل ہوئی تو ایک شخص نے سوال کیا' یا رسول اللہؐ! ہم اپنے رب سے کس طرح اور کس وقت دعا کریں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ضحاک: کسی شخص نے آپؐ سے سوال کیا کہ کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے سرگوشی کریں یا دور ہے کہ ہم اسے پکاریں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اہل لغت: اس آیت میں ''عَنِّی'' کے بعد یہ جملہ پوشیدہ ہے کہ آپ انہیں کہہ دیں' بتا دیں کہ میں علم کے ساتھ ان کے قریب ہوں۔ اہل اشارہ: اللہ اور بندے کے درمیان واسطوں کی نفی قدرت الٰہی کی طرف اشارہ کرتا ہے' فرمایا کہ میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں کہ جب وہ دعا کریں تو لوگوں کو چاہیے کہ میری بات مانیں یعنی میری اطاعت وعبادت

۱۱۶۰ غافر-۶۰ ۱۱۶۱ الانشراح-۸،۷
۱۱۶۲ البقرۃ-۱۸۶
۱۱۶۳ اس سند میں ''کلبی'' ضعیف راوی ہے۔

کے ساتھ میری بات قبول کریں۔ اجابة اور استجابة باہم مترادف ہیں۔ ابورجاء خراسانی: دعا مانگنے والوں کو صرف مجھ سے دعا مانگنی چاہیے۔ اجابت بمعنی اطاعت اور بمعنی قبولیت بھی ہے' محاورہ ہے أَجَابَتْ لِلسَّمَآءِ بِالْمَطَرِ/ آسمان سے بارش مانگی گئی تو اس نے بارش دی۔ زمین سے نباتات مانگی گئیں تو اس نے نباتات پیدا کیں۔ ''اجابت'' اللہ کا عطیہ اور بندے کی اطاعت ہے۔ پھر فرمایا کہ انہیں مجھ پر ایمان لانا چاہیے۔ تاکہ وہ صحیح راستہ پالیں۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ دعائیں قبول کی جاتی ہیں مگر ہمارا مشاہدہ تو یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی دعائیں قبول نہیں کی جاتیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں بہت سے علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک دعا بمعنی عبادت اور اجابت بمعنی ثواب ہے گویا معنی یہ ہوا کہ ''میں عبادت کرنے والوں کو ثواب عطا کر کے قبول کرتا ہوں۔ بعض اہل علم کے نزدیک ان آیتوں کے الفاظ عام ہیں لیکن معنی خاص ہیں یعنی اگر میں چاہوں تو دعا کرنے والوں کی دعا کو قبول کروں یعنی اگر وہ دعا تقدیر کے موافق ہے' ناممکن چیز کا سوال ہے' دعا کرنے والے کے لیے مفید ہے تو پھر دعا قبول کرتا ہوں۔ اس معنی کے لیے ابوسعید کی بیان کردہ حدیث نبویؐ بھی شاہد ہے: جو مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اس میں قطع رحمی اور گناہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اس دعا کے بدلے میں تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے ضرور نوازتے ہیں (۱) اس کی دعا فوراً قبول کر لیتے ہیں یا (۲) آخرت میں ثواب کا ذخیرہ کر دیا جاتا ہے (۳) یا اس کی وجہ سے آنے والی اس کی مثل برائی دور کر دی جاتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا' یارسول اللہؐ! پھر تو ہم بکثرت دعا کیا کریں گے۔ فرمایا' اللہ سب سے بڑا ہے اور بکثرت نوازنے والا ہے۔[۱۱۶۴] بعض اہل علم کے نزدیک آیات عام ہیں جن میں محض دعا کی قبولیت کا ذکر ہے لیکن یہ وعدہ نہیں ہے کہ ہر حاجت پوری کی جائے گی۔ کبھی مالک اپنے غلام سے یا والد اپنی اولاد سے کوئی وعدہ کر لیتا ہے مگر فوراً وہ اسے پورا نہیں کر پاتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ دعائیں لامحالہ قبول کی جاتی ہیں کیونکہ اجابت' قبول دعا اللہ کی طرف سے خبر ہے جس پر نسخ کا حکم نہیں کیونکہ اگر یہ منسوخ ہو جائے تو اللہ کا جھوٹا ہونا لازم آئے حالانکہ اللہ جھوٹ سے پاک' بلند و بالا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خبر کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔ اس کی تائید ابن عمرؓ کی بیان کردہ حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ: جس کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا اس کے لیے قبولیت کا دروازہ کھول دیا گیا۔[۱۱۶۵] اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ظالموں کو کہہ دیں کہ وہ مجھ سے دعا نہ کریں کیونکہ میں نے دعا کی قبولیت اپنے اوپر واجب کر لی ہے تو جب میں ظالموں کی دعا سنتا ہوں تو ان پر لعنت بھیجتا ہوں۔ بعض اہل علم: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی دعائیں فوری قبول فرماتے ہیں لیکن مرادیں تاخیر سے پوری کرتے ہیں تاکہ وہ بار بار دعا کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی گریہ زاری کی آوازیں سنیں۔ اس بات کی تائید جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے ہوتی ہے کہ نبی رحمتؐ نے ارشاد فرمایا: بندہ جب اللہ سے دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتے ہیں اور جبرئیلؑ کو حکم دیتے

۱۱۶۴ احمد ۳/ ۱۸- ابن ابی شیبہ ۱۰/ ۲۰۱- الحاکم ۱/ ۴۹۳- الادب المفرد (۷۱۱)

۱۱۶۵ الحاکم ۱/ ۴۹۸- الدر المنثور ۱/ ۱۹۶- ترمذی (۳۵۴۸)

کہ اس کی مراد پوری کرو مگر قدرے تاخیر سے کیونکہ مجھے اس کی آواز پسند ہے اور مجھے پسند ہے کہ میں بار بار اس کی پکار سنوں۔ جب اللہ کا مبغوض بندہ اس سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبرئیلؑ کو کہتے ہیں کہ اس کی مراد پوری کر کیونکہ میں اس کی آواز کو ناپسند کرتا ہوں۔[166]

منقول ہے کہ یحییٰ بن سعید نے اللہ تعالیٰ کا خواب میں دیدار کیا اور کہا: یارب! میں ایک عرصے سے دعائیں مانگ رہا ہوں مگر آپ نے شنوائی نہیں فرمائی۔ اللہ نے کہا' اے یحییٰ! مجھے تیری آواز محبوب ہے۔ بعض اہل علم: دعا کی قبولیت کی کچھ شرائط اور آداب ہیں جو شخص ان کا خیال رکھے گا اس کی دعا قبول ہوگی اور جو شخص ان کا خیال نہیں کرے گا تو وہ دعا میں زیادتی کرنے والا شمار ہوگا۔

ابراہیم بن ادھم سے پوچھا گیا کہ ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟ فرمایا' اس لیے کہ تم نے رسولؐ کو پہچاننے کے باوجود ان کی اطاعت اختیار نہیں کی' قرآن کو پہچاننے کے باوجود اس پر عمل نہیں کیا' تم اللہ کی نعمتیں استعمال کرتے ہو مگر ان پر شکر بجا نہیں لاتے' تم نے جنت کو پہچان لیا ہے مگر اس کی طلب نہیں کرتے' تم نے جہنم کو پہچان لیا ہے مگر اس سے بچاؤ اختیار نہیں کرتے' تم نے شیطان کو پہچان لیا ہے مگر اس کا مقابلہ نہیں کرتے۔ بلکہ موافقت کرتے ہو' تم نے موت کو پہچان لیا ہے مگر اس کی تیاری نہیں کرتے' تم اپنے ہاتھوں سے مردے دفناتے ہو مگر عبرت نہیں پکڑتے اور تم اپنے عیب نظر انداز کر کے دوسرے کے عیب تلاش کرتے ہو۔

قربانی: ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور قربانی کرو] قربانی کی اصلیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کو قربانی کا حکم اس وقت دیا تھا جب انہیں نمرود ظالم کی آگ سے نجات دی تھی اور اس کے عذاب سے بچا لیا تھا تو ابراہیمؑ نے ہجرت کا عزم کرتے ہوئے کہا [میں اپنے رب (کی رضا) کے لیے ہجرت کروں گا][167] یعنی مقدس مقام (فلسطین) کی طرف چلا جاؤں گا' مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت بخشے گا۔ آپ سب سے پہلے مہاجر ہیں جنہوں نے اللہ کے دین کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر حضرت لوطؑ اور ان کی ہمشیرہ حضرت سارہؑ کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت لوطؑ آپ کے ماموں زاد تھے۔ آپ سب بیت المقدس چلے آئے۔ اس سرزمین پر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی' یا اللہ! مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔[168] اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو ایک سنجیدہ بیٹے کی خوشخبری سنائی۔[169] حلیم بمعنی علیم ہے کیونکہ علم ہی سنجیدگی کا باعث ہے۔ یہ حضرت اسحاقؑ تھے جو سارہؑ سے پیدا ہوئے۔[170] جب یہ بیٹا آپ کے ساتھ پہاڑوں میں بھاگنے دوڑنے کے قابل ہو گیا تو اسے کہا' بیٹا! میں

166؎ الکنز (۳۲۶۴) الجوامع (۵۶۹۹) — 167؎ الصافات-۹۹

168؎ الصافات-۱۰۰ — 169؎ الصافات-۱۰۱

170؎ اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ "ذبیح اللہ' حضرت اسماعیلؑ تھے یا حضرت اسحاقؑ تھے۔ راجح مسئلہ یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیلؑ تھے جو مذکورہ بالا آیات کے مصداق ہیں۔ حضرت اسحاقؑ کے متعلق اس آیت (وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ / ھود-۷۱) سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ذبیح اللہ نہیں تھے۔ تفصیلی بحث کے لیے زاد المعاد ۱/۷۱-ابن کثیر ۴/۲۳ وغیرہ کی طرف رجوع کریں۔

نے خواب دیکھی ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں یعنی مجھے خواب کے ذریعے تمہیں ذبح کرنے کا حکم ملا ہے۔ یہ ایک نذر کو پورا کرنے کے لیے تھا جو ابراہیمؑ نے مانی تھی۔ مجھے بتاؤ اس سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسحاقؑ نے جواب دیا ''ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے اسے پورا کریں اور رب کے حکم کی تعمیل کریں۔''[۱۷۱] حضرت ابراہیمؑ مسلسل تین دن یہ خواب دیکھتے رہے۔ ابراہیمؑ نے انہیں ذبح کرنے سے پہلے روزہ رکھا اور نماز ادا کی۔ بیٹے نے کہا' ابا جان! آپ مجھے صابر ہی دیکھیں گے یعنی میں صبر کے ساتھ ذبح ہو جاؤں گا۔ جب باپ بیٹا حکم الٰہی کی تعمیل کے لیے تیار ہو گئے اور ابراہیمؑ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا لیا تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے صدق و اخلاص کو جان لیا اور فرمایا: ہم نے اسے آواز دی' ابراہیمؑ! آپ نے یہ خواب سچا کر دکھایا ہے۔ آپ اس کے بدلے مینڈھا ذبح کر دیں' فرمایا: ہم نے انہیں بیٹے کے بدلے عظیم ذبیحہ عطا کیا۔ اس مینڈھے کا نام زریر تھا یہ وہ پہاڑی مینڈھا تھا جو چالیس سال تک جنت میں چرتا رہا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ وہ مینڈھا تھا جو ہابیل بن آدمؑ نے اللہ کی راہ میں پیش کیا تھا اور آپ کو قابیل (بھائی) نے شہید کر دیا تھا۔ یہ بات مختلف فیہ ہے کہ ذبیح اللہ اسماعیلؑ تھے یا اسحاقؑ زیادہ اہل علم کا رجحان یہی ہے کہ یہ حضرت اسماعیلؑ تھے۔ ارشاد باری ہے: اسی طرح ہم احسن عمل کرنے والوں کو بدلہ عطا کرتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن عمل کی وجہ سے بہترین بدلہ عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ [یہ کھلا امتحان تھا][۱۷۲] یعنی یہ کھلی (بڑی) نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس حکم سے بچا کر مینڈھے کا فدیہ دیا اور آپ کے بیٹے کو بچا لیا۔

کہا جاتا ہے کہ جب ابراہیمؑ نے اپنے لخت جگر کی گردن پر چھری رکھی تو غیب سے آواز آئی' ابراہیمؑ! بیٹے کو چھوڑ دو' ہمارا مطلب یہ نہیں تھا کہ بیٹے کو قربان کرو بلکہ ہم چاہتے تھے کہ تم بیٹے کی محبت سے دل خالی کر دو۔ اسی لیے کسی کتاب میں مذکور ہے کہ ابراہیمؑ نے بیٹے کو ذبح کرنے سے پہلے یہ خیال کیا' الٰہی یہ کیسا حکم ہے؟ اگر یہ ذبیحہ کسی اور کے ہاتھ سے ہوتا تو بہتر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آپ ہی کو کرنا ہوگا۔

فرشتوں نے عرض کیا' یا اللہ! اس میں کیا حکمت ہے؟ فرمایا: تاکہ اچھی طرح امتحان لیا جائے۔ انہوں نے پوچھا' وہ کیوں؟ فرمایا: اس لیے کہ ابراہیمؑ کو میرے سوا کسی سے محبت نہ رہے کیونکہ میں محبت میں شریک کو قبول نہیں کرتا۔ غرض یہ کہ ابراہیمؑ نے بیٹے سے محبت کی تو آپ کو بیٹا قربان کرنے کا حکم دے کر آزمایا گیا' حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹے سے محبت کی تو انہیں بیٹے سے چالیس سال تک دوری کے ذریعے آزمایا گیا اور نبی نے حسن و حسینؓ سے محبت کی تو جبرئیلؑ نے آپ کو خبر دی کہ ان میں سے ایک کو زہر اور دوسرے کو قتل کیا جائے گا تاکہ آپؐ اپنے رب کے سوا کسی غیر سے وہ محبت نہ کریں۔[۱۷۳]

نماز عید: ❀ ❀ اہل ایمان کے لیے نماز عید کے لیے آتے جاتے راستہ بدلنا مستحب ہے کیونکہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ

---

۱۷۱ الصافات-۱۰۲

۱۷۲ الصافات-۱۰۶

۱۷۳ کتب احادیث میں ایسی کوئی بات ثابت نہیں۔

نبی اکرمؐ نماز عید کے لیے ایک راستہ سے گئے اور دوسرے راستہ سے واپس آئے۔اس کی حکمت میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس طرح اسلامی لشکر کو مشرکوں سے محفوظ رکھنا مقصود تھا بعض کا خیال ہے کہ واپسی پر اختصار سفر کے لیے راستہ تبدیل کیا کیونکہ آپؐ نے نیکیوں کے اضافے کے لیے طویل راستے کا انتخاب کیا اور واپسی پر مختصر راستہ سے تشریف لائے۔

بعض کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں راستے گواہ بن جائیں۔بعض کا خیال ہے کہ آپؐ جاتے وقت ایک قبیلے کے پاس سے گذرے واپسی پر دوسرے قبیلہ کے پاس سے تاکہ دونوں میں مساوات قائم رہے اس لیے کہ آپ کا دیدار صحابہ کے لیے باعث رحمت تھا۔ارشاد ہوا[ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے][۱۱۷۴] بعض کا خیال ہے کہ زمین انبیاء کے پاؤں تلے روندے جانے پر فخر کرتی ہے لہٰذا آپؐ نے راستہ بدلا تاکہ ایک راستہ دوسرے پر فخر نہ کر سکے۔

بعض کا کہنا ہے کہ جاتے ہوئے تو اللہ کے قصد سے گئے تھے جب کہ واپسی پر اہل وعیال کا قصد تھا اس لیے آپؐ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ جس راستے پر اللہ کے قصد سے گئے ہوں اس پر گھر والوں کے قصد کے ساتھ سفر کیا جائے لہٰذا آپؐ نے راستہ تبدیل کر لیا۔بعض نے یہ وجہ ذکر کی ہے کہ اگر آپؐ ایک ہی راستے کا انتخاب فرماتے تو مسلمانوں پر اسی راستے کی اتباع کرنا گراں ہو جاتا اور انہیں نماز عید سے واپسی پر اپنے گھروں تک پہنچنے میں مشقت اٹھانا پڑتی اس لیے آپؐ نے راستہ بدل کر یہ تعلیم دی کہ جدھر سے کوئی چاہے جا سکتا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ آپؐ نے منافقوں اور کافروں کی سازشوں کے پیش نظر راستہ تبدیل کیا تھا۔بعض کا خیال ہے کہ آپؐ چونکہ صدقہ کرتے ہوئے آتے جاتے تھے اس لیے راستہ بدل لیا تاکہ زیادہ سے زیادہ فقیر اور محتاج فائدہ حاصل کر سکیں۔ بعض کے نزدیک راستہ تبدیل کرنے کی حکمت یہ تھی کہ لوگ عیدگاہ میں ہر طرف سے آتے ہیں اگر وہ سب ایک ہی راستہ اختیار کرتے تو راستہ میں بھیڑ ہو جاتی جس سے گذرنے میں دشواری کا سامنا ہوتا۔

عید الضحیٰ اور قربانی کی فضیلت: ۞ ۞ عبداللہ بن قرط سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے: اللہ کے نزدیک سب سے عظیم دن عید الضحیٰ ہے۔[۱۱۷۵] مروی ہے کہ آپؐ حضرت فاطمہؓ کو فرماتے تھے کہ وقت قربانی جانور کے پاس کھڑی ہو جایا کرو اس لیے کہ جانور کے خون کا قطرہ گرنے سے پہلے تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور یہ دعا پڑھو: میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت (سب کچھ) اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔[۱۱۷۶] نبی اکرمؐ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ نے عرض کیا الٰہی! اگر امت محمدیہ میں سے کوئی قربانی کرے تو اسے کتنا ثواب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اسے جانور کے ہر بال کے عوض دس نیکیاں ملیں گی، دس گناہ ختم ہوں گے اور دس درجے بلند کئے جائیں گے۔ پوچھا، یا اللہ! جب وہ جانور کا پیٹ

۱۱۷۴ الانبیاء-۱۰۷

۱۱۷۵ احمد۴/۳۵۰-الحاکم۴/۲۲۱-الارواء۷/۱۹

۱۱۷۶ الحاکم۴/۹۹-سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ(۵۲۸)العلل(۱۵۹۶)

پھاڑے تو پھر کتنا ثواب ہے؟ فرمایا: جب وہ اپنی قبر سے اٹھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بھوک' پیاس اور ہولناکیوں سے محفوظ فرمادیں گے' اے داؤدؑ! اسے تو ہر بوٹی کے بدلے بختی اونٹ کے برابر ایک پرندہ ملے گا' ہر بازو کے عوض ایک جنتی سواری ملے گی' ہر بال کے عوض جنتی محل ملے گا' سر کے ہر بال کے عوض جنتی حور ملے گی جس کا جسم سفید اور آنکھیں خوبصورت ہوں گی' داؤدؑ! کیا تمہیں علم نہیں کہ قربانیاں تو سواریاں ہیں! یہ گناہ مٹاتی ہیں' مصیبتیں ٹالتی ہیں' قربانی کا حکم عام کرو کیونکہ یہ مؤمن کے لیے فدیہ ہے۔ جیسے حضرت اسحاقؑ کے لیے یہ فدیہ ثابت ہوئی تھی۔[۱۱۷۷]

حدیث نبویؐ ہے: قربانیاں عمدہ قسم کی کیا کرو کیونکہ یہ روز قیامت تمہاری سواریاں ہوں گی۔ حضرت علیؓ نے ''یوم نحشر...... '' آیت پڑھ کر فرمایا: عمدہ سواریوں پر سوار ہو کر آنے والوں کو وفد کہا جاتا ہے۔ یہ عمدہ سواریاں ان کی قربانیاں ہوں گی ان کے بدلے انہیں ایسی سواریاں عطا کی جائیں گی کہ ان جیسی خوبصورت کسی نے نہیں دیکھیں۔ ان پر سونے کے کجاوے ہوں گے' ان کی مہاریں زبرجد کی ہوں گی' یہی سواریاں انہیں جنت تک چھوڑ آئیں گی حتی کہ یہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: قربانی خوشی اور رغبت کے ساتھ کیا کرو کیونکہ جس شخص نے اپنا قربانی کا جانور قبلہ رخ کر کے ذبح کیا تو اس کا خون اور بال قربانی کرنے والے کے لیے قیامت تک محفوظ کر لیے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ خون اللہ کے لیے زمین پر گرتا ہے' اس میں خرچ تھوڑا ہے مگر ثواب بہت زیادہ ہے۔[۱۱۷۸] نبی اکرمؐ نے دو چتکبرے' سینگوں والے اور خوب موٹے تازے دُنبے ذبح کیے' آپؐ نے انہیں پہلو کے بل لٹا کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَ عَنْ اُمَّتِه. پڑھ کر ذبح کیا۔[۱۱۷۹]

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے دس ذوالحجہ کو دو مینڈھوں کی قربانی دی۔[۱۱۸۰] ہمیں ھبۃ اللہ نے محمد بن احمد نے قاضی محمد سے اس نے محمد بن جعفر سے اس نے علی بن منذر از ابن فضیل از ہشام از عروہ از ابیہ از عائشہؓ سے روایت بیان فرمائی کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص عیدالضحیٰ کے دن قربانی کے لیے اپنے جانور کے قریب جاتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے جنت کے قریب کر دیتے ہیں۔ جب جانور ذبح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے خون کے پہلے قطرے پر اس کے تمام گناہ بخش دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قربانی کو روز محشر اس کے لیے سواری بنا دیں گے اور اس کے بال اور اون کے عوض اسے نیکیوں سے نوازا جائے گا۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے دو چتکبرے' سینگوں والے' موٹے تازے دو دنبوں کی قربانی دی' بسم اللہ پڑھ کر ان

۱۱۷۷ حلیۃ الاولیاء ۵/۱۶۶- الدر المنثور ۱/۲۱۱۔

۱۱۷۸ مصنف عبدالرزاق (۸۱۶۷) (۱۲۲۳۴)

۱۱۷۹ ابوداؤد (۲۷۹۴)

۱۱۸۰ الاتحاف ۳/۴۰۵

کی گردنوں پر پاؤں رکھ کر ذبح فرمایا[۱۱۸۱] ابوعبید: ''املح'' (چتکبرا) وہ جانور ہے جس میں سفیدی اور سیاہی ہو البتہ سیاہی کا غلبہ ہو۔اس کی آنکھیں بھی سیاہ ہوں پیٹ بھی سیاہ ہو۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے حکم فرمایا: سینگوں والا : نبہ لاؤ جس کے ہاتھ پاؤں سیاہ ہوں' آنکھیں اور پیٹ بھی سیاہ ہو۔ جب اسے لایا گیا تو آپ نے اسے لٹا کر **بسم اللّٰہ اکبر اللّٰھم تقبل من محمّد و آل محمّد ومن امۃ محمّد** دعا پڑھ کر اسے ذبح کیا۔[۱۱۸۲] حدیث میں لفظ ہیں کہ ''وہ سیاہی میں چلے'' محدثین نے اس کا یہ معنی اخذ کیا ہے کہ وہ خوب موٹا تازہ ہو اور گوشت کی کثرت کی وجہ سے گویا وہ اپنے سایہ میں چلتا ہو' سایہ میں دیکھتا ہو اور سایہ میں ہی بیٹھتا ہو لیکن لغویوں کے نزدیک اس جملے کا معنی ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں' دو آنکھیں اور پیٹ سیاہ ہو۔

عیدالضحیٰ کی رات کی نماز: ❀❀ عیدالضحیٰ کی رات دوگانہ نفل ادا کیے جائیں۔ ہر رکعت میں پندرہ مرتبہ سورۃ فاتحہ' پندرہ مرتبہ سورۃ اخلاص' پندرہ مرتبہ سورۃ الفلق اور پندرہ مرتبہ ہی سورۃ الناس پڑھی جائے پھر سلام پھیر کر تین مرتبہ آیت الکرسی اور پندرہ مرتبہ استغفار کرے پھر جو چاہے دعا مانگے خواہ دنیا کے لیے خواہ آخرت کے لیے۔

قربانی سنت ہے:[۱۱۸۳] ❀❀ قربانی مسنون عمل ہے جسے ترک کرنا غیر مستحب ہے بالخصوص وہ شخص جو قربانی کی استطاعت بھی رکھتا ہو۔ امام احمدؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا یہی قول ہے جب کہ دوسرے ائمہ کے نزدیک قربانی واجب ہے۔

قربانی کے مستحب اور غیر واجب ہونے کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی بیان کردہ حدیث ہے کہ نبیؐ نے فرمایا' مجھے قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب کہ یہ تمہارے لیے سنت ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں جب کہ وہ تمہارے لیے مسنون ہیں۔ قربانی وتر اور صبح کی سنتیں۔[۱۱۸۴] حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: جب ذوالحجہ کا چاند طلوع ہو جائے تو قربانی کرنے والا اپنے بال اور کھال نہ چھوئے یعنی بال اور ناخن وغیرہ نہ کاٹے۔[۱۱۸۵] اس حدیث میں بھی آپؐ نے قربانی کو ارادے کے ساتھ موقوف فرمایا ہے جب کہ واجب عمل میں ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قربانی واجب نہیں۔

قربانی کے لیے کون سا جانور افضل ہے؟: ❀❀ سب سے افضل اونٹ ہے پھر بیل وغیرہ پھر بکری وغیرہ۔ بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ بھی کافی ہے[۱۱۸۶] البتہ بکری کا ایک سالہ بچہ جو دوسرے سال میں پہنچ چکا ہو وہ کفایت کرتا ہے۔ یعنی بھیڑ کا ''جذعہ'' اور

۱۱۸۱ ابوداؤد (۲۷۹۴)

۱۱۸۲ احمد ۶/۷۸- البیہقی ۹/۲۶۶

۱۱۸۳ قربانی مسنون عمل ہے۔ نبیؐ مدینے میں دس سال رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔ البتہ قربانی کی فرضیت کے متعلق کوئی صحیح حدیث موجود نہیں۔

۱۱۸۴ احمد ۱/۲۳۱- البیہقی ۲/۴۶۸

۱۱۸۵ احمد ۶/۲۸۶- البیہقی ۹/۲۶۶

۱۱۸۶ ''جذعہ'' بعض کے نزدیک چھ ماہ کا اور بعض کے نزدیک ایک سالہ بھیڑ کا بچہ ہے جسے کھیرا بھی کہا جاتا ہے اس کی قربانی اس صورت میں

دوسرے جانوروں سے ''ثنیہ'' کفایت کرتا ہے۔ جذعہ چھ ماہہ بچے کو کہا جاتا ہے۔ بکری کا ثنیہ یکسالہ بچہ، بیل کا ثنیہ دو سالہ بچہ اور اونٹ کا ثنیہ پانچ سالہ ہوتا ہے۔ بکری وغیرہ ایک کی طرف سے جب کہ اونٹ، گائے سات افراد کی طرف سے کافی ہے۔ افضل جانور سفید ہے پھر زرد اور پھر سیاہ ہے۔ جانور کا اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے البتہ اگر کوئی ذبح نہیں کر سکتا تو پھر بھی اسے جانور کی قربانی کے وقت موجود رہنا چاہیے۔ گوشت کے تین حصے کیے جائیں، ایک حصہ گھر کے لیے، دوسرا خیرات کے لیے اور تیسرا تحائف کے لیے۔ معیوب جانوروں کی قربانی ممنوع ہے۔ عیب پانچ طرح کے ہیں اگر کسی جانور میں ان پانچ عیوب میں سے کوئی عیب پایا جائے تو اس کی قربانی ممنوع ہے۔

سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی درست نہیں، کان کٹے کی قربانی بھی جائز نہیں یعنی جس جانور کے کان یا سینگ کا زیادہ حصہ ٹوٹا ہو یا کٹ چکا ہو اسے ذبح نہ کیا جائے۔ بعض کے نزدیک جس جانور کا تہائی کان یا سینگ نہ ہو اس کی قربانی درست نہیں۔ اسی طرح بے سینگ جانور کی قربانی بھی جائز نہیں کیونکہ صحیح قول کے مطابق یہ بھی سینگ کٹے کے حکم میں ہے۔[۱۱۸۷] بالکل ظاہر اندھے جانور کی قربانی ممنوع ہے یعنی جس کی آنکھیں اندر دھنس گئی ہوں اور وہ بینائی سے محروم ہو۔ ایسے دبلے پتلے جانور کی قربانی جائز نہیں کہ جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔ ایسا لنگڑا جانور جسے لنگڑے پن کی وجہ سے باہر چھوڑ دیا گیا ہو اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ ایسا بیمار کہ جس کی بیماری واضح ہو اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ خارش والا جانور بھی منع ہے اس لیے کہ خارش گوشت کو خراب کر دیتی ہے۔

نبیؐ نے ''مقابلہ'' (جس کے کان کا اگلا حصہ کٹا ہو) کی قربانی سے منع کیا ہے۔ ''مدابرہ'' جس کے کان کا پچھلا حصہ کٹا ہو، اس کی قربانی سے منع کیا ہے۔ ''خرقاء'' داغنے کی وجہ سے جس کے کان میں سوراخ ہو، اس کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔ ''شرفاء'' جس کے کان میں چیرا ہو اس کی قربانی سے بھی منع فرمایا ہے لیکن یہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے تاہم بہتر یہی ہے کہ ایسے جانوروں سے بھی اجتناب کیا جائے۔ قربانی تین دن تک جائز ہے یعنی دسویں تاریخ بعد از نماز عید سے گیارہویں اور بارہویں تاریخ تک۔ اکثر فقہاء کا یہی قول ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک عید کے دن کے علاوہ تین دن ایام تشریق کے ہیں یعنی قربانی چار دن تک جائز ہے۔ حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ سے تین دن منقول ہیں۔ اگر کوئی شخص نماز عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر لے تو وہ جانور صرف گوشت کے لیے ذبح کیا گیا ہے اس سے قربانی کا ثواب نہیں ملے گا جیسا کہ منصور از شعبی از براء بن عازب سے مروی ہے کہ نبیؐ نے عید الضحیٰ کے دن بعد از نماز خطبہ ارشاد فرمایا: جس شخص نے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی،

لله میں جائز ہے جب ''دوندا'' جانور حاصل کرنے میں دشواری ہو۔ اگر ''دوندے'' کے حصول میں دشواری نہیں ہے تو اس صورت میں جذعہ قربان کرنا جائز نہیں۔ دیکھیے: (مسلم-۵۰۸۲)

۱۱۸۷ بے سینگ جانور کی قربانی کی جا سکتی ہے البتہ سینگ کٹے کی قربانی احادیث کی روشنی میں چونکہ ایک عیب ہے اس لیے ایسے جانور کی قربانی سے اجتناب ضروری ہے۔

ہماری قربانی جیسی قربانی دی اس نے قربانی کا ثواب حاصل کر لیا اور جس نے نماز سے پہلے جانور ذبح کیا تو وہ محض گوشت کی بکری ہے۔ ابو بردہؓ نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہؐ! میں نے نماز سے پہلے یہ سوچ کر قربانی کر لی ہے کہ یہ دن کھانے پینے کا ہے لہٰذا میں نے قربانی میں جلدی کر لی اور اس کا گوشت ہم سب گھر والوں نے کھایا اور ہمسایوں کو بھی کھلایا ہے' آپؐ نے فرمایا یہ محض گوشت والی بکری ہے' ابو بردہؓ نے عرض کیا' میرے پاس بھیڑ کا چھ ماہہ بچہ ہے جس میں گوشت والی دو بکریوں سے بھی زیادہ گوشت ہے کیا مجھے اس کی قربانی کفایت کرے گی فرمایا: ہاں لیکن تمہارے بعد کسی اور کے لیے یہ کافی نہیں۔[۱۱۸۸]

اسود بن قیسؓ سے مروی ہے کہ ایک روز میں نبیؐ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے پاس کچھ لوگ آئے جنہوں نے نماز سے پہلے جانور ذبح کر لیے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی ہے وہ دوبارہ قربانی کرے۔[۱۱۸۹] ایک روایت کے لفظ ہیں کہ جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی ہے وہ دوبارہ قربانی کرے اور جس نے نماز سے پہلے قربانی نہیں کی اسے نماز کے بعد قربانی کرنی چاہیے۔[۱۱۹۰]

ایام تشریق: ❀ ❀ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ [اللہ کا ذکر گنے چنے دنوں میں کرو][۱۱۹۱] ذکر سے مراد پنجگانہ نمازوں کے بعد تکبیرات کہنا ہے۔ اسی طرح جمرات پر بھی ہر کنکر کے ساتھ تکبیر کہی جائے اور اس کے علاوہ اوقات میں بھی ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کے آغاز سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز تک یہ تکبیرات کہنا مستحب ہے۔

''گنے چنے'' دنوں سے مراد منیٰ کے تین دن ہیں اور ''معلوم'' دنوں سے مراد ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے اور قرآن مجید سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے [جو دو دن کے بعد (منیٰ سے نکلنے میں) جلدی کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے] حاجی ایام تشریق میں منیٰ سے دو یا تین دن کے بعد رخصت ہوتے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گنتی کے دنوں میں اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اس سے مراد ایام تشریق یعنی عید الضحیٰ کے بعد تین دن ہیں۔ انہیں چند دن اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ زندگی کے مقابلے میں کچھ دن ہیں۔ اسی طرح سورۃ یوسف میں ارشاد قرآنی ہے [انہوں نے اس (یوسف) کو کھوٹی نقدی اور چند درہموں سے خرید لیا][۱۱۹۲] ایام تشریق کو گنے چنے دن اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دن حج میں گنے جاتے ہیں اور ان دنوں میں حاجی حج کے افعال سے' مزدلفہ میں رات گذار کر اور منیٰ میں شیطانوں کو کنکر مار کر فارغ ہو جاتے ہیں۔

زجاج کا کہنا ہے کہ لغت میں لفظ معدودات قلیل چیز کے لیے مستعمل ہے اسی لیے ایام تشریق کو ایام معدودات کہا گیا

۱۱۸۸ بخاری ۲/۲۱- ابوداؤد (۲۸۰۰)

۱۱۸۹ احمد ۴/۳۱۳

۱۱۹۰ بخاری ۷/۱۳۲- البیہقی ۹/۲۶۲- ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں۔

۱۱۹۱ البقرۃ-۲۰۳

۱۱۹۲ یوسف-۲۰

ہے کیونکہ یہ تھوڑے ہیں (صرف تین دن) لہٰذا گنے چنے دنوں سے مراد ایام تشریق ہیں اور ذکر سے مراد تکبیرات ہیں۔ نافع ابن عمر سے بیان کرتے ہیں کہ ایام تشریق عید کا دن ملا کر دو دن مزید ہیں۔ ابراہیم نخعی کا کہنا ہے کہ گنے چنے دنوں سے مراد ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں اور معلوم دنوں سے مراد قربانی کے دن ہیں۔

مذکورہ آیت اور مذکورہ سے پیوستہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ذکر کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا [اپنے آباء کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ اللہ کا ذکر کرو] [193] اس آیت کا شان نزول مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ عرب والے حج سے فارغ ہوکر بیت اللہ کے پاس اپنے آباؤ اجداد کے فخریہ کارناموں کو بیان کرتے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ میرا والد بڑا مہمان نواز تھا' لوگوں کو کھانا کھلاتا' قربانیاں کرتا' قیدی آزاد کرواتا' غلام آزاد کرواتا اور فلاں فلاں کام کیا کرتا تھا' اس طرح وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا ذکر کرنے کا حکم دیتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی [اللہ کا ذکر اپنے آباء کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکر کرو] [194] اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا ذکر کرو کیونکہ میں نے تمہیں اور تمہارے آباؤ اجداد کو پیدا کیا اور ان کے ساتھ احسان کیا ہے۔ سدی: جب اہل عرب احکام حج اور قیام منیٰ سے فارغ ہو جاتے تو ایک شخص کھڑا ہوکر اللہ سے دعا مانگتا: الٰہی! میرا والد بڑا مہمان نواز تھا' اس کی دہلیز بڑی کشادہ تھی' وہ بڑا مال دار تھا' الٰہی! مجھے بھی مال سے نواز۔ وہ اللہ کا ذکر کرنے کی بجائے اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے تھے اور دنیا طلب کرتے تھے۔ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ابن عباسؓ، عطاء' ربیع' ضحاک فرماتے ہیں: اللہ کو اس طرح یاد کرو جس طرح چھوٹے بچے اپنے والدین کو یاد کرتے ہیں۔ بچے جب بولنا شروع کرتے ہیں تو ابو' امی کہہ کر پکارتے ہیں پھر از راہ محبت اپنے والدین سے لپٹ جاتے ہیں۔ عمر بن مالک ابوالجوزاء سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ مجھے مذکورہ آیت کی تفسیر بتایئے کیونکہ کوئی دن ایسا بھی گذرتا ہے کہ کوئی اپنے والد کو یاد نہیں کرتا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے والدین کو برا بھلا کہے تو تمہیں غصہ آتا ہے اس سے زیادہ غصہ اس وقت آنا چاہیے جب کسی کو اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھو۔ محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں: اس آیت میں ''او'' بمعنیٰ ''بل'' ہے جس طرح قرآن مجید میں او یزیدون میں او بمعنیٰ ''بل'' ہے۔ بلکہ زیادہ کی طرف رسول بھیجا۔ مقاتل فرماتے ہیں: او اشد ذکرا۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ ذکر کرو جیسے فرمایا: بلکہ اس سے بھی سخت۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنا۔

ذکر کے معنی: ۞ ۞ قرآن مجید میں ذکر کئی معانی کے لیے مستعمل ہے جیسے تورات کے لیے فرمایا: اہل ذکر (تورات) سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔ [195] قرآن کے لیے فرمایا: یہ برکت والا ذکر (قرآن) ہے جسے ہم نے نازل کیا۔ [196] لوح محفوظ کے

۱۹۳۔ البقرۃ-۲۰۰ ۱۹۴۔ ایضاً
۱۹۵۔ الانبیا-۷
۱۹۶۔ الانبیاء-۵۰

لیے فرمایا: ہم نے لوح محفوظ کے بعد زبور میں لکھا۔[۱۱۹۷] وعظ و نصیحت کے لیے فرمایا: جب انہوں نے نصیحتوں کو بھلا دیا۔[۱۱۹۸] رسولؐ کے لیے فرمایا: اللہ نے تمہاری طرف ذکر (رسول) اتارا۔[۱۱۹۹] خیر کے لیے فرمایا: یہ اس کی خبر ہے جو میرے ساتھ ہے اور جو مجھ سے پہلے ہے۔[۱۲۰۰] شرف عظمت کے لیے فرمایا: یقیناً یہ آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے شرف ہے۔[۱۲۰۱] تورات کے لیے فرمایا: وہ (تورات) پڑھنے والوں کے لیے ذکر ہے۔[۱۲۰۲] نماز کے لیے فرمایا: اللہ کے لیے نماز پڑھو، جس طرح اس نے تمہیں تعلیم ہے۔[۱۲۰۳] نماز عصر کے لیے فرمایا: میں نے اپنے رب کے ذکر (عصر) پر اپنے مال کو ترجیح دی۔[۱۲۰۴] جمعہ کے لیے فرمایا: (نماز) جمعہ کے لیے فوراً پہنچو۔[۱۲۰۵] شفاعت کے لیے فرمایا: اپنے مالک کے پاس میری شفاعت کرنا۔[۱۲۰۶] اطاعت کے لئے فرمایا۔ تم میری اطاعت کرو میں تمہاری بخشش کردوں گا۔[۱۲۰۷] ندامت کے لیے فرمایا: جب وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کے حضور دل سے نادم ہوتے ہیں اور زبان سے استغفار کرتے ہیں۔[۱۲۰۸] تکبیر کے لئے فرمایا: گنتی کے دنوں میں تکبیرات پکارو۔[۱۲۰۹]

ایام تشریق کی وجہ تسمیہ: ❀❀ ایام تشریق کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک: مشرک کہا کرتے تھے اے کوہ ثبیر! (دھوپ سے) چمک جا تا کہ ہم منیٰ کی طرف روانگی کریں کیونکہ مشرک مزدلفہ سے منیٰ کی طرف اس وقت کوچ کرتے تھے جب کوہ ثبیر پر اچھی طرح دھوپ پھیل جاتی تھی۔ دین اسلام نے اس جاہلانہ رسم کو ختم فرمادیا اور حکم دیا کہ مشرکوں کی مخالف اختیار کرو اور طلوع سورج سے پہلے ہی منیٰ کی طرف کوچ کرو۔

بعض دیگر اہل علم: چونکہ ان دنوں میں لوگ قربانیوں کا گوشت خشک (کرکے سٹور) کیا کرتے تھے اس لیے ان دنوں کو ایام تشریق کہا جاتا ہے۔ تشریق کا معنی ہے گوشت کے ٹکڑوں کو دھوپ میں خشک کونا۔ خشک شدہ گوشت کو قدید کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید الضحیٰ کے دن دوگانہ نماز کو تشریق کہتے ہیں یہ لفظ ''شروق الشمس'' سے مشتق ہے جب سورج اچھی طرح چمکنے لگتا ہے تو عید الضحیٰ کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور جس جگہ نماز عید ادا کی جاتی ہے اسے مشرق کہا جاتا ہے کیونکہ لوگ طلوع سورج کے بعد وہاں پہنچتے ہیں۔ اس لیے عید الضحیٰ کے دن کو یوم تشریق کہا جاتا ہے پھر گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخ کو بھی ایام تشریق سے موسوم کر دیا گیا۔

۱۱۹۷	الانبیاء-۱۰۵	۱۱۹۸	الانعام-۴۴
۱۱۹۹	الطلاق-۱۰	۱۲۰۰	الانبیاء-۲۴
۱۲۰۱	الزخرف-۴۴	۱۲۰۲	هود-۱۱۴
۱۲۰۳	البقرۃ-۲۳۹	۱۲۰۴	ص-۳۲
۱۲۰۵	الجمعۃ-۹	۱۲۰۶	یوسف-۴۲
۱۲۰۷	البقرۃ-۱۵۲	۱۲۰۸	آل عمران-۱۳۵
۱۲۰۹	(البقرۃ-۲۰۳		

ذوالنون مصریؒ سے پوچھا گیا کہ موقف کو مشعر کیوں کہا جاتا ہے حرم کیوں نہیں کہا جاتا؟ فرمایا: اس لیے کہ کعبہ اللہ کا گھر ہے حرم اس کا پردہ ہے اور مشعر اس کا دروازہ ہے۔ جب حاجی بیت اللہ کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پہلے دروازے پر ٹھہراتے ہیں تا کہ وہ عاجزی کا اظہار کرے۔ پھر دوسرے پردے کے پاس آتا ہے جسے مزدلفہ کہا جاتا ہے وہاں عاجزی پیش کرتا ہے۔ پھر جب اس کی عاجزی قبول کی جاتی ہے تو اسے قربانی کا حکم ملتا ہے' قربانی کر کے وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے پھر طہارت کر کے بیت اللہ کا دیدار کرتا ہے۔ پوچھا گیا کہ ایام تشریق میں روزہ کیوں منع ہے؟ جواب دیا کہ حاجی اللہ کے مہمان بن کر آتے ہیں اور میزبان کے پاس روزہ دار بن کر آنا مناسب نہیں۔ پھر پوچھا گیا کہ کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر لٹکنے کی کیا وجہ ہے؟ اس کی مثال ایسے ہے جیسے مالک کا نافرمان سفارشی ڈھونڈ کر اس کا دامن پکڑ لیتا ہے اور گریہ زاری کرتا ہے کہ اس کی معافی کروا دے۔

تکبیرات ایام تشریق: ❁ ❁ ایام تشریق کی تکبیرات میں اختلاف ہے۔ نافع' ابن عمرؓ اور حضرت عمرؓ ایام تشریق میں' نمازوں کے بعد' مجالس میں' بستروں پر' خیموں میں اور راستوں میں تکبیرات کہا کرتے تھے' ان کی تکبیرات کے ساتھ لوگ بھی تکبیریں پکارتے تھے اور وہ قرآن کی آیت تکبیرات پر عمل کرتے تھے۔ تکبیرات کے مسنون ہونے پر علماء متفق ہیں لیکن ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔

حضرت علیؓ عرفہ کی صبح سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی عصر کی نماز تک تکبیریں کہا کرتے تھے۔ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی موقف ہے۔ امام شافعی کا ایک قول یہی ہے اور ابو یوسف اور محمد بن حسن کا بھی یہی مذہب ہے۔ تمام اقوال میں یہی راجح ہے۔ عبداللہ بن مسعود عرفہ کی نماز فجر سے لے کر عید الضحیٰ کی نماز عصر تک تکبیریں پکارتے تھے۔ امام ابوحنیفہ اس پر عمل پیرا ہیں۔ ابن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ نماز عید سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی عصر تک تکبیرات پر عمل کرتے تھے۔ عطاء اور شافعی کا ظاہر قول یہی ہے۔ عید الضحیٰ کی نماز ظہر سے لے کر آخری دن کی عصر کی نماز تک حاجیوں کی پیروی کرتے ہوئے تکبیریں کہی جائیں یہ امام مالک کا مذہب ہے۔ امام شافعی کا تیسرا قول یہ ہے کہ عید کی نماز مغرب سے لے کر دوسرے دن کی نماز فجر تک تکبیریں کہی جائیں۔

تکبیروں کے الفاظ: ❁ ❁ ابن مسعود ان الفاظ سے تکبیریں کہتے تھے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ امام احمد' امام ابوحنیفہ اور اہل عراق کا یہی قول ہے۔ امام مالک ان الفاظ سے کہتے' اَللّٰهُ اَكْبَرُ (پھر وقف کرتے) اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

سعید بن جبیر اور حسین یوں کہتے: اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر (تسلسل کے ساتھ) لا الہ الا اللہ۔ امام شافعی اور اہل مدینہ اسی پر کاربند ہیں۔ قتادہ اس طرح کہتے تھے: اللہ اکبر کبیرا اللہ اکبر علی ما ھدانا اللہ اکبر وللہ الحمد۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: منیٰ کے ایام کھانے' پینے اور ذکر اللہ کے دن ہیں۔[۱۲۱۰]

۱۲۱۰ البیہقی (۱۷۱۹) الصحیحہ ۳/۲۷۷

جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: منیٰ کے دن کھانے' پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔[۱۲۱۱]

جعفر بن محمد ایک اور حدیث نبویؐ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک منادی سے ایام تشریق میں اعلان کرایا کہ یہ کھانے پینے اور جماع کے دن ہیں۔[۱۲۱۲]

حالت احرام میں تکبیریں: ❀❀ اگر کوئی احرام کی حالت میں ہو تو عید الضحیٰ کی ظہر کی نماز سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن تک ہمارے امام کے نزدیک تکبیرات نہ کہے البتہ فرض نماز با جماعت ادا کر کے تکبیرات کہہ سکتا ہے مگر تنہا اگر فرض یا نفل ادا کرے تو پھر تکبیرات نہ کہے۔

عید کی تکبیریں: ❀❀ مذکورہ بالا تکبیریں ہی عید کے دن بلکہ عید کی رات سے پکارنا شروع کر دے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے [تاکہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کا نام بلند کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت دی ہے][۱۲۱۳] عید کی رات سے تکبیرات کا آغاز غروب آفتاب کے بعد سے کیا جائے اور اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رہے جب تک کہ امام عید کے خطبے سے فارغ نہ ہو جائے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عید کے دن تکبیریں مسنون نہیں ہیں۔ امام مالک کا قول ہے کہ رات کو تکبیریں نہ پکاری جائیں البتہ دن میں پکار لی جائیں اور اس کا وقت عید گاہ میں امام کے حاضر ہونے تک ہے۔ امام شافعی کے نزدیک تکبیریں کا وقت عید رات کو غروب آفتاب سے لے کر امام کے دونوں خطبوں تک ہے۔ امام موصوف کا ایک قول یہ بھی ہے کہ عید رات کو غروب آفتاب کے بعد سے لے کر عید کے دن عید گاہ میں امام کے حاضر ہونے تک ہے اور ایک قول اس طرح بھی ہے کہ نیت باندھنے تک۔ ہے اور ایک قول میں امام کے نماز سے فارغ ہونے تک ہے۔

عاشوراء کی فضیلت: ❀❀ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ ہے...... الخ][۱۲۱۴] ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے اور محرم بھی اللہ کے نزدیک حرمت والا مہینہ ہے۔ اسی محرم کی دسویں تاریخ کو عاشوراء کہا جاتا ہے' عاشوراء کے دن کی اطاعت و عبادت کا اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مقرر کر رکھا ہے۔[۱۲۱۵]

ابونصر اپنے والد کی سند سے مجاہد سے وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا اسے دس ہزار شہیدوں' دس ہزار حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ جس نے

۱۲۱۱ البیہقی (۱۷۱۹) الصحیحہ ۳/۲۷۷

۱۲۱۲ مسلم (۲۶۷۷) نسائی (۳۰۰۴) احمد ۲/۲۲۹ - دارمی ۲/۲۳ - ابن خزیمہ (۲۱۰۰)۔

۱۲۱۳ البقرۃ - ۱۸۵

۱۲۱۴ التوبۃ - ۳۶

۱۲۱۵ نبی کریمؐ نے عاشوراء کے روزے کی یہ فضیلت ذکر فرمائی ہے کہ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ سابقہ ایک سال کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں اور عرفہ کے روزے کے بدلے ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ مسلم (۲۷۴۷)

عاشوراء کے دن کسی یتیم کے سر پر دست شفقت رکھا اللہ تعالیٰ اس یتیم کے ہر بال کے عوض اس کے لیے جنت میں ایک درجہ بلند فرمائیں گے۔ جس نے عاشوراء کا ایک روزہ کھلوایا اس نے گویا پوری امت محمدؐ کا روزہ افطار کروایا اور سب کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ صحابہ نے عرض کی' اے اللہ کے رسولؐ! آیا اللہ تعالیٰ نے اس دن کو تمام دنوں پر فضیلت بخشی ہے؟ فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے اس دن آسمان پیدا کیے' پہاڑ بنائے' اسی دن سمندر پیدا کیے' اسی دن قلم اور لوح محفوظ کو پیدا کیا' آدمؑ کو پیدا کیا اور اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا' اسی دن ابراہیمؑ پیدا ہوئے اور اسی دن ان کے فرزند کے لیے فدیہ (ذبیحہ) دیا گیا' اسی دن فرعون غرق ہوا' ایوبؑ کو شفا ملی' آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی' داؤدؑ کا گناہ معاف ہوا' عیسیٰؑ پیدا ہوئے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔[۱۲۱۶]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور قیام کیا تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اسے ساٹھ سال کی عبادت کے ثواب سے نوازتے ہیں۔ جس نے یہ روزہ رکھا اسے ہزار شہداء کا ثواب حاصل ہوگا' اس کے لیے ساتوں آسمانوں والوں کا اجر لکھ لیا گیا۔ جس نے عاشوراء کے دن کسی مسلمان کا روزہ افطار کرایا گویا اس نے تمام امت محمدؐ کا روزہ افطار کرایا اور سب کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ جس نے عاشوراء کے روز کسی یتیم کے سر پر دست شفقت رکھا تو اس کے ہر بال کے عوض اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے درجات بلند فرمائیں گے۔

حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں عاشوراء کا دن عطا فرما کر فضیلت سے نوازا ہے: فرمایا بالکل! اللہ تعالیٰ نے اس دن ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں پیدا فرمائیں' پہاڑ اور تارے پیدا کیے' عرش اور کرسی پیدا کی' لوح و قلم پیدا کیے اور اسی دن جبرئیلؑ اور تمام فرشتوں کو پیدا کیا۔ اسی دن حضرت آدمؑ پیدا ہوئے' ابراہیمؑ پیدا ہوئے اور اسی دن اللہ نے انہیں نمرود کی آگ سے نجات دی' اسی دن آپ کے فرزند کے لیے فدیہ پیش کیا گیا جو جنتی دنبہ (مینڈھا) تھا۔ اسی دن فرعون غرق ہوا' اسی دن حضرت ادریسؑ کو فوت کیا' عیسیٰؑ کو زندہ اٹھایا' عیسیٰؑ اسی دن پیدا ہوئے' آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی' داؤدؑ کا گناہ بخشا گیا' سلیمانؑ کو بادشاہت ملی' اسی دن اللہ عرش پر جلوہ افروز ہوئے' اسی دن قیامت آئے گی' اسی دن سب سے پہلی بارش ہوئی' اسی دن پہلی رحمت نازل ہوئی' جو اس دن غسل کرے گا اسے مرض الموت کے علاوہ کوئی بیماری لاحق نہیں ہوگی' جو اس دن اثمد سرمہ لگائے گا سال بھر اس کی آنکھیں تکلیف میں مبتلا نہیں ہوں گی' جو اس دن کسی بیمار کی عیادت کرے گا اسے تمام لوگوں کی عیادت کا ثواب ملے گا' جو اس دن پانی پلائے گا اسے اتنا ثواب دیا جائے گا کہ اس نے کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ جو شخص عاشوراء کے دن چار رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورت الفاتحہ اور پچاس مرتبہ سورت الاخلاص پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سال آئندہ اور پچاس سال گذشتہ کے تمام گناہ معاف فرما دیں گے اور اس کے لیے ملا اعلیٰ میں ایک ہزار نور کے محل تعمیر کر دیں گے۔

ابوہریرہؓ سے مروی حدیث میں یہ ہے کہ دو دو کر کے چار رکعت ادا کرے' ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورت فاتحہ' ایک مرتبہ

۱۲۱۶۔ تنزیہ الشریعۃ ۲/۱۴۹۔

سورت زلزال، ایک مرتبہ سورت اخلاص پڑھ کر سلام پھیرے پھر نبیؐ پر درود و سلام بھیجے۔[۱۲۱۷]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل پر پورے سال میں صرف عاشوراء کا روزہ فرض تھا جو محرم کی دسویں تاریخ ہے لہٰذا تم سب اس دن روزہ رکھو اور کھانے پینے کے معاملے میں اہل و عیال پر فراخ دلی سے پیش آؤ۔ جس نے اس دن اپنے مال کے ساتھ اپنے گھر والوں پر فراخ دلی کا مظاہرہ کیا اس کے لیے اللہ تعالیٰ سال بھر فراخ دلی سے پیش آئیں گے۔ جس شخص نے اس دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسے اس کے چالیس سالوں کے گناہوں کا کفارہ بنا دیں گے۔ جو شخص عاشوراء کی رات عبادت کے ساتھ بسر کرے تو وہ اس طرح فوت ہوگا کہ اسے موت (کی مشقت) کا احساس نہیں ہوگا۔

حضرت علیؓ حدیث نبویؐ روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے عاشوراء کی رات عبادت میں گذاری، اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے اسے زندہ رکھیں گے۔

سفیان بن عینیہ جعفر کوفی سے اور وہ ابراہیم بن محمد سے (جو اہل کوفہ میں سب سے افضل تھے) روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نے فرمایا کہ انہیں یہ خبر پہنچی جس شخص نے عاشوراء کے دن اپنے اہل و عیال پر کشادگی کی، اللہ تعالیٰ سال بھر اس کے رزق میں کشادگی رکھیں گے۔ سفیان فرماتے ہیں کہ واقعی ہم پچاس سالوں سے فراخی کا تجربہ کر رہے ہیں اور ہم فراخی ہی دیکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں پر رزق کشادہ کیا اس کے لیے اللہ تعالیٰ سال بھر کشادگی کرتے رہیں گے۔[۱۲۱۸]

بعض اہل سلف سے منقول ہے کہ جس نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا تو یہ روزہ اس کے سال بھر کے چھوٹنے والے روزوں کا کفارہ بن جائے گا اور جس نے صدقہ کیا تو اس دن کا صدقہ سال بھر کے ان کے صدقوں کا کفارہ بن جائے گا جو اس سے چھوٹ گئے تھے۔ یحییٰ بن کثیر کا کہنا ہے کہ جو شخص اس دن کستوری سے مکس سرمہ لگائے تو سال بھر اس کی آنکھیں خراب نہیں ہوں گی۔ ابونصر اپنے والد کی سند سے ابوغلیط بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے میرے گھر میں ایک مولا دیکھا تو فرمایا، یہ پہلا پرندہ ہے جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا تھا۔[۱۲۱۹] قیس بن عبادہ کا قول ہے کہ وحشی درندے بھی روزہ رکھتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: رمضان کے روزوں کے بعد فضیلت والے روزے اللہ کے مہینے (محرم) کے ہیں اور فرضی اور رات کی نمازوں کے علاوہ سب سے افضل نماز عاشوراء کے دن کی نماز ہے۔[۱۲۲۰] حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبیؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے محرم کے مہینے میں ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور ایک قوم کی توبہ

۱۲۱۷ الموضوعات ۲/۱۲۲۔ تنزیہ الشریعۃ ۲/۸۹

۱۲۱۸ العلل المتناہیۃ ۲/۶۲۔ الدر المنثور ۶/۳۴۵۔

۱۲۱۹ اللآلی المصنوعۃ ۲/۶۲۔ الاسرار المرفوعۃ (۴۱۵) تذکرۃ الموضوعات (۱۱۸)

۱۲۲۰ مسند احمد ۲/۳۴۲۔ البیہقی (۴/۲۹۱) نسائی (۳/۲۰۶)

قبول فرمائیں گے۔[۱۲۲۱] حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ذوالحجہ کے آخری دن اور محرم کے پہلے دن کا روزہ رکھا اس نے جانے والے سال کو روزہ کے ساتھ ختم کیا اور آنے والے سال کو روزہ کے ساتھ شروع کیا اور یہ روزے اس کے لیے پچاس سالوں کا کفارہ بن جائیں گے۔[۱۲۲۲]

عروہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں: عاشوراء کا روزہ دور جاہلیت میں قریش رکھا کرتے تھے اور نبی اکرمؐ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب آپؐ مدینہ تشریف لے آئے تو آپؐ پر رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے اس کے بعد جو چاہتا عاشوراء کا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا چھوڑ دیتا تھا۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ مدینہ میں تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ یہودی عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا' روزہ کیوں رکھتے ہو؟ کہنے لگے اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ اور ان کی قوم کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی اس لیے ہم تعظیماً اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ نبیؐ نے فرمایا: ہم تم سے زیادہ موسیٰؑ کے حق دار ہیں لہٰذا آپ نے مسلمانوں کو اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم صادر فرما دیا۔[۱۲۲۳]

عاشوراء کی وجہ تسمیہ: ❀ ❀ عاشوراء کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ اسے عاشوراء اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ محرم کا دسواں دن ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک یہ دس بزرگیوں میں سے ایک بزرگی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو دس عظمتیں عطا فرمائیں جن میں ایک عظمت ماہ رجب سے ملی۔ رجب اللہ کا بہرا مہینہ ہے جس طرح یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے اسی طرح رجب تمام مہینوں سے افضل ہے۔ دوسری عظمت و بزرگی ماہ شعبان سے حاصل ہوئی جس طرح نبی اکرمؐ تمام انبیاء سے افضل ہیں اسی طرح شعبان تمام مہینوں سے افضل ہے۔

تیسری فضیلت رمضان سے ملی جیسے اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے افضل ہے اسی طرح رمضان تمام مہینوں سے افضل ہے۔ چوتھی فضیلت شب قدر سے نصیب ہوئی جو ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل ہے۔ پانچویں فضیلت عیدالفطر سے ملی جو جزا و انعام کا دن ہے۔ چھٹی بزرگی ذوالحجہ کے پہلے عشرہ سے ملی جس کے دس دن اللہ کے ذکر کے دن ہیں۔ ساتویں بزرگی عرفہ سے ملی جس کے ایک روزے سے دو سالوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ آٹھویں فضیلت عیدالضحیٰ سے ملی جو قربانی کا دن ہے۔ نویں فضیلت جمعہ سے ملی جو ہفتہ کے دنوں کا سردار ہے اور دسویں بزرگی عاشوراء کے دن سے جس کے روزے سے ایک سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور ان دنوں کا ہر لمحہ بڑا عظمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو امت محمدیہ کے گناہوں کو مٹانے کا ذریعہ بنایا ہے۔

۱۲۲۱ أمالی الشجری ۲/۴۵

۱۲۲۲ تنزیہ الشریعۃ ۲/۴۸۔ تذکرۃ الموضوعات (۱۱۸) الفوائد (۹۶)

۱۲۲۳ بخاری ۶/۱۲۱۔ فتح الباری (۸/۳۴۴)

بعض کے نزدیک عاشوراء کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے دس انبیاء کو دس فضائل سے نوازا ہے۔ حضرت آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی۔ حضرت ادریسؑ کا مقام بلند فرمایا۔ حضرت نوحؑ کی کشتی کوہ جودی پر آ کر رکی۔ حضرت ابراہیمؑ کو پیدا فرمایا' اپنا خلیل بنایا اور نمرود کی آگ سے نجات دی۔ داؤدؑ کی توبہ قبول فرمائی۔ سلیمانؑ کو دوبارہ بادشاہت عطا فرمائی۔ ایوبؑ کو پرانی طویل بیماری سے صحت عطا فرمائی۔ حضرت موسیٰؑ کو سمندر سے بچا کر فرعون کو غرق کیا۔ یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے نجات بخشی۔ عیسیٰؑ کو آسمانوں پر (زندہ) اٹھالیا اور ہمارے محبوب نبی حضرت محمدؐ کو پیدا فرمایا۔

عاشوراء میں اختلاف: ❀❀ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ عاشوراء محرم کا کون سا دن ہے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک یہ دس محرم ہے اور یہی راجح قول ہے جس کے متعلق ہم گفتگو کر آئے ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ محرم کا گیارھواں دن ہے جب کہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک یہ نو محرم کا دن ہے۔

حکیم بن اعرج سے مروی ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عباسؓ سے سوال کیا کہ عاشوراء کا روزہ کس دن رکھا جائے؟ جواب دیا' جب محرم کا چاند طلوع ہو تو گنتی کر کے نویں دن روزہ رکھو۔ میں نے پوچھا کیا اللہ کے رسولؐ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے' فرمایا: ہاں عبداللہ بن عباس سے ایک روایت میں ہے کہ نبیؐ عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اس کا حکم بھی دیا کرتے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ! یہود و نصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں۔ فرمایا: اگلے سال میں نو تاریخ کا روزہ رکھوں گا لیکن اگلے سال سے پہلے ہی آپؐ وفات پا گئے۔[١٢٢٤] دوسری روایت کے لفظ اس طرح ہیں: اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو اس دن نو تاریخ کو روزہ رکھوں گا تاکہ عاشوراء کا دن ضائع نہ ہو۔[١٢٢٥]

یوم عاشوراء (دس محرم) کی فضیلت: ❀❀ اس دن حضرت امام حسینؓ شہید ہوئے' حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرمؐ میرے گھر تشریف فرما تھے کہ اسی اثنا حسینؓ تشریف لے آئے۔ فرماتی ہیں کہ میں دیکھنے لگی کہ حسین نبی اکرمؐ کے سینے پر بیٹھ کر کھیلنے لگے۔ آپؐ کے ہاتھ میں تھوڑی سی مٹی تھی اور آپ کے آنسو جاری تھے۔ جب حسینؓ چلے گئے تو میں نے اللہ کے رسولؐ کے پاس جا کر عرض کی' یا رسول اللہؐ! میرے والدین آپ پر نثار! آپ کے ہاتھ میں مٹی ہے اور آپ رو رہے ہیں؟ فرمایا: حسین میرے سینے پر کھیل رہا تھا کہ جبریلؑ آئے اور مجھے اس مقام کی مٹی دے گئے' جہاں انہیں شہید کیا جائے گا اس لیے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

حسن بصری فرماتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک نے نبیؐ کو خواب میں دیکھا آپؐ اسے خوشخبری فرماتے ہیں اور ان سے محبت بھری باتیں کرتے ہیں۔ صبح کے وقت سلمان نے حضرت حسنؓ سے اپنا خواب بیان کیا۔ حسن نے کہا ممکن ہے کہ تم نے اہل بیت سے حسن سلوک کیا ہو۔ بولا' ہاں' میں نے یزید بن معاویہ کے بیت المال میں امام حسینؓ کا سر دیکھا اور اسے پانچ ریشمی

١٢٢٤ مسلم (٢٦٦٦)

١٢٢٥ احمد ١/٢٣٦ - الاتحاف ٤/٢٥٥۔

کپڑوں کا کفن دیا پھر اپنے دوستوں کی جماعت کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی اور اسے قبر میں دفنا دیا۔ حسن بصری نے کہا اسی لیے نبیؐ آپ سے خوش تھے۔ سلمان نے حسن کے لیے تحائف کا حکم صادر فرمایا اور ان کے ساتھ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔

حمزہ بن زیارت: میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی اکرمؐ اور حضرت ابراہیمؑ مل کر حسینؓ کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں۔ ہمیں ابونصر نے اپنی سند سے محمد سے خبر دی کہ جس دن حضرت حسین شہید ہوئے اس دن ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے جو تا قیامت آپ پر روتے رہیں گے۔

دس محرم کے روزے پر اعتراض: ❁ ❁ بعض لوگ اس عظمت والے دن کی عظمت پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس دن روزہ نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ اس دن حضرت حسینؓ کو شہید کیا گیا تھا لہٰذا یہ دن لوگوں کے اظہار افسوس کا ہے نہ کہ روزہ رکھ خوشی منانے کا' جس طرح تم لوگ کہتے ہو کہ یہ خوشی منانے کا دن ہے' اہل وعیال پر خوب خرچ کرنے کا دن ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لوگ اس روز فقراء اور مساکین پر دل کھول کر خرچ کرتے ہیں حالانکہ حضرت حسینؓ کے قتل میں یہ باتیں زیب نہیں دیتیں کیونکہ وہ تو اس دن اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ بھوکے پیاسے شہید کیے گئے۔

جن لوگوں کا یہ اعتراض ہے وہ غلطی پر ہیں اور ان کی یہ غلطی بھی قابل مذمت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے نواسہ کو اس دن شہادت سے نوازا جو بڑی عظمتوں والا ہے تاکہ ان کے درجات بلند ہوں اور انہیں ان خلفائے راشدین کے مرتبے تک پہنچا دیا جائے جنہیں شہادت کی دولت ملی تھی۔[۱۲۲۶] اگر حضرت حسینؓ کی شہادت کے دن کو افسوس کا دن فرض کیا جائے تو سوموار کا دن اس سے بڑا قابل افسوس دن ہوگا کیونکہ اس دن اللہ کے آخری رسولؐ فوت ہوئے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کی وفات بھی اسی دن ہوئی تھی جیسا کہ ہشام بن عروہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے پوچھا' اللہ کے نبیؐ کس دن فوت ہوئے؟ میں نے کہا سوموار کے دن' فرمایا' امید ہے کہ میں بھی اسی دن وفات پاؤں گا اور آپ کی وفات سوموار کے دن ہی واقع ہوئی۔ نبی رحمتؐ اور خلیفہ اولؓ کا سوموار کے دن وفات پانا بہت بڑا سانحہ ہے حتیٰ کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کا المیہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ اس کے باوجود سوموار کے دن کا روزہ رکھنے پر سب اہل علم کا اتفاق ہے۔ سوموار اور جمعرات کو اعمال اللہ کے حضور پہنچتے ہیں۔ اس لیے دس محرم بھی افسوس کا دن نہیں بلکہ یہ خوشی کا دن ہے جیسا کہ ہم اس کی فضیلت کے بیان میں ذکر کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن اپنے انبیاء کو ان کے دشمنوں سے نجات دی' فرعون وغیرہ کو ہلاک کیا' اس دن آسمان و زمین اور قابل عظمت چیزوں کی پیدائش فرمائی' آدمؑ کو بھی اسی دن پیدا فرمایا اور اس دن کا روزہ رکھنے والوں کو

۱۲۲۶ دراصل دس محرم کے روزے کا حضرت حسینؓ کی شہادت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ نبی کریمؐ نے یہ روزہ حضرت موسیٰؑ کی فرعون اور اس کے لشکروں سے نجات کے پس منظر میں رکھنا شروع کیا تھا جیسا کہ کتب احادیث میں مروی ہے کہ آپ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ اس دن اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون سے نجات دی تھی تو آپؐ نے فرمایا کہ ہم موسیٰؑ کے تم سے زیادہ حقدار ہیں (پھر آپؐ نے روزہ رکھنے کی یہ سنت جاری کی) بخاری (۶/۱۲۱)

اجرِ عظیم کی خوشخبری سنائی اور گناہوں کی معافی کا مژدہ سنایا۔ اس لیے اس کا ثواب عیدین' جمعہ اور عرفہ کے دنوں کے ثواب کی طرح ہے۔ اگر اسے مصیبت کا دن کہنا درست ہوتا تو صحابہ کرام ضرور اسے مصیبت و افسوس کا دن کہتے کیونکہ وہ لوگ دینی حوالے سے ہماری نسبت نبیؑ کے زیادہ قریبی تھے لیکن ان سے یہی منقول ہے کہ اس دن اہل و عیال پر فراخی و کشادگی کی جائے و روزہ رکھا جائے اور اسی طرف صحابہ نے لوگوں کو ترغیب دی ہے۔ چنانچہ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ عاشوراء (دس محرم) کا روزہ فرض ہے۔ حضرت علیؓ بھی دس محرم کا روزہ رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ تمہیں دس محرم کے روزے کا حکم کون دیتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا حضرت علیؓ۔ فرمایا' زندہ لوگوں میں حضرت علیؓ ہی سنت کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے: جس شخص نے عاشوراء (دس محرم) کی رات عبادت میں بسر کی' اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے اس کی عمر دراز فرمائیں گے۔ ان باتوں سے ان لوگوں کی تردید بالکل واضح ہے جو لوگ اسے مصیبت (ماتم) کا دن بنانا چاہتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

باب - ۲

جمعہ کی فضیلت کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے ایمان والو! جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو بلا تاخیر اللہ کے ذکر کی طرف چلے آؤ اور کاروبار چھوڑ آؤ' اگر تمہیں علم ہے تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے][۱۲۲۷] (اس آیت کی تفسیر میں) عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: اے ایمان والو! یعنی وہ لوگوں جنہوں نے اللہ کی توحید کا اقرار کیا ہے اور اسے دل سے تسلیم کیا ہے جب تمہیں جمعہ کے دن اذان کے ذریعے بلایا جائے تو نماز جمعہ کے لیے چل کر جاؤ' اذان کے بعد خرید وفروخت ترک کر دو کیونکہ تمہارے لیے (اب) کاروبار سے نماز بہتر ہے اگر تم دل سے اللہ پر یقین رکھتے ہو۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہودیوں نے تین چیزوں کے ساتھ مسلمانوں پر فخر کیا کہ ہم اللہ کے محبوب ہیں' ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے تمہارے پاس کوئی کتاب نہیں اور ہمارے لیے ہفتہ کا دن (عبادت کے لیے) مقرر ہے جب کہ تمہارا کوئی دن مقرر نہیں۔ اس آیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی ہے اور اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ [آپؐ ان سے کہہ دیں اے یہودیو! اگر تمہارا یہ زعم ہے کہ تم اللہ کے دوست (محبوب) ہو اور کوئی نہیں تو اگر اپنے دعوے میں سچے ہو تو موت کی تمنا کرو][۱۲۲۸] اس قول کی بھی تردید فرمائی ''تم ان پڑھ ہو تمہارے پاس کوئی کتاب نہیں۔'' ارشاد فرمایا [اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ایک رسول مبعوث فرمایا][۱۲۲۹] اور یہودیوں کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا [ان کی مثال جن پر تورات اتاری گئی لیکن انہوں نے اسے اٹھایا نہیں اس گدھے کی طرح ہے جس پر بوجھ لادا گیا ہو][۱۲۳۰] ان کے تیسرے دعویٰ (ہمارے لیے ہفتہ ہے تمہارے لیے کوئی دن نہیں) کی تردید میں یہ آیت نازل فرمائی [اے اہل ایمان! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے...... الخ][۱۲۳۱] اس کے بعد فرمایا [جب وہ تجارت یا کھیل تماشہ دیکھتے ہیں تو اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں......][۱۲۳۲]

جب مدینہ میں کوئی تجارتی قافلہ آتا تو لوگ ڈھول پیٹ کر اس کا استقبال کرتے اور مسجد سے باہر نکل جاتے۔ چنانچہ

۱۲۲۷۔ الجمعۃ-۹　۱۲۲۸۔ الجمعۃ-۶
۱۲۲۹۔ الجمعۃ-۲　۱۲۳۰۔ الجمعۃ-۵
۱۲۳۱۔ الجمعۃ-۹　۱۲۳۲۔ الجمعۃ-۱۱

ایک دن یہی واقعہ پیش آیا کہ خطبہ جمعہ کے دوران ایک تجارتی قافلہ آیا۔ تمام لوگ مسجد سے نکل کر اس کے استقبال میں چلے گئے اور نبیؐ کے پاس صرف بارہ مرد وزن رہ گئے۔ دوسری مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا تو اس وقت بھی صرف بارہ مرد وزن رہ گئے۔

دحیہ بن خلیفہ کلبی اسلام قبول کرنے سے پہلے ملک شام سے مال تجارت لے کر آیا کرتا' اس کے پاس ہر قسم کا سامان تجارت تھا اور اہل مدینہ ڈھول پیٹ کر' سیٹیاں بجا کر اس کا استقبال کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ جمعہ کے دن یہ مدینہ میں آیا جب کہ نبیؐ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے اور تمام سامعین دحیہ کی طرف چلے گئے۔ آپ نے کہا دیکھو کتنے آدمی باقی ہیں؟ لوگوں نے کہا' کل بارہ مرد وزن ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر یہ بھی چلے جاتے تو ان لوگوں پر نشان زدہ پتھر برستے اور یہ سب ہلاک ہو جاتے' پھر یہ آیت (واذ اراؤ...... الخ) نازل ہوئی۔ اس آیت میں کھیل تماشے سے ڈھول اور سیٹی مراد ہے اور تجارت سے مراد وہ سامان ہے جو دحیہ لے کر آیا تھا۔ پھر فرمایا [اللہ ہی سب سے بہترین رزق دینے والا ہے] کہا گیا ہے کہ بارہ باقی رہ جانے والوں میں ابوبکرؓ و عمرؓ بھی موجود تھے۔ اللہ ان صحابہ سے راضی ہو۔ [۱۲۳۳]

جمعہ کی مزید فضیلتیں: ۞۞ علاء بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے اور وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ کا ارشاد گرامی ہے: کوئی دن جس میں سورج طلوع و غروب ہوتا ہے جمعہ سے افضل نہیں ہے اور انس و جن کے علاوہ ساری مخلوق جمعہ کے دن خوفزدہ رہتی ہے۔ جمعہ کے دن مسجدوں کے دروازوں پر دو فرشتے کھڑے ہوتے ہیں جو جمعہ کے لیے آنے والوں کے بالترتیب نام لکھتے رہتے ہیں۔ پہلی ساعت میں آنے والوں کو اونٹ کی قربانی کے برابر ثواب ملتا ہے' دوسری ساعت میں آنے والوں کو بیل کی قربانی کا' تیسری ساعت میں آنے والوں کو بکری کا' چوتھی ساعت میں آنے والوں کو مرغی کا اور پانچویں ساعت میں آنے والوں کو انڈے کے صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر بند کر کے خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ [۱۲۳۴]

ابوسلمہ ابوہریرہؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ کا ارشاد گرامی ہے تمام دنوں میں جن میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن حضرت آدمؑ کو پیدا کیا' اسی دن جنت میں داخل کیا' اسی دن انہیں جنت سے اتارا گیا' اسی دن قیامت آئے گی۔ جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہے۔ جس میں کوئی بھی مؤمن دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور سنتے ہیں۔ [۱۲۳۵] ابوسلمہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام کہا کرتے تھے کہ اس ساعت (لمحے) کا مجھے علم ہے' یہ دن کی آخری ساعت ہے اسی ساعت میں آدمؑ کی پیدائش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا [انسان جلدی میں پیدا کیا گیا ہے] [۱۲۳۶] عبدالمنذر ر

۱۲۳۳ الدرالمنثور ۶/۲۲۱۔ بنحوہ

۱۲۳۴ بخاری مع الفتح ۲/۴۰۷ (۹۲۹)

۱۲۳۵ مسلم الجمعۃ (۱۸)

۱۲۳۶ الانبیاء۔۔ ۳۷

سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے نزدیک تمام دنوں سے افضل ہے حتیٰ کہ عید کے دن سے بھی افضل ہے' اس کی پانچ خصوصیات ہیں۔ اس دن آدمؑ کو پیدا کیا گیا' اسی دن انہیں زمین پر اتارا گیا' اسی دن وہ فوت ہوئے' اس دن ایک لمحہ ایسا ہے کہ اس میں ہر دعا مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ حرام کا مطالبہ نہ ہو' اسی دن قیامت آئے گی۔ اللہ کا ہر مقرب فرشتہ جمعہ کے دن خوفزدہ رہتا ہے' اسی طرح زمین و آسمان بھی دہشت زدہ ہوتے ہیں۔[۱۲۳۷]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: جن دنوں پر سورج طلوع ہوتا ہے ان میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدمؑ کی تخلیق ہوئی۔ اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا' اسی دن انہیں زمین پر اتارا گیا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔[۱۲۳۸] حضرت ابوہریرہؓ سے ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''شاہد'' جمعہ کا دن ہے' ''مشہود'' عرفہ کا دن اور ''موعود'' قیامت کا دن ہے۔ کسی ایسے دن پر سورج طلوع وغروب نہیں ہوا جو جمعہ سے افضل ہو۔ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں اگر کوئی مؤمن دعا کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور پوری فرماتے ہیں یا وہ کسی چیز سے اللہ کی پناہ مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے پناہ عطا فرماتے ہیں۔[۱۲۳۹] ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے حضرت علیؓ سے روایت پہنچائی کہ جمعہ کے دن شیطان لوگوں کے پاس جھنڈے لے کر بازاروں میں آجاتے ہیں جب کہ فرشتے رجسٹر لے کر مسجدوں کے دروازوں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور مسجد میں آنے والوں کا نام تحریر کرتے ہیں۔ جب امام منبر پر خطبہ کے لیے آئے تو اس کا خطبہ خاموشی کے ساتھ سنا جائے۔ کوئی فضول حرکت نہ کی جائے۔ جو امام سے دور ہوکر خاموشی کے ساتھ خطبہ سنے اور کوئی فضول حرکت نہ کرے تو اس کے لیے ایک (اکہرا) ثواب ہے' جو ان شرائط کو پورا کرنے کے ساتھ امام کے بھی قریب ہوکر بیٹھے اس کے لیے دگنا ثواب ہے اور جو شخص فضول حرکتیں کرے' خاموش ہوکر توجہ سے خطبہ نہ سنے تو اسے گناہ ملے گا۔ اگر کسی نے دوسرے کو خاموش ہونے کے لیے کہا تو اس کا بھی جمعہ ضائع ہوجائے گا۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ باتیں نبیؐ سے سنی ہیں۔[۱۲۴۰]

حضرت ابوہریرہؓ حدیث نبویؐ روایت کرتے ہیں کہ اگر خطبہ کے دوران کسی نے دوسرے کو یہ کہا کہ ''خاموش ہوجا'' تو اس نے فضول حرکت کی ہے۔[۱۲۴۱]

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ: رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر کھڑے ہوکر آنے والوں کے بالترتیب نام لکھتے ہیں۔ جب امام منبر پر چڑھ جاتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر لپیٹ لیتے ہیں اور قلم اٹھا لیتے ہیں۔[۱۲۴۲] پھر فرشتے باہم سوال کرتے ہیں کہ فلاں فلاں کو نماز سے کس نے روکے رکھا۔ فرمایا۔ پھر فرشتے کہتے ہیں' یا اللہ! اگر وہ بیمار ہے تو اسے شفا دے' اگر گمراہ ہے تو ہدایت دے اور اگر غائب ہے تو اس کی اعانت فرما۔ جعفر ثابت سے بیان کرتے ہیں

۱۲۳۷ طبرانی ۵/۲۴۔ کشف الخفاء ۲/۵۵۴
۱۲۳۸ مسلم (۱۹۷۰)
۱۲۳۹ ترمذی (۳۳۳۹۱)
۱۲۴۰ احمد ۱/۹۳
۱۲۴۱ بخاری ۲/۱۶-احمد ۲/۳۱۸
۱۲۴۲ احمد ۵/۲۶۳

کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کے پاس چاندی کی تختیاں اور سونے کے قلم ہیں۔ یہ جمعہ کی نماز پڑھنے والوں کے نام لکھتے ہیں۔ ابونصر نے اپنے والد کی سند سے ابوزبیر سے اور انہوں نے حضرت جابرؓ سے روایت بیان فرمائی کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ پڑھنا فرض ہے مگر یہ کہ وہ بیمار ہو' مسافر ہو' عورت ہو یا بچہ ہو یا غلام ہو اور جو شخص کاروبار کی وجہ سے جمعہ سے غافل رہا اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں وہ بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔[۱۲۴۳] ابوالجعد ضمری کا بیان ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا۔ ''جس نے غفلت کی وجہ سے تین جمعے چھوڑ دیئے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتے ہیں۔[۱۲۴۴] ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے جابر بن عبداللہ سے حدیث نبویؐ روایت کی: آپؐ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: لوگو! موت سے پہلے توبہ کرلو' مشغولیت سے پہلے نیک عمل کرلو' اپنے رب کے ساتھ کثرت ذکر کے ساتھ رابطہ قائم کرلو' ظاہر و باطن صدقہ کرو' اجر عظیم پاؤ گے' لوگ تمہاری تعریف کریں گے اور تمہیں مزید رزق دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض کر دیا ہے جو اس جگہ' اس مہینہ اور اس سال سے قیامت تک ان پر فرض ہے جو اللہ کی طرف رغبت کریں۔ جس شخص نے میری زندگی یا موت کے بعد نماز جمعہ سے انکار کیا' یا غفلت کا اظہار کیا اور امام ظالم یا عادل موجود ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانیاں دور نہیں کریں گے اور نہ اس کے کام میں برکت ہوگی۔ خبردار! اس کی نماز ہے نہ وضوء ہے نہ زکاۃ ہے نہ حج ہے نہ اس کے کسی کام میں اسے ثواب ہے۔ اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیں گے۔ خبردار! عورت مردوں کی امام نہ بنے' دیہاتی مہاجر کا امام نہ بنے' مومن کا فاسق امام نہ بنے الا یہ کہ اس پر حاکم وقت ظلم کرے اور وہ حاکم کی تلوار اور کوڑے سے خوفزدہ ہو۔[۱۲۴۵]

ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے خبر دی اور وہ حدیث نبویؐ بیان فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام دنوں کو ان کی موجودہ کیفیت کے ساتھ اٹھائے گا جب کہ جمعہ کو چمکتے دمکتے ہوئے اٹھایا جائے گا اور وہ اپنے ماننے والوں کو بھی منور کر رہا ہے جو اس کے اردگرد گھیرا ڈالے ہوں گے جیسے دلہن کو بنا سنوار کر اس کے دولہا کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ جمعہ انہیں روشنی بخشے گا اور وہ اس کی روشنی میں چلیں گے' ان کے رنگ برف کی طرح سفید ہوں گے' ان سے کستوری کی خوشبو مہک رہی ہوگی جیسے وہ کافور کے پہاڑوں سے گذر رہے ہیں۔ انس و جن انہیں حیرت سے دیکھتے ہی رہ جائیں گے اور وہ اسی شان و شوکت سے جنت سے داخل ہو جائیں گے۔ یہی ثواب ان مؤذنوں کو بھی دیا جائے گا جو اجر و ثواب کی نیت سے اذان دیا کرتے تھے۔[۱۲۴۶] ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے انس بن مالکؓ سے روایت بیان فرمائی کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا:

۱۲۴۳ البیہقی ۳/۱۸۴۔ دارقطنی ۲/۳۔ الارواء ۳/۵۳۔ ابن ابی شیبہ ۲/۱۰۹

۱۲۴۴ ترمذی (۵۰۰) ابن ماجہ (۱۱۲۵)۔ احمد ۳/۳۳۲

۱۲۴۵ الکامل لابن عدی (۱۴۹۸) الارواء ۳/۵۰۔ الترغیب ۴/۲۵۲

۱۲۴۶ الحاکم ۱/۲۷۷۔ الصحیحہ ۷۰۶

اللہ تعالیٰ ہر روز چھ لاکھ انسانوں کو آگ سے آزاد فرماتے ہیں۔[۱۲۴۷] جمعہ کی چوبیس ساعتیں ہیں جن میں سے ہر ساعت میں چھ لاکھ بندوں کو آگ سے آزاد کرتے ہیں۔ حالانکہ ان پر آگ واجب ہو چکی تھی۔ اسی حدیث کے بعض الفاظ اس طرح ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی ساعتوں میں سے ہر ساعت میں چھ لاکھ افراد کو جہنم سے آزاد فرماتے ہیں جن پر آگ واجب تھی لیکن جمعہ کے چوبیس گھنٹوں میں سے ہر گھنٹے میں اتنے افراد جن پر آگ واجب تھی انہیں آزادی نصیب فرماتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ حضرت ابو درداءؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے جمعہ کے دن باجماعت نماز ادا کی اسے ایک مبرور حج کا ثواب ہوگا' عصر کی نماز باجماعت ادا کی تو ایک عمرے کا ثواب ہوگا اور عصر کے بعد نماز کی جگہ بیٹھے ہوئے جو دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے۔[۱۲۴۸] ابوامامہ باہلیؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کا روزہ رکھے' امام کے ساتھ جمعہ ادا کرے' جنازہ میں شرکت کرے' صدقہ ادا کرے' بیمار پرسی کرے اور کسی مجلس نکاح میں شرکت کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔[۱۲۴۹] ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے حدیث نبویؐ بیان کی: جمعہ کی نماز کے لیے تین طرح کے لوگ ہیں' ایک شخص فضولیات کے لیے آتا ہے اس کے لیے یہی کچھ ہے۔ ایک دعا کے لیے آتا ہے' وہ اللہ سے دعا مانگتا ہے اللہ چاہے تو قبول فرمائے یا رد فرما دے۔ ایک شخص خاموشی کے ساتھ آتا ہے' کسی کی گردن نہیں پھلانگتا نہ کسی کو تکلیف دیتا ہے اس کے لیے یہ جمعہ اگلے جمعہ اور مزید تین دنوں تک کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔[۱۲۵۰] کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے [جو ایک نیکی کرے اس کے لیے دس نیکیوں کا ثواب ہے][۱۲۵۱] ایک حدیث نبویؐ ہے جمعہ کے دن ہر جانور قیامت کے خوف سے پنجوں کے بل کھڑا ہو جاتا ہے کہ کہیں اسی جمعہ کو قیامت نہ ہو البتہ شیطان اور بدبخت لوگ خوفزدہ نہیں ہوتے۔[۱۲۵۲] مروی ہے کہ جمعہ کے دن چرند پرند اور حشرات ایک دوسرے سے ملاقات کر کے سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ دن اچھا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ زوال سے پہلے جب سورج وسط آسمان پر ٹھہرتا ہے تو جہنم بھڑکائی جاتی ہے مگر جمعہ کا دن مستثنیٰ ہے اور اس دن ہر وقت نماز پڑھی جا سکتی ہے۔[۱۲۵۳]

جمعہ کی نماز کی تیاری: ❁ ❁ ابو صالح ابوہریرہؓ سے اور وہ نبیؐ سے روایت بیان فرماتے ہیں: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے پھر پہلے لمحے جمعہ کے لیے نکل جائے تو اسے ایک اونٹ قربان کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ جو دوسرے لمحے میں پہنچے اسے گائے کا'

۱۲۴۷ العلل ۱/ ۲۶۵-۴۶۵ - الضعیفہ (۶۱۴)۔
۱۲۴۸ الکنز (۲۱۰۸۶)
۱۲۴۹ الطبرانی ۸/ ۱۱۵ - المجمع ۲/ ۱۶۹
۱۲۵۰ ابوداؤد (۱۱۱۳) البیہقی ۳/ ۲۱۹
۱۲۵۱ الانعام - ۱۶۰
۱۲۵۲ احمد ۲/ ۲۷۲
۱۲۵۳ ابوداؤد (۱۰۸۳) الکنز (۲۱۰۳۶)

جو تیسرے لمحے پہنچے اسے سینگوں والے دنبہ کا' جو چوتھے لمحے پہنچے اسے مرغی کا' جو پانچویں لمحے پہنچے اسے انڈے کا ثواب ملتا ہے۔ پھر جب امام منبر پر آ جاتا ہے تو فرشتے بھی خطبہ سننے کے لیے بیٹھ جاتے ہیں[۱۲۵۴] پہلا لمحہ نماز فجر سے شروع ہوتا ہے' دوسرا لمحہ سورج کے بلند ہونے پر شروع ہوتا ہے' تیسرا لمحہ دھوپ پھیل جانے پر ہوتا ہے' چوتھا لمحہ زوال سے پہلے اور پانچواں لمحہ زوال کے بعد یا سورج کے قیام کے وقت ہوتا ہے۔ نافع ابن عمرؓ سے اور وہ نبی اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی جمعہ کو غسل کرے اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے پاک فرما دیں گے اور اسے کہا جائے گا اب از سرِ نو عمل کر۔[۱۲۵۵]

حدیث نبویؐ ہے: جس نے (جمعہ کے دن) غسل کیا' غسل کروایا اور صبح صبح مسجد کی طرف چلا گیا' امام کے قریب ہو کر بیٹھا' لغویات سے محفوظ رہا' اسے ہر قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کی راتوں کی عبادتوں کا ثواب ملے گا۔[۱۲۵۶] غسل کرانے کا مطلب ہے کہ جمعہ کی شب اپنی بیوی یا لونڈی سے ہمبستری کی تاکہ خود غسل کرے اور اسے بھی غسل کرائے' اس لیے شب جمعہ ہمبستری اہل علم کے نزدیک مستحب ہے' بعض سلف اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے شب جمعہ ہمبستری کیا کرتے تھے۔ مذکورہ معنی غسل تشدید کے ساتھ پڑھتے وقت ہے اور بلا تشدید پڑھا جائے تو معنی ہوگا' جس نے سر دھویا اور غسل کیا۔

حسن ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ابو ہریرہؓ کو فرمایا: ہر جمعہ غسل کیا کرو اگرچہ تمہیں غذا کے عوض پانی خریدنا پڑے۔[۱۲۵۷] اس لیے اکثر علماء کے نزدیک جمعہ کا غسل مستحب ہے بلکہ داؤد ظاہری کے نزدیک غسل جمعہ واجب ہے لہٰذا جمعہ پڑھنے والوں کو غسل ضرور کرنا چاہیے۔ غسل کا وقت صبح صادق کیے بعد شروع ہوتا ہے لیکن راجح یہ ہے کہ مسجد میں جانے سے پہلے غسل کر لیا جائے پھر بلا تاخیر مسجد کو چلا جائے تاکہ اختلاف سے بچ جائے۔ غسل کے بعد نماز ہ جمعہ کی ادائیگی تک طہارت قائم رکھے اگر طہارت ختم ہو جائے تو وضو اور غسل دونوں کرے' اگر جنابت اور جمعہ کی نیت کر لے تو یہ بھی جائز ہے۔ مونچھیں اور ناخن وغیرہ کاٹ کر مزید طہارت حاصل کر لی جائے۔ اچھا لباس پہننا چاہیے۔ بہترین لباس سفید ہے۔ پگڑی باندھے اور چادر اوڑھے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ فرشتے جمعہ کے دن پگڑیوں والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

بہترین خوشبو کا استعمال کرے جس کی مہک تیز ہو مگر رنگ ظاہر نہ ہو اور پورے وقار کے ساتھ' عاجزانہ حالت میں اللہ کا محتاج بن کر بکثرت دعا مانگے' نبیؐ پر درود بھیجے۔ مسجد کی طرف جاتے ہوئے اللہ کے دیدار کی نیت باندھ لے' فرائض اور مسجد میں وقوف کرتے وقت اللہ کا تقرب پیش نظر ہو' مسجد کے راستے میں اپنے اعضاء کو لہویات اور لغویات سے بچائے۔ جمعہ کے دن اپنے آرام اور لذت کو چھوڑ کر درود و سلام اور عبادت کا خاص اہتمام کرے' صبح سے لے کر نماز جمعہ تک عبادت میں مصروف

۱۲۵۴ بخاری ۲/۳

۱۲۵۵ الطبرانی ۱۸/۱۴۰

۱۲۵۶ احمد ۲/۲۰۹۔ المجمع (۲/۱۷۸)

۱۲۵۷ تنزیہ الشریعہ ۲/۷۴

رہے جمعہ سے لے کر عصر تک وعظ میں مصروف رہے عصر کے بعد سے مغرب تک تسبیحات و استغفار کرتا رہے جمعہ کے علاوہ بھی لا الٰہ الا اللہ کا ذکر سب سے افضل ہے۔یعنی اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے ملک ہے عظمتیں ہیں وہی موت وحیات کا مالک ہے وہ ہمیشہ سے قائم ہے اسے فنا نہیں اس کے ہاتھ میں تمام بھلائیاں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(دوسو مرتبہ) اللہ عظمت والا ہے جو اپنی عظمت کے ساتھ پاک ہے (سو مرتبہ) اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ برحق ہے وہی روشن ہے الٰہی! محمدؐ پر رحمتیں نازل فرما جو تیرے بندے تیرے رسول اور تیرے نبی ہیں۔(سو مرتبہ) میں اس اللہ سے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں جو زندہ ہے اور کائنات کا منتظم ہے (سو مرتبہ) اللہ کے علاوہ کچھ نہیں کیا جا سکتا البتہ جو وہ چاہے (سو مرتبہ) یہ مختلف اذکار سات سو مرتبہ کرے۔

بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ وہ ان اذکار کی روزانہ بارہ ہزار تسبیحات کیا کرتے تھے اور بعض تابعین سے منقول ہے کہ وہ روزانہ تیس ہزار مرتبہ ان کی تسبیحات کیا کرتے تھے۔بہر کیف ہر کوئی اپنی تسبیحات کو جانتا پہچانتا ہے اس لیے ان اذکار سے محرومی سے بچو اور اللہ کے ذکر کے ساتھ اس سے رابطہ استوار کرو۔اگر تم اللہ کو یاد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں یاد نہیں کریں گے۔مؤمن پہلے پہل ذاکر بنتا ہے پھر مذکور بن جاتا ہے یعنی اللہ بھی اسے یاد فرماتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے [مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا][۱۲۵۸] نماز جمعہ سے پہلے قصہ گوئی کی مجلس میں بیٹھنا غیر مستحب ہے کیونکہ یہ بدعت ہے۔ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ قصہ گو کو مسجد سے باہر نکال دیا کرتے تھے ہاں اگر واعظ عالم باعمل ہو اور صاحب معرفت و یقین ہو تو اس کے وعظ میں حاضر ہونا نفل ادا کرنے سے افضل ہے۔

حضرت ابوذرؓ حدیث نبویؐ بیان کرتے ہیں کہ علمی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت نفل نماز سے بہتر ہے۔جب مسجد میں داخل ہو جاؤ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو البتہ امام یا مؤذن اس سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ گردنیں پھلانگتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔فرمایا: اے فلاں! تو نے ہمارے ساتھ جمعہ کیوں نہیں پڑھا؟ بولا یا رسول اللہؐ! کیا آپ نے مجھے دیکھا نہیں؟ فرمایا ہاں میں نے تمہیں دیکھا تھا مگر تم اول وقت نہیں آئے اور جب آئے ہو تو گردنیں پھلانگتے ہوئے لوگوں کو تکلیف دیتے ہوئے۔[۱۲۵۹] دوسری حدیث کے الفاظ ہیں: آپؐ نے کہا تم نے جمعہ کیوں نہیں پڑھا؟ اس نے کہا یا رسول اللہؐ! میں نے جمعہ پڑھا ہے۔فرمایا: کیا میں نے تمہیں لوگوں کی گردنیں پھلانگتے نہیں دیکھا؟[۱۲۶۰]

کہا جاتا ہے کہ جو شخص یہ حرکت کرے اسے قیامت کے دن جہنم پر پل کی طرح بچھایا جائے گا جس سے لوگ گزریں

۱۲۵۸ البقرۃ-۱۵۲

۱۲۵۹ بخاری ۱/۹۶-مسلم (۴۷۵)

۱۲۶۰ المغنی عن حمل الاسفار ۱/۱۸۳

گے۔ خبردار! نمازی کے آگے سے نہ گزرنا کیونکہ حدیث نبویؐ ہے ''تم میں سے کسی شخص کا چالیس سال تک ٹھہرے رہنا نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔''[۱۲۶۱] دوسری حدیث میں ہے کہ ''آدمی کا راکھ بنا کر ہوا میں اڑا دینا' نمازی کے آگے گزرنے سے بہتر ہے۔''[۱۲۶۲] کوئی نمازی دوسرے نمازی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود نہ بیٹھ جائے کیونکہ نبیؐ کا ارشادِ گرامی ہے ''تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے کہ پھر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے۔''[۱۲۶۳] مروی ہے کہ اگر حضرت ابن عمرؓ کے لیے کوئی اپنی جگہ خالی کرتا تو ابن عمرؓ وہاں ہرگز نہیں بیٹھتے تھے۔ اگر اگلی صف میں جگہ خالی ہو تو کیا گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھا جا سکتا ہے؟ اس سلسلے میں ہمارے امام' احمد بن حنبلؒ سے دو روایتیں منقول ہیں اگر کوئی اپنے دوست کو آگے کر کے خود اس کی جگہ بیٹھ جائے تو یہ درست ہے۔ اگر کوئی نمازی اپنے لیے کوئی چیز بچھا گیا ہو تو کیا اسے اٹھا کر اس جگہ بیٹھنا درست ہے؟ ہمارے امام سے اس مسئلہ میں بھی دو روایتیں ہیں۔ امام کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور خاموشی کے ساتھ خطبہ سنا جائے۔ اگر کوئی دورانِ خطبہ کلام کرے تو دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق وہ گناہ گار ہے۔ خطبہ شروع کرنے سے پہلے اور فارغ ہونے کے بعد بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

مزید فضائل: ۞ ۞ شیخ ابونصر از ابیہ از ابوالقاسم از حبیب بن حسن از جعفر بن محمد از ابوایوب از عمر بن عبداللہ از انس بن مالک از نبی اکرمؐ: آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیلؑ تشریف لائے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں کوئی سفید چیز تھی جس میں ایک سیاہ داغ تھا۔ میں نے پوچھا' جبرئیلؑ! یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ جمعہ ہے جس میں تمہارے لیے خیر کثیر ہے۔ میں نے پوچھا یہ سیاہ نقطہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ قیامت ہے جو جمعہ کے دن قائم ہوگی' جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے جسے ہم (فرشتے) یوم مزید کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا وہ کیوں؟ فرمایا: اس لیے کہ پروردگار نے جنت میں ایک سفید کستوری والا وسیع میدان بنایا ہے' جب آخرت کے دنوں میں جمعہ آتا ہے تو جبار و قہار رب ذوالجلال والاکرام عرش سے اس میدان میں آ جاتے ہیں۔ اللہ کی کرسی نورانی منبروں سے محیط ہے۔ انبیاء کرام کی کرسیاں بھی سونے جواہرات سے مرصع ہیں' اسی طرح کی کرسیاں صدیقوں اور شہیدوں کے لیے بھی ہیں۔ چاروں طرف بالا خانے ہیں جو ریت کے ٹیلوں میں گھرے ہوئے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا' تم پر اپنی نعمتیں مکمل کر دیں اور تمہارے لیے اپنی بزرگی حلال فرما دی۔

پھر فرماتے ہیں کہ مجھ سے مطالبات کرو۔ سب بیک زبان عرض کرتے ہیں یا رب! تو ہم سے راضی ہو جا! اللہ فرماتے ہیں کہ میری رضا مندی کے سبب ہی تم اس گھر کے مہمان بنے ہو۔ پھر کہتے ہیں کہ مجھ سے مانگو' لوگ یہی جواب دیتے ہیں کہ یا رب ہمیں آپ کی رضا چاہیے' اللہ پھر کہتے ہیں کہ مجھ سے مطالبات کرو تو لوگ اپنے مطالبات پیش کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے

۱۲۶۱۔ احمد/۴/۱۱۷

۱۲۶۲۔ المغنی عن حمل الاسفار/۱/۱۸۳

۱۲۶۳۔ مسلم (۱۷۱۴)

مطالبات بھی ختم ہو جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں ہمیں اپنا رب ہی کافی ہے۔ پھر انہیں تھوڑی دیر بعد ایسی ایسی نعمتیں ملتی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کان نے سنی ہیں اور نہ ہی کسی دل میں ان کا تصور پیدا ہوا ہے۔ بالا خانوں والے اپنے اپنے بالا خانے میں یہ نعمتیں لے کر چلے جاتے ہیں۔ ہر بالا خانہ سفید موتی کا' سرخ یاقوت کا اور سبز زمرد کا ہے جس میں بال تک نہیں ہے اور نہ اس میں شکست و ریخت ہے کہ ان کی مرمت کی جائے۔ ان میں نہریں بہتی ہیں' پھل لٹکے ہوئے ہیں' ان میں ان کی بیویاں' خدام اور رہائش گاہیں ہیں' لہٰذا بالا خانوں والے جمعہ کے علاوہ کسی دن کے مشتاق نہیں ہوں گے تا کہ ان پر رب کریم کے فضل و کرم کا اضافہ ہو۔[۱۲۶۴]

ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے حضرت علیؓ سے روایت بیان فرمائی کہ نبی اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: جمعہ کے دن جبرئیلؑ امین مسجد حرام میں تشریف لا کر وہاں اپنا جھنڈا گاڑ دیتے ہیں اور باقی فرشتے دوسری مساجد میں جہاں جہاں جمعہ ہوتا ہے چلے جاتے ہیں اور مسجدوں کے دروازوں پر اپنے اپنے جھنڈے گاڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ چاندی کے رجسٹروں پر سونے کے قلموں سے جمعہ کے لیے آنے والوں کا بالترتیب نام درج کرتے ہیں۔ جب ہر مسجد میں صبح سویرے آنے والے ستر آدمیوں کے نام لکھ لیتے ہیں تو رجسٹر بند کر دیتے ہیں۔ اول وقت میں آنے والے یہ ستر افراد ان ستر افراد کا مقام و مرتبہ پا لیتے ہیں جنہیں موسیٰؑ منتخب کر کے اپنے ساتھ کوہ طور پر لے گئے تھے۔ یہ ستر منتخب افراد نبی بنے تھے۔[۱۲۶۵]

اس کے بعد فرشتے صفوں میں گھس کر دیکھتے ہیں' آیا کوئی غیر حاضر تو نہیں' جب وہ دیکھتے ہیں کہ کچھ آدمی غیر حاضر ہیں تو باہم پوچھتے ہیں' نہ معلوم فلاں فلاں کیوں نہیں آئے؟ جنہیں غیر حاضروں کا علم ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ فلاں فوت ہو گیا ہے۔ دوسرے فرشتے کہتے ہیں۔ اللہ اس پر رحم فرمائے وہ صاحب جمعہ تھا یعنی ہمیشہ جمعہ میں حاضر ہوتا تھا۔ کسی کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ کہیں (سفر پر) گیا ہوا ہے تو دوسرے فرشتے اس کی حفاظت کی دعا مانگتے ہیں کیونکہ وہ بھی جمعہ میں باقاعدہ حاضر ہوتا تھا۔ کسی کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ بیمار ہے تو فرشتے اس کے لیے صحت کی دعا کرتے ہیں کہ وہ بھی جمعہ میں حاضر ہونے والوں میں سے تھا۔

جمعہ کے روز مقبول وقت: ❀ ❀ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں دعا کرنے والے کی ہر دعا قبول کی جاتی ہیں ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے محمد بن ابراہیم سے اور انہوں نے ابوہریرہؓ سے روایت بیان فرمائی میں کوہ طور پر گیا تو وہاں کعب موجود تھے میں نے انہیں احادیث نبویؐ سنائی اور انہوں نے مجھے تورات کی آیات سنائیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم میں کسی مسئلہ پر اختلاف نہ ہوا حتی کہ ایک ایسی حدیث آئی جس میں یہ تھا کہ جو شخص جمعہ کی مقبول گھڑی میں دعا کرے تو وہ قبول ہوتی ہے۔[۱۲۶۶]

۱۲۶۴ الکنز (۲۱۰۶۳)

۱۲۶۵ الاتحاف ۳/۲۵۹

۱۲۶۶ بخاری ۷/۶۶

تو کعب نے کہا یہ گھڑی سال بھر میں کسی ایک جمعہ میں آتی ہے' میں نے کہا نہیں بلکہ یہ ہر جمعہ میں آتی ہے اس لیے کہ نبیؐ کی حدیث اس پر گواہ ہے۔ کعب نے قدرے توقف کے بعد کہا' واللہ! تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے یہ مقبول گھڑی ہر جمعہ میں آتی ہے' جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے' اللہ کا محبوب دن ہے۔ اسی دن آدمؑ پیدا کیے گئے' اسی دن جنت میں داخل کیے گے اور اسی دن جنت سے خارج کیے گئے' اسی دن قیامت آئے گی۔ انس وجن کے علاوہ ساری مخلوق جمعہ کی شب روتی ہے اور جمعہ کی صبح قیامت کا انتظار کرتی ہے۔ میں واپس آیا تو عبداللہ بن سلام کو اپنی اور کعب کی گفتگو سنائی۔

عبداللہ نے کہا' کعب کو غلط فہمی ہوئی' تورات میں اسی طرح ہے کہ یہ مقبول گھڑی ہر جمعہ کے دن ہوتی ہے جیسا کہ حدیث نبویؐ سے ثابت ہے۔ میں نے کہا' کعب نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ میں نے کہا کعب نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ پھر عبداللہ کہنے لگے مجھے اس گھڑی کا علم ہے۔ میں نے پوچھا بتایئے؟ فرمانے لگے وہ آخری ساعت ہے۔ میں نے کہا وہ جمعہ کے دن آخری ساعت میں کس طرح ہو سکتی ہے حالانکہ نبیؐ نے فرمایا ہے ''اگر کوئی مؤمن اسے نماز کی حالت میں پالے'' جب کہ دن کے آخری حصے میں (غروب سے پہلے) نماز ہی منع ہے! عبداللہ نے کہا کیا آپؐ نے یہ حدیث نہیں سنی کہ ''جو شخص فرض نماز کے انتظار میں ہے وہ نماز میں ہی ہے۔'' میں نے کہا واقعی سنی ہے۔ تو کہا اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔[۱۲۶۷] ایک روایت میں محمد بن سیرین ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) جمعہ میں ایک لمحہ ایسا آتا ہے اگر کوئی مؤمن بندہ اسے پالے اور اس میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ تھوڑا سا وقت ہوتا ہے۔[۱۲۶۸] بعض سلف سے منقول ہے کہ بندوں کے متعین رزق کے علاوہ اللہ کے پاس مزید رزق ہے جو اسے دیا جاتا ہے جو شب جمعہ اور روز جمعہ اللہ سے دعا کے ذریعے مانگتا ہے۔ ہمیں ابو نصر نے اپنے والد کی سند سے سعید بن راشد سے خبر دی انہوں نے زید بن ہلی سے' انہوں نے مرجانہ سے' انہوں نے حضرت فاطمہؓ سے اور وہ اپنے والد نبی رحمتؐ سے روایت بیان کرتی ہیں: جمعہ کے دن ایک مقبول لمحہ ہے اس میں جو مؤمن اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا' ابا جان! وہ کون سا لمحہ ہے؟ فرمایا: جب سورج آدھا ڈوبنے والا ہوتا ہے۔[۱۲۶۹] حضرت فاطمہؓ اپنے غلام زید کو حکم دیا کرتی تھیں کہ ٹیلوں پر چڑھ جاؤ اور جب آدھا سورج ڈوبنے والا رہ جائے تو مجھے ضرور آگاہ کرو۔ جب وہ اطلاع دیتا تو فاطمہؓ مسجد میں جا کر نماز پڑھتیں۔ کثیر بن عبداللہ' عبداللہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبیؐ نے فرمایا: جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہے جس میں مانگنے والے کو محروم نہیں رکھا جاتا۔ پوچھا گیا یا رسول اللہؐ! وہ کس وقت ہے؟ فرمایا: جمعہ کی نماز کے آغاز سے اختتام تک ہے۔[۱۲۷۰]

۱۲۶۷ احمد ۵/۴۵۱ ۱۲۶۸ مسلم (۱۹۷۰)

۱۲۶۹ الاتحاف ۳/۲۸۰-۱، الفتح ۲/۴۲۱

۱۲۷۰ ترمذی (۴۹۰) ابن ماجہ (۱۱۳۸) ابن ابی شیبہ ۲/۱۵۰

ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے محمد بن منکدر سے اور انہوں حضرت جابرؓ سے خبر دی کہ میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ دعا نبیؐ پر پیش کی گئی کہ جو کوئی جمعہ کی مقبول گھڑی میں اسے پڑھ کر مشرق و مغرب کے درمیان کسی چیز کا سوال کرے وہ اسے دی جائے گی۔ وہ دعا یہ ہے۔ اے اللہ! تو پاک ہے' تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں' تو بڑا شفقت والا' بڑا احسان والا ہے' اے آسمانوں' زمینوں کو ایجاد کرنے والے! اے عزت و عظمت والے![۱۲۷۱]

صفوان بن سلیم فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی کہ اگر کوئی شخص امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد یہ دعا پڑھے ''اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہی ہے وہی موت و حیات کا مالک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبیؐ کا یہ ارشاد سنا: ''رمضان کے جمعہ کی فضیلت باقی ایام پر اس طرح ہے جس طرح رمضان کو ہے۔''[۱۲۷۲]

جمعہ کے دن نبی رحمتؐ پر درود و سلام: ۞ ۞ ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے حضرت علیؓ سے روایت بیان کی کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو۔ کیونکہ اس دن عملوں کا ثواب دگنا کر دیا جاتا ہے اور میرے لیے اللہ سے مقام وسیلہ مانگا کرو۔ پوچھا گیا وہ ''مقام وسیلہ'' کیا ہے؟ فرمایا یہ جنت میں سب سے اونچا درجہ ہے جو کسی نبیؐ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ نبیؐ میں ہوں۔[۱۲۷۳] محمد بن منکدر حضرت جابرؓ سے اور وہ نبیؐ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے ''اللّٰھم رب...... / الٰہی! اس مکمل دعوت اور قائم رہنے والی نماز کے رب! آپ محمدؐ کو وسیلہ' فضیلت اور بلند درجہ عطا فرمائیں اور انہیں مقام محمود پر پہنچا دیں جس کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔'' تو اس کے لیے روز قیامت میری سفارش حلال ہو جائے گی۔[۱۲۷۴]

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیؐ سے سنا کہ تم اپنے نبی پر روشن رات یعنی شب جمعہ اور منور دن یعنی روز جمعہ کو بکثرت درود پڑھا کرو۔[۱۲۷۵] عبدالعزیز بن صہیب حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نبیؐ کے پاس کھڑا تھا کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن اسی (۸۰) مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا' اللہ تعالیٰ اس کے اسی (۸۰) سالوں کے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔ میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسولؐ! کن الفاظ کے ساتھ درود بھیجیں؟ تو آپؐ نے فرمایا' ان الفاظ میں: یا اللہ! تو محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما جو تیرے بندے' تیرے رسول اور ان پڑھ نبی ہیں۔ ان کی گنتی کرتے رہو۔[۱۲۷۶]

مکحول شامی حضرت ابوامامہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن بکثرت مجھ پر درود بھیجو کیونکہ

۱۲۷۱ العلل المتناھیۃ ۲/۳۶۲
۱۲۷۲ الدر المنثور ۱/۱۸۸
۱۲۷۳ البیہقی ۳/۲۴۹ - نسائی ۳/۹۱
۱۲۷۴ بخاری ۱/۱۵۹ - احمد ۳/۳۵۴
۱۲۷۵ الدرر (۴۲)
۱۲۷۶ الکنز (۲۲۴۲)

میری امت کے درود جمعہ کے دن مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں اور قیامت کے روز وہی شخص میرے سب سے قریب ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔[۱۲۷۷]

جمعہ کے وظائف: ❀ ❀ جمعہ کے دن نماز فجر میں مخصوص سورتوں کی تلاوت مسنون ہے۔ ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے ابواحوص سے' انہوں نے عبداللہ اور انہوں نے نبی سے روایت بیان کی کہ نبیؐ جمعہ کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں الٓم سجدہ اور دوسری میں سورت الغاشیہ پڑھا کرتے تھے۔[۱۲۷۸]

آپؐ مغرب میں سورت الکافرون اور قل ھواللہ جب کہ عشاء میں سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقین پڑھا کرتے تھے۔ نماز جمعہ کے متعلق انہی سورتوں کا پڑھنا بھی مروی ہے۔ حسن ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا جو شخص جمعہ کی رات سورۃ یٰسٓ اور حم الدخان پڑھے گا وہ معاف کر دیا جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۃ کہف کی تلاوت کرے گا اسے دس ہزار دینار صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا۔ جمعہ کے دن یا رات میں چار رکعت نماز چار سورتوں (سورۃ انعام' کہف' طٰہٰ' ملک) کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے۔ اگر قرآن مجید اچھی طرح حفظ نہ ہو تو جہاں سے چاہے تلاوت کر لیں اس طرح گویا اس نے ایک قرآن ختم کر لیا۔ اگر وہ حافظ قرآن ہے اور منزل یاد ہے تو جمعہ کے دن ایک قرآن ختم کرنا مستحب ہے' اگر جمعہ کے دن ختم نہ کر سکتا ہو تو جمعہ کی رات کو ملا لے' اگر مغرب یا فجر کی رکعتوں میں قرآن مجید کا اختتامی حصہ تلاوت کرے تو مستحب ہے۔ اسی طرح اگر جمعہ کے دن اذان و اقامت کے درمیان ختم کرے تو اس کی بہت فضیلت ہے۔ اگر دس یا بیس یا اس سے زیادہ رکعتوں میں سورۃ اخلاص ایک ہزار مرتبہ پڑھے تو یہ ختم قرآن سے بھی افضل ہے۔

جمعہ کے دن نبی اکرمؐ پر ایک ہزار مرتبہ درود و سلام بھیجنا مستحب ہے۔ اس طرح ایک ہزار تسبیح پڑھنا بھی مستحب ہے۔ تسبیح میں یہ چار کلمات ہوں۔ سبحان اللہ' والحمدللہ' ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ ان کی تفصیل گزر چکی ہے۔

جمعہ کو جمعہ کیوں کہا جاتا ہے؟: ❀ ❀ ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے سلمان سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ایک مرتبہ نبی رحمتؐ نے جمعہ کی وجہ تسمیہ پوچھی؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا: اس دن اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو جمع کیا پھر فرمایا: جو شخص جمعہ کو غسل کرے۔ پھر اچھی طرح وضو کرے اور نماز جمعہ میں شرکت کرے تو یہ جمعہ اگلے جمعہ تک اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔ بعض کے نزدیک جمعہ اجتماع سے ماخوذ ہے یعنی اس دن آدمؑ کا جسم جو چالیس سال تک بغیر روح کے پڑا رہا' روح کے ساتھ جمع ہوا۔ بعض کے نزدیک یہ وجہ ہے کہ آدمؑ اور حواؑ کا طویل مدت کے بعد اس دن اجتماع (اکٹھ) ہوا۔ یا اس لیے جمعہ کہا جاتا ہے کہ اسی دن شہری اور دیہاتی اکٹھے ہوتے ہیں یا اس لیے کہ اس دن قیامت آئے گی اور اگلے پچھلے تمام لوگ جمع کیے جائیں گے' قیامت کو یوم الجمع بھی کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے [جس دن

۱۲۷۷ ابن ماجہ (۱۶۳۷) البیہقی ۳/۲۴۹

۱۲۷۸ ترمذی (۵۲۰) البیہقی ۳/۲۰۱

اللہ تعالیٰ تمہیں یوم الجمع کو جمع فرمائیں گے][۱۲۷۹]

توبہ: ❁ ❁ ہم نے جتنی عبادات کا تذکرہ کیا ہے مثلاً مہینے کے روزے' قربانیاں' عبادات' نماز' ذکرواذکار وغیرہ اور جو کچھ آئندہ صفحات میں بیان ہوگا ان سب کی قبولیت کے لیے پرخلوص توبہ اور ترک ریاکاری' ترک شہرت وغیرہ لازمی امر ہے۔ توبہ کے متعلق تفصیلی گفتگو ہم کر چکے ہیں اب مزید کچھ ضمنی گفتگو کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور یہ محبت ہر اس شخص سے کی جاتی ہے جس کا دل اللہ کے لیے صاف ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [یقیناً اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں اور بہت زیادہ صفائی رکھنے والوں کو پسند فرماتے ہیں][۱۲۸۰]

عطاء' مقاتل اور کلبی کا قول: اللہ تعالیٰ گناہوں سے توبہ کرنے والوں کو اور حدث' حیض' جنابت و نجاست سے پانی کے ذریعے پاکیزگی حاصل کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں۔ اس کی تائید اہل قباء کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف فرمائی [ان میں ایسے لوگ ہیں جو اچھی طرح پاکیزگی چاہتے ہیں][۱۲۸۱] نبیؐ نے ان سے پوچھا' تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم پتھروں کے استعمال کے ساتھ استنجاء کے لیے پانی بھی استعمال کرتے ہیں۔

مجاہد کا قول: یعنی اللہ تعالیٰ انہیں پسند فرماتے ہیں جو گناہوں سے اور عورتوں کی دبر سے وطی کرنے سے محفوظ رہتے ہیں اور جو عورت کی دبر میں جماع کرے وہ پاک رہنے والوں میں سے نہیں ہے کیونکہ عورت کی دبر مرد کی دبر کی طرح گندی ہے اور گندی چیز کو گندے لوگ ہی استعمال کرتے ہیں۔ بعض کے نزدیک اسی آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہوں اور شرک سے محفوظ رہنے والے ہیں۔

ابوالمنہالؒ کا قول: میں ابوالعالیہ کے پاس تھا انہوں نے اچھی طرح وضو کیا تو میں نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ فرمایا' وضو کون سی بڑی بات ہے۔ البتہ اس آیت سے مراد گناہوں سے بچنے والے لوگ ہیں۔

سعید بن جبیرؒ: اللہ تعالیٰ شرک سے توبہ کرنے والوں اور گناہوں سے محفوظ رہنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔ بعض کے نزدیک کفر سے توبہ کر کے ایمان سے پاکیزگی حاصل کرنے والے لوگ مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک ''تواب'' وہ ہے جو گناہوں سے توبہ کرے اور پھر اعادہ نہ کرے اور ''متطہر'' سے مراد وہ ہے جو اچھی طرح گناہوں سے محفوظ رہیں۔ بعض کے نزدیک کبیرہ گناہوں سے بچنے والے مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک افعال سے توبہ کرنے والے اور اقوال سے پاک رہنے والے مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک افعال و اقوال سے توبہ کرنے والے اور عقائد بد اور اوہام باطلہ سے محفوظ رہنے والے ہیں۔ بعض کے نزدیک گناہوں سے توبہ کرنے والے اور جرائم سے محفوظ رہنے والے مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک دلوں کی گندگی سے محفوظ رہنے والے مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک گناہوں سے توبہ کرنے والے اور عیوب سے پاک رہنے والے مراد ہیں۔ بعض کے

۱۲۷۹ التغابن-۹ ۱۲۸۰ البقرۃ-۲۲۲

۱۲۸۱ التوبۃ-۱۰۸

نزدیک تواب وہ ہے جو کبھی گناہ کر بیٹھے تو فوراً توبہ کرلے۔ ارشاد باری ہے [وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے]١٢٨٢

محمد بن منکدر جابر بن عبداللہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: پہلی امتوں میں ایک آدمی ایک کھوپڑی کے پاس سے گزرا تو اسے دیکھ کر کہا' یا اللہ! تو تو ہے اور میں میں ہوں' تو بخشنے کا عادی ہے میں گناہوں کا عادی ہوں' پھر وہ سجدہ ریز ہو گیا اسے کہا گیا کہ اپنا سر اٹھا تو گناہوں کا عادی ہے تو میں معاف کرنے کا عادی ہوں اور اسے بخش دیا گیا۔١٢٨٣

اخلاص: ❀❀ ارشاد باری تعالیٰ ہے [انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خلوص دل سے عبادت کریں]١٢٨٤ مزید فرمایا [خبردار! اللہ کے لیے صرف دین خالص ہے]١٢٨٥ نیز [اللہ تعالیٰ کو ہرگز تمہارے (جانوروں کے) گوشت اور خون نہیں پہنچتے بلکہ اسے تمہارا اخلوص پہنچتا ہے]١٢٨٦ نیز [ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں تمہارے لیے تمہارے اعمال اور ہم تو اللہ کے لیے پر خلوص ہیں]١٢٨٧ اخلاص کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ حسنؒ: میں نے حذیفہؓ سے اخلاص کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اخلاص کے متعلق نبی اکرمؐ سے پوچھا تھا' آپؐ نے فرمایا کہ میں نے بھی ابھی اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے متعلق پوچھا' تو جواب ملا' اخلاص میرا ایک راز ہے۔ یہ راز میں اپنے ان ان بندوں کے دلوں میں ودیعت کرتا ہوں جن سے مجھے محبت ہوتی ہے۔١٢٨٨ ابوادریس خولانی حدیث نبویؐ بیان فرماتے ہیں: ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور کوئی بندہ اخلاص کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ رضائے الٰہی کے لیے کیے ہوئے عملوں پر لوگوں کی تعریف سننا ناگوار محسوس کرے۔١٢٨٩

سعید بن جبیرؒ: اخلاص یہ ہے کہ انسان اپنی عبادات خالصاً اللہ کے لیے سرانجام دے' اس کی عبادت میں کسی کو شریک بنائے نہ ریاکاری کا مظاہرہ کرے۔ فضیل بن عیاض: لوگوں کی وجہ سے عمل چھوڑنا ریا ہے اور لوگوں کی وجہ سے عمل کرنا شرک ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے یا نہ کرنے میں خشیت الٰہی مدنظر ہو۔ یحیٰ بن معاذ: اخلاص اعمال کو عیوب سے مبرا کرنے کا نام ہے جس طرح دودھ گوبر اور خون سے ممتاز و مبرا ہوتا ہے۔ ابوالحسن بوشنجی: اخلاص ایسی چیز ہے جسے کراما کاتبین (فرشتے) لکھ سکتے ہیں نہ شیطان اسے خراب کر سکتا ہے اور نہ ہی انسان خود اس سے آگاہ ہوتا ہے۔ رُویم: اخلاص یہ ہے کہ عملوں کی طرف نہ دیکھا جائے۔ بعض علماء: اخلاص سے حق و صداقت مقصود ہے۔ دیگر علماء: اخلاص وہ چیز ہے۔ جس میں آفات اور تاویلات کی گنجائش نہیں۔ دیگر علماء: اخلاص مخلوق سے پوشیدہ اور آلائشوں سے محفوظ رہتا ہے۔ حذیفہ مرعشی: اخلاص یہ ہے کہ تمہارا ظاہر و باطن ایک ہو۔ ابو یعقوب مکفوف: اخلاص یہ ہے کہ انسان نیکیوں کو اس طرح چھپائے جس طرح برائیوں کو چھپاتا ہے۔ سہل بن عبداللہ: اخلاص عملوں کو کالعدم سمجھنے کا نام ہے۔

١٢٨٢ الاسراء-٢٥
١٢٨٣ الکنز (١٠٢٧٦) الخطیب ٩/٩٢
١٢٨٤ البینۃ-٥
١٢٨٥ الزمر-٣
١٢٨٦ الحج-٣٧
١٢٨٧ البقرۃ-١٣٩
١٢٨٨ الاتحاف ١٠/٤٤
١٢٨٩ الکنز (٣٦٩٩٠)

حضرت انس بن مالک: نبی رحمتؐ نے فرمایا: تین چیزوں پر کسی مسلمان کا دل خیانت کا ارتکاب نہ کرے: اللہ کے لیے خالص عمل، امراءٔ و حکام کی خیرخواہی اور مسلمانوں کی جماعت سے قائم رہنا۔[۱۲۹۰] بعض علماء: اخلاص یہ ہے کہ قصد و ارادہ کے ساتھ اللہ کو فرمانبرداری میں منفرد تسلیم کیا جائے اور اس کے حکم کے مقابلے میں کسی کا حکم نہ مانا جائے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی اطاعت سے اپنے آقا کی قربت کا ارادہ کرے نہ مخلوق کی قربت کا ارادہ کرے لہٰذا غیراللہ کے لیے عمل کرے نہ ان سے اپنی خوشامد اور محبت کی طمع رکھے اور نہ ہی یہ خیال ہو کہ عبادت سے مجھ سے لوگوں کی مذمت دور ہو جائے گی۔ بعض علماء: اخلاص کا معنی ہے کہ اپنے اعمال لوگوں کی نمود و نمائش سے پاک رکھے۔ ذوالنون مصری: اخلاص کا اتمام اس وقت ہے کہ جب بندہ اس میں سچا ہو اور صبر و صدق کے ساتھ اخلاص پر دائمی طور پر قائم رہے، ابو یعقوب سوسی: جب لوگ اپنے اخلاص کو اخلاص سمجھنے لگتے تو ان کے اخلاص کو ابھی مزید اخلاص کی ضرورت ہے۔ ذوالنون مصری: اخلاص کی تین علامات ہیں۔ مخلص کے نزدیک عوام کی تعریف و خدمت یکساں ہو، عمل کر کے بھول جائے اور آخرت میں اپنے عملوں پر ثواب کی امید رکھے، نیز فرمایا اخلاص وہ چیز ہے جسے دشمن خراب کرنے پر قادر نہ ہو۔ ابو عثمان مغربی: اخلاص میں نفس لذت حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ عوام کا اخلاص ہے اور خواص کا اخلاص یہ ہے کہ وہ عبادت کر کے بھول جاتے ہیں ان کی طرف دیکھنے کی بجائے انہیں ہیچ سمجھتے ہیں۔ ابوبکر دقاق: ہر مخلص کے اخلاص میں کمی اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے اخلاص کی طرف دیکھے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کے اخلاص کو خالص بنانے کا ارادہ کر لیں تو اس کی توجہ ذاتی اخلاص سے ہٹا دیتے ہیں تو وہ مخلص بن جاتا ہے۔

سہل: ریاکاری کو مخلص ہی پہچان سکتا ہے۔ ابوسعید خزاز: عرفاء کی ریاکاری مریدوں کے اخلاص سے افضل ہے۔ ابوعثمان: اخلاص یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی دائمی نگاہ کرم کی وجہ سے اپنے عملوں کو نظرانداز کر دے۔ بعض علماء: اخلاص سے صدق و حق مقصود ہوتا ہے۔ دیگر: اخلاص عملوں سے چشم پوشی کرنے کا نام ہے۔ سرّی سقطی: جو شخص ریا کی غرض سے ایسی چیز کا اظہار کرے جو اس میں نہیں تو وہ اللہ کی نظر میں گر جاتا ہے۔ جنید: اخلاص، اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان ایسا راز ہے جسے فرشتہ لکھ سکتا ہے نہ شیطان بگاڑ سکتا ہے اور نہ ہی نفسانی خواہش اسے دور کر سکتی ہے۔ رویم: عمل میں اخلاص یہ ہے کہ صاحب عمل اپنے عمل پر دنیا و آخرت میں معاوضہ نہ چاہتا ہو اور نہ ہی کراما کاتبین کا اس میں کوئی عمل دخل ہے۔ ابن عبداللہ سے پوچھا گیا کہ کون سی چیز نفس پر گراں ہے؟ فرمایا اخلاص اس لیے کہ اس میں نفس کو عمل دخل نہیں۔ بعض علماء: اگر کسی کے عملوں کو صرف اللہ ہی جانتے ہوں تو اس کا نام اخلاص ہے۔ کسی نے کہا کہ میں ایک مرتبہ جمعہ کے دن سہل بن عبداللہ سے ملاقات کے لیے گیا تو میں نے ان کے گھر سانپ دیکھا جس کی وجہ سے میں ایک قدم آگے بڑھاتا کبھی پیچھے لے جاتا۔ انہوں نے فرمایا بلاخوف اندر آ جاؤ، انسان اس ایمان کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک روئے زمین کی ہر مخلوق کا ڈر اس کے دل سے نکل نہ جائے۔ پھر انہوں نے پوچھا کیا نماز جمعہ کے لیے ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ ہمارے اور مسجد کے مابین ایک دن رات کی

۱۲۹۰ احمد ۳/ ۲۲۵ - مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۳۷

مسافت ہے۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور تھوڑی دیر (چلنے کے) بعد ہم مسجد کے پاس تھے چنانچہ مسجد میں جا کر ہم نے نماز پڑھی۔ مسجد سے باہر آ کر آپ کھڑے ہو گئے اور لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے' لا الہ الا اللہ والے تو بہت ہیں مگر ان میں اللہ کے پرخلوص بندے بہت تھوڑے ہیں۔ ایک دفعہ میں ابراہیم خواصؒ کے ساتھ محو سفر تھا کہ ہم ایسے مقام پر جا پہنچے جہاں ہر طرف سانپ تھے۔ آپ اپنا آفتابہ رکھ کر بیٹھ گئے' جب رات کی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تو سانپ باہر نکل آئے میں نے شیخ کو آواز دی' انہوں نے کہا ذکر اللہ میں مشغول ہو جاؤ' میں نے اللہ کا ذکر شروع کر دیا تو سانپ واپس پلٹ گئے۔ تھوڑی دیر گزری کہ سانپ پھر آنے لگے میں نے شیخ کو آواز دی تو انہوں نے کہا ذکر اللہ میں مشغول رہو بہرکیف ساری رات اسی طرح ہوتا رہا۔ صبح کے وقت میں اور شیخ روانہ ہونے لگے تو اچانک شیخ کے بستر سے ایک بڑا سانپ گرا جو کنڈلی مارے بستر میں موجود تھا۔ میں نے پوچھا کیا آپ کو بستر میں یہ محسوس نہ ہوا تھا فرمایا نہیں۔ بلکہ مجھے تو آج رات طویل مدت بعد لذت والی نیند نصیب ہوئی ہے۔

ابوعثمان فرماتے ہیں: جس نے وحشت کی غفلت کا مزہ نہیں چکھا اس نے ذکر کی محبت کی لذت حاصل نہیں کی۔

دل کی پاکیزگی: ❁ ❁ ہر عابد و عارف کو ہر حالت میں ریا کاری' شہرت اور خود پسندی سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ خبیث نفس ہر انسان کے درپے ہے جو گمراہ کرنے والی خواہشات' تباہ کرنے والی رغبات اور ان لذات کا سرچشمہ ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان حجاب بن جاتی ہیں۔ جب تک جسم میں جان باقی ہے اس کی تباہ کن خواہشات سے بچنا ناممکن ہے خواہ انسان ابدال یا صدیق کے درجہ پر جا پہنچے اور اس کی موجودہ حالت سابقہ حالت سے کہیں پرامن ہو۔ خیر غالب ہو' نور معرفت کا راج ہو' ہدایت شریک حال ہو' توفیق الٰہی معاون ہو اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میسر ہو تو اس صورت میں گناہوں سے محفوظ رہنا ہماری خصوصیت نہیں بلکہ معصوم عن الخطاء تو انبیاء تھے اور یہی عصمت نبوت اور ولایت میں حد فاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ریا کاروں کو ڈرایا دھمکایا ہے' نفس کی نحوست سے خبردار کیا ہے' نفس کی اتباع سے منع فرمایا ہے اور نفس کی مخالفت کا حکم فرمایا ہے۔ یہ باتیں قرآن و سنت سے ثابت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں میں غفلت کا شکار ہیں جو ریا کاری کرتے ہیں اور عام استعمال کی چیزوں سے لوگوں کو روکتے ہیں] [۱۲۹۱] نیز فرمایا [وہ اپنے منہ سے جو کچھ کہتے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ان باتوں کو جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں] [۱۲۹۲] نیز فرمایا [جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی دکھاتے ہیں وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر کم ہی کرتے ہیں بلکہ وہ تذبذب میں ہیں نہ ادھر ہیں نہ ادھر ہیں] [۱۲۹۳] فرمایا [بہت سے عالم اور درویش باطل ذرائع سے لوگوں کا مال ہڑپ کرتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے روکتے ہیں] [۱۲۹۴] احبار علماء کو اور رہبان عابدوں کو کہتے ہیں۔ فرمایا [اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کرتے ہو جسے تم نے کیا

۱۲۹۱ الماعون-۴' ۷ ۱۲۹۲ آل عمران-۱۶۷

۱۲۹۳ النساء-۱۴۲' ۱۴۳

۱۲۹۴ التوبہ-۳۴

نہیں یہ فعل اللہ کے نزدیک سخت غصہ کا موجب ہے][1295] فرمایا[اپنے اقوال کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ دلوں کے راز بھی جانتا ہے][1296] فرمایا[جو شخص اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہے اسے نیک عمل کرنے چاہیے اور اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا چاہیے][1297] فرمایا[نفس تو برائی پر آمادہ کرتا ہے مگر جس پر اللہ کا رحم ہو][1298] فرمایا[نفسوں میں بخل رکھا گیا ہے][1299] اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کے لیے فرمایا''اے داؤد اپنے نفس کی خواہشات چھوڑ دے کیونکہ میرے ملک میں یہی خواہشات میرے ساتھ ٹکراتی ہیں۔''ایک جگہ قرآن میں فرمایا[نفس کی پیروی نہ کرو رنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کردے گا][1300]

سنت سے دلائل: (۱) حضرت شداد بن اوسؓ: میں نبی رحمتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھے جن سے مجھے دکھ ہوا' میں نے پوچھا' یارسول اللہ! آپ پریشان کیوں ہیں؟ فرمایا' اس خوف سے کہ میرے بعد میری امت شرک نہ کرنے لگے۔ میں نے پوچھا' کیا آپ کے بعد بھی لوگ شرک کریں گے؟ فرمایا' وہ شمس وقمر اور مورتی و پتھر کو نہیں پوجیں گے بلکہ وہ اپنے عملوں میں دکھلاوا ملالیں گے اور یہی شرک ہے۔[1301] پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی[اور جو شخص اپنے رب کی ملاقات کا خواہاں ہے اسے چاہیے کہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے][1302]

(۲) آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن مہر شدہ صحائف لائیں جائیں گے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ انہیں پھینک دو اور انہیں قبول کرلو فرشتے عرض کریں گے کہ ہمیں آپ کی عزت کی قسم! ان میں بھی خیر کی توقع ہے۔ اللہ فرمائیں گے' ہاں' لیکن یہ عمل غیر کے لیے ہیں میں تو وہی عمل قبول کرتا ہوں جو صرف میرے لیے کیے جائیں۔[1303]

(۳) نبیؐ ایک دعا مانگا کرتے تھے: الٰہی: میری زبان کو جھوٹ سے' میرے دل کو نفاق سے' میرے عمل کو ریا سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک رکھ کیونکہ تو خیانت کرنے والی آنکھوں اور دلوں کے رازوں کو جانتا ہے۔[1304]

(۴) نبی اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: تم صاحب علم کے پاس بیٹھو وہ تمہیں پانچ چیزوں سے ہٹا کر پانچ چیزوں کی طرف لائے گا۔ دنیا کی رغبت سے بے رغبتی کی طرف' ریا سے اخلاص کی طرف' غرور سے عاجزی کی طرف' سستی سے خیر خواہی کی طرف اور جہالت سے علم کی طرف۔[1305]

۱۲۹۵ الصف-۲'۳ ۱۲۹۶ الملک-۱۳

۱۲۹۷ الکھف-۱۱۰ ۱۲۹۸ یوسف-۵۳

۱۲۹۹ النساء-۱۲۸ ۱۳۰۰ ص-۲۶

۱۳۰۱ اس کا مطلب ہے کہ مجموعی طور پر ساری امت بت پرستی (شرک اکبر) میں مبتلا نہ ہوگی البتہ بعض قبیلے اس شرک میں بھی مبتلا ہوں گے جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ میری امت کے قبائل مشرکین کے ساتھ نہ مل جائیں گے اور وہ بتوں کی پوجا کریں گے۔ ابوداؤد (۴۲۵۲) احمد ۵/ ۲۷۸- ابن ماجہ (۳۹۵۲)

۱۳۰۲ الکھف-۱۱۰ ۱۳۰۳ دارقطنی ۱/ ۵۱- العقیلی ۱/ ۲۱۸

۱۳۰۴ الکنز (۳۶۶۰) ۱۳۰۵ الموضوعات ۱/ ۲۵۷

(۵) آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں شرکاء میں بہتر ہوں اگر کوئی بندہ میرے ساتھ کسی کو شریک بنا کر عمل کرے گا تو وہ عمل اس شریک کے لیے ہے میرے لیے نہیں میں تو وہی عمل قبول کرتا ہوں جو صرف میرے لیے ہی کیا جائے۔ اے ابن آدم: میں بہترین تقسیم کرنے والا ہوں لہٰذا تو وہ عمل دیکھ جو تو نے کسی غیر کے لیے کیے ہیں تیرے بدلے کا ذمہ دار وہی ہے جس کے لیے تو نے عمل کیے ہیں۔[1306]

(۵) آپؐ نے فرمایا: اس امت کو لذت کی' دین کی سربلندی کی اور دنیا کی حکومت کی بشارت دی گئی ہے بشرطیکہ یہ آخرت کے عمل دنیا کے لیے نہ کرے اور جو آخرت کے عمل حصول دنیا کے لیے انجام دیں وہ مردود عمل ہیں کہ جن پر آخرت میں کوئی اجر نہیں۔[1307]

(٦) انس بن مالکؓ: آپؐ نے فرمایا کہ میں شب معراج ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے' میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا' یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو عملوں کا وعظ کرتے تھے اور خود بے عمل تھے' لوگوں کو شریعت بتاتے تھے خود شریعت کی خلاف ورزی کرتے تھے اور لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے تھے جب کہ خود غافل تھے۔[1308]

(۷) نبی رحمتؐ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خطرہ اس منافق سے ہے جو زبان کا عالم ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تمہارے امراء جھوٹے' وزراء فاسق' مدد گار خائن' عرفاء ظالم' علماء فاسق اور عبادت گذار جاہل نہ ہو جائیں گے' اللہ تعالیٰ ان پر ایک سیاہ فتنہ نازل کرے گا جس میں ظالم مبتلا ہو کر یہودیوں کی طرح ٹھوکریں کھائیں گے۔ اس وقت اسلام ختم ہونا شروع ہو جائے گا حتیٰ کہ روئے زمین پر اللہ کا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔[1309]

(۸) عدی بن حاتم: رسول اللہؐ نے فرمایا: قیامت کے دن کچھ لوگوں کو سخت عذاب سے دوچار کیا جائے گا ان سے اللہ تعالیٰ مخاطب ہوں گے کہ تم خلوت میں کبیرہ گناہ کر کے میرے عذاب کو للکارتے تھے اور جلوت میں لوگوں سے عاجزی کا اظہار کرتے تھے۔ تمہیں لوگوں کا تو ڈر تھا لیکن میرا کوئی ڈر نہیں تھا۔ تم لوگوں کو عزت دار سمجھتے تھے' مجھے میری عزت کی قسم! میں تمہیں دردناک عذاب کا مزہ چکھاؤں گا۔[1310]

(۹) اسامہ بن زیدؓ: میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ ایک شخص کو جہنم میں پھینکا جائے گا اس کی آنتیں

١٣٠٦ المجمع ١٠/١٢٢۔ الاتحاف ١٠/٦٣۔ القرطبی ٢/١٤٦

١٣٠٧ احمد ٥/١٣٤۔ الحلیۃ ١/٢٥٥۔ الکنز ٣٤٤٦٥

١٣٠٨ الاتحاف ١/٣٦٩

١٣٠٩ الطبرانی ١٨/٢٣٧

١٣١٠ الطبرانی ١٧/٨٦

پیٹ سے باہر نکل آئیں گی اور وہ چکی کی طرح ان کے گرد گھومے گا' اس سے کہا جائے گا کیا تو اچھی باتوں کا حکم نہیں دیتا تھا اور بری باتوں سے منع نہیں کرتا تھا؟ وہ کہے گا کہ میں لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتا تھا مگر خود اچھا عمل نہیں کرتا تھا اور میں انہیں برے کاموں سے روکتا تھا مگر خود برائی کا ارتکاب کرتا تھا۔

(۱۰) حدیث نبویؐ ہے: بہت سے روزہ داروں کو صرف بھوک پیاس ملتی ہے اور بہت سے شب بیداروں کو صرف بیداری ملتی ہے (اجر نہیں) آپؐ نے فرمایا کہ ان کے بداعمال کی وجہ سے اللہ کا عرش حرکت میں آ گیا اور اللہ کو غصہ آ گیا ہے۔

(۱۱) حدیث نبویؐ ہے: وہ بندہ بدترین ہے جس کے درمیان مخلوق میں سے کسی نے رکاوٹ ڈال کر اس کے رب سے روک دیا۔ وہ اچھی امید سے عمل کرتا ہے مگر اللہ کی رضاء کے لیے فضول اپنے جسم کو مشقت میں ڈالتا ہے جب کہ اس کا دین ختم ہو جاتا ہے اور اس بدنصیب اور اس کے رب کے درمیان آڑ پیدا ہو جاتی ہے' اللہ سے تو بڑی بڑی امیدیں رکھتا ہے جب کہ چھوٹی امیدوں میں مخلوق کی طرف بھاگتا ہے اور غیر اللہ کی اتنی خدمت کرتا ہے کہ اتنی اللہ کی اطاعت بھی نہیں کرتا۔

(۱۲) مجاہد فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے اللہ کے رسولؐ سے عرض کی کہ میں رضائے الٰہی کی نیت سے صدقہ کرتا ہوں اور میرا دل یہ بھی چاہتا ہے کہ میری تعریف ہو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی [جو اپنے رب سے ملاقات کا امیدوار ہے اسے نیک عمل کرنے چاہیے اور اللہ کی عبادت میں شرک سے بچنا چاہیے][۱۳۱۱] (۱۳) حدیث نبویؐ ہے: قرب قیامت ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے حیلوں سے دنیا کمائیں گے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے بھیڑ کی کھالیں پہنیں گے' ان کی زبانیں شکر سے میٹھی ہوں گی جب کہ ان کے دل بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا یہ لوگ میرے عفو و حلم پر مغرور ہیں یا مجھ پر جرأت کر رہے ہیں میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں ان میں ایسا فتنہ پیدا کروں گا جس سے ان کے سنجیدہ بھی حیران و ششدر رہ جائیں گے۔[۱۳۱۲]

(۱۴) ضمرہ از حبیبؒ: نبیؐ نے فرمایا کہ فرشتے کسی انسان کے عمل کو طیب سمجھ کر آسمان کی طرف لے کر چڑھتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی کرتے ہیں کہ تم میرے بندوں کے ظاہری عملوں کے نگران ہو اور میں ان کے باطنی عملوں پر نگران ہوں۔ میرے اس بندے کے عمل میں خلوص نہیں تھا لہٰذا اسے سجین میں لکھ دو۔ بسا اوقات فرشتے کسی انسان کے عمل کو حقیر سمجھ کر آسمان کی طرف لے کر چڑھتے ہیں اور جہاں تک اللہ کو منظور ہوتا ہے لے کر چڑھتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی کرتے ہیں کہ تم میرے بندوں کے ظاہری عملوں پر نگران ہو اور میں ان کے باطنی عملوں پر نگران ہوں لہٰذا اس بندے کے عمل خالص ہیں اسے علیین میں لکھ دو۔[۱۳۱۳]

۱۳۱۱ الکہف-۱۱۰

۱۳۱۲ احمد ۸۱/۱

۱۳۱۳ الاتحاف ۲۶۲/۸

(۱۴) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: نبی رحمتؐ نے ارشاد فرمایا: روز قیامت جب ہر امت گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوگی اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔ سب سے پہلے عالم' شہید اور سخی کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ قاری (عالم) سے کہیں گے بتا تو نے جو علم حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں دن رات اس پر عمل کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے نہیں تو جھوٹ بولتا ہے' فرشتے بھی اسے جھوٹا قرار دیں گے' بلکہ تو نے تو اس لیے عمل کیے کہ لوگ تجھے قاری کہیں سو تجھے کہا گیا پھر سخی سے پوچھا جائے گا' بتا تو نے میرے دیئے رزق کا کیا کیا؟ وہ کہے گا' میں رشتہ داری ملاتا رہا اور لوگوں پر صدقہ خیرات کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹا ہے' فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نے اسے لیے صدقہ کیا تا کہ لوگ تجھے سخی کہیں اور لوگوں نے تجھے سخی کہا تھا۔ پھر شہید کو لایا جائے گا اور اللہ اس سے پوچھیں گے تو نے کس مقصد کے لیے لڑائی کی؟ وہ کہے گا میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا حتی کہ میں قتل کر دیا گیا اللہ تعالیٰ کہیں گے تو جھوٹ بولتا ہے' فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ تو نے اس لیے جہاد کیا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں سو لوگوں نے تجھے بہادر کہا۔ پھر اللہ کے رسولؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر مارتے ہوئے کہا' اے ابوہریرہؓ! اللہ کی مخلوق میں یہی تین لوگ ہوں گے جن سے سب سے پہلے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔[۱۳۱۴] راوی کا بیان ہے کہ جب یہ حدیث معاویہؓ نے سنی تو خوب روئے اور کہا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا ہے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی [جو دنیا کی زندگی اور زیب و زینت چاہتا ہے ہم اسے دنیا کے عملوں کا پورا پورا ثواب دیں گے اور کوئی کمی نہیں کریں گے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں صرف آگ ہوگی اور ان کے سارے عمل ضائع جائیں گے][۱۳۱۵] نیز فرمایا [انہی لوگوں کے لیے بدترین عذاب ہے اور یہ آخرت میں نقصان اٹھائیں گے][۱۳۱۶]

(۱۵) عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا کہ روز قیامت کچھ جہنمیوں کو جنت کی طرف لایا جائے گا حتی کہ جب وہ جنت کے قریب پہنچیں گے اور انہیں جنت کی خوشبو آنے لگے گی' جنت کے محل اور وہ نعمتیں جو اللہ نے ان کے لیے تیار کی ہیں وہ اسے سامنے نظر آئیں گی تو آواز بلند کہا جائے گا کہ ان کا رخ جنت سے پھیر دو ان کے لیے جنت میں کوئی حصہ نہیں اور وہ اس قدر شرمندہ ہو کر لوٹیں گے جس قدر محشر والے شرمندہ ہوں گے۔ وہ کہیں گے' الٰہی! تو یہ اجر و ثواب کی جھلک دکھائے بغیر ہی جہنم میں جھونک دیتا۔ اللہ فرمائیں گے کہ میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ جب تم تنہا ہوتے تھے تو کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے میرے عذاب کو للکارتے تھے اور لوگوں کے سامنے عاجزی اور ریا کاری کرتے' تمہیں میرا خوف نہیں بلکہ لوگوں کا خوف تھا اور انہی کی تم عزت کرتے تھے' انہی کے لیے برے عمل چھوڑتے تھے۔ آج میں تمہیں عذاب الیم سے دو چار کروں گا اور اپنے ثواب سے تمہیں محروم رکھوں گا۔[۱۳۱۷]

۱۳۱۴ ترمذی (۲۳۸۲) الاتحاف ۱/۶۴

۱۳۱۵ ھود-۱۵'۱۶ ۱۳۱۶ النمل-۵

۱۳۱۷ الموضوعات ۳/۱۶۲

(۱۶) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن پیدا فرمائی تو اس میں ایسی ایسی نعمتیں تیار کر دیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں ان کا تصور پیدا ہوا ہے۔ اللہ نے جنت عدن کو قوت گویائی بخشی تو اس نے تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا۔ اہل ایمان کامیاب ہو گئے پھر کہا میں ہر بخیل اور ریاکار (مشرک) پر حرام ہوں۔[۱۳۱۸]

(۱۷) ایک شخص نے نبیؐ سے پوچھا کہ نجات کا دار و مدار کس چیز پر ہے؟ فرمایا: اللہ کو دھوکہ دینا چھوڑ دو۔ اس نے کہا بھلا ہم کیسے اللہ کو دھوکہ دے سکتے ہیں؟ فرمایا اگر تم اللہ کے حکم پر عمل کرو مگر اس کی رضا مقصود نہ ہو اس لیے ریا سے بچو یہ شرک ہے۔ روز قیامت ریاکار کو چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ اے کافر' فاجر' دھوکے باز اور نقصان اٹھانے والے! تیرا عمل ضائع ہے' تیرا اجر باطل ہے' آج تیرے لیے کچھ نہیں تو جن کے لیے عمل کرتا رہا ان سے جا کر بدلہ مانگ۔'' ہم اللہ تعالیٰ سے ریا' نمود و نمائش اور نفاق سے پناہ مانگتے ہیں کیونکہ یہ اہل جہنم کے عمل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [''بے شک منافق آگ کے سب سے نچلے گھڑے (ھاویہ) میں (فرعون' ہامان اور ان کے لشکروں کے ساتھ) ہوگا''[۱۳۱۹]] اگر کوئی دعویٰ کرے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کسی کا اپنے عمل کو دیکھ کر خوش ہونا مضر نہیں جیسا کہ وکیع از سفیان از حبیب از ابوصالح از ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے اللہ کے رسولؐ کے پاس آ کر عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میں ایک عمل کرتا ہوں جسے لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہوں مگر لوگوں کو کسی طرح اس کی خبر ہو جاتی ہے اور یہ بات مجھے بھی خوش کن محسوس ہوتی ہے کیا اس عمل میں مجھے اجر ملے گا؟ فرمایا: بلکہ تجھے دگنا اجر ہے عمل چھپانے کا اور اس کے ظاہر ہو جانے کا۔[۱۳۲۰]

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مفہوم اس طرح ہوگا: مجھے اس عمل کے ظاہر ہونے پر اس لیے خوشی ہوتی ہے کہ لوگ اس عمل میں میری اقتداء کریں گے۔ اور اللہ کے رسولؐ کو (کسی قرینے سے) یہ معلوم ہو گیا تھا اس لیے آپؐ نے اسے دگنے اجر کی بشارت سنائی یعنی عمل کرنے کا اجر اور لوگوں کی اقتداء کا اجر۔ جیسا کہ نبیؐ سے منقول ہے کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور تا قیامت اس طریقے پر چلنے والوں کو عمل کا اجر بھی ملے گا۔[۱۳۲۱] لیکن اگر لوگوں کی اقتداء کے خیال کے بغیر عمل کے ظہور پر خوشی محسوس کرتا ہے تو اس میں کوئی اجر نہیں بلکہ ایسی خوشی اللہ کے نظر میں درجہ گرا دیتی ہے۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں: تمہیں بڑھاپے کے قریب ایسے لوگ ملیں گے جن کے رنگ سفید ہوں گے مگر خود سخت مزاج' چرب زبان' تیز نظر اور دل مردار ہوں گے۔ تم ان کے ظاہری جسم دیکھو گے مگر ان میں (خالص) دل نہیں ہوں گے' ان کی

۱۳۱۸ الطبرانی ۱۱/۱۸۴-المجمع ۱۰/۳۹۷

۱۳۱۹ النساء-۱۴۵

۱۳۲۰ المجمع ۱۰/۲۹۰-الاتحاف ۸/۲۸۶

۱۳۲۱ ترمذی (۲۶۷۵) احمد ۴/۳۶۲-دارمی ۱/۱۳۱

آوازیں سنو گے مگر بھلی نہ لگیں گی اور وہ خوب باتیں کریں گے لیکن ان کے دل بنجر ہوں گے۔ حتیٰ کہ صحابہ کی ایک جماعت نے مجھے بیان کیا کہ یہ امت مسلسل اللہ کی رحمت و عافیت میں رہے گی جب تک اس کے علماء امراء کی طرف نہ جھکیں گے' جب تک اس کے صلحاء بدکاروں کی طرف نہ دوڑیں گے اور جب تک ان کے اچھے بروں سے خوفزدہ نہ ہوں گے لیکن جب لوگوں میں یہ خرابیاں پیدا ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اٹھا کر ان پر فقیری ڈال دے گا' ان کے دلوں میں دشمنوں کا رعب ڈال دے گا اور ان پر جابر حکمرانوں کو مسلط کر دے گا جو انہیں بدترین عذاب سے دوچار کریں گے۔

حسن بصریؒ مزید فرماتے ہیں: وہ بندہ سب سے برا ہے جو گناہ کرتا رہتا ہے پھر معافی مانگتا رہتا ہے' وہ عاجزی کرتا ہے تا کہ لوگ اسے امانت دار سمجھیں حالانکہ وہ خیانت دار ہے اور وہ لوگوں کو برے کاموں سے روکتا ہے خود باز نہیں آتا' انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے مگر خود کوئی اچھا عمل نہیں کرتا' اگر کسی کو کچھ دیتا ہے تو بڑی مشکل سے' اگر نہیں دیتا تو عذر کر دیتا ہے' اگر تندرست ہے تو اللہ کے عذاب کی پرواہ نہیں کرتا' اگر بیمار پڑتا ہے تو نادم ہوتا ہے' فقیری میں پریشان رہتا ہے' تونگری میں فتنوں کا شکار رہتا ہے' نجات کا امیدوار بنتا ہے اور عملوں سے غفلت کرتا ہے' عذاب سے خوفزدہ رہتا ہے مگر پرواہ نہیں کرتا' برکت کا امیدوار ہوتا ہے مگر شکر سے عاری ہوتا ہے ثواب چاہتا ہے مگر صبر نہیں کرتا' جلدی سو جاتا ہے مگر روزوں میں تاخیر کرتا ہے۔ ایک دن حسن نے اپنی مجلس میں موجود فرقد سخی سے جو صوف کا (اونی) لباس پہنے تھے اور خود حسن کا لباس قیمتی تھا' کہا' میرا لباس جنتیوں کا ہے اور تمہارا لباس جہنمیوں کا ہے۔ تم نے ظاہراً دنیا چھوڑ رکھی ہے مگر تمہارا دل تکبر سے خالی نہیں۔ حقیقت میں جن لوگوں نے یہ صوفی لباس شعار بنالیا ہے' یہ سادی چادر اوڑھنے والوں سے زیادہ متکبر ہیں۔ لوگ لباس کے ساتھ فخر کرتے ہیں۔ لوگو! اچھا لباس پہنو البتہ اپنے دلوں میں خشیت الٰہی بھی قائم رکھو۔

حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ وہ لباس پہنو جس کا علماء مذاق نہ بنائیں اور جاہل بھی تمہیں حقیر نہ سمجھیں۔ کپڑے خواہ سوتی ہوں البتہ دل پاک صاف ہونا چاہیے۔ لباس تین قسم کے لوگوں کا ہوتا ہے۔ (۱) پرہیزگار متقی حضرات کا لباس۔ یہ ایسا لباس ہے جس پر مخلوق کا مؤاخذہ ہوتا ہے نہ شرع کا خواہ سوت کا ہو یا صوف کا' نیلا ہو یا سفید۔ (۲) اولیاء اللہ کا لباس۔ یہ اللہ کے حکم کے مطابق اس قدر ہوتا ہے جس سے ستر چھپ جاتا ہے اور جسم کا ضروری حصہ بھی چھپ جاتا ہے جس کے بغیر چارہ نہیں۔ اس کے ساتھ نفس کچلا جاتا ہے تا کہ مقام ابدال تک رسائی ہو۔ (۳) ابدال کا لباس۔ ایسا لباس جو شرعی حدود کی حفاظت کے ساتھ مقدر ہو جائے۔ وہ ایک قیراط کا کرتہ ہو یا سو دینار کا جوڑا ہو۔ انہیں یہ تمنا ہے کہ ہمارا لباس نہایت قیمتی ہو نہ ہی یہ خواہش ہے کہ ادنیٰ لباس اسے پائمال کرے بلکہ جو حلال لباس انہیں ملتا ہے بلا مشقت وکلفت اسے زیر استعمال رکھتے ہیں۔ ان لباسوں کے علاوہ ہر لباس دور جاہلیت کا عکاسی اور حماقت وخواہش کا لباس ہے۔

باب ۲

ہفتہ کے دنوں اور ایام بیض کے روزوں کے فضائل و وظائف

ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے از ابوالحسن علی بن احمد از ابوالحسین احمد از عباس بن محمد از حجاج بن محمد از ابن جریج از اسماعیل بن امیہ از ایوب بن خالد از عبیداللہ از ابوہریرہؓ روایت بیان کی' ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے میرے ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا کیا' اتوار کو پہاڑ گاڑے' سوموار کو درخت لگائے' منگل کو مکروہات پیدا کیں' بدھ کو خیر و بھلائی پیدا کی' جمعرات کو زمین پر چوپائے بکھیرے اور جمعہ کے دن عصر کے بعد آدمؑ کو پیدا فرمایا۔ آدم آخری مخلوق ہیں جنہیں جمعہ کے دن آخری ساعت میں عصر و مغرب کے درمیان پیدا کیا گیا۔[۱۳۲۲]

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ نبیؐ سے ہفتہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ دجل و فریب کا دن ہے۔ پوچھا گیا وہ کیسے؟ فرمایا' اس دن قریش نے دارالندوہ میں میرے خلاف مکر کیا تھا یعنی میرے قتل کی سازش کی تھی۔ آپؐ سے اتوار کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا یہ روشن دن ہے کیونکہ اس دن دنیا کی آبادکاری کی ابتدا ہوئی۔ سوموار کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ تجارت کا دن ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا: اس دن اللہ کے نبی شعیبؑ نے سفر تجارت کیا تھا۔ آپؐ سے منگل کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے اسے خونی دن قرار دیا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔ فرمایا: اس دن حواؑ کو حیض کا خون آیا تھا اور اسی دن قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا۔ بدھ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا یہ بے برکتی کا دن ہے۔ لوگوں نے سبب پوچھا۔ فرمایا: اس دن اللہ نے فرعون اور اس کا لشکر غرق کیا' عادیوں اور ثمودیوں کو ہلاک کیا۔ جمعرات کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا یہ حاجتیں پوری ہونے اور بادشاہوں کے پاس جانے کا دن ہے۔ لوگوں نے کہا کس طرح یا رسول اللہؐ! فرمایا: اسی دن حضرت ابراہیمؑ نمرود کے پاس گئے اس نے آپ کے کام پورے کیے اور ہاجرہؓ آپ کو پیش کر دی۔ آپؐ سے جمعہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: جمعہ نکاح و خطبہ کا دن ہے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا: انبیاء اسی دن نکاح کیا کرتے تھے۔[۱۳۲۳]

زہری از عبدالرحمٰن بن کعب از کعب از ابیہ: نبیؐ کا سفر جمعرات کے دن ہوا کرتا تھا۔[۱۳۲۴] معاویہ بن قرہ از حضرت انسؓ:

۱۳۲۲ مسلم (۲۱۴۹) احمد ۲/ ۳۲۷۔ البیہقی ۹/ ۳

۱۳۲۳ تذکرۃ الموضوعات (۱۱۵)۔ اللآلی المصنوعۃ ۱/ ۴۵۰۔ الفوائد ۴۳۷

۱۳۲۴ المجمع ۳/ ۲۱۱

نبیؐ نے فرمایا: جو شخص مہینے کے ستارہویں دن منگل کو سینگی لگوائے گا اللہ تعالیٰ اس سے سال بھر کی بیماری دور فرما دیں گے۔[۱۳۲۵]
کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کا دن حضرت موسیٰؑ اور دیگر پچاس انبیاء کو عطا کیا تھا' اتوار کا دن حضرت عیسیٰؑ اور دیگر بیس انبیاء کو عطا کیا تھا' سوموار کا دن حضرت محمدؐ اور دیگر تریسٹھ انبیاء کو عطا کیا تھا' منگل کا دن حضرت سلیمانؑ اور دیگر پچاس انبیاء کو عطا کیا تھا' بدھ کا دن حضرت یعقوبؑ اور دیگر پچاس انبیاء کو عطا کیا تھا' جمعرات کا دن حضرت آدمؑ اور دیگر پچاس انبیاء کو عطا کیا تھا' جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔ نبیؐ نے پوچھا' یا اللہ! میری امت کا حصہ؟ فرمایا' اے محمدؐ! جمعہ اور جنت میرے لیے ہیں' میں یہ دونوں چیزیں آپ کی امت کو ھبہ کرتا ہوں اور میں خود جنت کے ساتھ آپ کی امت کے لیے ہوں۔ انس بن مالکؓ: رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بدھ' جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں یاقوت' مروارید اور زبرجد کا محل بنائیں گے اور اس کے لیے جہنم سے آزادی کا پروانہ لکھ دیں گے۔[۱۳۲۶] ایک روایت میں حضرت انس سے مروی ہے' جو شخص حرمت والے مہینوں میں ان تین دن کا روزہ رکھے گا' اللہ تعالیٰ اس کے لیے نوسو سال کی عبادت کا ثواب لکھ دیں گے۔[۱۳۲۷]

حدیث نبویؐ ہے کہ: ہفتہ اور اتوار کا روزہ رکھ کر یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو۔[۱۳۲۸] حضرت ابوہریرہؓ: نبی رحمتؐ نے فرمایا: ہر سوموار اور جمعرات کو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان دنوں میں اللہ تعالیٰ ہر اس بندے کی بخشش فرما دیتے ہیں جو اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتا اور وہ شخص جس کی اپنے (مسلمان) بھائی کے ساتھ لڑائی ہو' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو مزید مہلت دے دو حتی کہ یہ صلح کر لیں۔[۱۳۲۹] نبیؐ سے مروی ہے کہ آپؐ ان دنوں (سوموار اور جمعرات) کے روزے ترک نہیں فرماتے تھے خواہ آپ گھر پر ہوں یا سفر میں' آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ ان (دونوں) دنوں میں اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔[۱۳۳۰]

ایام بیض کے روزے: ۞ ۞ ایام بیض (یعنی ہر مہینے کی تیرہویں' چودہویں اور پندرہویں تاریخوں) کے روزوں کی بہت فضیلت ہے' ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے ہلال بن محمد از نقاش از حسین بن سفیان از سلیمان بن یزید از مولیٰ بنی ہاشم از علی بن یزید از عبدالملک بن مروان' از سعید بن عثمان از علی بن حسین از علی بن ابی طالب روایت بیان کی: حضرت علیؓ نے فرمایا تیرہویں کا روزہ تین ہزار سال کے روزوں کے برابر ہے' چودہویں کا روزہ دس ہزار سال کے روزوں کے برابر ہے اور

۱۳۲۵ الموضوعات ۳/۲۱۵- تذکرۃ الموضوعات (۲۰۸) اللآلی المصنوعۃ ۲/۲۲۰
۱۳۲۶ البیہقی ۴/۲۹۵- المجمع ۳/۱۹۹
۱۳۲۷ العلل المتناهیۃ ۲/۶۴- المجمع ۳/۱۹۱
۱۳۲۸ المجمع ۳/۱۹۸
۱۳۲۹ احمد ۲/۳۸۹۔
۱۳۳۰ ترمذی (۷۴۷) شرح السنۃ ۶/۳۵۴

پندرہویں کا روزہ ایک لاکھ سال کے روزوں کے برابر ہے۔[۱۳۳۱]

ابواسحاق از جریر: نبی رحمتؐ نے فرمایا: ہر ماہ کے تین روزے (تیرہواں' چودھواں اور پندرہواں) عمر بھر کے روزوں کے برابر ہے۔[۱۳۳۲] خذیفہ: نبی اکرمؐ نے فرمایا' جس نے مہینے کے تین روزے رکھے اس نے عمر بھر کے روزے رکھنے کا ثواب پایا۔[۱۳۳۳] اس کی تصدیق قرآن مجید بھی کرتا ہے[جو ایک نیکی کرے گا اسے دس نیکیوں کا ثواب ہوگا][۱۳۳۴] ابن عباسؓ: نبیؐ سفر و حضر میں ایام بیض کے روزے نہیں چھوڑتے تھے۔[۱۳۳۵] شعبی از ابن عمر: نبیؐ نے فرمایا: جو شخص ہر مہینے کے تین روزے رکھے' فجر کی سنتوں اور وتروں کا میں' سفر و حضر میں بھی' ناغہ نہ کرے اس کے لیے ایک شہید کا ثواب ہے۔[۱۳۳۶]

سعید بن ابی ہند از ابی ہریرہؓ: مجھے میرے محبوب نبیؐ نے وصیت فرمائی کہ تا موت تین چیزوں پر عمل پیرا رہنا۔ (۱) ہر مہینے کے تین روزے (۲) سونے سے پہلے وتر (۳) اور چاشت کی نماز۔[۱۳۳۷]

عبدالملک بن مروان اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بوقت دوپہر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا' آپ نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا' علی! یہ جبریلؑ ہیں جو تمہیں سلام کر رہے ہیں۔ میں نے کہا آپ پر اور ان پر بھی سلام ہو۔ آپؐ نے فرمایا میرے قریب ہو جاؤ' میں آپ کے قریب ہوگیا۔ فرمایا' علی! جبریلؑ فرماتے ہیں کہ ہر ماہ کے تین روزے ضرور رکھو۔ پہلے روزے کا ثواب دس ہزار روزوں کے برابر' دوسرے کا تیس ہزار روزوں کے برابر اور تیسرے روزے کا لاکھ روزوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ کیا یہ ثواب صرف میرے لیے خاص ہے؟ فرمایا: علی! اللہ تمہیں یہ ثواب دیں گے اور جو کوئی اس پر عمل کرے گا اسے بھی اتنا ہی ثواب دیں گے۔ میں نے پوچھا وہ روزے کون سے ہیں؟ فرمایا' ایام بیض کے۔ تیرہواں' چودھواں اور پندرہواں۔[۱۳۳۸] عنترہ: میں نے حضرت علیؓ سے ان کی سفیدی (بیض) کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو جنت سے زمین پر اتارا تو سورج کی دھوپ نے ان کا جسم سیاہ کر دیا پھر ان کے پاس جبریلؑ آئے اور عرض کی' اے آدم کیا آپ رنگ سفید کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایا' ہاں۔ کہا پھر ہر ماہ کے تیرہواں' چودھواں اور پندرہواں روزہ رکھا

۱۳۳۱ الموضوعات ۲/۱۹۷
۱۳۳۲ احمد ۳/۴۳۶۔ نسائی (۴/ ۲۰۸۔ ۲۲۱)
۱۳۳۳ مسلم (۲۷۳۶)
۱۳۳۴ الانعام۔ ۱۶۰
۱۳۳۵ الجامع الصغیر ۲/۹۴
۱۳۳۶ تلخیص الحبیر ۲/ ۲۱۴
۱۳۳۷ احمد ۵/۱۷۳
۱۳۳۸ الموضوعات ۲/۱۹۷

کرو۔ چنانچہ حضرت آدمؑ نے پہلا روزہ رکھا تو ان کا تہائی جسم سفید ہو گیا' دوسرا رکھا تو دو تہائی سفید ہو گیا اور تیسرا رکھا تو سارا جسم سفید ہو گیا۔ اس لیے انہیں ایام بیض (سفید دن) کہا جاتا ہے۔[۱۳۳۹]

ذربن حبیش: میں نے ابن مسعودؓ سے ایام بیض کے متعلق سوال کیا' انہوں نے جواباً کہا کہ میں نے بھی اللہ کے رسولؐ سے ان کے متعلق پوچھا تھا اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ جب حضرت آدمؑ نے اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے شجرۃ ممنوعہ سے کھا لیا تو انہیں جنت سے نکال دیا گیا۔ اللہ نے اپنی عزت وجلال کی قسم اٹھا کر فرمایا کہ میرا نافرمان میرے پڑوس (جنت) میں نہیں رہ سکتا۔ جب آپ کو زمین پر اتارا گیا تو آپ کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ فرشتے گریہ زاری کرنے لگے یا اللہ! جسے تو نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا' اپنی جنت کا مہمان بنایا اور اسے فرشتوں سے سجدہ کرایا' صرف ایک گناہ کی وجہ سے تو نے اس کی سفیدی کو سیاہی سے بدل دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کے پاس وحی بھیجی کہ میرے لیے تیرہویں کا روزہ رکھ' آپ نے روزہ رکھا تو آپ کا تہائی جسم سفید ہو گیا۔ پھر آپ نے بحکم الٰہی چودھویں کا روزہ رکھا تو دو تہائی جسم سفید ہو گیا اور جب آپ نے پندرھویں کا روزہ رکھا تو سارا جسم سفید ہو گیا۔ لہٰذا انہیں ایام بیض (سفید دن) کہا جانے لگا۔[۱۳۴۰] قتبی نے ادب الکاتب میں لکھا ہے کہ اہل عرب ان دنوں کو ''بیض'' اس لیے کہتے ہیں کیونکہ ان دنوں رات بھر سفیدی (چاندنی) رہتی ہے۔

عمر بھر کے روزوں کا ثواب: ❀ ❀ ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے ابوالحسن سے انہوں نے علی بن احمد سے' انہوں نے ابراہیم سے' انہوں نے حسن بن سہیل سے' انہوں نے یحییٰ سے' انہوں نے ابراہیم بن ابی نجا سے' انہوں نے صفوان سے' انہوں نے علقمہ سے اور انہوں نے عمر بن خطابؓ سے روایت بیان کی کہ نبی رحمتؐ نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل روزے داؤدؑ کے تھے جو کوئی عمر بھر روزے رکھے اس نے گویا اپنے آپ کو اللہ کے لیے ہبہ کر دیا ہے۔[۱۳۴۱]

ابوموسیٰ اشعری: نبیؐ نے فرمایا: جو شخص تمام عمر روزے رکھے اس پر جہنم اس طرح تنگ کر دی جاتی ہے' آپ نے شہادت والی انگلی کو انگوٹھے کی جڑ میں رکھ کر مثال دی۔[۱۳۴۲] شعیب از سعد بن ابراہیم: حضرت عائشہؓ عمر بھر کے روزے رکھا کرتی تھیں۔ یعقوب! مجھے میرے والد نے خبر دی کہ سعد نے موت سے چالیس سال پہلے مسلسل روزے رکھے تھے۔ ابوادریس عابد: ابوموسیٰؓ اتنے روزے رکھا کرتے تھے کہ ہلال کی طرح (کمزور) ہو گئے تھے۔ میں نے کہا' کاش! آپ اپنے نفس کو بھی راحت مہیا کریں' فرمایا: روزے میں ہی راحت ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ گھڑ دوڑ میں دبلے پتلے گھوڑے ہی بازی جیتتے ہیں۔

۱۳۳۹ الموضوعات ۳/۱۹۷

۱۳۴۰ الموضوعات ۲/۷۲

۱۳۴۱ نسائی مع شرح السیوطی ۴/۲۰۹- نبی کریمؐ نے عمر بھر روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ ایسے شخص کا کوئی روزہ نہیں۔ مسلم (۲۷۴۶) البتہ آپؐ نے زیادہ سے زیادہ رخصت یہ دی ہے کہ ایک دن روزہ رکھ لیا جائے اور ایک دن نہ رکھا جائے اور فرمایا کہ حضرت داؤدؑ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ مسلم (۲۷۴۶)

۱۳۴۲ احمد ۴/۴۱۴

ابواسحاق بن ابراہیم: مجھے عمار راہب نے خبر دی کہ میں نے خواب میں سکینہ طفاریہ کو دیکھا جو عیسیٰ بن زاذان کی مجلس میں ہمارے ساتھ ابلہ شہر میں بصرہ سے آیا کرتی تھیں تاکہ عیسیٰ سے شرف ملاقات حاصل ہو۔ میں نے پوچھا' سکینہ! عیسیٰ کا کیا حال ہے؟ مسکرا کر کہا' انہیں تروتازگی کا لباس پہنا دیا گیا ہے' ان کے ہر طرف خدام ہیں' خوب زیورات سے آراستہ ہیں اور ان کے لیے اعلان کر دیا گیا ہے' اے قاری! چڑھ جا' میری عمر کی قسم! ''تجھے روزوں نے بری کر دیا ہے۔'' عیسیٰ (تو) روزے رکھ رکھ کر اتنے لاغر ہو چکے ہیں کہ آواز بھی نہیں نکلتی۔ انسؓ: عہد رسالت میں ابوطلحہؓ جہاد کی وجہ سے روزے نہیں رکھا کرتے تھے' جب نبیؐ فوت ہو گئے تو میں نے آپ کو عیدین کے علاوہ کبھی بلا روزہ نہیں دیکھا۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن: مجھے ایک صحابی رسول نے بیان کیا کہ آپؐ گرمی کے موسم میں حالت روزہ میں شدت گرمی کی وجہ سے سر پر پانی بہایا کرتے تھے۔ سفیان از ابواسحاق از حارث از علیؓ: نبیؐ ایک دن روزہ رکھا کرتے تھے اور ایک دن ناغہ کیا کرتے تھے' حدیث جابر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبیؐ سے مسلسل روزہ رکھنے والے کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: اس نے روزہ رکھا نہ روزہ چھوڑا۔[۱۳۴۳] اسے اس روزہ دار پر محمول کیا جائے گا جس نے عیدین اور ایام تشریق میں بھی روزہ رکھا۔ امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ البتہ اگر ان ممنوعہ ایام کے علاوہ سال بھر روزے رکھیں جائیں تو منع تو کجا اس میں بڑی فضیلت ہے۔

<u>روزے کی اجمالی فضیلت</u>: ۞۞ ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے عمرو بن ربیعہ سے انہوں نے اسلام بن قیسؓ سے خبر دی کہ نبیؐ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر ایک روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اسے کوے کی عمر کے بقدر جہنم سے دور کر دیں گے۔[۱۳۴۴] کوے کی عمر پانچسو سال بتائی جاتی ہے۔ ابودرداءؓ: نبیؐ نے فرمایا: جو شخص ایک روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے مابین خندق حائل کر دیں گے جس کا طول وعرض زمین وآسمان کے برابر ہوگا۔[۱۳۴۵] ابوسعیدؓ: جو شخص اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے ستر سال کی مسافت کے بقدر دور فرما دے گا۔[۱۳۴۶] عائشہ صدیقہؓ: میں نے نبیؐ کا یہ فرمان سنا: جو شخص روزے کی حالت میں صبح کرتا ہے اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' اس کے اعضاء تسبیح خواں بن جاتے ہیں اور دنیاوی آسمان کے فرشتے اس کے لیے غروب شمس تک دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ حالت روزہ میں ایک دو رکعتیں ادا کر لے تو اس کے لیے آسمان نور سے جگمگا اٹھتے ہیں۔ اس کے لیے جنتی حوریں کہتی ہیں' الٰہی! اسے ہمارے پاس پہنچا ہم اس کے دیدار کی مشتاق ہیں۔ اگر سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ پڑھے تو اس جملے کو فرشتے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ غروب

۱۳۴۳ مسلم (۲۷۴۶) اسی باب میں وضاحت ہے کہ آپؐ نے عبداللہ بن عمروؓ جو عیدین کے علاوہ روزانہ روزہ رکھتے تھے' آپؐ نے انہیں روزانہ روزے سے منع فرمایا تھا۔

۱۳۴۴ المجمع ۱۸۱/۳

۱۳۴۵ ترمذی (۱۶۲۲)

۱۳۴۶ بخاری ۳۲/۴

شمس تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔[۱۳۴۷] ابوصالح از ابوہریرہؓ: نبیؐ نے ارشاد فرمایا: ابن آدم جونیکی کرتا ہے اس کو دس سے سو اور سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے البتہ روزہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے: ''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ (اجر) دوں گا۔'' روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی محبوب ہے۔[۱۳۴۸] علیؓ: میں نے نبیؐ سے سنا کہ جس کو کھانے پینے کی خواہش سے اس کے روزے روک دیں اسے اللہ تعالیٰ جنت کے پھلوں اور مشروبات سے نوازے گا۔[۱۳۴۹] ابوہریرہؓ: نبیؐ نے فرمایا کہ ہر عمل کے لیے جنت میں ایک مخصوص دروازہ ہے جن کے اہل عمل کو انہیں دروازوں سے پکارا جائے گا۔ روزے دار کے لیے ایک دروازہ ہے جسے ''ریّان'' کہا جاتا ہے' اس سے صرف روزہ داروں کو بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ: کیا کوئی مسلمان ایسا بھی ہے جسے جنت کے ہر دروازے سے بلایا جائے گا؟ فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو گے۔[۱۳۵۰]

حدیث نبویؐ ہے: ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔[۱۳۵۱] انس بن مالکؓ: نبیؐ کا فرمان ہے کہ روزے سے تمہارے دل صاف ہو جاتے ہیں۔ ابوہریرہؓ: نبیؐ کا فرمان ہے کہ روزہ آدھا صبر ہے ہر چیز کی زکاۃ ہے اور جسم کی زکاۃ روزہ ہے۔[۱۳۵۲] ابوعوفی: نبیؐ نے فرمایا: روزہ دار کی نیند بھی عبادت ہے' اس کی خاموشی تسبیح ہے اور اس کے عمل مقبول ہیں۔[۱۳۵۳] ابن عباسؓ: نبیؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ جنت میں روزہ داروں کے لیے سونے کا دسترخوان بچھایا جائے گا جس پر شہد ہوگا' روزہ دار اس شہد سے لذت اندوز ہوں گے اور لوگ انہیں دیکھ رہے ہوں گے۔[۱۳۵۴] احمد بن ابی الجواری از ابوسلیمان: مجھے ابوعلی نے ایسی خوش دل حدیث سنائی جو میں نے کبھی نہیں سنی تھی' فرمایا: روزہ داروں کے لیے دسترخوان بچھایا جائے گا جس سے وہ کھائیں گے جب کہ لوگ حساب و کتاب میں مصروف اللہ سے عرض کریں گے' یا اللہ! ہم سے حساب لیا جا رہا ہے اور یہ لوگ کھانے اڑانے میں مصروف ہیں! اللہ فرمائیں گے یہ لوگ طویل عرصے تک روزہ دار رہے ہیں اور تم کھاتے پیتے تھے۔ یہ راتوں کو عبادتیں کرتے تھے اور تم آرام سے سوئے رہتے تھے۔[۱۳۵۵]

ابن عباسؓ: نبیؐ نے فرمایا: جب روزہ دار اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو انکے منہ سے کستوری کی مہک اٹھتی ہوگی' ان کے پاس جنتی دسترخوان لایا جائے گا اور وہ اس میں سے عرش کے سائے تلے لذت اندوز ہوں گے۔[۱۳۵۶] سفیان بن عیینہ: مجھے خبر ملی ہے کہ روزہ دار جن چیزوں سے افطاری کرتا ہے' ان سے اس کا حساب نہیں لیا جائے گا۔

۱۳۴۷ العلل ۲/۵۶
۱۳۴۸ احمد ۲/۴۷۹
۱۳۴۹ [illegible]
۱۳۵۰ احمد ۲/۴۴۹
۱۳۵۱ الاتحاف ۴/۱۹۲
۱۳۵۲ احمد ۲/۲۶۰
۱۳۵۳ الاتحاف ۴/۱۹۲
۱۳۵۴ الدر المنثور ۱/۱۸۰
۱۳۵۵ الدر المنثور ۱/۱۸۲
۱۳۵۶ الدر المنثور ۱/۱۸۲

ابوصالح از ابو ہریرہؓ: نبیؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے: روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کے اجر سے نوازوں گا کیونکہ روزہ دار میرے لیے اپنا کھانا' پینا اور شہوت روکتا ہے۔ روزہ ڈھال ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں ایک افطاری کے وقت اور دوسری رب سے ملاقات کے وقت۔ یاد رکھو کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو کستوری سے بھی زیادہ پسند ہے۔[۱۳۵۷]

جابر بن عبداللہ: نبیؐ نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے جس کے ساتھ آدمی جہنم سے بچاؤ کرتا ہے۔[۱۳۵۸] سعید بن جبیر از ابن عمر از عمرؓ: مجھے اپنے پیچھے دنیا پر کسی چیز کے ترک کرنے کا افسوس نہیں ہوگا سوائے بوقت دوپہر بے روزہ ہونے اور مسجد میں پیدل چل کر نماز ادا نہ کرنے کے۔[۱۳۵۹] (یعنی ان پر افسوس ہے) مجاہد از ابو ہریرہؓ: نبی رحمتؐ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص رضائے الٰہی کی خاطر نفلی روزہ رکھے تو اگر اسے روز جزا اس کے بدلے دنیا بھر کر سونا دیا جائے تو وہ اس روزے کے ثواب سے کمتر ہوگا۔[۱۳۶۰]

۱۳۵۷ بخاری ۵/۱۷۹
۱۳۵۸ ایضاً
۱۳۵۹ المجمع ۳/۱۸۲
۱۳۶۰ ایضاً

باب - ۴

رات کی عبادت اوراذکار

شقیق ازعبداللہ: نبیؐ کے پاس ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا گیا جو رات بھر سویا رہا حتیٰ کہ نماز فجر بھی ادا نہ کی۔ آپؐ نے فرمایا: اس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔[۱۳۶۱] ایک حدیث میں ہے کہ جب انسان سو جاتا ہے تو شیطان اس کے سر پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ جب وہ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے' جب وہ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر وہ دو رکعت نفل پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ صبح کے وقت چست ہوتا ہے ورنہ سست رہتا ہے۔[۱۳۶۲] حدیث نبویؐ: شیطان کے پاس کچھ چیزیں ناک میں ڈالنے کے لیے' کچھ چاٹنے اور کچھ چھڑکنے کے لیے ہیں۔ جب شیطان اس کی ناک میں دوا ڈال دیتا ہے تو وہ بدخلق ہو جاتا ہے' جب وہ اسے دوا چٹا دیتا ہے تو وہ چرب زبان ہو جاتا ہے اور جب وہ اس پر دوا چھڑک دیتا ہے تو یہ رات بھر سویا رہتا ہے۔[۱۳۶۳]

رات کی نماز میں لمبا قیام جائز ہے اور یہ دوگانہ پڑھنی چاہیے جب کہ دن کی نماز میں رکوع وسجود زیادہ ہوتے ہیں' اگر کوئی (دن کے وقت) چار رکعت نفل نماز ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھے تو جائز ہے۔

نبیؐ پر رات کا قیام نفل بھی ہے فرض بھی اور یہ قرب الٰہی کا موجب ہے جب کہ آپ کی امت کے لیے رات کا قیام فرائض کی تکمیل کا مددگار ہے۔ سالم از ابن عمرؓ: عہد رسالت میں خواب دیکھنے والا اپنا خواب اللہ کے رسولؐ کے گوش گذار کرتا تھا۔ میری تمنا تھی کہ مجھے بھی کوئی خواب آئے اور میں اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں پیش کروں' میں غیر شادی شدہ نوجوان تھا اور مسجد میں سویا کرتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر آگ کی طرف لے جا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ جہنم کے گرد کنویں کی منڈیر کی طرح منڈیر بنی ہے اور کنویں کی چرخیوں کی طرح اس پر بھی چرخیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس جہنم میں کچھ لوگ میرے جانے پہچانے معلوم ہوتے ہیں۔ میں آگ کو دیکھ کر مسلسل اللہ سے پناہ مانگتا رہا۔ پھر مجھے ایک فرشتہ ملا جس نے کہا آپ اس آگ سے مت گھبرایئے۔ میں نے اپنا خواب حضرت حفصہؓ سے بیان کیا اور انہوں نے نبیؐ سے بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: عبداللہ اچھا آدمی ہے اگر رات کی نماز پڑھے تو بہت خوب! راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد عبداللہ رات کو برائے نام ہی سویا کرتے تھے۔[۱۳۶۴]

۱۳۶۱ بخاری (۱۱۴۴) مسلم (۱۸۱۸)
۱۳۶۲ بخاری (۱۱۴۲) ۲/۲۵ مسلم (۱۸۱۹)
۱۳۶۳ الاتحاف ۵/۱۸۵
۱۳۶۴ بخاری (۱۱۵۸) ۲/۶۱

ابوسلمہ ازعبداللہ بن عمرو بن عاص: مجھے نبیؐ نے کہا: فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا جو رات کا قیام کیا کرتا تھا پھر اس نے قیام چھوڑ دیا۔[۱۳۶۵] ابوصالح ازابن شہاب: مجھے علی بن حسین نے خبر دی انہیں ان کے والد حسین نے حضرت علیؓ سے خبر دی کہ ایک مرتبہ نبیؐ میرے اور اپنی بیٹی فاطمہؓ کے پاس رات کے وقت تشریف لائے تو ہم سو رہے تھے۔ آپؐ نے کہا کیا تم نماز تہجد نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہؐ! ہمارے نفس اللہ کے ہاتھ میں ہیں جب وہ چاہتا ہے ہمیں بیدار کر دیتا ہے۔ آپؐ نے میرا جواب سن کر کوئی بات نہ کی اور واپس پلٹ گئے دریں اثنا آپؐ اپنی ران پر ہاتھ مار کر یہ بات کہہ رہے تھے [''انسان بڑا جھگڑالو ہے۔''][۱۳۶۶]

ابونصر ازابیہ ازسفیان ازابوزبیر از جابر بن عبداللہ: نبیؐ کا فرمان ہے کہ جو شخص رات کو دو رکعت پڑھے وہ دنیا و مافیہا سے افضل ہے اگر مجھے اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں یہ ان پر فرض کر دیتا۔[۱۳۶۷] ابونصر ازابیہ ازابوالعالیہ از ابومسلم ازابوذرؓ: کون سی نماز افضل ہے؟ ابوذرؓ نے جواب دیا کہ یہی سوال میں نے نبیؐ سے پوچھا تو آپؐ نے جواب دیا آدھی رات کی نماز مگر اس پر عمل کرنے والے تھوڑے ہیں۔[۱۳۶۸] ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اللہ سے عرض کیا الٰہی! تیری عبادت کا دل بڑا مشتاق ہے مجھے عبادت کا سب سے افضل وقت بتا؟ اللہ نے وحی فرمائی اے داؤد شروع اور آخر رات میں مت اٹھ کیونکہ اول رات کو اٹھنے والا پچھلی (آخری) رات محروم رہتا ہے اور آخری رات میں اٹھنے والے پہلے حصے میں سویا رہتا ہے۔ البتہ درمیانی رات میں اٹھ کر مجھ سے سرگوشی کیا کر اور مجھ سے حاجتیں مانگا کر۔

یحییٰ بن مختار ازحسن: بوقت نصف رات ہمیشہ قیام کرنا اور اللہ کی راہ میں خیرات کرنا انسان کے لیے ایسا عمل ہے جو اس کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا ہے بوجھ ہلکا کر دیتا ہے اور اس کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ ابودرداء: لوگو! میں تمہارا خیرخواہ اور مشفق ہوں قبر کی وحشت سے بچنے کے لیے رات کے اندھیرے میں نماز پڑھو محشر کی گرمی سے بچنے کے لیے دن کا روزہ رکھو اور اس دن کی گھبراہٹ سے بچنے کے لیے صدقہ خیرات کرو میں تمہیں نصیحانہ مشورہ دیتا ہوں۔

ابونصر ازابیہ ازیحییٰ بن ابی کثیر ازابوجعفر ازابوہریرہؓ: نبیؐ کا فرمان مبارک ہے کہ جب رات کا ثلث باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نازل ہو کر اعلان کرتے ہیں کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا سنوں؟ ہے کوئی جو مجھ سے رزق مانگے میں اسے عطا کروں؟ مجھ سے تکلیف دور کرنے کی درخواست کرے میں اس کی تکلیف دور کر دوں؟ اللہ تعالیٰ صبح صادق تک اسی طرح اعلان کرتے رہتے ہیں۔[۱۳۶۹] ابونصر ازابیہ ازابوہریرہؓ: رب ذوالجلال والاکرام ہر رات کے آخری تہائی

۱۳۶۵ بخاری (۱۱۵۲) ۲/ ۶۸ ۱۳۶۶ الکہف-۵۴

۱۳۶۷ بخاری ۹/ ۱۳۱

۱۳۶۸ الاتحاف ۵/ ۱۸۵

۱۳۶۹ البیہقی ۳/ ۴-شرح السنۃ ۴/ ۶۱

حصے میں آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں: کوئی مجھ سے دعا مانگنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کوئی مجھ سے معافی مانگنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں؟ کوئی مطالبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کا مطالبہ پورا کروں؟ اسی لیے اولیاء اللہ رات کے آخری حصے میں نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۔[۱۳۷۰] ابوامامہ: نبیؐ سے دعا کی قبولیت کا وقت پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: رات کے آخری حصے اور فرض نمازوں کے بعد دعائیں قبول ہوتی ہیں۔[۱۳۷۱]

عبداللہ بن عمرؓ: نبیؐ نے فرمایا کہ بہترین روزے داؤدؑ کے روزے ہیں جو ایک دن روزہ رکھتے ایک دن ناغہ کرتے تھے اور بہترین نماز بھی داؤدؑ کی تھی، آپ نصف رات تک سوئے رہتے پھر نماز پڑھتے۔[۱۳۷۲]

ابن عمرؓ: نبیؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو داؤدؑ کی نماز بڑی پسند آئی آپ نصف رات سوتے پھر اٹھ کر نماز پڑھتے پھر سو جاتے پھر نصف شب کے بعد والی رات میں نماز پڑھتے۔[۱۳۷۳] ابوہریرہؓ: میں رات کے تین حصے کر لیتا ہوں۔ تہائی حصہ سوتا ہوں، تہائی میں نماز پڑھتا ہوں اور آخری تہائی میں نبیؐ کی احادیث پڑھتا ہوں۔ ابن مسعودؓ: رات کے نوافل دن کے نوافل پر اسی طرح افضل ہیں جس طرح خفیہ صدقہ ظاہری صدقہ پر افضل ہے۔[۱۳۷۴] عمرو بن عاص: رات کی ایک رکعت دن کی دس رکعتوں سے افضل ہے۔ نبیؐ نے جبریلؑ سے پوچھا کہ رات کے کس حصے میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ فرمایا، عرش سحری کے وقت لرز جاتا ہے۔[۱۳۷۵] نبیؐ کا فرمان ہے کہ تہجد لازی پڑھا کرو، یہ تم سے پہلے لوگوں کا طریقہ رہا ہے۔[۱۳۷۶] رات کا قیام قرب الٰہی، گناہوں کی معافی اور تندرستی کا ذریعہ ہے۔

ابونصر از ابیہ از اعمش از ابوسفیان ابوجابر بن عبداللہؓ: نبیؐ نے ارشاد فرمایا کہ رات میں ایک گھڑی (لمحہ) ایسی آتی ہے کہ اگر وہ کسی بندے کو نصیب ہو جائے اور وہ اس وقت اللہ سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرماتے ہیں۔[۱۳۷۷] البتہ یہ لمحہ پوری رات میں کسی وقت بھی ہو سکتا ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ جس طرح جمعہ کے دن کی مقبول گھڑی اور رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں قدر والی رات پوشیدہ ہے اسی طرح یہ گھڑی بھی پوشیدہ ہے کہا جاتا ہے کہ رات میں ایک لمحہ ایسا بھی آتا ہے جب ساری خلقت سو جاتی ہے البتہ اللہ حیّ و قیوم ہی جاگ رہے ہوتے ہیں اور یہ مقبول گھڑی ہوتی ہے۔ عمرو بن عتبہ کی حدیث میں ہے کہ آخری رات کی نماز لازمی پڑھا کرو کیونکہ یہ شہادت والی اور حاضری والی ہے یعنی اس وقت دن اور رات کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

۱۳۷۰ حوالہ گذر چکا ہے۔
۱۳۷۱ ایضاً
۱۳۷۲ ابوداؤد (۲۴۴۸) احمد ۲/ ۱۶۰
۱۳۷۳ بخاری ۲/ ۶۳
۱۳۷۴ الحلیۃ ۴/ ۱۶۷ - الطبرانی ۱۰/ ۲۲۱
۱۳۷۵ المغنی عن حمل الاسفار ۱/ ۳۵۷
۱۳۷۶ ترمذی (۳۵۴۹) شرح السنۃ ۴/ ۳۴
۱۳۷۷ مسلم (۱۷۷۰) احمد ۳/ ۳۱۳

نبی اکرمؐ کی نماز تہجد: ۞ نبیؐ کی تہجد کی نماز جو بخاری و مسلم کی صحیح احادیث میں موجود ہے[١٣٧٨] وہ درج ذیل ہے۔

ابو اسحاق: میں اسود بن یزید کے پاس گیا جو میرے بھائی اور دوست تھے' میں نے کہا ابو عمرو! نبیؐ کی نماز تہجد کے متعلق حضرت عائشہؓ نے آپ کو جو حدیث سنائی ہے وہ آپ مجھے بیان کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں: نبیؐ اول شب کو سو جاتے تھے اور آخری شب کو بیدار ہوتے تھے اگر آپ کو بیوی سے حاجت ہوتی تو پوری کرتے پھر پانی استعمال کیے بغیر سو جاتے پھر جب پہلی اذان سنتے تو اٹھ کھڑے ہوتے' اللہ کی قسم حضرت عائشہؓ نے اس طرح فرمایا کہ آپؐ کود کر کھڑے ہوتے اور غسل فرماتے۔ اگر آپ جنبی نہ ہوتے تو وضو فرماتے۔ کریب مولیٰ عباس از عباسؓ: آپ نے ایک رات ام المومنین حضرت میمونہؓ کے گھر گذاری۔ فرمایا' میں بستر کے عرض کی طرف اور (میری خالہ) میمونہؓ اور نبیؐ لمبائی کے رخ لیٹ گئے۔ جب نصف رات گذر گئی تو اپنی آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھے پھر آپؐ نے سورۃ ال عمران کی آخری دس آیات پڑھیں اور ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے مکمل وضو کیا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ میں بھی اٹھا اور جو کچھ نبیؐ نے کیا اسی طرح (وضو وغیرہ) کر کے آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ نبیؐ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا دایاں کان پکڑ کر مجھے اپنی دائیں جانب کھینچ لائے۔ آپؐ نے دو ہلکی رکعتیں پڑھیں اور باہر جا کر صبح کی نماز پڑھی۔[١٣٧٩]

ابو سلمہ از عائشہؓ: میں نے نبیؐ کو اپنے پاس سحری کے آخری حصے میں ہمیشہ سویا ہی دیکھا ہے[١٣٨٠] (یعنی آپ نماز تہجد سے فارغ ہو چکے ہوتے تھے) مسروق از عائشہؓ: نبیؐ کو وہ عمل پسند تھا جس پر دوام ہو۔ میں نے پوچھا کہ آپؐ کب بیدار ہوتے تھے؟ فرمایا جب مرغ بانگ دیتے ہیں۔[١٣٨١] حسن: نبیؐ نے فرمایا کہ رات کی نماز خواہ دو' چار رکعات ہی ہوں' ضرور پڑھو جس گھر میں نماز تہجد کا معمول ہو وہاں ایک منادی انہیں نماز کے لیے اٹھا دیتا ہے۔[١٣٨٢]

ابو سلمہ از ابو ہریرہؓ: نبیؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس طرح کان لگا کر کسی کا قرآن نہیں سنا جس طرح میرا سنا ہے۔[١٣٨٣] آپؐ قرآن کی بڑی اچھی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ عروہ از عائشہؓ: نبیؐ نے ایک شخص کو کسی رات قرآن کی ایک سورت کی تلاوت کرتے سنا تو فرمایا' اللہ اس پر رحم فرمائے اس نے مجھے فلاں فلاں سورت کی فلاں فلاں آیت جو مجھے بھولی تھی؟ یاد کروا دی۔ ابو نصر از ابیہ از محمد بن ابی الفوارس از احمد بن یوسف از احمد بن ابراہیم از ابو بکر از ابو حبیب از عراک از عروہ از عائشہؓ: نبیؐ رات کو تیرہ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور فجر کی دو سنتیں۔ آپؐ سے ایک رات میں بارہ رکعات اور ایک وتر بھی ثابت

١٣٧٨ بخاری ٢/ ٦٦۔ مسلم (١٧٢٨) احمد ٦/ ١٠٢

١٣٧٩ بخاری (١٨٣) مسلم (١٧٨٩)

١٣٨٠ بخاری (١١٣٣)

١٣٨١ احمد ٦/ ٢٠٣

١٣٨٢ الاتحاف ٥/ ٢٠٣۔ ابن ابی شیبہ ٢/ ٢٧١

١٣٨٣ بخاری ٩/ ١٧٣

ہے۔[۱۳۸۴] بعض کے نزدیک نبیؐ دس رکعت اور گیارہواں وتر پڑھا کرتے تھے۔

تہجد کی فضیلت: ❁ ❁ اللہ تعالیٰ نے رات کا قیام کرنے والوں کا قرآن مجید میں تذکرہ فرمایا ہے [وہ رات کو برائے نام ہی سوتے ہیں اور سحری کے وقت استغفار کرتے ہیں][۱۳۸۵] نیز فرمایا [ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں اور وہ اپنے رب کو خوف اور لالچ سے پکارتے ہیں][۱۳۸۶] نیز [جو لوگ رات کے وقتوں میں سجدے اور قیام کی حالت میں عبادت کرتے ہیں آخرت سے ڈرتے ہیں اور اپنے رب کی رحمت کے امیدوار ہیں][۱۳۸۷] فرمایا [اور وہ لوگ جو اپنے رب کے حضور سجدوں اور قیاموں کے ساتھ رات بسر کرتے ہیں][۱۳۸۸] نیز [اور آپؐ رات کے وقت تہجد پڑھیں جو آپ کے لیے زائد ثواب ہے امید ہے کہ آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر پہنچائے گا][۱۳۸۹]

حدیث نبویؐ ہے: جب اللہ تعالیٰ روز قیامت ساری مخلوق کو جمع کرے گا تو ایک منادی اعلان کرے گا: وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کے پہلو رات کے وقت بستروں سے الگ رہتے تھے اور وہ خوف و طمع سے اپنے رب سے دعائیں مانگتے تھے۔ یہ سن کر تھوڑے سے لوگ کھڑے ہوں گے' پھر منادی اعلان کرے گا: وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں تجارت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی۔ یہ اعلان سن کر بھی کچھ ہی لوگ کھڑے ہوں گے۔ پھر منادی اعلان کرے گا کہ وہ کھڑے ہو جائیں جو خوشی وغمی' عافیت و مصیبت ہر حال میں اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے تھے۔ یہ اعلان سن کر بھی کچھ لوگ کھڑے ہوں گے۔ ان کے علاوہ باقی تمام لوگوں سے حساب لیا جائے گا۔ نبیؐ نے فرمایا کہ دن کے روزے پر سحری کے ساتھ مدد لو اور رات کے قیام پر دوپہر کے آرام سے مدد لو۔ رات بھر سونے والا مفلس ہے' ایسے شخص کے کان میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔ بعض اوقات نبیؐ ایک آیت کی تلاوت ہی رات بھر جاری رکھتے۔

حضرت عائشہؓ: ایک رات سوتے وقت میرا جسم آپ کے جسم سے مل گیا آپؐ نے فرمایا عائشہؓ کیا تم مجھے اس رات رب کی عبادت کی اجازت دیتی ہو؟ میں نے کہا واللہ! مجھے آپ کا قرب پسند ہے تاہم میں آپ کی خواہش کو ترجیح دیتی ہوں۔ پھر آپؐ نے قیام کیا اور رو رو کر قرآن کی تلاوت کی حتیٰ کہ آپ کے کندھے مبارک بھیگ گئے۔ پھر آپؐ بیٹھ کر تلاوت کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کے پہلو آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ پھر لیٹ کر تلاوت کی اور روتے رہے حتیٰ کہ زمین تر ہو گئی۔ آپؐ کے پاس جب بلالؓ آئے تو انہوں نے کہا' یا رسول اللہؐ! میرے والدین آپ پر قربان! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے آئندہ اور گزشتہ کے تمام گناہ معاف نہیں کر دیئے؟ فرمایا' بلال پھر میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس رات یہ آیت نازل فرمائی ہے

۱۳۸۴ بخاری ۲/۶۴۔ مسلم (۱۷۲۰)

۱۳۸۵ الذاریات۔ ۱۷' ۱۸

۱۳۸۶ السجدۃ۔ ۱۶

۱۳۸۷ الزمر۔ ۹

۱۳۸۸ الفرقان۔ ۶۴

۱۳۸۹ الاسراء۔ ۷۹

[آسمان وزمین کی پیدائش میں' دن رات کی گردش میں اہل عقل کے لیے نشانیاں ہیں جو اللہ کا ذکر کھڑے' بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں بجالاتے ہیں اور وہ زمین وآسمان کی پیدائش پر غور وفکر کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ سب کچھ باطل پیدا نہیں فرمایا۔ تو پاک ہے! ہمیں آگ کے عذاب سے نجات عطا فرما][1390] حضرت عائشہؓ: میں نے نبیؐ کو کبھی بھی تہجد بیٹھ کر ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا البتہ جب آپ بڑھاپے کو پہنچے تو بیٹھ کر پڑھ لیا کرتے۔ جب کسی سورت کی تیس چالیس آیات رہ جاتیں تو کھڑے ہو جاتے اور انہیں پڑھ کر رکوع کرتے۔[1391]

یعمر بن بشیر: میں عشاء کے بعد ابن مبارک کے گھر کے دروازے پر پہنچا تو آپ نماز کی حالت میں سورۃ انفطار پڑھ رہے تھے۔ جب آپ [یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ...... / اے انسان تجھے تیرے رب سے کس چیز نے غافل کر رکھا ہے][1392] اس آیت پر پہنچے تو اس کا تکرار کرتے رہے۔ میں دوبارہ صبح صادق سے کچھ پہلے آیا تو آپ اسی آیت کو دہرا رہے تھے' جب آپ کو خیال ہوا کہ صبح صادق کا وقت ہوا چاہتا ہے تو تلاوت موقوف فرمادی اور کہا تیرے حلم اور میری جہالت نے دھوکے میں رکھا۔ میری واپسی پر آپ یہی فرماتے رہے۔

نبیؐ کا ارشاد گرامی ہے: موسم سرما مومن کا موسم بہار ہے' اس میں دن چھوٹے ہوتے ہیں اور ایمان والے روزہ رکھتے ہیں اور رات بڑی ہوتی ہے اور وہ قیام کرتے ہیں۔[1393] ابن مسعود: قرآن کے قاری کو چاہیے کہ جب لوگ سو جائیں تو وہ قرآن کا مخصوص حصہ تلاوت کرے اور جب دن کے وقت لوگ کھاتے پیتے ہوں تو روزہ رکھے' جب لوگ خوش گپیوں میں مصروف ہوں تو عذاب الٰہی کے خوف سے روئے اور نیکی کرے جب لوگ حلال وحرام کی تمیز نہ کرتے ہوں۔ جب لوگ متکبر ہوں تو یہ عاجز بن جائے' جب لوگ خوش ہوں تو وہ ندامت کا اظہار کرے اور جب لوگ فضولیات بکتے ہوں تو خاموش رہے۔

عشاء اور مغرب کے درمیان نماز کی فضیلت: ۞ ۞ ابونصر از ابیہ از ابوالفتح از ابوالفوارس از بشر از محمد بن سلیمان از زید از عمر بن عبداللہ از یحییٰ بن ابی کثیر از ابوسلمہ از ابوہریرہؓ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعت نماز نفل ادا کرے اور ان کے درمیان کوئی گفتگو نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بارہ (۱۲) سالہ عبادت کے اجر سے نوازیں گے۔[1394] زید بن ابی الحباب کی ایک روایت کے لفظ ہیں کہ ان کے درمیان کوئی بیہودہ بات نہ کرے۔ کہا جاتا ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں کافرون اور اخلاص پڑھے تاکہ یہ فوراً ادا ہو جائیں کیونکہ انہیں نماز مغرب سے متصل اٹھایا جاتا ہے' پھر باقی نماز جتنی لمبی چاہے پڑھتا رہے۔

۱۳۹۰ آل عمران-۱۹۰'۱۹۱

۱۳۹۱ ابن ماجہ (۱۲۲۷)

۱۳۹۲ الانفطار-۱تا۶

۱۳۹۳ احمد ۳/ ۷۵-البیہقی ۴/ ۲۹۷-الحلیۃ ۸/ ۳۲۵-الصحیحۃ (۱۹۲۲)

۱۳۹۴ ترمذی (۴۳۵) امام ترمذی نے اس حدیث کو عبداللہ بن ابی خثعم (منکر راوی) کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ مغرب اور عشاء کے درمیان ایسی کسی نماز کی فضیلت صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہے۔

ابن عباسؓ: نبیؐ نے فرمایا جو شخص ہم کلام ہونے سے پہلے مغرب کے بعد چار رکعت ادا کرے تو وہ رکعتیں اسے علیین کے درجے پر پہنچا دیں گی اور اس کا اتنا ثواب ہے گویا کہ اس نے مسجد اقصیٰ میں شب قدر پالی اور یہ نصف رات کی عبادت سے بھی بہتر ہیں۔[۱۳۹۵] ابو نصر نے اپنے والد کی سند سے طارق بن شہاب سے اور انہوں نے ابوبکر صدیقؓ سے روایت بیان فرمائی کہ میں نے نبیؐ کا ارشاد گرامی سنا کہ جو شخص مغرب کے بعد چار رکعتیں پڑھے اس کا ثواب ایسے ہے گویا اس نے حج پر حج کیا۔ پوچھا گیا اگر چھ رکعت پڑھے؟ فرمایا پھر اس کے پچاس سالوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔[۱۳۹۶]

سعید بن جبیر از ثوبان: نبیؐ نے فرمایا: جو شخص مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک مسجد میں رہ کر تلاوت اور اذکار میں مشغول رہا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں دو محل تیار کریں گے جن میں سے ہر ایک کی مسافت سو سال کے برابر ہوگی اور ان کے گرد اتنا بڑا باغ ہوگا کہ اگر تمام لوگ اس میں سیر کرنا چاہیں تو سما جائیں۔[۱۳۹۷]

ابو نصر از ابیہ از ہشام بن عروہ از عائشہؓ: نبیؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو مغرب کی نماز سے بڑھ کر کوئی نماز محبوب نہیں جس کے ذریعے انسان راستے کا آغاز اور دن کا اختتام کرتا ہے۔ مغرب کی نماز میں سفر و حضر میں مساوات ہے۔ جو مغرب کی نماز پڑھ کر کسی سے گفتگو کیے بغیر چار رکعت نفل ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے موتیوں اور یاقوت سے مرصع محل جنت میں تیار کر دیں گے جن کے درمیان ایسے عمدہ باغات ہوں گے جن کی خوبیوں سے اللہ ہی واقف ہے اور اگر مغرب کے بعد بغیر گفتگو کیے چھ رکعت پڑھے تو اس کے چالیس سالہ گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔[۱۳۹۸] ابو ہریرہؓ مغرب و عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ ہشام بن عروہ از عروہ از عائشہؓ: نبیؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مغرب اور عشاء کے درمیان بیس رکعت ادا کرے اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں محل تیار کر دیتے ہیں۔[۱۳۹۹] حضرت انسؓ مغرب و عشاء کے درمیان نماز پڑھتے اور اسے رات کے قیام کے مشابہ قرار دیتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن اسود اپنے چچا سے بیان کرتے ہیں کہ میں جب بھی مغرب و عشاء کے درمیان ابن مسعودؓ کے پاس گیا انہیں نماز پڑھتے ہی دیکھا ہے فرماتے تھے کہ یہ غفلت کا لمحہ ہے۔ کہتے ہیں اسی (نماز) کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی [ان کے پہلو ان کے بستروں سے دور رہتے ہیں......][۱۴۰۰] عبداللہ بن ابی اوفی: نبیؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو کوئی مغرب کے بعد الٓمٓ سجدہ اور سورۃ الملک پڑھے گا روز قیامت اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا گویا اس نے اپنی اس رات کا حق ادا کر دیا تھا۔[۱۴۰۱] ان رکعتوں میں مغرب کی سنتوں کا احتمال بھی ہے اور ان کا (چھ رکعتوں میں) شمار نہ ہونا بھی ممکن ہے۔

۱۳۹۵ البیہقی ۲/ ۴۷۷۔ اس حدیث کا موضوع اور منکر ہونا بالکل واضح ہے۔

۱۳۹۶ العلل المتناھیۃ ۱/ ۴۵۸

۱۳۹۷ الاتحاف ۳/ ۳۷۲۔ المغنی عن حمل الاسفار ۱/ ۱۹۸

۱۳۹۸ العلل المتناھیۃ ۱/ ۴۵۸

۱۳۹۹ تنزیہ الشریعۃ ۲/ ۷۸۔ اللآلی المصنوعۃ ۲/ ۲۸

۱۴۰۰ السجدۃ ۱۶

۱۴۰۱ الکنز (۲۶۸۳)

نماز مغرب سے پہلے سنتیں: ❀❀ ان سنتوں کے متعلق امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں یہ سنتیں نہیں پڑھتا ہاں اگر کوئی پڑھتا ہے تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ ابن عمرؓ سے ان کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا عہد نبویؐ میں تو کوئی نہیں پڑھتا تھا لیکن انہوں نے ان سے منع بھی نہیں کیا۔ انس بن مالک: ہم عہد نبویؐ میں سورج غروب ہونے کے بعد نماز مغرب سے دو رکعتیں ادا کرتے تھے۔ میں نے آپ سے پوچھا کیا اللہ کے رسول بھی انہیں پڑھتے تھے؟ فرمایا: آپ ہمیں پڑھتا ہوئے دیکھتے تھے مگر آپ نے ہمیں اس سے منع کیا نہ اس کا حکم دیا۔[۱۴۰۲]

ابراہیم نخعی: کوفہ میں حضرت علی ابن مسعود حذیفہ' عمار اور ابو مسعودؓ جیسے اکابر صحابہ میں سے میں نے کسی کو یہ رکعتیں پڑھتا نہیں دیکھا بلکہ ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ نے بھی انہیں نہیں پڑھا۔

مغرب و عشاء کے درمیان اعمال صالحہ کی فضیلت: ❀❀ نبیؐ کا خواب میں دیدار کا امکان بھی ہے بشرطیکہ انسان مغرب و عشاء کے درمیان اعمال صالحہ وغیرہ انجام دے۔[۱۴۰۳] عبدالرحمٰن بن حبیب حارثی از سعید از ابوطیبہ کرز بن وبرہ حارثی جو ابدال تھے' انہوں نے فرمایا: میرے پاس ایک شامی آدمی آیا اور مجھے ایک ہدیہ پیش کرتے ہوئے کہنے لگا اسے قبول فرمائیں کیونکہ یہ بہترین ہدیہ ہے۔ میں نے پوچھا یہ کس نے بھیجا ہے؟ کہا' ابراہیم تیمی نے۔ میں نے کہا کیا تم نے ابراہیم سے پوچھا تھا کہ انہیں یہ تحفہ کس نے دیا تھا؟ فرمایا' ہاں! انہوں نے بتایا کہ وہ بیت اللہ میں بیٹھے ذکر و اذکار تسبیح و تحمید میں مصروف تھے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے داہنی جانب بیٹھ گیا اور اس جیسا حسین و جمیل میں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ کہتے ہیں میں نے اس کا تعارف کیا تو اس نے کہا میں خضر ہوں' مجھے صرف اللہ کی خاطر آپ سے محبت ہے اور میں آپ کو ایک ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا لاؤ وہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس کے بعد سورت فاتحہ' ناس' فلق' اخلاص' کافرون آیۃ الکرسی' سات سات مرتبہ پڑھیں پھر سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر سات مرتبہ پڑھیں' نبیؐ پر درود و سلام اور اپنے لیے' والدین اور تمام اہل ایمان مرد و زن کے لیے سات مرتبہ استغفار کریں' ہر استغفار کے بعد یہ دعا سات مرتبہ پڑھیں' اَللّٰھُمَّ رَبِّ افْعَلْ بِیْ وَبِھِمْ عَاجِلًا وَّ آجِلًا فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَا اَنْتَ لَہٗ اَھْلٌ وَلَا تَفْعَلْ بِنَایَا مَوْلَانَا مَانَحْنُ لَہٗ اَھْلٌ اِنَّکَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ جَوَّادٌ کَرِیْمٌ بَرٌّ رَؤُفٌ رَحِیْمٌ. صبح و شام پابندی کے ساتھ بلا ناغہ اس پر عمل کریں' جس نے یہ تحفہ مجھے دیا تھا اس نے مجھے زندگی میں ایک مرتبہ اسے پڑھنے کی وصیت فرمائی تھی۔ میں نے کہا اگر آپ مجھے بھی وہ ہستی بتا دیں جنہوں نے آپ کو یہ تحفہ دیا تھا؟

فرمایا: مجھے محمدؐ نے یہ تحفہ دیا تھا۔ میں نے حضرت خضر سے کہا کہ آپ مجھے کوئی ایسی دعا بتا دیں جسے پڑھ کر مجھے خواب

۱۴۰۲ مسلم (۸۳۶) حکم سے مراد ہے کہ آپؐ نے اس کی فرضیت کا حکم نہیں دیا بلکہ اختیار دیا ہے۔

۱۴۰۳ یہ بے دلیل بات ہے اس لیے کہ جس شخص نے اپنی زندگی میں نبی کریمؐ کو نہیں دیکھا وہ خواب میں کیسے پہچان پائے گا کہ یہ نبیؐ ہیں یا معاذ اللہ کوئی شیطان ہے جو اسے گمراہ کر رہا ہے! اور نہ ہی حضورؐ نے کوئی ایسا عمل بتایا ہے کہ جس کے ذریعے آپؐ کا خواب میں دیدار ممکن ہو سکے!

میں نبیؐ کا دیدار نصیب ہو جائے اور میں نبیؐ سے اس کی تصدیق کرلوں۔ حضرت خضر نے فرمایا' کیا تم مجھ پر (جھوٹ کا) بہتان لگاتے ہو؟ میں نے کہا' اللہ کی قسم! یہ بات نہیں بلکہ میں تو اللہ کے رسول کی زبان اطہر سے یہ سننا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا اگر خواب میں نبیؐ کا دیدار چاہتے ہو تو بعد از نماز مغرب' عشاء تک نوافل ادا کرو' کسی سے ہمکلام ہوئے بغیر اپنی نماز میں مشغول رہو۔ تمام نوافل دوگانہ کرو' ہر رکعت میں سورت فاتحہ ایک مرتبہ اور اخلاص سات مرتبہ تلاوت کرو۔ پھر عشاء کی نماز با جماعت ادا کر کے کسی سے ہمکلام ہوئے بغیر گھر جا کر وتر ادا کرو پھر سونے سے پہلے دو رکعت ادا کرو۔ ہر رکعت میں سورت فاتحہ اور اخلاص سات سات مرتبہ تلاوت کرو' پھر سلام پھیر کر سجدہ ریز ہو جاؤ اور سجدے میں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ/ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ سات سات مرتبہ پڑھو۔ پھر سجدے سے اٹھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ پڑھو: ''یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ یَا اِلٰہ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَ یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَ رَحِیْمَھُمَا' یا رب' یا رب' یا اللّٰہ' یا اللّٰہ'' پھر کھڑے ہو کر یہی دعا پڑھو پھر سجدے میں یہی دعا پڑھو اس کے بعد جہاں چاہو قبلہ رخ ہو کر درود پڑھتے ہوئے سو جاؤ۔ میں نے عرض کیا کاش آپ یہ بھی بتا دیں کہ یہ دعا آپ نے کس سے سنی ہے؟ خضر نے فرمایا' کیا تم مجھے جھوٹا سمجھ رہے ہو' میں نے کہا' اللہ کی قسم جس نے نبیؐ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے میں آپ کو جھوٹا نہیں سمجھ رہا۔ خضر نے فرمایا کہ میں بھی اس جگہ حاضر تھا جہاں محمدؐ کو یہ دعا سکھلائی گئی اور آپ پر وحی کی گئی۔ میں نے بھی اسی سے یہ دعا سیکھی ہے جس سے محمدؐ نے سیکھی ہے۔ میں نے ان سے کہا اگر آپ مجھے اس دعا کا ثواب بھی بتا دیں؟ خضر نے فرمایا کہ جب تم خواب میں نبیؐ کا دیدار کرو تو ان سے اس کا ثواب پوچھ لینا۔ ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خضر کی ہدایات پر عمل کیا اور پھر بستر پر درود پڑھتے ہوئے لیٹ گیا مگر اس دعا کی خوشی کی وجہ سے مجھے رات بھر نیند نہ آئی۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد میں مسجد کے محراب میں بیٹھا رہا پھر چاشت کی نماز ادا کی اور سوچتا رہا اگر میں زندہ رہا تو آج رات دوبارہ اس پر عمل کروں گا۔ اس رات مجھے نیند آ گئی تو میں نے خواب دیکھا کہ فرشتے میرے پاس آئے اور مجھے اٹھا کر جنت میں لے گئے جہاں میں نے سرخ یاقوت' سبز زمرد اور سفید موتیوں کے محل دیکھے' شہد' دودھ اور شراب کی نہریں دیکھیں' جنت کے محل میں ایک خاتون دیکھی جو میری طرف جھانک رہی تھی جس کا چہرہ سورج سے زیادہ روشن تھا' اس کی زلفیں محل کے بالا خانے سے زمین کو چھو رہی تھیں۔ میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ عالیشان محل کس کا ہے اور یہ کنیزیں کس کی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہر اس شخص کے لیے جو تمہارے جیسا عمل کرے۔ فرشتوں نے جنت کے میوے اور مشروبات سے میری خاطر تواضع کی اور جنت سے باہر اسی جگہ لے آئے جہاں میں پہلے تھا۔ میرے پاس نبیؐ ستر انبیاء کے ساتھ تشریف لائے آپ کے ساتھ فرشتوں کی بھی ستر قطاریں تھیں اور ہر قطار مشرق و مغرب کی درمیانی مسافت جتنی طویل تھی' آپؐ نے مجھے سلام کر کے میرے ہاتھ پکڑ لیے۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ! خضرؑ نے مجھے خبر دی تھی کہ انہوں نے آپؐ سے وہ حدیث سنی ہے۔ آپؐ نے فرمایا' انہوں نے سچ کہا ہے' ہر وہ شخص جو اسے آگے روایت کرتا ہے وہ بھی سچا ہے' زمین پر عالم ہے' ابدالوں کا سردار ہے اور اہل زمین پر اللہ کے لشکروں کا

کما نڈر رہے۔ میں نے پوچھا' یارسول اللہؐ! کیا اس طرح عمل کرنے والے کو اس کے علاوہ بھی کوئی اجر ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: جو کچھ تمہیں دکھایا گیا ہے کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ثواب ہے؟ تم نے اپنا جنت میں مقام دیکھ لیا' جنت کے طعام وشراب سے لذت اندوز ہوئے۔ تم نے فرشتوں' نبیوں اور میرا دیدار کر لیا' تم نے جنت کے میوے کھائے اور تم نے جنتی حوریں دیکھ لیں۔ پھر میں نے عرض کیا' یارسول اللہؐ! اگر کوئی میری طرح عمل کرے لیکن اسے میری طرح خواب وغیرہ دکھائی نہ دے تو کیا پھر بھی اسے ان انعامات سے نوازا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے سچا نبیؐ بنا کر مبعوث کیا ہے اس کے تمام کبیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس سے اپنا قہر وغضب دور فرما دیں گے' اسی ذات کی قسم جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا ہے اسے بھی وہی انعامات عطا کیے جائیں گے جن سے تمہیں نوازا گیا ہے اگرچہ اسے خواب میں جنت وغیرہ نظر نہ آئے۔ ایک منادی آسمان سے اعلان کرتا ہے کہ اس طرح عمل (مذکورہ) کرنے والے کو بخش دیا گیا ہے اس کے ساتھ امت محمدیہ کے تمام مردوزن جو مشرق ومغرب میں ہیں' کو بھی بخش دیا گیا ہے۔ بائیں کندھے والے فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ اگلے سال تک ان کی کوئی برائی (گناہ) نہ لکھی جائے۔ میں نے پھر عرض کیا' یارسول اللہؐ! آپ پر میرے والدین قربان! کیا اس طرح عمل کرنے والے کو بھی میری طرح اجر ملے گا؟ فرمایا ہاں! اسے بھی یہی اجر ملے گا۔ میں نے کہا' یارسول اللہؐ! پھر تو ہر مرد اور عورت کو یہ عمل سیکھنا چاہیے' اور اسے لوگوں کو بھی سکھانا چاہیے؟ فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا ہے اس پر سعادت مند ہی عمل کر سکتا ہے اور جو عمل نہ کرے وہ درحقیقت بدبخت ہے۔ میں نے کہا' اللہ کے رسول! کیا اس طرح عمل کرنے والے کو مزید انعامات بھی ملیں گے فرمایا' اس ذات کی قسم جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا' اگر کوئی شخص ایک رات اس پر عمل کرے تو اسے ازل سے ابد تک جتنے بارش کے قطرے زمین پر گریں گے' ان کے برابر نیکیاں دی جائیں گی' زمین پر جتنے دانے اگیں گے ان کے برابر اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور ہر اس مردوزن کو یہی اجر ملے گا جو اس پر عمل کرے گا خواہ پہلے لوگوں میں سے ہو یا بعد میں آنے والوں میں سے ہو۔[۱۴۰۴]

اعرج از ابو ہریرہؓ: نبیؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شب جمعہ دوگانہ ادا کرے' ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور آیت الکرسی ایک ایک مرتبہ' سورۃ اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے پھر نماز کے بعد ہزار مرتبہ **اللّٰھم صلی علیٰ محمّد النبی الامی** پڑھے تو وہ اگلے جمعہ سے پہلے خواب میں میری زیارت سے ضرور مشرف ہوگا اور جس نے میرا دیدار کر لیا اس کے لیے جنت ہے اور اس کے تمام

۱۴۰۴ اس روایت کا موضوع ہونا بالکل واضح ہے اس لیے کہ حضرت خضر تو فوت ہو چکے ہیں البتہ بعض لوگ ان کے متعلق یہ غلط عقیدہ رکھتے ہیں کہ انہوں نے آب حیات پی رکھا ہے اور وہ کبھی فوت نہیں ہوں گے۔ یہ گمراہ عقیدہ ہے نبیؐ سے ایسی کوئی بات ہمیں نہیں ملتی البتہ آپؐ کی ایک حدیث ہے "فَاِنَّ رَأسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنهَا لَایَبقٰی مِمَّنْ هُوَ عَلٰی ظهرِ الاُرضِ اَحدٌ۔ آج جو اس زمین کی پشت پر موجود ہے' سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا (بخاری (۱۱۶' ۵۶۴' ۶۰۲ ۵) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر بالفرض عہد نبویؐ میں حضرت خضر زندہ بھی ہوتے تو پھر نبی اکرمؐ کے اس فرمان ہی کے مطابق پہلی صدی ہجری تک حضرت خضر لازماً فوت ہو چکے ہوں گے۔ علاوہ ازیں یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں کسی شخص کو ہمیشگی کی زندگی عطا نہیں کی۔

اگلے پچھلے گناہ ختم کر دیئے جائیں گے۔ایک اور حدیث میں بھی اس جیسی بات مذکور ہے۔[۱۴۰۵]

عشاء کے بعد نماز (واذکار): ❀ ❀ ہمیں ابونصر نے اپنی سند سے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت بیان فرمائی کہ جو شخص عشاء کے بعد چار نفل ادا کرے اسے شب قدر پا لینے کا ثواب ہے۔[۱۴۰۶] اسی طرح کعب احبار سے مروی ہے کہ جو کوئی عشاء کے بعد اچھی تلاوت کے ساتھ چار نفل ادا کرے اسے شب قدر کے برابر ثواب ملے گا۔ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ گویا اس نے شب قدر میں نماز پڑھی۔ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے ثابت بنانی اور انہوں نے حضرت انسؓ سے روایت بیان کی کہ نبیؐ کا ارشاد ہے: جو شخص عشاء کے بعد دو نفل اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ فاتحہ اور بیس مرتبہ اخلاص پڑھے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں دو محل تیار کر دیں گے جنہیں اہل جنت (رشک سے) دیکھیں گے۔[۱۴۰۷]

وتر: ❀ ❀ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھنا افضل ہے جیسا کہ اس حصے کی تہجد کی فضیلت پہلے ذکر کر دی گئی ہے۔

نافع از ابن عمرؓ: ایک سائل نے نبی اکرمؐ سے وتر کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب تمہیں سحری کا خدشہ ہو تو ایک رکعت پڑھ لو یہ تمہاری نماز کو طاق بنا دے گا۔[۱۴۰۸] حضرت عمرؓ رات کے آخری حصے میں اور ابوبکرؓ رات کے پہلے حصہ میں وتر پڑھا کرتے تھے۔ نبیؐ نے ابوبکرؓ سے پوچھا کہ وتر کب پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا' سونے سے پہلے رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھ لیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں رات کے آخری حصہ میں پڑھتا ہوں۔ آپؐ نے ابوبکرؓ کے لیے فرمایا کہ یہ احتیاط والے ہیں اور عمرؓ کے متعلق فرمایا کہ یہ قوی ہیں۔[۱۴۰۹] حضرت عمرؓ کا قول مروی ہے کہ عقل مند رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھتے ہیں' طاقتور آخری حصے میں وتر پڑھتے ہیں اور یہی افضل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وتر اول حصے میں افضل ہیں کیونکہ ابوبکرؓ کا اس پر عمل تھا۔

حضرت عثمان: میرے متعلق پوچھنا چاہتے ہو تو میں رات کے پہلے حصہ میں وتر پڑھ لیتا ہوں پھر اگر آخری حصہ میں آنکھ کھل جائے تو ایک رکعت پڑھ کر گذشتہ وتر کو جوڑا بنا لیتا ہوں' وتر کو گمشدہ اونٹ کی طرح سمجھتا ہوں اور ایک رکعت کو جوڑا بنا کر ہم جنس جوڑوں (دوگانہ رکعتوں) سے ملا دیتا ہوں پھر رات کے آخر میں وتر پڑھ لیتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ وہ رات بھر جاگتے اور ایک رکعت میں مکمل قرآن ختم کر لیتے تھے یہی رکعت ان کا وتر ہوتا تھا۔[۱۴۱۰] ابوہریرہؓ فرماتے

۱۴۰۵ الموضوعات ۲/۱۳۷

۱۴۰۶ الاتحاف ۵/۱۴۶

۱۴۰۷ الکامل ۵/۱۷۹۸

۱۴۰۸ بخاری ۲/۳۰

۱۴۰۹ عبدالرزاق (۴۶۱۵) الکنز (۲۱۰۳۳) طحاوی ۱/۳۴۲

۱۴۱۰ ایسی کوئی بات حضرت عثمانؓ سے بسند صحیح ثابت نہیں بلکہ یہ تو محال ہے کہ عثمان غنیؓ حدیث رسولؐ کی مخالفت کرتے اس لیے کہ نبی اکرمؐ نے لوگوں کو تین راتوں سے پہلے قرآن ختم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ابوداؤد (۱۳۹۴) ابن ماجہ (۱۳۴۷) ترمذی (۲۹۴۹)

ہیں: مجھے میرے محبوب (نبیؐ) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی (۱) ہر مہینے کے تین روزے (۲) چاشت کی نماز (۳) جسے صبح صادق کے بعد جاگنے کا خدشہ ہو وہ سونے سے پہلے ہی وتر پڑھ لے۔[۱۴۱۱]

علیؓ: وتر کی تین صورتیں ہیں (۱) اول رات وتر پڑھ کر دو دو رکعتیں پڑھتے رہو (۲) ایک وتر پڑھ کر سو جاؤ اگر رات جاگنا نصیب ہو تو پھر ایک رکعت پڑھو تا کہ پہلی ایک رکعت جوڑا بن جائے پھر (نوافل پڑھ کر) رات کے آخری حصے میں ایک وتر پڑھ لو (۳) وتر سب سے آخر میں پڑھا جائے۔ جابر بن عبداللہؓ: نبیؐ کا ارشاد ہے کہ جسے آخر رات نہ اٹھنے کا اندیشہ ہو وہ پہلے ہی وتر پڑھ کر سو جائے اور جسے رات کے آخری حصہ میں اٹھنے کا یقین ہو وہ اسی وقت اٹھ کر وتر پڑھے کیونکہ اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس وقت کی نماز افضل ترین نماز ہے۔[۱۴۱۲] عائشہؓ: نبیؐ کو وتر پڑھنے کے بعد اپنی بیویوں سے حاجت ہوتی تو ان کے پاس جاتے ورنہ اسی جگہ لیٹے رہتے حتیٰ کہ بلالؓ آ کر آپ کو نماز کی اطلاع دیتے تھے۔[۱۴۱۳]

عائشہؓ: نبیؐ نے رات کے ہر حصے میں وتر پڑھا ہے' پہلے حصے میں' درمیانی اور آخری حصے میں صبح صادق سے پہلے پہلے وتر سے فارغ ہو جاتے۔[۱۴۱۴] ایک روایت کے مطابق نبیؐ اذان کے وقت وتر پڑھتے اور تکبیر کے وقت دو رکعتیں پڑھتے۔[۱۴۱۵]

صحابہ کرامؓ بعد از عشاء دو رکعتیں پڑھ کر پھر چار رکعتیں پڑھتے پھر جو چاہتا وتر پڑھتا اور جو چاہتا سو جاتا۔

اگر کوئی شخص رات کے اول حصے میں وتر پڑھ لے پھر اسے آخری حصے میں بیداری ہو تو کیا پہلے وتر کو فسخ کرے یا بلا فسخ مزید نوافل ادا کرلے؟ اس مسئلہ میں امام احمدؒ سے دو قول منقول ہیں۔ ایک کے مطابق وتر کو فسخ نہیں کیا جائے گا۔ فضل بن عیاض کی روایت کے مطابق رات کے آخر میں وتر پڑھنا افضل ہے البتہ جسے اس وقت اٹھنے پر قدرت نہ ہو تو وہ شروع حصہ میں پڑھ کر سوئے۔ پھر اگر بیدار ہو جائے تو دو دو نفل ادا کرے مگر وتر کا اعادہ نہ کرے دوسری روایت کے مطابق پہلا وتر فسخ کیا جائے گا۔ فضل بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کیا وہ شخص وتر فسخ کر دے؟ فرمایا نہیں' البتہ فسخ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں' عمرؓ' علیؓ' اسامہؓ' ابن عمرؓ' ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ سے اس طرح منقول ہے۔

فسخ وتر کا طریقہ یہ ہے کہ فسخ وتر کی نیت سے اسے جوڑا بناتے ہوئے ایک طاق رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اس طرح پہلی طاق اور یہ طاق مل کر جفت ہو جائیں گی۔ پھر جس قدر توفیق ہو دو دو رکعتیں ادا کرتا رہے اور طلوع صادق سے پہلے ایک رکعت مزید پڑھ لے۔ حضرت عثمانؓ سے بھی اس طرح منقول ہے جسے ہم بیان کر آئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وتر فسخ کیے بغیر پھر وتر

۱۴۱۱ احمد ۲/۲۳۳

۱۴۱۲ مسلم (۱۷۶۶)

۱۴۱۳ الاتحاف ۵/۲۰۱

۱۴۱۴ بخاری (۹۹۵) مسلم (۱۷۳۶)

۱۴۱۵ احمد ۱/۸۷- الکنز (۲۱۸۸۶)

پڑھ لیا جائے کیونکہ نبیؐ نے فرمایا: ایک رات میں دو وتر نہیں۔[۱۴۱۶] اگر وتر کو فسخ کیے بغیر دو دو رکعتیں پڑھے اور آخر میں دوبارہ وتر نہ دہرائے تو یہ بھی جائز ہے۔

قنوت وتر: ❁ ❁ وتر کی آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھا کر یہ دعا پڑھنی چاہیے۔[اے اللہ! ہم تجھ سے ہی مدد اور معافی مانگتے ہیں' تجھ پر ایمان رکھتے ہیں' تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں' تیری ہر طرح کی حمد وثنا کرتے ہیں' تیرا شکر ادا کرتے ہیں ناشکری نہیں کرتے' تیرے نافرمان سے تعلق توڑ لیتے ہیں' یا اللہ! صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ ریزی کرتے ہیں' تیری طرف پوری رغبت سے آتے ہیں' تیری رحمت کے امیدوار ہیں' تیرے خوف سے ڈرنے والے ہیں' تیرا سخت عذاب یقینی طور پر کافروں کو پہنچے گا۔ اے اللہ مجھے بھی ان لوگوں کے ساتھ ہدایت نصیب فرما جنہیں تو نے ہدایت دی ہے' انہیں کے ساتھ مجھے بھی عافیت دے جنہیں تو نے عافیت سے نوازا' جن سے تو نے دوستی کی ان کے ساتھ مجھے بھی شامل فرما' جو کچھ مجھے نوازا ہے اس میں برکت ڈال دے' اپنے برے فیصلے سے مجھے محفوظ فرما' بلاشبہ تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا' جس کے ساتھ تیری دوستی ہو اسے کوئی ذلیل نہیں کرسکتا' جس کے ساتھ تیری دشمنی ہو اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا' یارب! تو برکت وعظمت والا ہے'[۱۴۱۷] ہم تجھ سے معافی مانگتے ہوئے تیری طرف ہی رجوع کرتے ہیں' الٰہی! میں تیری ناراضگی سے رضامندی کی' تیری سزا سے معافی کی اور تیرے عذاب سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں۔

میں تیری وہ تعریف کرنے سے عاجز ہوں جو تو نے خود اپنے لیے فرمائی ہے۔[۱۴۱۸] اس کے علاوہ مزید دعائیں کرنا بھی جائز ہے۔ ایک روایت کے مطابق دعا کے بعد منہ پر اور دوسری کے مطابق سینے پر ہاتھ پھیر لے۔ ماہ رمضان میں امام کو متکلم کے صیغے کی جگہ جمع کا صیغہ استعمال کرنا چاہیے۔ (تاکہ دعا میں سب شامل ہوں)

نیند سے مغلوب تہجد چھوڑ دے؟: ❁ ❁ جو شخص رات کا قیام کر رہا ہو مگر اس پر نیند غالب آجائے تو آیا وہ نماز چھوڑ کر سو سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسے سو جانا چاہیے کیونکہ بخاری ومسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز میں اونگھ آنے لگے تو وہ سو کر اپنی نیند پوری کرے کیونکہ اونگھ کی حالت میں ممکن ہے کہ وہ اپنے لیے استغفار کی بجائے برے کلمات استعمال کرتا رہے۔[۱۴۱۹]

۱۴۱۶ ابوداؤد (۱۴۳۹) ترمذی (۴۷۰) شیخ موصوف کا فسخ وتر کا طریقہ درست نہیں اس لیے کہ جب نبیؐ ایک رات میں دو بار وتر پڑھنے سے منع فرما رہے ہیں تو تین بار وتر پڑھنا کیسے جائز ہوگا؟ نبیؐ نے فرمایا جب کوئی وتر پڑھے تو اس کے بعد دوگانہ پڑھ لے پھر اگر رات کو بیدار ہو تو جتنے نفل چاہے پڑھے اگر بیدار نہ ہوسکے تو یہی دوگانہ اس کے لیے قیام اللیل کی کفایت کر دے گا (دارمی ۱/۳۵۲ (۱۹۵۴)] اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وتر کے بعد نوافل کے لیے دوبارہ ایک رکعت پڑھ کر فسخ وتر کرنا درست نہیں۔ بلکہ پہلا وتر ہی کافی ہے اور نوافل کے بعد دوبارہ وتر کی ضرورت نہیں۔

۱۴۱۷ احمد ۱/۱۹۹

۱۴۱۸ ابوداؤد (۱۴۳۳) احمد ۱/۹۶

۱۴۱۹ ترمذی (۳۵۵) احمد ۶/۲۰۲

عبدالعزیز بن صہیب از انس: نبیؐ نے ایک دفعہ مسجد میں دوستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی دیکھی' پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت زینب کی رسی ہے وہ نماز پڑھتے پڑھتے جب اونگھنے لگتی ہیں تو اس کے ساتھ اپنے ہاتھ سے سہارا لے لیتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اسے کھول دو اور فرمایا: ہشاش بشاش ہو کر نماز پڑھو اگر سستی ہو تو بیٹھ جاؤ۔[1420] عروہ از عائشہؓ: ایک اسدی خاتون نبیؐ کے پاس آئی آپؐ نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا فلاں عورت ہے جو رات بھر جاگ کر عبادت کرتی ہے۔ فرمایا' اتنا عمل کرو جس کی بآسانی قدرت ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں اکتاتے البتہ تم عمل کرنے سے اکتا جاتے ہو۔[1421]

اللہ تعالیٰ کو وہی عمل محبوب ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگر چہ وہ تھوڑا ہو کیونکہ نبیؐ اپنے صحابہ کو ان کی طاقت کے مطابق حکم دیتے تھے اگر وہ عرض کرتے کہ اللہ کے رسولؐ! ہم آپؐ جیسے نہیں کہ آپ کے اگلے' پچھلے تمام گناہ معاف ہیں (لہٰذا ہم زیادہ عمل کریں) تو نبیؐ کو غصہ آجاتا جس کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں ہوتے تھے۔ لہٰذا جس پر نیند غالب آرہی ہو اسے سو جانا چاہیے یہی مسنون ہے تاکہ نیند کا غلبہ دور ہو جائے اور بوقت عبادت خوب ہشاش بشاش ہو اور اپنے الفاظ (اذکار) کو سمجھ رہا ہو۔ ابن عباسؓ بیٹھ کر سونا مکروہ سمجھتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ مشقت سے رات نہ گزارو۔[1422] بعض صلحاء اس ارادے سے سو جاتے تھے کہ نصف رات کو عبادت کے لیے بیدار ہو سکیں اور نیند جاتی رہے جب کہ بعض اسے مکروہ سمجھتے تھے اس لیے وہ اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ان پر نیند غالب نہ آجاتی تھی۔ وہب بن منبہ کے متعلق منقول ہے کہ آپ نے تیس سال تک اپنا پہلو زمین سے جدا رکھا' ان کے پاس چمڑے کا تسمہ تھا جس پر سر رکھ کر اچھی طرح ہلاتے اور نیند دور کر کے نشاط کے ساتھ عبادت کے لیے کھڑے ہوتے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے اپنے گھر میں گدے کی بنسبت شیطان دیکھنا گوارا ہے کیونکہ گدا نیند کا داعی ہے۔ کسی سے ابدال کے اوصاف پوچھے گئے تو انہوں نے فرمایا: اس کا کھانا ''فاقہ'' ہے' اس کی نیند خواب کا غلبہ ہے' اس کی بات بقدر ضرورت ہے' اس کی خاموشی حکمت ہے اور اس کا علم قدرت ہے۔ کسی سے اللہ سے ڈرنے والے کے اوصاف پوچھے گئے تو فرمایا: ان کا کھانا مریضوں جیسا ہے اور ان کی نیند ڈوبنے والے کی طرح ہے۔

ان صلحاء واولیاء کے افعال واقوال کی طرف توجہ دینے کی ضرورت نہیں بلکہ رسول اللہؐ کی احادیث کی طرف توجہ کرنی چاہیے کیونکہ احادیث ہی باعث اعتماد ہیں جن پر عمل کر کے انسان کو دوسروں (یعنی احادیث کے مقابلہ میں بزرگوں کے اقوال وافعال کو ترجیح دینے والوں) سے ممتاز ہو جانا چاہیے۔

ابوسلمہؒ از عائشہؓ: نبیؐ سے سب سے افضل عمل کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: جس پر ہمیشگی ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔[1423]

علقمہ از عائشہؓ: نبیؐ کی نماز دائمی ہوتی تھی اس لیے نبیؐ کسی رات وسط شب اٹھ کھڑے ہوتے' کبھی تہائی رات کو' کبھی نصف رات

1420 بخاری ۲/ ۶۷۔ مسلم (۱۱۳۱)

1421 مسلم (۱۸۳۴) احمد ۶/ ۲۲

1422 الکنز (۵۴۱۴) الاتحاف ۵/ ۱۶۰

1423 احمد ۶/ ۱۸۰

کے ساتھ چھٹے حصہ میں بھی اور کبھی صرف چوتھائی حصے میں اٹھتے اور کبھی رات کے چھٹے حصے میں عبادت کرتے۔ یہ تمام صورتیں سورۃ مزمل میں مذکور ہیں' حدیث نبویؐ: اول شب نماز پڑھو اگرچہ اتنا وقت لگے جتنا بکری کا دودھ دوہنے میں لگتا ہے۔[۱۴۲۴] اتنے وقت میں چار یا دو رکعت پڑھی جاسکتی ہیں۔ فرمایا: وسط شب کی دو رکعتیں دنیا و مافیھا سے بہتر ہیں اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان پر یہ رکعتیں فرض کر دیتا۔[۱۴۲۵] شب بیداری کی یہ تمام صورتیں تہجد پڑھنے والوں کو سہولت کے لیے ذکر کی گئی ہیں تاکہ امت آسانی سے بلانفرت و کراہت عبادت بجالائیں۔ نبیؐ نے شب بیداری کی رغبت' فضیلت اور اجر بیان فرمایا تاکہ لوگ صرف فرائض وسنت پر ہی اکتفانہ کرلیں۔

رات کی عبادت کے لیے ایک ثلث حصہ مخصوص کر لینا چاہیے۔ ورنہ سدس ۱/۶ حصہ تو لازمی عبادت کرنی چاہیے کیونکہ نبیؐ نے کبھی بھی رات بھر کا قیام نہیں کیا بلکہ رات میں سوتے بھی تھے اور کبھی رات بھر سو کر نہیں گذاری بلکہ اس میں عبادت کے لیے بھی بیدار ہوا کرتے تھے جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اول رات تہجد والوں کے لیے ہے' درمیانی رات قیام والوں کے لیے ہے اور آخری رات نمازیوں کے لیے ہے جب کہ صبح صادق کے بعد غافل قیام کرتے ہیں۔ یوسف بن مہران: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عرش تلے مرغ نما ایک فرشتہ ہے جس کے مروارید کے پر ہیں اور سبز زبرجد کے خار ہیں جب تہائی رات گذر جاتی ہے تو وہ اپنے پر پھڑ پھڑا کر بانگ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ نمازی اٹھ جائیں۔ جب نصف رات گزر جاتی ہے تو وہ دوبارہ بازو پھڑ پھڑا کر یہ بانگ دیتا ہے کہ تہجد گزاروں کو اٹھ جانا چاہیے اور جب تہائی رات رہ جاتی ہے تو پھر پر پھڑ پھڑا کر یہ بانگ دیتا ہے کہ عبادت کرنے والوں کو بیدار ہو جانا چاہیے کیونکہ ان کے ذمے (ابھی) گناہ ہیں۔ بعض عرفاء کا قول ہے کہ سحری کے وقت بیدار ہونے والوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نگاہ ڈالتے ہیں اور انہیں نور سے منور کر دیتے ہیں۔ پھر ان منور دلوں سے غافلوں کے دل فیض نور پاتے ہیں۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض اصدقاء کے دلوں میں یہ بات پیدا کی کہ میرے کچھ بندے ایسے ہیں جو مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں' وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا مشتاق ہوں' وہ میرا ذکر کرتے ہیں میں انہیں یاد کرتا ہوں اور وہ مجھے دیکھتے ہیں اور میں انہیں دیکھتا ہوں لہٰذا اگر تم ان کی پیروی کرو گے تو میں تم سے بھی محبت کروں گا اور اگر ان کا طریقہ چھوڑ دو گے تو میرے غضب کا شکار ہو جاؤ گے۔ پوچھا گیا' یا پروردگار! ان کی نشانی بتا دیں؟ فرمایا: وہ دن کے وقت سایوں کی اس طرح نگہداشت کرتے ہیں جس طرح چرواہا اپنی بکریوں کی حفاظت کرتا ہے اور غروب شمس کے وقت پرندے اپنے گھونسلوں کے مشتاق ہوتے ہیں۔ جب رات خوب اندھیرے کے ساتھ چھا جاتی ہے' بستر اور تخت بچھا دیئے جاتے ہیں اور ہر محبوب اپنے محبوب کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہے تو یہ لوگ میری طرف اپنے قدم اٹھاتے ہیں' میری طرف رخ کر کے دعائیں

۱۴۲۴ المغنی عن حمل الاسفار ۱/ ۳۶۶

۱۴۲۵ بخاری ۹/ ۱۳۱

مانگتے ہیں، مجھ سے سرگوشیاں کرتے ہیں، میرے انعامات کے لیے میری حمد وثنا کرتے ہیں، آہ وبکا اور گریہ زاری کرتے ہیں، کبھی گلے شکوے پیش کرتے ہیں، کبھی اٹھتے بیٹھتے ہیں، کبھی رکوع وسجود کرتے ہیں، میرے لیے ساری مشقتیں برداشت کرتے ہیں، میرے کانوں میں ان کی محبت بھری شکایتیں ہیں۔ میرا پہلا انعام ان پر یہ ہوتا ہے کہ میں ان کے دلوں میں اپنا نور ڈالتا ہوں جس سے وہ لوگوں کو میری طرف دعوت دیتے ہیں جس طرح میں فرشتوں کو ان کی خبر دیتا ہوں۔ دوسرا انعام یہ کرتا ہوں کہ اگر ساتوں آسمان اور جو کچھ ان میں موجود ہے سارا کچھ ان کے ترازو میں (ثواب بنا کر) رکھ دوں تو پھر بھی تھوڑا ہے۔ تیسرا انعام میں اپنے جلال والے چہرے کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اور جس کی طرف میں اپنے جاہ وجلال والے چہرے کے ساتھ توجہ کرلوں تو کیا تمہیں اندازہ ہے کہ میں اسے کن کن عطیات سے نوازوں گا؟

رات بھر قیام: ✽ ✽ ساری رات کا قیام وہی کرسکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ہو۔[۱۴۲۶] جن کے دلوں میں نور الٰہی نور علیٰ نور کی طرح ہو۔ اللہ تعالیٰ نے رات بھر کا قیام انہیں بطور تحفہ اور بطور خلعت نواز دیا ہے جسے ان کا مالک ان سے (تا قیامت) نہیں چھینے گا۔

حضرت عثمانؓ کے متعلق مروی ہے کہ وہ رات بھر جاگتے اور ایک رکعت میں مکمل قرآن پڑھ لیتے تھے، ہم ان کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ چالیس تابعین کے متعلق منقول ہے کہ وہ رات بھر بیدار رہتے اور چالیس سال تک انہوں نے عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز پڑھی اس کی سند صحیح ہے۔ ان تابعین میں سعید بن جبیر، صفوان بن سلیم، ابوحازم، محمد بن منکدر، جو اہل مدینہ ہیں اور اہل مکہ میں سے، فضیل بن عیاض، وہب بن ورد، یمن کے طاؤس، وہب بن منبہ، کوفہ کے ربیع بن خثیم، حکم، شام کے ابوسلیمان، رازی، علی بن بکار، عبادان کے ابوعبداللہ خواص، ابوعاصم، فارس کے ابومحمد حبیب، ابوجابر سلیمانی، بصرہ کے مالک بن دینار، سلمان تیمی، یزید رقاشی، حبیب بن ابی ثابت اور یحییٰ بکاء مشہور ہیں، ان کے علاوہ کا تذکرہ بخوف طوالت نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمت اور خوشنودی نازل فرمائے۔

سحری کے وقت اٹھنے کا طریقہ: ✽ ✽ اگر کسی کی غفلت، گناہ اور لغزشیں اسے شب بیداری سے مانع ثابت ہو رہی ہوں اور وہ شب بیدار ہو کر سحری کے وقت گریہ زاری اور گناہوں سے استغفار کرنے والوں کی فہرست میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کو سونے سے پہلے اس ترکیب پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ تین مرتبہ استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ پڑھے پھر بسم اللہ کے ساتھ سورۃ کہف کی پہلی اور آخری دس دس آیات تلاوت کرے، پھر اٰمن الرسول (بقرۃ کی آخری آیات) اور

۱۴۲۶ رات بھر قیام میں گذارنا سخت منع ہے اس لیے کہ انسان کے جسم کا بھی انسان پر حق ہے کہ اسے آرام پہنچایا جائے اور خود نبیؐ نے ساری زندگی ایک رات مکمل قیام کبھی نہیں کیا بلکہ رات کا ثلث یا کچھ کم وبیش قیام کرتے اور بقیہ حصہ آرام کرتے تھے (دیکھئے سورۃ المزمل) اسی طرح موصوفؒ نے جن لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ چالیس سال تک رات کے وضو سے نماز فجر ادا کرتے رہے! یہ بات ناممکنات میں سے ہے کوئی آدمی اس کی تصدیق نہیں کرسکتا اور نہ ہی خود موصوف نے اس کا کوئی مستند حوالہ پیش کیا ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ تابعین اس طرح جرأت کرکے خلاف سنت عمل کا ارتکاب نہیں کرسکتے۔ اس کے ممنوع ہونے کی ایک اور بڑی وجہ یہ ہے کہ اس طرح انسان اپنے دوسرے حقوق قطعاً پورے نہیں کرسکتا۔

سورت کافرون پڑھ لے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اسے وقت پر بیدار فرمائیں گے اور اپنی وسعت نعمت' دائمی بخشش اور وسیع مہربانی سے اس شب بیداری کا اہل بنا دیں گے۔ شب بیدار کو یہ دعا بھی پڑھنی چاہیے: یا اللہ! مجھے اس لیے بیدار کرنا جو تجھے بڑا محبوب ہے' مجھے اس عمل کا عامل بنا جو تجھے پسند ہے تیری قربت کا ذریعہ ہے اور جو تیرے غضب سے بچانے والا ہے' میں تجھ سے فریاد کروں تو میری فریاد رسی فرما' میں تجھ سے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں لہٰذا تو مجھے معاف فرما دے اور میں تجھ سے دعائیں مانگو تو میری دعائیں قبول فرما۔

الٰہی! مجھے اپنے عذاب سے غافل نہ بنا' مجھ پر اپنے غیر کو مسلط نہ فرما' مجھ سے اپنا پردہ نہ اٹھا اور مجھے اپنے ذکر سے غافل نہ بنا۔ کہا جاتا ہے کہ اس دعا پڑھنے والے کے لیے تین فرشتے مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اسے نماز کے لیے اٹھا دیتے ہیں' اگر وہ اٹھ کر نماز پڑھے اور دعائیں مانگے تو فرشتے اس کی دعا پر امین کہتے ہیں' اور اگر وہ بیدار نہیں ہوتا تو اس کی جگہ فرشتے فضا میں عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت کا ثواب اسے مل جاتا ہے۔

حدیث نبویؐ: اگر کوئی شخص رات کے کسی حصے میں بیدار ہونا چاہتا ہے تو وہ بستر پر لیٹ کر یہ دعا پڑھ لے۔ الٰہی! اپنے ذکر' شکر' نماز' استغفار' تلاوت قرآن اور حسن عبادت کے لیے مجھے میری خواب گاہ سے اٹھا دے۔ پھر ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ' ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لے اور اگر چاہے تو ۲۵ مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھ لے کیونکہ اس میں سہولت ہے اور اس کا ٹوٹل بھی سو بنتا ہے۔

عائشہؓ: نبیؐ سوتے وقت اپنی دائیں جانب رخسار کے نیچے دایاں ہاتھ رکھ کر لیٹتے' آپ ہر رات آخری رات سمجھ کر سوتے' اور یہ دعا پڑھتے تھے: یا اللہ! ساتوں آسمانوں کے پروردگار! اے عرش عظیم کے مالک! اے ہر چیز کے مالک! اے تورات' انجیل اور قرآن کو نازل کرنے والے! اے دانے اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والے۔ میں ہر خبیث کی شرارت اور ہر چوپائے کی تکلیف سے تیری پناہ چاہتا ہوں کیونکہ ان کی پیشانی (کنٹرول) تیرے ہاتھ میں ہے۔ یا اللہ! تو ہی سب سے پہلے ہے تجھ سے پہلے کوئی نہیں' تو سب کے آخر میں ہے تجھ سے پیچھے کوئی نہیں' تو سب کے اوپر ہے تیرے اوپر کوئی نہیں' تو سب سے قریب ہے تجھ سے قریب کوئی نہیں' یا اللہ! میرا قرض اتار دے اور میری فقیری دور فرما دے۔

نماز تہجد: ❀ ❀ اگر کسی کو تہجد اور رات کے نوافل کی توفیق میسر ہے تو بلا عذر اس عمل پر مداومت کرے کیونکہ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: جو شخص رضائے الٰہی کے لیے عبادت کرے پھر اکتا کر اسے چھوڑ دے تو اس پر اللہ ناراض ہوتے ہیں۔[۱۴۲۷] حضرت عائشہؓ: اگر کسی رات نبیؐ نیند یا بیماری کی وجہ سے بیدار نہ ہو پاتے تو دن کے وقت بارہ رکعتیں پڑھ لیتے تھے۔[۱۴۲۸] حدیث نبویؐ: اللہ کو وہ عمل پسند ہے جس پر ہمیشگی ہو اگرچہ وہ عمل تھوڑا ہو۔[۱۴۲۹]

۱۴۲۷ الاتحاف ۳/۴۶۲

۱۴۲۸ مسلم (۱۷۳۹)

۱۴۲۹ احمد ۶/۱۸۰

تہجد کے وظائف: ❁ ❁ جو شخص نماز تہجد کے لیے بیدار ہوا سے بیدار ہوتے ہی یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے موت کے بعد مجھے زندگی عطا فرمائی اور اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پھر سورۃ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھے۔ پھر وضو کے ساتھ مسواک کرے اور یہ دعا پڑھے: یا اللہ! تو اپنی عظمتوں کے ساتھ پاک ہے' تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں' میں تجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور توبہ کا سوال کرتا ہوں لہٰذا تو مجھے بخش دے اور میری طرف رجوع فرما' بے شک تو بڑا بخشنہار اور مہربان ہے' یا اللہ! مجھے بار بار توبہ کرنے والا اور صابر و شاکر بنا کر ان لوگوں کی فہرست میں داخل کر لے جو بکثرت تیرا ذکر کرتے ہیں اور صبح و شام تیری تسبیحات میں مشغول رہتے ہیں۔ پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ دعا پڑھے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یا اللہ! میں تیرے عذاب سے تیری معافی کے ساتھ اور تیرے غضب سے تیری رضا کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں' الٰہی! میں تیری اس طرح حمد و ثنا بیان نہیں کر سکتا جس طرح تو نے خود اپنے لیے کی ہے۔ میں تیرا بندہ ہوں' تیرے بندے کا بیٹا ہوں' میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے' تیرا حکم مجھ پر جاری ہے' میرے متعلق تیری تقدیر مبنی بر انصاف ہے' میرے دونوں ہاتھ اور ان سے انجام پانے والے سب اعمال تیرے حضور پیش ہیں' میرا نفس اپنے گناہوں کے ساتھ حاضر ہے' تیرے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں' تو پاک ہے' یقیناً میں ہی ظالم ہوں' میں نے برے عمل کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے لہٰذا تو میرے بڑے بڑے گناہ بھی معاف فرما دے۔ تو میرا پالنہار ہے اور فی الحقیقت تیرے علاوہ کوئی بخشنہار اور سچا معبود نہیں۔ جب نماز کے لیے کھڑا ہو تو یہ پڑھے: اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ کی بڑی عظمتیں ہیں اور صبح و شام اللہ کی پاکیزگیاں ہیں۔ پھر دس دس مرتبہ سبحان اللہ' الحمد للہ' لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کا ورد کرے اور یہ دعا پڑھے: اللہ سب سے بڑا ہے' وہ عالم بالا کا بادشاہ ہے' وہ قہر و عظمت والا ہے اور حکمت و بزرگی والا ہے' یا یہ دعا پڑھے جو نبیؐ سے رات کے قیام میں منقول ہے۔ یا اللہ! تیرے لیے ساری عظمتیں ہیں' تو آسمان و زمین کا نور ہے' تیرے لیے ساری تعریفیں ہیں' تو آسمان و زمین کی رونق ہے' تیرے لیے شکر گزاری ہے' تو ارض و سما کی زینت ہے' تیرے لیے عبادتیں ہیں' تو ارض و سما اور جو کچھ ان کے درمیان یا ان کے اوپر ہے' اسے قائم رکھنے والا ہے' تو حق ہے' تیری ہی طرف سے حق آیا ہے' تجھ سے ملاقات برحق ہے' جنت و جہنم برحق ہے' انبیاء برحق ہیں' نبیؐ برحق ہیں' الٰہی! میں تیرا ہی فرمانبردار ہوں' میرا تجھ پر ہی ایمان اور توکل ہے' تیرے ساتھ ہی شاکی ہوں' تیرے پاس ہی جھگڑا لاتا ہوں' لہٰذا تو میرے اگلے پچھلے ظاہر و باطن تمام گناہ معاف فرما دے' تو ہی آگے کرنے والا ہے' پیچھے ہٹانے والا ہے' تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں' الٰہی! میرا نفس متقی بنا' تو ہی اسے پاک صاف کرنے والا ہے' تو ہی اس کا دوست اور مالک ہے' الٰہی مجھے بہترین عملوں کی توفیق بخش' تیرے علاوہ کوئی توفیق عطا کرنے والا نہیں ہے' الٰہی! مجھ سے برے عمل دور فرما دے اور صرف تو ہی برے عمل دور کرنے والا ہے۔ الٰہی! میں تجھ سے محتاج اور فقیر بن مانگتا ہوں' ذلیل حاجت مند کی طرح جھولی پھیلاتا ہوں۔ اے میرے پروردگار! مجھے میری مراد سے محروم نہ فرما' میرے لیے انتہائی مہربان بن جا' اے بہترین سوال اور بہترین عطیات والے!

ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے یحییٰ بن ابی کثیر سے انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبیؐ قیام اللیل میں کس چیز سے تکبیر کہہ کر نماز شروع کرتے تھے؟ فرمایا: آپؐ اللہ اکبر کہہ کر یہ دعائے افتتاح پڑھتے تھے' اے اللہ! جبرئیلؑ' میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کے پروردگار! اے ارض وسما کے خالق! اے ظاہر و باطن کے عالم! تو ہی اختلافات میں اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے' الٰہی! اختلافات میں تو مجھے اپنی توفیق سے راہ حق دکھا دے' بلاشبہ جسے تو چاہتا ہے راہ حق دکھا دیتا ہے۔[۱۴۳۰]

نماز تہجد میں پہلی دو رکعتیں خفیف پڑھنا مستحب ہے۔ اس دوران کھانے پینے سے مکمل اجتناب کرے کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ نے نماز و تسبیح کی توفیق عطا فرما کر انعام فرمایا ہے۔ اصل میں جب انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اس کا دل پاک صاف ہوتا ہے' اگر وہ کھا پی لے تو دل میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور پہلے والی فارغ البالی کی کیفیت مفقود ہو جاتی ہے۔ (اس لیے کھانے پینے سے پرہیز کرے) البتہ اگر بھوک کی شدت ہو یا روزے کی وجہ سے دن میں بھوک سے نڈھال ہونے یا سحری فوت ہو جانے کا خدشہ ہو تو نماز سے قبل بقدر کفایت کھا لینا مستحب ہے۔

<u>سونے کے اذکار:</u> ❁ ❁ سونے سے پہلے تین سو آیات کی تلاوت کرنا مستحب ہے تاکہ انسان عبادت گزاروں کی فہرست میں شمار ہو جائے اور غافلوں میں نہ لکھا جائے لہٰذا سورۃ الشعراء اور سورۃ الفرقان پڑھی جائے کیونکہ ان دونوں کی تین سو آیات ہیں' اگر یہ سورتیں یاد نہ ہوں تو سورۃ واقعہ' سورۃ نون (ن)' سورۃ حاقہ' معارج اور سورۃ مدثر پڑھی جائیں۔ اگر یہ بھی یاد نہ ہوں تو سورۃ طارق سے والناس تک تلاوت کرلے کیونکہ ان میں بھی تین سو آیات ہیں۔ ہزار آیات پڑھنا افضل ہے۔ ہزار آیتوں کی تلاوت کرنے والے کے لیے اجر عظیم ہے اور اسے عبادت گزاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ سورۃ ملک سے الناس تک ہزار آیتیں ہیں اگر یہ بھی یاد نہ ہوں تو دو سو پچیس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ لے اس کا مجموعہ ہزار آیتوں کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ چار سورتیں آلم سجدہ' یسین' حٰم الدخان اور سورۃ ملک ہر رات پڑھنی چاہیے' اگر ان کے ساتھ سورۃ واقعہ اور زمر بھی پڑھ لی جائے تو سونے پر سہاگہ ہے۔

نبی اکرمؐ سورۃ سجدہ اور سورۃ ملک پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔[۱۴۳۱] ایک روایت میں سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ زمر کا ذکر ہے۔[۱۴۳۲] جب کہ ایک روایت میں سورت مسبحات کا ذکر ہے جس کے متعلق منقول ہے کہ اس میں ایک آیت ہے جو ہزار آیات سے افضل ہے۔[۱۴۳۳]

۱۴۳۰ مسلم (۱۸۱۱)

۱۴۳۱ احمد ۳/۳۴۰

۱۴۳۲ ترمذی (۲۴۰۵)

۱۴۳۳ ترمذی (۲۴۰۶)

شب بیداری کے معاون: ۞۞ نماز تہجد میں چند چیزیں معاون ہیں یعنی کھانا پینا اور لباس حلال ہو' اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ' خوف عذاب اور امید ثواب کی توفیق میسر رہے' مشتبہہ چیزوں کے کھانے سے اجتناب کیا جائے' گناہوں پر اصرار نہ کیا جائے' موت' آخرت اور آخرت کی ہولناکیوں کو یاد کر کے دل سے دنیا کی محبت وفکر کو دور کیا جائے۔ ایک شخص حسن بصری سے پوچھتا ہے' اے ابوسعید! میں رات بھر آرام سے سویا رہتا ہوں جب کہ میرا دل شب بیداری کا مشتاق ہے' میں اس غرض سے وضو کا پانی بھی تیار رکھتا ہوں مگر کیا وجہ ہے کہ میں شب بیداری سے عاجز آ چکا ہوں؟ فرمایا: تیرے گناہوں نے تجھے عاجز بنا رکھا ہے۔ ثوری: ایک گناہ نے مجھے پانچ سال تک تہجد سے محروم رکھا۔ پوچھا گیا وہ کون سا گناہ تھا؟ فرمایا' میں نے ایک روتے ہوئے شخص کے متعلق یہ خیال کیا تھا کہ یہ ریا کار ہے۔ حسن: انسان اپنے گناہ کی وجہ سے دن کے روزے اور رات کی عبادت سے محروم ہو جاتا ہے' اسی طرح بہت سے کھانے اور بہت سی نظریں تہجد اور تلاوت قرآن سے روک دیتی ہیں۔ یاد رکھو کہ انسان کوئی ایسی چیز کھا لیتا ہے یا ایسا گناہ کر بیٹھتا ہے کہ سال بھر تہجد سے محروم رہتا ہے۔ اگر انسان بنظر عمیق جائزہ لے تو اپنے گناہوں کی کمی بیشی کو پہچان لے گا مگر یہ توفیق بھی گناہوں میں کمی سے ہی ممکن ہے۔

ابوسلیمان: نماز باجماعت کا فوت ہونا کسی گناہ کا ردعمل ہے۔ رات کو احتلام ہونا بھی ایک سزا ہے جو رب العالمین سے دوری کا ذریعہ ہے۔ کم کھانا پینا اور معدہ کا خالی رکھنا تہجد کے لیے مددگار ثابت ہوگا جیسا کہ عون بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے عبادت گزاروں کو بوقت افطاری ایک شخص یہ کہا کرتا تھا کہ زیادہ نہ کھاؤ ورنہ سوئے رہو گے اور رات کی نماز سے محروم ہو جاؤ گے۔ کہا جاتا ہے کہ زیادہ پانی پینے سے زیادہ نیند آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ مذکورہ بات پر ستر صدیقوں کا اتفاق منقول ہے۔ تہجد کے لیے معاون چیزیں یہ بھی ہیں کہ ہمیشہ آخرت کا خیال پیش نظر رہے' دل بیدار رہے' عالم ملکوت میں غور وفکر کیا جائے' دوپہر کو سو لیا جائے' دنیاوی مشاغل میں اپنے اعضاء زیادہ نہ تھکائیں جائیں۔ اگر چاہو تو رات کے پہلے حصہ میں تہجد پڑھ لو جب نیند غالب آنے لگے تو سو جاؤ پھر جب بیدار ہو جاؤ تو تہجد کے لیے اٹھ جاؤ' پھر جب نیند غالب آنے لگے تو سستا لو پھر رات کے آخری حصے میں عبادت کرو اس طرح پوری رات میں دو مرتبہ قیام اور دو مرتبہ آرام کر لیں گے' البتہ مشقت اٹھانی پڑے گی جو بڑا کٹھن مرحلہ ہے لیکن اللہ کے سامنے حاضر ہونے والوں' شب بیداروں اور غور وفکر کرنے والوں کو یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے اور نبیؐ کی بھی یہی عادت مبارکہ منقول ہے۔ کبھی ایک عابد ایک رات میں کئی مرتبہ سوتا ہے اور کئی مرتبہ بیدار ہوتا ہے اور دونوں صورتیں (سونا' جاگنا) مساوی رہتی ہیں لیکن یہ نبیؐ کی خصوصیت ہے اس لیے کہ آپؐ کا دل وحی کے لیے ہمیشہ بیدار رہتا تھا' آپ کو وحی کے ذریعے احکامات ملتے رہتے تھے' کبھی بیدار کیا جاتا اور کبھی سلا دیا جاتا تھا' کبھی کروٹ بدل دی جاتی اور کبھی حرکت دی جاتی تھی۔

تہجد گزار کو کب سونا چاہیے: ۞۞ آخر رات میں سونا دو وجہ سے مستحب ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ آخری حصہ میں سو لینے سے صبح کے وقت نیند نہیں آتی جب کہ صبح کے وقت سونا مکروہ ہے اسی لیے اونگھنے والے کو بعد از فجر سونے کا حکم دیا گیا ہے اور قبل از نماز

سونے سے منع کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ کبھی کبھار آرام فرمالیا کرتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ رات کے آخری حصے میں سو لینے سے چہرہ زردی کا شکار نہیں ہوتا کیونکہ اگر انسان رات بھر جاگ کر محنت کرتا رہے تو چہرہ زرد ہو جاتا ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے کیونکہ یہ ایک پوشیدہ نفسانی شہوت اور مخفی شرک کی طرح ہے۔ زرد چہرے کی طرف انگلیاں اٹھائی جاتی ہیں، نیکی، شب بیداری، روزہ اور خوف الٰہی مشکوک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شرک وریا سے محفوظ فرمائے (امین)۔

رات کو پانی کم پینا چاہیے جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ یہ غلبہ نیند کا سبب ہے اور اس سے چہرہ بھی زرد ہو جاتا ہے بالخصوص اگر نیند کے فوراً بعد یا رات کے آخری حصہ میں پیا جائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبیؐ رات کے آخری حصے میں وتر پڑھ کر دائیں جانب لیٹ جاتے حتی کہ بلالؓ آ کر نماز کی اطلاع دیتے اور آپؐ باہر نکل جاتے اسی لیے سلف صالحین وتر کے بعد اور صبح کی نماز سے پہلے (دائیں کروٹ) لیٹنے کو مستحب کہتے ہیں، بعض نے اسے مسنون بھی کہا ہے جن میں حضرت ابو ہریرہؓ اور ان کے متبعین بھی شامل ہیں، اسے مستحب سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح اہل مشاہدہ حضرات کے حضور قلب میں اضافہ ہوتا ہے، ان پر عالم ملکوت کے راز افشاں ہوتے ہیں اور عالم جبروت کے علمی دروازے کھلتے ہیں جن کی وجہ سے وہ اللہ عالم الغیب کی تیار کردہ نعمتوں پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ عاملوں اور مجاہدوں پر عمل کرنے والوں کو اس نیند سے راحت ملتی ہے اسی لیے نبیؐ نے صبح صادق کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز سے روک دیا ہے تا کہ اس میں عبادت گذار ذرا آرام کر لیں۔

تہجد کی عبادت میں ہر دوگانے کے بعد بقدر سو تسبیحات بیٹھنا مستحب ہے تا کہ نوافل میں فاصلہ رہے، نماز میں مدد ملے، اعضاء کو سکون ملے اور مزید نماز کے لیے نفس کی اکتاہٹ دور ہو کر رغبت لوٹ آئے۔ اس مفہوم پر یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے: [اور رات کو اللہ کی تسبیح کرو اسی طرح تاروں کے غروب ہونے کے بعد تسبیح کرو][۱۴۳۴] دوسری آیت میں ہے سجدوں کے بعد تسبیح کرو یعنی رکعتوں کے بعد تسبیح کرو۔

<u>تہجد کی قضائی:</u> ۞۞ اگر غلبہ نیند یا کسی اور وجہ سے تہجد رہ جائے تو سورج نکلنے کے بعد زوال سے پہلے پہلے اگر اسے ادا کر لیا جائے تو گویا یہ رات کی ادائیگی میں شامل ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ ابونصر اپنے والد کی سند سے عبداللہ بن غنم سے اور وہ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں سحری کی نماز کے برابر ہیں[۱۴۳۵] اور دوسری روایت کے الفاظ ہیں، جو شخص اپنے رات کے وظیفے سے نیند یا بھول کی وجہ سے غافل رہا تو صبح کی نماز سے ظہر تک اسے ادا کرلے تو گویا اس نے رات میں ہی ادا کر لیا۔[۱۴۳۶] بعض سلف: آل محمدؐ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی رات کا وظیفہ

۱۴۳۴ الطور۔۴۹

۱۴۳۵ ابن ابی شیبہ۲/۱۹۹۔ الاتحاف ۳/ ۳۲۷

۱۴۳۶ مسلم(۱۷۴۵)

زوال سے پہلے پڑھ لے تو اسے رات میں ہی پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ اگر اس وقت بھی نہ پڑھ سکے تو ظہر و عصر کے درمیان پڑھ لے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اللہ تعالیٰ ہی نے دن رات کو ان لوگوں کے لیے قائم مقام بنایا ہے جو ذکر و شکر کرنا چاہتے ہیں][۱۴۳۷] یعنی دن کو رات کا اور رات کو دن کا بدل بنایا ہے اور ہر ایک میں دوسرے کے کام سمیٹے جاتے ہیں۔

رات کے وظائف: ❁ ❁ سابقہ بیان سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رات کے اذکار کے لیے پانچ اوقات ہیں (۱) مغرب و عشاء کے درمیان (۲) عشاء اور سونے کے درمیان (۳) آدھی رات کے وقت (۴) آخری تہائی (۵) سحری کا آخری وقت یعنی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے پہلے۔

یہ وقت نماز کی بجائے ذکر و اذکار، استغفار اور تلاوت قرآن وغیرہ کے لیے زیادہ موزوں ہے کیونکہ اگر اس وقت نماز پڑھے گا تو ممکن ہے کو دوران نماز صبح صادق ہو جائے اور اس وقت نماز ممنوع ہے کیونکہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہیں اگر کسی کو صبح کا خدشہ لاحق ہو جائے تو وہ ایک رکعت وتر پڑھ لے ہاں اگر کسی کا وتر اور درود و اذکار نیند کی وجہ سے چھوٹ گئے تو وہ اس وقت وتر پڑھ سکتا ہے جیسا کہ وتر کے بیان میں اس کی تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔

❁ ❁ ❁

۱۴۳۷ الفرقان-۶۲

باب - ۵

دن کے وظائف

دن کے وظائف کے لیے بھی پانچ اوقات ہیں (۱) صبح صادق سے طلوع آفتاب تک (۲) طلوع آفتاب سے زوال تک (اس وقت چاشت اور اشراق وغیرہ کی نمازیں ہیں) (۳) زوال کے بعد خوبصورت تلاوت اور ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں کہا جاتا ہے کہ ان رکعتوں سے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (۴) ظہر و عصر کے درمیان (۵) عصر سے غروب آفتاب تک۔

دن کا پہلا وظیفہ: ❁ ❁ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر واذکار میں مشغول رہنا مستحب ہے خواہ تلاوت قرآن ہو تسبیح وتحمید ہو مراقبہ ہو وعظ و نصیحت ہو علم ہو یا صاحب علم کی مجلس ہو۔ اسی طرح نماز عصر سے غروب آفتاب تک ذکر واذکار میں مشغولیت اختیار کی جائے کیونکہ ان دونوں وقتوں میں نماز سے منع کیا گیا ہے۔

ابونصر از ابیہ از ابوعلی اسماعیل از محمد بن یعقوب از ھدیہ از احمد بن سلمہ از علی بن زید از شعبی از ابی امامہؓ روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: مجھے نماز فجر کے بعد طلوع شمس تک ذکر واذکار اور تسبیح وتحمید والی مجلس میں بیٹھنا دو غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے اور مجھے بعد از عصر غروب شمس تک بیٹھ کر ذکر واذکار کرنا اولاد اسماعیل کے چار غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔[۱۴۳۸] انس بن مالکؓ: نبیؐ نے فرمایا کہ اپنا رزق طلب کیے بغیر نہ سویا کرو۔ پوچھا گیا یا رسول اللہؐ! اس کا کیا معنی ہے؟ فرمایا نماز فجر کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھا کرو۔[۱۴۳۹] دوسری روایت میں ہے ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ، ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ کر اس وظیفے کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌo پر ختم کرو۔

ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے عروہ بن زبیر سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے نبیؐ کا یہ فرمان سنا: اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام کو نکلنا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہؐ! جو جہاد کی استطاعت نہ رکھتا ہو؟ فرمایا: جو شخص مغرب کے بعد عشاء تک ذکر واذکار کرے تو اس کے لیے ایک شام اللہ کی راہ میں نکلنے کے برابر ہے اور جو نماز فجر کے بعد طلوع شمس تک اذکار کرے تو اللہ کی راہ میں صبح کے وقت نکلنے کے برابر ہے۔[۱۴۴۰]

۱۴۳۸ احمد ۵/۲۵۵ - ابوداؤد (۳۶۶۷)

۱۴۳۹ اللآلی المصنوعۃ ۲/۸۷

۱۴۴۰ بخاری ۸/۱۴۵

ابونصر نے اپنے والد کی سند سے ابوامامہؓ سے بیان کیا کہ نبیؐ نے فرمایا: جوشخص صبح کی نماز کے بعد دس مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ الْملکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِی وَ یُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرِ وَھُو علٰی کُلِّ شیءٍ قَدِیْرo پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے دس نیکیاں عطا فرمائیں گے' دس گناہ مٹا دیں گے' اس کے دس درجات بلند فرمادیں گے' دس غلام آزاد کرنے کا ثواب دیں گے اور اس دن کوئی نیا گناہ اسے تکلیف نہ دے گا بشرطیکہ شرک نہ ہو اور جوشخص اچھی طرح وضو کرے' اللہ کے حکم کے مطابق چہرہ دھوئے تو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں اور زبان سے صادر ہونے والے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں جو اللہ کے حکم کے مطابق اپنے دونوں ہاتھ دھوئے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے صادر ہونے والے تمام گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں' جب وہ سر اور کانوں کا مسح کرے تو سر اور کانوں سے ہونے والے تمام گناہ معاف کر دیتے جاتے ہیں اور جب پاؤں دھوئے تو پاؤں سے چل کر جو گناہ کیے تھے انہیں بھی اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے حتی کہ جب وہ نماز پڑھتا ہے یہ مزید اجر وثواب ہے۔ جوشخص وضوء کے بعد ذکر کرتے ہوئے سو گیا تو بیدار ہو کر سب سے پہلے جو دعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔ جوشخص اللہ کی راہ میں ایک تیر پھینکے خواہ دشمن کو لگے یا نہ لگے اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ضرور حاصل ہو جائے گا۔ جوشخص اللہ کی راہ میں بوڑھا ہو جائے اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت نور عطا فرمائیں گے۔ جو غلام آزاد کرے وہ غلام اسے جہنم سے بچانے کا فدیہ بنے گا اس کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر عضو آگ سے آزادی حاصل کر لے گا۔

ابونصر نے اپنے والد کی سند سے حسن بن علیؓ سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہؐ کا یہ ارشاد گرامی سنا: جوشخص صبح کی نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھ کر طلوع شمس تک ذکر واذکار میں مشغول رہتا ہے' پھر سورج طلوع ہونے کے بعد اللہ کا شکر بجالاتے ہوئے دو رکعت نماز ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر رکعت کے بدلے جنت میں دس لاکھ محل عطا فرمائیں گے۔ ہر محل میں دس لاکھ حوریں ہوں گی' ہر حور کے ساتھ دس لاکھ خادم ملیں گے اور اسے اللہ کے نزدیک ''اوابین'' (بکثرت گریہ زاری کرنے والوں) میں شمار کیا جائے گا۔[۱۴۴۱] نافع از ابن عمرؓ نبیؐ فجر کی نماز پڑھ کر سورج طلوع ہونے تک اپنی جگہ بیٹھے رہتے اور فرماتے جو صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اپنی جگہ بیٹھا رہے پھر نماز پڑھے تو اسے مقبول حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔[۱۴۴۲]

ابن عمرؓ نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک بیٹھے رہتے' آپ سے پوچھا گیا کہ آپ اس طرح کیوں بیٹھے رہتے ہیں؟ فرمایا: میں سنت پر عمل کرتا ہوں۔ ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے عکرمہ سے' انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت بیان کی کہ نبیؐ نے فرمایا: جوشخص باجماعت نماز فجر ادا کرے پھر سورج طلوع ہونے تک (اسی جگہ) بیٹھا رہے۔ طلوع شمس کے بعد چار رکعتیں اکٹھی ادا کرے' پہلی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ تین مرتبہ آیت الکرسی اور سات مرتبہ سورت اخلاص پڑھے' دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت شمس پڑھے' تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت طارق پڑھے اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے

۱۴۴۱ تذکرہ الموضوعات (۴۷)

۱۴۴۲ مجمع الزوائد ۱۰/۱۰۵۰- یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ستر فرشتے یعنی ہر آسمان سے دس فرشتے بھیجتے ہیں جن کے پاس جنتی طباق اور جنتی رومال ہوتے ہیں جن میں اس کی نماز کو سجا کر آسمانوں کی طرف واپس چڑھ جاتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے وہ گذرتے ہیں وہی جماعت اس نمازی کے لیے مغفرت کی دعا کرتی ہے۔ جب یہ نماز اللہ کے حضور پیش کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' اے میرے بندے! تو نے میرے لیے نماز پڑھی اور عبادت کی اب از سر نو نیک عمل کر میں نے تیرے سابقہ تمام گناہوں کو بخش دیا ہے' یہ نماز اس روایت کی تشریح ہے جس میں آپؐ اللہ عزوجل سے روایت کرتے ہیں (حدیث قدسی): اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو میرے لیے دن کے پہلے حصے میں چار نفل ادا کرلے میں دن بھر تجھے کافی ہو جاؤں گا۔[۱۴۴۳] بعض اہل نے اس حدیث قدسی سے صبح کی سنتیں اور فرض مراد لیے ہیں لیکن ہماری بیان کردہ تشریح ہی معتبر ہے۔

چاشت کی نماز: ۞ ۞ چاشت کی نماز کو 'صلاۃ الاوبین' بھی کہا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے آیا اس میں مداومت مستحب ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ہمارے علماء کے نزدیک دو صورتیں ہیں۔ ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے یحییٰ بن کثیر سے' انہوں نے ابوسلمہ سے' انہوں نے ابوہریرہؓ سے روایت بیان کی کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: چاشت کی نماز اوبین کی نماز ہے[۱۴۴۴] یعنی ان لوگوں کی نماز ہے جو اللہ کی طرف بڑا رجوع کرنے والے ہیں۔ اسی سند سے دوسری روایت میں ہے کہ چاشت کی نماز حضرت داؤدؑ زیادہ تر پڑھا کرتے تھے۔[۱۴۴۵] ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے ابوہریرہؓ سے روایت بیان کی کہ نبیؐ نے فرمایا: جنت کے ایک دروازے کا نام ضحیٰ ہے۔ قیامت کے روز ایک منادی اعلان کرے گا کہ چاشت کے نمازی کہاں ہیں؟ جو ہمیشہ یہ نماز پڑھا کرتے تھے انہیں جنت میں داخل کردو[۱۴۴۶] حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے ادوار میں لوگ فجر کی نماز پڑھ کر چاشت کی نماز کے انتظار میں مسجد میں ہی بیٹھے رہتے پھر یہ نماز ادا کرتے تھے۔

ضحاک بن قیس از ابن عباسؓ: ایک وقت ایسا بھی تھا کہ لوگ اس آیت يُسَبِّحْنَ بِالعَشِيِّ والاشراق/ کا شان نزول نہیں جانتے تھے پھر ہم نے لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا۔ (یعنی اس سے مراد چاشت کی نماز ہے)

ابن ابی ملیکہ: ابن عباسؓ سے چاشت کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں بھی اس کا ذکر موجود ہے اور یہ آیت تلاوت کی [ان گھروں میں جن کے احترام کیے جاتے اور جن میں اللہ کے ذکر کا اللہ ہی نے حکم دیا ہے اور جن میں صبح وشام ایسے لوگ اللہ کی تسبیحات کرتے ہیں جن کو تجارت اللہ کے ذکر اور نماز سے نہیں روکتی][۱۴۴۷]

۱۴۴۳ تذکرۃ الموضوعات (۴۷) البیہقی ۱/۴۶۴

۱۴۴۴ الکنز (۲۱۴۸۹)

۱۴۴۵ الکنز (۲۱۵۲۰)

۱۴۴۶ العلل ۱/۴۷۱-الضعیفہ (۳۹۲)

۱۴۴۷ النور-۳۶

ابن عباسؓ چاشت کی دو رکعتیں پڑھتے تھے مگر ان پر ہیشگی نہیں کرتے تھے۔ جب عکرمہ سے ابن عباسؓ کی نماز چاشت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایک دن پڑھتے تھے اور دس دن چھوڑے رکھتے تھے۔ ابراہیم نخعی: چاشت کی نماز پر مداومت کو مکروہ سمجھا جاتا تھا۔ لوگ کبھی پڑھ لیتے اور کبھی چھوڑ دیتے تا کہ فرضی نماز سے مشابہت نہ ہو۔

چاشت کی نماز کی رکعات: ❀ ❀ چاشت کی رکعتیں کم از کم دو، زیادہ سے زیادہ بارہ اور اعتدال کے مطابق آٹھ ہیں۔ دو رکعتوں کی دلیل بریدہؓ کی حدیث ہے ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے اس نے ابوبریدہؓ سے روایت بیان کی کہ نبیؐ نے فرمایا: انسان کے تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور روزانہ ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا لازمی ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ کس طرح ممکن ہے؟ فرمایا: اگر مسجد میں تھوک دیکھے تو اسے دفن کر دے راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دے اگر کسی چیز کی طاقت نہ ہو تو (اس صدقہ کے لیے) چاشت کی دو رکعتیں ہی کافی ہیں۔[۱۴۴۸] ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوبؐ نے تین وصیتیں فرمائیں (۱) سونے سے پہلے وتر پڑھو (۲) ہر ماہ کے تین روزے رکھوں (۳) اور چاشت کی دو رکعتیں پڑھوں۔[۱۴۴۹] چاشت کی چار رکعتیں بھی ثابت ہیں جیسا کہ پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔

عکرمہ از ابن عباسؓ: نبیؐ نے ارشاد فرمایا کہ چاشت کی نماز چار رکعتیں چھ رکعتیں اور آٹھ رکعتیں ہیں۔[۱۴۵۰] حمید طویل از انسؓ: نبیؐ چاشت کی چھ رکعتیں پھر آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔[۱۴۵۱] عکرمہ بن خالد از ام ہانیؓ: فتح مکہ کے روز نبیؐ مکہ کے نچلے حصے میں قیام پذیر ہوئے اور آپ نے آٹھ رکعتیں ادا فرمائیں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! یہ کون سی نماز ہے؟ فرمایا: چاشت کی نماز ہے۔

امام احمد نے بھی اس حدیث کی تصدیق فرمائی ہے اور علماء کے نزدیک بھی چاشت کی آٹھ رکعتیں ہی پسندیدہ ہیں۔ اسی طرح ابوسعیدؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ بھی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتی تھیں۔

قاسم بن محمد: حضرت عائشہؓ چاشت کی آٹھ رکعتیں ادا کرتی تھیں اور انہیں خوب طول دیتی تھیں۔ جب چاشت کی نماز کا ارادہ کرتیں تو دروازہ بند کر لیتی تھیں۔ علاوہ ازیں اگر کوئی دس رکعتیں پڑھنا چاہے یا بارہ پڑھنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے مگر یہ زیادہ سے زیادہ ہے۔ ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے حمزہ بن موسیٰ سے انہوں نے اپنے چچا ثمامہ بن انس سے اور وہ اپنے دادا انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص چاشت کی بارہ رکعتیں ادا کرے اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں سونے کا محل تعمیر کر دیتے ہیں۔[۱۴۵۲] ابونصر نے اپنے والد کی سند سے ام حبیبہؓ سے بیان کیا کہ نبیؐ نے فرمایا: جو شخص دن

۱۴۴۸ ابوداؤد (۵۲۴۲) احمد ۵/۳۵۴ ۱۴۴۹ احمد ۵/۱۷۳

۱۴۵۰ مسلم (۱۶۶۷) احمد ۶/۱۴۵

۱۴۵۱ الکنز (۱۷۹۹۶)

۱۴۵۲ ترمذی (۴۷۳) ابن ماجہ (۱۳۸۰) شرح السنۃ ۴/۱۴۰

میں بارہ رکعتیں ادا کرے اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر تیار کر دیں گے۔[۱۴۵۳] ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے ابراہیم تیمی سے بیان کیا انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے ابوذرؓ سے بیان کیا کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: ابوذر! دن میں بارہ گھنٹے ہیں' ہر گھنٹے میں ایک رکعت اور دو سجدے ادا کیا کرو یہ تمہیں اس گھنٹے کے گناہوں سے کفایت کرے گی۔ اے ابوذر! جو دو نفل ادا کرتا ہے اسے غافلوں میں شمار نہیں کیا جاتا' جو چار رکعتیں پڑھتا ہے اسے ذکر کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے' جو چھ رکعتیں ادا کرتا ہے' اس سے شرک کے علاوہ کسی گناہ کی باز پرس نہیں ہوگی اور جو بارہ رکعتیں ادا کرتا ہے اس کے لیے جنت میں گھر تیار کیا جاتا ہے' میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسولؐ! اکٹھی ادا کریں یا الگ الگ؟ فرمایا: جیسے بھی ادا کرلو کوئی حرج نہیں۔[۱۴۵۴]

چاشت کی نماز کا وقت: ❁ ❁ نماز چاشت کے دو وقت ہیں' ایک وقت طلوع شمس سے نماز ظہر تک ہے جو جواز کا وقت ہے اور مستحب وقت زوال ہے پہلے پہلے ہے جب اونٹ کے بچے کے پاؤں ریت پر جلنے لگیں۔ اس کے مستحب ہونے کی دلیل زید بن ارقم کی روایت ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو مسجد قبا میں نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: انہیں بخوبی علم ہے کہ دوسرے وقت میں نماز ادا کرنا افضل ہے کیونکہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ چاشت کی نماز اس وقت ہے جب اونٹ کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔[۱۴۵۵] چاشت کی نماز زوال کے بعد بھی جائز ہے جیسا کہ عوف بن مالک روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: چاشت کی نماز اس وقت ہے جب سورج آسمان کے عین وسط میں آ جائے۔[۱۴۵۶] یہ عاجزی کرنے والوں کی نماز کہلاتی ہے۔ اسے سخت گرمی کے وقت پڑھنا افضل ہے۔ اگر کوئی شخص نماز ظہر تک اسے نہیں پڑھ سکا تو اس کی قضائی دینا بھی مستحب ہے۔

چاشت کی نماز میں کون سی سورتیں پڑھی جائیں؟: ❁ ❁ اس کے متعلق نبیؐ سے مروی ہے کہ چاشت کی نماز سورت الشمس اور سورت الضحیٰ کے ساتھ ہے۔[۱۴۵۷] عمرو بن شعیب از ابیہ از جدہٗ: نبیؐ کا فرمان ہے: جو شخص چاشت کی بارہ رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ' ایک مرتبہ آیت الکرسی' تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے تو آسمان سے ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں سفید کاغذ اور نورانی قلم ہوتے ہیں اور وہ اس نمازی کے لیے صور پھونکے جانے تک نیکیاں لکھتے رہتے ہیں۔ روز قیامت اس کے پاس فرشتے کپڑوں کے جوڑے اور تحائف لے کر آئیں گے اور اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے' اے صاحب قبر! اللہ کے حکم سے اٹھ جا تو امن والوں میں سے ہے۔

۱۴۵۳ ترمذی (۴۷۳) ابن ماجہ (۱۳۸۰)

۱۴۵۴ الضعفاء الکبیر ۲/۲۴۴

۱۴۵۵ مسلم (۱۷۴۵) احمد ۴/۳۶۶-البیہقی ۳/۴۹

۱۴۵۶ الجامع الصغیر ۲/۴۵

۱۴۵۷ الکنز (۲۱۴۹۴)

کیا چاشت کی نماز ممنوع ہے: ۞ بعض صحابہ سے چاشت کی نماز کی ممانعت منقول ہے۔ ہمارے نزدیک ابن مبارک اپنی سند سے ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میں نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی البتہ جب چاشت کے وقت بیت اللہ کا طواف کروں تو دوگانہ پڑھتا ہوں۔ اگرچہ یہ بدعت ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور لوگوں کی بہترین ایجاد ہے۔ ابن مسعودؓ چاشت کی نماز کے متعلق فرماتے تھے کہ اے اللہ کے بندو! لوگوں پر وہ بوجھ نہ لادو جو اللہ نے معاف کر رکھا ہے اگر تم نے لازماً چاشت کی نماز پڑھنا ہے تو گھروں میں پڑھا کرو۔ البتہ (صحابہ کا) یہ انکار اس نماز کی فضیلت کی تردید نہیں کرتا بلکہ اس انکار سے صحابہ کی مراد یہ تھی کہ کہیں یہ فرضی نماز کے مشابہ نہ ہو جائے مبادا کہ لوگ اس کے وجوب کے قائل بن جائیں حالانکہ عبادات میں تمام لوگ مساوی نہیں لہٰذا انہوں نے اس میں تخفیف مدنظر رکھی ہے تاکہ لوگوں کے لیے عبادت میں آسانی ہو جائے۔ اسی لیے عتبہ بن مالک سے مروی ہے کہ نبیؐ اپنے گھر میں چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے' صحابہ نے بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر یہ نماز پڑھی۔ حضرت عائشہؓ جب یہ نماز ادا کرتیں تو دروازہ بند کر لیتی تھیں ابن عباسؓ بھی ایک دن پڑھتے تو دس دن ناغہ کرتے تھے۔

ظہر سے پہلے اور بعد میں وظیفہ: ۞ ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے ام حبیبہؓ سے روایت بیان کی کہ جو شخص ظہر سے پہلے اور بعد میں چار چار رکعتیں ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ جہنم پر اس کا گوشت حرام کر دیتے ہیں۔[۱۴۵۸] کہا جاتا ہے کہ زوال کے بعد نماز ظہر تک آسمان اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اسی لیے اس گھڑی کی دعا کی قبولیت بیان کی جاتی ہے لہٰذا اس وقت عبادات' ذکر واذکار اور دعا وغیرہ مستحب ہے۔ اس مسئلے میں ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ نبی رحمتؐ ظہر سے پہلے چار رکعتیں ہمیشہ ادا کرتے تھے۔ آپؐ سے ان کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زوال کے بعد جنت کے دروازے کھول دیتے ہیں جو ظہر کی نماز کھڑی ہونے تک بند نہیں کیے جاتے اس لیے مجھے اس وقت اللہ کے حضور اپنی عبادت بھیجنا پسند ہے۔[۱۴۵۹] حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ نبیؐ کو کس نماز پر مداومت محبوب تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ نبیؐ ہمیشہ ظہر سے پہلے طویل قیام اور رکوع وسجود کے ساتھ چار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔[۱۴۶۰]

ظہر اور عصر کے درمیان وظیفہ: ۞ ابونصر از ابیہ از عمر بن احمد از عبداللہ بن محمد از صالح بن مالک از جعفر از یونس از عطاء از ابن عباسؓ مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: جو شخص ظہر وعصر کے درمیانی وقت کو زندہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اس دن زندہ رکھیں گے جس دن تمام دل مر جائیں گے اور دو فرشتے اس کی سفارش کریں گے۔[۱۴۶۱] ابن عمرؓ ظہر وعصر کے درمیانی حصے کو زندہ

۱۴۵۸ احمد ۶/۴۲۶

۱۴۵۹ احمد ۵/۴۱۷۔ الطبرانی ۴/۱۴۱

۱۴۶۰ ابن ماجہ (۱۱۵۶) ابن ابی شیبہ ۲/۲۰۰

۱۴۶۱ الکنز (۱۹۴۰۵)

رکھا کرتے تھے۔ ابراہیم نخعیؒ: سلف صالحین مغرب وعشاء کے درمیان اور ظہر وعصر کے درمیان نماز کو رات کے قیام کے مشابہہ سمجھا کرتے تھے۔ یہ بہت سے عابدوں کا طریقہ رہا ہے کہ وہ لوگوں سے خلوت میں ہو کر ظہر وعصر کے درمیانی لمحے میں اپنے رب سے سرگوشیاں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے مناجات کے لیے یہ ایک عمدہ گھڑی ہے اور اس وقت کی نماز غفلت دور کر دیتی ہے۔ عبادت اور ذکر واذکار کے لیے ظہر وعصر کے درمیانی وقت کا مسجد میں اعتکاف کر لینا مستحب ہے تا کہ اعتکاف اور عصر کی نماز کا انتظار دونوں عبادتیں جمع ہو جائیں۔ سلف کی یہی عادت تھی۔ البتہ جو شخص زوال سے پہلے آرام نہ کر سکا ہو وہ ظہر کی نماز پڑھ کر سو جائے تا کہ رات کے قیام میں نشاط اور چستی حاصل رہے' کیونکہ ظہر سے پہلے والی نیند گذشتہ رات کے لیے اور ظہر کے بعد والی نیند آئندہ رات کے لیے ہوتی ہے۔ آٹھ گھنٹوں سے زیادہ سونا غیر مستحب ہے' اگر اس سے کم سوئے گا تو اس کے بدن میں بے چینی پیدا ہو جائے گی کیونکہ جسم کے لیے باعث قوت ہے۔

ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے سہیل سے' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے ابوہریرہؓ سے اور انہوں نے نبی رحمتؐ سے روایت بیان کی' آپؐ نے فرمایا: جس شخص نے ہر روز بارہ رکعت نماز پڑھی اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنا دیں گے۔ (بارہ رکعتیں یہ ہیں) فجر سے پہلے دو' ظہر سے پہلے چار اور بعد میں دو' عصر سے پہلے دو اور مغرب کے بعد دو۔[۱۴۶۲]

سعید بن میبّب حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ عصر سے پہلے چار رکعتیں ہمیشہ ادا کرتے رہیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ (بھی) انہیں یقیناً بخش دیں گے۔[۱۴۶۳]

اوقات مذکورہ میں نوافل کا ثبوت: ان اوقات کے متعلق ایک جامع حدیث مروی ہے: ابونصر از ابیہ از محمد بن احمد از محمد بن بدر از حماد بن مدرک از عثمان بن عبداللہ از محمد بن ابراہیم از عبداللہ بن ابی سعید از طاؤس از عبداللہ بن عباس: حدیث نبویؐ ہے: جو شخص بعد از نماز مغرب بلا گفتگو چار نفل پڑھے تو یہ علیین میں اٹھا لیے جاتے ہیں اور گویا اس نے مسجد اقصیٰ میں شب قدر حاصل کر لی ہے۔[۱۴۶۴] علاوہ ازیں یہ نماز آدھی رات کے قیام سے افضل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [وہ رات میں کچھ حصے سو جاتے ہیں][۱۴۶۵] نیز [ان کے پہلو ان کی خوابگاہوں سے دور رہتے ہیں][۱۴۶۶] نیز [اور جب وہ (موسیٰ) شہر میں داخل ہوئے تو شہر والے غفلت میں تھے][۱۴۶۷] جو شخص عشاء کی نماز کے بعد چار نفل ادا کرے تو گویا اس نے مسجد حرام میں شب قدر پالی[۱۴۶۸] اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے اس کے جسم کو آگ پر حرام فرما دیں گے۔[۱۴۶۹] جو شخص عصر سے پہلے چار رکعت نفل پڑھے

۱۴۶۲ مسلم (۱۶۹۷) حدیث میں عصر سے پہلے دو کی بجائے عشاء کے بعد دو رکعتوں کا ذکر ہے۔

۱۴۶۳ کنز العمال ۷/۴/۲۷

۱۴۶۴ البیہقی ۲/۷۷۴-الاتحاف ۳/۳۷۱-الخطیب ۱۴/۳۰۸

۱۴۶۵ الذاریات-۱۷

۱۴۶۶ السجدۃ-۱۶

۱۴۶۷ القصص-۱۵

۱۴۶۸ البیہقی (۲/۴۷۷)

۱۴۶۹ ترمذی (۴۲۷) ابن ماجہ (۱۱۶۰)

اس کے لیے اللہ تعالیٰ جہنم سے آزادی کا برأت نامہ لکھ دیں گے۔[۱۴۷۰] نافع از ابن عمرؓ: نبیؐ نے فرمایا کہ صبح کی دو سنتیں مجھے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے' سب سے عزیز ہیں۔ ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے حضرت علیؓ سے بیان کیا کہ ان سے نبیؐ کے نوافل کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: ان کے برابر کسے قدرت وتوفیق ہو سکتی ہے۔ آپؐ طلوع آفتاب کے بعد اتنا توقف کرتے کہ سورج (زمین سے) اتنا بلند آ جاتا جتنا بوقت عصر ہوتا ہے' پھر دو رکعت نفل پڑھتے' زوال سے پہلے اور زوال کے بعد چار رکعت نفل ادا کرتے' نماز ظہر کے بعد دو رکعت ادا کرتے اور عصر سے پہلے چار رکعت نفل پڑھتے تھے۔[۱۴۷۱]

انسان کو چاہیے کہ اذان اور اقامت کے درمیانی وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس میں نماز' دعا اور گریہ زاری کرے کیونکہ اذان اور اقامت کے درمیان دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔

عصر اور مغرب کے درمیان وظیفہ: ❀ پانچواں وظیفہ عصر کی نماز سے لے کر غروب شمس تک ہے۔ یہ ساعت ذکر واذکار کے لیے بہترین ہے۔ اس میں سبحان اللہ لا الٰہ الا اللہ' استغفر اللہ وغیرہ جیسے اذکار کیے جائیں۔ قرآن کی تلاوت کی جائے اور کائنات میں غور وفکر کیا جائے۔ اس گھڑی میں نفل نماز ممنوع ہے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے والشمس' واللیل اور معوذتین پڑھ لیا کرو پھر رات کا افتتاح اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم اور تلاوت قرآن سے کرو۔ حسن نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا (جس وقت آپؐ اللہ کی رحمت کا تذکرہ کر رہے تھے) کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! نماز فجر کے بعد ایک گھنٹہ میرا ذکر کر پھر عصر کے بعد ایک گھنٹہ میرا ذکر کر' میں ان دونوں گھنٹوں کے درمیان والے وقت میں تجھے کافی ہو جاؤں گا۔[۱۴۷۲]

❀ ❀ ❀

۱۴۷۰ الاتحاف ۱۴۹/۵

۱۴۷۱ البیہقی ۵۱/۳

۱۴۷۲ الکنز (۱۷۹۵)

باب -٦

نماز پنجگانہ کے اوقات اور فضائل

پانچ نمازیں: ❁ ❁ پانچ نمازیں فرض ہیں (۱) نماز فجر۔ یہ دو رکعت نماز ہے۔ (۲) نماز ظہر۔ اس کی چار رکعتیں ہیں (۳) نماز عصر۔ اس کی بھی چار رکعتیں ہیں (۴) نماز مغرب۔ اس کی تین رکعتیں ہیں (۵) نماز عشاء اس کی چار رکعتیں ہیں لہٰذا ان کی مجموعی تعداد سترہ رکعتیں ہیں۔

شب معراج پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت کے ساتھ انہیں پانچ کر دیا تاکہ اہل ایمان کے لیے ان کی ادائیگی میں سہولت ہو جائے جس طرح جنگ میں ابتدائی حکم کے تحت ایک مسلمان کو دس مشرکوں سے مقابلہ کا حکم تھا پھر از راہ تخفیف دو مشرکوں کے مقابلہ میں ایک مسلمان کر دیا گیا' اسی طرح شروع میں رمضان کی راتوں میں سو جانے کے بعد سے ہی کھانا پینا اور جماع حرام تھا مگر پھر از راہ تخفیف اس آیت کے ساتھ انہیں جائز کر دیا گیا [کھاؤ پیو یہاں تک کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے ممتاز ہو جائے][۱۴۷۳]

نماز کی فرضیت: ❁ ❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اور نماز قائم کرو' زکاۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو][۱۴۷۴] اس آیت سے نماز کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ اوقات نماز نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہیں۔ ارشاد باری ہے [جب تم صبح کرو یا شام کرو تو اللہ کی تسبیح بیان کرو اور اسی کے لیے ارض و سما میں تعریفیں ہیں اور رات اور دوپہر کو (بھی تسبیح کرو)][۱۴۷۵] اس آیت میں تسبیح سے مراد ہے ''نماز پڑھو۔'' شام کے وقت میں مغرب و عشاء داخل ہیں۔

جب تم صبح کرو' اس میں نماز فجر شامل ہے۔ عشیا میں نماز عصر اور دوپہر میں نماز ظہر شامل ہے۔ ارشاد باری ہے [بے شک اہل ایمان پر نماز مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے][۱۴۷۶] نیز [نماز کو دن اور رات کے کناروں پر ادا کرو][۱۴۷۷] نیز [غروب شمس (یا زوال) کے وقت نماز قائم کرو][۱۴۷۸] نیز [اپنے رب کی طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس کے بعد تسبیح کرو اور رات کی گھڑیوں اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح کرو تاکہ آپ راضی ہو جائیں][۱۴۷۹]

۱۴۷۳ البقرۃ-۱۸۷

۱۴۷۴ البقرۃ-۴۳

۱۴۷۵ الروم-۱۷'۱۸

۱۴۷۶ النساء-۱۰۳

۱۴۷۷ ھود-۱۱۴

۱۴۷۸ الاسراء-۷۸

۱۴۷۹ طٰہٰ-۱۳۰

قتادہ: طلوع شمس سے پہلے نماز فجر' غروب شمس سے پہلے نماز عصر رات کی گھڑیوں میں مغرب وعشاء اور دن کے حصوں میں نماز ظہر مراد ہے۔ ابن عباسؓ: نبیؐ فرماتے ہیں کہ جبریلؑ نے بیت اللہ کے پاس مجھے نماز پڑھائی' انہوں نے ظہر کی نماز زوال کے بعد اس وقت پڑھائی جب سایہ تسمے کے برابر تھا پھر عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سایہ ہم مثل ہو گیا تھا۔ مغرب اس وقت پڑھائی جب روزہ دار روزہ کھولتا ہے اور شفق غروب ہو جانے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی۔ صبح کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ پھر دوسرے دن جبریلؑ نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سایہ ہم مثل ہو گیا' عصر اس وقت پڑھائی جب سایہ دو مثل ہو گیا' مغرب اس وقت پڑھائی جب روزہ افطار کیا جاتا ہے' عشاء رات کے پہلے ثلث میں پڑھائی اور صبح کی نماز کچھ روشنی پھیل جانے کے بعد پڑھائی۔ پھر جبرئیلؑ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے محمدؐ! یہی آپؐ سے پہلے تمام انبیاء کرام (کی نمازوں) کا وقت تھا اور آپ کے لیے ان دونوں (دنوں کی نمازوں) کے درمیان وقت ہے۔ تمام مذاہب کی دلیل یہی حدیث ہے' اس کے علاوہ بھی اس مسئلہ میں کئی احادیث منقول ہیں مگر ان سب کا مفہوم بھی یہی ہے جنہیں طوالت کے پیش نظر ہم نے ذکر نہیں کیا۔

<u>نبیؐ سے پہلے جن لوگوں نے یہ نمازیں پڑھیں:</u> ❀ ❀ حدیث نبویؐ ہے کہ ایک انصاری نے نبیؐ سے نماز فجر کے متعلق پوچھا کیا آپؐ سے پہلے بھی اسے کسی نے پڑھا ہے؟ فرمایا: نماز فجر سب سے پہلے آدمؑ نے پڑھی' نماز ظہر سب سے پہلے ابراہیمؑ نے ادا کی جب اللہ تعالیٰ نے انہیں نمرود کی آگ سے نجات دی' نماز عصر سب سے پہلے یعقوبؑ نے پڑھی جب انہیں جبریلؑ نے یوسفؑ کی خبر پہنچائی' مغرب سب سے پہلے داؤدؑ نے پڑھی جب اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور عشاء سب سے پہلے یونسؑ نے پڑھی جب اللہ نے انہیں بے پروں والے چوزے کی طرح کر کے مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا۔ اس وقت جبرئیلؑ نے ان کے پاس جا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس بات سے شرمندہ ہوں کہ میں نے دنیا میں آپ کو کس طرح سزا دی' کیا آپ مجھ سے راضی ہیں؟ چنانچہ حضرت یونسؑ نے چار رکعت نماز ادا کی اور فرمایا: میں اپنے رب سے راضی ہوں' میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

<u>پہلے کس وقت نماز فرض ہوئی:</u> ❀ ❀ نبیؐ پر سب سے پہلے جو نماز فرض ہوئی وہ صبح وشام کی نماز تھی چنانچہ آپؐ دو رکعت صبح اور دو ہی شام کو ادا کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [آپ صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں] [۱۴۸۰] پھر معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ دن کی پہلی نماز فجر پھر ظہر ہے۔ علماء نے نمازوں کے سلسلے میں ابتدا ظہر سے کی ہے تاکہ سنت پر عمل ہو جائے جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ مجھے جبریلؑ نے نماز پڑھائی' ظہر فلاں وقت پڑھائی......الخ آپؐ نے (نمازوں میں) سب سے پہلے ظہر کا نام لیا اور پہلے اسی کا وقت ذکر فرمایا یہ اس لیے نہیں کیا کہ ظہر سب سے پہلے فرض ہوئی بلکہ فجر ہی وہ پہلی نماز ہے جسے آدمؑ نے پڑھا ہے اور دنیا میں مبعوث ہونے والے انبیاء میں

۱۴۸۰ غافر-۵۵

آپ کا سب سے پہلا نمبر ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ فجر کی نماز ہی سب سے پہلے فرض کی گئی۔

نماز فجر کا وقت: ۞ ۞ صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی فجر کا پہلا وقت شروع ہو جاتا ہے یعنی جس وقت صبح صادق کی روشنی آسمان کے مشرقی کنارے میں عرض میں پھیل جاتی ہے اور تمام کنارے کو گھیرتے ہوئے پہاڑوں کی چوٹیوں اور اونچی عمارتوں پر پھیل جاتی ہے۔ فجر کا آخری وقت یہ ہے کہ خوب روشنی پھیل جائے اور سورج کی کرنیں پہاڑوں اور عمارتوں کی چوٹیوں پر طلوع ہونے کی امیدوار ہوتی ہیں۔ ان دونوں وقتوں کے درمیان اصل وقت ہے۔ اس نماز کو صبح کی یا فجر کی نماز کہنا مستحب ہے' اسے صلاۃ الغداۃ نہ کہا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے نماز فجر ہی سے موسوم کیا ہے۔ فرمایا [آپ فجر کی نماز قائم کریں کیونکہ اس نماز میں فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں][۱۴۸۱] ''قرآن الفجر'' سے نماز فجر مراد ہے جس وقت اعمال نامہ لکھنے والے صبح و شام کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ نماز فجر رات کے فرشتوں کے رجسٹروں میں سب سے آخر پر ہوتی ہے جب کہ صبح کے فرشتوں کے رجسٹروں کے سب سے اوپر لکھی ہوتی ہے۔

نماز فجر اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے لیکن ابوحنیفہؒ کے نزدیک خوب روشنی کے وقت پڑھنا افضل ہے۔ ہماری دلیل یہ روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عہد رسالت میں خواتین نبیؐ کے ساتھ نماز پڑھنے آتی تھیں پھر اپنی چادریں لیے مسجد سے باہر نکلتی تھیں مگر اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچانتا نہیں تھا۔[۱۴۸۲] ہمارے امام احمد سے دوسری روایت بھی منقول ہے کہ اس مسئلہ میں نمازیوں کے انتظار کا اعتبار کیا جائے اگر وہ روشنی پھیلتے وقت حاضر ہو سکیں تو یہی افضل وقت ہے کیونکہ اس صورت میں ثواب بوجہ جماعت بڑھ جائے گا۔

صبح کاذب سے کوئی چیز حرام ہوتی ہے نہ واجب جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ فجر دو قسم کی ہے۔ جس فجر سے نماز مباح ہوتی ہے اور روزہ دار کے لیے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے' یہ وہ فجر ہے جس کی روشنی پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیلی ہوتی ہے۔ بعض اہل علم نے دونوں فجروں کو اللہ کے نور سے مشابہ قرار دیا ہے اور ان کی حد بندی کی ہے کہ پہلی فجر میں پانچویں زمین کے ماوراء سے سورج کی کرنوں کے غلبہ کی ابتداء ہوتی ہے اور اس کی روشنی منتشر ہو کر آسمان کے اندر ہی اندر پھیل جاتی ہے اور جب تک یہ فجر باقی رہتی ہے یہ روشنی بھی باقی رہتی ہے اور یہی روشنی جب رات کے آخری ثلث میں آسمان پر ظاہر ہوتی ہے تو فجر اول کہلاتی ہے پھر رات کی سیاہی حسب سابق پلٹ آتی ہے کیونکہ سورج سب سے نچلے اور دور والے آسمان میں غروب ہوتا ہے اور چھٹی زمین اسے چھپا لیتی ہے جس سے وہ روشنی منقطع ہو جاتی ہے جو آسمان پر پھیلی تھی۔ فجر صادق میں سورج کی شفق ایک سفیدی کی طرح پھیلتی ہے جس کے نیچے سرخی ہوتی ہے۔ یہ دوسرا شفق ہے جو رات کے ختم ہونے کی علامت ہے اور سورج کی ٹکیہ کے ظاہر ہونے کے بعد پیدا ہوتا ہے کیونکہ جب سورج دنیاوی زمین پر نمودار ہوتا ہے اور اپنے نچلے دامن یعنی آسمان

۱۴۸۱۔ الاسراء-۷۸

۱۴۸۲۔ احمد/۶-۳۳

سے اس کی کرنیں پھیلتی ہیں تو سورج پہاڑوں' سمندروں اور بلند اقلیموں پر چھا جاتا ہے اور سورج کی کرنیں منتشر ہو کر افق میں عرض کے رخ وسط آسمان تک جا پہنچتی ہیں پھر یہ ختم ہو جاتی ہے لیکن صبح صادق کی روشنی عرض میں افق پر پھیلتی ہے اور تمام افق اور کناروں کو گھیر لیتی ہے۔ اس طرح سورج کے غروب ہوتے وقت اور طلوع ہوتے وقت بھی دو شفق ہوتے ہیں۔

نماز ظہر کا وقت: ❁ ❁ ظہر کا اول وقت زوال کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے اور آخری وقت سائے کے ہم مثل ہونے تک رہتا ہے۔ اول وقت میں ظہر کی نماز پڑھنا افضل ہے البتہ سخت گرمی اور ابر آلود دن میں جماعت کے ساتھ قدرے تاخیر سے نماز پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ نبیؐ نے فرمایا: ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے شعلوں کی وجہ سے ہے۔[١٤٨٣]

حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نبیؐ کو نماز ظہر کی اطلاع دی تو آپؐ نے فرمایا ابھی ٹھنڈا ہونے دو پھر دوسری مرتبہ آیا تو آپؐ نے یہی فرمایا' تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے یہی فرمایا حتی کہ ٹیلوں کے سائے لمبے ہو گئے' پھر آپؐ نے فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی حرارت سے ہے' جب سخت گرمی ہو تو ذرا ٹھنڈ ہونے پر نماز (ظہر) ادا کرو۔[١٤٨٤]

زوال کی پہچان: ❁ ❁ جب سورج عین آسمان کے درمیان ہوتا ہے تو یہ زوال سے پہلے کا وقت ہے جب ذرا سا ڈھل جاتا ہے تو ظہر کا اول وقت شروع ہو جاتا ہے۔[١٤٨٥] حدیث میں ہے کہ جب سورج تسمہ برابر ڈھل جائے تو ظہر کا اول وقت ہوتا ہے۔ جب سایہ ہم مثل ہو جائے تو ظہر کا آخری جب کہ عصر کا اول وقت شروع ہوتا ہے۔ وقت کو سائے کے اندازے سے پہچانو جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی ہموار زمین میں ایک لکڑی گاڑ دو یا خود کھڑے ہو جاؤ پھر جہاں تک سایہ پہنچ رہا ہو وہاں تک ایک خط کھینچ کر نشان لگا دو پھر دیکھو کہ سایہ کم ہو رہا ہے یا زیادہ' اگر کم ہو رہا ہے تو زوال نہیں' اگر کمی بیشی نہیں ہو رہی تو سورج کھڑا ہے اور یہ عین دوپہر ہے جس وقت نماز ممنوع ہے' اگر سایہ زیادہ ہو رہا ہے تو زوال ہو چکا ہے اور ظہر کا اول وقت شروع ہو گیا پھر جب سایہ طول میں اس لکڑی کے برابر ہو جائے تو یہ ظہر کا آخری وقت ہے پھر جب اس سے بڑھنے لگے تو یہ عصر کا پہلا وقت ہے پھر جب وہ سایہ لکڑی کے دو مثل ہو جائے تو یہ عصر کا آخری وقت ہے' پھر عصر کا اضطراری وقت غروب شمس تک باقی رہتا ہے۔ اسی طرح اگر تم قبلہ رخ کھڑے ہو تو اپنے سائے پر خط کھینچ دو' اگر تمہارا سایہ تمہاری پشت کے پیچھے قدرے بڑھا ہو یا گھٹا ہو تو ابھی زوال نہیں ہوا۔ اگر سایہ محض تمہارے جسم پر (کھڑا) ہے ادھر ادھر نہیں ہے تو یہ نصف النہار ہے' جب سایہ تمہارے آگے شروع ہو جائے تو زوال ہو گیا ہے۔ سایہ مثل پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر تمہارے قد کی لمبائی سات قدم ہے تو کسی کو حکم دو کہ وہ تمہارے سامنے سے سایہ ماپے البتہ جس قدم پر تم کھڑے ہوا سے شمار نہ کرے۔ اگر سایہ سات قدم کا ہے تو یہ ظہر کا آخری وقت ہے اگر قدرے بڑھ جائے تو عصر کا اول وقت شروع ہو جائے گا۔

١٤٨٣ بخاری ١/١٤٢-احمد ٢/٣٧٧

١٤٨٤ بخاری ١/١٤٢-مسلم (١٣٩٧)

١٤٨٥ مسلم (١٣٨٨)

یہاں قدموں اور لکڑی کے گاڑنے کے سلسلہ میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا اطلاق گرمی سردی دونوں موسموں میں یکساں نہیں ہے بلکہ موسم کے اعتبار سے کمی بیشی کا امکان ہے۔ سردیوں میں سایہ بڑھ جاتا ہے کیونکہ اس موسم میں سورج عین سر پر سے نہیں گزرتا بلکہ آسمان کے دامن کی طرف سے ہٹ کر گزرتا ہے اور گرمیوں میں سایہ کم ہو جاتا ہے کیونکہ اس موسم میں سورج فضا میں مکمل بلندی پر سے عین سر کے اوپر سے گزرتا ہے۔ سورج آسمان کے کنارے سے طلوع ہوتا ہے اور اس کا سایہ لمبا ہوتا ہے اور جیسے جیسے سورج بلند ہوتا ہے سایہ کم ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ وسط آسمان پر پہنچ کر سایہ بھی ٹھہر جاتا ہے یہی سورج کے قیام کا وقت ہے۔ پھر جب سورج ڈھلنے لگتا ہے تو سایہ بڑھنے لگتا ہے یہی وقت زوال ہے۔

اسی طرح مختلف شہروں کا سایہ بھی مختلف ہوتا ہے جو شہر عین وسط آسمان تلے آباد ہیں مثلاً مکہ وغیرہ یہاں سایہ کم ہوتا ہے اور جو شہر وسط آسمان سے دور ہیں جیسے خراسان وغیرہ وہاں گرمیوں سردیوں دونوں موسموں میں سایہ لمبا ہوتا ہے۔ سائے کی طوالت کی وجہ سے ان علاقوں کی گرمی دوسرے علاقوں کی سردی کی طرح ہوتی ہے۔

قدموں کی پہچان: ۞ ۞ زوال شمس کے لیے کم از کم سایہ اس علم کے قدیم ماہروں کے قول کے مطابق ماہ ''حزیران'' کا ہے جو دو قدم ہوتا ہے اور زوال کا زیادہ سے زیادہ سایہ ''ماہ کانون'' کا ہے جو آٹھ قدم ہے۔ جب کہ ماہ ''ایلول'' میں زوال پانچ قدموں پر ہوتا ہے اور ''تشرین اول'' میں چھ قدموں پر ''تشرین ثانی'' میں سات قدموں پر ''کانون اول'' میں آٹھ قدموں پر زوال ہے یہ دن کے کم ہونے اور رات کے طویل ہونے کی انتہاء ہے یہ زوال کا سب سے زیادہ سایہ ہے۔ پھر سایہ کم ہونے لگتا ہے اور دن بڑھنے لگتا ہے پھر ''کانون ثانی'' میں سورج سات قدموں پر ڈھلتا ہے ''سباط'' میں چھ قدموں پر ''اداء'' میں پانچ قدموں پر اس وقت دن رات برابر ہوتے ہیں ''نیسان'' میں چار قدموں پر ''آباذ'' میں تین قدموں پر اور ''حزیران'' میں دو قدموں پر۔ اب دن بڑھتے بڑھتے انتہا کو پہنچ جاتا ہے جب کہ رات گھٹتے گھٹتے انتہا کو پہنچ جاتی ہے یعنی دن پندرہ گھنٹوں کا اور رات نو گھنٹوں کی ہو جاتی ہے۔ پھر ''تموز'' میں تین قدموں پر سورج ڈھلتا ہے ''آب'' میں چار قدموں پر اور ''ایلول'' میں پانچ قدموں پر ڈھلتا ہے جب کہ ایلول میں دن رات مساوی ہو جاتے ہیں۔

سفیان ثوری: سورج کے زوال میں زیادہ سے زیادہ سات قدم اور کم از کم ایک قدم ہے۔ ابن مسعود: ہم نبیؐ کے ساتھ موسم گرما میں نماز ظہر تین قدموں سے پانچ قدموں تک اور موسم سرما میں پانچ قدموں پر پڑھا کرتے تھے۔

زوال کے پہچان کی دوسری صورت: ۞ ۞ بعض علماء سلف کے بقول ماہ آذار میں انیس دنوں تک زوال تین قدموں پر ہوتا ہے اور زوال کے وقت ہر سایہ ۳/۷ ہو جاتا ہے پھر یہ کم ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ دن رات کی کمی بیشی آخری حد تک جا پہنچتی ہے اور اس وقت ماہ حزیران کی انیسویں تاریخ ہوتی ہے۔ ان دونوں میں نصف قدم پر زوال ہوتا ہے جو کم از کم فئی زوال ہے۔ پھر سایہ بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ چھتیس دنوں کے بعد سایہ ایک قدم کے برابر ہو جاتا ہے حتیٰ کہ ایلول کی انیسویں تاریخ کو دن رات برابر ہو جاتے ہیں اس وقت زوال تین قدموں کے سائے پر ہوتا ہے' پھر سایہ بڑھنے لگتا ہے اور چودہ دنوں کے بعد سایہ ایک

قدم بڑھ جاتا ہے پھر دن رات کی کمی بیشی آخری حد کو پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح ''کانون اول'' کی انیسویں تاریخ کو ہوتا ہے جب ساڑھے سات قدموں پر سورج ڈھلتا ہے اور یہی زوال کا سب سے زیادہ فاصلہ ہے۔ پھر چودہ دنوں کے بعد ایک قدم سایہ بڑھ جاتا ہے اور آزر کی انیسویں تاریخ کو دن رات مساوی ہو جاتے ہیں' پھر تین قدموں پر زوال ہوتا ہے اور اس وقت سورج گرمیوں میں داخل ہو چکا ہوتا ہے۔ سائے کی مذکور کمی بیشی ہر گرمی اور خزاں میں چھتیس دنوں بعد ایک قدم کے ساتھ ہوتی ہے جب کہ بہار اور سردی میں ہر چودہ دن بعد ایک قدم کا اضافہ ہوتا ہے۔

زوال کے پہچان کی تیسری صورت: ❀ ❀ اس سلسلے میں ہمارے شیوخ نے ایک اور طریقہ بتایا ہے کہ ماہ حزیران میں زوال تین قدموں پر ہوتا ہے (قدم کھڑے شخص کا ۷/ اواں حصہ ہے) اس مہینے میں عصر کا وقت ساڑھے نو قدموں پر ہوتا ہے۔ تموز کے مکمل مہینے میں ظہر کا اول وقت چار قدموں پر اور عصر کا اول وقت ساڑھے دس قدموں پر ہوتا ہے ''آب'' کے مکمل مہینے میں ظہر کا اول وقت پانچ قدموں پر جب کہ عصر کا اول وقت ساڑھے گیارہ قدموں پر ہوتا ہے۔ ایلول کے سارے مہینے میں ظہر کا اول وقت چھ قدموں پر اور عصر کا اول وقت ساڑھے بارہ قدموں پر ہوتا ہے۔ تشرین کے مہینے میں ظہر کا اول وقت سات قدموں پر جب کہ عصر کا اول وقت ساڑھے تیرہ قدموں پر ہوتا ہے۔ تشرین ثانی میں ظہر کا اول وقت آٹھ قدموں پر اور عصر کا اول وقت ساڑھے چودہ قدموں پر ہوتا ہے۔ کانون اول میں مہینہ بھر ظہر کا اول وقت دس قدموں پر اور عصر کا اول وقت سترہ قدموں پر ہوتا ہے۔ کانون ثانی میں مہینہ بھر ظہر کا اول وقت نو قدموں پر جب کہ عصر کا اول وقت پندرہ قدموں پر ہوتا ہے۔ شباط میں ظہر کا اول وقت ساڑھے سات قدموں پر اور عصر کا اول وقت ساڑھے چودہ قدموں پر ہوتا ہے۔

آزار میں مہینہ بھر ظہر کا اول وقت چھ قدموں پر جب کہ عصر کا اول وقت ساڑھے بارہ قدموں پر ہوتا ہے۔ نیسان میں ظہر کا اول وقت ساڑھے چار قدموں پر اور عصر کا پہلا وقت گیارہ قدموں پر ہوتا ہے۔ آذار میں ظہر کا اول وقت ساڑھے تین قدموں پر اور عصر کا اول وقت دس قدموں پر ہوتا ہے۔ سال بھر کے مہینوں میں زوال کا یہی وقت رہتا ہے البتہ جن باتوں پر ہماری عقل ناکام ہے وہاں اللہ تعالیٰ کا علم ہی اتم واکمل ہے۔

کیا زوال کی یقینی پہچان ضروری ہے؟: ❀ ❀ حدیث نبویؐ کے مطابق مذکورہ حد بندی سے زوال کی پہچان ضروری نہیں بلکہ یہ ان اسباب میں سے ہے جن کے ذریعے زوال کی قدرے پہچان ہو جاتی ہے۔ ہر شخص کو اس کا علم نہیں ہوتا بلکہ اس پر زوال کے گمان یا ظن غالب کی بنا پر نماز ظہر ادا کرنا واجب ہے۔ زوال کی پہچان میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں: بعض پر قطعی یقین فرض ہے یعنی جو منٹوں اور گھنٹوں کو پہچانتے ہیں اور سیاروں کی گردش سے وقت کے استدلال کا علم رکھتے ہیں۔ بعض پر اجتہاد اور اندازہ ضروری ہے خواہ خود اجتہاد کریں یا کسی کے اجتہاد کی پیروی کریں۔ ان میں ملازم قسم کے لوگ شامل ہیں جو اوقات سے ناواقف ہوتے ہیں البتہ اگر یہ اپنے کاموں سے اندازہ لگانے چاہیں تو لگا سکتے ہیں مثلاً ایک باورچی کی عادت ہے کہ وہ دو تین مخصوص مقدار کے آٹے کو ظہر تک پکا لیتا ہے یا کوئی آٹا پیسنے والا ظہر تک ایک بورا غلے کا پیس لیتا ہے تو ایسا شخص اپنے مذکورہ کام

سے فارغ ہو کر ظہر کی نماز پڑھے۔ ابر آلود دن جب دھوپ کے نہ ہونے کی وجہ سے وقت کی حفاظت سے غفلت ہو جاتی ہے یا کام میں مشغولیت کی وجہ سے غفلت ہو جائے تو کسی وقت کے پہچاننے والے یا مقررہ وقت پر اذان دینے والے سے (وقت پوچھ کر) نماز ادا کر لے۔ تیسری قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جن پر اجتہاد فرض ہے یعنی وہ لوگ جو دور دراز خفیہ مقامات پر رہتے ہیں جہاں کوئی مؤذن یا وقت بتانے والا نہیں تو ان کے لیے یہ حدیث نبویؐ ہے: جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو حتی الوسع اس پر عمل کرو۔[۱۴۸۶]

زوال کی یقینی پہچان: ❁ ❁ زوال کی یقینی پہچان بڑی مشکل ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبیؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا کیا سورج ڈھل گیا ہے؟ فرمایا: نہیں' ہاں: پوچھا نہیں بھی ہاں بھی یہ کیسے؟ فرمایا' میری نہیں اور ہاں کہتے وقت سورج سے آسمان پر ایک لاکھ پچاس ہزار میل طے کر لیے ہیں۔[۱۴۸۷] نبیؐ نے جبریلؑ سے اللہ کے علم کے مطابق زوال کے متعلق پوچھا تھا۔

موسم گرما میں جب تم قبلے کی طرف رخ کرو اور سورج تمہارے دائیں جانب پر ہو تو بلا شبہ زوال ہو چکا ہے' لہٰذا نماز ظہر ادا کرو۔ جب ہر چیز کا سایہ ہم مثل ہو جائے تو نماز عصر کا وقت ہے۔ جب گرمیوں میں قبلہ رخ کھڑے ہو اور سورج تمہاری بائیں جانب ہو تو ابھی زوال نہیں ہوا' جب دونوں آنکھوں کے درمیان ہو تو سورج کھڑا ہے اور یہ ''نصف النہار ہے۔'' اگر موسم سرما کا آغاز ہو جب دن چھوٹا ہوتا ہے تو کبھی زوال ہو جاتا ہے اگر دائیں جانب کے بالمقابل ہو تو تمام زمانوں میں زوال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر اس طرح موسم گرما میں ہو گا تو ظہر کا اول وقت اور موسم سرما میں ظہر کا آخری وقت ہو گا۔ اگر تمہاری بائیں جانب سورج ہو گا تو کبھی زوال ہو گا کیونکہ موسم سرما کے آغاز میں دن چھوٹے ہوتے ہیں اور کبھی زوال نہیں ہو گا کیونکہ موسم گرما کے آغاز میں دن بڑے ہوتے ہیں۔ اگر موسم سرما میں سورج تمہاری آنکھوں کے درمیان ہو تو یقیناً زوال ہو چکا ہے۔ جب سورج دائیں جانب آ جائے تو یہ ظہر کا آخری وقت ہے۔ یہ حکم اہل عراق و خراسان کے لیے ہے جو حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کی طرف نماز پڑھتے ہیں جب کہ اہل یمن اور اہل مغرب وغیرہ ان کے برعکس ہیں کیونکہ وہ رکن یمانی اور کعبہ کے پچھلے حصے کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔ اس لیے زوال کے اندازے میں اختلاف ہے۔

قبلے کی شناخت: ❁ ❁ زوال کی پہچان کے بعد اب قبلے کی پہچان کرنا مطلوب ہے تو اس کا سادہ سا طریقہ یہ ہے کہ اپنا سایہ اپنی بائیں جانب کر لو تمہارا رخ خود بخود قبلے کی طرف ہو جائے گا جب کہ زوال کی پہچان کافی مشکل اور پیچیدہ ہے اس لیے ہم نے قدرے تفصیل سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں قدموں کا ذکر ہے علاوہ ازیں زوال کی شناخت میں لوگوں کو بھی تنبیہ کر دی گئی ہے جیسا کہ پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔

عصر کا اول وقت: ❁ ❁ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جب ہر چیز کا سایہ ہم مثل ہو جائے تو اس سے آگے عصر کا پہلا وقت ہے

۱۴۸۶ بخاری ۹/ ۱۱۷ - احمد ۳/ ۲

۱۴۸۷ یہ بھی موضوع روایت ہے دیکھیے: المغنی عن حمل الاسفار ۴/ ۴۳۱

اور عصر کا آخری وقت دو مثلوں تک ہے جب کہ اضطراری وقت غروب شمس تک باقی رہتا ہے البتہ اول وقت میں نماز عصر ادا کرنا ہی افضل ہے۔

مغرب کا وقت: ۞ ۞ جب سورج غروب ہو جائے تو مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے یعنی جب سورج کی آخری کرن بھی نظروں سے اوجھل ہو جائے تو سورج غروب ہو چکا ہے اور شفق کے غائب ہونے تک اس کا وقت باقی رہتا ہے۔ صحیح روایات کے مطابق شفق سرخی کو کہتے ہیں۔

عشاء کا وقت: ۞ ۞ شفق غائب ہوتے ہی عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق تہائی رات تک جب کہ دوسری روایت کے بموجب نصف رات تک عشاء کا فضیلت والا وقت ہے۔ البتہ اضطراری وقت صبح صادق تک ہے۔ عشاء کو "عتمہ" بھی کہتے ہیں جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے: "دیہاتی عشاء کو عتمہ کہنے میں تم پر غالب آ گئے ہیں اور انہوں نے اس کا نام عتمہ رکھا ہوا ہے۔"[۱۴۸۸] عشاء کی نماز کو تاخیر کے ساتھ آخری وقت میں پڑھنا ہی افضل ہے: یعنی تہائی یا نصف رات سے پہلے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔

نماز عشاء کے لیے مناسب وقت وہ ہے جب مغرب کی طرف سے سفیدی دور ہو کر اندھیرا غالب آ جائے جسے دوسرا شفق بھی کہتے ہیں لہٰذا عشاء کو ربع ثلث یا نصف شب تک تاخیر کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جو نماز سے پہلے نہ سوئیں کیونکہ نماز عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے لیکن کسی پر نیند کا غلبہ ہو تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ نماز پڑھ کر سو جائے۔ اسی لیے امام شافعی کا بھی یہی خیال ہے۔ نماز عشاء کو تاخیر سے پڑھنا اس لیے افضل ہے کہ نبیؐ نے اس کی تاخیر کا حکم دیا ہے۔ ایک دفعہ نبیؐ نماز عشاء کے لیے تاخیر سے تشریف لائے اور فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ اس وقت عشاء کی نماز پڑھیں۔[۱۴۸۹] چونکہ آپؐ نے تاخیر سے عشاء کی نماز پڑھی پھر تاخیر پر ہی رغبت دلائی ہے اس لیے تاخیر میں فضیلت ہے۔

نماز پنجگانہ اور سنتیں: ۞ ۞ نماز پنجگانہ کی تیرہ سنتیں مؤکدہ ہیں: صبح کی دو سنتیں، ظہر سے پہلے اور بعد میں دو سنتیں، مغرب کے بعد دو، عشاء کے بعد دو سنتیں اور تین وتر۔ وتر خواہ ایک سلام کے ساتھ نماز مغرب کی طرح ادا کرے یا دوگانہ پڑھ کر سلام پھیرے پھر ایک الگ پڑھ لے۔ وتر سب سے آخر میں پڑھنا افضل ہیں۔ وتر کی پہلی رکعت میں سورت اعلیٰ دوسری میں کافرون اور تیسری میں اخلاص پڑھنا افضل ہے۔

فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد کافرون اور دوسری میں اخلاص پڑھے۔ مستحب یہ ہے کہ گھر میں سنتیں ادا

۱۴۸۸ مسلم (۲۲۸، ۲۲۹) ابوداؤد (۴۹۸۴) احمد ۲/۱۹۔ اس حدیث میں دیہاتیوں کے اس نام کی مخالفت کا حکم ہے۔ البتہ دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز عشاء کو عشاء کہنا مستحب ہے اور "عتمہ" کہنا بھی جائز ہے۔

۱۴۸۹ بخاری ۱/۱۵۰۔ ترمذی (۱۶۷) احمد ۱/۲۲۱

کر کے مسجد میں جا کر فرض ادا کیے جائیں۔ اسی طرح گھر میں سنتوں کے بعد ذکر اللہ میں مشغول رہنا اور بلا وجہ گفتگو سے پرہیز کرنا مستحب ہے حتیٰ کہ جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا کر لی جائے۔ مغرب کی سنتوں میں وہی سورتیں پڑھی جائیں جو فجر کی سنتوں میں مذکور ہیں۔ ابن عمرؓ: میں نے نبیؐ کو بیس سے زیادہ مرتبہ مغرب کی سنتوں میں کافرون اور اخلاص کی تلاوت کرتے سنا ہے۔[۱۴۹۰] طاؤس مغرب کی سنتوں میں "اٰمن الرسول" اور سورت اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ مغرب کی سنتوں میں جلدی کرنا مستحب ہے جیسا کہ حذیفہ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں: مغرب کے بعد دو رکعتوں میں جلدی کیا کرو تا کہ فرشتے فرضوں کے ساتھ انہیں بھی (آسمان کی طرف) اٹھا کر لے جائیں۔[۱۴۹۱] اس لیے انہیں ہلکا پڑھنا مستحب ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص مغرب کے بعد گفتگو کرنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے اس کی نماز علیین میں اٹھالی جاتی ہے۔[۱۴۹۲]

انہیں طوالت دینا بھی مستحب ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ مغرب کی سنتوں میں لمبی قرأت کیا کرتے تھے حتیٰ کہ تمام مسجد والے مسجد سے چلے جاتے تھے۔[۱۴۹۳] اس طرح حضرت حذیفہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نبیؐ کے پاس آیا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی' پھر آپؐ نے کھڑے ہو کر نماز عشاء ادا فرمائی (یعنی مغرب کی نماز اور سنتوں میں لمبا قیام کیا) پھر آپ گھر تشریف لے گئے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ مغرب کی سنتوں کا گھر میں پڑھنا افضل ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ مغرب کی سنتیں اپنے گھر میں پڑھا کرتے تھے۔[۱۴۹۴] اسی طرح ام حبیبہؓ سے بھی مروی ہے۔

ابن عمر فرماتے ہیں: نبیؐ مغرب کی سنتیں گھر میں ادا کیا کرتے تھے۔[۱۴۹۵]

سہل بن سعد ساعدی: میں نے حضرت عثمانؓ کا عہد مبارک دیکھا ہے' آپ مغرب کی نماز کا سلام پھیرتے تھے تو اس کے بعد لوگ مسجد میں سنتیں ادا نہیں کرتے تھے بلکہ لوگ مسجد کے دروازوں سے اپنے گھروں کو چل دیتے تھے اور گھروں میں جا کر سنتیں ادا کرتے تھے۔

نماز پنجگانہ کے فضائل: ❀ ابوسلمہ از ابوہریرہؓ: نبیؐ نے پوچھا: بتاؤ اگر کسی کے دروازے کے پاس نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کوئی میل رہے گی؟ صحابہ نے کہا: نہیں: فرمایا نماز پنجگانہ کا بھی یہی حال ہے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ لوگوں کے گناہ صاف کر دیتے ہیں۔[۱۴۹۶] ابوثعلبہ قرظی: میں نے حضرت عمرؓ سے سنا کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: تم

۱۴۹۰ مسلم (۱۶۹۰)
۱۴۹۱ البیہقی ۳/۱۲۱-الکنز (۱۹۴۱۹)
۱۴۹۲ الجامع الصغیر ۲/۱۸۵
۱۴۹۳ ابوداؤد (۱۳۰۱) البیہقی ۲/۱۹۰
۱۴۹۴ ابن ماجہ (۱۱۶۴)
۱۴۹۵ ترمذی (۶۰۴) احمد ۲/۸۷
۱۴۹۶ بخاری ۱/۱۴۱-مسلم (۱۵۲۲) احمد ۲/۳۷۹

آگ میں جلتے ہو مگر جب نماز فجر ادا کر لیتے ہو تو یہ تمہارے گناہ صاف کر دیتی ہے پھر تم جلنے لگتے ہو' جب نماز ظہر ادا کرتے ہو تو پھر گناہ صاف ہو جاتے ہیں۔ پھر تم جلنے لگتے ہو اور نماز عصر تمہارے گناہ مٹا دیتی ہے۔ حتیٰ کہ آپؐ نے ساری نمازوں کے متعلق اس طرح ارشاد فرمایا۔[۱۴۹۷] حارث' مولیٰ عثمانؓ: حضرت عثمانؓ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور فرمایا کہ میں نے نبیؐ کو اس طرح وضو کرتے دیکھا ہے جس طرح میں نے وضو کیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: جس نے میرے وضو جیسا وضو کیا' پھر نماز ظہر ادا کی تو اس کے فجر وظہر کے درمیان سرزد ہونے والے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر نماز عصر ادا کی تو ظہر وعصر کے درمیانی گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جب نماز مغرب ادا کرتا ہے تو عصر ومغرب کے درمیانی گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جب نماز عشاء ادا کرتا ہے تو مغرب وعشاء کے درمیانی گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

پھر ممکن ہے کہ وہ رات بھر سویا رہے اور جب صبح نماز فجر ادا کرتا ہے تو عشاء اور فجر کے درمیانی گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ ''نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔'' لوگوں نے کہا یہ تو نیکیاں ہیں باقی رہنے والے اعمال صالحہ کون سے ہیں؟ **سبحان والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم**۔[۱۴۹۸]

جعفر بن محمد از ابیہ از جدہ: ارشاد نبویؐ ہے: نماز رضائے الٰہی ہے' فرشتوں کی محبوب اور انبیاء کی سنت ہے' نور معرفت ہے' ایمان کی بنیاد اور دعاؤں اور عملوں کی قبولیت کا ذریعہ ہے' رزق میں برکت اور جسم میں راحت کا ذریعہ ہے' دشمن کے لیے ہتھیار اور شیطان کے لیے کراہیت ہے' نمازی اور آسمانوں کے مالک کے درمیان سفارشی ہے' قبر کا چراغ اور بچھونا ہے' منکر نکیر کے لیے جواب ہے' تا قیامت قبر میں غمخوار ہے' پھر قیامت کے دن سر پر تاج کی طرح سایہ فگن ہوگی' بدن کے لیے لباس ہوگی' نمازی کے سامنے نور ثابت ہوگی' آگ سے ڈھال بن جائے گی' مومنوں کے لیے دلیل اور ترازو میں وزنی ہوگی' پل صراط عبور کرائے گی اور جنت کی چابی ہوگی کیونکہ نماز میں تسبیح وتحمید اور حمد وثنا ہوتی ہے' اللہ کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے' یہ تلاوت قرآن اور اللہ سے دعا ہے۔ یاد رکھو! تمام عملوں میں افضل ترین عمل نماز کی بروقت ادائیگی ہے۔

ابن عمرؓ: میں نے نبیؐ کا فرمان سنا کہ نماز پنجگانہ دین کا ستون ہے اور اللہ تعالیٰ ایمان کو نماز کے ساتھ ہی قبول فرماتے ہیں۔[۱۴۹۹] انس بن مالکؓ: ایک شخص نے نبیؐ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی نمازیں فرض فرمائی ہیں؟ فرمایا: پانچ کہنے لگا کیا ان سے پہلے یا بعد میں کوئی اور نماز بھی (فرض) ہے؟ فرمایا: صرف پانچ نمازیں ہی اللہ نے فرض کی ہیں۔ وہ کہنے لگا' اللہ کی قسم! میں ان نمازوں میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔ اس کی بات پر نبیؐ نے فرمایا: اگر یہ سچا ہے تو جنت میں داخل ہوگا۔[۱۵۰۰] تمیم داریؓ: نبیؐ نے

۱۴۹۷ الکنز (۱۹۰۴۳) المجمع ۱/ ۲۹۸

۱۴۹۸ المجمع ۱/ ۲۹۷

۱۴۹۹ امالی الشجری ۱/ ۴۲ - جامع المسانید ۲/ ۴۹۹

۱۵۰۰ ابن ماجہ (۱۴۲۶) احمد ۴/ ۱۰۳ - ابن ابی شیبہ ۱۴/ ۱۲۴

ارشاد فرمایا: بندے سے روز قیامت سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال ہوگا اگر اس نے اچھی طرح نماز ادا کی تو اسے کامل نماز کا ثواب ہوگا اگر اس کی نماز ناقص ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہیں گے دیکھو کیا میرے بندے کے کوئی نوافل بھی ہیں؟ اگر ہیں تو فرائض کی کمی نوافل سے پوری کر دو۔ انس بن حکیم کو ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ جب تم اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤ تو انہیں بتاؤ کہ حدیث نبویؐ ہے: سب سے پہلے انسان سے فرائض کا محاسبہ ہوگا اگر مکمل ہوئے تو کامیاب ورنہ اس کے نوافل سے کمی پوری کی جائے گی' اسی طرح اس کے باقی عبادتوں میں کیا جائے گا۔[۱۵۰۱] انس بن مالکؓ: حدیث نبویؐ ہے: انسان سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور اس امت پر سب سے پہلے نماز ہی فرض کی گئی ہے۔

نماز باجماعت میں خشوع اور فضیلت: ۞ ۞ نافع از ابن عمرؓ: نبیؐ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز اکیلے آدمی کی نماز سے ستائیس گنا افضل ہے۔[۱۵۰۲] ابو ہریرہؓ: نبیؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو کر کے مسجد کی طرف جائے اس کے ہر قدم کے عوض اللہ تعالیٰ ایک نیکی لکھتے ہیں' ایک گناہ مٹاتے ہیں اور ایک درجہ بلند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بندے سے اتنا خوش ہوتے ہیں جتنا کہ ایک پردیسی مدت دراز کے بعد اپنی وطن واپسی پر خوش ہوتا ہے اور اس کے عزیز واقارب اس سے خوش ہوتے ہیں۔[۱۵۰۳]

ابو عثمان نہدی از سلمانؓ: نبیؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کر کے میرے کسی گھر کی زیارت کے لیے نکلے تو میں اپنے مہمان کی مہمان نوازی لازماً کرتا ہوں۔[۱۵۰۴] سالم بن عبداللہ از عبداللہ از عمرؓ: ایک دفعہ جبریلؑ نبیؐ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ان لوگوں کو خوشخبری سنا دیں جو رات کے اندھیرے میں مسجد کا رخ کرتے ہیں کہ روز قیامت انہیں مکمل نور نصیب ہوگا۔[۱۵۰۵] ابو درداءؓ: جو شخص رات کے اندھیرے میں مسجد کی طرف پیدل چل کر جاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے پاس نور بھیجیں گے۔[۱۵۰۶]

ابو سعید خدریؓ: حدیث نبویؐ ہے: جماعت سے نماز اکیلی نماز سے پچیس درجے افضل ہے۔[۱۵۰۷] نافع از ابن عمرؓ: حدیث نبویؐ ہے: جماعت اور اکیلے کی نماز میں ستائیس درجوں کا فرق ہے۔[۱۵۰۸] انس بن مالکؓ: نبیؐ نے عثمان بن مظعونؓ سے فرمایا کہ جس نے نماز فجر باجماعت ادا کی اسے مقبول حج اور عمرے کا ثواب ملے گا' اے عثمان! جس نے نماز ظہر باجماعت

۱۵۰۱ البیہقی ۲/ ۳۸۷-الحاکم ۱/ ۲۶۳
۱۵۰۲ بخاری ۱/ ۱۶۶-احمد ۳/ ۵۵۳
۱۵۰۳ المجمع ۲/ ۲۹
۱۵۰۴ الطبرانی ۶/ ۳۱۱-المجمع ۲/ ۳۱
۱۵۰۵ ترمذی (۲۲۳) ابوداؤد (۵۶۱) ابن ماجہ (۷۸۱)
۱۵۰۶ ابن حبان (۴۲۳) الحلیۃ ۲/ ۱۲
۱۵۰۷ بخاری ۱/ ۱۶۶
۱۵۰۸ [illegible]

ادا کی اسے پچیس نمازوں کا ثواب ملے گا اور جنت الفردوس میں اس کے ستائیس درجے بلند کردیئے جائیں گے۔ اے عثمان! جس نے نماز عصر با جماعت ادا کی پھر غروب شمس تک ذکر واذکار میں مشغول رہا گویا اس نے اولاد اسماعیل سے ایک اور اس کے علاوہ بارہ ہزار غلام آزاد کیے۔ جس نے نماز مغرب با جماعت ادا کی اسے پچیس نمازوں کا ثواب ہوگا اور جنت عدن میں اس کے ستر درجات بلند کردیئے جاتے ہیں۔ جس نے عشاء کی نماز با جماعت ادا کی گویا اس نے شب قدر میں عبادت کا ثواب پالیا۔[۱۵۰۹] مسجد میں نماز کے لئے جاتے وقت خوف الٰہی اور خشوع وخضوع پیش نظر رہے' مکمل وقار اور مسجد کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ دنیاوی اوہام اور اشغال کو نظر انداز کردو۔ پوری رغبت کے ساتھ خوف الٰہی عاجزی' انکساری اور تواضع کے ساتھ' فخر وتکبر اور ریا کے بغیر مسجد میں اس نیت وارادے کے ساتھ جاؤ کہ ہم اللہ کے گھروں میں جن کے احترام کا اور جن میں ذکر اللہ کا ہمیں حکم دیا گیا ہے' میں سے ایک گھر میں جارہے ہیں' ان گھروں صبح وشام ایسے لوگ اللہ کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں جنہیں تجارت اور کاروبار اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرسکتے۔ پھر امام کے ساتھ جتنی نماز میسر ہوادا کرو اور بقیہ نماز سلام کے بعد پوری کرلو جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی اس وقت آئے جب جماعت ہورہی ہو تو اپنی معمول کی چال پر آکر جماعت میں شریک ہوجائے' جتنی نماز با جماعت مل جائے اسے پڑھ لے اور باقی نماز کی ادائیگی بعد میں کرلے۔[۱۵۱۰] ایک روایت میں ہے کہ پورے وقار کے ساتھ نماز کے لیے آؤ۔ عبادات کی ادائیگی پر کبھی بھی فخر وتکبر کا شکار نہ ہونا کیونکہ فخر وتکبر اللہ کی نگاہ سے گرادیتا ہے' اس کے قرب سے دور کردیتا ہے' اس طرح انسان نور بصیرت سے اندھا ہوجائے گا' عبادت کی حلاوت رخصت ہوجائے گی' معرفت کی شفافیت میں فرق آجائے گا' دل کا آئینہ زنگ آلود ہوجائے گا اور اعمال ریزہ ریزہ کرکے منہ پر ماردیئے جائیں گے' کیونکہ اللہ تعالیٰ مغرور کے اعمال قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ توبہ کرلے۔

حدیث نبویؐ ہے کہ ایک رات ابراہیمؑ نے عبادت میں بسر کی اور صبح کو آپ کو شب بیداری بھلی محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا: ابراہیمؑ کا رب کتنا اچھا ہے اور ابراہیمؑ اس کا کتنا اچھا بندہ ہے۔ پھر ناشتے کے وقت آپ کو کوئی آدمی نظر نہ آیا کیونکہ آپ کسی شریک کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے لہٰذا آپ راستے میں جا بیٹھے تاکہ کوئی راہگیر آپ کے کھانے میں شریک ہوسکے۔

اسی اثنا آسمان سے دو فرشتے آئے اور آپ کے پاس سے گزرنے لگے تو آپ نے انہیں کھانے کی دعوت دی کہ میرے ساتھ اس باغ میں چلو جس میں چشمہ ہے ہم وہاں بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ پھر یہ سب اس چشمے کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ چشمہ خشک پڑا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو اپنی بات پر سخت ندامت ہوئیں فرشتوں نے عرض کیا آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ اس چشمے میں پانی لوٹ آئے۔ آپ نے دعا مانگی مگر کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ اب آپ مزید پشیمان ہوئے۔ آپ نے فرشتوں سے دعا کے لیے کہا۔ ایک فرشتے نے دعا مانگی تو چشمے میں پانی آگیا دوسرے کی دعا پر پانی میں فراوانی پیدا ہوگئی۔ پھر

۱۵۰۹ الکنز (۶/۲۰۲۷)

۱۵۱۰ احمد ۳/۲۴۳

انہوں نے بتایا کہ ہم اللہ کے فرشتے ہیں اور آپ کی شب بیداری پر مسرت کی وجہ سے آپ کی دعا قبول نہیں ہوئی۔

غور کا مقام ہے کہ جب اللہ نے اپنے خلیل کے فخر کو پسند نہیں کیا تو دوسرے انسان کی کیا قدر و منزلت! اس لیے انسان کو یقین ہونا چاہیے کہ جو اطاعت و فرمانبرداری وہ نبھا رہا ہے وہ خالصۃً اللہ کی توفیق سے ممکن ہے اور اس پر اللہ کا خاص انعام اور مہربانی ہے اس لیے اللہ کے حضور پورے خشوع و خضوع کے ساتھ غلام کی حیثیت سے کھڑا ہونا چاہیے کہ گویا اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں جیسا کہ نبی کا ارشاد گرامی ہے: اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر تم نہیں دیکھ رہے تو اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ جب تم میرے حضور قیام کرو تو خوفزدگی، عاجزی اور اپنے نفس کی خوارگی کے ساتھ قیام کرو اور جب مجھ سے دعا مانگو تو یہ کیفیت ہو کہ تمہارے سارے اعضائے بدن لرزتے اور کانپتے ہیں۔

ابن سیرین نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ کے خوف سے ان کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ مسلم بن یسار جب نماز کی نیت کر لیتے تو کسی کی بات سنتے نہ شور و غل برداشت کرتے بلکہ اللہ کے خوف سے نماز میں مستغرق رہتے تھے۔ عامر بن عبد بن قیس: میرے دونوں بازوں خنجروں سے زخمی ہو جائیں مجھے اس بات سے محبوب ہے کہ نماز میں مجھے کوئی دنیاوی خیال پیدا ہو۔ سعید بن معاد: میں نے کبھی ایسی نماز نہیں پڑھی جس میں مجھے کوئی دنیاوی خیال آیا ہو۔ مجاہد: ابن زبیر جب نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تو ایک بے حس و حرکت خشک لکڑی کی طرح محسوس ہوتے۔ وھب جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ایسے لگتا جیسے جہنم کو جھانک رہے ہیں۔ عتبہ جب موسم سرما میں نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو پسینے سے شرابور ہو جاتے تھے۔ ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمانے لگے اللہ سے حیا کی وجہ سے پسینہ پھوٹ پڑتا ہے۔

ایک دفعہ مسلم بن یسار نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے گھر میں آگ لگ گئی۔ اہل بصرہ آگ بجھانے کے لیے جمع ہو گئے مگر مسلم کو اس وقت خبر ہوئی جب آگ بجھ گئی تھی۔ ایک دفعہ آپ جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ قریب ہی ایک ستون گر گیا جس سے بازار والے ڈر گئے مگر آپ کو کوئی خبر نہ تھی۔ ایک دفعہ عمار بن زبیر نماز پڑھ رہے تھے ان کے سامنے ایک نیا جوتا پڑا تھا جس کے تسمے پر آپ کی نگاہ پڑی تو نماز سے فارغ ہو کر آپ نے اسے پھینک دیا پھر مرتے دم تک جوتا ہی نہ پہنا۔ ایک دفعہ ربیعہ بن خثیم نماز پڑھ رہے تھے، قریب ہی گھوڑا بندھا تھا جو بیس ہزار درہم کا تھا۔ ایک چور آیا اور کھول کر لے گیا۔ صبح کے وقت لوگ تسلی دینے کے لیے آئے تو آپ نے فرمایا کہ میں چور کو دیکھ رہا تھا مگر میں ایسی چیز میں مشغول تھا جو مجھے گھوڑے سے بھی محبوب تھی۔ دن کے وقت گھوڑا خود بخود آپ کے پاس آ گیا۔

ایک دفعہ نبیؐ نے سیاہ چادر جس میں سرخ لائنیں تھیں، نماز پڑھی اور سلام پھیر کر فرمایا، ان لائنوں نے مجھے نماز سے غافل رکھا۔ قرآن مجید میں خشوع کرنے والوں کا تذکرہ ہے [جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں][1511] امام زہری کے نزدیک خشوع سے مراد سکون ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خاشع وہ ہے جسے نماز میں مشغولیت کی وجہ سے دائیں بائیں کی خبر نہ رہے۔ نبیؐ نے

[1511] المومنون-۲

فرمایا: نماز کی اپنی مشغولیت ہے۔[۱۵۱۲]

نماز کی محافظت اور اسے ضائع کرنے والوں کی سزا: ❁ ❁ اعمش از شقیق بن سلمہ از ابن مسعودؓ: نبیؐ نے فرمایا: جب بندہ اول وقت میں نماز پڑھتا ہے تو نماز اس کے لیے نور بن کر آسمان کی طرف چڑھتی ہے حتی کہ عرش تک پہنچ جاتی ہے اور تا قیامت نمازی کے لیے دعائے مغفرت کرتی رہتی ہے اور کہتی ہے: اللہ تیری حفاظت کرے۔ جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے اور اگر کوئی بلاوقت نماز پڑھے تو نماز بلا نور آسمان پر چڑھتی ہے اور وہاں سے کپڑے میں لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے اور وہ نمازی کے لیے بدعا کرتی ہے کہ جس طرح تو نے مجھے برباد کیا اس طرح اللہ تجھے رسوا کرے۔[۱۵۱۳]

عبادہ بن صامتؓ: آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھے نماز میں اچھی طرح رکوع و سجود کرے تو اس کے لیے نماز یہ دعا مانگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی' نماز کو آسمان پر لے جایا جاتا ہے اور وہ نمازی کے لیے باعث نور ہوتی ہے' اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتی ہے اور نمازی کے حق میں شفاعت کرتی ہے۔ جس نمازی نے نماز کے رکوع و سجود اور قرأت کو صحیح طرح ادا نہ کیا اس کے لیے یہی نماز بدعا مانگتی ہے کہ اللہ تجھے برباد کرے جس طرح تو نے مجھے برباد کیا اور اس نماز کو آسمان پر لے جایا جاتا ہے مگر دروازے بند رہتے ہیں اور اسے بوسیدہ کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردیا جاتا ہے۔[۱۵۱۴] ابن مسعودؓ: میں نے نبیؐ سے افضل عمل کے بارے میں پوچھا: آپؐ نے فرمایا: پنجگانہ نمازوں کو وقت پر ادا کرنا' والدین کی فرمانبرداری اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔[۱۵۱۵] ابراہیم بن ابی محذورہ از ابیہ از جدہ: نبیؐ نے فرمایا: اول وقت کی نماز اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے' درمیانے وقت کی نماز باعث رحمت اور آخری وقت کی نماز اللہ کی معافی کا ذریعہ ہے۔[۱۵۱۶] ارشاد باری ہے [ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں میں سستی کرتے ہیں][۱۵۱۷] ابن عباسؓ حلفاً یہ اقرار کرتے تھے کہ جن کے لیے یہ ہلاکت کی وعید ہے وہ نماز نہیں چھوڑتے تھے بلکہ وقت سے لیٹ کر کے پڑھتے تھے۔ سعد فرماتے ہیں کہ میں نے مذکورہ آیت کے متعلق آپؐ سے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نمازوں میں تاخیر کرتے تھے۔

براءؓ بن عازبؓ اس آیت [جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی وہ جہنم کی وادی ''غی'' میں پھینکے جائیں گے][۱۵۱۸] کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''غی'' جہنم کی ایک وادی ہے۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ''غی'' میں وہی لوگ داخل

۱۵۱۲ بخاری ۲/ ۷۸- مسلم (۱۲۰۱) احمد ۱/ ۴۰۹

۱۵۱۳ الکنز (۱۹۲۶۷)

۱۵۱۴ الکنز (۱۹۰۵۳)

۱۵۱۵ الطبرانی ۱۰/ ۲۷

۱۵۱۶ البیہقی ۱/ ۴۳۵- العلل المتناھیۃ ۱/ ۳۹۰

۱۵۱۷ الماعون- ۴' ۵

۱۵۱۸ مریم- ۵۹

کیے جائیں گے جو بے وقت نماز پڑھتے تھے۔ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ: ایک دن نبیؐ نے نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس نے نماز کی حفاظت کی تو یہ نماز اس کے لیے دلیل و برہان اور باعث نجات ہوگی اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی اس کے لیے دلیل و برہان اور باعث نجات نہیں ہوگی بلکہ اسے روز قیامت قارون' فرعون' ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔[1519] حارث از علی بن ابی طالب: نبیؐ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نماز میں سستی کرنے والے کو پندرہ سزائیں دیتے ہیں' چھ موت سے پہلے' تین موت کے وقت' تین قبر میں' تین قبر سے نکلنے کے بعد۔

موت سے پہلے والی سزائیں یہ ہیں: (۱) ایسے شخص کو نیک نہیں کہا جاتا (۲) اس کی زندگی سے برکت ختم کر دی جاتی ہے (۳) اس کا رزق بھی بے برکت ہو جاتا ہے (۴) اس کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی جب تک کہ نمازوں سے غفلت دور نہ کر لے (۵) اس کی دعا قبول نہیں کی جاتی (۶) نیک لوگوں کی دعا سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

موت کے وقت کی سزائیں یہ ہیں: (۱) ایسا شخص پیاسا مرتا ہے اگرچہ اس کے حلق میں سات سمندر انڈیل دیئے جائیں (۲) اچانک مرتا ہے (۳) دنیا کی لکڑیوں' لوہوں اور پتھروں کو اس کی گردن اور دونوں کندھوں پر لاد دیا جاتا ہے۔

قبر کی تین سزائیں یہ ہیں: (۱) اس پر قبر تنگ کر دی جاتی ہے (۲) قبر میں تاریکی کر دی جاتی ہے (۳) منکر نکیر کے سوالوں کے جوابات سے فیل ہو جاتا ہے۔

زندگی بعد الموت کی تین سزائیں یہ ہیں: (۱) جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر ناراض ہوں گے (۲) اس کا سخت محاسبہ ہوگا (۳) اللہ تعالیٰ کے سامنے سے واپس ہو کر سیدھا جہنم میں جائے گا الا یہ کہ اللہ اسے معاف فرما دیں۔[1520]

نماز کی اہمیت: ❁ ❁ نماز بڑی عظیم عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمدؐ کو اس کا حکم دیا ہے۔ سب سے پہلی وحی نبوت کے متعلق تھی پھر اس کے بعد تمام عملوں سے پہلے نماز کے متعلق وحی نازل ہوئی۔

نماز کے متعلق قرآن مجید میں سینکڑوں آیات موجود ہیں مثلاً [(اے نبیؐ!) اس کتاب کی تلاوت کریں جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کریں کیونکہ نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے][1521] نیز [اور اپنے اہل و عیال کو بھی نماز کا حکم دو اور خود بھی اس حکم پر قائم رہو ہم تم سے رزق کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ ہم تمہیں رزق مہیا کریں گے][1522] ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے تمام اہل ایمان کو حکم دیا کہ نیک اعمال' نماز اور صبر کے ساتھ مدد حاصل کرو۔ فرمایا [اے ایمان والو! تم صبر اور نماز کے ساتھ مدد حاصل کرو' یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے][1523] نیز فرمایا [ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ نیک عمل کرو' نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو][1524] اس آیت میں پہلے نیک اعمال کا حکم دیا گیا ہے جن میں نماز اور زکاۃ بھی شامل ہیں پھر بالخصوص

۱۵۱۹ احمد ۲/۱۶۹ - دارمی ۲/۳۰۲ - طحاوی ۲/۲۲۹ ۔ ۱۵۲۰ تنزیہ الشریعۃ ۲/۱۱۳

۱۵۲۱ العنکبوت - ۴۵ ۔ ۱۵۲۲ طٰہٰ - ۱۳۲

۱۵۲۳ البقرۃ - ۱۵۳ ۔ ۱۵۲۴ الانبیاء - ۷۳

نماز اور زکاۃ کا بالترتیب حکم دیا تا کہ خوب تاکید ہو جائے' نبیؐ نے اپنی وفات کے وقت اسی کی وصیت فرمائی: لوگو! نماز کے متعلق اللہ سے ڈر جاؤ۔ تین مرتبہ یہ جملہ دھرایا اور لونڈی غلام کے بارے میں بھی اللہ سے ڈر جاؤ۔[۱۵۲۵] ایک روایت ہے کہ ہر نبی کی اپنی امت کے لیے آخری وصیت یہی رہی ہے لہٰذا نماز آپؐ اور آپ کی امت پر پہلا فریضہ ہے اور نبیؐ کی اپنی امت کو یہ آخری وصیت ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد نماز ہی پہلی نشانی ہے اور روز قیامت سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ نماز اسلام کا ستون ہے اگر نماز نہیں تو دین نہیں۔ حدیث نبویؐ ہے: تمہارے دین میں سب سے پہلے امانت اٹھائی جائے گی' سب سے آخر میں نماز گم ہو جائے گی اور ایسے نمازی ہوں گے جنہیں نماز کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔[۱۵۲۶]

ہمارے امام احمد کے نزدیک اگر کوئی شخص نماز پڑھنے سے انکار کر دے تو وہ کافر ہے کیونکہ نماز فرض ہے لہٰذا اسے قتل کرنا واجب ہے۔ اس پر ہمارے تمام علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ اگر کوئی سستی اور غفلت کی وجہ سے نماز نہ پڑھے مگر دل سے اقرار کرتا ہو تو اسے نماز کی ترغیب دلائی جائے' اگر پھر بھی نہ پڑھے اور (نماز کا) وقت تنگ ہو جائے تو وہ کافر ہے۔ لہٰذا کفر کی وجہ سے اسے تلوار کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا لیکن مذکورہ دونوں صورتوں میں قتل سے پہلے اسے تین دن کی مہلت دی جائے گی کہ شاید توبہ کر لے اسی طرح مرتد کو مہلت دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس کا تمام مال ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا اور اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ غفلت سے نماز ترک کرنے والے کو قتل کرنا واجب نہیں البتہ اگر تین نمازیں چھوڑ دے اور چوتھی نماز کا وقت بھی ختم ہونے کو آ جائے تو اسے حد شرعی کے مطابق قتل کیا جائے گا جس طرح شادی شدہ زانی کو حد شرعی کے مطابق رجم کیا جاتا ہے مگر اس کا حکم مسلمانوں کے مردوں جیسا ہوگا اور اس کے وارث مسلمان ہوں گے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ قید کر دیا جائے تا کہ توبہ کر لے ورنہ جیل میں ہی مر جانے دیا جائے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ حد شرعی کے مطابق تلوار سے قتل کیا جائے گا مگر کافر نہیں ہوگا۔

ہم نے تارک نماز کے کافر ہونے کے دلائل پہلے بیان کر دیئے ہیں اور کچھ مزید بیان کر دیتے ہیں جابر بن عبداللہؓ: حدیث نبویؐ ہے: اسلام اور کفر و شرک کے درمیان نماز حد فاصل ہے۔[۱۵۲۷] عبداللہ بن زید از ابیہ: حدیث نبویؐ ہے: ہمارے اور مشرکوں کے درمیان نماز کا فرق ہے جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہے۔[۱۵۲۸] جعفر بن محمد از محمد: نبیؐ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز میں اس طرح ٹھونگیں مار رہا ہے جس طرح کوّا ٹھونگیں مارتا ہے۔ فرمایا: اگر یہ شخص (اس حالت میں) مر گیا تو یہ محمدؐ کے دین پر نہیں مرے گا۔[۱۵۲۹] عطیہ عوفی از ابوسعیدؓ: جو شخص قصداً نماز ترک کر دے اس کا نام اہل جہنم کے ساتھ جہنم کے دروازے پر

۱۵۲۵ ابن السنی (۳۱۶) الطبرانی ۱۹/۴۲

۱۵۲۶ الحلیۃ ۵/ ۲۶۵- الجامع الصغیر ۱/۹۴

۱۵۲۷ الدارقطنی ۲/۵۳

۱۵۲۸ احمد ۵/ ۳۵۵

۱۵۲۹ المجمع ۲/ ۱۲۱- الطبرانی ۴/ ۱۳۶-

لکھ دیا جاتا ہے۔[۱۵۳۰] حضرت انسؓ: حدیث نبویؐ ہے: جو شخص عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جائے اسے فرشتے بددعا دیتے رہتے ہیں کہ تیری آنکھوں میں نیند نہ آئے نہ انہیں ٹھنڈک نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ تجھے جنت و جہنم کے درمیان روک دے جیسے تو نے ہمیں روک دیا تھا۔[۱۵۳۱]

مکروہاتِ نماز: ❁ ❁ حسن بصریؒ: صحابہ میں اہل علم سے فرض نمازوں میں پینتالیس مکروہات منقول ہیں: قصداً کھنکارنا، کسی جانب متوجہ ہونا، قصداً چھینکنا، سر آسمان کی طرف اٹھانا، جیسا کہ نبیؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نماز میں سر آسمان کی طرف اٹھایا کرتے تھے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمادی [جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں][۱۵۳۲] اس کے بعد آپؐ نماز میں سر جھکائے رکھتے تھے۔ اہلِ علم اسے مستحب سمجھتے تھے کہ نمازی کی نظر مصلیٰ سے تجاوز نہ کرے۔[۱۵۳۳] اسی طرح تھوڑی کو سینے سے لگا لینا، کپڑوں میں جوں تلاش کرنا، جمائی لینا، ٹھنڈی آہیں بھرنا، آنکھیں بند رکھنا، نماز میں ادھر ادھر جھانکنا جیسا کہ اس آیت [اور وہ اپنی نمازوں پر مداومت کرتے ہیں][۱۵۳۴] کی تفسیر میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ حالتِ نماز میں ادھر ادھر نہ دیکھا کرو۔ حضرت عائشہؓ نے نبیؐ سے حالت نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: یہ شیطان کا اچکنا ہے جو شیطان بندے کی نماز سے (ثواب) اچک لیتا ہے۔[۱۵۳۵]

مروی ہے کہ طلحہ بن مصرف عبدالجبار وائل کے پاس گئے، آپ لوگوں کی محفل میں تھے، طلحہ نے آپ سے خفیہ سرگوشی کی اور واپس ہو گئے۔ عبدالجبار نے کہا، جانتے ہو طلحہ نے کیا باتیں کی ہیں؟ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے کل آپ کو نماز میں ادھر ادھر دیکھتے پایا ہے حالانکہ نبیؐ نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نماز شروع کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندے کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اس سے اپنا چہرہ اس وقت تک نہیں ہٹاتے جب تک کہ وہ خود ہی اپنے چہرے کو ادھر ادھر نہ ہٹالے۔[۱۵۳۶] ایک روایت کے مطابق جب تک بندہ حالت نماز میں رہتا ہے تین باتوں سے مستفید ہوتا ہے۔ اس کے سر پر آسمان سے نیکیوں کی بارش برستی ہے، فرشتے اس کے پاؤں سے لے کر آسمان تک احاطہ کر لیتے ہیں اور ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ اگر نمازی کو معلوم ہو جائے کہ وہ کس ہستی سے سرگوشی کر رہا ہے تو وہ ادھر ادھر نہ جھانکے۔ لہٰذا ادھر ادھر دیکھنا سخت مکروہ ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک یہ فاسد نماز ہے اور اس میں نماز کے آداب اور احترام کی خلاف ورزی ہے۔

نماز میں کتے کی طرح بیٹھنا، امام کو جواب دینا، حالت سجدہ میں دونوں بازو بچھانا، اسی طرح سینے کو رانوں پر رکھنا، حالت سجدہ میں دونوں بازوؤں کو دائیں بائیں پہلو سے ملانا بلکہ بازو پہلو سے دور رکھے جائیں جیسا کہ نبیؐ سے منقول ہے کہ آپؐ

۱۵۳۰ الکامل ۱/۲۹۹۔ یہ عطیہ عوفی ضعیف راوی ہے۔
۱۵۳۱ الکنز (۱۹۴۹۹)
۱۵۳۲ المؤمنون-۲
۱۵۳۳ الطبرانی ۲/۱۳
۱۵۳۴ المعارج-۲۳
۱۵۳۵ بخاری ۱/۱۹۱-ترمذی (۵۹۰)
۱۵۳۶ المغنی عن حمل الاسفار ۱/۱۷۵

حالت سجدہ میں اپنے بازوؤں اور پہلوؤں کے درمیان اتنا فاصلہ رکھتے کہ اگر بکری کا بچہ گزرنا چاہے تو گزر جائے۔[۱۵۳۷] یعنی انہیں خوب جدا کر کے رکھتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق نبیؐ کہنیوں کو بغلوں سے دور کر لیتے تھے۔[۱۵۳۸] حالت سجدہ میں انگلیوں کو نہ ملانا' حالت رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر نہ رکھنا' پاؤں آگے پیچھے رکھنا بلکہ اکٹھے رکھے جائیں' تہبند یا پائجامہ لٹکانا' ایک دودانے کے بقدر کوئی چیز کھانا' معدے سے آئے ہوئے پانی کو منہ میں گھمانا اور نگلنا' زبان سے ٹھٹھکارنا' حالت سجدہ میں پھونک مارنا' کنکریوں کو برابر کرنا' چوڑائی کی طرف چلنا' حالت تشہد میں اپنے پاس والے پر آواز بلند کرنا تاکہ دائیں بائیں بندوں کو پہچانا جائے' سر اور بھوؤں سے اشارہ کرنا' ڈکار سے حلق سے نکلنے والی چیز کو نگلنا' بلاوجہ کھانسی کرنا' بلاوجہ تھوکنا' بلاوجہ ناک سنکنا' کپڑے دیکھنا' نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پیشانی سے مٹی صاف کرنا' ایک سے زیادہ مرتبہ کنکریاں درست کرنا' سجدہ گاہ کا جھاڑنا' اگر امام ہے تو تشہد کے بعد دعا کرنا' سلام کے بعد محراب میں بیٹھے رہنا اور بائیں جانب سے گھوم کر مقتدیوں کی طرف منہ نہ کرنا' نماز میں انگلیوں سے گرہ لگانا' ڈاڑھی اور کپڑوں سے کھیلنا' کیونکہ حدیث نبویؐ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نمازی کی طرف نہیں دیکھتے جس کا دل اس کے جسم کے ساتھ حاضر نہ ہو۔

آپؐ نے ایک آدمی کو حالت نماز میں داڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اگر اس کا دل اللہ کے سامنے حاضر ہوتا تو اس کے باقی اعضاء بھی حاضر ہوتے۔[۱۵۳۹] ایک دفعہ حسن بصریؒ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ حالت نماز میں کنکریوں سے کھیل رہا ہے اور دعا کر رہا ہے' یا اللہ! خوبصورت آنکھوں والی حور سے میرا نکاح کر دے۔ فرمایا: تو بدترین پیغام بھیجنے والا ہے کہ تو کھیل میں مشغول ہو کر یہ پیغام نکاح بھیجتا ہے؟

عبدالرحمٰن بن عبداللہ از عبداللہ: جو لوگ حالت نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں وہ اس عمل سے باز آ جائیں ورنہ ان کی نظریں کبھی واپس نہیں پلٹیں گی۔[۱۵۴۰] اوزاعی: دو آدمی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ دونوں کے درمیان زمین و آسمان کے برابر فرق ہے۔ ایک تو ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے اور دوسرا لہو ولعب اور غفلت کا شکار رہتا ہے۔

حدیث نبویؐ ہے کہ کسی نمازی کو اس کی نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے' کسی کو مزید کم حتیٰ کہ آپؐ فرمایا کسی کو صرف دسواں حصہ ثواب ملتا ہے۔[۱۵۴۱] اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس قدر دل حاضر ہوگا اس قدر ہی ثواب ملے گا۔ حدیث نبویؐ ہے کہ کسی نمازی کو چار سو نمازوں کا' کسی کو دو سو' کسی کو ڈیڑھ سو' کسی کو ستر' پچاس' ستائیس' دس اور کسی کو صرف ایک نماز کا ثواب ملتا ہے۔ جسے چار سو نمازوں کے برابر ثواب ملتا ہے یہ وہ شخص ہے جو بیت اللہ میں امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ دو

۱۵۳۷ مسلم (۱۱۰۷)

۱۵۳۸ بخاری - الصلاۃ (۲۷) مسلم (۱۱۰۹)

۱۵۳۹ البیہقی ۲/۲۸۹ - الضعیفہ (۱۱۰)

۱۵۴۰ بخاری ۱/۱۹۱ - مسلم (۹۶۶) احمد ۲/۳۳۳

۱۵۴۱ ابوداؤد (۷۹۶) الاتحاف ۳/۱۱۶

سوگنا ثواب والا وہ آدمی ہے جو احکام نماز سے واقف ہے اور لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے۔ ڈیڑھ سو نمازوں والا وہ شخص ہے جو اذان دیتا ہے۔ ستر نمازوں والا وہ ہے جو مسواک اور مستحسن وضو کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتا ہے۔ پچاس نمازوں والا وہ ہے جو مسجد میں امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔ ستائیس گنا ثواب والا ایسا نمازی ہے جو اچھی طرح وضو کر کے باجماعت نماز ادا کرتا ہے مگر تکبیر تحریمہ سے محروم رہتا ہے اور ایک ہی نماز کے ثواب والا ایسا شخص ہے جو بلا جماعت اکیلا نماز پڑھتا ہے۔ جسے ایک نماز کا ثواب بھی نصیب نہیں ہوتا وہ ایسا نمازی ہے جو مرغ کے ٹھونگوں کی طرح جلدی جلدی نماز پڑھتا ہے اور رکوع و سجود بھی مکمل ادا نہیں کرتا یہی وہ نمازی ہے جس کی نماز بوسیدہ کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر دے ماری جاتی ہے اور کہا جاتا ہے اللہ تیری بھی حفاظت نہ کرے جیسے تو نے اپنی نماز کی حفاظت نہیں کی۔

نماز کے آداب: ۞ ۞ نمازی کے لیے نماز سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے۔[۱۵۴۲] اور وہ اپنے سامنے کعبے کا تصور رکھے جیسا کہ آغاز کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح اس بات پر پختہ یقین رکھے کہ میں اللہ کے حضور کھڑا ہوں اور اللہ مجھے دیکھ رہا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے [اور وہ آپ کو دیکھتا ہے جب آپ قیام کرتے ہیں اور آپ کا سجدہ کرنے والوں میں اٹھنے بیٹھنے کو (بھی دیکھتا ہے)][۱۵۴۳] حدیث نبویؐ: اللہ کی ایسے عبادت کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم نہیں دیکھ رہے تو وہ یقیناً تمہیں دیکھ رہا ہے۔

نماز سے پہلے وقتی فرض یا قضا نماز کی نیت کرنا زیادہ مناسب ہے۔ تکبیر تحریمہ کے وقت کندھوں کے برابر یا کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھائیں جائیں جیسا کہ آغاز کتاب میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے یا کشادہ رکھنے میں دونوں طرح مروی ہے۔ جب نمازی رفع یدین کرتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہتا ہے تو گویا وہ اس پردے کو ہٹا دیتا ہے جو اس کے اور رب کے درمیان تھا' اب وہ ایسے مقام پر کھڑا ہے جہاں ادھر ادھر دیکھنا یا کسی دوسرے کام میں مشغول ہونا جائز نہیں کیونکہ نمازی جانتا ہے کہ وہ اس ذات کے سامنے کھڑا ہے جو اس کی حرکات و سکنات اور دل کے خیالات سے واقف ہے۔ اس لیے نمازی کو صرف اپنی سجدہ گاہ پر نظر رکھنی چاہیے۔ جب **سبحانک اللّٰھم** پڑھے تو جان لے کہ میں اس رب سے مخاطب ہوں جو میرے کلمات سن رہا ہے' میری طرف متوجہ ہے' مجھے دیکھ رہا ہے اور اس کا ایک بال بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی میرے کسی عضو کی حرکت اس سے پوشیدہ ہے۔ جب **ایاک نعبد** والی آیت پر آئے تو اپنی باتوں کو سمجھے اور جس سے مخاطب ہے اس کی عظمت کو دل میں جگہ دے' اس کے ساتھ خشوع و خضوع اور تحفظ نماز سے بھی غفلت نہ کرے اور نماز میں غلطی سے احتیاط رکھے' جس چیز کے لیے کھڑا ہے اس کا تحفظ کرے' فاتحہ کی گیارہ شدّوں کو ادا کرے' ایسی غلطی سے بچے جو معنی میں تغیر پیدا کر دے' کیونکہ

۱۵۴۲ نیت کے متعلق پہلے باب میں تفصیلی بحث گذر چکی ہے۔

۱۵۴۳ (الشعراء۔ ۲۱۸'۲۱۹)

سورت فاتحہ کی قرأت فرض ہے اور یہ نماز کا رکن ہے جس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔[۱۵۴۴] نماز میں پل صراط کا تصور بھی پیدا کر لے کہ میں اس پر کھڑا ہوں میرے دائیں جانب جنت اور اس کی نعمتیں ہیں اور بائیں جانب جہنم اور اس کے عذاب ہیں۔ میں اس نماز سے وہ ثواب حاصل کروں گا جس کا اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے بشرطیکہ نماز صحیح ادا کرے' اور اس عذاب سے خلاصی پالوں گا کہ اگر میں نماز ادا نہ کرتا تو اس کا مستحق بن جاتا۔ ان تمام باتوں میں دل و دماغ حاضر رکھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ (ممکن ہے کہ) یہ میری آخری نماز ہو اور اس میں شک نہ کرے کہ یہ نماز اللہ کے ہاں پیش ہونے والی ہے۔ نماز اس وقت صحیح تسلیم ہوگی جب شریعت کے مطابق ہوگی۔ فاتحہ کے بعد قرآن مجید کا جو حصہ بآسانی پڑھ سکتا ہو وہ پڑھے خواہ مکمل سورت ہو یا درمیانی حصہ یا آخری حصہ البتہ مکمل سورت کی تلاوت افضل ہے۔ ایک ایک جملے پر اچھی طرح غور و فکر کرے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں' اللہ تعالیٰ کس چیز کا حکم دے رہے ہیں۔ اگر وہ مقتدی ہے تو امام کے پیچھے خاموش رہ کر قرأت سنے' اسے سمجھے' نصیحت حاصل کرے' وعیدوں سے عبرت حاصل کرے' اس کے احکامات پر تعمیل کرے' ممنوعات سے گریز کرے۔ قرأت سے فارغ ہو کر اتنی دیر تک خاموش رہے کہ سانس لوٹ آئے۔ قرأت رکوع کی تکبیر سے نہ ملائے' پھر اللہ اکبر کہے اور کانوں کی لو تک یا کندھوں کے بالمقابل ہاتھ اٹھائے۔[۱۵۴۵] جیسا کہ ہم آغاز کتاب میں بتا چکے ہیں' پھر جب تکبیر ختم ہو تو ہاتھ نیچے کر کے

۱۵۴۴ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب/ جس شخص نے (نماز میں) سورت فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں۔ بخاری (۷۵۶) مسلم (۳۹۴) ترمذی (۲۴۷) ابن ماجہ (۸۳۷) ابوداؤد (۸۲۲) نسائی بحاشیہ سندھی ۱/ ۱۴۵- احمد ۵/ ۳۱۴ وغیرہ اس لیے نماز میں سورت فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر امام جہری قرأت کر رہا ہو تو پھر بھی سورت فاتحہ پڑھنا ضروری ہے یعنی دل میں سورت فاتحہ پڑھی جائے۔ مسلم (۸۷۸) ابن حبان (۱۷۷۶) طحاوی ۱/ ۲۱۵- نسائی (۱۷۸۴) مسند احمد ۲/ ۴۵۷ وغیرہ۔ اور واضح رہے کہ مقتدی' منفرد اور امام سب کے لیے ہر نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ ورنہ مذکورہ حدیث کے مطابق نماز باطل ہوگی۔

۱۵۴۵ اسے اصطلاحاً رفع الیدین کہتے ہیں۔ نبیؐ نے ہمیشہ نماز میں رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبیؐ رفع الیدین کرتے رہے حتیٰ کہ آپؐ دنیا سے وفات پا گئے۔ مسند احمد ۲/ ۲۷۰- ابن خزیمہ (۵۷۹) المعجم لابن اعرابی ۱/ ۹۷- مسند الشامیین ۲/ ۳۵- لہٰذا ان لوگوں کا دعوٰی باطل ہے جو کہتے ہیں نبیؐ نے رفع الیدین ضرور کی ہے مگر بعد میں اس سے منع فرما دیا تھا حالانکہ اس کی ممانعت کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔ بعض لوگ جابر بن سمرہؓ والی روایت پیش کرتے ہیں کہ نبیؐ نے اسے سرکش گھوڑوں کی دموں سے مشابہت دے کر منع کر دیا تھا' حالانکہ اس حدیث کا تعلق تشہد کے ساتھ ہے نہ کہ قیام کے ساتھ۔ صحابہ کرام حالت تشہد میں سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں جانب ہاتھ بھی اٹھاتے تھے اور اس عمل سے آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ یہ وضاحت صحیح مسلم (۱۲۰) میں جابر بن سمرہؓ سے بھی مروی ہے اور امام مسلم نے باب کا نام بھی اسی طرح رکھا ہے کہ ''نماز میں سکون کرنے اور سلام کے وقت (یعنی حالت تشہد میں) ہاتھ ساکن رکھنے کا بیان.....'' (باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ والنھی عن الاشارۃ بالید ورفعھما عند السلام..... کتاب الصلوٰۃ- مسلم) اور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ نبیؐ نے وفات تک رفع الیدین کی ہے۔ اس لیے رفع الیدین منسوخ نہیں ہے بلکہ یہ ایسی سنت ہے جس پر نبیؐ نے مداومت کی ہے۔ آپؐ سے کوئی ایسی نماز ثابت نہیں جو آپؐ نے رفع الیدین کے بغیر ادا کی ہو۔ کئی لوگ رفع الیدین کے ضمن میں بتوں کا قصہ سناتے ہیں جو صحیح احادیث تو کجا کسی ضعیف حدیث میں بھی موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلکی و گروہی تعصب سے بچائے اور قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق فرمائے۔ (آمین)

رکوع میں جھک جائے۔ حالت رکوع میں اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے اور انگلیوں کے درمیان فاصلہ رکھے' جسم کا وزن اپنے بازوؤں اور ہاتھوں پر ڈال دے' پشت سیدھی رکھے' سر زیادہ نہ اٹھائے اور نہ ہی اسے اتنا جھکائے کہ زیادہ ہی جھک جائے۔ نبیؐ سے منقول ہے کہ حالت رکوع میں آپ کی پشت اس طرح رہتی تھی کہ اگر اس پر پانی کا قطرہ انڈیل دیا جائے تو وہ پشت پر کھڑا رہے۔ اس طرح منقول ہے کہ اگر پانی کا پیالہ انڈیل دیا جائے تو وہ بھی اپنی جگہ پر کھڑا رہے اس لیے کہ آپؐ کی پشت سیدھی ہموار ہوتی تھی۔ رکوع میں کم از کم تین مرتبہ تسبیح (سبحان ربی العظیم) پڑھے۔ حسن بصری فرماتے ہیں: مکمل تسبیحات سات عدد ہیں' درمیانی پانچ ہیں اور کم از کم تین ہیں۔ پھر سمع اللہ کہتے ہوئے رکوع سے سر اٹھالے اور سیدھا کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ چھوڑ دے پھر سجدے میں جاتے ہوئے پہلے دو گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ' پھر پیشانی اور ناک رکھے اور اطمینان سے سجدہ کرے اور اپنے ہر عضو اور حصے کے ساتھ قبلے کی طرف متوجہ رہے۔ نبیؐ نے فرمایا کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ بندہ سات اعضاء پر سجدہ کرتا ہے۔ لہٰذا جس عضو کو سجدہ میں شامل نہیں کرے گا وہی اس پر لعنت بھیجے گا۔ حالت سجدہ میں سمٹ کر رہے نہ کہ زمین پر بچھ جائے۔ دونوں ہاتھ بھی نہ بچھائے بلکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اور ہتھیلیاں زمین پر کانوں یا کندھوں کے برابر رکھے' یہ مستحب عمل ہے۔ اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا اور تکبیر کہنا مستحب ہے۔ ہاتھوں کو سر کے برابر نہ رکھے' ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر قبلہ رخ کر لے۔ دونوں بازو پہلوؤں سے جدا رکھے' دونوں رانیں پنڈلیوں سے اٹھا کر رکھے اور پیٹ کو زمین سے بلند رکھے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ سجدے میں کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے' پھر تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھائے' بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے۔ تین مرتبہ رب اغفر لی پڑھے اور نظر گھٹنوں سے تجاوز نہ کرے' اسی طرح دوسرا سجدہ کرے پھر تکبیر کہتے ہوئے سر زمین سے اٹھائے' پھر دونوں ہاتھ اٹھائے پھر گھٹنوں پر ٹیک لگا کر انہیں اٹھائے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر کھڑا ہو جائے۔ ایک پاؤں کے سہارے اٹھنا مکروہ ہے بلکہ بعض کے نزدیک یہ فاسد نماز ہے جیسا کہ ابن عباسؓ سے منقول ہے۔

پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت ادا کرے پھر تشہد کے لیے بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے جب کہ پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ ہوں۔ بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھے اور شہادت والی انگلی سے اشارہ (حرکت) کرے' انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنالے باقی دو انگلیاں موڑ لے' تمام تشہد میں اپنی انگلی پر نگاہ رکھے کیونکہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی حالت نماز میں (تشہد میں) بیٹھے تو کسی چیز سے نہ کھیلے کیونکہ وہ اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے۔ اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھے۔ پھر قلب و نظر انگلی کی طرف رکھے کیونکہ یہ شیطان کو بھگانے والی ہے اور تشہد میں یہ دعا پڑھے: بدنی' قلبی اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے خاص ہیں' اے نبیؐ! آپ پر درود و سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت نازل ہو' ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے

کھڑا ہو جائے اور صرف سورۃ فاتحہ پڑھے' پھر حسب سابق رکوع' قومہ' سجدہ اور قعدہ کرے' پھر اسی طرح چوتھی رکعت پڑھے اور تشہد میں بیٹھ کر مذکورہ تشہد پڑھے پھر درود پڑھے: یا اللہ! تو محمدؐ پر' ان کی آل پر سلامتیاں نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر نازل فرمائیں بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! تو محمدؐ پر اور ان کی آل پر اس طرح برکتیں نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر نازل فرمائیں بے شک تو تعریف اور بزرگی کے شایان شان ہے۔

''وعلیٰ ال ابراھیم'' کا جملہ ہمارے امام احمدؒ کی ایک روایت سے ثابت ہے۔ درود پڑھنے کے بعد چار چیزوں سے پناہ مانگے: یا اللہ! میں جہنم کے عذاب سے' عذاب قبر سے' دجال کے فتنے سے اور زندگی موت کے فتنے سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔[۱۵۴۶] پھر یہ دعا مانگے: یا اللہ! میں تجھ سے ساری بھلائیاں مانگتا ہوں خواہ وہ میرے علم میں ہے یا نہیں' ہر طرح کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں خواہ وہ میرے علم میں ہے یا نہیں' ہر طرح کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں خواہ وہ میرے علم میں ہے یا نہیں۔ الٰہی! میں تجھ سے وہ بھلائی مانگتا ہوں جو تجھ سے تیرے نیک بندوں نے مانگی ہے اور اس برائی سے پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے نیک بندوں نے پناہ مانگی ہے۔ الٰہی! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور ہر اس قول و فعل کا جو جنت کے قریب کرنے والا ہے اور آگ سے اور آگ کے قریب کرنے والے ہر قول و عمل سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یا اللہ! ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرما' یا رب! ہمارے گناہ معاف کر دے' ہماری برائیاں مٹا دے اور ہمیں نیک لوگوں کی فہرست میں شامل کر لے۔ اے پروردگار! ہمیں وہ عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کی زبان سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کی رسوائی سے محفوظ فرما بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔[۱۵۴۷] اس کے علاوہ بھی دعائیں مانگنا چاہے تو اجازت ہے۔ البتہ امام کے لیے انہیں دعاؤں پر اکتفاء کرنا مستحب ہے تاکہ نماز کی طوالت سے مقتدی پریشان نہ ہوں' اور ضرورت مندوں کا بھی خیال رکھا جائے۔

پھر سلام پھیر دے اور اپنے لیے' اپنے والدین کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائیں مانگے۔ ان تمام افعال کے باوجود انجام سے خوفزدہ رہے بلکہ نمازی کا تو زیادہ حق ہے کیونکہ نماز اس اللہ کے حضور پیش کی جاتی ہے جس سے وہ دعائیں مانگتا ہے' جس نے نماز کا حکم دیا ہے' ثواب کا وعدہ کیا ہے اور وہ نماز کے چور کو سزا دے گا۔ اپنی نماز کا نماز نبویؐ سے مقابلہ کرے' اگر علم اس کی صحت اور منزل مقصود پر پہنچنے کی گواہی دے تو اللہ کا شکر بجا لائے کیونکہ کامیابی کی منزل تک اس کی توفیق سے پہنچا ہے۔ اگر کوئی کمی کوتاہی ہے تو اللہ سے استغفار کرے اور آئندہ محتاط ہو کر صحیح علمی روشنی میں نماز ادا کرے نماز مقبول کی یہ واضح نشانی ہے کہ وہ بے حیائی اور برائی سے روکنے کا ذریعہ بنتی ہے' نیکیوں کی لگن پیدا کرتی ہے' زیادہ ثواب حاصل کرنے کا شوق ابھارتی ہے' برائیوں' گناہوں اور بدکاریوں سے نفرت پیدا کر دیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [بے شک نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بلند ہے][۱۵۴۸]

۱۵۴۶ بخاری (۱/ ۲۱۱) مسلم (۲۸۹)

۱۵۴۷ دیکھیے: البقرۃ-۲۰۱۔ آل عمران-۱۹۳' ۱۹۴

۱۵۴۸ العنکبوت-۴۵

ہمارے بیان کردہ طریقۂ نماز میں امام، مقتدی، منفرد اور تمام لوگ شامل ہیں۔ نماز کی شرائط، سنتیں، واجبات وغیرہ کتاب کے شروع میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ کی توفیق بخشنے والا ہے۔

امام کی صفات: [۱۵۴۹] ❀ ❀ جب تک مندرجہ ذیل خصوصیات کسی انسان میں نہ پائی جائیں وہ امام نہیں بن سکتا۔ اگر کوئی نماز پڑھا سکتا ہے تو خود امام بننا پسند نہ کرے، اگر اس سے افضل آدمی موجود ہے تو خود امام نہ بنے جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے کہ جب کوئی آدمی امامت کرائے اور اس کے پیچھے اس سے افضل موجود ہو تو وہ جماعت والے ہمیشہ ذلت میں رہیں گے۔ عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں: اگر بلا گناہ میری گردن کاٹ دی جائے تو مجھے اس بات سے محبوب ہے کہ میں ان لوگوں کا امام نہ بنوں جن میں ابوبکر صدیقؓ موجود ہوں۔ امام قرآن مجید کا قاری ہو، دین کا اچھا عالم ہو، سنت رسول کو سمجھنے والا ہو، جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کہ اپنے دینی معاملات فقہاء، علماء اور قرأ حضرات کے سامنے پیش کرو۔ حدیث نبویؐ ہے کہ تمہارا سب سے بہترین امامت کا مستحق ہے کیونکہ وہ اللہ کی طرف وفود ہیں۔ [۱۵۵۰] آپؐ نے انہیں اس لیے خاص کیا ہے کہ یہ صاحب دین، صاحب فضل اور علم دین کے عالم ہیں، اللہ سے ڈرنے والے ہیں، اپنی اور مقتدیوں کی نماز پر خصوصی توجہ رکھتے ہیں۔ دلوں میں ایسا تقویٰ رکھتے ہیں جو انہیں اپنے اور مقتدیوں کے گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے اور خلاف شرع نماز نہ پڑھانے پر مجبور کرتا ہے۔ نبیؐ نے نماز کے لیے قاری کی شرط لگائی ہے جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ صرف حافظ ہو بلکہ وہ قرآن پر عمل کرنے والا بھی ہو جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے: اس قرآن کا اصل حق دار وہ ہے جو اس پر عمل بھی کرتا ہے اگر چہ وہ اسے ہمیشہ نہ پڑھتا ہو۔ کبھی بے عمل بھی حافظ قرآن مل جاتے ہیں جو قرآنی حدود کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، اوامر قرآنی پر عمل کرتے ہیں نہ نواہی سے گریز کرتے ہیں۔ اس لیے حافظ قرآن سے اس طرح کا قاری مراد نہیں ہے اور نہ ایسے حافظ کی کوئی فضیلت ہے۔

حدیث نبویؐ ہے کہ جس شخص نے قرآن کی حرام کردہ (اشیا) کو حلال ٹھہرایا تو اس نے قرآن کا انکار کیا۔ [۱۵۵۱] اس لیے ایسے شخص کو امام بنانا ہرگز جائز نہیں۔ امامت کا مستحق صرف وہ ہے جو سب سے زیادہ عالم ہو، اللہ سے ڈرنے والا ہو اگر لوگ ایسے شخص کو چھوڑ کر بے عمل کو آگے کھڑا کریں گے تو وہ ہمیشہ پستی کا شکار رہیں گے۔ یہ چیز دین میں نقص، جنت اور اللہ سے دوری مقدر بنے گی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائیں گے جنہوں نے سب سے عمدہ شخص امام بنایا، اپنے نبیؐ کی سنت پر عمل کیا اور اس میں صرف قرب الٰہی کو مدنظر رکھا۔ امام کو لوگوں کی غیبتوں سے پاک ہونا چاہیے اور لوگوں کو اس کی غیبت نہیں کرنی چاہیے۔ امام کو

۱۵۴۹ صحیح حدیث کے مطابق ''لوگوں کا امام وہ ہونا چاہیے جو ان میں سب سے زیادہ قرآن اچھی طرح پڑھنا جانتا ہو، اگر قرأت میں سب لوگ برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو سنت کو سب سے زیادہ جانتا ہے پھر اگر سنت کے علم میں بھی سب برابر ہوں تو امامت وہ کرائے جس نے سب سے پہلے (مدینے کی طرف) ہجرت کی، اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو سب سے پہلے مسلمان ہوا ہو۔ مسلم (۱۵۳۲)

۱۵۵۰ الاتحاف ۳/۱۷۵

۱۵۵۱ ترمذی (۲۹۱۸) المجمع ۱/۱۷۷

چاہیے کہ نیک کاموں کا حکم دے اور خود بھی عمل کرے' برے کاموں سے روکے اور خود بھی رکے' نیکی اور نیکی والوں سے محبت رکھے' برائی اور برائی والوں سے نفرت رکھے' نمازوں کے اوقات کی پہچان رکھے' نمازوں کی حفاظت رکھے' ہمیشہ اپنی اصلاح میں مشغول رہے' پیٹ اور شرمگاہ کی حفاظت کرے' حرام سے اجتناب کرے' رضائے الٰہی کے حصول میں پوری کوشش سے نیک عمل کرے' خلوت اور صبر کو پسند کرے' برائی سے چشم پوشی کرے' اثنائے گفتگو تحمل مزاج ہو' جہالت کا مظاہرہ کرنے والے کے ساتھ صبر کا مظاہرہ کرے' برائی کرنے والے کے ساتھ اچھائی کرے' حرام کی طرف نگاہ نہ اٹھائے' کسی کا عیب ظاہر نہ کرے' بلکہ پردہ ڈال دے' جاہلوں سے اعراض کرے اور اللہ سے سلامتی کی دعا مانگے' لوگ اس سے محفوظ رہیں اگرچہ وہ خود لوگوں کی تکلیف میں ہو۔ جہنم سے آزادی کی فکر و کوشش کرنے والا ہو' اپنی ذمہ داری کا احساس کرے' یہ خیال رکھے کہ اس عظیم کام کو بخوبی انجام دوں تاکہ میرا احترام ہو' صرف اتنے گفتگو کرنے والا جو ضروری ہے۔ امام کا مقام و مرتبہ لوگوں سے منفرد ہے۔ جب وہ محراب میں کھڑا ہو تو یہ سمجھ لے کہ وہ انبیاء و خلفاء کی جگہ پر کھڑا ہے اور اللہ تعالیٰ سے سرگوشی میں مشغول ہے' نمازیں اچھی طرح مکمل کرے تاکہ اس کی اور لوگوں کی صحیح نمازیں اللہ کے حضور پیش ہوں۔ نماز ایسی تخفیف پڑھائے کہ اس میں نقص لازم نہ آئے' کمزور ترین شخص کی طرح نماز پڑھے' یہ سوچ لے کہ یہ عظیم ذمہ داری ہے جس کا جواب میں دہ ہوں' اپنے گذشتہ گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتا رہے' اپنے مقام کو دیکھ کر مقتدیوں پر فخر و تکبر نہ کرے' اگر اس کی طرف غلط الزامات عائد کیے جائیں تو تعصب کو داخل نہ کرے' اپنے متعلق لوگوں کی اچھی تعریفوں سے خوش نہ ہو اور نہ ہی ان کی برائیوں پر غمگین ہو' لوگوں میں اس کا کوئی جھوٹ ثابت نہ ہو' اس کا طعام و لباس حلال ہو جس سے عاجزی کا اظہار ہوتا ہے' کسی شرعی حد کا مجرم نہ ہو' لوگوں میں بدنام نہ ہو' حکام کے پاس چغلی کرنے والوں میں سے نہ ہو' لوگوں کے راز افشاں کرنے والا اور انہیں تکلیف پہنچانے والا نہ ہو' دشمن قوم کا نہ ہو' امانت میں خیانت کا مرتکب نہ ہو' جس کا کھانا پینا اور کاروبار گندہ ہو وہ امام بنے نہ اس کی رغبت رکھے' جسے معلوم ہے کہ اس میں غیبت' حسد' کینہ' انتقامی جذبہ ہے تو وہ امامت کے لیے آگے نہ بڑھے' خون کا انتقام لینے والا آگے نہ بڑھے' مسلمانوں کے عیب تلاش کرنے والا یا انہیں دھوکہ دینے والا امامت کے لیے مستحق نہیں ہے۔

امام آزمائش کے دور میں کوئی بری بات نہ کہے' نہ ہی فتنے میں کسی طرح حصہ ڈالے' البتہ اہل حق کے لیے اپنی زبان اور دل و جان سے مدد کرے' حق بات کہے اگرچہ تلخ ہو' دین میں کسی کی ملامت کا خوف نہ ہو' لوگ اس کی تعریف کریں تو اپنی خوشامد پسند نہ کرے' برائی کریں تو برا نہ مانے' اپنے لیے دعا مخصوص نہ کرے بلکہ سب کے لیے دعا مانگے' جماعت میں صرف اہل علم کو ترجیح دے جیسا کہ نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ میرے نزدیک وہ کھڑے ہوں جو صاحب علم و دانش ہیں۔ اسی طرح دوسری صف میں بھی امام کے پیچھے ایسے ہی لوگ ہوں' امام امیر لوگوں کو مقرب نہ بنائے' غریبوں کو حقیر نہ سمجھے' اگر جماعت میں ایسے لوگ ہوں جو اس امام کو پسند نہ کرتے ہیں تو پھر وہ انہیں ہرگز نماز نہ پڑھائے اگر پسند کرنے والے اور نہ کرنے والے ہر طرح کے لوگ ہیں تو اکثریت کا اعتبار کیا جائے گا' اگر اکثریت پسند نہ کرے تو وہ امامت کے لیے محراب کے قریب بھی نہ جائے البتہ پسند

و ناپسند کا معیار خالص اللہ کے لیے ہو' اگر بلا دلیل' تعصب' ذاتی عداوت یا نفسانی خواہش کے تحت ہے تو اس کراہت و ناپسندیدگی کا اعتبار نہ کرے اور امام جاری رکھے البتہ اگر اس عمل سے جماعت میں فساد کا اندیشہ ہے تو امامت سے دستبردار ہو جائے حتی کہ جماعت میں صلح ہو جائے اور وہ اس کی امامت پر راضی ہو جائیں۔ امام بہت جھگڑالو' قسمیں اٹھانے والا اور طعن و تشنیع کرنے والا نہ ہو۔ برائیوں اور تہمتوں سے دور رہے' صلحاء سے محبت اور مجلس رکھے' جو شر پسندوں کو پسند کرے وہ امام نہ بنے اسی طرح گناہ اور گناہ گاروں کو پسند کرنے والا' رئیسوں کو پسند کرنے والا بھی امامت کے لائق نہیں۔ امام کو لوگوں کی ایذاء پر صبر کرتے ہوئے لوگوں سے محبت قائم رکھنی چاہیے' ان کی ہمدردی میں مخلص ہونا چاہئے' اہل امامت کے مقابلے میں امامت پر جھگڑا نہ کرے۔ سلف صالحین امامت کو پسند نہیں کرتے تھے اور اپنے سے کم درجہ والے کو آگے کر دیتے تھے تا کہ اس ذمہ داری سے خلاصی رہے۔ اگر صاحب اقتدار موجود ہے تو اس کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے' اسی طرح اس کے حکم کے بغیر امامت نہ چھوڑے' اگر امام کسی چھوٹے یا بڑے قبیلے کے ہاں موجود ہے تو ان کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے' اسی طرح اگر کسی قافلے میں یا اجتماع میں ہے تو ان لوگوں کی اجازت کے بغیر امام نہ بنے' امام لمبی نماز نہ پڑھائے بلکہ ہلکی اور مکمل نماز پڑھائے جیسا کہ ابو ہریرہؓ حدیث نبویؐ بیان کرتے ہیں: تم میں سے کوئی امام ہو تو اسے ہلکی نماز پڑھانی چاہیے کیونکہ اس کے پیچھے چھوٹے' بڑے' ضرورت مند اور ہر طرح کے لوگ کھڑے ہوتے ہیں البتہ اپنی ذاتی (منفرد) نماز کو جتنا طویل چاہے پڑھتا رہے' ابو واقد فرماتے ہیں: نبیؐ لوگوں کو ہمیشہ مختصر نماز پڑھایا کرتے تھے۔[۱۵۵۲]

امامت کی نیت: ❁❁ امام امامت سے پہلے دل سے امامت کی نیت کر لے اگر زبان سے ادا کر دے تو زیادہ بہتر ہے۔ جماعت سے پہلے دائیں بائیں دیکھ کر صفیں سیدھی کروا لے اور کہے' برابر مل جاؤ' تم پر رحمت باری نازل ہو' صفیں سیدھی کر لو' درمیانی خلا پر کر لو' کندھے ملا لو' کندھے آگے پیچھے ہوں گے تو صفیں ٹیڑھی ہوں گی' اس سے شیطان موقع پا لیتا ہے اور لوگوں کے ساتھ صفوں میں گھس جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے: کندھے ملا لو' صفیں سیدھی کر لو' خلا پر کر لو تا کہ تمہارے درمیان بکری کے بچے کی طرح شیطان نہ گھس جائیں۔ نبیؐ جماعت سے پہلے دائیں بائیں ہو کر صفیں سیدھے کراتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جدا جدا ہو کر کھڑے نہ ہوا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں بھی جدائی ڈال دیں گے۔[۱۵۵۳] ایک دن آپ نے دیکھا کہ ایک شخص صف سے کچھ آگے سینہ تانے کھڑا ہے تو فرمایا' صف سیدھی کر لو ورنہ تمہارے دلوں میں اللہ اختلاف پیدا کر دیں گے۔[۱۵۵۴]

سالم بن ابی الجعد از نعمان بن بشیر: حدیث نبویؐ ہے: اپنی صفیں سیدھی کر لو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف

۱۵۵۲ احمد ۱۰۰/۳

۱۵۵۳ ابوداؤد (۶۷۵) ابن ماجہ (۹۷۶)

۱۵۵۴ بخاری ۱۸۴/۱- احمد ۲۷۱/۴

ڈال دے گا۔[۱۵۵۵] قتادہ از انس بن مالک: نبیؐ نے فرمایا: صفیں سیدھی کیا کرو کیونکہ صف بندی نماز کا حصہ ہے۔[۱۵۵۶] حضرت عمرؓ جب جماعت کے لیے کھڑے ہوتے تو اس وقت تک تکبیر تحریمہ نہ کہتے جب تک کہ صفوں کو سیدھے کرنے پر متعین شخص آپ کو خبر نہ دیتا کہ صفیں درست ہوگئی ہیں۔ پھر آپ اللہ اکبر کہتے۔ اسی طرح عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے۔ حضرت بلالؓ مؤذن رسولؐ صفیں درست کرواتے تھے اور ایڑھیوں پر کوڑے مارا کرتے تھے حتی کہ لوگ صفیں سیدھی کر لیتے۔ علماء کا خیال ہے کہ اس حدیث کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ حضرت بلالؓ عہدِ رسالت میں جماعت کھڑی ہونے سے پہلے اس طرح کیا کرتے تھے اور نبیؐ کی وفات کے بعد عہد صدیقی میں شام سے واپسی پر صرف ایک دن حضرت ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہ کی درخواست پر اذان دی تھی تاکہ اذان بلالؓ دورِ نبوت کی یاد تازہ کر دے۔ جب بلال اشهد ان محمّد رسول اللّٰه پر پہنچے تو اذان نہ دے پائے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس قدر نبیؐ سے محبت تھی۔ تمام اہل مدینہ مہاجرین وانصار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے حتی کہ پردہ نشین عورتیں بھی اس شوق رسالت میں باہر نکل آئیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت بلالؓ عہد نبوت میں صف بندی کراتے وقت ایڑھیوں پر درے مارا کرتے تھے۔

امام کو محراب کے قبے میں مکمل داخل نہیں ہونا چاہیے کہ لوگ اسے دیکھ نہ سکیں۔ امام احمد سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ امام کا طاق قبہ میں کھڑے ہونا مستحب ہے۔ امام مقتدیوں سے اونچا کھڑا نہ ہو، بعض اہل علم کے نزدیک اس طرح کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ امام سلام پھیرنے کے بعد زیادہ دیر محراب میں نہ بیٹھے بلکہ بائیں جانب قدرے ہٹ کر نوافل ادا کرے کیونکہ مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ امام جس جگہ فرض پڑھائے وہاں نفل ادا نہ کرے۔ البتہ مقتدی اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ امام کو دو سکتے کرنے چاہئیں۔ ایک نماز کے آغاز میں اور دوسرا قرأت سے فارغ ہو کر رکوع میں جاتے وقت تاکہ سانس برابر ہو جائے اور قرأت کا شور ساکن ہو جائے۔ قرأت کو رکوع کی تکبیر سے متصل نہ کرے کیونکہ سمرہ بن جندب کی حدیث میں اسی طرح مروی ہے۔ اگر امام سترے کی طرف نماز پڑھے تو اس سترے کے قریب ہو کر کھڑا ہو اپنے اور سترے کے درمیان لمبا فاصلہ نہ رکھے، تاکہ درمیان سے سیاہ کتا، گدھا یا عورت نہ گزرے، امام احمد کے نزدیک یہ چیزیں نماز توڑ دیتی ہیں اور امام احمد کے نزدیک ایک روایت کے مطابق نماز نہیں ٹوٹتی۔

امام رکوع میں مذکورہ تسبیحات پڑھے مگر جلد بازی نہ کرے کیونکہ امام جلد بازی کرے گا تو مقتدی پیچھے رہ جائیں گے اور آگے بڑھنے کے لیے وہ بھی جلد بازی کریں گے تو امام سے آگے بڑھ جائیں گے۔ جس سے ان کی نماز باطل ہو جائے گی اور سارا بوجھ امام پر ہوگا۔ اسی طرح امام سمع اللّٰه کہہ کر رکوع سے سر اٹھا کر بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر سکون سے ربّنا ولک الحمد پڑھے تاکہ مقتدی بھی ساتھ رہیں۔ اگر چاہے تو یہ دعا بھی پڑھ سکتا ہے: اے اللہ! آسمان و زمین بھر کر اور تیری

۱۵۵۵ ایضاً

۱۵۵۶ بخاری ۱/۱۸۴ - احمد ۳/۱۷۷

مشیت کے مطابق تیری عظمتیں ہیں...... یہ دعا بھی مسنون ہے۔

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبیؐ رکوع سے سر اٹھا کر اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہمیں خیال پیدا ہوتا کہ شاید آپ بھول گئے ہیں اسی طرح آپ سجدہ اور قعدہ میں تاخیر کرتے تا کہ لوگ آپ کے ساتھ مل جائیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر امام اس طرح کرے تو مقتدی کی امام سے پہل لازم آئے گی اور اس کی بار بار امام سے سبقت کی وجہ سے نماز باطل ہو جائے گی مگر ان کا دعویٰ غلط ہے کیونکہ جب مقتدی امام کو ہمیشہ اس طرح کرتے دیکھے گا تو وہ خود ہی احتیاط کرے گا اور امام سے سبقت نہیں کرے گا۔[۱۵۵۷]

امام کو چاہیے کہ نماز کے آغاز میں ہی لوگوں کو باخبر کردے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی مجھ سے سبقت نہ کرنا تا کہ لوگ اطمینان سے نماز پڑھیں اور نماز فاسد نہ ہو اسی میں مصلحت ہے۔ ایک حدیث کے مطابق امام چرواہے کی طرح ہے جس سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی اس لیے امام کو مقتدیوں کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ رکھنا چاہیے اور وہ انہیں متنبہ کردے کہ رکوع وسجود میں مجھ سے جلدی نہ کرو۔ چونکہ امام لوگوں کے لیے چرواہے کی طرح ہے لہٰذا وہ لوگوں کو نماز کے اصول وقواعد اور آداب سے آگاہ کرے، انہیں مکمل مستحسن اور مستحکم نماز پڑھائے تا کہ اسے بھی اپنے مقتدیوں کا ثواب ملے ورنہ مقتدیوں کا گناہ بھی امام کے ذمے ہوگا۔

مقتدیوں کو ہدایات: ❁ مقتدی کا فرض ہے کہ امام کی اتباع کی نیت کرے اور (اکیلا ہو تو) امام کے دائیں جانب کھڑا ہو۔ امام سے آگے یا اس کی بائیں جانب کھڑا نہ ہو۔ اگر مقتدی کئی ایک ہیں تو وہ امام کے پیچھے صف بندی کریں یہی سنت ہے۔ اگر امام ایک مقتدی کی نیت سے جماعت شروع کرے اور مزید کوئی اور مقتدی آ جائے تو وہ بھی امام کے پیچھے ہی کھڑا ہو۔ اگر دوسرا مقتدی بھی امام کے ساتھ ہی کھڑا ہو جائے تو امام ان دونوں کو پیچھے دھکیل دے اور اپنی جگہ چھوڑ کر آگے نہ بڑھے البتہ اگر پیچھے جگہ تنگ ہو تو آگے بڑھ سکتا ہے۔ اگر کوئی جماعت میں شرکت کے لیے آئے اور صف میں جگہ موجود ہو تو وہاں کھڑا ہو جائے اگر جگہ موجود نہ ہو تو امام کے ساتھ دائیں جانب کھڑا ہو جائے مگر صف سے بندہ کھینچ کر نئی صف نہ بنائے کیونکہ اس سے فساد کا اندیشہ ہے علاوہ ازیں پیچھے کھینچے جانے والے کی نماز باطل ہو جائے گی۔[۱۵۵۸] کیونکہ ایسا کرنے والا اکیلا ہے اور ہمارے

۱۵۵۷ امام کی اقتداء کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ ہمارے ہاں تقریباً کسی بھی مسجد میں امام کی اقتداء کا خیال نہیں کیا جا رہا (الا ماشاء اللہ) امام کے تکبیر کہنے کے ساتھ ہی لوگ رکوع اور سجدے میں جا گرتے ہیں بلکہ بسا اوقات تو امام سے پہلے ہی سجدہ یا قیام کی طرف لوٹ آتے ہیں جو سراسر حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ امام سے پہل کرنے والے کے سر کو گدھے کا سر نہ بنا دیں۔ بخاری (۶۹۱) مسلم (۹۶۳، ۹۶۴) صحابی فرماتے ہیں کہ ہم اس وقت تک سجدے کے لیے پشت نہیں جھکاتے تھے جب تک کہ نبیؐ اپنی پیشانی مبارک زمین پر نہ رکھ دیتے تھے۔ مسلم (۱۰۶۳، ۱۰۶۶)

۱۵۵۸ صف سے بندہ کھینچنے سے نماز کے باطل ہونے کی کوئی صحیح حدیث موجود نہیں بلکہ اسے دو آدمیوں کی جماعت پر قیاس کیا جا سکتا ہے یعنی جس طرح تیسرا آدمی آئے تو دو کی جماعت سے ایک کو اپنے ساتھ ملا سکتا ہے اسی طرح تنہا آدمی اگلی مکمل صف سے ایک آدمی پیچھے کھینچ سکتا ہے

نزدیک یہ فعل نماز کو باطل کرنے والا ہے۔اس لیے نئے آنے والے کو صف میں کھڑے ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر دے مگر کسی کو پیچھے کھینچ کر صف نہ بنائے۔اگر کوئی شخص امام کے رکوع کے وقت آئے تو دو تکبیریں کہے' ایک تکبیر تحریمہ اور ایک رکوع کی تکبیر اگر ایک تکبیر سے دونوں کے لیے نیت کر لے تو یہ بھی جائز ہے۔اگر کوئی امام کے تشہد کے وقت پہنچے تو اسے مستحب ہے کہ نماز کی نیت کر کے تکبیر کہے اور امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے تا کہ جماعت کا ثواب مل جائے پھر جب امام سلام پھیر دے تو باقی نماز پوری کرے۔

مقتدیوں کے آداب: ۞ مقتدی کو کسی رکن میں بھی امام سے سبقت نہیں کرنی چاہیے۔خواہ تکبیر ہو' رکوع ہو یا سجدہ ہو یا سر اٹھانا ہو۔اس مسئلہ میں خاص احتیاط کی ضرورت ہے کہ ہمارے افعال امام کے افعال کے بعد سرزد ہوں۔اس مسئلے میں بہت سی احادیث نبویہ اور آثار صحابہ مروی ہیں۔

حدیث نبویؐ ہے: کیا وہ شخص جو اپنا سر امام کے سر سے پہلے اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سر نہ بنا دے۔[۱۵۵۹] حدیث نبویؐ: امام تم سے پہلے رکوع و سجود اور سر اٹھانے کا حق رکھتا ہے۔[۱۵۶۰] براءؓ بن عازب: ہم نبیؐ کی اقتداء میں کھڑے ہوتے اور جب آپؐ سجدے کے لیے جھکتے تو ہم میں سے کوئی شخص بھی اپنی کمر اس وقت تک نہیں جھکاتا جب تک کہ نبیؐ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ دیتے۔اسی طرح صحابہ کرام کا عمل منقول ہے۔صحابہؓ فرماتے ہیں کہ نبیؐ قیام کے لیے کھڑے ہو جاتے مگر ہم سجدہ میں ہوتے تھے۔انس بن مالک: نبیؐ نے فرمایا: کیا وہ شخص جو امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے وہ اس بات کا خوف نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا یا سؤر کا نہ بنا دے۔

ابو ہریرہؓ: میں نے ابو القاسم سے سنا کہ وہ شخص جو امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے یا سؤر کی طرح نہ بنا دے؟ ابن مسعودؓ نے ایک شخص کو امام سے پہل کرتے دیکھا تو فرمایا: تو نے تنہا نماز پڑھی نہ امام کی پیروی میں اور جب ان دونوں میں سے کوئی صورت نہیں تو نماز ہی نہیں۔

ابن عمرؓ نے ایک شخص کو امام سے جلد بازی کرتے دیکھا تو فرمایا: تو نے تنہا نماز پڑھی نہ امام کے ساتھ اقتداء کی اور اسے مارتے ہوئے حکم دیا کہ نماز کا اعادہ کرو۔ابو صالح از ابو ہریرہؓ: حدیث نبویؐ ہے: امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے لہٰذا اس کی تکبیر کے بعد تم تکبیر کہو' اس کے رکوع کے بعد تم رکوع کرو' اس کے سر اٹھانے کے بعد تم اپنا سر اٹھاؤ' اس کے سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد تم ربنا لک الحمد کہو' اس کے سجدہ ریز ہونے کے بعد تم سجدے کے لیے جھکو' اس کے سر اٹھانے کے بعد سر اٹھاؤ پہلے نہیں' اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

ہمارے امام ابو عبداللہ احمدؒ نے اپنے ایک رسالہ میں اپنی سند کے ساتھ ابو موسیٰ صحابی سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ

۱۵۵۹۔ بخاری ۱/۱۷۷

۱۵۶۰۔ ایضاً

نبیؐ نے ہمیں نماز اور اس کی دعائیں وغیرہ سکھائیں تو فرمایا: جب امام تکبیر کہہ لے تو پھر تکبیر کہو جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو جب وہ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین کہے تو تم آمین کہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول کرے گا۔ جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو جب وہ سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم سر اٹھا کر ربنالک الحمد کہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرمائیں گے۔ جب وہ تکبیر کہتے ہوئے سجدہ ریز ہو جائے تو پھر تم سجدے کے لیے جھکو جب وہ اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھالے تو تم بھی اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھالو امام جتنا آگے ہو تم اتنا پیچھے آتے رہو حتی کہ وہ تشہد کے لیے بیٹھ جائے تو تم تشہد پڑھو۔

امام احمد بن حنبل شیبانیؒ: اللہ تعالیٰ ہمیں اصول و فروع میں انہی کے مذہب پر موت عطا کرے فرماتے ہیں کہ نبیؐ کے فرمان ''جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو'' کا مطلب یہ ہے کہ جب امام تکبیر سے فارغ ہو جائے تو پھر تکبیر کہو۔ لوگ ان احادیث سے جہالت کی بنا پر غلطیاں کرتے ہیں۔ عوام بھی نماز کو حقیر اور معمولی سا فعل سمجھ کر بے پرواہی کرتے ہیں۔ کبھی امام کے ساتھ بھی تکبیریں کہہ دیتے ہیں حالانکہ یہ طریقہ بھی غلط ہے انہیں اس وقت تکبیر کہنی چاہیے جب امام کی تکبیر کی آواز ختم ہو چکی ہو۔ کیونکہ نبیؐ نے فرمایا ہے کہ جب امام تکبیر کہہ لے تو پھر تم تکبیر کہو اگر امام اللہ پر وقف کر دے تو اس کی تکبیر نہیں ہوئی بلکہ اکبر کہہ کر تکبیر پوری ہوگی لہٰذا لوگوں کو بھی پوری تکبیر سن کر اللہ اکبر کہنا چاہیے لہٰذا امام کے ساتھ تکبیر کہنا غلطی ہے اور حدیث رسول کی خلاف ورزی ہے اس کی مثال اس طرح ہے اگر کوئی کہے کہ جب فلاں نماز پڑھ لے تو اس سے گفتگو کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی دوران نماز ہے جب فارغ ہوگا تو گفتگو ہوگی۔ اسی طرح نبیؐ کا یہ جملہ ہے کہ جب امام فلاں کام کرے تو پھر تم وہ کرو۔ بے سمجھ جاہل امام تکبیر کو طویل کر دیتا ہے جب کہ مقتدی چھوٹی تکبیر اس سے پہلے ہی کہہ لیتا ہے اس طرح وہ امام سے سبقت لے جاتا ہے جو سراسر منع ہے اور ایسے شخص کی امام سے سبقت وغیرہ کی وجہ سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

حدیث نبویؐ کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی امام کا انتظار کرے جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور اس کی آواز بھی ختم ہو جائے تو مقتدی انتظار میں کھڑا رہے پھر وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے اسی طرح سمع اللہ کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی رکوع میں انتظار کرے جب تک امام سمع اللہ کہہ کر کھڑا نہ ہو جائے اور اس کی آواز بھی ختم ہو جائے تو پھر مقتدی اپنا سر اٹھا کر ربنا لک الحمد کہے۔ نبیؐ کے فرمان ''جب وہ سجدے میں جائے'' کا مطلب ہے کہ مقتدی اس وقت تک کھڑے رہیں جب تک کہ امام سجدہ میں اپنی پیشانی نہ رکھ دے پھر اس کے بعد مقتدی اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کرے۔ براء بن عازبؓ کی حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ یہ مفہوم اس دوسری حدیث کے موافق ہے کہ امام تم سے پہلے رکوع و سجود کرتا ہے اور پہلے سر اٹھاتا ہے۔ دوسری حدیث کہ امام تکبیر کہہ کہ اپنا سر اٹھالے تو تم تکبیر کہہ کر اپنا سر اٹھاؤ کا مفہوم بھی یہ ہے کہ مقتدی سجدے میں رہے جب امام سجدے سے سر اٹھا کر تکبیر کہے اور اس کی آواز ختم ہو جائے تو پھر مقتدی سجدے سے سر اٹھائے۔ نبیؐ کے اس فرمان کہ وہ وقفہ اس وقفہ کے بدلے ہے کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی کا حالت قیام میں امام کے رکوع میں جانے کا انتظار اس کے حالت رکوع میں امام کے کھڑے ہونے کے انتظار کے برابر ہو جائے گا۔

اس لیے اس حدیث کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے اور اسی کے مطابق عمل ہونا چاہیے۔ کیونکہ روز قیامت بہت سے نمازیوں کی نمازیں رد کر دی جائیں گی کیونکہ وہ رکوع وسجود میں امام سے سبقت کا ارتکاب کرتے ہوں گے۔ حدیث نبویؐ ہے کہ لوگوں پر ایسا وقت آئے گا کہ وہ نمازیں پڑھیں گے مگر نہیں پڑھیں گے۔ یعنی ان کی نمازیں نہ پڑھنے کے برابر ہوں گی۔ شاید وہ یہی زمانہ ہے کہ امام سے سبقت کی جاتی ہے اور نماز کے واجبات' ارکان' سنن اور تکمیل میں کمی کوتاہی کی جاتی ہے۔

خلاف شرع نمازی کو نصیحت: ❀ ❀ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو نماز میں واجبات اور ارکان میں کمی کرتے دیکھے تو اس کا فرض ہے کہ اسے سمجھائے اور مستحسن طریقہ سے اسے نماز کے آداب وغیرہ سکھادے تاکہ آئندہ وہ نماز کو صحیح طریقے سے ادا کرے۔ اگر دیکھنے والا چپ سادھ لے گا تو وہ بھی اس گناہ میں شامل ہوگا۔ ایک روایت ہے کہ ایک جاہل کی وجہ سے ایک عالم کو بھی نقصان پہنچے گا یعنی عالم جاہل کو اسلامی اصول وآداب نہیں سکھائے گا کیونکہ جاہل کو تعلیم دینا عالم کا فرض ہے۔ نبی اکرمؐ عالم کے سکوت پر مذکورہ وعید نہ سناتے کیونکہ وعید فرض یا واجب کے ترک پر عائد ہوتی ہے ترک نوافل پر نہیں۔ بلال بن سعد کا قول ہے کہ اگر گناہ پوشیدہ ہے تو گناہ گار کے لیے خطرہ ہے اگر ظاہر ہے اور اس کی اصلاح نہیں کی جاتی تو پھر عوام کے لیے خطرہ ہے۔ کیونکہ اصلاح کرنا لوگوں کی ذمہ داری ہے اور انہوں نے اپنی ذمہ داری کا ثبوت نہیں دیا اس لیے وہ بھی گناہ میں حصہ دار ہیں۔

ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: اگر کوئی غلط نماز پڑھنے والے کو دیکھنے کے باوجود منع نہیں کرتا تو وہ بھی اس کے گناہ میں شریک ہے اور شیطان کا متابع ہے کیونکہ برائی سے منع نہ کرنا شیطان کی خواہش ہے اس لیے نیکی اور تقوے پر تعاون کرو' گناہ اور برائی پر تعاون نہ کرو' اللہ سے ڈر جاؤ اور یاد رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

ہر شخص پر دوسرے کی اصلاح فرض ہے اور شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ دین میں بگاڑ پیدا ہو' اسلام کا حلیہ بگڑ جائے اور سارا معاشرہ گناہ گار بن جائے۔ اس لیے ہر ذی فہم مسلمان کو شیطان کی سازشوں کو ناکام بنانا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے اسے دشمن ہی سمجھا کرو' وہ اپنے ساتھ اپنے ماننے والوں کو جہنم کی دعوت دیتا ہے][۱۵۶۱]

یاد رکھو کہ نماز' زکاۃ اور دیگر عبادات میں جتنی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں یہ تمام علماء کی خاموشی اور چشم پوشی کا نتیجہ ہے جنہوں نے عوام کی اصلاح سے رخ پھیر رکھا ہے۔ اگرچہ شروع میں یہ خرابیاں جاہلوں میں رونما ہوتی ہیں پھر علماء بھی اس میں رنگے جاتے ہیں اور ان کے گناہوں کی وجہ سے لوگ ان کی طرف انگلیاں اٹھاتے ہیں۔

قابل تعجب بات ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو غلہ یا کھانا چراتے دیکھتا ہے تو چیختا چلاتا ہے' اسے برا بھلا کہتا ہے لیکن نماز کے چور کو دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہیں کہتا بلکہ خاموش رہتا ہے حالانکہ اسے روکنا چاہیے اور نماز کا صحیح طریقہ سکھانا چاہیے۔ حدیث نبویؐ ہے: بدترین چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا' نماز میں چوری کیا ہے؟ فرمایا: رکوع وسجود کی صحیح ادائیگی نہ کرنا۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں: نبیؐ سے فرمایا: کیا میں تمہیں بدترین چور کے متعلق آگاہ نہ کروں؟ صحابہ نے عرض کیا'

۱۵۶۱ فاطر۔۶

ضرور آگاہ کریں۔ فرمایا: بدترین چور وہ ہے جو نماز میں رکوع وسجود کو صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتا۔[۱۵۶۲] سلمان فارسی: نماز ایک پیمانہ ہے جو اس کے مطابق رہے اس کی نماز ہے ورنہ نہیں اور جو وہ پیمانہ نہ بھریں ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہلاکت کی وعید سنائی ہے۔

عبداللہ بن علی یا علی بن شیبانؓ: آپ ایک وفد میں آئے' حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے کی طرف نہیں دیکھتے جو رکوع وسجود میں اپنی پشت سیدھی نہیں کرتا۔[۱۵۶۳] ابو ہریرہؓ: نبیؐ مسجد کے ایک کنارے میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھتا ہے اور آ کر آپ کو سلام کہتا ہے۔ آپؐ اسے سلام کا جواب دے کر فرماتے ہیں کہ واپس جاؤ اور نماز دہراؤ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ اسی طرح نماز پڑھ کر واپس آتا ہے اور سلام کہتا ہے۔ آپ اسے سلام کا جواب دے کر کہتے ہیں کہ واپس جاؤ اور دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ حسبِ سابق نماز پڑھ کر پھر آتا ہے مگر نبیؐ اسے وہی سابقہ جواب دیتے ہیں۔ وہ آدمی کہتا ہے' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے میں اس سے اچھی نماز پڑھنا نہیں جانتا' آپ مجھے سکھا دیجیے۔ نبیؐ نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اچھی طرح وضو کرکے' قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہو پھر جہاں سے قرآن پڑھنے میں آسانی سمجھو وہاں سے پڑھو پھر رکوع کرو حتی کہ رکوع میں اطمینان ہو جائے پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھ جاؤ حتی کہ تمہیں اطمینان ہو جائے پھر اسی طرح (سکون کے ساتھ) پوری نماز ادا کرو۔[۱۵۶۴]

رفاعہ بن رافعؓ: ہم نبیؐ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر اسے نماز شروع کر دی۔ نماز سے فارغ ہو کر نبیؐ کے پاس آیا اور سب کو سلام کہا۔ نبیؐ نے فرمایا کہ واپس جاؤ اور نماز دوبارہ پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ دو تین مرتبہ اس طرح ہوا تو اس آدمی نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا کہ آپ بار بار مجھ سے نماز کیوں دہرا رہے ہیں۔ نبیؐ نے فرمایا: تم میں سے کسی کی نماز اس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اچھی طرح وضو کرے جیسے اللہ نے حکم دیا ہے' اپنا چہرہ' دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے پھر سر کا مسح اور پاؤں ٹخنوں تک دھوئے پھر اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی حمد بیان کرے اور حسبِ توفیق قرآن کی تلاوت کرے پھر رکوع میں چلا جائے اور دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ لے حتی کہ تمام اعضاء ساکن ہو کر ڈھیلے پڑ جائیں پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھا کھڑا ہو جائے حتی کہ اپنی پشت سیدھی کر لے اور ہر عضو اپنی جگہ پر لوٹ آئے پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ ریز ہو جائے اور اپنا چہرہ زمین پر رکھ دے حتی کہ تمام اعضا ساکن ہو کر ڈھیلے پڑھ جائیں پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنی پشت سیدھی کر کے بیٹھ جائے۔ اسی طرح چاروں رکعت کی کیفیت سمجھا کر فرمایا: تم میں سے کسی کی نماز اس وقت تک کامل شمار نہیں ہوتی جب تک وہ مذکورہ طریقے کے مطابق ادا نہ کرے۔[۱۵۶۵]

۱۵۶۲ احمد (۵/۳۱۰) حاکم (۱/۲۲۹)　　۱۵۶۳ احمد (۲/۵۲۵)

۱۵۶۴ بخاری (۱/۱۹۲) احمد (۲/۴۳۷)

۱۵۶۵ احمد (ایضاً)

اس حدیث میں نبیؐ نے رکوع وسجود کو اچھی طرح ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ نماز کی تکمیل اسی طرح ہوگی۔ آپؐ نے اس شخص کو ناقص نماز پڑھتے دیکھ کر فوراً روکا ہے اگر بوقت ضرورت خاموش رہنا اور تعلیم نہ دینا جائز ہوتا تو نبیؐ خاموش رہتے اور جو نماز صحابہ کو سکھا چکے تھے اس پر اکتفا کر لیتے مگر جب آپؐ نے اسے اچھی طرح نماز سکھائی ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ایسا کرنا واجب ہے اور سب صحابہ کو تبلیغ کا اشارہ بھی تھا کہ وہ اپنے آنے والوں کو اور وہ ان کے بعد آنے والوں کو تبلیغ کرتے رہیں حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔

مؤذن کے فرائض: ۞ ۞ مؤذن کو اپنی زبان اچھی طرح درست کر لینی چاہیے تاکہ شہادتین میں غلطی نہ کرے اور وہ اذان کے اوقات سے واقف ہو تاکہ بروقت اذان دے سکے سوائے فجر کی اذان کے کیونکہ اسے وقت سے پہلے بھی دیا جا سکتا ہے۔ مؤذن خلوص نیت سے اذان دے کوئی اجرت وصول نہ کرے۔ تکبیر اور شہادتین کے وقت قبلہ رخ رہے۔ **حیّ علی الصّلاۃ** اور **حیّ علی الفلاح** پر دائیں بائیں رخ کرے۔ اذان مغرب کے بعد کچھ دیر انتظار کرے۔ جنابت اور بے وضو حالت میں اذان دینا مکروہ ہے، تکبیر کے لیے صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف پر پہنچنا بھی مؤذن کے لیے مکروہ ہے بلکہ جہاں اذان دی ہے وہیں تکبیر کہے اگر وہاں مشکل ہو مثلاً منار وغیرہ پر اذان دی تو ایسی صورت میں صف کے اندر جہاں آسانی سے جگہ مل جائے وہاں کھڑے ہو کر اقامت کہہ لے۔

نمازی کے اوصاف: ۞ ۞ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرماتے ہیں جو نماز میں خشوع وخضوع اور مکمل عاجزی کا اظہار کرتا ہے، خوف الٰہی دل میں رکھتا ہے اور نماز کو آداب کے ساتھ ادا کرتا ہے، اسی میں رغبت رکھتا ہے، اللہ کی رحمت کا امیدوار رہتا ہے، نماز میں دل ودماغ کو حاضر رکھتا ہے، اللہ کے سامنے باادب قیام کرتا ہے، رکوع وسجود کرتا ہے، دنیا سے جدا ہو کر نماز میں مشغول رہتا ہے، خیالات ختم کر کے فرائض کی ادائیگی میں اس طرح ہمہ تن مصروف رہتا ہے کہ شاید یہ اس کی آخری نماز ہو یا نماز سے پہلے ہی موت کا بلاوا آ جائے اس لیے وہ غمگین ہو کر اللہ کے دربار میں حاضری دیتا ہے، قبولیت کی امید اور مردود ہو جانے کا خوف بھی یکجا رکھتا ہے۔ اگر نماز قبول ہو جائے تو درست ورنہ بہت بڑی بدنصیبی ہے۔ لہٰذا مؤمن جو اسلام کے زیور سے آراستہ ہے اس کے سامنے نماز اور دیگر عبادات میں بڑا اہم مسئلہ درپیش ہے کہ جو فرائض اللہ نے مقرر فرمائے ہیں کیا اس کے مطابق نماز اچھی طرح قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ گناہ معاف ہوتے ہیں یا نہیں؟ حالانکہ یہ خوش وخرم دنیاوی فوائد سے مستفید ہے اور تجھے ایک صادق اور امین نے جہنم پر داخل ہونے کی خبر دے رکھی ہے۔ ارشاد باری ہے [تم میں سے ہر شخص جہنم پر وارد ہونے والا ہے][566] اور تجھے کوئی یقینی علم نہیں کہ تو وہاں سے بچ نکلے اس لیے تم سے زیادہ غمزدہ اور رونے کے لائق کون ہو سکتا تاکہ اللہ تمہاری نماز قبول فرما لے علاوہ ازیں تمہیں تو یہ بھی علم نہیں کہ تمہیں صبح یا شام نصیب ہو سکے، جنت یا جہنم میں جاؤ، اس لیے اپنے مال، اولاد اور اہل وعیال کے ساتھ خوشیاں نہ مناتے رہو۔ تمہاری غفلت پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے اس لیے کہ تمہاری

---

[566] مریم-۷۱

زندگی ہر روز کم ہوتی جا رہی ہے۔ اس لیے تمہیں ایک عظیم حادثے سے دوچار ہونے کے لیے تیار رہنا چاہیے کہ تمہیں موت سے لازمی طور پر ہمکنار ہونا ہے شاید یہ موت کی صبح یا شام تمہارے گھر پر آ پہنچے اور ساری چیزیں چھین لے۔ پھر آگے جنت کا راستہ ہے یا جہنم کا راستہ ہے کہ جس کی ہولناکیاں اور حالتیں عبارتوں سے بیان نہیں کی جاسکتیں نہ اس کے عذاب کا کوئی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک نیک بندہ کہتا ہے قابل تعجب ہے وہ آدمی جو آگ سے غافل ہو کر سو جاتا ہے اور وہ بندہ جو جنت سے بے پرواہ ہو کر سو رہتا ہے اگر تم میں ان دونوں میں سے کسی کی حالت ملتی ہے تو واللہ تم ہلاک ہو جاؤ گے، تم بدبخت ہو، تم بدبختوں کے ساتھ روتے رہو گے اور عذاب پاؤ گے اس لیے خواہشات کے شکار نہ ہو جاؤ۔ اگر تمہیں جنت کی طلب اور جہنم کا خوف ہے تو پھر نیک اعمال سر انجام دو، نفس امارہ اور شیطان سے جان بچاؤ کیونکہ ان کے حملے بڑے نازک اور مکر وفریب بڑے شرمناک ہیں، دنیا سے کنارہ کش رہو مبادا کہ اس کی زینت تمہیں دھوکے میں ڈال دے۔ حدیث نبویؐ ہے کہ دنیا دھوکہ دے کر نقصانات چھوڑتے ہوئے چلے جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں مبتلا نہ کر دے اور اللہ کے ساتھ شیطان دھوکہ دینے میں کامیاب نہ ہو جائے] [۱۵۶۷] اللہ سے ڈر جاؤ اور اپنی تباہی اپنے ہاتھوں انجام نہ دو۔ نماز اور دوسرے احکامات پر عمل کرو۔ ممنوعات سے گریز کرو، حتی الوسع حکم الٰہی پر عمل کرو، منہی الٰہی سے دور رہو، اس کا ارتکاب نہ کرو، گناہوں کا ارتکاب کر کے اسے غصہ نہ دلاؤ، اس پر اعتراض نہ کرو، جو رزق وغیرہ تقدیر میں لکھا جا چکا اس پر خوش رہ، جن کاموں کی مصلحتیں پوشیدہ ہیں انہیں ابھی بجالاؤ، اور جن کی حکمتیں ظاہر ہیں انہیں بھی پورا کرو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [ممکن ہے کہ ایک چیز کو تم ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو جب کہ ایک چیز کو تم پسند کرو اور وہ تمہارے لیے مضر ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے] [۱۵۶۸] اس لیے اللہ کی ہمیشہ فرمانبرداری کرو، اس کے فیصلے پر راضی رہو، اس کی آزمائش پر صبر کرو اور اس کی نعمت پر شکر کرو، اس کے ایام وانعامات پر اس کا ذکر کرو، اس کے تصرفات پر الزام تراشی نہ کرو جو تمہارے لیے یا مخلوق کے لیے وہ کرتا ہے حتی کہ تمہیں موت آ جائے اور تمہاری موت اچھے لوگوں کی طرح ہو، تمہارا حشر انبیاء کے ساتھ ہو اور تم اللہ کی رحمت وتوفیق سے جنت میں داخل ہو جاؤ جو تمام اگلے پچھلے لوگوں اور جہانوں کا رب ہے۔

خاص لوگوں کی نماز: ۞ ۞ وہ خاص لوگ جو اللہ کے لیے بیدار رہتے ہیں، خشوع کرتے ہیں، اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے ہیں، دلوں کی نگرانی کرتے ہیں، رحمان کے ہم مجلس ہیں، ان پر اللہ کی رضا اور سلامتی ہو، جن کی یہ صفات منقول ہیں: ایک دفعہ یوسف بن عصام خراسان کی کسی جامع مسجد کے پاس ایک بڑے حلقے کے قریب سے گزرا تو پوچھا یہ کس کا حلقہ ہے؟ لوگوں نے کہا حاتم کا حلقہ ہے جو زہد وتقویٰ اور خوف ورجا پر وعظ کر رہے ہیں۔ یہ سن کر وہ اپنے ساتھیوں سے کہتے ہیں آؤ ہم بھی حاتم کے پاس جا کر نماز کے متعلق ایک مسئلہ پوچھیں اگر وہ صحیح جواب دیں گے تو ہم بھی ان کی مجلس میں بیٹھیں گے۔ چنانچہ وہ حاتم کے پاس جا کر

۱۵۶۷ لقمان-۳۳

۱۵۶۸ البقرۃ-۲۱۶

سلام عرض کرتے ہیں اور کہتے ہیں ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ حاتم فرماتے ہیں پوچھو؟ کہا نماز کے متعلق ہے۔ حاتم نے کہا' نماز کی معرفت یا آداب کے متعلق؟ میں دونوں کا جواب دوں گا۔ یوسف نے کہا آداب کے متعلق ہے۔ فرمایا: آداب نماز یہ ہیں کہ تم اللہ کے حکم سے ثواب کی نیت سے کھڑے ہو جاؤ' تکبیر کہو' آہستہ آہستہ قرآن پڑھو' خشوع وخضوع سے رکوع وسجود کرو اور رحمت کے ساتھ سلام پھیر دو۔ یوسف سے اس کے ساتھیوں نے کہا معرفت نماز کے متعلق بھی سوال کریں۔ یوسف نے پوچھا تو حاتم نے کہا: تم نماز میں دائیں طرف جنت اور بائیں طرف جہنم کا تصور رکھو' پاؤں تلے پل صراط سمجھو' ترازو آنکھوں کے سامنے رکھو اور یوں سمجھو کہ اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر تم نہیں دیکھ رہے تو اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

یوسف نے کہا' اے نوجوان! تم کب سے اس طرح کی نماز پڑھ رہے ہو؟ فرمایا بیس سالوں سے' یوسف نے اپنے ساتھیوں سے کہا آؤ ہم اپنی پچاس سالوں کی نمازیں دہرائیں' حاتم سے پوچھا' تم نے یہ معرفت کیسے سیکھی ہے؟ فرمایا آپ کی انہی کتابوں سے جو آپ ہمیں لکھواتے تھے۔ ابو حازم اعرج کی روایت بھی اس کے مشابہ ہے لہٰذا اسے بھی ہم اسی مناسبت سے ذکر کر رہے ہیں۔

ابو حازم: مجھے ساحل سمندر پر ایک صحابی ملے جنہوں نے مجھ سے پوچھا: ابو حازم! نماز سے پہلے تم پر کتنے فرض ہیں؟ میں نے کہا چھ فرض ہیں۔ پوچھا کون سے؟ میں نے کہا وضو' ستر' نماز کی جگہ' نماز کے لیے کھڑا ہونا' نماز کی نیت اور قبلہ رخ ہونا۔ پوچھا: ابو حازم گھر سے مسجد کی طرف کس نیت سے جاتے ہو؟ میں نے کہا زیارت کی نیت سے۔ پوچھا: مسجد میں کس نیت سے جاتے ہو؟ میں نے کہا: عبادت کی نیت سے' پوچھا: عبادت کے لیے کس نیت سے کھڑے ہوتے ہو؟ میں نے کہا: رب کی ربوبیت اور اپنی عبودیت کی نیت سے۔ پھر انہوں نے کہا' ابو حازم! کس خیال سے قبلہ رخ کھڑے ہوتے ہو؟ میں نے کہا تین فرضوں اور ایک سنت کے خیال سے۔ پوچھا وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا قبلہ رخ ہونا فرض ہے' نیت اور تکبیر تحریمہ فرض ہے جب کہ ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ پوچھا: کتنی تکبیریں فرض اور کتنی سنت ہیں؟ میں نے کہا کہ کل تکبیریں چرانوے ۹۴ ہیں جن میں سے پانچ فرض ہیں اور باقی تمام سنت ہیں۔ پوچھا کس چیز سے شروع کرتے ہو؟ میں نے کہا تکبیر سے۔ پوچھا: نماز کی دلیل کیا ہے؟ میں نے کہا: قرآن مجید کی تلاوت۔ کہا: نماز کا جوہر کیا ہے؟ میں نے کہا: تسبیح۔ پوچھا: نماز کا احیاء کیا ہے؟ میں نے کہا' خشوع: پوچھا خشوع کیا ہے؟ میں نے کہا سجدہ گاہ پر نظر رکھنا۔ پوچھا: نماز کا وقار کیا ہے؟ میں نے کہا: سکون۔ پوچھا' تحریم کیا ہے؟ میں نے کہا: تکبیر کہنا۔ پوچھا' تحلیل کیا ہے؟ میں نے کہا' سلام پھیرنا۔ پوچھا' شعار کیا ہے؟ میں نے کہا نماز سے فارغ ہو کر سبحان اللہ کہنا۔ پوچھا ان تمام چیزوں کی چابی کیا ہے؟ میں نے کہا وضو۔ کہا وضو کی چابی کیا ہے؟ میں نے کہا' بسم اللہ' کہا' بسم اللہ کی چابی کیا ہے؟ میں نے کہا: نیت۔ کہا نیت کی چابی؟ میں نے کہا' یقین۔ کہا یقین کی چابی؟ میں نے کہا امید۔ کہا' امید کی چابی؟ میں نے کہا صبر۔ کہا صبر کی؟ میں نے کہا رضا۔ کہا رضا کی چابی؟ کہا' اطاعت۔ کہا اطاعت کی؟ میں نے کہا اعتراف۔ کہا اعتراف کی؟ میں نے کہا توحید الوہیت و ربوبیت کا اقرار۔ کہا یہ تمام باتیں تم نے کہاں سے حاصل کیں؟ کہا' علم سے۔ پوچھا' علم کس

طرح سیکھا؟ میں نے کہا پڑھ کر۔ کہا پڑھنا کیسے سیکھا؟ کہا عقل سے' پوچھا عقل کیسے حاصل کی؟ میں نے کہا' عقلیں دو ہیں' ایک جس کی تخلیق من جانب اللہ ہے اور دوسری انسان آداب و معرفت سے حاصل کرتا ہے' جب یہ دونوں جمع ہو جاتی ہیں تو ایک دوسری کو تقویت پہنچاتی ہے۔ پوچھا یہ باتیں کیسے حاصل کیں؟ میں نے کہا توفیق الٰہی سے۔ اللہ ہمیں اور آپ کو ان کاموں کی توفیق عطا فرمائے جنہیں وہ پسند کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ پھر فرمایا' واللہ! تم نے جنت کی تمام چابیاں حاصل کر لی ہیں۔ بتاؤ تم پر فرض کیا ہے؟ اس فرض کا فرض اور اس تک پہنچانے والا فرض کیا ہے؟ اور وہ سنت کیا ہے جو فرضوں میں داخل ہوتی ہے اور ان کی تکمیل کرتی ہے؟

میں نے کہا' فرض تو نماز ہے۔ فرض کا فرض طہارت ہے اس تک وصول کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے پانی بائیں پر ڈالو۔ جو سنت فرائض میں داخل ہے وہ انگلیوں کا خلال ہے۔ جو سنت فرائض کی تکمیل کرتی ہے وہ ختنہ کرانا ہے۔ فرمایا: ابو حازم! تم نے اپنے نفس پر کوئی حجت نہیں چھوڑی۔ اچھا' کھانے کے کتنے فرض اور سنتیں ہیں؟ میں نے پوچھا: کیا کھانے میں بھی فرض و سنت ہے؟ فرمایا ہاں' چار فرض اور چار ہی سنتیں ہیں جب کہ چار مستحبات ہیں۔ فرائض: بسم اللہ پڑھنا' الحمد للہ کہنا' شکر ادا کرنا اور اس نعمت کو پہچاننا جسے اللہ نے کھانا بنایا ہے۔ سنتیں: بائیں ران پر ٹیک لگا کر بیٹھنا' تین انگلیوں سے کھانا' خوب چبا کر کھانا اور انگلیوں کو چاٹنا۔ مستحبات: ہاتھ دھونا' چھوٹے نوالے لینا' اپنے سامنے سے کھانا' اپنے رفقاء کو نہ دیکھنا۔ کیونکہ نبیؐ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

❁ ❁ ❁

باب - ۷

نماز جمعہ ٔ نماز عیدین ٔ نماز استسقاء ٔ نماز کسوف ٔ نماز قصر ٔ نماز جمع ٔ نماز جنازہ

نماز جمعہ: ❀ ❀ نماز جمعہ فرض ہے اس کی دلیل فرمان الٰہی ہے: [اے ایمان والو! جب نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرو اور کاروبار چھوڑ دو] [1569] حدیث نبویؐ ہے: ''اللہ تعالیٰ نے تم پر نماز جمعہ فرض کر دی ہے۔'' [1570] دوسری حدیث نبویؐ: جو شخص بلا عذر تین جمعے چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ [1571] اس لیے جس پر پنجگانہ نمازیں فرض ہیں اس پر نماز جمعہ بھی فرض ہے جب کہ وہ شخص اپنے وطن میں یا کسی دوسرے وطن میں مقیم ہے یا کسی ایسے گاؤں میں جہاں چالیس عاقل، بالغ اور آزاد آدمی موجود ہوں، لیکن اگر وہ کسی ایسے گاؤں میں ہے جہاں چالیس آدمی نہیں اور کسی دوسرے گاؤں سے جمعہ کی آواز وہاں پہنچتی ہے یا اس گاؤں کی شہر سے تین میل کی مسافت ہے تو اس پر نماز جمعہ فرض ہے۔ بلا عذر گھر بیٹھ رہنا درست نہیں۔ عذر مثلاً بیمار ہے، یا مال و دولت کو چھوڑ کر آئے تو اس کے ضیاع کا خطرہ ہے، یا کسی عزیز کی موت کا خدشہ ہو، کھانا سامنے ہو اور سخت بھوکا ہو، یا قضائے حاجت میں مشغول ہو، یا بادشاہ کی طرف سے گرفتاری کا خوف ہے یا قرض خواہ کا ڈر ہے کہ وہ نہ پکڑ لے اور ادائیگی قرض کے لیے رقم بھی موجود نہیں، یا مسافر ہو اور قافلے کے روانہ ہو جانے کا خطرہ ہو، یا مال میں نقصان کا اندیشہ ہو یا جمعہ اور جماعت میں شرکت کی صرف امید ہو یا نیند کے غلبے میں وقت جمعہ نکل جائے یا بارش اور آندھی سے تکلیف کا خطرہ ہو تو ان عذروں میں نماز جمعہ میں شرکت نہ کرے بلکہ نماز ظہر ادا کر لے۔

جمعہ کی دو رکعتیں ہیں جو بعد از خطبہ باجماعت ادا کی جاتی ہیں۔ اگر جمعہ رہ جائے تو اس کی جگہ تنہا یا باجماعت نماز ظہر ادا کر لے۔ جمعہ کا وقت نماز عید کی طرح قبل از زوال ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ جمعہ کا وقت پانچویں ساعت میں ہے۔

۱۵۶۹ الجمعۃ - ۹

۱۵۷۰ الاتحاف ۳/۲۱۴ - المغنی عن حمل الاسفار ۱/ ۱۷۸

۱۵۷۱ ترمذی (۵۰۰) احمد ۳/۳۳۲ - ابن ماجہ (۱۱۲۵) قرآن مجید کے عموم سے جمعہ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے علاوہ ازیں حدیث نبویؐ ہے: جس کا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہے اس پر جمعہ فرض ہے البتہ مریض، مسافر، عورت، نابالغ لڑکا اور غلام جمعہ کی فرضیت سے مستثنیٰ ہیں دیکھئے ابوداؤد (۱۰۶۷) دارقطنی ۲/۳ - البیہقی ۳/۱۷۲

انعقاد جمعہ کی شرط یہ ہے کہ چالیس ایسے آدمی موجود ہوں جن پر نماز جمعہ واجب ہے۔ ایک روایت کے مطابق پچاس آدمیوں کی شرط ہے اور ایک روایت کے مطابق تین آدمیوں کی شرط ہے۔[۱۵۷۲] نماز جمعہ میں جہری قرأت مسنون ہے' اس طرح پہلی رکعت میں بعد از فاتحہ سورۃ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ منافقون کی تلاوت مسنون ہے۔ کیا جمعہ کے لیے حاکم وقت کی اجازت ضروری ہے؟ اس سلسلے میں اجازت اور عدم اجازت دونوں روایتیں منقول ہیں۔

نماز جمعہ سے پہلے دو خطبے مشروط ہیں۔ جمعہ سے پہلے کوئی سنتیں نہیں البتہ نماز جمعہ کے بعد کم از کم دو زیادہ سے زیادہ چھ رکعتیں ہیں جیسا کہ بعض صحابہ نے نبیؐ سے بیان کیا ہے۔ بعض اللہ والے علماء کا قول ہے کہ جمعہ سے پہلے بارہ رکعتیں اور بعد میں چھ چھ رکعتیں مستحب ہیں۔ منبر سے اذان ہو جانے کے بعد ہر قسم کی تجارت ممنوع ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [اے ایمان والو! جب نماز جمعہ کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف چلو اور تمام کاروبار چھوڑ آؤ][۱۵۷۳]

عہد رسالت میں جمعہ کے خطبے کے لیے ایک ہی اذان دی جاتی تھی۔ یہ اذان ہمارے نزدیک واجب ہے اور دوسروں کے نزدیک فرض کفایہ ہے جب کہ بعض کے نزدیک سنت ہے۔ البتہ منارے کی اذان (دوسری اذان) تو اس کا حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں مصلحت عامہ کی غرض سے حکم دیا تھا تاکہ دور کے دیہاتیوں اور شہریوں کو اطلاع پہنچ جائے۔ اس اذان سے کاروبار باطل نہیں ہوتا۔ اگر کوئی جامع مسجد میں آئے اور وقت میں گنجائش ہو تو چار رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پچاس مرتبہ سورت اخلاص پڑھے جیسا کہ نبیؐ سے منقول ہے۔ اس کے راوی ابن عمرؓ ہیں: فرمایا: اس طرح کرنے والا اس وقت تک فوت نہیں ہوگا جب تک کہ جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے' یا جب تک اسے اس کا ٹھکانہ نہ دکھا دیا جائے۔[۱۵۷۴]

جامع مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دوگانہ لازمی پڑھے۔ جمعہ اور جامع مسجد کے فضائل و مسائل ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

عیدین کی نماز: ❀ ❀ عیدین کی نماز فرض کفایہ ہے اگر کسی مقام پر ایک جماعت ادا کر لے تو باقی سب سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا اگر سب کا نہ پڑھنے پر اتفاق ہو تو حاکم وقت ان سے لڑائی کرے تا آنکہ وہ توبہ کریں۔

نماز عید کا اول وقت سورج کے بلند ہونے پر شروع ہوتا ہے اور آخری وقت زوال تک باقی رہتا ہے۔ عید الضحیٰ کے موقع پر قربانی کی وجہ سے نماز عید اول وقت پڑھنا مستحب ہے جب کہ عید الفطر کو قدرے تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے کیونکہ اس دن قربانی نہیں۔

۱۵۷۲ انعقاد جمعہ کے لیے نبی کریمؐ سے کوئی ایسی شرط منقول نہیں کہ اتنے لوگ ہوں' اتنا بڑا شہر ہو' دیہات نہ ہو وغیرہ وغیرہ بلکہ جس طرح نماز باجماعت کے لیے ایسی کوئی شرائط نہیں اسی طرح جمعہ کے لیے بھی ایسی شرائط نہیں ہیں بلکہ دیہات میں جمعہ پڑھنے کا ثبوت کئی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبویؐ کے بعد جو سب سے پہلا جمعہ پڑھا گیا وہ بحرین کے گاؤں ''جواثی'' میں عبدالقیس کی مسجد میں پڑھا گیا۔ بخاری (۸۹۲) صحابہ کرام سے دیہات میں جمعہ پڑھنا ثابت ہے۔ البیہقی ۳/ ۱۷۸- حاکم ۱/ ۲۸۱- مصنف عبدالرزاق (۵۱۸۵)

۱۵۷۳ الجمعہ-۹

۱۵۷۴ ایسی کوئی روایت بسند صحیح سے ثابت نہیں (واللہ اعلم)

عیدین کی شرائط یہ ہیں: وطن میں ہونا' نمازیوں کی مخصوص تعداد ہونا[۱۵۷۵] اور جمعہ کی طرح حاکم وقت کی اجازت لینا لیکن ہمارے نزدیک امام احمد سے مروی دوسری روایت کے بموجب کوئی شرط نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک عید الفطر کی نماز میں اول وقت کے لیے نکلنا مستحب ہے۔ اچھا لباس اور خوشبو سے معطر ہو کر نکلنا بھی مستحب ہے جس کا بیان فضائل جمعہ میں گزر چکا ہے۔ نماز عیدین صحراء اور میدان میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے اور بلا عذر مسجد میں ادا کرنا مکروہ ہے۔ اگر نماز عیدین میں عورتیں بھی حاضر ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ نماز کے لیے پیدل جانا اور واپسی پر راستہ بدلنا زیادہ مناسب ہے' اس کی وجوہات فضائل عیدین میں گذر چکی ہے۔ عیدین کے لیے اذان (مسنون) نہیں البتہ ''الصلوٰۃ جامعۃ'' اعلان کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

نماز عیدین میں دو رکعتیں ہیں۔ پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات زائد تکبیریں ہیں اور دوسری میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں ہیں۔ ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور یہ کہے **اللّٰہ اکبر کبیرا والحمد للّٰہ کثیرا وسبحان اللّٰہ بکرۃ واصیلا**...... [۱۵۷۶] اللہ سب سے بڑا ہے۔ اس کی بڑی تعریفیں ہیں ہم صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ ہمارے نبی حضرت محمدؐ اور ان کی آل پر رحمتیں وسلامتیاں نازل ہوں۔ تکبیروں کے بعد تعوذ اور فاتحہ پڑھے پھر سورت اعلیٰ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورت الغاشیہ پڑھے۔ ہمارے امام احمد سے ایک روایت کے مطابق پہلی رکعت میں سورت قٓ اور دوسری میں سورت القامۃ پڑھنا بھی منقول ہے۔ ان کے علاوہ سورتیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔

دعائے افتتاح کو قرأت تک مؤخر کرنے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک کے مطابق تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسری کے مطابق تعوذ کے ساتھ قرأت تک مؤخر کیا جاسکتا ہے۔ نماز عید کے بعد نوافل ادا کرنا درست نہیں اسی طرح نماز عید سے پہلے بھی کوئی نفل ثابت نہیں بلکہ گھر چلا جائے اور ان کی مسرت کا باعث بنے' ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے' ان کے کھانے پینے اور پہننے میں فراخدلی کا مظاہرہ کرے کیونکہ نبیؐ نے فرمایا: عید کے دن کھانے' پینے اور جماع کے دن ہیں۔ یہ حکم عام ہے جس کا اطلاق عیدین اور ایام تشریق سب پر ہے۔

اگر نماز عیدین بلا عذر مسجد میں پڑھی جائے تو نماز ہو جائے گی لیکن مسجد میں داخل ہوتے وقت تحیۃ المسجد لازمی پڑھے کیونکہ حدیث نبویؐ ہے: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو دو رکعت نماز پڑھے بغیر نہ بیٹھے۔[۱۵۷۷] یہ عام حکم ہے جو عیدین کو

۱۵۷۵ جس طرح نماز جمعہ کے لیے ایسی شرائط مذکور نہیں اسی طرح عیدین کے لیے بھی قرآن وسنت میں ایسی شرائط مخصوصہ موجود نہیں۔ حضرت انسؓ کے متعلق صحیح بخاری میں روایت ہے کہ جب وہ شہر والوں کے ساتھ نماز عید ادا نہ کر پاتے تو اپنے غلاموں اور بچوں کو جمع کرتے اور اپنے غلام عبداللہ بن ابی عتبہ کو شہر والوں کی طرح نماز پڑھانے کا حکم دیتے۔ البیہقی ۳/ ۳۰۵۔ عمل صحابی بھی اس پر شاہد ہے کہ نماز عید کے لیے آدمیوں کی تعیین یا شہر کی تخصیص وغیرہ ضروری نہیں۔

۱۵۷۶ تکبیرات کے دوران کوئی دعا صحیح حدیث سے ثابت نہیں اس لیے دوران تکبیرات خاموشی اختیار کی جائے۔

۱۵۷۷ بخاری ۱/ ۱۲۱

بھی شامل ہے۔ امام احمد نے ان لوگوں کو نفل پڑھنے سے منع کیا ہے جو کھلے میدان میں نماز عید پڑھتے ہیں کیونکہ بہت سی روایات میں ہے کہ آپ نماز عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت عمرؓ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کا بھی یہی قول ہے۔ اگرچہ نبیؐ نے عیدین ہمیشہ کھلے میدان میں پڑھی ہے البتہ اگر مسجد میں پڑھتے تو تحیۃ المسجد ہرگز ترک نہ کرتے۔ کسی کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ اسے قضا کر لے کیونکہ اس کی قضا مستحب ہے خواہ نماز چاشت کی طرح چار رکعت بلا تکبیرات کے ادا کر لے خواہ تکبیرات کے ساتھ مع اہل و عیال دو رکعت ادا کر لے۔ اگر اس طرح کر لے تو اجر عظیم پائے گا۔

نماز استسقاء: ۞ ۞ نماز استسقاء مسنون ہے۔ امام کھلے میدان میں لوگوں کو یہ نماز پڑھائے گا۔ یہ نماز اپنی کیفیت و حالت مقام اور احکام کے حوالے سے نماز عیدین کے مشابہہ ہے۔ نماز استسقاء کے لیے باوضو اور پاک صاف ہونا ضروری ہے البتہ خوشبو لگانا غیر مستحب ہے کیونکہ اس میں محتاجی اور طلب حاجت پیش نظر ہے۔ اس لیے مستحب ہے کہ کام کاج والے کپڑوں میں عاجزی و انکساری کے ساتھ نماز کے نکلا جائے۔ ضعیف بزرگ مرد و زن اور بچے سب ایک کھلے میدان میں جمع ہوں۔ سب لوگ حقوق العباد وغیرہ کی ادائیگی کر کے آئیں۔ اسی طرح حقوق اللہ جیسے زکاۃ نذر اور کفارہ وغیرہ ہو تو اس کی بھی ادائیگی کر آئیں۔ نفلی صدقے کا اہتمام کریں روزہ رکھیں بار بار توبہ استغفار کریں چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہ کو ترک کر دیں اللہ کے عذاب سے دور رہیں خواہ تنہائی میں ہو کیونکہ اللہ کے نزدیک کوئی تنہائی نہیں وہ تو آسمان و زمین کی ہر چیز پر مطلع ہے اور مخفی سے مخفی چیز بھی اس سے مخفی نہیں۔ اسی طرح نیک عابد اور زاہد اور اہل علم کو ساتھ لے کر نکلنا مستحب ہے تاکہ وہ دعاؤں میں شامل ہوں۔

حضرت عمرؓ کے متعلق مروی ہے کہ ایک مرتبہ وہ اللہ سے بارش کی دعا مانگنے نکلے تو ابن عباسؓ کا ہاتھ پکڑ کر قبلہ رخ ہو کر فرمایا: یا اللہ! یہ ہمارے نبیؐ کے چچا ہیں ہم انہیں تیری طرف وسیلہ بناتے ہیں ان کی دعا قبول فرما کر ہم پر اپنی رحمت کی بارش نازل فرما۔ کہتے ہیں کہ ابھی لوگ میدان سے واپس بھی نہ پلٹے تھے کہ خوب بارش شروع ہو گئی۔[۱۵۷۸] فی الحقیقت بارش کا رک جانا انسانوں کے گناہوں کی وجہ سے ہے کیونکہ جب کافر مرنے کے بعد دفن ہوتا ہے تو اس کے پاس منکر نکیر آتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ محمدؐ اور دین کے متعلق سوالات کرتے ہیں مگر اسے کوئی جواب نہیں آتا تو فرشتے اسے گرز مارتے ہیں اور وہ چیختا چلاتا ہے جسے انس و جن کے علاوہ ساری مخلوق سنتی ہے اور وہ اس پر لعنت بھیجتی ہے حتیٰ کہ بکری اور اس پر چلنے والی چھری بھی کہتی ہے اس پر لعنت ہو یہ وہی شخص ہے جس کی وجہ سے ہم سے بارش روک لی جاتی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [ان پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں][۱۵۷۹]

شر پسند انسان کا گناہ متعدی ہوتا ہے جس سے تمام حیوانات متاثر ہوتے ہیں۔ اگر خیر پسند ہو تو پھر تمام حیوانات بھی اس کی خیر سے مستفید ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی فساد کی اور فرمانبرداری اصلاح کی علامت ہے۔ نماز استسقاء امام یا اس کا

۱۵۷۸ بخاری (۱۰۱۰)

۱۵۷۹ البقرۃ-۱۵۹

نائب پڑھائے۔اس کی دو رکعتیں ہیں۔اس میں بھی نماز عید کی طرح اذان و اقامت نہیں ہے۔پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہیں اور دوسری میں سجدے سے اٹھنے کی تکبیر کے علاوہ پانچ تکبیریں زائد ہیں۔[۱۵۸۰] ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ کا ذکر کرے پھر نماز سے فارغ ہو کر خطبہ دے۔ایک روایت کے مطابق نماز سے پہلے بھی خطبہ جائز ہے۔دوسری کے مطابق امام کو اختیار ہے پہلے خطبہ دے یا بعد میں' امام احمد سے یہ بھی منقول ہے کہ خطبہ مسنون نہیں۔امام اپنی سہولت مدنظر رکھے اگر خطبہ دے تو عیدین کے خطبے کی طرح شروع کرے اور نبیؐ پر بکثرت درود و سلام بھیجے اور قرآن کی یہ آیت پڑھے [میں کہتا ہوں کہ اپنے رب سے بخشش مانگو وہ بخشنہار ہے اور وہ آسمانوں سے بارش نازل کرے گا][۱۵۸۱] خطبے سے فارغ ہو کر قبلہ رخ ہو جائے اور اپنی چادر پلٹ لے یعنی جو پلو دائیں جانب ہے اسے بائیں جانب اور جو بائیں جانب ہے اسے دائیں جانب الٹ دے' اوندھا نہ کرے۔تمام لوگ بھی اسی طرح چادریں الٹا لیں اور اسی طرح واپس پلٹیں۔گھر آ کر کپڑوں کے ساتھ چادریں بھی اتار دیں۔ اسے نیک فال (شگون) سمجھیں تا کہ اللہ تعالیٰ قحط کو پلٹ دے اور یہی سنت ہے۔عبادہ بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیؐ نماز استسقاء کے لیے لوگوں کے ہمراہ نکلے' آپ نے دو رکعتیں جہری قرأت سے پڑھائیں پھر اپنی چادر پلٹ کر دعا مانگی۔[۱۵۸۲] پھر قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا لیے اور یہ دعا مانگی: ''یا اللہ! ہماری دعائیں قبول فرما کر بارش سے سیراب کر جو خوشگوار و بابرکت' نباتات اگانے والی موسلا دھار اور وسیع ہو۔ایک روایت میں ہے' جو عالمگیر' روئے زمین پر پھیلنے والی اور دیر تک جاری و ساری رہنے والی ہو۔یا اللہ ہمیں بارش سے سیراب فرما اور نامراد واپس نہ لوٹا دے' ہمیں ایسی سیرابی سے محفوظ فرما جو باعث عذاب اور باعث نقصان ہو۔یا اللہ تمام علاقوں میں' بندوں اور مخلوق میں ایسی سختی' آفت' بلا' مصیبت اور تنگی ہے جس کا صرف تجھ سے سوال کیا جا سکتا ہے۔الٰہی! ہمارے لیے کھیتی پیدا فرما' جانوروں کے تھنوں میں دودھ پیدا فرما' آسمانی برکتوں سے ہمکنار فرما' ہم سے بھوک' مشقت اور تنگی دور فرما' ہم سے یہ مصیبت دور فرما جسے تیرے علاوہ کوئی نہیں ہٹا سکتا' الٰہی! ہم تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں کیونکہ تو سب سے زیادہ معاف کرنے والا ہے لہٰذا ہم پر خوب بارش نازل فرما۔''[۱۵۸۳] اس کے علاوہ یہ دعا بھی مانگی جا سکتی ہے: ''یا اللہ تو نے حکم دیا ہے کہ تجھ سے دعا مانگی جائے اور تیرا وعدہ ہے کہ تو دعا قبول فرمائے گا لہٰذا ہم تیرے حکم کے مطابق دعا مانگتے ہیں اور تو اپنے وعدے کے مطابق ہماری دعا قبول فرما۔'' بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ دوران خطبہ قبلہ رخ ہو کر خطبہ ختم کرے پھر فوراً دعا شروع کر دے' لیکن راجح یہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے یعنی خطبہ ختم کر کے قبلہ رخ ہو کر دعا مانگے کیونکہ خطبہ وعظ و زجر کے لیے ہے اور یہ مقصد لوگوں کی طرف متوجہ رہنے سے حاصل ہوتا ہیں تا کہ خطبہ ان کے

۱۵۸۰ نماز استسقاء میں زائد تکبیرات کہنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔موصوف نے اسے نماز عید پر قیاس کیا ہے (واللہ اعلم)

۱۵۸۱ نوح-۱۰'۱۱

۱۵۸۲ بخاری (۱۰۰۵)

۱۵۸۳ ابوداؤد (۱۱۶۹) ابن ماجہ (۱۲۶۹) احمد ۴/۲۳۶

کانوں اور دلوں تک پہنچ جائے۔ اگر ان کی طرف پشت کرلے گا تو مذکورہ مقاصد کا حصول ممکن نہیں۔

نماز کسوف: ۞ ۞ یہ نماز سنت مؤکدہ ہے۔ اس کا وقت گرہن لگنے سے شروع ہو کر گرہن ختم ہونے تک ہے یعنی جب سورج یا چاند گہنا جائے، روشنی کی کرنوں میں کمی پیدا ہو جائے تو اس نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے حتی کہ سورج یا چاند کا گرہن ختم ہو جائے۔ جس مسجد میں جمعہ کا اہتمام ہو وہاں یہ نماز پڑھنا مستحب ہے اس کے لیے ''الصلوٰۃ جامعۃ'' کے اعلان سے لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے۔ امام لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائے۔ تکبیر کے بعد دعائے افتتاح، تعوذ، سورت فاتحہ پڑھ کر سورت بقرہ شروع کر دے پھر سو آیات کی تسبیح کے بقدر لمبا رکوع کرے، پھر سمع اللہ...... کہتے ہوئے سر اٹھائے اور فاتحہ پڑھ کر آل عمران شروع کر دے[۱۵۸۴] پھر پہلے رکوع سے قدرے چھوٹا رکوع کرے، پھر سر اٹھا کر قومہ کے لیے کھڑا ہو جائے اور لمبا قومہ کرے، پھر دو لمبے سجدے کرے، ہر سجدے میں سو آیات کی تسبیح کے برابر طوالت کرے، پھر دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت نساء پڑھے اور لمبا رکوع کرے پھر رکوع سے سر اٹھا کر فاتحہ کے بعد سورت مائدہ پڑھے۔ اگر یہ سورتیں یاد نہ ہوں تو جہاں سے قرآن یاد ہو وہاں سے ان سورتوں کے برابر تلاوت کرلے۔ اگر صرف سورت اخلاص ہی یاد ہو تو اسے ہی اتنی مرتبہ پڑھے کہ گذشتہ سورتوں کے برابر قیام ہو سکے۔ دوسرا قیام پہلے قیام سے دو تہائی کے برابر ہو اور دوسری رکعت کا پہلا قیام (قیام ثالث) پہلی رکعت کے پہلے قیام سے نصف کے برابر ہو اور چوتھا قیام تیسرے قیام کے دو تہائی کے برابر ہو۔ تسبیحات ہر قیام کے دو تہائی کے برابر ہوں، پھر رکوع کرے اور دو رکعتیں پوری کر کے سلام پھیر دے۔ ان دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے ہوں گے۔ ہر رکعت میں مزید ایک رکوع کا اضافہ جائز ہے۔ اگر حالت نماز میں گرہن ختم ہو جائے تو نماز میں تخفیف مستحب ہے تاکہ لوگ پریشان ہو کر نماز نہ توڑ دیں، اگر کوئی شخص گھر میں تنہا یا گھر والوں کے ساتھ نماز کسوف پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ مسجد میں ادا کی جائے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ عہد رسالت میں ایک مرتبہ گرہن لگا تو نبیؐ عیدگاہ تشریف لے گئے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دی اور جہری قرأت فرمائی، لمبا قیام کیا پھر لمبا رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھا کر لمبی قرأت کی پھر رکوع کیا پھر سر اٹھایا اور سجدے میں چلے گئے، پھر اسی طرح دوسری رکعت ادا فرمائی پھر سلام پھیر کر فرمایا: لوگو یاد رکھو! سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جنہیں کسی کی موت یا پیدائش سے گرہن نہیں لگتا لہٰذا جب انہیں گرہن لگے تم فوراً نماز ادا کرو۔[۱۵۸۵]

نماز خوف: ۞ ۞ نماز خوف چار شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ دشمن برسرپیکار ہو، دشمن غیر سمت کعبہ ہو، دشمن کے حملے کا ظن غالب ہو اور لشکر اتنا ہو کہ دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکے تاکہ ایک حصہ دشمن کے بالمقابل رہے اور دوسرا نماز پڑھ سکے، ہر حصے میں تین یا تین سے زیادہ مجاہد موجود ہوں۔ امام ایک حصے کو ایک رکعت نماز پڑھائے، جب امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو امام کے پیچھے والے لوگ اپنی الگ رکعت پوری کر کے دشمن کے مقابلے کے لیے جائیں اور دوسرا حصہ امام کے پیچھے نماز کی نیت کر

۱۵۸۴ فاتحہ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

۱۵۸۵ بخاری (۱۰۴۰) ۲/۴۴۔ احمد ۱/۲۹۸

کے ایک رکعت پڑھے۔ امام ایک رکعت پڑھ کر تشہد میں بیٹھے گا جب کہ (نئے) مقتدی اپنی ایک رکعت پوری کر کے امام کے ساتھ تشہد میں مل جائیں اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیں۔

امام دوسری رکعت میں اتنی لمبی قرأت کرے کہ اس کے مقتدی اپنی دوسری رکعت پڑھ کر دشمن کے سامنے چلے جائیں اور وہاں موجود لوگ آ کر امام کے ساتھ مل جائیں۔ امام حالت تشہد میں اتنا طول دے گا کہ لوگ اپنی دوسری رکعت پڑھ کر امام کے ساتھ تشہد اور سلام میں شامل ہو جائیں۔ انہیں امام کے ساتھ سلام پھیرنے کا ثواب مل جائے گا اور پہلے حصے کو تکبیر تحریمہ کا ثواب مل جائے گا۔ نبیؐ نے غزوہ ''ذات الرقاع'' میں صحابہؓ کو اسی طرح نماز پڑھائی تھی۔

سہل بن ابی خزیمہؓ حدیث نبویؐ روایت کرتے ہیں: نبیؐ نے فرمایا: امام کی جماعت کے وقت ایک صف امام کے پیچھے اور دوسری دشمن کے سامنے ہونی چاہیے امام اپنی صف کو ایک رکعت پڑھا کر کھڑا ہو جائے اور وہ اپنی دوسری رکعت خود پوری کر کے دشمن کے مقابلے کے لیے چلے جائیں اور دشمن کے مقابلے والی صف آ کر امام کے پیچھے ایک رکعت ادا کریں۔ پھر امام تشہد میں بیٹھا رہے اور یہ اپنی دوسری رکعت پوری کر کے امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دیں۔[۱۵۸۶]

امام احمدؒ سے سخت گھمسان کی جنگ میں نماز خوف کو اختتام جنگ تک موقوف کرنا بھی منقول ہے' اس مسئلہ میں صریح نص تو نہیں البتہ مفہوم سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ نماز خوف کی مذکورہ بالا صورت دو رکعت اور چار رکعت والی نماز میں ہے۔

نماز مغرب میں امام پہلی صف کو دو رکعتیں اور دوسری صف کو ایک رکعت پڑھائے گا کیونکہ مغرب میں قصر نہیں۔ جب امام پہلے تشہد کے لیے بیٹھے اس وقت پہلی صف جدا ہو کر نماز پوری کرے یا جب امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو؟ دونوں طرح جائز ہے۔ حالت اقامت میں اگر امام نماز خوف پڑھائے گا تو دونوں صفیں اپنی دو دو رکعتیں الگ ادا کریں گی۔ اگر امام چار صفیں بنا کر مذکورہ طریقے پر نماز پڑھائے گا تو تیسری اور چوتھی صف کی نماز باطل ہوگی۔ آیا پہلی اور دوسری صف کی نماز بھی باطل ہوگی؟ بعض کے نزدیک یہ بھی باطل ہوگی جب کہ بعض کے نزدیک صحیح ہوگی۔ مذکورہ صورتوں کا جواز اس وقت ہے جب دشمن قبلے کے پیچھے یا دائیں بائیں ہو' اگر دشمن قبلہ رخ ہو اور دونوں لشکر ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں اور یہ خیال بھی نہ ہو کہ ان کے آدمی پیچھے چھپیں ہوئے ہیں تو اس صورت میں بھی نماز خوف جائز ہے لہٰذا امام قلت و کثرت کے مطابق اپنے نوجوانوں کی دو یا تین صفیں بنا لے اور سب امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جائیں۔ جب امام پہلی رکعت کے لیے سجدہ ریز ہو تو امام کے متصل صف کے علاوہ تمام لوگ سجدے میں چلے جائیں اور یہ صف ان سب کی حفاظت کرے حتیٰ کہ سب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ اب پہلی صف اپنے دونوں سجدے مکمل کر کے امام کے ساتھ شامل ہو جائے کیونکہ امام بھی قیام میں ان کا انتظار کرے گا۔ جب امام دوسری رکعت کے سجدے میں جائے تو اب وہ صف کھڑی رہے گی جس نے پہلے امام کے ساتھ سجدہ کیا تھا حتیٰ کہ امام تشہد میں بیٹھ جائے گا۔ پھر کھڑی رہنے والی صف اپنے سجدے پورے کر کے تشہد میں امام کے ساتھ سلام پھیر

[۱۵۸۶] بخاری (۹۴۴) مسلم (۱۹۴۲) احمد ۱/ ۲۳۲

دے۔ نبیؐ سے ''عسفان'' پر اس طرح نماز پڑھنا ثابت ہے۔ اگر دوسری رکعت میں پہلی صف پیچھے اور پچھلی صف آگے آ جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

اگر سخت گھمسان کا معرکہ ہو تو جس طرح ممکن ہو جماعت سے' تنہا' پیدل یا سوار' قبلہ رخ ہو یا نہ ہو' اشاروں سے یا اعضاء سے' جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لی جائے...... کیا نیت باندھتے وقت قبلہ رخ ہونا ضروری ہے؟ اس بارے میں دو طرح کا فتویٰ موجود ہے اگر حالت نماز میں امن قائم ہو جائے اور دشمن بھاگ جائے تو حسب سابق نماز کو جاری رکھا جائے اور سوار سواریوں سے نیچے اتر آئیں۔ اگر حالت امن میں نماز شروع کی گئی پھر جنگ بھڑک اٹھی تو سوار ہو کر نماز خوف پوری کی جائے اگرچہ مار دھاڑ' نیزہ زنی اور بھاگنے دوڑنے کی نوبت آ جائے۔ نماز خوف ہر دشمن کے خوف کے وقت جائز ہے خواہ وہ دشمن درندے' سیلاب' ڈاکو وغیرہ ہوں۔ اسی طرح جب دشمن کے حملے کا خطرہ لاحق ہو یا اس کی شکست قریب ہو تو دونوں صورتوں میں نماز خوف جائز ہے۔

نماز قصر: ❁ ❁ جب مسافر اپنے شہر کے گھروں اور قوم کے خیموں سے آگے نکل جائے تو اس کے لیے چار رکعت والی نماز میں دو رکعت ادا کرنا درست ہے بشرطیکہ سفر لمبا ہو یعنی ہاشمی میل کے مطابق اڑتالیس میل یا چار برید یا سولہ فرسخ ہو۔ اتنی مسافت میں آتے جاتے نماز جائز ہے۔[۱۵۸۷] اگر کسی شہر میں پہنچنے کے بعد بائیس نمازوں تک قیام کا ارادہ ہو تو اس کا حکم مقیم کا ہے لہٰذا وہ پوری نماز پڑھے گا۔ اگر اکیس نمازوں تک قیام کا ارادہ ہے تو قصر کی گنجائش اور عدم قصر دونوں طرح مروی ہے۔ اگر اکیس نمازوں سے کم کی نیت ہو تو قصد کرے۔ اگر کسی آبادی میں ٹھہر جائے مگر روانگی کی حتمی نیت نہ کر سکے بلکہ تردد میں رہے تو وہ قصر کرتا رہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی اکرمؐ مکہ میں اٹھارہ یا پندرہ دن رہے اور قصر کرتے رہے۔ عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ میں فتح مکہ کے دن نبیؐ کے ساتھ تھا' آپ دو رکعت پڑھ کر فرماتے: شہر والو! تم چار رکعت پڑھو کیونکہ ہم مسافر ہیں۔ نبیؐ نے تبوک میں بیس دن قیام کیا مگر قصر کرتے رہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ کچھ صحابہؓ ''رام ہرمز'' میں سات ماہ ٹھہرے رہے اور قصر کرتے رہے۔ ابن عمرؓ ''آذربائیجان'' میں چھ ماہ ٹھہرے رہے اور قصر کرتے رہے۔ اگر کسی نے حالت اقامت میں نماز کی نیت باندھی پھر نماز میں ہی مسافر ہو گیا مثلاً اپنی سواری پر شہر کے اندر سوار تھا پھر ملاح نے کشتی چلا دی اور وہ نماز میں ہی حدود شہر سے باہر نکل گیا تو اسے پوری نماز پڑھنا ہو گی۔ اسی طرح اگر حالت سفر میں نماز کی نیت کی مگر سواری وغیرہ حالت نماز میں شہر پہنچ گئی یا مسافر نے مقیم کی اقتداء کر لی یا اس امام کی جس کے مقیم یا مسافر ہونے کا علم نہیں تھا یا نماز کے آغاز میں قصر کی نیت نہ کی تو ان تمام صورتوں میں نماز پوری پڑھے گا۔

اگر کوئی نماز میں قضا کرے تو اس کے لیے قصر جائز نہیں کیونکہ فوت شدہ نماز اس کے ذمہ کامل طور پر فرض ہوئی تھی اور سفر بالخصوص ادا میں مؤثر ہے قضا میں نہیں۔ اگر قصر کی نیت باندھی پھر ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تو پوری نماز پڑھے اسی طرح حالتِ اقامت میں سفر کی نیت کرنے کے باوجود پوری نماز ادا کرے۔ ہر وہ سفر جو گناہ' لہو ولعب یا تفریح کے لیے کیا جائے وہ نماز کو قصر

۱۵۸۷ اس سے کم مسافت پر بھی قصر نماز پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ نبیؐ جب ۹ میل کی مسافت پر نکلتے تو نماز قصر کرتے تھے۔ مسلم (۱۵۸۳)

نہیں کرتا کیونکہ یہ رخصت اس وقت ہے جب سفر عبادت واجبہ یعنی حج' جہاد وغیرہ کے لیے کیا جائے یا مباح عبادت کے لیے کیا جائے مثلاً تجارت یا قرض وغیرہ کے لیے' اگر ہم گناہ والے سفر کے لیے قصر کی اجازت دیں تو ہم بھی اس گناہ میں معاون ہوں گے لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم گناہوں پر اعانت نہ کریں بلکہ گناہوں کا خاتمہ کریں۔

امام احمد کے نزدیک حالت سفر میں قصر کامل نماز سے افضل ہے البتہ کامل نماز بھی جائز ہے۔ البتہ ہر مسئلے میں اپنی طاقت کو بالائے طاق رکھ کر اللہ کی رخصتوں پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اگر کوئی شخص حالت سفر میں مکمل نماز یا روزے سے فخر و تکبر کا اظہار نہ کرے بلکہ اس طرح اپنے نفس کی تذلیل کر رہا ہو تو اسے کہہ دیا جائے کہ قصر اور روزہ نہ رکھنا ہی افضل ہے۔ ان کی فضیلت اس لیے مسلم ہے کہ جب نبی اکرمؐ سے پوچھا گیا کہ ہم امن کی حالت میں کیسے قصر کر سکتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: یہ اللہ کا صدقہ ہے جو اس نے اپنے بندوں پر کیا ہے لہٰذا اس کے صدقے کو قبول کرو۔[۱۵۸۸] نیز فرمایا: اللہ کی رخصتوں کو قبول کرنا اللہ کو اس طرح محبوب ہے۔ جس طرح اس کے واجبات کو ادا کرنا اسے محبوب ہے۔[۱۵۸۹] اس لیے وہ لوگ قابل تعجب ہیں جو سفر میں قصر نہیں کرتے بلکہ روزے رکھتے ہیں اور اللہ کی رخصتوں کو نظر انداز کرتے ہیں حالانکہ وہ کبیرہ گناہوں کے ارتکاب بھی کرتے ہیں' حرام کھاتے ہیں' شراب پیتے ہیں' ریشم پہنتے ہیں' بدکاریاں اور لونڈے بازیاں کرتے ہیں' بنیادی ارکان میں گمراہ عقیدہ رکھتے ہیں اور شرک و بدعات میں مبتلا ہیں۔

دو نمازیں جمع کرنا: ❁ سفر میں دو نمازیں اکٹھی پڑھنا جائز ہے یعنی ظہر کو عصر اور مغرب کو عشاء کے ساتھ' بشرطیکہ سفر کم از کم اڑتالیس میل ہو جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں اس سے کم سفر میں قصر جائز نہیں۔ نمازی کو اختیار ہے چاہے جمع تقدیم کرے یا جمع تاخیر۔ پہلی نماز کے وقت ہی دوسری بھی پڑھ لینا جمع تقدیم ہے اور پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا جمع تاخیر ہے اور یہی مستحب ہے۔ اگر جمع تقدیم کرنا چاہے تو پہلے پہلی نماز ادا کرے اور ادائیگی سے پہلے دونوں نمازوں کے جمع کرنے کی نیت کر لے۔ دونوں نمازوں کے درمیان وضو اور تکبیر کے برابر وقفہ رکھے اس سے زیادہ درست نہیں۔ اگر دونوں نمازوں کے درمیان سنتیں پڑھی جائیں تو ایک روایت کے مطابق جمع باطل ہوگی دوسری کے مطابق جائز ہوگی البتہ بہتر یہی ہے کہ دونوں فرائض کی ادائیگی کے بعد سنتیں پڑھے اور درمیان میں کسی اور نماز کا فاصلہ نہ کرے۔

اگر جمع تاخیر کرنا چاہے تو پہلی نماز کے وقت نیت کافی ہے اور دونوں کے لیے از سر نو نیت کی ضرورت نہیں اس لیے کہ پہلی نماز کو اسی لیے لیٹ کیا ہے کہ دوسری کے ساتھ ملایا جائے۔ پہلی نماز کے اول وقت یا آخر وقت جب چاہے نیت کر لے جب کہ ادائیگی نماز کا وقت باقی ہو۔ اگر جمع کی نیت کے بغیر پہلی نماز کا وقت نکل گیا تو جمع جائز نہیں۔ جب دوسری نماز کے وقت دو نمازیں جمع کی جائیں تو پہلے اول نماز پڑھی جائے پھر دوسری نماز جس طرح جمع تقدیم میں کیا جاتا ہے۔

۱۵۸۸ مسلم (۱۵۷۳) ابوداؤد (۱۱۹۹) ترمذی (۳۰۳۴)

۱۵۸۹ احمد ۲/ ۱۰۸۔ الصحیحۃ (۱۹۴)

کیا جمع کرنے کے لیے شرط ہے کہ دونوں نمازوں کے درمیان سنتوں سے وقفہ نہ کیا جائے؟ اس مسئلے میں ہمارے علماء کے نزدیک دو روایتیں ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک جمع اور قصر میں نیت کی ضرورت نہیں یہ قول ابوبکر کا ہے۔ بارش کی وجہ سے دو نمازیں جمع کرنا جائز ہے مگر یہ جمع مغرب و عشاء کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ ظہر و عصر کے لیے جواز اور عدم جواز دو طرح مروی ہے۔ راستے میں کیچڑ وغیرہ ہو اگرچہ بارش نہ ہوئی ہو تو پھر بھی جمع جائز ہے۔

اگر بوقت بارش پہلی نماز کے وقت ہی دونوں اکٹھی کرنا چاہے تو پہلی نماز کے وقت بارش کا عذر مدنظر رکھا جائے گا اس لیے پہلی نماز کے بعد اور دوسری سے پہلے بارش کا وجود ضروری ہے۔

اگر دوسری نماز میں جمع کی جائے تو یہ جائز ہے خواہ بارش ہو یا رک جائے کیونکہ پہلی نماز میں تاخیر کی وجہ بارش تھی اب اس کے وقت گذر جانے کی وجہ سے بارش رک جانا غیر مؤثر ہوگا۔ جمع کی اجازت اس لیے ہے کہ لوگ مشقت سے' بھیگنے اور ٹھٹھرنے سے محفوظ رہیں۔ نبیؐ کا فرمان ہے: جب جوتے بھیگ جائیں تو اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔ بخاری و مسلم میں بھی اس طرح کی روایت موجود ہے۔[۱۵۹۰] جمع کے مسئلے میں ہمارے نزدیک بیمار اور مسافر کا یہی حکم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا اکٹھا ذکر فرمایا[جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے تعداد پوری کر لے][۱۵۹۱] چونکہ تخفیف کی علت مشقت اور عاجزی ہے جو بیمار میں زیادہ پائی جاتی ہے کیونکہ مسافر تو بسا اوقات تیز رفتار سواری پر مزے اڑاتا ہے اور مال و دولت اور امارت کی وجہ سے اسے وطن کی بنسبت سفر میں زیادہ آرام مل جاتا ہے لیکن پھر بھی اس کے لیے رخصت مباح ہے جب کہ بیمار اس کے برعکس ہوتا ہے لہٰذا وہ رخصتوں کا زیادہ حق دار ہے۔

نماز جنازہ: ❀ ❀ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ ہمارے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جسے مردہ وصیت کر گیا ہو اس کے بعد حاکم وقت کا حق ہے پھر قریبی عزیز پھر اس کے بعد والا عزیز زیادہ حق دار ہے۔ نماز جنازہ میں امام مرد کے سینے کے بالمقابل اور عورت کے درمیان کھڑا ہو۔ اگر کئی جنازے مشترک ہوں تو سینے کے بالمقابل کھڑا ہو۔ اگر کئی قسم کے جنازے ہوں تو امام کے قریب کھڑے ہونے والے کو مقدم رکھا جائے مثلاً مردوں' عورتوں' غلاموں' ہیجڑوں اور بچوں کے جنازے ہوں تو امام اپنے متصل مردوں کو رکھے' پھر غلاموں کو پھر بچوں کو پھر ہیجڑوں اور پھر عورتوں کو رکھے۔ امام احمد کے نزدیک بچوں کو غلاموں پر مقدم کر کے بقیہ ترتیب کے مطابق رکھا جائے۔ پھر ہر قسم میں سے اسے مقدم رکھا جائے جو علم' قرآن اور تقوے میں افضل ہو۔ کہا جاتا ہے کہ اگر عورت اور مرد کا جنازہ ہو تو عورت کے وسط کو مرد کے سینے کے بالمقابل رکھا جائے۔ جب امام نماز کے لیے کھڑا ہو تو دائیں بائیں دیکھ لے اگر صفیں سیدھی نہ ہوں تو انہیں سیدھا کرائے جس طرح دوسری نمازوں میں کرائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کرے' گناہوں سے توبہ کرے' اپنی موت اور آخرت کو یاد کرے اور یقین رکھے کہ موت

۱۵۹۰ بخاری (۶۲۸) مسلم (۱۶۰۴) احمد ۴/ ۳۴۶

۱۵۹۱ البقرۃ-۱۸۴

لازمی امر ہے جس سے میں بھی مستثنیٰ نہیں۔ اپنے دل کو حاضر رکھے' اعضا کو اللہ کے حضور میطع کر دے تا کہ دعا قبول ہو۔ پھر نماز جنازہ کی نیت کرے کہ میں اس میت پر نماز جنازہ بطور فرض کفایہ ادا کر رہا ہوں مرد یا عورت کے نام لینے کی ضرورت نہیں۔ جنازے میں چار تکبیریں ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد سورت فاتحہ پڑھے جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جنازے میں فاتحہ پڑھیں۔[۱۵۹۲] پھر تکبیر کہہ کر نبیؐ پر درود بھیجے جس طرح تشہد میں بھیجا جاتا ہے۔ کیونکہ مجاہد کا بیان ہے کہ میں نے اٹھارہ سے زیادہ صحابہ سے نماز جنازہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ تکبیر کہہ کر فاتحہ پڑھو پھر تکبیر کے بعد درود ابراہیمی پڑھو پھر تکبیر کہہ کر میت کے لیے دعا مغفرت مانگو اور اس کے علاوہ بھی جو دعا اچھی طرح یاد ہو اسے اپنے لیے' والدین کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی مانگو۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل دعائیں مستحب ہے۔

''یا اللہ! ہمارے زندہ افراد کو' مردہ کو' چھوٹوں اور بڑوں کو' موجود اور غائب کو' مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔ یا اللہ! ہم میں سے جسے تو زندگی بخشے اسلام پر زندگی بخش اور سے تو موت دے اسے اسلام پر موت دے بے شک ہمارے لوٹنے کی جگہ کا علم آپ کے پاس ہے اور آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔'' نیز ''یا اللہ! یہ تیرا بندہ ہے تیرے بندے کا بیٹا ہے جو تیرے پاس آ رہا ہے اور تو بہترین میزبان ہے۔ ہم اس کے بارے میں اچھے خیالات رکھتے ہیں۔ یا اللہ! اگر یہ نیک ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ فرما' اگر برا ہے تو اس کی برائیوں سے درگزر فرما۔ یا اللہ! ہم تیرے حضور اس کے لیے سفارشی بن کر آئے ہیں تو ہماری سفارش اس کے لیے قبول فرما' اسے عذاب قبر اور عذاب جہنم سے بچا لے اور اسے معاف فرما دے۔ اسے معزز ٹھکانہ عطا فرما' اسے اس کے گھر کے بدلے اچھا گھر اور ہمسائے کے بدلے اچھا ہمسایہ عطا فرما اور یہی معاملہ تو ہمارے ساتھ اور تمام مسلمانوں کے ساتھ فرما۔ یا اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہمیں فتنے میں مبتلا نہ فرما۔[۱۵۹۳] چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے: اے اللہ! ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائیاں نصیب فرما اور آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔ بعض اہل علم کے نزدیک چوتھی تکبیر کے بعد قدرے توقف کر کے بلا دعا سلام پھیر دے۔ سلام صرف دائیں جانب پھیرے یا دونوں جانب پھیر دے جیسا کہ امام شافعی کا خیال ہے مگر امام احمد کے نزدیک صرف ایک سلام ہی مستحب ہے۔ آپ کا کہنا ہے کہ چھ صحابہ سے ایک طرف سلام پھیرنا مروی ہے جن میں حضرت علیؓ، عثمانؓ، ابن عباسؓ، ابن ابی اوفی' ابو ہریرہؓ اور واثلہ بن اسقع شامل ہیں علاوہ ازیں نبیؐ سے بھی منقول ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ نماز جنازہ پڑھائی اور ایک طرف سلام پھیرا۔

۱۵۹۲ ابن ماجہ (۱۴۹۶) اگرچہ اس روایت میں شہر بن حوشب راوی پر کلام ہے تاہم دوسری صحیح روایات سے فاتحہ پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ ابوامامہ بن سہلؓ سے مروی ہے کہ نماز جنازہ میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے تکبیر کہی جائے پھر فاتحہ پڑھی جائے پھر نبیؐ پر درود پھر میت کے لیے دعا کی جائے پھر سلام پھیرا جائے۔ مصنف عبدالرزاق ۳/ ۴۸۹ (۶۴۲۸) اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھی اور فرمایا: میں نے ایسا اس لیے کیا ہے تا کہ تم جان لو کہ یہ (فاتحہ پڑھنا) سنت ہے۔ بخاری (۱۳۳۵)

۱۵۹۳ ابوداؤد (۳۲۰۱) ترمذی (۱۰۲۴) ابن ماجہ (۱۴۹۸)

اگر مذکورہ دعاؤں کے علاوہ کوئی دعا پڑھنا چاہے تو جائز ہے مثلاً یہ دعا پڑھ لے۔ ''تمام تعریفیں اس رب کے لیے ہیں جو زندگی موت کا مالک ہے' اسی کے لیے تمام عظمتیں ہیں جو مردوں کو زندگی دیتا ہے' اسی کے لیے کبریائی ہے' اسی کے لیے ملک و قدرت ہے' اسی کے لیے حمد وثنا ہے اور وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ یا اللہ! محمدؐ اور ان کی آل پر رحمتیں اور سلامتیاں نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل فرمائیں۔ بلاشبہ تو قابل تعریف ہے' تو بزرگی والا ہے۔ یا اللہ! یہ تیرا بندہ ہے' تیرے بندے کا بیٹا ہے' تیری باندی کا بیٹا ہے' تو اس کا خالق و رازق ہے' تو نے اسے موت دی تو ہی اسے زندہ کرے گا' تو ہی اس کے راز و نیاز سے آگاہ ہے' ہم تیرے پاس اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں لہٰذا اس کے متعلق ہماری سفارش قبول فرما۔ الٰہی! ہم اس کے لیے تیری رحمت کا سوال کرتے ہیں بے شک تو وعدہ پورا کرنے والا اور ذمہ ادا کرنے والا ہے۔ الٰہی! اسے عذاب قبر سے جہنم کے فتنے سے بچا کر اسے بخش دے' اس پر رحم و کرم فرما' اس کے گناہ معاف فرما' اس کا ٹھکانہ عزت والا بنا' اس کی قبر کشادہ فرما' اسے برف کے پانی سے نہلا' اسے گناہوں سے صاف فرما جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اسے اس کے گھر سے عمدہ گھر عطا فرما' اس کے جوڑے سے عمدہ جوڑا عطا فرما' اس کے اہل سے اچھا اہل عطا فرما' اسے جنت میں داخل فرما اور جہنم سے محفوظ فرما۔ الٰہی! اگر یہ نیک ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ فرما' اگر یہ برا ہے تو اس کی برائیاں معاف فرما۔ یا اللہ! یہ تیرے پاس آ رہا ہے اور تو بہترین میزبان ہے' یہ تیری رحمت کا محتاج ہے تو اسے عذاب دینے سے بے نیاز ہے' یا اللہ! منکر نکیر کے سوالات کے وقت اسے درست جواب دینے کی توفیق عطا فرما' اسے عذاب قبر سے بچا جس کی یہ طاقت نہیں رکھتا۔ یا اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہمیں فتنے سے بچا لے۔ اگر عورت کا جنازہ ہو تو یہ کہے: یا اللہ! یہ تیری باندی ہے' تیری باندی کی بیٹی ہے پھر سابقہ دعا پوری کرے۔ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک نماز جنازہ کے لائق وہی شخص ہے جسے وصیت کی گئی ہو پھر حاکم پھر قریب ترین رشتہ دار یعنی باپ دادا وغیرہ پھر بیٹا پوتا وغیرہ پھر بھائی بھتیجے وغیرہ پھر چچا زاد بھائی' کیا شوہر اولاد پر مقدم کیا جا سکتا ہے اس میں دونوں طرح فتویٰ موجود ہے۔ صحابہ کرام باہم نماز جنازہ کی وصیت کیا کرتے تھے جیسا کہ ابوبکرؓ نے عمرؓ کے لیے وصیت کر دی تھی اور عمرؓ نے اپنی نماز جنازہ کے لیے صہیب رومی کو وصیت کی حالانکہ آپ کے بیٹے عبداللہ موجود تھے۔ ابوشریح نے زید بن ارقم کو' ابومیسرہ نے قاضی شریح کو' حضرت عائشہؓ نے ابوہریرہؓ کو' ام سلمہ نے ابوسعید کو نماز جنازہ کی وصیتیں فرمائی۔

اگر بچے کا جنازہ ہو تو اس طرح پڑھے: یا اللہ! یہ تیرا بندہ ہے' تیرے بندے کا بیٹا ہے' تیری باندی کا بیٹا ہے تو اس کا خالق اور رازق ہے' تو نے اسے موت دی' تو ہی اسے زندہ کرے گا' یا اللہ! اسے والدین کے لیے استقبال کرنے والا بنا' آخرت کا ذخیرہ بنا' باعث اجر بنا' اس کی وجہ سے والدین کے اعمال وزنی فرما' ان کے اجر کو عظیم بنا' ہمیں اور اس کے والدین کو اس کے اجر سے محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہم سب کو فتنے سے محفوظ فرما' یا اللہ! اسے ابراہیمؑ کی نگرانی میں سلف صالحین میں شامل فرما۔ اس کے گھر سے بہتر اسے گھر عطا فرما' اس کے اہل سے بہتر اہل عطا فرما' اسے جہنم سے محفوظ فرما۔ یا اللہ ہمارے بچوں کو جو

ہمارے لیے استقبال کرنے والے اور اجر کا باعث بننے والے ہیں' کو بخش دے اور جو ہم سے پہلے حالت ایمان میں فوت ہوئے انہیں بھی بخش دے۔ یا اللہ! جسے تو زندہ رکھے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے تو موت دے اسے اسلام پر موت دے' مومن مرد و زن خواہ زندہ ہیں یا مردہ' انہیں بخش دے۔'' ساقط بچے کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے گی بشرطیکہ اس کی انسانی شکل کا ظہور ہو چکا ہو اگر وہ صرف گوشت کا لوتھڑا ہو تو اسے بلا غسل و نماز دفنا دیا جائے۔ بچے کو مرد یا عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں کیونکہ نبیؐ کے بیٹے ابراہیم جو آٹھ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے' انہیں عورتوں نے غسل دیا تھا۔

میت کے احکام: ❁ ❁ ہر ذی عقل کو اپنی موت یاد رکھنی چاہیے اور اسے چاہیے کہ ہر لمحہ موت کا منتظر ہو کر توبہ کرتا رہے' اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ اگر کسی کا قرض ادا کرنا ہے تو فوراً ادائیگی کرے۔ وصیت نامہ لکھ کر اپنے پاس محفوظ رکھے۔ اس یقینی امر سے غافل نہ رہے جو ہر ذی روح پر جاری ہوتا ہے کیونکہ موت کا اچانک حملہ آور ہو کر بندے کی زندگی کا خاتمہ کر دینا ضروری امر ہے۔ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: لذتوں کو کاٹ دینے والی ''موت'' کو بکثرت یاد رکھو۔[1594] جب تم حالت امیری میں اسے یاد کرو گے تو تمہیں اپنا مال ہیچ معلوم ہوگا' اگر غربت میں یاد کرو گے تو غریبی کے صدمے سے جان چھوٹ جائے گی۔ نبی اکرمؐ نے پوچھا: سب سے ہوشیار کون ہے؟ پھر خود ہی فرمایا جو ہر وقت موت کو یاد رکھے اور اس کے لیے تیار رہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ اس کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا: دھوکہ دینے والے گھر (دنیا) سے کنارہ کش ہو کر ہمیشگی کے گھر کی طرف میلان رکھنا۔[1595] لقمان حکیم نے بیٹے کو وصیت کی کہ توبہ کو کل تک مؤخر نہ کر کیونکہ یہ اچانک آ جانے والی ہے۔ حدیث نبویؐ ہے۔ مال دار کو بلا وصیت دو راتیں بھی گزارنا جائز نہیں۔[1596] دوسری حدیث ہے: ''لوگو! اپنے نفسوں کا محاسبہ ہونے سے پہلے خود ہی محاسبہ کر لو اور اپنا وزن ہونے سے پہلے خود ہی وزن کر لو۔'' ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: اپنی دنیا کے اس خیال کے ساتھ عمل کرو کہ تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور آخرت کے لیے یہ خیال رکھ کر عمل کرو کہ تمہیں کل ہی مر جانا ہے۔[1597] ہر عقل مند کو موت سے پہلے پہلے اپنے نفس کو بچانے کے لیے حقوق واجبہ سے عہدہ برا ہو جانا چاہیے۔ گناہوں سے فی الفور توبہ کر لے' قرضے ادا کر دے یا معاف کرا لے ورنہ مشکل میں پھنس جائے گا' قبر میں باز پرس ہوگی اور وہ عذاب سے دوچار ہوگا حتی کہ اس کے قوی منقطع' حیلے باطل اور حواس باختہ ہو جائیں گے' اس کے عزیز و اقارب سب چھوڑ دیں گے' اس کے ترکے پر دشمن اور اہل و عیال قابض ہو جائیں گے۔ اس لیے حقوق واجبہ سے بچاؤ کی صورت یہی ہے کہ دنیا میں ان کی تلافی کر لی جائے اور اللہ سے گریہ زاری کر کے توبہ مانگ لی جائے یقیناً وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے اور وہ اہل حقوق کو اپنی مشیت سے بدلے دے گا۔

۱۵۹۴ ترمذی (۲۳۰۷) ابن ماجہ (۴۲۵۸) احمد ۲/۲۹۳

۱۵۹۵ الاتحاف ۹/۳۲۷ - الدر المنثور ۳/۴۴

۱۵۹۶ بخاری ۴/۲ - واضح رہے کہ وراثت کے احکام سے متعلقہ آیات کے نزول کے بعد اس وصیت کے حکم کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔

۱۵۹۷ الضعیفہ ۲/۲۲۶

سمرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی اکرمؐ کے ساتھ کسی جنازے میں شریک تھے کہ آپؐ نے نماز جنازہ سے فارغ ہو کر فرمایا: کیا یہاں آل فلاں سے کوئی حاضر ہے؟ ایک شخص نے کہا' جی ہاں آپؐ نے فرمایا' فلاں شخص قرض دار ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر اس کے گھر والے سب قرض ادا کرنے لگے حتی کہ کوئی قرض خواہ باقی نہ رہا۔ ایک روایت کے لفظ ہیں کہ فلاں شخص قرض کی وجہ سے جنت کے دروازے پر روک لیا گیا ہے۔[۱۵۹۸]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ صفہ والوں میں سے ایک شخص فوت ہوا جس کے متعلق بتایا گیا کہ اس نے ایک دینار اور ایک درہم چھوڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ آگ کے دو داغ ہیں تم لوگ اس کی نماز پڑھ لو۔ چونکہ اس پر قرض تھا۔[۱۵۹۹] حدیث نبویؐ: ایک مرتبہ آپؐ ایک انصاری کے جنازے میں شریک ہوئے پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ مقروض ہے۔ آپؐ بلا نماز واپس ہونے لگے تو حضرت علیؓ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! میں اس کا ضامن بنتا ہوں۔ پھر آپ نے اس کی نماز پڑھائی اور فرمایا' علی! اللہ تمہاری گردن آگ سے چھڑا دے جس طرح تم نے اپنے بھائی کی گردن چھڑائی ہے۔[۱۶۰۰] حدیث نبویؐ: روز قیامت اہل حقوق کو ان کے حقوق دلوائے جائیں گے حتی کہ بلا سینگ والی بکری کا حق سینگ والی بکری سے دلوایا جائے گا۔[۱۶۰۱] حدیث نبویؐ: ظلم سے بچ جاؤ کیونکہ ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے' فحاشی سے بچو کیونکہ اللہ اسے ناپسند کرتا ہے۔ بخل سے بچو اسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا' اسی نے قطع رحمی پر ابھارا تو لوگوں نے قطع رحمی کی اور اسی نے لوگوں کو ظلم کرنے کی ترغیب دی۔[۱۶۰۲]

بیمار پرسی: ❀ ❀ بیمار پرسی مستحب عمل ہے۔ عیادت کرنے والے کو مریض کی حالت دیکھنی چاہیے اگر تو قریب الصحت ہے تو واپس چلا جائے اگر قریب الموت ہے تو اسے توبہ اور غیر وارثوں کے لیے ثلث مال کی وصیت کی ترغیب دلائے۔ اگر غیر وارث رشتہ دار مال دار ہیں تو پھر ثلث مال کی وصیت کے مستحق فقراء' مساکین' علماء' فضلاء' دیندار اور ظاہری اسباب رزق سے منقطع لوگ ہیں۔

جن کی تقدیر نے ان کے اسباب رزق منقطع کر دیئے ہیں اور عبادت بھی اس میں معاون ہو چکی ہے۔ انہوں نے اسباب کو ارباب سمجھ کر ترک کر دیا ہے۔ انہیں یہ برداشت نہیں کہ ان کے رزق میں غیر اللہ شریک ہوں۔ انہوں نے لوگوں سے امیدیں کاٹ کر اللہ پر بھروسہ کر لیا ہے۔ کیونکہ یہ ان کی توحید کا خاصہ ہے اور ان کے طیب مال دنیاوی حقوق اور اخروی عذاب

۱۵۹۸ احمد ۵/۲۰
۱۵۹۹ احمد ۱/۱۳۷-المجمع ۳/۲۵
۱۶۰۰ ابن عساکر ۶/۲۶
۱۶۰۱ مسلم (۶۵۸۰)
۱۶۰۲ احمد ۲/۱۰۶-الی ۱۱-دارمی ۲/۲۴۰

سے پاک ہوتے ہیں۔ وہ لوگ بھی خوش نصیب ہیں جو انہیں ہدیئے عنایت کرتے ہیں' ان سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کرتے ہیں' کبھی ان کی خدمت کر دیتے ہیں کبھی دعاؤں پر اکتفاء کرتے ہیں یا پھر ان کے لیے اچھے خیالات کا اظہار کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ اس لیے خوش قسمت ہیں کہ ان کے مخدوم اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ بادشاہ کے پاس صرف خواص کا عمل دخل ہوتا ہے اور اس کے تحائف بھی حاشیہ برداروں اور خادموں کے توسط سے پہنچتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان نیک مقرب اولیاء اللہ کی خدمت کریں تو عین ممکن ہے کہ یہی اولیاء ان لوگوں کو شہنشاہ اعظم کے حضور پہنچا دیں اور تمہاری خدمت نوازی کا اللہ کے حضور اظہار کریں تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس خدمت کے عوض اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے نواز دے۔

جب کسی پر موت کے آثار ظاہر ہوں تو اس کے گھر والوں کو چاہیے کہ کسی نیک' ولی اللہ کو اس کے ساتھ بٹھا دیں تاکہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرے' اللہ کی اطاعت کی رغبت دلائے' احتیاطاً اس کا حلق تر رکھے' پانی یا شربت کے قطرے ٹپکاتا رہے اور اس کے ہونٹوں پر تر روئی لگائے۔

اس سے تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھوائے' اس سے زیادہ نہیں کہ کہیں وہ اکتا کر انکار نہ کر دے اور اسی حالت میں اس کی روح پرواز کر جائے۔ اگر کلمہ پڑھنے کے بعد مرنے والا کوئی دیگر کلمات کہے تو اسے دوبارہ کلمہ پڑھا دیا جائے تاکہ اس کا آخری کلام کلمہ ہی رہے۔ حدیث نبویؐ ہے کہ جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوا وہ جنتی ہے۔[۱۶۰۳] مرنے والے کو درمیانی آواز کے ساتھ محبت بھرے لہجے میں کلمہ اور سورۃ یسین پڑھائی جائے تاکہ اس کی روح آسانی پرواز کر سکے۔ جب روح نکل جائے تو میت کا منہ قبلے کی طرف کر دیا جائے یعنی اگر اسے پشت کے بل اس طرح لٹایا جائے کہ پاؤں قبلہ رخ رہیں تو اس کا منہ قبلہ رخ رہے گا۔ اس صورت میں اگر اسے بٹھا بھی دیا جائے تو اس کا منہ قبلہ رخ ہوگا۔ پھر فوراً اس کی آنکھیں بند کر دی جائیں جیسا کہ شداد بن اوسؓ کا بیان ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: اگر تم کسی میت کے پاس ہو تو اس کی آنکھیں بند کر دو کیونکہ نگاہ روح کی پرواز کو دیکھتی ہے۔ اس وقت منہ سے اچھے کلمات نکالو کیونکہ ان کلمات پر آمین کہی جاتی ہے' پھر میت کا منہ باندھ دو[۱۶۰۴] کیونکہ عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا کہ تم میرے پاس رہنا اور روح نکلنے کے بعد اپنا دایاں ہاتھ میری پیشانی پر اور بایاں ہاتھ میری تھوڑی کے نیچے رکھ کر باندھ دینا اور میری آنکھیں بند کر دینا۔ پھر میت کے اعضاء کو درست کر دیا جائے۔

دونوں ہاتھ پھیلا کر جسم سے ملا دیئے جائیں' پاؤں سیدھے پھیلا دیئے جائیں' کپڑے اتار کر ایک ہی بڑی چادر سے سر سے پاؤں تک ڈھانپ دیا جائے کیونکہ موت کی وجہ سے اس کے جسم کا سارا حصہ قابل پردہ ہے جسے چھپانے کا حکم ہے اس لیے اسے کفن سے چھپانا ضروری ہے۔ پیٹ پر آئینہ یا تلوار وغیرہ کو رکھ دیا جائے کیونکہ مرنے کے بعد پیٹ پھولنے لگتا ہے۔ پھر

۱۶۰۳ احمد ۵/۲۳۳ - ابوداؤد (۳۱۱۶) صحیح احادیث کے مطابق قریب المرگ کو کلمہ شہادت پڑھانا ثابت ہے البتہ سورت یسین پڑھانے کے متعلق کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔

۱۶۰۴ احمد ۴/۱۲۵ - ابن ماجہ (۴۵۵)

میت کو غسل دینے کے لیے تختے پر قبلہ رخ اس طرح لٹا دیا جائے کہ سر پاؤں کی نسبت اونچے رہیں۔ پھر فی الفور میت کا قرض ادا کیا جائے اور وصیتوں کو پورا کیا جائے تاکہ میت اپنے حقوق سے سبکدوش ہو کر رب سے ملاقات کرے۔

تجہیز و تکفین: ❁ ❁ پھر جلدی ہی میت کو غسل کے بعد کفن پہنا کر دفن کر دیا جائے البتہ اگر موت اچانک ہوئی ہے تو اتنا توقف کیا جائے کہ موت کا قطعی علم ہو جائے یعنی ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جائیں' ناک سے ریزش جاری ہونے لگے' دونوں کنپٹیاں دھنس جائیں۔ جب یہ علامتیں ظاہر ہوں تو تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے۔

غسل میت کا طریقہ: ❁ ❁ میت کو تختے پر قبلہ رخ لٹا کر پردہ کر کے ناف سے گھٹنوں تک ایک کپڑا ڈال دیا جائے جب کہ پہلے کپڑے اتار لیے گئے ہوں تاکہ غسل میں آسانی ہو۔ غسل دینے والا نگاہ نیچی رکھے اور میت کی شرمگاہ نہ دیکھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کشادہ قمیص میں غسل دینا افضل ہے' اگر قمیص تنگ ہو تو اسے حسب ضرورت کاٹ لیا جائے پھر آہستہ آہستہ میت کے جوڑوں کو ڈھیلا کیا جائے البتہ زور آزمائی سے گریز کیا جائے کیونکہ اس طرح کسی جوڑ کے ٹوٹنے کا خدشہ ہے۔

حدیث نبویؐ ہے کہ مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کے مترادف ہے۔[۱۶۰۵] پھر میت کو بیٹھنے کی حالت تک اٹھا کر اس کا پیٹ ملے اور اپنے ہاتھ پر کپڑا باندھ کر استنجاء کرائے تاکہ غسل دینے والے کا ہاتھ میت کی شرمگاہ کو براہ راست نہ چھوئے۔ کھردرے کپڑے سے نجاست زیادہ صاف ہوتی ہے۔ اسی طرح غسل دینے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ میت کے بدن کو براہ راست نہ چھوئے پھر پہلا کپڑا اتار کر نیا باندھے اور استنجاء کرائے پھر تیسری مرتبہ نئے کپڑے سے استنجاء کرائے پھر ہاتھ سے کپڑا اتار کر انہیں اچھی طرح دھولے اور میت کو بالترتیب وہی غسل کرائے جو نماز کے لیے کیا جاتا ہے یعنی وضوء کی نیت کر کے بسم اللہ پڑھے اور اپنی انگلیاں تر کر کے اس کے ہونٹوں میں داخل کر کے دانتوں کو صاف کرے' اسی طرح نتھنوں میں داخل کر کے انہیں صاف کرے' پھر منہ اور ناک پر پانی بہائے جو کلی اور ناک صاف کرنے کی مثل ہے لیکن منہ یا ناک میں پانی داخل نہ کرے' اسی طرح وضو مکمل کروا کر بیری والے پانی سے اس کا سر دھوئے پھر داڑھی دھوئے اور بالوں میں کنگھی نہ کرے' پھر میت کو بائیں کروٹ لٹا کر دائیں جانب کو پانی کے ساتھ اچھی طرح صاف کرے' پھر دائیں کرٹ لٹا کر بائیں کو اچھی طرح غسل دے' اسی طرح غسل دینے میں پہلی مرتبہ بیری والی پانی استعمال کرے اور آخر میں صاف پانی' اگر میل صاف کرنے کے لیے اشنان (بوٹی) کی اور ناخنوں نیچے کے میل کے لیے خلال کی ضرورت ہو تو ان کو استعمال میں لائے۔ خلال پر روئی لپیٹ کر ناک اور کان کے سوراخوں سے میل صاف کرے پھر حسب سابق دوبارہ وضو کرائے۔

سب سے آخر میں کافور سے غسل دے کر کپڑے سے خشک کر دیا جائے۔ غسل کم از کم تین مرتبہ اور زیادہ سے زیادہ سات مرتبہ ہے۔ اگر تین مرتبہ سے صفائی نہ ہو تو پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ غسل دیا جائے' اگر غسل کے بعد میت کی نجاست نکلے تو دوبارہ سات مرتبہ غسل دیا جائے اگر پھر بھی نجاست ختم نہ ہو تو مقعد میں روئی یا مٹی بھر دی جائے لیکن ہمارے بعض اہل علم اسے

۱۶۰۵ احمد ۶/ ۱۰۵- ابوداؤد (۳۲۰۷) ابن ماجہ (۱۶۱۶) البیہقی ۴/ ۵۸

مکروہ سمجھتے ہیں جیسا کہ امام احمد سے منقول ہے۔اسی طرح یہ بھی مروی ہے کہ تکمیل غسل کے بعد اگر نجاست نکل آئے تو اعادہ غسل کی ضرورت نہیں ہاں مقعد کو دھو کر وضو کرا دیا جائے اور کفن دے کر میت اٹھالی جائے۔بہتر یہ ہے کہ پہلا غسل بیری والے پانی سے اور باقی غسل سادہ پانی سے دیئے جائیں اور آخری غسل کافور سے دے کر جسم خشک کر دیا جائے۔

مرد کا کفن تین سفید چادریں ہیں جن میں قمیص' پائجامہ' تہبند' سلا ہوا کپڑا نہ ہو۔اگر ان کا طول یا عرض چھوٹا ہو تو ان کی سلائی جائز ہے۔تین چادریں عود اور کافور وغیرہ سے دھونی دے کر بچھا دی جائیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ قمیص' تہبند اور بڑی چادر میں کفنایا جائے اور اس کی تہہ جسم سے متصل چمٹی رہے۔قمیص کو بٹن نہ لگائے جائیں۔مرد کے لیے تین کپڑے افضل ہیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے نبیؐ کو تین سفید ''سحولی'' چادروں میں کفنایا گیا جن میں کوئی قمیص یا پگڑی نہیں تھی۔[۱۶۰۶] امام احمد نے اس حدیث کو صحیح قرار دے کر اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔پھر حنوط یا کافور روئی کے ساتھ لپیٹ کر میت کے جوڑوں کے درمیان رکھ دی جائے اور اس پر مزید ایک کپڑا باندھ دیا جائے اور باقی روئی سجدے کے سات اعضاء پر مل دی جائے' رانوں میں' بغلوں اور منہ کے سوراخوں میں' کانوں اور آنکھوں کے حلقوں میں رکھی جائے آنکھوں کے اندر نہ لگائی جائے' اگر روئی کے ہٹ جانے اور کسی شے کا اندر سے باہر آنے کا ڈر ہو تو ناک کے نتھنوں اور کانوں میں روئی مع کافور کے رکھ دی جائے اگر تمام جسم پر کافور اور صندل مل دی جائے تو بہت خوب ہے۔ابن عمرؓ میت کے سوراخ اور اعضاء وغیرہ کستوری سے بھر دیا کرتے تھے۔

میت کو کفن دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے اوپر تلے تین چادریں بچھا دی جائیں اور بڑی چادر کا بالائی سرا نصف جسم پر دائیں طرف اور نصف سرا بائیں جانب لپیٹ دیا جائے۔چادر کا زیادہ حصہ سر کی طرف رہے اسی طرح دوسری اور تیسری چادر کو لپیٹ کر سر کی طرف چادروں کا زیادہ حصہ رکھا جائے پھر سر کی طرف سے چادروں کو پگڑی کی طرح موڑ دیا جائے اس طرح پاؤں کی طرف سے۔اگر چادروں کے کھلنے کا اندیشہ ہو تو کپڑے کی کترن سے انہیں باندھ دیا جائے البتہ قبر میں دفناتے وقت انہیں کھول لیا جائے مگر خیال رہے کہ کفن نہ پھٹے۔

عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جاتا ہے یعنی تہبند' قمیص' دوپٹہ اور دو چادریں۔ان کپڑوں میں اسے اچھی طرح کفنا دیا جائے۔تہبند اتنا ہو کہ وہ عورت کا سارا بدن چھپا لے۔ہمارے بعض علماء کا خیال ہے کہ دو چادروں کی بجائے ایک کپڑا ایسا ہو جس سے میت کی دونوں رانیں باندھ دی جائیں۔میت کے بالوں کی تین مینڈیاں بنا کر پیچھے ڈال دی جائیں۔عورت اور مرد کے جنازے کو دولہا دلہن کی طرح آراستہ کیا جائے۔اگر مرد کے لیے تین یا عورت کے لیے پانچ کپڑے دستیاب نہ ہوں تو جتنے کپڑے مل جائیں اتنے ہی کافی ہیں بلکہ اضطراری صورت میں ایک کپڑا بھی کافی ہے۔حالتِ احرام میں مرنے والے کو بیری والے پانی سے غسل دیا جائے مگر اسے خوشبو نہ لگائی جائے نہ ہی اس کا سر یا پاؤں ڈھانپے جائیں اور نہ ہی اسے سلا ہوا' کپڑا

۱۶۰۶ بخاری (۱۲۷۳) مسلم (۲۱۷۹) احمد ۶/۴۰

پہنایا جائے بلکہ اس کے احرام کے دو کپڑوں میں ہی اسے دفنا دیا جائے جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہم عرفہ میں کھڑے تھے کہ ایک شخص اپنی سواری سے گرا اور کچلا گیا۔ آپؐ نے اس کے لیے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اسی کے دو (احرام والے) کپڑوں میں کفنا دو۔ اس کا سر نہ ڈھانپنا کیونکہ یہ روز قیامت تلبیہ پکارتا ہوا قبر سے اٹھے گا۔[۱۶۰۷]

حمل میں گرنے والا بچہ اگر چار ماہ سے زیادہ عمر کا ہو تو اس غسل دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اگر چہ مذکر و مؤنث کی پہچان نہ ہو اور اس کا نام بھی ایسا رکھا جائے گا جو مذکر و مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہو۔ اسے مرد یا عورت کوئی بھی غسل دے سکتا ہے جیسا کہ آنحضرتؐ کے بیٹے ابراہیم کو عورتوں نے غسل دیا جب کہ ان کی عمر آٹھ ماہ تھی۔ اس کا ذکر ام عطیہ والی حدیث میں ہے۔ مرد مرد کو اور عورت عورت کو غسل دے' اگر عورت اپنے شوہر کو غسل دے تو ہمارے علماء کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔ اسی طرح اگر شوہر اپنی بیوی کو غسل دے تو اس مسئلے میں جائز اور ناجائز دونوں طرح مروی ہے۔ اسی طرح ام ولد کے غسل کا حکم ہے۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا تھا۔

میت کا کفن' قرض اور وصیت پر مقدم ہے' اگر میت صاحب مال نہیں تو کفن کا ذمہ دار وہ شخص ہے جو اس کی کفالت کا ذمہ دار تھا' اگر کوئی کفیل عزیز بھی نہ ہو تو بیت المال اس کا ذمہ اٹھائے۔ اس طرح عورت کے کفن کا حکم ہے۔ عورت کا کفن شوہر کے ذمے واجب نہیں۔ زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ جو غسل کا ولی ہو وہی کفن دفن کا ذمہ اٹھائے۔

قبر اوسط درجہ کے قد کے برابر گہری کھودی جائے اور تین گز ایک بالشت لمبی اور ایک گز ایک بالشت چوڑی ہو جیسا کہ نبیؐ نے عمرؓ سے فرمایا تھا: عمر! اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تمہارے لیے تین ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور ایک گز ایک ہاتھ چوڑی قبر تیار کی جائے گی اور تمہارے اہل و عیال تمہیں غسل کرا کے کفن دے کر' خوشبو لگا کر اٹھا کر اس قبر میں جا اتاریں گے اور تم پر مٹی ڈال کر واپس چلے جائیں گے۔

مستحب یہ ہے کہ میت کو سرہانے کی طرف سے قبر میں اتارا جائے اگر یہ ناممکن ہو تو قبر کی کروٹ سے اتارا جائے' اگر یہ بھی ناممکن ہو تو جیسے ممکن ہو اتار لیا جائے' امام احمد سے ایک روایت اسی طرح مروی ہے۔ عورت کو عورتیں ہی دفن کریں جس طرح انہوں نے ہی اسے غسل دیا ہے ورنہ عورت کے ذوی الارحام رشتہ دار دفن کریں اگر یہ بھی مشکل ہو تو غیر محرم بوڑھے دفن کریں۔ عورت کو دفناتے وقت چاروں طرف پردہ کرنا مستحب ہے کیونکہ مرد کے علاوہ عورت پردہ نشین ہے۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کچھ مردوں کے پاس سے گذرے جو پردہ کر کے ایک مرد کو دفنا رہے تھے۔ آپ نے پردہ کھینچ کر فرمایا یہ عورتوں کے لیے کیا جاتا ہے۔ جب میت کو قبلہ رخ دفنا دیا جائے تو حاضرین میں سے ہر ایک کو تین لپ مٹی قبر پر ڈالنی چاہیے کیونکہ یہ حدیث سے ثابت ہے۔ قبر کو زمین سے ایک بالشت بلند رکھا جائے اور اس پر پانی چھڑکا کر کنکریاں جما دی جائیں' اگر مٹی کے گارے سے لیپ کر دیا جائے تو جائز ہے البتہ چونے کا لیپ مکروہ ہے۔ قبر چوڑی نہ ہو بلکہ کوہان نما ہو جیسا کہ حسنؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبیؐ

۱۶۰۷ بخاری ۳/۲۰

اور ابوبکرؓ وعمرؓ کی قبریں دیکھیں تو وہ کوہان نما تھیں۔ دفنانے کے بعد تلقین کرنا مستحب ہے جیسا کہ ابوامامہ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم میت کو قبر میں دفنا دو تو اس کے سرہانے کھڑے ہو کر کہو: اے فلاں ابن فلاں وہ سنتا ہے مگر جواب نہیں دیتا' پھر اسے کہا جائے تو وہ اٹھ بیٹھتا ہے' پھر پکارا جائے تو وہ کہتا ہے کہ اللہ تجھ پر رحم کرے تو نے مجھے صحیح راہ دکھائی ہے' لیکن تم اس کی بات نہیں سن پاتے۔ پھر اسے وہ کلمہ یاد کروائے جس پر اس نے دنیا چھوڑی تھی یعنی کلمہ شہادت اور اسی طرح یہ کلمات میں اللہ کے رب ہونے' محمدؐ کے رسول ہونے' اسلام کے دین ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر رضا مند ہوں۔ یہ سن کر منکر نکیر کہتے ہیں کہ اس کے پاس ہمارا بیٹھنا فضول ہے' اسے اس کی حجت بتا دی گئی ہے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ اگر کسی کو میت کی ماں کا نام معلوم نہ ہو؟ فرمایا' حوا کا نام لے لے۔[۱٦۰۸] دوران تلقین اس کلمے کا اضافہ بھی کر سکتا ہے۔ مسلمان کے بھائی ہونے اور کعبے کے قبلہ ہونے پر رضا مند ہوں۔ اگر مزید شعار اسلام یاد ہوں تو وہ بھی یاد کرا سکتا ہے۔

❀ ❀ ❀

۱٦۰۸ المجمع ۳/۴۵-الطبرانی ۸/۲۹۸- الطبرانی الکبیر (۸/ ۲۹۸) اس کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں۔

باب - ۸

ہفتہ کے دنوں اور راتوں کی نماز کی فضیلت

دن کی نمازوں کی فضیلت: ❁ ابو سلمہ از ابو ہریرہؓ: مجھے نبیؐ نے فرمایا کہ جب گھر سے باہر جانا ہو تو دوگانہ پڑھ کر نکلا کرو۔ یہ دوگانہ گھر سے باہر کی برائیوں سے تمہیں بچائے گا اور جب گھر واپس آ ؤ تو دوگانہ پڑھو یہ دوگانہ گھریلو برائیوں سے تمہیں بچائے گا۔[۱٦۰۹] انس بن مالکؓ: نبیؐ صبح کی نماز کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی گھر سے باوضو ہو کر مسجد میں آ کر نماز پڑھے گا اسے ہر قدم پر ایک نیکی ملے گی، ایک برائی ختم ہو گی اور ہر نیکی دس گنا بڑھائی جائے گی۔ جب نماز پڑھ کر طلوع شمس کے بعد گھر واپس لوٹے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر بال کے عوض ایک نیکی لکھ دے گا اور وہ ایک مقبول حج کے ثواب کے ساتھ واپس لوٹے گا۔ اگر وہ بیٹھا رہے پھر رکعتیں پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر جلسے کے عوض بیس لاکھ نیکیاں لکھیں گے۔ عشاء کے نمازی کا بھی یہی ثواب ہے اور وہ مزید ایک عمرے کا ثواب بھی پالے گا۔[۱٦۱۰]

عثمان بن عفانؓ میں نے نبیؐ کا یہ فرمان مبارک سنا: جس نے نماز عشاء با جماعت ادا کی اس نے گویا رات بھر نماز ادا کی ہے۔[۱٦۱۱] ابو صالح از ابو ہریرہؓ: نبیؐ کا فرمان ہے کہ منافقین پر فجر اور عشاء سب سے وزنی نمازیں ہیں۔ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو وہ گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آنا بھی قبول کر لیں۔ واللہ! میں نے ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کو لکڑیاں لانے کا حکم دوں اور ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو ہمارے ساتھ نماز میں شامل نہیں ہوتے۔[۱٦۱۲]

عطاء بن یسار از ابو ہریرہؓ: نبیؐ نے فرمایا: جو شخص زوال شمس کے بعد اچھی قرأت اور خوبصورت رکوع و سجود کے ساتھ چار رکعتیں ادا کرے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور رات بھر اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔[۱٦۱۳] نبیؐ زوال کے بعد ہمیشہ یہ چار رکعتیں طوالت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے، آپؐ فرماتے تھے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھول

۱٦۰۹ تذکرۃ الموضوعات (۴۸) اللآلی ۲/۴۲۔ واضح رہے کہ دن اور رات کی نمازوں کی فضیلت میں اکثر روایات ضعیف اور موضوع ہیں۔

۱٦۱۰ الاتحاف ۵/۱۲٦۔ الکنز (۲۰۳۱٦)۔

۱٦۱۱ مسلم (۱۴۹۱) احمد ۱/۵۸

۱٦۱۲ بخاری ۱/۱۴۷۔ احمد ۲/۲۴۲

۱٦۱۳ المغنی عن حمل الاسفار ۱/۱۹۴۔ الاتحاف ۳/۳۳٦

دیئے جاتے ہیں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے عمل اٹھا لیے جائیں' پوچھا گیا' یا رسول اللہؐ! کیا انہیں دو سلاموں کے ساتھ پڑھیں؟ فرمایا نہیں۔[۱۶۱۴] حدیث نبویؐ ہے: اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا ہے۔[۱۶۱۵]

اتوار کے دن کی نماز: ۞ ۞ ابو ہریرہؓ: نبیؐ نے فرمایا کہ جو شخص اتوار کے دن چار رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد امن الرسول ایک مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے عیسائی مرد وزن کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھ دیتے ہیں' ایک نبی کے عملوں کے برابر ثواب دیتے ہیں ایک حج وعمرہ کا ثواب دیتے ہیں اور ہر رکعت کے عوض ہزار نمازوں کا ثواب بھی مزید ملتا ہے۔ علاوہ ازیں ہر حرف کے عوض اللہ تعالیٰ اس کے لیے کستوری کا ایک شہر عطا فرما دیتے ہیں۔[۱۶۱۶]

حضرت علیؓ: نبیؐ نے فرمایا کہ اتوار کے دن بکثرت نماز پڑھو اور اللہ کی توحید کا اظہار کرو کیونکہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اگر اس دن نماز ظہر سے فارغ ہو کر چار رکعتیں اس طرح ادا کرو کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الٓم سجدہ اور دوسری میں فاتحہ کے بعد سورۃ ملک پڑھے اور سلام پھیر دے۔ پھر تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ جمعہ اور چوتھی میں بھی یہی سورت پڑھ کر دعا مانگے تو اس کی دعا قبول ہو گی اور اللہ تعالیٰ اسے عیسائیوں کے عقائد باطلہ سے محفوظ فرما دیں گے۔[۱۶۱۷]

سوموار کے دن کی نماز: ۞ ۞ ابو زبیر از جابر بن عبداللہؓ: نبی اکرمؐ نے فرمایا: جو شخص سوموار کے روز دن چڑھے دو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی' اخلاص اور معوذتین پڑھے پھر سلام پھیر کر دس مرتبہ استغفار اور درود پڑھے تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔[۱۶۱۸]

ثابت بنانی از انس بن مالک: نبیؐ نے فرمایا: جو شخص سوموار کے دن بارہ رکعت نماز ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی اور بارہ مرتبہ سورت اخلاص پڑھے پھر بارہ مرتبہ' استغفر اللّٰہ ربّی من کل ذنب و اتوب الیہ پڑھے تو قیامت کے روز اس کا نام لے کر پکارا جائے گا کہ اللہ کے پاس آ کر اپنا اجر حاصل کر لو۔ اسے ایک ہزار لباس اور تاج پہنایا جائے گا اور جنت میں جانے کی اجازت دی جائے گی پھر ایک لاکھ فرشتے اس کا استقبال کریں گے اور ہر ایک ہدیہ پکڑے' اس کے پیچھے پیچھے چلے گا حتی کہ وہ شخص ایک ہزار نورانی محلات میں سیر کرے گا۔[۱۶۱۹]

منگل کے دن کی نماز: ۞ ۞ یزید رفاعی از انس بن مالکؓ: نبیؐ نے فرمایا کہ جو شخص منگل کے دن بوقت دوپہر اور ایک روایت میں ہے دن چڑھنے کے بعد دس رکعت نماز پڑھے' ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی اور تین مرتبہ سورت

۱۶۱۴ احمد ۳/۴۱۱- ابن ماجہ (۱۱۵۷) الطبرانی ۴/۲۰۰

۱۶۱۵ الاتحاف ۳/۳۴۸

۱۶۱۶ الاتحاف ۳/۳۷۲۔

۱۶۱۷ المغنی عن حمل الاسفار ۱/ ۱۹۸- الاتحاف ۳/۳۷۳

۱۶۱۸ ایضاً

۱۶۱۹ الاتحاف ۳/۳۷۴

اخلاص پڑھے تو ستر دنوں تک اسے گناہ سے بری کر دیا جاتا ہے' اگر اس عرصے میں فوت ہو جائے تو شہید ہوگا اور اس کے ستر سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔[۱۶۲۰]

بدھ کے دن کی نماز: ❀❀ ابوادریس خولانی از معاذ بن جبلؓ: نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ جو بدھ کے روز دن چڑھے بارہ رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی اور تین مرتبہ سورت اخلاص اور معوذتین پڑھے تو اس کے لیے عرش کے پاس ایک فرشتہ آواز دے کر پکارتا ہے' اے اللہ کے بندے! تو از سرنو نیک عمل کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے سابقہ گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے قبر کا عذاب' تنگی اور وحشت و تاریکی بھی دور کر دیتے ہیں اور قیامت کی سختیاں بھی دور کر کے اسے ایک نبیؐ کے عملوں کے برابر ثواب سے نوازا جائے گا۔[۱۶۲۱]

جمعرات کے دن کی نماز: ❀❀ عکرمہ از ابن عباسؓ: نبیؐ نے فرمایا: جو کوئی روز جمعہ ظہر و عصر کے درمیان دوگانہ پڑھے' پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سو مرتبہ آیت الکرسی اور دوسری میں فاتحہ کے بعد سو مرتبہ سورت اخلاص پڑھے اور سلام پھیر کر سو مرتبہ مجھ پر درود بھیجے تو اللہ تعالیٰ اسے رجب' شعبان اور رمضان کے روزوں کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ نیز اسے ایک حاجی کے حج کے برابر ثواب اور تمام مومن اور متوکل باللہ افراد کے برابر نیکیاں ملیں گی۔[۱۶۲۲]

جمعہ کے دن کی نماز: ❀❀ علی بن حسین از ابیہ از جدہ: میں نے نبیؐ سے سنا کہ جمعہ کا دن نماز کے لیے مختص ہے۔ جب سورج ایک نیزہ یا اس کے قریب بلند ہو جائے تو جو مومن وضو کر کے چاشت کی نماز ثواب کی امید کے ساتھ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو سو نیکیاں لکھ دیتے ہیں' اتنی ہی برائیاں مٹا دیتے ہیں' جو چار رکعتیں پڑھے اس کے لیے جنت میں چار سو درجات بلند فرما دیتے ہیں' جو آٹھ رکعتیں پڑھے اس کے لیے آٹھ سو درجات بلند فرما کر اس کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں' جو بارہ رکعت نماز پڑھے اس کے لیے دو ہزار دو سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں' اتنی ہی برائیاں مٹائی جاتی ہیں اور اتنے ہی جنت میں درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔[۱۶۲۳]

ابوصالح از ابوہریرہؓ: نبیؐ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن نماز فجر با جماعت پڑھ کر سورج نکلنے تک ذکر و اذکار کے لیے بیٹھا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس میں ستر درجے عطا فرماتے ہیں' ہر دو درجوں کے درمیان تیز رفتار گھوڑے کی ستر سالہ دوڑ کے برابر مسافت ہوگی۔ جو شخص نماز جمعہ با جماعت پڑھے اسے پچاس درجے ملتے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان تیز رفتار گھوڑے کی پچاس سالہ دوڑ کے برابر مسافت ہوگی۔ جو شخص نماز عصر با جماعت ادا کرے اسے بنی اسماعیل سے آٹھ غلام آزاد

۱۶۲۰ اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ۲/۲۶ - الفوائد (۴۶) الاتحاف ۳/۳۷۵

۱۶۲۱ ایضاً۔ یہ روایت موضوع ہے۔

۱۶۲۲ الفوائد (۴۶) الاتحاف ۳/۳۷۶۔

۱۶۲۳ الموضوعات ۲/۱۱۸-۱۱۹

کرنے کا ثواب ملے گا۔ جو نماز مغرب با جماعت ادا کرے اس نے گویا مقبول حج و عمرہ ادا کیا۔[۱۶۲۴] مجاہد از ابن عباسؓ: نبیؐ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان دو رکعت نماز پڑھے' پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی اور پچیس مرتبہ سورت فلق دوسری میں فاتحہ کے بعد سورت اخلاص اور بیس مرتبہ سورت فلق پڑھے۔ نماز کے بعد پچاس مرتبہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا ورد کرے تو وہ مرنے سے پہلے خواب میں اللہ کا دیدار اور اپنا جنتی مقام دیکھ لے گا۔

منقول ہے کہ ایک دیہاتی نبیؐ سے عرض کرتا ہے کہ ہم دیہات کے رہنے والے ہیں۔ شہروں سے دور ہونے کی وجہ سے ہر جمعے حاضری نہیں دے پاتے لہٰذا آپ ایسا عمل بتا دیں کہ میں واپس جا کر انہیں جمعہ کے بارے میں خبر دوں۔ فرمایا' اے دیہاتی! جمعہ کے روز دن چڑھنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھ' پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت فلق اور دوسری میں سورت ناس پڑھ لے پھر تشہد کے بعد سلام پھیر اور سات مرتبہ آیت الکرسی پڑھ۔ پھر کھڑے ہو کر چار چار کی صورت میں آٹھ رکعتیں پڑھ' ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت نصر ایک مرتبہ اور سورت اخلاص پچیس مرتبہ پڑھ۔ سلام کے بعد ستر مرتبہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کا ورد کر۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو شخص جمعہ کے دن یہ عمل کرے میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں اور وہ اپنی جگہ سے ابھی اٹھنے نہ پائے گا کہ اس کے والدین کو اللہ معاف کر دیں گے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں اور عرش تلے سے ایک منادی اعلان کرے گا: اے اللہ کے بندے! از سر نو عمل کر اللہ نے تیرے گذشتہ اور آئندہ کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔[۱۶۲۵]

جمعہ کے بہت سے فضائل مروی ہیں جن کا احاطہ باعث طوالت ہے۔ ہم جمعہ کے فضائل پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ جمعہ کے دن دیگر اوقات کی نمازوں میں اٹھارہ مرتبہ سورت اخلاص پڑھنا بڑا ثواب کا عمل ہے جو وہ ثواب چاہے وہ یہ نماز پڑھ لے۔

ہفتہ کے دن کی نماز: ❁ ❁ سعید از ابو ہریرہؓ: نبیؐ نے فرمایا: جو شخص ہفتہ کے دن چار رکعت نماز پڑھے' ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورت کافرون پڑھے پھر سلام پھیر کر آیت الکرسی پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر حرف کے عوض حج و عمرے کا ثواب عطا فرماتے ہیں اسی طرح سال بھر کے روزوں اور ایک شہید کا ثواب ملتا ہے اور وہ قیامت کے دن انبیاء اور شہدا کے ساتھ عرش کے سائے تلے کھڑا ہوگا۔[۱۶۲۶]

۱۶۲۴ المغنی عن حمل الاسفار ۱/ ۲۰۷

۱۶۲۵ المغنی عن حمل الاسفار ۱/ ۲۰۷

۱۶۲۶ الموضوعات ۲/ ۱۱۳ - تنزیہ الشریعہ ۲/ ۸۴ - الفوائد (۴۴) اللآ ئی ۲/ ۲۱

باب - ۹

راتوں کی نمازوں کی فضیلت

اتوار کی رات کی نماز: انس بن مالک: میں نے نبیؐ کا فرمان سنا کہ جو شخص اتوار کی رات بیس رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ فاتحہ‘ معوذتین اور پچاس مرتبہ سورت اخلاص پڑھے پھر اللہ سے اپنے لیے اور والدین کے لیے سو مرتبہ دعائے مغفرت کرے‘ پھر نبی اکرمؐ پر سو مرتبہ درود پڑھے‘ اپنی قوت سے دستبردار ہو کر اللہ کی قوت کی پناہ حاصل کرے‘ پھر یہ دعا پڑھے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت آدمؑ اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں‘ ابراہیمؑ اللہ کے خلیل ہیں‘ موسیٰؑ اللہ کے کلیم ہیں‘ عیسیٰؑ اللہ کی روح ہیں اور محمدؐ اللہ کے حبیب ہیں‘ اسے دنیا بھر کے مؤمن ومشرک کی تعداد کے برابر نیکیاں ملتی ہیں‘ اسے اللہ تعالیٰ امن پانے والوں میں اٹھائے گا اور انبیاء کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا۔[۱۶۲۷]

سوموار کی رات کی نماز: اعمش از انسؓ: نبیؐ نے فرمایا: جو شخص سوموار کی رات چار رکعت نماز پڑھے‘ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اخلاص دس مرتبہ‘ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد اخلاص بیس مرتبہ‘ تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد اخلاص تیس مرتبہ اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد اخلاص چالیس مرتبہ پڑھے‘ پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے‘ پھر سورت اخلاص ۷۵ مرتبہ پڑھے اور اپنے لیے اور والدین کے لیے بخشش کی دعا مانگے پھر نبیؐ پر ۷۵ مرتبہ درود بھیجے پھر اللہ سے اپنی مراد مانگے تو اللہ اس کی مراد ضرور پوری فرمائیں گے۔ اسے نماز حاجت بھی کہتے ہیں۔[۱۶۲۸]

ابو امامہؓ: نبیؐ نے فرمایا: جو شخص سوموار کی رات دوگانہ پڑھے‘ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورت اخلاص پڑھے‘ نماز کے بعد پندرہ مرتبہ آیت الکرسی اور پندرہ مرتبہ یہ دعا مانگے: استغفر اللّٰہ ربّی من کل ذنب واتوب الیہ۔ تو اللہ تعالیٰ اسے جنتی فہرست میں شمار کر لیں گے اگرچہ وہ اہل جہنم میں سے ہو‘ اس کے ظاہری گناہ معاف کر دیے جائیں گے‘ ہر آیت کے عوض اسے ایک حج وعمرے کا ثواب ملے گا‘ اگر اس رات سے اگلی سوموار کی رات کے درمیان فوت ہوا تو شہید ہوگا۔[۱۶۲۹]

۱۶۲۷۔ الموضوعات ۲/ ۱۱۵- تنزیہ الشریعہ ۲/ ۸۵

۱۶۲۸۔ الاسرار (۴۲۲) الاتحاف ۳/ ۳۷۹

۱۶۲۹۔ الاتحاف ۳/ ۳۷۹۔

منگل کی رات کی نماز: ۞ ۞ حدیث نبویؐ ہے: جو شخص منگل کی رات بارہ رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورت نصر پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنادیں گے جس کا طول وعرض دنیا سے سات گنا بڑا ہوگا۔[۱۶۳۰]

بدھ کی رات کی نماز: ۞ ۞ جو شخص بدھ کی رات دوگانہ پڑھے، پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت فلق دس مرتبہ، دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت ناس دس مرتبہ پڑھے تو آسمان سے ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں جو قیامت تک اس کا ثواب لکھتے رہتے ہیں۔[۱۶۳۱]

جمعرات کی نماز: ۞ ۞ ابوصالح از ابوہریرہؓ: نبیؐ نے فرمایا: جو شخص جمعرات کی رات مغرب وعشاء کے درمیان دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ آیت الکرسی، پانچ مرتبہ اخلاص اور معوذتین پڑھے، پھر سلام پھیر کر پندرہ مرتبہ استغفار کرے اور ان کا ثواب اپنے والدین کو ہبہ کرے تو ان کا حق ادا کردے گا اگرچہ ان کا نافرمان تھا اور اللہ تعالیٰ اسے ہر وہ انعام دے گا جو صدیقوں اور شہیدوں کے لیے ہے۔[۱۶۳۲]

جمعہ کی رات کی نماز: ۞ ۞ جابر بن عبداللہ: حدیث نبویؐ ہے کہ جو شخص جمعہ کی رات مغرب وعشاء کے درمیان بارہ رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورت اخلاص پڑھے تو گویا اس نے بارہ سال اللہ کی عبادت کی، دن کے روزے رکھے اور راتوں کا قیام کیا ہے۔[۱۶۳۳]

کثیر بن سلمہ از انس بن مالکؓ: جو شخص نماز عشاء باجماعت ادا کرے پھر دو سنتوں کے بعد نفل پڑھے، ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک ایک مرتبہ اخلاص اور معوذتین پڑھے پھر تین رکعت وتر پڑھ کر قبلہ رخ دائیں کروٹ سو جائے تو گویا اس نے شب قدر عبادت میں بسر کی ہے۔[۱۶۳۴] نبیؐ نے فرمایا: مجھ پر روشن دن رات یعنی جمعہ کو بکثرت درود وسلام بھیجو۔[۱۶۳۵]

ہفتے کی رات کی نماز: ۞ ۞ انس بن مالک: نبیؐ نے فرمایا: جو شخص ہفتے کی رات مغرب وعشاء کے درمیان بارہ رکعت نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محل بنادیں گے، اسے اتنا اجر دیں گے کہ گویا اس نے ہر مسلم مرد وزن پر صدقہ کیا ہے اور یہودی مذہب سے نفرت کی ہے۔ اللہ پر اسے بخش دینا واجب ہو جاتا ہے۔[۱۶۳۶]

ہم توبہ کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں کہ نفلی عبادات مثلاً نماز، روزہ، صدقہ خیرات وغیرہ کو اچھی طرح ادا کرنے میں

۱۶۳۰۔ الموضوعات ۲/۱۱۸
۱۶۳۱۔ الفوائد (۴۶)
۱۶۳۲۔ ایضاً
۱۶۳۳۔ الموضوعات ۲/۱۱۹
۱۶۳۴۔ المغنی عن حمل الاسفار ۱/۲۰۷
۱۶۳۵۔ الدرر (۴۲)
۱۶۳۶۔ الاتحاف ۳/۳۸۲

مشغولیت اختیار کرنی چاہیے۔فرائض کی تکمیل کے لیے سنن پر توجہ دے اور وہ نفل نمازیں جو ہم نے دن رات کی نفلی نمازیں ذکر کی ہیں' انہیں تکمیل فرائض کی نیت سے ادا کرے تو اس کے فرائض پورے ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان دونوں نمازوں کے عوض اسے ثواب دیں گے۔ جب فرائض کا میدان صحیح صحیح عبور ہو جائے تو نوافل کی طرف توجہ مبذول کر لی جائے۔

نماز تسبیح کی فضیلت: ❀❀ شیخ ابونصر از ابیہ از ابوالفتح از ابومحمد حسن بن محمد اور ابوحفص عمر از عبداللہ بغوی از اسحاق بن اسرائیل از موسیٰ بن عبدالعزیز از حکم بن ابان از عکرمہ از ابن عباسؓ: نبیؐ نے عباسؓ کو فرمایا: اے چچا! کیا میں آپ کو تحفہ نہ دوں؟ ایسی دس باتیں نہ بتاؤں جن پر عمل کرنے سے آپ کے اگلے پچھلے' دانستہ نادانستہ' چھوٹے بڑے اور ظاہر و باطن تمام گناہ معاف کر دیے جائیں؟ آپ چار رکعت نماز پڑھیں ہر رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملالیں' پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ مرتبہ پڑھیں' پھر رکوع کی تسبیحات کے بعد اسے دس مرتبہ پڑھیں' پھر رکوع سے اٹھ کر دس مرتبہ' پھر سجدے میں دس مرتبہ' پھر سجدے سے سر اٹھا کر دس مرتبہ' پھر دوسرے سجدے میں دس مرتبہ پھر جلسہ استراحت میں دس مرتبہ پڑھیں یہ دعا مرتبہ ہوگی اسے ہر رکعت میں اتنی مرتبہ پڑھیں اور یہ نماز روزانہ پڑھیں' روزانہ ممکن نہیں تو ہفتہ میں ایک مرتبہ ورنہ سال میں ایک مرتبہ ورنہ زندگی بھر میں ایک مرتبہ پڑھ لیں۔[۱۶۳۷] ایک روایت میں ہے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت اعلیٰ ایک مرتبہ' دوسری میں زلزال' تیسری میں کافرون' چوتھی میں اخلاص پڑھیں۔

ہمیں ابونصر نے اپنے والد کی سند سے بیان کیا کہ نبیؐ نے جعفر بن ابی طالب سے فرمایا کیا میں تمہیں ایک تحفہ' ہدیہ' عطیہ نہ عطا کروں؟ پھر مذکورہ حدیث بیان کی۔ ایک روایت میں عمرو بن عاص کو بھی آپؐ نے یہی نماز بتائی اس میں حالت قیام میں دس تسبیحات زیادہ ہیں جب کہ باقی نماز میں تسبیحات نہیں بتائیں۔ بعض روایات میں تین سو تسبیحات ہیں۔ ایک روایت میں بارہ سو تسبیحات ہیں۔ تسبیحات یہ ہیں۔ سبحان اللہ' الحمدللہ' لا الہ الا اللہ' اللہ اکبر۔ انہیں تین سو سے ضرب دیں تو ٹوٹل تعداد بارہ سو بنے گی۔ بعض علماء کے نزدیک جمعہ کے دن نماز تسبیح کو صبح اور شام دو مرتبہ پڑھنا مستحب ہے۔

نماز استخارہ: ❀❀ محمد بن منکدر از جابرؓ: نبی اکرمؐ ہمیں ہر کام کے لیے استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی کام کرنے یا کہیں سفر کرنے کا ارادہ رکھے تو اسے چاہیے کہ دوگانہ ادا کرے پھر یہ دعا پڑھے: یا اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعے بھلائی چاہتا ہوں' تیری قدرت سے توفیق چاہتا ہوں' تیرے فضلِ عظیم کا سوال کرتا ہوں' بے شک تو جانتا ہے میں نہیں' تو طاقت والا ہے میں نہیں' تو غیب کا علم رکھتا ہے۔ الٰہی! اگر تو

۱۶۳۷ ابوداؤد (۱۲۹۷) ابن ماجہ (۱۳۷۸) البیہقی ۳/۵۱- ابن خزیمہ (۱۲۱۶) الحاکم ۱/۳۱۸۔ یہ حدیث صحیح سند سے ثابت ہے۔ اس لیے نماز تسبیح ایک فضیلت والی نفلی نماز ہے۔ اس حدیث میں نماز تسبیح کو انفرادی ادا کرنے کا ذکر ہے جب کہ بعض لوگ اسے باجماعت ادا کرنا ہی ضروری خیال کرتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔

جانتا ہے کہ میرے اس کام میں (اس کا نام لے) میری دنیا' دین اور آخرت میں جلدی یا بتا خیر بھلائی ہے تو اسے میرے حق میں مقدر کر دے اور میرے لیے سہولت اور برکت فرما ورنہ اسے مجھ سے دور کر دے اور جس کام میں خیر ہے اس کی توفیق بخش دے اور اپنے فیصلے پر مجھے راضی کر دے اے ارحم الراحمین۔[۱۶۳۸] اگر کوئی سفر کا ارادہ کرے خواہ تجارتی سفر ہو یا حج وزیارت کا تو اسے دوگانہ پڑھ کر یہ دعا کرنی چاہیے' یا اللہ! میں اپنے مقصد کے لیے سفر کرنا چاہتا ہوں' میرا صرف تجھ پر بھروسہ ہے' تیری قربت کا مقصد لے کر جا رہا ہوں' کسی کی قوت پر توکل نہیں' صرف تجھ سے فضل مانگتا ہوں' میں تیرے رحم وکرم کا طالب ہوں اور تیری حسن عبادت سے مجھے اطمینان ملتا ہے۔ الٰہی! مجھے اس سفر میں جو کچھ پسند یا ناپسند پیش آنے والا ہے اسے تیرا علم ہی جانتا ہے۔ الٰہی! اپنی قوت سے میری مقدر مصیبت دور کر دے' ہر پریشانی' بیماری دور کر دے' اپنی رحمت وتائید سے مدد فرما' اپنی عافیت بخش' حفاظت کر' پھر سامان اٹھائے اور یہ دعا پڑھتا جائے: الٰہی! تیرا فیصلہ میرے لیے برحق ہے' تو مجھے میرے کام میں خوبصورتی عطا فرما' مجھ سے خطرات دور کر دے جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے' اس سفر کو میرے لیے دین ودنیا کی سعادت بنا' الٰہی! میرے پیچھے جو اہل وعیال اور عزیز واقارب ہیں تو جس طرح غائب مومن کا نگہبان بنتا ہے اس طرح ان کا بھی خلیفہ بن جا' تو ہر غائب وحاضر مؤمن کی ہر چیز کا محافظ ہے' ہر نقصان سے بچانے والا ہے' ہر مہم کے لیے کافی ہے' ہر ناخوشگوار کو دور کرنے والا ہے' اپنی رضا سے مجھے دنیا وآخرت کا سکون بخش دے' پھر مجھے ان نعمتوں پر شکر' ذکر اور حسن عبادت کی توفیق بخش' مجھ سے راضی ہو جا اے راحم الراحمین۔ اور مجھے اپنی جنت میں داخل فرما لے۔

اسی طرح مؤمن کو سفر میں بکثرت یہ دعا بھی پڑھنی چاہیے جو نبیؐ پڑھا کرتے تھے: تمام تعریفیں اس رب کے لیے ہیں جس نے مجھے پیدا کیا ہے حالانکہ میرا وجود نہیں تھا۔ الٰہی! دنیا کی ہولناکیوں' تباہیوں' آفتوں اور دن رات کی مصیبتوں پر میری مدد فرما' ظالموں کے عملوں کے مقابلے میں میری حفاظت فرما' سفر میں میرا دوست بن جا' گھر میں میرا خلیفہ بن جا' میرے رزق میں برکت ڈال' مجھے میرے دل میں ذلیل اور لوگوں کے دلوں میں عظیم بنا دے' میری پیدائش میں استحکام دے' اپنی محبت عطا فرما' مجھے تیرے بزرگ چہرے کی پناہ جس سے آسمان منور ہوئے' ظلمتیں دور ہوئیں' تمام لوگوں کے کام سنور گئے' تو مجھ پر اپنا غصہ' غضب نہ اتار بلکہ حتی الوسع اپنی رضا سے نواز' گناہوں سے بچنے' فرمانبرداری کرنے کی قدرت تیری توفیق سے ہی ممکن ہے۔ یا اللہ! سفر کی سختیوں' واپسی کی برائیوں' زیادتی کے بعد کمیوں' مظلوم کی بددعا سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یا اللہ! ہمارے لیے زمین لپیٹ دے اور سفر آسان کر دے' میں تجھ سے تیری رضا کے حصول تک وصول چاہتا ہوں' میں ہر خیر کا طالب ہوں تو

۱۶۳۸ بخاری ۲/۸۰۔ ابوداؤد (۱۵۳۸) ترمذی (۴۰۸)۔ نماز استخارہ اس وقت پڑھی جاتی ہے جب کسی شخص کو کسی جائز کام میں تردد ہو کہ اسے میں کروں یا چھوڑ دوں۔ اس نماز اور دعا سے اللہ کی طرف سے جس حالت میں بھلائی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ انسان کی اس کی طرف راہنمائی کر دیتے ہیں نماز استخارہ کسی بھی وقت فرائض کے علاوہ دو رکعت نفل کی صورت میں ادا کی جا سکتی ہے اس کے لیے رات کا انتظار کرنا ضروری نہیں اور یہ مفروضہ بھی غلط ہے کہ نماز استخارہ کے بعد خواب آتی ہے جس میں راہنمائی کی جاتی ہے۔

ہر چیز پر قادر ہے۔

گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: میں اللہ کے نام سے گھر سے روانہ ہوتا ہوں‘ میرا اللہ پر توکل ہے کہ جس کے ہاتھ میں ہر قوت و طاقت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دعا کو پڑھنے والے کے لیے اعلان فرماتے ہیں: تجھے محفوظ کر دیا گیا ہے اور کفایت کر دی گئی ہے۔[۱۶۳۹] سواری پر سوار ہوتے وقت تین مرتبہ اللہ اکبر اور تین مرتبہ الحمدللہ پڑھ کر یہ دعا پڑھی جائے: ”پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس سواری کو تابعدار بنا دیا جب کہ ہم اس کو تابعدار بنانے پر قادر نہ تھے۔ پاک ہے تو‘ تیرے سوا کوئی معبود نہیں‘ میں نے اپنے رو پر ظلم کیا ہے‘ تو مجھے بخش دے کیونکہ تو ہی بخشنہار ہے‘ یہ دعا نبیؐ سے بھی ثابت ہے۔[۱۶۴۰] ابن عمرؓ فرماتے ہیں: نبیؐ جب سفر کے ارادے سے سوار ہوتے تو فرماتے: یا اللہ! میں تجھ سے اپنے سفر میں تقویٰ اور پسندیدہ اعمال کا سائل ہوں‘ یا اللہ! ہم پر سفر آسان کر دے‘ زمین لپیٹ دے‘ یا اللہ! تو سفر میں میرا دوست بن جا‘ گھر میں خلیفہ بن جا۔ ابن جریج سے یہ لفظ بھی مروی ہیں‘ الٰہی! سفر کی صعوبتوں‘ واپسی کی مصیبتوں اور اہل و عیال میں تکلیف دہ مناظر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

مسافر جب کسی شہر یا آبادی میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے جو سنت سے ثابت ہے: یا اللہ! ساتوں آسمانوں اور جن پر یہ سایہ فگن ہیں کے پروردگار! ساتوں زمینوں اور جو کچھ ان کے اوپر ہے ان کے پروردگار! شیطانوں اور ان سے گمراہ ہونے والوں کے پروردگار! میں اس آبادی اور اس کے رہائشیوں کی تجھ سے خیر مانگتا ہوں اور ان کی برائیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں‘ میں تجھ سے یہاں کے اچھے لوگوں کی محبت اور بروں کی برائی سے حفاظت کا سوال کرتا ہوں۔[۱۶۴۲]

چوروں‘ درندوں اور موذی جانوروں سے حفاظت کی دعا: ۞ ۞ یا اللہ! اپنی نہ سونے والی آنکھ سے میری حفاظت فرما‘ اپنی اس قوت سے کہ جس کا احاطہ ناممکن ہے میں مجھے داخل فرما‘ اپنی قدرت سے ہمیں ہلاکت سے بچا‘ ہماری ساری امیدیں تجھی سے وابستہ ہیں۔[۱۶۴۳] عثمان بن عفان: میں نے فرمان نبویؐ سنا کہ جو رات کی ابتداء میں یہ دعا تین مرتبہ پڑھے: ”اس اللہ کے نام سے کہ جس کے نام کی وجہ سے آسمان و زمین کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔“ تو وہ صبح تک ہر مصیبت سے محفوظ رہے گا۔[۱۶۴۴]

ابو یوسف از ابو سعید: میں ایک رات مکہ میں راستہ بھول گیا‘ میں نے اپنے پیچھے آہٹ سنی اور خوفزدہ ہو گیا کہ کوئی قرآن

۱۶۳۹ ابوداؤد (۵۰۹۵) احمد ۶/۳۰۶

۱۶۴۰ ابوداؤد (۲۵۹۹) احمد ۱/ ۹۷

۱۶۴۱ احمد ۲/۱۴۴ - ابوداؤد (۲۵۹۹) ترمذی (۳۴۴۷)

۱۶۴۲ ترمذی (۳۵۲۳) دلائل النبوۃ ۴/۲۰۴ - طبرانی ۸/۳۹

۱۶۴۳ الاتحاف ۶/۴۰۹ - الکنز (۳۴۴۱)

۱۶۴۴ احمد ۱/۶۲ - ابوداؤد (۵۰۸۸)

پڑھ رہا ہے اور اس نے مجھے پکڑ لیا اور کہنے لگا: میرا خیال ہے کہ تم راستہ بھول گئے ہو میں نے کہا جی ہاں' کہنے لگا کیا میں ایسی دعا نہ بتاؤں کہ جب تم راستہ بھولنے پر اسے پڑھو تو راستہ مل جائے' خوف دور ہو جائے اور نیند نہ آتی ہو تو اس کے پڑھنے سے نیند آ جائے؟ میں نے کہا ضرور بتائیں' فرمایا: یہ دعا پڑھو: اس اللہ کے نام سے جو عظیم الشان اور عظیم البرہان ہے' اس کا اقتدار نہایت مستحکم ہے' جو ہر روز منفرد شان میں ہے' میں شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ جو اللہ چاہے وہی ممکن ہے اور ہر طرح کی قوت و طاقت اس کے اختیار کے ساتھ ہے۔'' فرماتے ہیں کہ میں نے جب یہ دعا پڑھی تو مجھے میرے ساتھی نظر آ گئے مگر جب میں نے اس آدمی کو دیکھا تو وہ غائب ہو چکا تھا۔

ابو بلال: ایک دفعہ میں منیٰ میں اپنی بیوی سے بچھڑ گیا' مجھے یہ دعا یاد تھی میں نے فوراً اسے پڑھا تو تھوڑی دیر بعد میں اپنی بیوی کے پاس تھا۔ ابودرداء: فرمان نبویؐ ہے: جو شخص ہر روز سات مرتبہ یہ دعا پڑھے: میرا دوست اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی اور وہ نیک لوگوں کا دوست ہے' مجھے اللہ کافی ہے' اس کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں' میرا اسی پر بھروسہ ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے مقاصد پورے فرمائے گا اور اسے کافی ہو جائے گا خواہ وہ سچا ہو یا جھوٹا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو بے چینی کی حالت میں یہ دعا پڑھے: اللہ بزرگ و برتر کے سوا کوئی سچا معبود نہیں' وہ پاک ہے' عرش عظیم کا مالک ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ تو اللہ کے فضل سے اس کی بے چینی دور ہو جائے گی۔[۱۶۴۵]

نماز کفایت: ۞ ۞ یہ دوگانہ نماز جب چاہو پڑھ سکتے ہو۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورت اخلاص اور پچاس مرتبہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ[۱۶۴۶] پڑھو پھر سلام پھیر کر یہ دعا پڑھو: یا اللہ! یا مہربان! یا مشفق! یا محسن! اے ہر زبان میں پاکیزگی کے مالک! جس کے دونوں ہاتھ بھلائی کے لیے کشادہ ہیں' محمدؐ کو کفار کے مقابلے میں کافی ہو جانے والے! نوحؑ کو غرق سے کافی ہونے والے! لوطؑ کو قوم کی بے حیائی سے کافی ہونے والے! ابراہیمؑ کو آگ سے' موسیٰؑ کو فرعون سے' عیسیٰؑ کو ظالموں سے کافی ہونے والے! اے ہر چیز سے کافی ہونے والے جس سے کوئی چیز کافی نہیں ہوتی' اے عائشہؓ اور آسیہؓ کو کافی ہونے والے! میرے لیے ہر مصیبت میں کافی ہو جا حتیٰ کہ میں تیرے اسم اعظم کی موجودگی میں کسی چیز سے نہ ڈروں نہ خوف کھاؤں نماز کفایہ پڑھنے والا کفایت کیا جائے گا اور اسے اطمینان و سکون نصیب ہوگا۔[۱۶۴۷]

لڑائی جھگڑے کی نماز: ۞ ۞ یہ چار رکعت نماز ہے جو ایک سلام سے پڑھی جاتی ہے اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورت اخلاص دوسری رکعت میں دس مرتبہ' تیسری رکعت میں دس مرتبہ اخلاص اور ایک مرتبہ سورت تکاثر اور چوتھی رکعت میں پندرہ مرتبہ سورت اخلاص اور ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھی جائے' پھر نماز اس نماز کا ثواب اپنے دشمنوں کو بخش دے تو روز قیامت ان کے کاموں سے اللہ تعالیٰ کفایت کر دیں گے۔ اس نماز کے سات وقت ہیں۔ رجب کی پہلی رات' نصف شعبان'

۱۶۴۵ احمد ۱/۹۴ ۱۶۴۶ البقرۃ-۱۳۷

۱۶۴۷ ایسی کوئی نماز احادیث میں منقول نہیں واللہ اعلم۔

رمضان کا آخری جمعہ' عیدین' یوم عرفہ اور یوم عاشوراء۔[۱۶۴۸]

شوال میں آزادوں کی نماز: ❀ ❀ ابونصر از ابوعبداللہ از قاضی ابوالقاسم از محمد بن احمد از یعقوب بن عبدالرحمٰن از ابوبکر از اعلیٰ بن معروف از محمد بن محمود از یحییٰ بن شعیب از حمید از انسؓ: نبیؐ نے فرمایا: جو شوال کے دن یا رات میں آٹھ رکعت نفل نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں بعد از فاتحہ پندرہ مرتبہ سورت اخلاص پڑھے پھر سلام پھیر کر ستر مرتبہ سبحان اللہ اور ستر مرتبہ درود پڑھے' اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنایا ہے اس نماز پڑھنے والے کے دل میں من جانب اللہ حکمت کے چشمے پھوٹ پڑیں گے' اللہ اسے دنیا کی بیماریاں اور ادویات کا علم عطا فرمائیں گے' اس ذات کی قسم جس نے مجھے سچا نبی بنایا ہے' جس نے یہ نماز پڑھی' اللہ تعالیٰ اس کے آخری سجدے سے سر اٹھانے سے پہلے ہی اسے بخش دیں گے اگر مر گیا تو شہید و مغفور ہو گا اور جو شخص حالت سفر میں یہ نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اسے بآسانی منزل تک پہنچا دیں گے' اگر مقروض ہو گا تو اس کا قرض اتار دیا جائے گا' اگر ضرورت مند ہو گا تو اللہ اس کی ضرورتیں پوری کر دیں گے' اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنایا اس نمازی کو اللہ تعالیٰ جنت میں مخرفہ عطا فرمائیں گے صحابہ نے پوچھا مخرفہ کیا ہے؟ فرمایا' جنت کے باغات ہیں جن میں ایک درخت کے سائے تلے اگر کوئی سوار سو سال بھی چلتا رہے تو اس کا سایہ طے نہ کر پائے گا۔[۱۶۴۹]

عذابِ قبر سے بچانے والی نماز: ❀ ❀ عبداللہ بن حسن از علیؓ: نبی اکرمؐ نے فرمایا: جو شخص دوگانہ نفل پڑھے' پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت فرقان پڑھے اور دوسری رکعت میں سورت مؤمنون فتبارک اللہ احسن الخالقین تک پڑھے تو وہ جن وانس کی سازشوں سے محفوظ رہے گا' روز قیامت اسے اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا' عذاب قبر اور بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا' اللہ تعالیٰ اسے کتاب کا علم دیں گے اگرچہ اس کی خواہش نہ ہو' اس کا فقر دور کر دیں گے' اسے علم حکمت سے نوازیں گے' قرآن حکیم کے اسرار و رموز پر اسے مطلع فرما دیں گے' روز قیامت اسے اس کے لیے دلیل بنا دیں گے' اس کا دل نور سے منور فرما دیں گے' جب لوگ پریشان حال ہوں گے تو اسے کوئی پریشانی نہیں ہوگی' جب لوگ خوفزدہ ہوں گے تو اسے کوئی خوف نہیں ہو گا' اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں منور کر دیں گے اور اسے صدیقوں کی فہرست میں شامل فرما لیں گے۔[۱۶۵۰]

نماز حاجت: ❀ ❀ ابوہاشم از انسؓ: نبیؐ نے فرمایا کہ جسے کوئی حاجت درپیش ہو تو وہ وضو کر کے دو نفل ادا کرے' پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی اور دوسری میں اٰمن الرسول...... الخ پڑھے پھر سلام پھیر کر یہ دعا مانگے تو اس کی حاجت برآئے گی: یا اللہ! ہر تنہا شخص کے غمگسار! ہر تنہا شخص کے دست' جو قریب ہے دور نہیں' جو موجود ہے غائب نہیں' جو غالب ہے مغلوب نہیں' تیرے اسم مبارک بِسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم الحیّ القیّومُ الذی لا تأخذہ سِنَةٌ وّلا نومٌ کے ساتھ میں

۱۶۴۸ یہ نماز بھی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

۱۶۴۹ یہ نماز بھی کسی حدیث میں منقول نہیں۔

۱۶۵۰ الموضوعات ۱/ ۱۴۱' ۱۴۲- اس کے متعلق بھی کوئی صحیح حدیث موجود نہیں۔

سوال کرتا ہوں اور تیرے پاک نام بِسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم الحّی القیّوم الذِّی عَنتُ له الوُجوه وَ خشعَتُ لَهُ الاصوَات وَوَجِلَتْ مِنُه القلوب کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ نبیؐ اوران کی آل پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور میری ضروریات اور حاجتیں پوری فرمادے۔[۱۶۵۱]

ظلم دور کرنے کی دعا: ۞ ۞ جابر بن عبداللہؓ: نبیؐ نے حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کو درج ذیل دعا سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ اگر تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو یا بادشاہ کا خوف طاری ہو یا کوئی چیز گم ہو جائے تو اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھو اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یہ دعا مانگو: اے غیب و اسرار کو جاننے والے! اے اطاعت کیے جانے والے! اے سب پر غالب‘ ہمہ گیر علم والے‘ یا اللہ‘ یا الٰہی‘ محمدؐ کے لیے لشکروں کو شکست دینے والے‘ موسیٰؑ کے لیے فرعون پر عذاب بھیجنے والے‘ عیسیٰؑ کو ظالموں سے نجات دینے والے‘ قوم نوحؑ کو غرق ہونے سے بچانے والے‘ حضرت یعقوبؑ کے آہ وزار پر رحم کھانے والے حضرت ایوبؑ کی بیماری دور کرنے والے‘ حضرت یونسؑ کو تین اندھیروں سے نجات دینے والے‘ ہر طرح کی خیر و برکت نازل کرنے والے‘ ہماری خیر و برکت کی طرف رہنمائی کرنے والے‘ خیر سمجھانے والے‘ خیر کو پیدا کرنے والے‘ اے نیکیوں والے‘ تو اللہ ہے‘ سچا معبود ہے‘ میں تمام چیزوں کے لیے تیری طرف راغب ہوں‘ تو غیبوں کو خوب جاننے والا ہے‘ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ محمدؐ اور ان کی آل پر رحمتیں بھیج۔ پھر تم دونوں اپنی مراد مانگو وہ ضرور پوری ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

نبیؐ نے غزوہ خندق کے دن یہ دعا مانگی تھی: یا اللہ! میں تجھ سے تیری پاکیزگی کے نور اور عظمت کے ذریعے‘ تیرے جلال کی برکتوں سے‘ ہر مصیبت و آفت سے‘ جن وانس اور رات کی شرارتوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں الا یہ کہ رات کو آنے والا تیری طرف سے خیر کا پیغام لائے‘ بلاشبہ تو پناہ گاہ ہے میں تجھ سے ہی پناہ مانگتا ہوں‘ تیرے سامنے تمام سرکشوں کی گردنیں مطیع ہیں‘ تیرے لیے مخلوق کی کنجیاں جمع ہیں‘ تیرے چہرے کی بزرگی اور جاہ جلال کے ساتھ تیری (ذلت و رسوائی) سے پناہ مانگتا ہوں‘ تجھے بھول جانے یا ناشکری کرنے سے بھی پناہ مانگتا ہوں‘ میں دن رات‘ سوتے جاگتے‘ چلتے پھرتے‘ سفر و حضر میں تیری حفاظت چاہتا ہوں‘ تیرا ذکر میرا اوڑھنا بچھونا ہے‘ تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں‘ تیرے چہرے کے نور کی کرنوں کی عزت و عظمت ہے۔ یا اللہ! مجھے اپنی رسوائی‘ عذاب اور بندوں کی شرارتوں سے پناہ دے‘ اپنی حفاظت کا لباس پہنا دے‘ اپنی ضمانت کی حفاظت میں داخل فرمالے‘ مجھے اپنے عذاب کی ہلاکتوں سے بچالے‘ اپنے فضل و کرم سے مجھے مالا مال کر دے۔ اے ارحم الراحمین! میری دعا قبول فرمالے۔ (آمین)[۱۶۵۲]

پریشانیوں اور قرضوں سے نجات کی دعا: ۞ ۞ ابوموسیٰؓ: نبیؐ نے فرمایا: پریشان حال کو یہ دعا مانگنی چاہیے‘ یا اللہ! میں تیرا بندہ ہوں‘ تیرے بندے کا بیٹا ہوں‘ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے‘ تیرا حکم مجھ پر نافذ ہے‘ میرے لیے تیرا فیصلہ عدل پر مبنی ہے‘

[۱۶۵۱] تذکرۃ الموضوعات (۵۰) الکنز (۵۱۰۳) یہ کوئی مسنون نماز نہیں ہے البتہ نفل نماز پڑھ کر اپنی ضرورت کی دعا مانگی جاسکتی ہے۔

[۱۶۵۲] الکنز (۳۰۰۹۶) یہ دعا اور نماز سنت سے ثابت نہیں البتہ نفلی نماز پڑھ کر ظالموں کے خلاف دعائیں مانگی جاسکتی ہیں۔

یا اللہ! میں تیرے ہر نام سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنے لیے پسند کیا ہے یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے' یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا اپنے علم غیب میں ذخیرہ کر رکھا ہے' تو قرآن مجید کو میرے دل کی بہار' سینے کا نور' غم کو دور کرنے والا' بے چینی اور پریشانی کو ہٹانے والا بنا دے۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر کسی سے ان کلمات میں سے کوئی کلمہ چھوٹ گیا تو وہ نقصان اٹھائے گا؟ فرمایا: ہاں' ان کلمات کو یاد کر کے دوسروں کو بھی سکھاؤ جو ان کلمات میں موجود اشیاء کو طلب کرنے کے لیے انہیں پڑھے گا' اللہ تعالیٰ اس کی پریشانیاں دور فرما کر اسے طویل مسرت سے نوازے گا۔[۱۶۵۳]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ابوبکرؓ نے مجھ سے پوچھا' کیا تم نے اللہ کے رسولؐ سے وہ دعا سنی ہے جو آپؐ ہمیں سکھایا کرتے تھے اور اس میں یہ بات بھی تھی کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے ساتھیوں کو یہ دعا سکھاتے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی پر احد پہاڑ کے برابر قرض ہو تو اللہ تعالیٰ اسے بآسانی دور فرما دیں گے! حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' ہاں' میں نے وہ دعا سنی ہے آپ اس طرح پڑھا کرتے تھے: اے اللہ! اے پریشانیوں کو دور کرنے والے' بے چینی دور کرنے والے' بے چین کی دعا سننے والے' دنیا میں حد درجہ مہربان اور آخرت میں اہل ایمان کے لیے حد درجہ رحم کرنے والے میں تجھ سے تیرے پاس موجود رحمت کا طالب ہوں تو مجھے وہ رحمت عطا فرما کر دوسروں سے بے نیاز فرما دے۔[۱۶۵۴]

حسن بصریؒ کے پاس ایک دوست تشریف لائے جو ان کی بڑی قدر کیا کرتے تھے' کہنے لگے' اے ابوسعید! مجھ پر قرض ہے آپ مجھے اسم اعظم بتا دیں۔ حسن فرماتے ہیں جاؤ پہلے وضو کر آؤ۔ وہ باوضو ہو آئے تو حسن نے فرمایا یہ دعا پڑھو: یا اللہ! یا اللہ! تو اللہ ہے' ہاں اللہ کی قسم تو ہی اللہ ہے' تیرے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں۔ اللہ! اللہ! اللہ کی قسم! بات یہ ہے کہ اس اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' یا اللہ! میرا قرض اتار دے اور مجھے رزق عطا فرما۔ اس نے یہ دعا پڑھ لی اور صبح بیدار ہوا تو اس کی نماز کی جگہ پر ایک تھیلی میں لاکھ درہم تھے جن پر مہر لگی تھی اور اس پر یہ عبارت درج تھی ''اگر تو اس سے بڑی چیز مانگتا تو وہ بھی ملتی' تو نے جنت کیوں نہ مانگی؟'' وہ شخص حسن کے پاس جا کر انہیں اطلاع دیتا ہے تو حسن اس کے ساتھ جا کر تھیلی کا معائنہ کرتے ہیں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں بڑا شرمندہ ہوں کہ میں نے جنت نہیں مانگی۔ حسن نے فرمایا کہ جس نے تجھے یہ اسم اعظم سکھایا ہے اس نے خیر کی نیت سے سکھایا ہے' اس کو خفیہ رکھو مبادا کہ وہ حجاج بن یوسف یہ اسم اعظم سن لے جس سے کوئی محفوظ نہیں ہے۔

ایک اور دعا: یہ دعا حضرت جبریلؑ نے: نبیؐ کو اس وقت سکھائی تھی جب آپؐ قریش کے خوف سے مکہ سے نکل کر غار حرا میں جا چھپے تھے۔ یہ پریشانی اور رزق کی دعا ہے۔

ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ جبریلؑ نے کہا' محمدؐ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کرتے ہیں اور ایک دعا مجھے سکھائی ہے آپؐ اس دعا کے ساتھ اللہ سے مدد مانگیں' اللہ تعالیٰ آپ کے اور قریش کے درمیان رکاوٹ ڈال دیں گے' میں وہ دعا آپ کو سکھا دیتا

۱۶۵۳ احمد ۱/۳۹۱۔ ابن السنی (۳۳۵) طبرانی ۱۰/۲۱۰

۱۶۵۴ الحاکم ۱/۵۱۵۔ ابن ابی شیبہ ۱۰/۲۴۱۔ اس کی سند میں حکم بن عبداللہ ہے اور امام ذہبی کے بقول ضعیف راوی ہے۔

ہوں۔ آپؐ نے فرمایا' ضرور' فرمایا' وہ دعا یہ ہے: اے سب سے بڑے! خوب سننے والے' خوب دیکھنے والے' جس کا کوئی شریک' وزیر نہیں' جو سورج چاند کا خالق ہے' اے مصیبت زدہ' خوف زدہ اور پناہ ڈھونڈنے والے کو حفاظت دینے والے' چھوٹے بچے کو رزق پہنچانے والے' ٹوٹی ہڈی جوڑنے والے' ہر ظالم سرکش کو توڑنے والے' میں تجھ سے ایک مصیبت زدہ فقیر کی طرح سوال کرتا ہوں' بیقرار' نابینے کی طرح دعا مانگتا ہوں' تیرے عرش مستحکم کی عزت کے ساتھ' تیری رحمت کی چابیوں کے ساتھ جو تیری کتاب میں ہیں اور ان آٹھ اسماء کے ساتھ جو سورج کی پیشانی پر لکھے ہوئے ہیں تو میری حاجتیں پوری فرمادے اور میرا فلاں فلاں کام پورا فرمادے۔[۱۶۵۵]

❁ ❁ ❁

[۱۶۵۵] ذیل اللآلی المصنوعہ (ص ۱۵۲)

باب - ۱۰

پنجگانہ نمازوں کے بعد دعائیں[1656]

نماز فجر وعصر کے بعد کی دعائیں: یہ دعائیں پڑھی جائیں

(۱) یا اللہ! تیرے لیے حمد و شکر ہے' ہم پر تیرا ہی فضل و کرم ہے' تیری نعمت سے اچھے کام انجام پاتے ہیں' میں تجھ سے قریب کی کشادگی کا سوال کرتا ہوں کیونکہ تو دعائیں قبول فرماتا ہے' میں تجھ سے صبر جمیل کا طالب ہوں' تمام مصائب سے عافیت کا سائل ہوں' یا ارحم الراحمین! اپنی مہربانی سے مجھے مصیبتوں سے نجات عطا فرما' یا اللہ! ہمارا جمع ہونا باعث رحمت بنا' ہماری علیحدگی باعث عصمت بنا' ہم میں سے کسی کو بدنصیب اور محروم نہ فرما' ہمیں فاقوں کے ساتھ اپنے غیر کی طرف نہ لوٹا' اپنے خیر و برکت کی وسعت سے' اپنے توکل کی حقیقت سے اور اپنی نعمتوں کی رغبت سے ہمیں محروم نہ فرما' اپنی نعمتوں سے ہمارے دل غنی کر دے ہمارے چہروں پر حیا کا لبادہ اوڑھا' اے ارحم الراحمین! اپنے فضل و کرم سے ہمیں دنیا اور آخرت کی کامیابی عطا فرما' اے ہمارے رب! ہمیں صبح و شام کی بھلائیاں' قضا و قدر کی اچھائیاں عطا فرما اور ان کی تمام برائیاں دور فرما۔ یا اللہ! آج جو خیر و سعادت اور عافیت تو نے نازل کی ہے اس میں ہمارا زیادہ سے زیادہ حصہ مقرر فرما اور جو اس کے برعکس مصائب ہیں ان سے ہم سب مسلمان مرد و زن کو محفوظ فرما۔ یا ارحم الراحمین۔

(۲) اللہ ہی کے لیے ہر قسم کی حمد و ثنا مخصوص ہے جس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے' اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' وہی عظمت و کبریائی والا' جبروت والا' بارش و رحمت کا مالک' دنیا و آخرت کا مالک ہے' وہ عظیم ملک والا سخت قوت والا ہے جس پر چاہے رحم فرمائے اور جو چاہے کر دکھائے' وہ ہر چیز سے پہلے ہے' ہر چیز کا خالق ہے' رازق ہے' وہ پاک ہے' اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' یا اللہ! ہماری صبح نیک اور اچھی بنا' بری یا ذلیل کرنے والی نہ بنا۔ یا اللہ! گردش زمانہ کے حوادثات کر یہہ سے شیطان کی سازشوں اور حملوں سے محفوظ فرما' ہمیں ہر روز نیکی کی توفیق عطا فرما' برائی سے محفوظ فرما' ہمارے اخلاق و افعال کی اصلاح فرما' ہمارے والدین' اولاد اور عزیز و اقارب کی اور ہماری دنیا اور آخرت کی اصلاح فرما دے' یا اللہ! جس طرح تو نے

[1656] نماز پنجگانہ کے بعد مختلف مسنون اذکار مثلاً تسبیحات' آیت الکرسی' معوذتین وغیرہ صحیح احادیث سے ثابت ہیں لہذا مسنون اذکار کا اہتمام کرنا چاہیے۔ البتہ نماز پنجگانہ کے بعد امام اور مقتدی حضرات کا ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگنا اور اس کا دوام سے اہتمام کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اس لیے بعض اہل علم نے اسے بدعت کہا ہے۔ لہذا اس عمل سے اجتناب کرتے ہوئے مسنون اذکار پر توجہ دینی چاہیے۔ البتہ کبھی کبھار کسی مقتدی کی درخواست پر اس طرح دعائے اجتماعی کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ اسے عادت نہ بنایا جائے۔

خیر و برکت کے ساتھ ہماری رات بسر کرائی اسی طرح دن بھی گذار دے' اے ارحم الراحمین! اپنی مہربانی سے ہماری دعا قبول فرما' ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔ امین اللّٰھم امین یارب العالمین۔

(۳) صرف اللہ کے لیے تعریفات ہیں جس نے ارض و سما کو پیدا کیا' اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں' اسی پر میرا توکل ہے' وہی عرش عظیم کا مالک ہے' وہ مشرکوں کے شرک سے بالا ہے' یا اللہ! ہمارے ظاہر و باطن' کھلے چھپے' تمام گناہوں کو معاف فرما دے' ہمیں دنیا و آخرت میں اپنی رضا سے نواز دے' ہمارا خاتمہ سعادت' شہادت اور مغفرت پر کرنا' یا اللہ! ہماری عمروں کے آخری ایام بھی خیر سے پر ہوں اور جس دن تجھ سے ملاقات ہو وہ بھی خیر و برکت کا دن ثابت ہو' یا اللہ! تیری نعمت کے چھن جانے سے' تیرے اچانک عذاب سے اور عطا کردہ عافیت کے پھر جانے سے' ہمیں محفوظ رکھ' یا اللہ بدنصیبی سے' آزمائشوں سے' دشمن کے خوش ہونے سے' نعمتوں کے بدل جانے سے اور بری تقدیر سے ہم تیری پناہ مانگتے ہیں۔ یا اللہ! ہم تمام مکروہ باتوں اور برائیوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں' یا اللہ! ہم تجھ سے بہترین عطیہ مانگتے ہیں' تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہماری بیماریاں دور فرما' بیماروں کو صحت عطا فرما' مردوں پر رحم فرما' ہمارے عملوں کو خالص فرما' ہم پر اپنی پناہ قائم رکھ' ہمارے کاموں کا انتظام فرما' ہماری اولاد نیک صالح بنا' ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال' ہمارے غائب کو حاضر کر دے' ہمیں دین اسلام پر ثابت قدم رکھ' یا اللہ! ہم تجھ سے خیر و فلاح کے سائل ہیں' ہمیں دنیا اور آخرت میں نیکی عطا فرما' اپنی مہربانی سے ہمیں اسلام پر موت عطا فرما' یا ارحم الراحمین۔ یارب العالمین۔ ہمیں آگ اور قبر کے عذاب سے محفوظ فرما۔

دعا مانگنا اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے ہاں اس کا درجہ عظیم ہے جیسا کہ ہم کتاب کے دوران اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ لہٰذا امام یا مقتدی کو بلا دعا مسجد سے نہیں نکلنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [جب آپ عبادت سے فارغ ہوں تو اپنے پروردگار کی طرف رغبت کرتے ہوئے کھڑے ہو جائیں][1657] یعنی آپ عبادت سے فارغ ہو کر دعا کے لیے کھڑے ہو جائیں اور اللہ کی نعمتوں کی طرف رغبت کرتے ہوئے اللہ سے سوال کریں۔

انس بن مالکؓ: نبیؐ نے فرمایا: جب امام محراب میں کھڑا ہوتا ہے اور صفیں قائم ہوتی ہیں تو رحمت باری نازل ہوتی ہے جو پہلے امام کو ڈھانپتی ہے پھر امام کے دائیں جانب والوں کو پھر بائیں جانب والوں کو ڈھانپتی ہے پھر ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے: فلاں نے نفع اٹھایا فلاں نے نقصان' نفع مند وہ ہیں جو فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ کے حضور دعا مانگتے ہیں جب کہ نقصان والے وہ ہیں جو نماز ختم ہوتے ہی بلا دعا مسجد سے بھاگ جاتے ہیں۔ ایسے افراد کے لیے فرشتے کہتے ہیں: اے فلاں! تو نے اللہ سے منہ موڑا جیسے تجھے اللہ سے کوئی غرض ہی نہیں!

ختم قرآن کی دعا: ❁ ❁ ختم قرآن کی دعا یہ ہے' اللہ عظیم نے سچ فرمایا ہے جس نے کائنات کو ایجاد فرمایا' دین و شریعت کو مقرر فرمایا' نور سے دنیا کو منور فرمایا' کسی کو کشادہ اور کسی کو تنگ رزق عطا فرمایا' کسی کو نقصان' کسی کو فائدہ پہنچایا' زمین سے پانی

[1657] الانشراح-۷'۸

جاری فرمایا' آسمان کو بلند و بالا محفوظ چھت بناڈالا' زمین کو اس کے نیچے فرش کی طرح بچھا دیا' چاند کو طلوع کر کے گردش عطا فرمائی' اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے مبرا ہے' وہ عظمت والا ہے' اس کا غلبہ عزت والا ہے' وہ ایسا ماہر ہے کہ اس کی کاریگری میں عیب نہیں' اس کی ایجادات میں رد و بدل نہیں' جسے وہ عزت سے نوازے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا اور جسے وہ ذلیل کر دے اسے کوئی عزت سے نہیں نواز سکتا' اس کی جمع کردہ چیزوں کو کوئی بکھیر نہیں سکتا' اس کا کوئی شریک یا معبود نہیں' اس نے سچ فرمایا ہے وہ زمانے کا منتظم اعلیٰ ہے' اس نے مقدورات کا اندازہ لگایا' وہ تمام تدبیر و تصرف کا مالک ہے' دلوں کے وسواس سے آگاہ ہے' جو دن رات کی گردش کرتا ہے' سخت کاموں کو آسان اور آسان کو مزید آسان کرتا ہے' جس نے جوش کھاتے سمندر کو انسان کے لیے مسخر کر دیا ہے' حق و باطل میں فرق کرنے والا نور اتارا' تورات' انجیل اور زبور اتاری' جس نے قرآن' کوہ طور اور کھلے صحائف پر لکھی کتاب' بیت معمور' زندگی بعد الموت کی قسم اٹھائی' جو اندھیرے اور اجالے کو پیدا کرنے والا ہے' جو حوروں' بچوں' محلات اور جنتوں کو پیدا کرنے والا ہے' جسے وہ چاہتا ہے سناتا ہے آپ قبروں والوں کو نہیں بتا سکتے' اس عظیم اللہ بزرگ و برتر نے سچ کہا ہے' وہ سب پر غالب ہے اس کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا' اس کے لیے ہر چیز تابع فرمان ہے۔

اس نے بلند و بالا آسمان بنائے' وسیع و عریض زمین بنائی' نہریں' چشمے جاری کیے' میٹھے کڑوے پانی کو ایک ساتھ جاری کیا' تاروں کو مسخر کیا' فضا میں بادل چھوڑے اور انہیں اونچا رکھا' نور پھیلایا اور اسے جگمگایا' بارش نازل کی' نباتات اگائیں' حضرت موسیٰ سے کلام کیا' کوہ طور رب کی تجلی سے ریزہ ریزہ ہو گیا' کسی کو نعمتیں عطا کیں کسی سے چھین لیں' کسی کو نفع کسی کو نقصان پہنچایا' کسی کو عطا کیا کسی سے روک لیا' لوگوں کے لیے دین و شرع مقرر فرمائی' جمع اور تفریق اسی کے اختیار میں ہے' تمہیں ایک جان (آدم) سے پیدا کیا' ہر نفس کی جائے قرار باپ کی پیٹھ ہے اور ہر ایک کی جائے امانت ماں کا رحم ہے' اللہ بزرگ اور برتر کا پیغام سچا ہے' وہ بہت نوازنے والا ہے' اس کی عظمت کے سامنے گردنیں خم ہیں' اس کی عزت کے سامنے بڑی بڑی گردنیں تابع ہیں' اس کے لیے سخت کام بھی آسان ہیں' اس کی کاریگری سے عقلوں نے مہارت حاصل کی' اس کی پاکیزگی تو بادل کڑک' بجلی' ریت کے ذرات' درخت اور چوپائے بھی کرتے ہیں' وہی مالکوں کا مالک اور مسبب الاسباب ہے' اسی نے آسمانوں سے کتابیں اتاریں' مٹی سے مخلوق بنائی' وہ گناہ معاف کرنے والا' توبہ قبول کرنے والا' سخت عذاب دینے والا ہے' اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں' اس پر میرا توکل ہے' مجھے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے' اللہ نے سچ فرمایا جو ہمیشہ سے جلیل القدر اور راہ دکھانے والا ہے' اس نے سچ کہا' جو کفالت کرنے والا ہے' جس کو میں نے اپنا کارساز بنایا' اللہ نے سچ فرمایا ہے بھلا اس سے زیادہ کون سچا ہے؟ اللہ سچا ہے' اس کی خبریں سچی ہیں' اس کے انبیاء سچے ہیں اس کی نعمتیں جلیل القدر ہیں' اللہ سچا ہے' اس کے ارض و سما برحق ہیں' اللہ تعالیٰ نے جو یکتا ذات' قدیم صاحب تمجید' شہید' علیم' بخشنے والا' مہربانی کرنے والا' قدردان' سنجیدہ ہے' سچ فرمایا آپ فرما دیں کہ اللہ نے سچ فرمایا' لہٰذا دین ابراہیم کی پیروی کرو' اس نے سچ فرمایا جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں' جو بڑا مہربان اور انتہائی رحم کرنے والا ہے' زندہ ہے' وسیع علم والا ہے' بزرگ و برتر ہے' زندہ ہے' باقی ہے' زندہ ہے اسے

موت نہیں، جاہ و جلال، عزت و جمال والا ہے، عظیم اسماء اور بڑے بڑے احسانات والا ہے، معزز رسولوں نے بلا کی پیشی اس کا پیغام پہنچایا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے نبیؐ اور دوسرے تمام انبیاء پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، ہم اللہ رب العالمین کے فرامین پر گواہ ہیں، ہم اللہ کے فرائض کے منکر نہیں، تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، اللہ کی رحمتیں تا قیامت ہمارے سردار، خاتم الانبیاء پر نازل ہوں، ان کے دو بزرگ باپوں حضرت آدمؑ، ابراہیمؑ، تمام انبیاء، ان کے خاندانوں، منتخب صحابہ، امہات المومنین، تابعین، صالحین سب پر رحمتیں نازل ہوں، یا ارحم الراحمین! ان کے ساتھ ہم پر بھی اپنی رحمتیں نازل فرما۔ اللہ نے سچ کہا ہے، جو بزرگ و برتر اور عظمت و اقتدار کا مالک ہے، وہ جبار ہے جس کے خلاف کوئی ارادہ نہیں کر سکتا، وہ غالب ہے اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، وہ کائنات کا منتظم ہے، نیند سے مبرا ہے، اس کے عظیم الشان کارنامے ہیں، جلیل القدر تحفے ہیں، عظیم الشان احسانات ہیں، قابل قدر انعامات ہیں، لائق تعریف کمالات ہیں، مقرب فرشتے، جانور، حشرات الارض، ہوائیں، بادل، روشنی، اندھیرے سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں وہ بادشاہ ہے، قدس ہے، بے عیب ہے، ہم اپنے رب کے گواہ ہیں جس کے احسانات جلیل الشان ہیں اور تعریفات بڑی عظیم ہیں، اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی کہ اس کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، فرشتے اور اہل علم بھی جو عادل گواہ ہیں اس گواہی میں شریک ہیں، بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے، ہم بھی اس گواہی پر جو اللہ رب العالمین، فرشتوں اور اہل علم نے دی ہے، گواہ ہیں، وہ گواہی دیتے ہیں جو قابل تعریف و قابل تعظیم اللہ نے دی ہے، جس پر اہل ایمان نے بخشنہار اور محبت کرنے والے رب پر یقین کیا ہے اور خلوص کے ساتھ اس عرش عظیم کے لیے گواہی دی ہے، اللہ تعالیٰ اس گواہی کو اعمال صالحہ کے ساتھ بلند فرماتا ہے، کلمہ شہادت کا اقرار کرنے والوں کو اس جنت میں جہاں بلا کانٹے کے بیریوں کے درخت ہیں، تہہ بہ تہہ کیلے ہیں، گھنے طویل سائے ہیں، جاری پانی ہے، ہمیشگی عطا فرماتا ہے، جہاں انبیاء کی رفاقت نصیب ہوگی، جو دنیا پر گواہ ہیں، رکوع و سجود والے ہیں، اللہ کی خوب عبادت کرنے والے ہیں، یا اللہ! اس تصدیق میں ہمیں سچا گواہ، مؤمن، اس ایمان سے مؤحد، اس توحید سے مخلص، اس اخلاص سے یقین والے، عارف، رجوع کرنے والے، اس انابت سے کامران بنا، اپنی نعمتوں کا امیدوار بنا، معزز لکھنے والے فرشتوں میں ہم پر فخر کر ہمیں انبیاء اصدقا، شہداء اور صلحاء کا ساتھ نصیب فرما، ہمیں ان میں شامل نہ فرما جن پر شیطانوں نے غلبہ پالیا، انہیں دین سے غافل کر کے دنیا کا راغب بنا دیا، وہ آخرت میں نادم اور نقصان اٹھانے والے ہوں گے، یا ارحم الراحمین! اپنے فضل و کرم سے ہمیں دائمی جنتوں میں جگہ عطا فرما، یا اللہ! تیرے لیے تعریفیں ہیں، تو حمد و نعمت کے لائق ہے، تیرے احسانات مسلسل ہیں، تیرے مسلسل انعامات پر تیرے لیے عظمتیں اور حمدیں ہیں یا اللہ جب ہم چھوٹے تھے تو تو نے والدین کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دی، جب بڑے ہو گئے تو تو نے ہم پر اپنے انعامات کی بارش کر دی، ہم تجھ سے غافل رہے مگر تو نے ہماری پکڑ میں جلد بازی نہیں کی، اس لیے تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں، ہم خلوت و جلوت میں تیری تعریف کرتے ہیں، ہم برضا و رغبت تیرا شکر ادا کرتے ہیں، تیرے لیے تعریفیں ہیں کیونکہ تو نے ہمارے دلوں میں گناہوں کے بعد توبہ کا الہام فرما دیا، یا اللہ ہم کس کس طرح تیری تعریف کریں، ہمیں جنت عطا فرما، اپنی بخشش و مہربانی سے ہمارے اور

آگ کے درمیان رکاوٹ ڈال دے میدان محشر میں ہماری پردہ دری نہ فرما' ہمیں شریفوں میں شامل فرما' یا ارحم الراحمین! اپنی مہربانی سے اپنی ملاقات کے وقت ہمیں رسوا نہ فرما کہ ہمیں ندامت اٹھانی پڑے۔ یا اللہ! تو قابل حمد ہے کہ تو نے ہمارے دلوں میں اسلام کی محبت ڈالی' ہمیں قرآن وحکمت کی تعلیم دی' تو نے ہمارے شوق سے پہلے ہی اس کی تعلیم دی' معرفت کے علم سے پہلے ہی تو نے ہم پر احسان فرمایا' اپنے فضل سے ہماری معرفت سے پہلے ہی تو نے اس کے ساتھ ہمیں مخصوص فرمایا۔ یا اللہ! جب یہ ساری چیزیں تیرے فضل وکرم سے ہماری کسی تدبیر وقوت کے بغیر ہیں تو پھر ہمیں قرآن کے حق کی رعایت کرنے کی بھی توفیق عطا فرما' اس کی آیتوں کی یادداشت' محکم آیتوں پر عمل اور متشابہہ پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرما' قرآن مجید پر غور وفکر کے بعد ہم پر ہدایت کے دروازے کھول دے' اس کی مثالوں اور معجزوں سے ہمارا فہم روشن فرما' اس کے نور سے ہماری بصیرت منور فرما' ایسی حکمت عطا فرما جس کی موجودگی میں شک وشبہات باقی نہ رہیں' قرآن کے صراط مستقیم میں کج روی نہ آئے۔ یا اللہ! ہمیں قرآن سے نفع مند فرما' قرآن کی آیات اور حکمت بھرے علم میں برکت عطا فرما' اپنے فضل سے ہماری دعائیں قبول فرما' یا ارحم الراحمین! یا اللہ قرآن کو ہمارے دلوں کی بہار' سینوں کی شفا' غموں کی دعا' پریشانیوں کا علاج' اور ہمارا قائد بنا' ہم تیرے فضل سے قرآن کی روشنی میں تجھے اور تیری نعمت بھری جنتوں کو پالیں' (امین) یا اللہ! قرآن کو ہمارے دلوں کی روشنی' نگاہوں کا نور' بیماریوں کی دوا' گناہوں کی شفا اور آگ سے ڈھال بنا' یا اللہ! ہمیں قرآن کی وجہ سے خلعت سے نواز' سائے عطا فرما' جنتوں میں داخل فرما' نعمتیں پوری فرما' ہم سے عذاب دور فرما دے یا ارحم الراحمین! اپنے فضل وکرم اور قرآن کی برکت سے روز جزا ہمیں کامیابی عطا فرما' نعمتوں کے دور میں ہمیں شکر گزار' مصیبت کے وقت صابر اور اطاعت شعار بنا ہمیں ان لوگوں میں شامل نہ فرما جن پر شیطان کا غلبہ ہے' جنہیں اس نے دین سے غافل کر کے دنیا کا راغب بنا دیا ہے اور وہ خبطی ہو چکے ہیں' یا اللہ! قرآن کو ہم سے جھگڑنے والا نہ بنا' ہمیں صراط مستقیم سے نہ ہٹا روز قیامت ہمیں ہمارے محبوب نبیؐ سردار' سند ودلیل حضرت محمدؐ سے دور نہ ہٹا' اے ہمارے پروردگار! ہمارے رازق' خالق' نبیؐ کو ہمارا سفارشی بنا اور ہمارے لیے ان کی سفارش قبول فرما' ہمیں آپؐ کے حوض پر پہنچا کر آپ کے ہاتھوں سے نہر کوثر کا جام پلا جو سیراب کرنے والا' خوشگوار ہو جسے پی کر کبھی پیاس نہ لگے نہ ہم رسوا وغدار اور منکر بنیں' یا ارحم الراحمین! ہم پر اپنی مہربانی فرما' اپنا غصہ دور فرما' ہمیں گمراہ نہ فرما' ہمیں بلند مرتبے والے قرآن سے فائدہ پہنچا' تو نے اسے مستحکم فرمایا ہے' اس کی برکتوں کا ظہور فرمایا ہے' اسے فصیح عربی زبان میں نازل کیا ہے' یا اللہ! تو نے قرآن میں فرمایا ہے کہ جب ہم آپؐ پر قرآن پڑھیں تو آپ اس کی قرأت کی پیروی کریں پھر اس کی تشریح ہمارے ذمے ہیں۔ قرآن مجید نظم وترتیب کے لحاظ سے تمام آسمانی کتابوں سے افضل' واضح اور حلال اور حرام کو تفصیل سے ذکر کرنے والا ہے' قرآن اپنے بیان میں محکم' دلیل میں غالب کمی بیشی سے محفوظ ہے' اس میں وعدے وعیدیں' زجر وتوبیخ ہے' اس میں باطل کسی سمت سے راہ نہیں پا سکتا' یہ حکیم وحمید کی طرف سے نازل شدہ ہے' یا اللہ! قرآن سے ہمیں شرف عطا فرما' ہمیں ہر نیک صالح کا ساتھ عطا فرما' اپنے فضل سے عمل صالحہ کی توفیق عطا فرما' تو ہمارے قریب ہے اور ہماری دعائیں قبول کرنے والا ہے' یا اللہ! جس

طرح تو نے ہمیں اس کی تصدیق کی توفیق عطا فرمائی اور ہمیں اس کی ہدایات پر کاربند فرمایا تو اس کی تلاوت سے ہمیں فائدہ پہنچا' ہمیں اس کی تلاوت سننے کا شوقین بنا' ہمیں اس کے ختم پر کامران بنا' اس کے ثواب کا حق دار بنا' ہمیں توفیق بخش کہ ہم پورا سال قرآن کے ذریعے تیرا ذکر کریں' اپنے کاموں میں تیری طرف رجوع کریں' یا ارحم الراحمین! اپنے فضل سے آج رات ہمیں بخش دے' یا اللہ! ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جو حفظ قرآن کے بعد اس کا احترام برقرار رکھتے ہیں' سننے کے بعد اس کی قدر کرتے ہیں' پکڑتے وقت اس کے آداب بجالاتے ہیں' اس سے جدا ہو کر اس کے احکامات بجالاتے ہیں' اس کے پڑوس میں ہوں تو ہمسائیگی کا حق ادا کرتے ہیں' اس کی تلاوت سے تیری رضا اور آخرت طلب کرتے ہیں' اس کی برکت سے قابل قدر درجات حاصل کرتے ہیں۔ یا اللہ! قرآن کی برکت سے ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جو اس کی برکت سے جنت کے درجات عبور کریں گے اور محشر کے دن اپنے محبوب نبیؐ کے ساتھ ہوں گے اور آپؐ سے بخوشی ملاقات کا شرف پائیں گے' یا ارحم الراحمین! تیری نوازش سے قرآن کو سفارش بنانے والا محروم نہیں رہتا یا اللہ! یہ ختم قرآن قاری کے لیے' حاضرین و سامعین کے لیے' دعا پر امین کہنے والوں کے لیے باعث برکت بنا یا اللہ! قرآن کی برکات ان کے گھروں' محلوں و سرحدوں اور حرمین میں نازل فرما یا اللہ! مردوں کی قبروں کو اس کی برکت سے منور فرما' انہیں کشادگی اور بہترین بدلہ عطا فرما' ان کی برائیوں سے درگذر فرما' یا ارحم الراحمین! اپنے فضل سے مرنے کے بعد ہم پر مہربانی فرما۔ اے اللہ! اے موت سے بری و پاک آواز کو سننے والے' موت کے بعد ہڈیوں پر گوشت چڑھانے والے' تو محمدؐ اور ان کی آل پر اپنی رحمتیں نازل فرما' اس بابرکت رات میں ہمارے سارے گناہ معاف کر دے' ہماری پریشانیاں دور فرما' ہر مصیبت زدہ کو عافیت بخش' گناہ گاروں کو گناہوں سے دور فرما' قرض داروں کا قرض ادا فرما' جو گم شدہ ہیں انہیں بخیریت واپس پہنچا' نافرمانوں کو ہدایت بخش' بچوں کی اصلاح فرما' مردوں پر رحم فرما' ہر شخص کی جائز ضروریات کہ جس میں تیری رضا' صلاح ہو پورا فرما' یا ارحم الراحمین! اپنے فضل و کرم سے تمام حاجتیں باسہولت پوری فرما' اپنے وصف عظیم ''عفو'' کے ساتھ اپنی خوبصورت پردہ پوشی کے ساتھ اور اپنے احسان قدیم کے ساتھ ہمارے گناہ معاف فرما دے' اے ہمیشہ حسن سلوک کرنے والے! اے بیشمار خیر و برکات والے' ہمارے سردار' خاتم النبیین حضرت محمدؐ پر' ان کے بھائی (تمام انبیاء) پر' ان کے خاندانوں پر' فرشتوں پر' اپنی بے شمار رحمتیں اور سلامتیاں نازل فرما' اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی جناب سے رحمت سے نواز' ہمارے کام میں اپنے حکم سے اصلاح فرما' یا ارحم الراحمین! اپنی نوازشات سے ہمیں ایسے نیک اعمال بجالانے کی توفیق عطا فرما جو تیری رضامندی کا ذریعہ ثابت ہوں۔ یا اللہ! محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما جن کے ذریعے تو نے ہمیں گمراہی سے محفوظ فرمایا' جن کے ذریعے تو نے ہمیں جہالت سے باخبر کیا' تو محمدؐ پر رحمتیں بھیج کہ انہوں نے آپ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا' جو دنیا کے آفتاب' گہواروں کے ماہتاب مخلوق کی زینت' گناہ گاروں کے شفیع ہیں۔ یا اللہ! اپنی مہربانی سے محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما' ان کی آل اور تمام صحابہ کرام پر بھی جو ان کی مدد میں ساتھ ساتھ رہے' ان کی سنت پر گامزن رہے' یا اللہ محمدؐ پر رحمتیں نازل فرما جنہیں تو نے سچا نبی بنا کر مبعوث کیا' جن کا صفت صدق سے تو نے تذکرہ کیا' جنہیں صفت حلم سے

موصوف کیا' جنہیں احمد کے نام سے یاد فرمایا' جن کی روز قیامت امت کے لیے سفارش قبول کرنے کا وعدہ فرمایا' یا اللہ! جب تک تارے چمکتے رہیں' بادل چھاتے رہیں' تو محمدؐ پر رحمتیں بجھتا رہ۔ یاحیّ یاقیوم! جب تک نیک لوگ آپ کا ذکر کرتے رہیں' دن رات گردش کرتے رہیں آپ محمدؐ پر رحمتیں نازل فرماتے رہیں' یا ارحم الراحمین! مہاجرین وانصار پر بھی اپنی رحمتیں نچھاور فرما۔

وصیت: ۞ ۞ اللہ تعالیٰ آپ سب پر رحم فرمائے' یاد رکھیئے کہ آپ کی آج رات اس ماہ (مبارک) کو رخصت کرنے والی ہے جسے اللہ نے شرف عظمت سے نوازا ہے' جو اللہ بلند مرتبے والا ہے' اللہ تعالیٰ نے اسے دن کے روزوں اور رات کی عبادتوں کے ساتھ معزز فرمایا ہے۔ اس میں لوگ تلاوت قرآن سے مستفید ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش برستی ہے' اس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے پورے سال کا چراغ' انتظام کا ذریعہ اور اسلام کا ایک بنیادی ستون بنایا ہے' اسے روزوں اور قیاموں سے مزین فرمایا ہے' اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب نازل فرمائی' اس میں توبہ کرنے والوں کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے' اس میں ہر دعا سنی جاتی ہے' ہر خیر جمع کر دی جاتی ہے' ہر شر کو دور کر دیا جاتا ہے' ہر عمل بلند کیا جاتا ہے' جو اس کے اوقات کو غنیمت جانے وہی کامیاب ہے' جو اس کی قدر نہ کرے وہ نقصان اٹھانے والا ہے' وہ اپنے ہاتھ سے ایسا مقدس مہینہ ضائع کر رہا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے گناہوں اور برائیوں کے خاتمے کے لیے بھیجا ہے' یہ مبارک مہینہ اس کے لیے نور ایمان کا ذخیرہ ہے جو اچھے اعمال بجالاتا ہے' جو اس کی شرائط پوری کرتا ہے' اس مہینے میں فاسق بھی نیک بن جاتا ہے' مجاہدات کرنے والے خوب سرگرم عبادت ہوتے ہیں' یہ مہینہ دلوں کو آباد کرنے' گناہوں کو ختم کرنے اور مسجدوں کو رونقیں بخشنے کا مہینہ ہے' برأت نامے لے کر فرشتوں کے نزول کا مہینہ ہے' اس مہینے میں مسجدیں آباد ہوتی ہیں' چراغوں سے روشن ہوتی ہیں' لوگ تلاوتیں کرتے ہیں' دلوں کو اطمینان ملتا ہے' گناہ دھلتے ہیں' اس مہینے میں فرشتے روزہ داروں کے لیے بکثرت استغفار طلب کرتے ہیں' رب غفار ہر روز افطاری کے وقت چھ لاکھ مجرموں کو آگ سے آزادی بخشتے ہیں' اس میں برکتیں اترتی ہیں' برائیاں مٹتی ہیں' آفات ومصائب دور ہوتے ہیں' درجات بلند ہوتے ہیں' آنسوؤں پر رحم کیا جاتا ہے' جنتی حسین حوریں پکارتی ہیں: اے روزہ دار مردوزن! اللہ نے تمہارے لیے ان گنت نعمتیں تیار کر رکھی ہیں' اللہ کی برکتوں نے تمہیں ڈھانپ رکھا ہے' ارض وسما تمہیں خوشخبریاں سناتے ہیں' اس کے لیے بڑی رحمت ہے جس نے نزول قبر سے پہلے عبادتوں کے ساتھ نرم بستر تیار کر لیا ہے' ماضی' مستقبل سے قطع نظر حال میں عمل خیر کر رہا ہے' پائیدار زادراہ تیار کیا ہے کیونکہ جس نے آخرت کے لیے زادراہ تیار نہ کیا اس نے ساری عمر برباد کر دی' اس مہینے کی مفارقت پر بے چین ہونے والے کے لیے خوشخبری ہے' جو اسے رخصت کرتے وقت کہے تجھ پر سلامتی ہو' اے روزوں' قیاموں اور تلاوتوں کے مہینے تجھ پر سلام' اے بخششوں کے مہینے' تجھ پر سلام' اے برکت ورحمت کے مہینے تم پر سلام' اے تحائف ورضا کے مہینے' اے عبادت اور نیکی کے مہینے' اے روزوں اور تہجد کے مہینے' اے نماز تراویح کے مہینے' اے انوار بہار کے مہینے' اے عارفوں کے شوقین مہینے' اے مقربین کے فخر' دوستوں کے نور' عبادت گزاروں کے باغ' اے پیارے مہینے تجھ پر سلام' تجھ پر سلام' ہم بڑی بے چینی سے تجھے رخصت کرتے ہیں' تیرے دن صدقوں اور روزوں سے معمور تھے' تیری راتیں قیام و

قرأت سے پڑھیں، ہماری طرف سے تجھے ان گنت سلام، ہمیں معلوم نہیں کہ آئندہ تیرا دیدار نصیب ہو یا نہیں، ہمارے چراغ تیرے لیے جگمگاتے ہیں، تیرے ساتھ مسجد میں پررونق ہیں، اب چراغ بجھ جائیں گے، مسجدیں ویران ہو جائیں گی، ہم لوگ اپنی سابقہ روش پر لوٹ جائیں گے، عبادت کے مہینے سے محروم ہو جائیں گے، کاش! ہمیں معلوم ہوتا کہ ہم میں کون اللہ کے حضور کامیاب ہوا کہ ہم اسے مبارک باد دیتے اور کون بدنصیب ہوا کہ ہم اس کے ساتھ تعزیت کرتے، اے خوش نصیب، مقبول اللہ کے ثواب و صلے، رضا و رحمت، قبولیت و بخشش، عفو و کرم، انعام و اکرام اور دارالامان میں اس کا عطا کردہ دوام تجھے نصیب ہو۔ اے بدنصیب، مردود! جسے اپنے ظلم و عدوان، طغیان سرکشی، غفلت، نقصان اور گناہوں پر اصرار کی وجہ سے بارگاہ اقدس سے راندہ درگاہ کر دیا گیا، اللہ کے غضب و قہر اور ذلت و رسوائی سے تجھے سنگین مصیبت پہنچی ہے، تیری روزے والی آنکھ اور آنسو کہاں گئے؟ تیری صبح و شام کی آہیں فریادیں کہاں ہیں؟

تو نے کس دن کے لیے اپنی توبہ مؤخر کر رکھی ہے؟ اگلے سال یا اس سال کے لیے؟ اے نادان! تجھے اپنی عمر کی کیا خبر؟ تیری موت کب آئے گی؟ بڑے عمروں کے امیدوار اپنی امیدیں پوری نہ کر سکے، بہت سے لوگ سال رواں پورا نہ کر پائے کہ موت نے آ دبوچا، بہت سے لوگوں نے عید کے لیے خوشبوئیں خریدیں جوان کے کفنوں میں کام آئیں، بہت سے شوقینوں کے کپڑے ان کے کفن بن گئے، بہت سے روزہ کھولنے والے افطاری سے پہلے قبروں میں جا پہنچے، بہت سے لوگوں نے موجودہ رمضان کے روزے چھوڑ کر آئندہ رمضان کے لیے نیت کر لی مگر ان کے ارمان دل میں ہی رہ گئے لہٰذا اللہ کے بندو! اللہ کا شکر بجالاؤ کہ اس نے خیر و عافیت سے مہینہ پورا کرایا ہے، اب اس سے دعا کرو کہ تمہارے روزے، نمازیں قبول ہو جائیں، اللہ کے حقوق پورے کرو، اس کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو، تم پر اللہ کا فضل ہو، تم ایک عظیم مہینے سے جدا ہو رہے ہو، گزشتہ سال تمہارے ساتھ روزے رکھنے والے کہاں ہیں؟ تمہارے ساتھ تراویح پڑھنے والے، عبادتیں اور حقوق پورے کرنے والے کدھر گئے؟ تمہارے والدین، بہن بھائی، عزیز و اقارب دوست احباب کہاں ہیں؟ واللہ! ان کے پاس لذتوں کو کاٹ دینے والی، خواہشات کو ختم کر دینے والی، جماعتوں کو منتشر کر دینے والی موت آ پہنچی، ان کے گھر اور مسجدیں ویران ہیں، وہ اپنی موت کی حالت کو ختم نہیں کر سکتے، انہیں اپنے نفع نقصان پر قدرت نہیں، وہ اس دن کے منتظر ہیں جب لوگ اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے، وہ اس دن ہانپتے کانپتے حساب کے خوف سے پریشان حال ہوں گے۔

ارشاد باری ہے [جب صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو اکٹھا کر لیں گے][1658] اے اللہ کے بندو! جس نے رمضان المبارک میں حرام سے اجتناب کیا اسے سال بھر کے مہینوں میں حرام سے اجتناب کر لینا چاہیے۔ اس لیے کہ رمضان اور غیر رمضان کا مالک اللہ ہے اور وہ ہر وقت سے اچھی طرح باخبر ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مہینے کی جدائی پر اجر سے نوازے، اپنی رحمت سے ہمیں نوازے، ہر معاملے میں برکت عطا فرمائے، اپنے فضل و کرم سے اپنے ہدایت کے راستے پر گامزن فرمائے۔

[1658] الکہف-۹۹

یااللہ! تو نے اس رات اپنی بخشش' آزادی' رحم وکرم' رضا عفو واحسان' دوزخ سے نجات اور دائمی جنت کا داخلہ طے کر دیا ہے' یااللہ! ہمیں سب سے زیادہ حصہ عطا فرما۔ (امین) یااللہ جس طرح تو نے ماہ رمضان ہمیں دیا اسی طرح اسے برکتوں سے معمور فرما دے' اور ہمارے بحیثیت روزہ دار تمام اعمال وعبادات قبول فرمالے' ہم سے جو کوئی گناہ ہوئے انہیں بخش دے' ہمیں حقوق العباد سے اس دن محفوظ فرمانا جس دن تیرے علاوہ کوئی امید گاہ نہیں' یاعلیم یاارحم الراحمین ہماری دعائیں قبول فرمالے۔ یااللہ! بے شک ہم سے اس مہینے کے روزوں اور قیاموں میں کوتاہی ہوئی اور ہم تیری عبادت کا کماحقہ حق ادا نہ کر پائے' اس لیے ہم تیرے حضور یہ درخواست کرتے ہیں' تیری رضا ورحمت کے طالب بنتے ہیں' ہمیں نامراد واپس نہ لوٹا' اپنی رحمت سے مایوس نہ فرما' ہم تیرے محتاج ہیں' تیرے سامنے عاجز ہیں' تو ہماری طرف توجہ فرما' ہم تجھ سے ہی خیر مانگتے ہیں' ہم تیرے در پہ ہی حاضری دیتے ہیں' تیری رحمت کا سوال کرتے ہیں' تو ہم پر رحم فرما' ہماری حالتیں سنوار دے' ہمارے عیب چھپالے' ہمارے گناہ معاف کر دے' روزِ قیامت ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرما' ہمیں اپنے فضل عظیم سے محروم نہ فرما' ہمارے عمل قبول فرما' ہماری محنتیں قبول فرما اور آج رات ہمیں زیادہ سے زیادہ فضل عطا فرما۔ یااللہ! اگر تیرے علم میں ہمارے لیے آئندہ سال موجود ہے تو اس میں بھی ہمیں برکتوں سے نواز' اگر نہیں ہے بلکہ موت حائل ہونے والی ہے تو ہمارے پیچھے آنے والے (بیٹے' پوتوں) کو نیک صالح بنا' ہمارے اگلوں پر رحمت نازل فرما' اپنی رحمت عامہ سے ہم سب کو معاف فرما دے' ہمیں انبیاء' اصدقا وشہدا' صلحا کی رفاقت سے نواز' یااللہ! ہماری دعائیں قبول فرمالے۔ یااللہ! قبروں والے اپنے گناہوں سے چھٹکارا نہیں پا سکتے وہ ایسی تنہائی میں گرفتار ہیں جس سے رہائی ناممکن ہے' وہ ایسے مسافر ہیں جنہیں مہلت نہیں دی جا سکتی' ان کے خوبصورت چہروں کو موت نے مسخ ڈالا ہے' قبر میں زہریلے کیڑے ان کے ہمسائے بن گئے ہیں' وہ ایسے خاموش ہوئے کہ بات نہیں کر سکتے' ایسے ہمسائے بنے کہ ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے' وہ تا قیامت اپنی قبروں میں ایسا سوئے رہیں گے کہ کہیں اور منتقل نہ کیے جائیں گے۔ ان میں نیک' فاجر' آگے بڑھ جانے والے اور پیچھے رہ جانے والے بھی ہیں۔

یااللہ: جو ان میں خوش ہونے والے ہیں ان کی خوشیاں زیادہ فرما' جو غمگین ہیں ان کا غم خوشیوں میں بدل دے۔ یااللہ! تمام مؤمنوں پر اپنی عام رحمت نازل فرما' یاارحم الراحمین ہماری دعائیں قبول فرما۔ یااللہ! ان کی قبروں کو ان کے لیے آرام گاہ اور اپنی مغفرت' معافی اور احسان کی آماجگاہ بنا دے تاکہ وہ اپنی قبروں میں مطمئن رہیں' تیری سخاوت پر یقین رکھنے والے اور اعلیٰ درجات پر پہنچنے والے بن جائیں۔ یااللہ! ان انعامات کے ساتھ ساتھ ان کے والدین' بھائی' عزیز واقارب کو بھی اپنے فضل وکرم سے نواز مبادا کہ وہ دنیا میں تباہ ہوں' سیاہی صفائی پر غالب آئے اور اسی حال میں دنیا سے رخصتی ہو جائے اور سارے مکانات بھی مٹی ہو جائیں' اپنے انعامات اس سے پہلے ہی عطا کر دے کہ ہمدردی دشمنی کا روپ اختیار کر لے' قطرہ سیلاب بن جائے' صبح رات بن جائے' ارض وسماء کے رہائشیوں پر موت طاری ہو جائے' یہ سب نعمتیں اس سے پہلے ہی ہمیں عطا کر دے کہ بوڑھا بڑھاپے پر' کم عمر کم عمری پر افسوس کرے' یہ سب نعمتیں اس سے پہلے ہی عطا فرما کہ ندامت وخجالت سب کو

غرق کرے اور وہ بولنے سے عاجز آ جائیں' اپنے اعمال پر شرمندہ ہو کر گردنیں جھکا لیں اور خوف میں یہ امید کریں کہ کاش! ہم پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے۔

اے رزق دینے والے! پکار سننے والے! موت کے بعد زندگی دینے والے! حضرت محمدؐ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما' یا اللہ! آج کی سعادت مندرات میں ہمارے سارے گناہ اور غم دھو ڈال' ہماری مصیبتیں عافیت میں بدل دے' بروں کو بھی آج نظر انداز نہ فرما' ان کے گناہ بھی معاف کر دے' قرض داروں کو قرض سے نجات دے' گم شدہ کو واپس لا' گناہ گار کے گناہ معاف فرما' ہر میت پر اپنی رحمت نازل فرما دے' ہماری دین و دنیا کی ہر وہ ضرورت جس میں تیری رضا اور ہماری فلاح مضمر ہے' اس کا حصول ہمارے لیے آسان کر دے۔ یا ارحم الراحمین! ہماری دعائیں قبول فرما۔ یا اللہ! ہمارے آباؤ اجداد' بھائی' اولاد و عزیز و اقارب' شاگرد' استاد' ہمارے لیے دعا مانگنے والے اور ہم سے دعا کے طالبوں کو بھی بخش دے' الٰہی! ان کے گناہ بھی بخش دے جن سے ہمیں تیرے لیے محبت و نفرت ہے' خواہ وہ زندہ ہیں یا مر گئے' یا اللہ! ہماری دعائیں قبول فرما لے۔

اے سچے معبود! غیب کی خبریں رکھنے والے! مصیبتوں کو دور کرنے والے! دعائیں قبول کرنے والے! غم دور کرنے والے! حضرت محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما جو ساری مخلوق میں افضل ہیں' ہمیں اپنی کتاب کی آیات سے فائدہ پہنچا' اس کی تلاوت سے ہمارے گناہ معاف فرما' رمضان کے روزوں اور قیاموں کے ساتھ ہمارے درجات بلند فرما۔ اے پوشیدہ باتوں سے باخبر! حضرت محمدؐ پر رحمتیں بھیج' قرآن کے ساتھ ہماری غلطیاں معاف فرما' ہمارے بیماروں کو شفا عطا فرما' مرنے والوں پر رحم فرما' ہماری دنیا اور دین بہتر بنا' ہماری نافرمانیوں کے بوجھ اتار دے' ہمیں نیک لوگوں کے طریقے پر چلا' ہماری تمام غلطیاں' کوتاہیاں معاف فرما دے' ہمارے باطن کو بھی پاک کر دے' قرآن کے ساتھ اذکار اور خیالات بھی بہتر کر دے' ہمیں گرانی سے بچا' بروں کی برائیوں اور فاجروں کی مکاریوں سے محفوظ فرما' ہمیں صحابہ کی محبت پر زندہ رکھ' دوزخ سے نجات عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما' تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ حضرت محمدؐ ان کی آل' ازواج مطہرات اور صحابہ کرام پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتیاں نازل ہوں۔

❀ ❀ ❀

باب - ۱۱

مریدوں کے آداب

ان سچے فقیروں کے آداب جو صوفیاء کرام کی راہ پر گامزن ہیں' گمراہ کن خواہشات سے' برے طور اطوار سے مبرا ہیں' ابدال اور اولیاء کی جماعت کے افراد ہیں اور انبیاء کی پیش کردہ توحید پر قائم ہیں۔ ان چیزوں کو ہم بالاختصار ذکر کریں گے تاکہ قارئین اکتا نہ جائیں۔

ارادہ' مرید اور مراد: ۞۞ ترک عادت کا دوسرا نام ارادہ ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تلاش کا جذبہ دل میں گھر کر جائے اور غیر اللہ سے قطع نظر کر لی جائے پھر جب انسان اس عادت کو جو دنیاوی اور اخروی لذت کا نام ہے' چھوڑ دے تو اب اس کا ارادہ مجرد ہو گیا ہے' اس لیے ہر کام سے پہلے ارادہ مقدم ہوتا ہے پھر قصد اور اس کے بعد عمل کا درجہ آتا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ ارادہ ہر سالک کے راستے کا نقطہ آغاز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے مخاطب ہیں [آپ انہیں پاس سے نہ ہٹائیں جو صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور صرف اسی کی رضا چاہتے ہیں (الانعام۔۵۲)] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے نیک لوگوں کو اپنے سے دور ہٹانے سے منع کیا ہے۔ نیز ارشاد باری ہے [آپ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روک کر رکھیں جو صبح و شام اللہ کی رضا کے لیے اللہ کو پکارتے ہیں اور آپ ان سے نگاہیں نہ پھیر لیں' کیا آپ دنیا کی زینت کے متلاشی ہیں؟ (الکہف۔۲۸)] ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ارادے کی حقیقت صرف اللہ کی رضا کی طلب ہے اور یہی دنیا اور آخرت کی اصل زینت ہے۔

۱۶۵۹ تصوف کا لغوی معنی:

تصوف کا مادہ (ص وف) ہے۔ ''صوف'' کا لغوی معنی ''اون'' ہے۔ اس کی جمع اصواف ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

ومن اصوافها واوبارها واشعارها اثاثا ومتاعا الى حين. (النحل—۸۰)

ان کی اون' روؤں اور بالوں سے بھی اس نے بہت سے سامان اور ایک وقت تک کے لیے فائدہ کی چیزیں بنائی ہیں۔

لغت کی کتابوں میں ''صوف'' کا معنی ''اون'' کیا گیا ہے۔ دیکھئے۔ الصحاح ۴/ ۱۳۸۸' المعجم الوسیط ۱/ ۵۲۹۔ مفردات القرآن ۲۰۱.۲۔

تصوف کا اصطلاحی معنی:

تصوف کی کئی ایک اصلاحی تعریفات کی گئی ہے۔ جن میں سے قابل ذکر پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔

۱- علامہ ابن جوزی کا خیال ہے کہ صوفیت ''غوث بن مر'' کی طرف منسوب ہے۔ جو دور جاہلیت میں ''صوفہ'' کے لقب سے مشہور تھا۔ اس کی لاپ

مرید وہ ہے جو صفت ارادہ سے متصف ہو اس لیے مرید ہمیشہ اللہ رب العزت کی فرمانبرداری کا متلاشی رہتا ہے اور غیر اللہ کی کسی بات پر لبیک کہنا گوارا نہیں کرتا۔ مرید اپنے رب کے لیے لبیک کہتا ہے اور کتاب وسنت پر کاربند ہو کر اس کے علاوہ ہر چیز

ﷺ والدہ نے اپنی نذر پوری کرتے ہوئے اسے بیت اللہ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ (تلبیس ابلیس ص۲۴۹ الصحاح ج۴/ ۱۳۸۸)

۲- البیرونی وغیرہ تصوف کو ''سوفیا'' سے مشتق قرار دیتے ہیں جو یونانی لغت میں ''حکمت'' کے مترادف ہے۔ (چونکہ یہ افلاطونی فلسفے کی پیداوار ہے) (فلسفہ اسلام ص۱۵۲۔ الموسوعۃ المیسر ۃ ص ۲۷۱)

۳- صوفیت ''صوف'' سے مشتق ہے جس کا معنی اون ہے۔ چونکہ یہ لوگ ادنیٰ کپڑے پہنتے تھے۔ اس لیے انہیں صوفی کہا جانے لگا۔ (المقدمہ لابن خلدون ص۴۶۷۔ فتاوی ابن تیمیہ ۱۱/ ۶۔ مفردات القرآن ۲/ ۶۰۱۔ تلبیس ابلیس ص۲۵۰)

۴- تصوف ''صفا'' سے مشتق ہے۔ جس کا معنی صفائی' طہارت وغیرہ ہے۔ چونکہ یہ لوگ اپنی مخصوص عادات کے ساتھ اپنے نفوس کی صفائی اور تزکیہ کے خواہاں تھے اس لئے انہیں صوفی کہا جانے لگا۔ الموسوعۃ ص۲۷۲۔

۵- مسجد نبویؐ میں ایک چبوترہ (عربی میں صفہ کہا جاتا ہے) تھا۔ جہاں صحابہ کرام درس وتدریس کے لیے بیٹھتے تھے۔ اس مناسبت سے ان لوگوں کو صوفی کہا جانے لگا۔ (تلبیس ابلیس ص۲۵۰۔ الموسوعۃ ص۲۷۲)

مندرجہ بالا تعریفات کی روشنی میں درج ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱- پہلی تعریف کے مطابق تصوف یہ ہے کہ صوفی اپنے آپ کو صرف اور صرف عبادت الٰہی کے لیے مختص کر دے اور اس کے نتیجے میں دنیا و مافیھا سے منقطع ہو جائے۔ دنیا سے کلیۃً منقطع ہو کر عبادت اور گیان دھیان میں مصروف ہو جانے کی دین اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ اسلام میں اسے قابل مذمت گردانا گیا ہے۔ اگرچہ سابقہ آسمانی ادیان میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اس لئے یہ بات بھی سمجھ آتی ہے کہ تصوف کا تعلق دور جاہلیت کے رسم ورواج سے ہے نہ کہ صحابہ کرام کے طرز وعمل سے۔

۲- دوسری تعریف کی روشنی میں تصوف فلسفہ یونان (وغیرہ) کا مرہون منت سمجھا جائے گا۔ اور مسلمانوں میں یونانی فلسفہ اور تہذیب وتمدن کا دروازہ تیسری صدی ہجری میں کھلا جس کے مضر اثرات اہل علم سے پوشیدہ ومخفی نہیں۔ عبدالکریم جیلی (صوفی) اپنے تاثرات بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے افلاطون کو دیکھا جسے اہل ظاہر کافر کہتے ہیں اس نے کائنات کو نور سے منور کر رکھا تھا اس جیسا مقام تو میں نے کسی ولی کے ہاں بھی نہیں دیکھا۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا میں ''قطب الزمان'' ہوں۔ (الانسان الکامل ۲/ ۵۲) پروفیسر ڈی اولیری فلسفہ اسلام ص۱۵۲ پر رقمطراز ہیں: صوفیت یا اسلامی تصوف جو تیسری صدی ہجری کے دوران نمایاں ہوا ایک حد تک یونانی اثرات کا نتیجہ تھا۔

۳- تیسری تعریف میں بھی وہی قباحت پوشیدہ ہے۔ جس کی طرف پہلی تعریف میں اظہار کیا گیا ہے۔

۴- چوتھی تعریف کے مطابق تصوف کو نفس اور روح کو دنیاوی ومادی آلائش سے پاک صاف کرنے کا ہتھیار سمجھا گیا ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کہ دین اسلام نفس کو مادی آلائش سے پاک کر کے قرب الٰہی سے نوازنا چاہتا ہے۔ مگر اس کا مسنون طریقہ وہ نہیں جو صوفیاء کے ہاں معروف ہے بلکہ تزکیہ نفس کو قرآن وسنت کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کے طرز وعمل کے مطابق دیکھا جائے گا۔ اس پر تفصیلی بحث آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ صفا سے صوفی کی حیثیت بھی مشکوک ہے۔

۵- پانچویں تعریف غلط اور قابل تردید ہے۔ ''صفۃ'' سے اسم منسوب صفی ہوگا۔ جیسے مکہ سے مکی نہ کہ صوفی اور موکی!

ملخص:

ان پانچوں تعریفوں کا ملخص یہ ہے علم کہ ''تصوف'' ایک ایسی راہ ہے جس میں ہر طریقے سے نفس کو ذلیل کرنے' دنیا سے قطع تعلق کرنے' ﷺ

کے لیے بہرہ بن جاتا ہے اور وہ اللہ کے نور سے نور بصیرت پاتا ہے' وہ نہ صرف اپنے لیے بلکہ ساری مخلوق کے لیے حکم الٰہی دیکھنا

ﷺ اور لذات وخواہشات کو ترک کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔ تاکہ اس طرح اللہ کی خوشنودی حاصل کی جائے اور دنیا میں اللہ کے دیدار' کشف و الہام کی سعی لا حاصل کی جائے اور اپنے حصول مقصد کے لیے سخت سے سخت ریاضت وعبادت اور مجاہدوں ومراقبوں کا اہتمام کیا جائے' نفس کو تعذیب پہنچائی جائے۔ چلّہ کشی کی جائے اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر جنگلوں' میدانوں اور صحراؤں میں خانقاہیں سجائی جائیں۔ بعینہ یہی تعریفات اہل تصوف سے بھی ماخوذ ہیں۔

شیخ جنید سے پوچھا گیا: تصوف کیا ہے؟ کہا: تصوف یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر کسی سے تعلق منقطع کر لیا جائے۔ الرسالۃ القشیر یۃ ص ۳۵۷۔

شیخ جنید سے ایک اور تعریف بھی منقول ہے۔ نفس کو اجتماعی تعلقات' فطرتی عادات واخلاقیات اور بشری صفات سے جدا کیا جائے۔ التعرف لمذہب اہل التصوف ص ۳۴۔

شیخ عبدالقادر جیلانی صوفیاء کے خصائص ذکر فرماتے ہیں۔ ''صوفی اپنے نفس خواہش' شیطان' دنیا' آخرت اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دھوکہ دیتا ہے۔ شش جہات سے صرف نظر کر کے اللہ کی عبادت بجالاتا ہے۔ دنیا کی چیزوں کو نفرت سے نظر انداز کر دیتا ہے۔ اپنے ساتھیوں اور تمام دنیا والوں سے الگ تھلک رہتا ہے۔ اخروی نعمتوں کو بھی اللہ کی محبت اور شوق میں نظر انداز کر دیتا ہے۔ اس سے تمام اسباب' علائق اور اہل وعیالی منقطع ہو جاتے ہیں۔ اس سے اللہ کی جہت کے علاوہ تمام جہات کے دروازے بند ہو جاتے ہیں بالآخر وہ اپنے نفس' صفات' طاقت' قوت' حرکت ارادہ' تمنا دنیا' اور آخرت سے مدہوش وبے خبر ہو جاتا ہے۔'' غنیۃ الطالبین۔

امام غزالی رقمطراز ہیں: اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے ہر قسم کی خواہش کو قربان کرنا ہوگا اور ہر قسم کی حرکات وسکنات سے کنارہ کشی کرنا ہوگی۔ (احیاء علوم الدین ۳/۳۴۴)

علی ہجویری فرماتے ہیں: صوفی وہ ہے جو اللہ کی عبادت کے لیے مکمل فراغت حاصل کر لے اور تمام دنیاوی تعلقات منقطع کر دے۔ یہ پہلے درجے کا صوفی ہے۔ دوسرے درجے کا صوفی وہ ہے جو مجاہدوں کے ساتھ سابقہ درجہ حاصل کرنے میں مشغول ہو جائے۔ کشف المحجوب ابراہیم بن ادھم صوفیاء کے آداب ذکر کرتے ہیں۔ صلحاء اور صوفیاء کا درجہ چھ گھاٹیاں عبور کرنے کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

۱- اپنے نفس سے نعمت کا دروازہ بند کر کے زحمت کا دروازہ کھول لیا جائے۔
۲- اپنے نفس سے عزت کا دروازہ بند کر کے ذلت کا دروازہ کھول لیا جائے۔
۳- اپنے نفس سے رحمت کا دروازہ بند کر کے مجاہدے کا دروازہ کھول لیا جائے۔
۴- اپنے نفس سے نیند کا دروازہ بند کر کے بیداری کا دروازہ کھول لیا جائے۔
۵- اپنے نفس سے غنیٰ کا دروازہ بند کر کے فقیری کا دروازہ کھول لیا جائے۔
۶- اپنے نفس سے امیدوں کا دروازہ بند کر کے موت کی تیاری کا دروازہ کھول لیا جائے۔ (الرسالۃ القشیر یۃ ۔۲۹۲)

مندرجہ بالا تعریفات کی روشنی میں ہم تصوف کی تعریف ایک مرکب اضافی میں ادا کر سکتے ہیں۔ یعنی ''ترک دنیا'' (تصوف' رھبانیت)

قرب الٰہی کے حصول کے لیے صوفیاء کے مخصوص طرز عمل ''ترک عمل'' (تصوف) کو دین اسلام کی میزان میں پرکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ آسمانی ادیان و مذاہب کے پس منظر میں ''تصوف'' (ترک دنیا) پر نگاہ ڈال لی جائے۔ فلسفہ تصوف اور اس کے اعتقادات واثرات فلسفہ ہند' فلسفہ۔ یونان اور فلسفہ بدھ مت سے خاصے ہم آہنگ ہیں مگر ان ادیان کے منزل من اللہ (آسمانی) ہونے میں چونکہ اختلاف پایا جاتا ہے اس لیئے ہم صرف یہودیت اور عیسائیت کو مدنظر رکھیں گے۔ ﷺ

چاہتا ہے۔ وہ حقیقی فاعل اللہ ہی کو گردانتا ہے اور غیر اللہ کو سبب محض سمجھتا ہے۔ فرمان نبویؐ ہے: کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے (ابوداؤد: ۵۱۳۰، احمد ۱۹۴/۵) یعنی کسی سے محبت اس کے غیر سے اندھا بہرا کر دیتی ہے اس لیے کہ محبوب کی محبت میں

یہودیت اور ترک دنیا:

ترک دنیا ایک غیر فطری امر ہے۔ جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے کسی شریعت میں جاری نہیں کیا البتہ عیسائیوں نے اس بدعت کو قرب الٰہی کے حصول کے لیے جاری کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ان پر لازم کر دیا۔ چونکہ یہ ایک غیر فطری معاملہ تھا اس لیے عیسائی اس پر کار بند نہ رہ سکے۔ (فما رعوها حق رعایتها)

قرآن مجید کی سورۃ ''الکہف'' کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیت میں ''ترک دنیا'' کا آغاز اضطراری اور مجبوری کی صورت میں ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی دی تھی۔ ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے جبکہ یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہی ہے جو آسمان وزمین کا رب ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور کو معبود بنائیں۔ اگر ایسا کیا تو ہم نے نہایت غلط بات کہی۔ یہ ہے ہماری قوم جس نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ ان کی خدائی کی یہ کوئی صاف دلیل کیوں نہیں پیش کرتے۔ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے سے زیادہ ظالم کون ہے؟ جبکہ تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے کنارہ کش ہو گئے تو اب تم کسی غار میں جا بیٹھو تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں سہولت مہیا کر دے گا۔'' ۱۳-۱۶)

ان آیات کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (۱۲۱/۳-۱۲۶) میں کافی بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: ایک ظالم بادشاہ جس کا نام دقیانوس تھا وہ لوگوں کو بتوں کی عبادت کرنے اور ان کے نام کی نذر و نیاز کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چند نوجوانوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ عبادت کے لائق تو صرف ایک اللہ ہی ہے جو ارض وسما کا خالق اور کائنات کا مالک ہے۔ یہ نوجوان نو (۹) یا اس سے کم تھے۔ یہ الگ ہو کر کسی ایک جگہ اللہ واحد کی عبادت کرنے لگے۔ آہستہ آہستہ لوگوں میں ان کے عقیدۂ توحید کا چرچا ہوا تو بادشاہ تک بات پہنچ گئی اور اس نے انہیں اپنے دربار میں طلب کر کے پوچھا، تو وہاں انہوں نے برملا اللہ کی توحید کا اظہار کیا۔ پھر یہ بادشاہ اور اپنی مشرک قوم کے ڈر سے اپنے دین کو بچانے کے لیے آبادی سے دور ایک پہاڑ کی غار میں پناہ گزین ہو گئے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی اور وہ تین سو نو (۳۰۹) سال وہاں سوئے رہے۔ حافظ ابن کثیر نے ان کے یہودی ہونے کو ترجیح دی ہے۔

اس پس منظر سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ان موحد نوجوانوں نے کافر اور ظالم بادشاہ کے ڈر سے دور دراز غار میں پناہ لی جس کی بنیاد اضطرار پر تھی لیکن ان کے بعد آنے والے لوگوں نے اپنے بزرگوں کی اندھی تقلید میں اس ''شہر بدری'' کو عبادت کا ایک طریقہ بنالیا اور اپنے آپ کو علائق دنیا سے منقطع کر کے گرجاؤں، معبدوں اور خانقاہوں میں محبوس کر لیا۔

یہودی حضرت موسیٰؑ کی کوہ طور کے دامن میں چالیس دنوں کی گوشہ نشینی سے بھی اپنے ''تصوف'' کی دلیل مہیا کرتے ہیں۔

عیسائیت اور ترک دنیا (رہبانیت):

اصحاب کہف کی طرح حضرت عیسیٰؑ کے بعد بھی بادشاہ ہوئے جنہوں نے تورات اور انجیل میں تحریف کر دی جسے ایک جماعت نے قبول نہ کیا اور بادشاہوں کے خوف سے پہاڑوں، صحراؤں اور غاروں میں پناہ گزین ہو گئے۔ اس رہبانیت کے آغاز کی بنیاد بھی اضطرار پر تھی لیکن ان کے بعد آنے والے بہت سے لوگوں نے اپنے بڑوں کو اندھی تقلید میں اس ''شہر بدری'' کو عبادت کا طریقہ بنالیا، اپنے آپ کو گرجاؤں میں

پھر غیر کی طرف متوجہ ہونے کا کہاں وقت ہے؟ اور محبوب سے محبت بلا ارادہ نہیں ہوتی اور ارادہ بلا خلوص نہیں ہوتا بلکہ بلا خلوص

لله محبوس کرلیا اور اس کے لیے دنیاوی تعلقات سے انقطاع کو لازمی اور ضروری قرار دے لیا اگرچہ اس کا مقصد نیک اور مقدس تھا کہ اس طرح اللہ کی رضا حاصل کریں مگر اللہ تعالیٰ نے اسے ''بدعت'' قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ہاں رھبانیت (ترک دنیا) ان لوگوں نے از خود ایجاد کرلی تھی ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا۔ (ان کی خواہش) صرف رضائے الٰہی کا حصول تھا پھر وہ اسے کماحقہٗ نباہ نہ سکے۔ ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا اور ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں۔ (الحدید۔۲۷)

اسی طرح کتب احادیث میں ہمیں ایک عیسائی راہب کا درج ذیل واقعہ بھی ملتا ہے:

''ابن جریج ایک راہب تھا جس نے جنگل میں ایک کٹیا بنا رکھی تھی۔ اس کی ماں اسے ملنے آئی اور اسے پکارا لیکن راہب عبادت میں مصروف رہا۔ دل میں یہ ضرور سوچا کہ الٰہی ادھر تیری عبادت میں مصروف ہوں ادھر ماں پکار رہی ہے۔ کروں تو کیا کروں؟ بالآخر اس کے دل نے یہی فیصلہ کیا کہ عبادت میں مصروف رہے اور ماں کی پکار کی پرواہ نہ کرے چنانچہ اس نے اپنی ماں کی پکار کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنی عبادت میں مصروف رہا۔ دوسرے دن پھر اس کی ماں آئی مگر اس نے حسب سابق اپنی ماں کی پکار کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ تیسری مرتبہ پھر اسی طرح ہوا تو اس کی ماں کو اتنا اضطراب ہوا کہ اس کے منہ سے اپنے اس درویش بیٹے کے حق میں بے اختیار یہ بددعا نکل گئی: ''الٰہی! جب تک میرا یہ بیٹا کسی فاحشہ عورت کا منہ نہ دیکھ لے اسے موت نہ آئے۔'' ماں کی دکھیاری آہ بھلا رائیگاں کیسے جاسکتی تھی؟ ابن جریج اپنی عبادت اور خداترسی میں اتنا مشہور تھا کہ بنی اسرائیل کے اکثر لوگ اس سے حسد کرنے لگے تھے اور چاہتے تھے کہ ابن جریج پر ایسا الزام لگایا جائے جس سے اس کا یہ بلند مقام چھن جائے اور اس غرض سے خفیہ مشورے بھی ہونے لگے تو ایک بدنام زمانہ فاحشہ عورت نے جو حسن و جمال میں اپنی نظیر نہ رکھتی تھی اس ''خدمت'' کو سرانجام دینے کا ذمہ لیا اور اسی غرض سے اپنے آپ کو ابن جریج پر پیش کردیا۔ جسے ابن جریج نے ادا کردیا۔ اب یہ فاحشہ عورت اور بھی تیخ پا ہوگئی اور اس ''بے آبروئی'' کا انتقام لینے پر اتر آئی۔ اب اس نے اپنے آپ کو ایک چرواہے پر پیش کیا۔ جس سے اس کو حمل ہوگیا۔ اور جب بچہ پیدا ہوا تو لوگوں کے پوچھنے پر اس نے یہ مشہور کردیا کہ یہ حمل ابن جریج راہب سے ہوا تھا۔ بس پھر کیا تھا؟ لوگ دوڑے آئے۔ ابن جریج کو مارنا پیٹنا شروع کردیا۔ اور اس کی کٹیا کو منہدم کردیا۔ ابن جریج نے اس مار دھاڑ کی وجہ پوچھی تو لوگوں نے سارا ماجرا بتلا دیا۔ ابن جریج نے کہا تھوڑی دیر ٹھہرو۔ لوگ رک گئے تو اس نے وضو کیا اور عبادت میں مشغول ہوا اور اللہ سے بصد گریہ وزاری اپنی بریت کی دعا کی جو اللہ نے قبول فرمائی۔ وہ عبادت سے فارغ ہوکر لوگوں کے پاس آیا۔ وہ فاحشہ عورت بمعہ بچہ موجود تھی۔ ابن جریج نے اس بچہ کے پیٹ میں کچوکا دے کر کہا کہ بتا تیرا باپ کون ہے۔؟ بچہ بول اٹھا۔ کہ فلاں چرواہا ہے۔ تب جا کر لوگوں نے ابن جریج کا پیچھا چھوڑا۔ ان میں بعض ان سے معافی مانگنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر کہو تو تمہیں سونے کی کٹیا بنا دیں۔ لیکن ابن جریج نے کہا کہ بس مجھے ویسی ہی مٹی کی کٹیا بنا دو۔

(بخاری۔۲۴۸۲۔ مسلم۔۶۵۰۸)

اسلام اور تصوف:

دین اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری اور پسندیدہ دین ہے۔ جو سابقہ ادیان کا آخری ایڈیشن ہے اور عین مبنی بر اعتدال ہے۔ اسلام نہ تو ''ترک دنیا'' کی دعوت دیتا ہے نہ ہی ''عبد دنیا'' بننے کو پسند کرتا ہے بلکہ ان دونوں کے درمیان حد اعتدال کو پسند کرتا ہے۔ یعنی انسان بقدر حاجت دنیا سے مستفید ہوتا رہے۔ اس کے مال و متاع سے نفع اٹھائے' وسائل بروئے کار لائے اور تمام فطری تقاضوں کو پورا کرے لیکن وہ دنیا کو اپنا ملجاء و ماویٰ نہ بنا بیٹھے۔ جب دنیا کا شکار نہ ہوجائے' ہر وقت دنیا' مادی وسائل اور مال و دولت کی تگ و دو میں مصروف ہوکر اپنے رب کو نہ بھول جائے' عقیدہ آخرت سے لله

وہ چنگاری ہے جو سلگتی ہوئی بھڑک اٹھتی ہے اور ماسوا کو جلا ڈالتی ہے۔

☜ منحرف نہ ہو جائے' اسی لیے دین اسلام نے ''حب دنیا'' یا ''ترک دنیا'' میں غلو اور مبالغہ کی شدید مذمت کی ہے۔

حب دنیا کی مذمت اور زھد کی دعوت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خوب جان رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا' زینت اور آپس میں فخر و غرور اور مال و دولت میں ایک کا دوسرے سے اپنے آپ کو زیادہ بتلانا ہے۔ جیسے بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ پھر جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ میں اسے تم دیکھتے ہو پھر وہ بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ کی مغفرت اور رضا مندی ہے۔ اور دنیا کی زندگی بجز دھوکے کے سامان کے اور کچھ بھی تو نہیں۔ (الحدید:۲۰)

فرمان خداوندی ہے:

اور دنیا کی یہ زندگانی تو محض کھیل تماشا ہے البتہ سچی زندگی تو آخرت کا گھر ہے۔ کاش! یہ جانتے ہوتے۔ (العنکبوت:۶۴)

نیز:

ہر جان موت سے ہمکنار ہونے والی ہے اور قیامت کے روز تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا بے شک وہ کامیاب ہو گیا۔ دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی جنس ہے۔ (آل عمران:۱۸۵)

نیز:

مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لیے مزین کر دی گئی ہے جیسے عورتیں' بیٹے' سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے' نشاندار گھوڑے' چوپائے اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور واپسی کا اچھا ٹھکانہ تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ (آل عمران:۵)

حدیث نبویؐ ہے:

جس شخص نے دنیا کو ہی اپنے ہم و غم کا محور بنا لیا' اللہ تعالیٰ اس کا معاملہ اس کے لیے منتشر کر دے گا۔ اس کی فقیری اور محتاجی نمایاں کر دے گا۔ دنیا سے اسے صرف اسی قدر ملے گا۔ جس قدر اس کے نصیب میں ہوگا اور جس شخص نے آخرت پر دھیان مرکوز کر لیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ جمع کر دیں گے۔ اس کا دل غنی کر دیں گے اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے قدموں میں آئے گی۔ (ابن ماجہ:۴۱۰۵)

حدیث نبویؐ ہے:

دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے جس طرح سمندر کی مثال تر انگلی کے مقابلے میں ہے۔ (مسلم:۱۲۶/۷)

ان آیات و احادیث میں دنیا سے بے انتہا محبت کی مذمت کی گئی البتہ اس دنیا سے بقدر ضرورت فائدہ اٹھانے کی گنجائش دی گئی ہے۔

''ترک دنیا'' میں غلو کی مذمت:

جس طرح دنیا کی محبت میں غلو قابل مذمت گردانا گیا ہے اس طرح ترک دنیا میں غلو بھی قابل مذمت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حدیث نبویؐ روایت کرتے ہیں:

''ان الدین یسر ولن یشاؤ الدین احد الاغلبہ..........''

بے شک دین آسان ہے' کوئی شخص دین میں (اپنے آپ پر) سختی نہ کرے کہ وہ عمل اسے (بعد میں) عاجز کر دے لہذا ہر عمل ٹھیک طرح بجالاؤ اور میانہ روی اختیار کرے' خوش ہو جاؤ اور صبح و شام اور آخری رات کے کچھ حصے میں اللہ تعالیٰ اسے (دعا و عبادت کے ساتھ) مدد طلب کرتے رہو۔'' (صحیح بخاری:۳۹)

☜

ارشاد باری تعالیٰ ہے [جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے معززین کو

؎ حدیث نبویؐ ہے:

لا تشددوا علی انفسکم..............."

اپنی جانوں پر سختی نہ کرو کیونکہ ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کر دی (یعنی ان کا ایجاد کردہ طریقہ عبادت (رہبانیت) ہی ان کی جانچ کا معیار مقرر کر دیا) اس قوم کا ماندہ گرجاؤں اور خانقاہوں میں ہے۔ (پھر آپ نے یہ آیت پڑھی)'' اور رہبانیت (ترک دنیا) کو انہوں نے خود ہی ایجاد کر لیا تھا جس کا ہم نے انہیں حکم نہیں دیا تھا۔'' (ابوداؤد:۴۹۰۴)(یعلی:۳۶۹۴)۔

مندرجہ بالا احادیث میں ترک دنیا (تصوف) کی شدید مذمت کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کا ایک طبقہ اس میدان میں جا گھسا اور اس راہبانہ زندگی کے جواز کے لیے یہ دلیل پیش کرنے لگا کہ نبی کریمؐ نے نبوت سے چند ماہ پہلے غار حرا میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور وہیں آپؐ پر وحی نازل ہوئی۔ حالانکہ یہ گوشہ نشینی نبیؐ کی نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جو شریعت کا حصہ نہیں۔ علاوہ ازیں جب آپؐ نے ترک رہبانیت کے متعلق مندرجہ بالا واضح حکم دے دیا۔ اور اس کی شدید مذمت فرما دی تو پھر اس واقعہ سے استدلال کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔؟!

عبادات میں اعتدال و میانہ روی:

مذکورہ بالا دونوں راستوں کے درمیان اسلام نے اعتدال کو پسند کیا ہے تاکہ ہر کام بسہولت ادا کیا جائے۔ کسی ایک عمل کی ادائیگی سے دوسرے اعمال میں خلل واقع نہ ہو۔ عبداللہ بن عمروؓ صحابیؓ کے والد نے ان کی شادی ایک اعلیٰ خاندان میں کی۔ کچھ دنوں بعد اپنی بہو سے پوچھا: تمہارا خاوند کیسا ہے؟ اس نے کہا بہت اچھا ہے۔ رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہے۔ دن بھر روزے سے رہتا ہے۔ ہمیں تو کبھی اس نے پوچھا بھی نہیں۔ عبداللہ کے والد ناراض ہوئے کہ میں نے تمہاری شادی اتنے اچھے خاندان میں کی اور تم نے قدر ہی نہ کی! پھر رسول کریم ﷺ کے پاس بیٹے کی شکایت کی تو آپؐ نے انہیں بلایا اور فرمایا: اے عبداللہ! مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم بلا ناغہ روزے رکھتے ہو اور نمازیں پڑھتے رہتے ہو؟ ایسا کرو کہ ناغے کے ساتھ روزہ رکھو' قیام بھی کرو اور آرام بھی کرو کیونکہ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے' تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے' تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے ملنے والے کا بھی تم پر حق ہے۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا درحقیقت اس نے روزہ رکھا ہی نہیں۔ ہر ماہ سے تین دن کا روزہ دائمی روزے کے مترادف ہے لہذا ہر ماہ تین دن روزہ رکھو اور مہینہ بھر میں ایک قرآن ختم کرو۔ (عبداللہ) میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے (زیادہ سے زیادہ کی رخصت دیتے ہوئے فرمایا) سب سے افضل روزہ رکھ لیا کرو جو داؤدؑ کا روزہ ہے یعنی ایک دن روزہ رکھو ایک دن ناغہ کرو اور ہر سات راتوں میں ایک قرآن ختم کر لیا کرو۔ اس سے تجاوز نہ کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے ان کے مزید اصرار پر تین راتوں میں قرآن ختم کرنے کی اجازت دے دی۔ (بخاری) اس صحابیؓ کو آپؐ نے فرمایا: اگر تم اسی طرح (اپنی حسب سابق عبادت) کرتے رہو گے تو آنکھیں اندر دھنس جائیں گی اور جسم کمزور ہو جائے گا۔'' (بخاری:۸-۱۹۷۴)

میانہ روی کے متعلق دوسری روایت: حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ تین آدمی نبی اکرمؐ کی بیویوں کے گھر آئے۔ یہ آپؐ کی عبادت کے متعلق پوچھتے تھے جب انہیں بتلایا گیا تو انہوں نے گویا (نبی اکرمؐ کی اتنی عبادت کو) کم سمجھا اور کہا: کہاں ہم اور کہاں نبی اکرمؐ جن کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کئے جا چکے ہیں۔ (یعنی ہمیں تو ان سے زیادہ عبادت کی ضرورت ہے) ایک کہنے لگا: میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ بلا ناغہ روزہ رکھا کروں گا اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے کنارہ کش رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ (تاکہ زیادہ سے زیادہ عبادت بجالاؤں)

ذلیل کر چھوڑتے ہیں (النمل:۳۴)] کہا جاتا ہے کہ محبت ایک ایسی سوزش ہے جو ہر خوف و خطر کو آسان کر دیتی ہے' محبّ نیند

ؓ اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور ان سے پوچھا: کیا تم نے یہ باتیں کی ہیں؟ اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور متقی ہوں۔ اس کے باوجود میں روزہ بھی رکھتا ہوں ناغہ بھی کرتا ہوں' رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں آرام بھی کرتا ہوں۔ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس کسی نے میری سنت سے اعراض کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔'' (بخاری:۵۰۶۳)

رضائے الٰہی کی نبوی منہج:

خاتم النبیین حضرت محمدؐ نے دین کی پہلی منتخب من اللہ جماعت کی تربیت کے لیے عقیدۂ آخرت اور زھد کو بنیاد بنایا عقیدۂ آخرت ایمانیات کا حصہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک روز قیامت قائم ہوگی اور ساری دنیا کو ہلاک کرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ تمام انس و جن سے ان کے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے مطیع' فرمانبرداروں کو جنت میں جب نافرمانوں کو جہنم میں ڈال دیں گے۔ جنتی نعمتوں میں دائمی زندگی بسر کریں گے جبکہ جہنمی عذاب اور تکلیف میں بلاموت ہمیشہ ہمیشہ سزا پاتے رہیں گے۔

عقیدہ آخرت انسان میں دنیا کی بے وقعتی اور بے ثباتی کو راسخ کر کے آخرت کا شوق اجاگر کرتا ہے جس کے نتیجے میں انسان آخرت کے لیے دنیا میں ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اس آخرت کے مضبوط عقیدہ نے صحابہ کرامؓ کے دلوں میں غیر متزلزل ایمان مستحکم کر دیا جس کے نتیجے میں انہوں نے سردھڑ کی بازی لگانے میں کبھی تامل نہ کیا۔ اس کے برعکس آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے یا شک وتردد میں مبتلا افراد کا حال قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے (ان میں ہر شخص ایک ایک ہزار سال کی عمر چاہتا ہے۔) (البقرہ:۹۶)

عقیدہ آخرت اور زھد لازم وملزوم ہیں۔ ''تصوف'' غلو کی مبالغہ آمیز شکل ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے ہمیں زھد کے معنی و مفہوم پر بھی غور وفکر کرنا ہوگا۔

زھد:

۱- قدر کفایت (مال ومتاع) پر راضی ہو جانے کا نام ''زھد'' ہے۔ المعجم الوسیط ۱/۴۰۳

۲- حافظ ابن قیم لکھتے ہیں کہ کسی مرغوب چیز کو اس سے زیادہ مرغوب کے لیے ترک کر دینا زھد ہے۔ یعنی زھد یہ ہے کہ آخرت کے عظیم منافع کے لیے دنیا کے حقیر منافع کو ترک کیا جائے۔ مختصر منہاج القاصدین۔ ص ۳۰۸

۳- اخروی زندگی کو دنیوی زندگی پر ترجیح دینا زھد کہلاتا ہے مگر اس کا معنی یہ ہرگز نہیں ہے کہ دینوی اعمال و معاملات ترک کر کے گھر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی جائے اور اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو فاقوں سے دوچار کیا جائے۔ (ایضاً)

۴- احادیث سے بھی زھد کا یہی مفہوم سمجھ آتا ہے۔ احادیث قدسی ہے:

اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا میں تیرا سینہ غنیٰ سے بھر دوں گا اور اور تیری محتاجی دور کر دوں گا۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرا سینہ کاموں سے بھر دوں گا اور تیری فقیری بھی دور نہیں کروں گا۔ (ابن ماجہ:۴۱۰۷)

جبکہ صوفیا نے زھد کی تعریف میں مبالغہ آرائی کر کے اپنے تصوف کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کی ہے۔ شیخ جنید کے نزدیک زھد کی تعریف یہ ہے کہ ہر طرح کی ملکیت غیروں کو تفویض کر کے دل کو طمع وحرص سے مبرا کر لیا جائے۔ (اللمع ص ۷۲)

رویم بن احمد صوفی نے زہد کی تعریف کرتے ہوئے سائل کو جواب دیا: دنیا کی تمام موجودات کے منافع سے کلیۃً دور رہنا زہد ہے۔ (اللمع ص ۷۳)

صوفیا کی تعریفات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زہد کو تصوف کے قالب میں ڈھال کر اسے اپنے حق میں استعمال کرنا چاہتے ہیں حالانکہ زہد ؓ

کے غلبے کے وقت قدرے آنکھ جھپکتا ہے' بقدر رمق ہی کھانا کھاتا ہے' بقدر ضرورت ہی گفتگو کرتا ہے' اپنے نفس کو سمجھاتا ہے' اپنے

ﷲ اور تصوف میں خاصا بعد ہے۔ زہد میں غیر شرعی دار اندازیوں اور مبالغوں نے اسے دین اسلام سے کوسوں دور کر کے یہودیت' عیسائیت اور یونانی وہندی' فلسفوں کے رنگ میں رنگ دیا اگرچہ تصوف کے بانیوں کی نیتیں نیک تھیں مگر انہی نیک اور مقدس آرزوؤں نے ہمیشہ ادیان کا حلیہ بگاڑا ہے۔
علامہ ابن جوزی رقمطراز ہیں کہ ان لوگوں کی نیتیں اور مقاصد بہت اچھے تھے مگر افسوس! یہ شریعت کے مخالف تھے۔ بعض صوفیا بوجہ کم علمی کے جو موضوع احادیث انہیں ملتیں انہی پر عمل کرتے ہیں۔ پھر ایک قوم ایسی نکل آئی جس نے ان کے لیے فقر و فاقہ وساوس و خطرات کے بارے میں کلام کیا اور کتابیں تصنیف کیں۔ پھر کچھ لوگ ایسے آ گئے جنہوں نے مذہب تصوف کو مرتب کیا۔ اس میں خاص خاص صفات ایجاد کیں مثلاً مرقع' سماع' وجد' رقص اور تالیاں بجانا وغیرہ وغیرہ...... بعض صوفیاء ایسے ہیں جو شدت فاقہ کی وجہ سے خیالات فاسدہ کا شکار ہو گئے۔ اور اس حالت کو سمجھے کہ وہ مشاہدہ حق میں مستغرق ہیں۔ یہ لوگ کفر و بدعت کے درمیان ہیں۔ پھر ان لوگوں میں سے چند اقوام نے کچھ طریقے نکالے لہٰذا ان کے عقائد میں فساد آ گیا۔ بعض حلول کے قائل ہو گئے تو بعض الحاد میں پڑ گئے۔ اس طرح شیطان انہیں ہر قسم کی بدعت سے بہکاتا رہا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے اپنے لئے نئی سنتیں جاری کر لیں۔ (تلبیس ابلیس ص ۲۵۳)

تزکیہ اخلاق:

تصوف کو تزکیہ اخلاق کے لیے پیش کیا گیا ہے حالانکہ تزکیہ نفس اور اخلاقی و روحانی صفائی کے لیے اسوۂ رسول ہمیں مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ نبی کریم کی بعثت کا مقصد ہی یہی تھا کہ لوگوں کو کفر و شرک اور بنیادی آلائشوں سے پاک صاف کر کے جنت کے راستے پر گامزن کر دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> بلاشبہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (آل عمران: ۱۶۴)

نبی کریمؐ تزکیہ نفس کے لیے سب سے پہلے توحید وارکان اسلام کی دعوت پیش کرتے۔ آغاز اسلام میں صحابہ کرام میں عقیدہ توحید اور عقیدہ آخرت کو پختہ کرتے رہے پھر پابندی فرائض پر زور دینا شروع کر دیا۔ پھر حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا احساس پیدا کیا۔ اخلاق حسنہ کو اختیار کرنے اور اخلاق سیئہ کو ترک کرنے پر محنت کی۔ پھر نفلی عبادات' صدقہ وخیرات' ذکر واذکار اور نیکیوں میں مسابقت کی رغبت دلائی۔ پھر اس سچے دین کو دعوت و جہاد کے ذریعے دوسری اقوام وملل تک پہنچانے کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعیین فرمائی۔ ہر تربیتی مرحلے میں اپنا عمل پیش پیش رکھا۔ نتیجہ وہی صحابہ کرام جو عرصہ دراز سے جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کفر و شرک میں گرفتار تھے قتل و غارت ان کا پیشہ تھا' جوا' شراب' ان کا مشغلہ تھا۔ زنا' فحاشی' بدکاری کے وہ رسیا تھے۔ سیاسی سماجی اور معاشی لحاظ سے ہر طرح کی خرابی ان میں موجود تھی مگر اب وہی لوگ اللہ کے حضور گریہ زاری و عاجزی کرنے والے' عبادات میں سبقت کرنے والے' ایک دوسرے پر ایثار و قربانی کرنے والے ایک دوسرے کی خوشی وغمی میں شریک ہونے والے بن گئے۔ یہی لوگ دنیا کی پاکیزہ ترین جماعت کہلائی جن کے زہد و تقویٰ پر انہیں زمین پر چلتے پھرتے جنتوں کے سرٹیفکیٹ جاری کر دیئے گئے۔ (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ واعدلھم جنت تجری تحتھا الانہر) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گئے اور یہ لوگ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنتیں تیار کر دیں جن میں نہریں بہتی ہیں۔ (التوبۃ: ۱۰۰) اب ان لوگوں کے ایمان کو قیامت تک کے لوگوں کے لیے معیار بنا دیا گیا (اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں۔ تو ہدایت پائیں گے۔ (البقرہ: ۱۳۷) نبی کریمؐ کے تربیت نفس کے منہج پر اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل فرما دی۔ جو چیز اس وقت نبوی منہج میں شامل نہ تھی اگر اسے آج دین سمجھ کر اسلام میں داخل کیا جائے گا تو وہ بدعت شمار ہوگی اور صاحب بدعت کا عمل ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ حدیث نبویؐ ہے: ''جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو (اب) اس دین میں نہیں ہے۔ تو وہ مردود نا قابل قبول ہے۔'' (بخاری: ۲۶۹۷)

ﷲ

محبوب کے لیے زندہ رہتا ہے‘ محبوب کا دیدار ہی اسے شوقین بنا تا رہتا ہے‘ وہ اللہ کے بندوں کے لیے خیر خواہ رہتا ہے‘ تنہائی میں

تصوف یا بدعت:

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ہم بآسانی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ فلسفہ تصوف اور اس کا مخصوص نظام جسے طریقت (باطنیت) کہا جاتا ہے۔ تزکیہ نفس کے نبوی منہج میں اس کا کوئی ثبوت فراہم نہیں ہوتا بلکہ غور کیا جائے تو یہ شریعت محمدیؐ کے بالمقابل ایک پورا نظام ہے جس میں عجیب وغریب عوامل وعناصر کارفرما ہیں جن کا صحابہ کرام کی زندگیوں سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ صحابہ کرام اور نبیؐ عبادات کا اہتمام فرماتے‘ فرائض ونوافل ادا کرتے‘ کاروبار کرتے‘ لوگوں سے میل جول رکھتے‘ خوشی غمی میں شریک ہوتے‘ شادی بیاہ کا اہتمام کرتے جبکہ دین تصوف کی بنیاد ہی رشتوں‘ ناطوں سے قطع تعلقی یہ ہے۔ ابو طالب مکی سلیمان درانی سے نقل کرتے ہیں ”جس نے شادی کی وہ دنیا کی طرف مائل ہوگیا“ (قوت القلوب ۱/۲۵۲) یعنی صوفیاء نے نکاح کو اس لئے پسند نہیں کیا کہ اس سے دنیا کی طرف میلان ہوتا ہے جو ان کے زعم باطل کے مطابق۔ رضائے الٰہی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ صحابہ کرام نے اپنے آپ کو صوفی کہلایا نہ ہی ان میں تصوف نام کی کوئی چیز تھی البتہ ”زھد“ کا تصور موجود تھا جس میں غلو کی وجہ گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ ”تصوف وسلوک“ پیدا ہوتا گیا پہلی اور دوسری صدی ہجری میں تزکیہ نفس کا مذکورہ طریقوں سے اہتمام کرنے والے ”بزرگوں“ کو زہاد‘ عباد اور صلحاء کے نام سے پکارا جانے لگا۔ تاریخ اسلام میں ہمیں سب سے پہلے زاہد اویس قرنی ملتے ہیں۔ جنہوں نے پوری زندگی زہد وعبادت میں صرف کی۔ ان کے بعد مندرجہ ذیل زاہدین کے نام ملتے ہیں۔

(۱) حسن بصری (م/۱۱۰ھ) (۲) حبیب عجمی (م/ ۱۳۷ھ) (۳) ابراہیم بن ادھم (م/۱۶۲ھ) (۴) فضیل بن عیاض (م/۱۸۲ھ) (۵) معروف کرخی (م/ ۲۰۶ھ) (۶) بشر حافی (م/ ۲۱۷ھ) صحابہ کرام نے صوفی کی طرح زاہد کا لفظ بھی اپنے لیے استعمال نہیں کیا۔ اس کی وضاحت میں ابونصیر سراج طوسی رقمطراز ہے: جس شخص کو صحابی کے لقب سے ملقب کردیا گیا اس کے فضائل کی انتہا ہوگئی اب اس کے لیے کسی اور لفظ کی ضرورت ہو ہی نہیں سکتی۔ (بحوالہ خلاصہ تصوف اسلام ص ۷) تیسری صدی ہجری میں ہمیں ایسے ”بزرگ“ بھی ملتے ہیں۔ جنہوں نے معرفت نفس‘ فقر وفاقہ‘ توکل‘ صبر ورضا وغیرہ پر مبالغہ کیا۔ انہوں نے زہد وتصوف کے مسائل پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور بعض نے کتابچے لکھے۔ ان کے یہی ملفوظات مرور زمانہ کے ساتھ تصوف کی بنیاد بنتے گئے۔ ان بزرگوں کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) ذوالنون مصری (م/ ۲۴۵ھ) (۲) بایزید بسطامی (م/ ۲۶۱ھ) (۳) سری سقطی (م/ ۲۵۹ھ) (۴) سہل بن عبداللہ تستری (م/۲۸۳ھ) (۵) حکیم ترمذی (م/ ۲۸۵ھ) (۶) عبداللہ دقاق (م/ ۲۹۰ھ) (۷) جنید بغدادی (م/ ۲۹۸ھ) (۸) ابوالحسن نوری (م/ ۲۹۵ء) (۹) عمرو بن عثمان مکی (م/ ۲۹۷ھ) (۱۰) حسین بن منصور حلاج (م/ ۳۰۹ھ) (۱۱) ابوعلی ثقفی (م/ ۳۲۸ھ) (۱۲) ابوبکر شبلی (م/۳۳۴ھ)

سب سے پہلا صوفی:

صوفی کی اصطلاح دوسری صدی ہجری کی پیداوار ہے۔ سب سے پہلا شخص جو صوفی کے لقب سے مشہور ہوا وہ ابو ہاشم محمد بن احمد کوفی (صوفی) تھا۔ جو ۱۵۰ھ میں فوت ہوا۔ اس نے تصوف کی بنیاد رکھتے ہوئے رملہ (شام) میں سب سے پہلی خانقاہ تعمیر کی۔ یہ شخص حلول واتحاد جیسے یونانی وہندی فلسفوں کا معتقد تھا۔ باطنی اور دھریہ تھا۔ (الصلہ بین التصوف والتشیع ص ۲۶۹) بغداد میں مشہور ہونے والے سب سے پہلا صوفی ”عبدک صوفی“ تھا بعض کے نزدیک جابر بن حیان تھا۔ (ایضاً ص ۲۶۶)

امام ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ تصوف حسن بصری اور سفیان ثوری سے نقل کیا جاتا ہے مگر اس کی باقاعدہ شہرت تیسری صدی ہجری کے بعد ہوئی (فتاوی ۱۱/ ۵-۷) ابن خلدون رقمطراز ہیں کہ تصوف دوسری صدی ہجری میں اس وقت پھیلا جب لوگ دنیا کی طرف مائل ہونے لگے تو کچھ لوگ زہد وعبادت میں مصروف ہوگئے اور انہی کو ”صوفی“ سے موسوم کیا جانے لگا۔ (مقدمہ ص ۴۶۷)

اپنے محبوب حقیقی کے ذکر میں ڈوبا رہتا ہے' اس میں اسے لذت محسوس ہوتی ہے' گناہوں پر صبر اختیار کرتا ہے' قضا وقدر پر راضی

☜ دوسری صدی ہجری میں تصوفانہ سوچ پرواز کر رہی تھی مگر اس کی کوئی مخصوص جماعت نہ تھی۔ ابراہیم بن ادھم بلخی (۱۶۰ھ) کے متعلق منقول ہے کہ اس نے اپنا گھربار' مال و دولت سب کچھ ترک کر کے اونی لباس اوڑھ لیا اور فقیرانہ حالت بنا کر مکہ کی طرف چل دیا' وہاں اس کے ساتھ سفیان ثوری اور فضیل بن عیاض ہو لئے۔ پھر یہ شام جا پہنچا۔ (طبقات الصوفیہ ص ۳۰) اسی ابراہیم بن ادھم کا کہنا ہے کہ میں نے ''معرفت'' ایک عیسائی راہب سے اس کی کٹیا میں جا کر سیکھی۔ احیاء العلوم ۳/ ۳۴۴۔ تیسری صدی ہجری میں گھربار چھوڑ کر جنگلوں میں بسیرا کرنے اور مجاہدوں' ریاضتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عسکر بن حصین ابوتراب (۲۴۵ھ) اسی طرح ایک جنگ میں ہلاک ہوا۔ (طبقات الصوفیہ ص ۱۴۶-۳۴۶) پھر عقائد میں بگاڑ شروع ہوا۔ ابو یزید بسطامی وہ پہلا صوفی تھا جس نے عقیدہ وحدۃ الوجود کا مسلمانوں میں آغاز کیا۔ (ایضاً ص ۶۳) فی التصوف الاسلامی وتاریخہ (۲۲-۲۴) علی ہجویری لکھتے ہیں کہ صوفیاء کے بارہ فرقے جو آج دکھائی دیتے ہیں ان میں سے ہر ایک تیسری یا چوتھی صدی ہجری کے کسی نہ کسی شیخ کی طرف منسوب نظر آئے گا۔ کشف المحجوب) پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں صوفیاء نے رہبانیت کی طرح اپنا مخصوص نظام قائم کر لیا۔ اس دوران انہوں نے کتابیں تصنیف کیں اور یہ نظام مختلف فرقوں کے ساتھ بہت جلد ظہور پذیر ہوتا گیا۔ (فی التصوف الاسلامی وتاریخہ)

صوفیاء کی چند ایک مشہور کتب:

اللمع فی التصوف (عبداللہ علی سراج طوسی) الفتوحات المکیہ۔ قوت القلوب۔ فصوص الحکم (ابو طالب مکی) کتاب الحلیہ (ابونعیم اصفہانی) احیاء العلوم (امام غزالی) صفوۃ التصوف (محمد بن طاہر مقدسی) الرسالۃ القشیریۃ (عبدالکریم) علامہ ابن جوزی نے صوفیاء کی کتابوں پر تفصیلی تردید کے بعد یہ خلاصہ نکالا ہے:

یہ سب کی سب کتابیں جو صوفیاء کے لیے تصنیف کی گئیں ان کا استناد کسی علمی اصول کی طرف نہیں صرف واقعات ہیں جو بعض صوفیاء نے بعض سے اخذ کئے ہیں اور انہیں ترتیب دے کر ان کا نام علم باطن رکھا ہے۔ احمد بن حنبل نے حارث محاسبی کا کلام سنا تو اپنے ہم نشین کو کہا کہ میں تمہارے لیے اس قوم میں اٹھنا بیٹھنا جائز نہیں سمجھتا۔ سعید بن عمرو کہتے ہیں کہ میں ابو زرعہ کے پاس تھا کہ ان سے کسی نے حارث محاسبی اور ان کی تصنیفات کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے سائل سے کہا: خبردار! ان کتابوں سے بچتے رہو یہ کتابیں بدعت اور گمراہی ہیں۔ صرف حدیث کو لازم پکڑو اس میں تمہیں وہ چیز ملے گی جو ان کتابوں سے مستغنی کر دے گی۔ یہ سن کر ایک شخص بولا! ان کتابوں میں عبرت ہے۔ ابو زرعہ نے جواب دیا: جس شخص کے لیے اللہ کی کتاب میں عبرت نہ ہو اس کے لیے ان کتابوں میں بھی عبرت نہیں۔ (تلبیس ابلیس ص ۲۵۵)

تصوف کے چند ایک نقصانات

(۱) فطرت سے بغاوت:

اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں انسانی فطرت میں ودیعت کر رکھی ہیں جن کے بغیر انسان انسان نہیں رہتا مگر صوفیاء نے ہر طرح سے دائرہ انسانیت سے نکلنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ انسانی (فطری) خواہشات ولذات کو کلی طور پر ترک کرنا' کم سے کم خوراک کھانا' گندے لباس یا بغیر لباس کے گذارہ کرنا' جانوروں کا سا حلیہ بنانا' جنگلوں' پہاڑوں میں نکل جانا' نکاح اور اہل وعیال سے دور بھاگنا...... یہ سب انسانیت کی توہین کے مترادف ہے جبکہ انسان اپنی فطرت اور جبلت کے ساتھ ''احسن تقویم'' کے درجے پر فائز کیا گیا مگر شرط صرف اتنی ہے کہ ان فطری عادات کو جائز ذرائع سے پورا کیا جائے۔

☜

رہتا ہے' اللہ کا حکم پسند کرتا ہے' اس کی نظر سے شرماتا ہے' اس کے لیے سرگرم عمل رہتا ہے' ہمیشہ اس عمل کی طرف راغب ہوتا ہے جو

۲- حقوق اللہ سے تجاوز:

اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کے ناطے انسان (مخلوق) کے ذمے کچھ حقوق ہیں جنہیں ادا کرنا لازمی ہے۔ ان حقوق میں توحید' مسنون عبادت اور تمام فرائض کی بجا آوری شامل ہے۔ اسی طرح جہاد کے ذریعے اللہ کے دین کو سربلند کرنا اور دنیا میں غالب و نافذ کرنا بھی انسان کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ صوفیاء بظاہر عبادات میں مصروف نظر آئیں گے مگر درحقیقت وہ عبادت کے نام پر حقوق اللہ سے تجاوز کرتے ہیں۔ جہاد ان میں نام کو نہیں' توحید کفر و شرک سے مخلوط ہے۔ فرائض و عبادات خلاف سنت ہیں۔

۳- حقوق العباد سے بغاوت:

انسان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے جس پر باہمی حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے ذاتی حقوق و فرائض ہیں پھر خاندانی اور معاشرتی۔ معاشرتی حقوق و فرائض کا مطلب ہے کہ انسان ایک دوسرے کا باہم تعاون کریں مہمانوں اور ہمسائیوں کا خیال رکھیں' خوشی و غمی میں شریک ہوں' بیمار کی عیادت کریں' میت کے جنازے میں حاضر ہوں' امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں لیکن صوفی اپنے فرائض پورے کرواتا ہے نہ دوسروں کے حقوق ادا کرتا ہے کیونکہ تصوف کی بنیاد ہی ''ترک تعلقات'' پر ہے یعنی معاشرتی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر جنگلوں' صحراؤں کا رخ کر لیا جائے جس کے نتیجے میں تمدن معاشرت' معیشت اور سیاست میں بحران پیدا ہوتا گیا۔ کاروبار حکومت عیار اور سرکش لوگوں نے سنبھال لیا جس سے زمین میں فتنہ و فساد رونما ہوتا گیا۔

۴- دین و دنیا میں تفریق:

تصوف کا ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ عام لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ دین اور دنیا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دین تو محض ''پوجا پاٹ'' کا نام ہے۔ جبکہ دنیاوی معاملات میں انسان بالکل آزاد ہے۔ اسی سوچ نے انسانی تہذیب و تمدن' معاشرت' معیشت' سیاست و تعلیم غرض ہر میدان میں ناقابل شمار نقصانات چھوڑے۔

۵- قرآن و سنت سے بغاوت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یایھا الذین امنوا لا تقدموا بین ......﴾

اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسول (کے احکامات) سے تجاوز نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ (الحجرات:۱)

صوفیاء نے عبادت و شریعت میں اس قدر غلو کیا کہ قرآن و سنت کی دھجیاں بکھیر ڈالیں۔ اپنا خود ساختہ دین بنا لیا' عبادت کے نت نئے طریقے ایجاد کر لیے' جو کام نبی رحمتؐ نے نہ کئے تھے انکا آغاز کر دیا' ایسے ایسے کلمات تسبیحات' ذکر و اذکار وغیرہ کا التزام کیا جن کا قرآن و سنت سے کہیں کوئی ثبوت فراہم نہیں ہوتا جب کہ وہ اس زعم باطل میں مبتلا رہے کہ ہم اللہ کو راضی کر رہے ہیں۔

۶- تفرقہ بازی:

تصوف کا بنیادی سبق ہی یہ ہے کہ کوئی ''مرشد'' پکڑ لیا جائے اور اس کا ہر قول و عمل بلا چون و چرا تسلیم کیا جائے جس کا نقصان یہ نکلا کہ ہر ''مرشد'' کے نام پر فرقہ بننا شروع ہو گیا' پہلے اجتہادی جمود کے نقصان سے امت مسلمہ چار تقلیدی گروہوں کی بندش میں گرفتار ہوئے مگر اب جتنے ''مرشد'' ہوں گے اتنے ہی فرقے پیدا ہوتے جائیں گے۔

اسے اللہ تک پہنچا دے' اور عدم شہرت کو پسند کرتا ہے' لوگوں کی خوشامد ناپسند کرتا ہے' خلوص سے نوافل ادا کرتا ہے اور اپنے محبوب کا قرب تلاش کرتا ہے بالآخر وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے' اسے اولیاء اللہ کی فہرست میں داخل کر لیا جاتا ہے' اب یہی مرید مراد بن جاتا ہے' اب اس سے راہ حق کے سالکین کے بوجھ ہٹا دیئے جاتے ہیں' اللہ کے لطف و کرم سے اسے غسل دیا جاتا ہے' اللہ کے پڑوس میں اس کا گھر بنایا جاتا ہے' ہر طرح کے لباس سے نوازا جاتا ہے یعنی معرفت' انس و سکون' دلجمعی وغیرہ اور وہ اللہ کی حکمتوں اور صریح

☜ ملخص:

گذشتہ ساری بحث کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱- تصوف کی لغوی و اصطلاحی تعریفات کا لب لباب یہ ہے کہ نفس کو ہر طریقے سے تعذیب پہنچائی جائے' دنیا سے تعلقات منقطع کر لیے جائیں اور جنگلوں میں خانقاہیں سجائی جائیں۔

۲- مذہبی تاریخ میں سب سے پہلے "تصوف" کے اثرات یہودیت میں ملتے ہیں مگر ان کے ہاں "ترک دنیا" کا تصور بامر مجبوری ظاہر ہوا تھا۔

۳- یہودیوں کے بعد "ترک دنیا" کے تصور کو عیسائیوں نے آگے بڑھایا اور اسے رضائے الٰہی کا موجب سمجھا جسے قرآن مجید نے رہبانیت سے موسوم کر کے بدعت قرار دیا۔

۴- اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں آزمائش کے لیے پیدا فرمایا ہے اسے کسی بھی دور میں دنیا سے ترک تعلقات کا حکم نہیں دیا۔

۵- اسلام نے تزکیہ نفس کے لیے "زھد" کا تصور پیش کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کی جائے اور اس دنیا کے تمام منافع بقدر حاجت بروئے کار لائے جائیں۔

۶- اسلام نے اعتدال کو پسند کیا ہے یعنی انسان نہ تو "مادہ پرست" بن جائے نہ ہی عبادت و ریاضت میں اس قدر غلو کرے کہ دوسرے دنیاوی معاملات میں خلل واقع ہو۔

۷- تزکیہ نفس کے لیے نبوی منہج میں اس قدر اہتمام ہے کہ کسی نئی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ نیا طریقہ کار (عمل و عبادت) انسان کے لیے باعث ہلاکت ہے باعث نجات ہرگز نہیں۔

۸- صحابہ کرامؓ "تصوف" سے آشنا تھے نہ ہی ان کے ہاں صوفیاء جیسے مخصوص عبادتوں ریاضتوں' مجاہدوں اور چلوں کا ساتھ رواج تھا لہٰذا اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں۔

۹- تصوف زھد کی بگڑی ہوئی شکل ہے لہٰذا تصوف کو مزید آگے بڑھانے کی بجائے "زھد" کی طرف واپسی کا سامان کرنا چاہئے۔

۱۰- تصوف نے امت مسلمہ کو فوائد کی جائے ان گنت نقصانات سے دوچار کیا ہے جن کی تلافی صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ "اسوۂ رسول" کو آخری اور حتمی سند تسلیم کر لیا جائے۔

یہاں سے شیخ موصوفؒ نے تصوف اور اہل تصوف سے متعلقہ مباحث کا آغاز فرمایا ہے لیکن واضح رہے کہ موصوفؒ کے نزدیک تصوف کا وہ معنی و مفہوم ہرگز نہیں جو ابن عربی وغیرہ جیسے صوفیا کے ہاں معروف ہے اور جس میں وحدۃ الوجود' وحدۃ الشہود اور حلول جیسے گمراہانہ عقائد و نظریات پائے جاتے ہیں بلکہ شیخ جیلانی کے نزدیک تصوف دراصل زہد و تقویٰ ہی کا دوسرا نام ہے۔ لیکن زہد و تقویٰ میں موصوف بھی دیگر زاہدوں و عابدوں کی طرح مبالغے کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ اس لئے آئندہ حواشی میں ہم تصوف اور زہد دونوں کا تقابلی جائزہ پیش کر کے قرآن و سنت کی روشنی میں ان کے مختلف پہلوؤں کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیں گے اور متن سے متعلقہ حوالہ جات کو کتاب کی تحتانی حصہ کی بجائے اصل متن ہی میں بالاختصار پیش کر دیں گے۔

حکموں بلکہ اللہ کے علم سے گفتگو کرتا ہے وہ ایسے القاب سے پکارا جاتا ہے جو اولیاء اللہ کے درمیان اسے ممتاز کر دیتے ہیں۔ وہ اللہ کے خواص میں شامل ہو جاتا ہے اس کے ایسے نام رکھ دیئے جاتے ہیں جنہیں اللہ ہی جانتا ہے وہ مخصوص اسرار سے آگاہ ہو جاتا ہے جنہیں وہ کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ اب وہ اللہ (کے اذن ہی) سے سنتا ہے اللہ کی نگاہ ہی سے دیکھتا ہے اللہ کی زبان ہی سے بولتا ہے اللہ کی قوت سے پکڑتا ہے اللہ کی اطاعت اختیار کرتا ہے اللہ سے اطمینان پاتا ہے اسی کے ذکر سے اللہ کی حفاظت میں سوتا ہے وہ اللہ کا امین شہید اس کی زمین پر اس کا وتد دنیا میں اس کا کوتوال اور محبوب بن جاتا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میرا بندہ نوافل کے ساتھ میرا قرب تلاش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ مجھے اس سے محبت ہو جاتی ہے جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان آنکھ زبان ہاتھ پاؤں اور دل بن جاتا ہوں اب وہ میرے ساتھ سنتا ہے میرے ساتھ دیکھتا ہے میرے ساتھ بولتا ہے میرے ساتھ سمجھتا ہے میرے ساتھ پکڑتا ہے۔'' (بخاری: کتاب الرقاق باب ۳۸)

اس بندے کی عقل کو عقل اکبر نے اٹھالیا ہے اللہ کے تابع ہو جانے سے اس کی خواہشات سرد پڑ گئی ہیں اس کا دل اللہ کا خزانہ بن گیا ہے اب یہ شخص اللہ کا ''مراد'' ہے اگر کوئی مراد کی حقیقت پہچاننا چاہے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ قدماء میں سے کسی اللہ کے بندے نے کہا ہے کہ مرید اور مراد ایک ہی ہیں کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہ ہوتی کہ مرید کو پسند کرے تو مرید مرید ہی نہ ہو پاتا۔ لہٰذا جب اللہ کسی کو چن لیتا ہے تو اسے ارادے کی توفیق بخشتا ہے۔ کچھ اہلِ علم کا کہنا ہے کہ مرید مبتدی ہے اور مراد منتہی ہے مرید وہ ہے جو مشقات برداشت کرنے کے لیے تیار رہے اور مراد وہ ہے جس کے پاؤں کو بعد از مشقت کامیابی چوم لے اس لیے مرید مشقت اٹھانے والا اور مراد کامیابی پانے والا ہے۔ لہٰذا ان مبتدیوں کے لیے راہ حق کا مجاہدہ مکمل ہو چکا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے قریب کر لیتا ہے ان کے بوجھ ہلکے کر دیتا ہے۔ بہت سے نوافل اور ترک لذات میں کمی کر دیتا ہے۔ عبادات میں وہ فرائض اور سنن پر اکتفا کرنے لگتے ہیں۔ حدود و قیود کی محافظت پر قناعت اختیار کر لیتے ہیں غیر اللہ سے کٹ جاتے ہیں اس لیے یہ ظاہراً لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور باطناً اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی زبانیں اللہ کے حکم کی تابع اور دل اللہ کے علم کے ساتھ رہتے ہیں ان کی زبانیں لوگوں کی بھلائی کا کام دیتی ہیں ان کے دل اللہ کی مقدس امانتوں کے خزانے ہوتے ہیں ان پر اللہ کی رحمتیں برکتیں اور سلامتیاں نازل ہوتی رہتی ہیں جب تک ارض و سما قائم رہے گا اور لوگ اللہ کی اطاعت اور حقوق و قیود کا خیال رکھیں گے۔

شیخ جنیدؒ سے مرید اور مراد کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: مرید علم کی رعایت کرتا ہے اور مراد حقوق کو پیش نظر رکھتا ہے کیونکہ مرید چلتا ہے اور مراد اڑتا ہے اس لیے چلنے والا اڑنے والا کا کس طرح مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس کی وضاحت حضرت موسیٰ اور نبی رحمتؐ کے موازنے سے ہو سکتی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ مرید اور نبی رحمتؐ مراد تھے۔ حضرت موسیٰ چلتے ہوئے کوہ طور تک اپنی سیر کو مکمل کرتے ہیں جب کہ نبی رحمتؐ عرش اور لوح محفوظ تک اڑتے ہی چلے گئے۔ مرید طالب ہے مراد مطلوب ہے مرید کی عبادت مجاہدہ ہے اور مراد کی عبادت اللہ کا ہدیہ ہے مرید موجود ہے مراد فنا فی اللہ ہے مرید بالعوض عمل کرتا ہے اور

مراد عمل سے صرف نظر کر لیتا ہے اور توفیق و احسانات کو دیکھتا ہے' مرید راہ پر چلنے کی کوشش کرتا ہے اور مراد کے سامنے چورا ہے ہوتے ہیں' مرید اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور مراد اللہ ہی سے دیکھتا ہے' مرید اللہ کے حکم سے جب کہ مراد اللہ کے فعل سے قائم رہتا ہے' مرید ہوائے نفسانی کا غلام ہوتا ہے اور مراد اپنی خواہش سے متنفر ہوتا ہے' مرید اللہ کے قریب آتا ہے جب کہ مراد کو قریب بلایا جاتا ہے۔ مرید کی حفاظت کی جاتی ہے جب کہ مراد کے ناز برداشت کیے جاتے ہیں' اسے آرام اور غذا پیش کی جاتی ہے' اس کی خواہشات پوچھ کر پوری کی جاتی ہیں' مرید کی حفاظت کی جاتی ہے جب کہ مراد سے حفاظت لی جاتی ہے' مرید ترقی کی منازل طے کرتا ہے جب کہ مراد منزل مقصود تک پہنچ چکا ہوتا ہے یعنی اپنے رب تک پہنچ کر ہر عمدہ لطیف اور پاکیزہ نعمت پالیتا ہے اور ہر نیک' فرمانبردار' عبادت گذار اور پرہیز گار سے بلند ہوتا ہے۔

متصوف اور صوفی: ❁ ❁ بناوٹی صوفی کو متصوف کہتے ہیں' جو شخص تکلف سے صوفیاء کا لباس پہن لے اسے متصوف کہا جاتا ہے جس طرح قمیص پہننے والے کو متقمص اور متدرع کہا جاتا ہے' اسی طرح بناوٹی زاہد کو متزھد کہا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی واقعی زہد کی چوٹی سر کر جائے اور دنیا کی چیزوں سے نفرت کرنے لگے تو اب وہ زاہد ہے۔ پھر زاہد کے پاس دنیا آتی ہے مگر وہ اسے چاہتا ہے نہ نفرت کرتا ہے بلکہ اسے اللہ کے حکم سے استعمال کرتا ہے اور اللہ کی اطاعت پیش نظر رکھتا ہے اسے بھی صوفی یا متصوف کہا جاسکتا ہے۔ صوفی بروزن فوعل' مصافات سے ماخوذ ہے جس کا مادہ صفو ہے یعنی اللہ کا ایسا بندہ جسے اس نے پاک صاف کر دیا ہو۔ اسی لیے صوفی کو صوفی کہتے ہیں کہ وہ نفس کی آلائشوں سے پاک ہو کر راہ حق پر گامزن ہو جاتا ہے اور اس کا دل مخلوق سے مطمئن نہیں ہوسکتا۔ بعض علماء کے نزدیک تصوف اللہ تعالیٰ کی پرخلوص عبادت اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنے کا نام ہے۔

مبتدی کو متصوف اور منتہی کو صوفی کہتے ہیں یعنی متصوف راہ وصل کا راہی ہے اور صوفی راہ عبور کر کے محبوب تک وصال پاچکا ہے' متصوف بوجھ میں لدا ہے جب کہ صوفی سے بوجھ اٹھ چکے ہیں' متصوف پر ہر طرح کا بوجھ لادا گیا ہے تاکہ اس کا نفس پگھل جائے' ہر خواہش فنا ہو جائے' اس کے ارادے کا خاتمہ ہو جائے اور وہ پاک صاف ہو کر نکھر آئے تو اسے صوفی کہا جاتا ہے۔ اب اس پر امانت' قضاء وقدر کا بوجھ ہے' بارگاہ اقدس سے اس کی تربیت ہوتی ہے' اس کا دل علم کا سرچشمہ ہے' وہ امن و کامیابی کا گھر' اولیاء وابدال کے لیے غار' پناہ گاہ اور ان کے آرام کے لیے کی جائے سکون ہے کیونکہ اب وہ ہار کا ممتاز ہیرا' تاج کا ممتاز موتی اور رب العالمین کا منظر ہے۔

متصوف مرید وہ ہے جو اپنے نفس' خواہش' شیطان' دنیا' آخرت اور اللہ کی مخلوق کو دھوکہ دیتا ہے۔ جہات ستہ اور دنیاوی اشیاء سے صرف نظر کر کے اللہ کی عبادت بجالاتا ہے۔ دنیا کے لیے عمل نہیں کرتا بلکہ دنیا کو نفرت سے رد کر دیتا' دل کی صفائی کرتا ہے' شیطان کی مخالفت کرتا ہے' اللہ کے حکم سے اپنی آخرت کے لیے تمام دوست احباب اور لوگوں سے کٹ جاتا ہے۔ نفس کے خلاف مجاہدہ کرتا ہے' آخرت اور اس کی وہ نعمتیں جو نیک بندوں کے لیے تیار کی گئیں ہیں' سے اللہ کی شوق محبت میں صرف نظر کرتا

ہے تا کہ دونوں جہانوں اور نجاستوں سے صاف ہو کر رب العالمین کے قدموں پر اپنے آپ کو ڈال دے۔اس سے تمام اسباب' تعلقات' آل اولاد منقطع ہو جاتی ہے' وہ صرف ایک رضائے الٰہی کا دروازہ کھول لیتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس پر ماضی اور مستقبل کے کچھ اسرار کھول دیتے ہیں' بعض اعضاء کی حرکات وسکنات اس کے دل میں پیدا کر دیتے ہیں اور اس کے لیے باب تقرب کھول دیتے ہیں جس کے ذریعے وہ جزا کے روز تنہا مالک کے قریب جا پہنچتا ہے' پھر اسے اس دروازے سے مجالس انسیت کی طرف بلند کر لیا جاتا ہے' پھر توحید کی کرسی پر بٹھا دیا جاتا ہے' پھر اس سے حجاب اٹھا لیے جاتے ہیں اور اسے دار یگانگی میں داخل کر لیا جاتا ہے۔اس سے عظمت وجلال کے پردے ہٹا لیے جاتے ہیں پھر جب اس کی جلال وعظمت پر نگاہ جاتی ہے تو وہ فنافی الذکر ہو کر رہ جاتا ہے۔وہ اپنے نفس' صفات' طاقت' حرکت' ارادہ اور دنیا وآخرت سے بے خبر ہو کر صاف پانی سے پر خوبصورت برتن کی طرح ہو جاتا ہے جس میں چیزوں کی تصویریں بتقدیر الٰہی پیدا ہوتی ہیں۔گویا وہ اپنی ذات اور لذات سے فانی ہے اور اپنے مالک کے لیے ہی باقی ہے۔وہ خلوت کا طالب نہیں کیونکہ یہ اللہ ہی کے لائق ہے۔اب اس سالک کی مثال اس بچے جیسی ہے جسے کھلایا' پلایا اور پہنایا جاتا ہے یعنی یہ اللہ کے ذمے میں ہے۔فرمان الٰہی ہے [ہم انہیں (اصحاب کہف کو) دائیں بائیں کروٹ دلاتے ہیں] مگر یہ لوگوں میں وجود رکھتا ہے اور افعال' اعمال' اسرار' ظاہر وباطن اور خیالات کے ساتھ ان سے جدا بھی ہے۔اب یہ صحیح معنوں میں صوفی ہے کیونکہ یہ دنیا داروں کی کدورت سے پاک صاف ہے۔اب یہ ابدالوں میں سے ایک ابدال ہے یا بڑے لوگوں میں سے ایک فرد ہے جو اپنے نفس اور رب کو پہچانتا ہے' وہ رب تعالیٰ جو مردوں کو زندہ کرتا ہے' اپنے اولیاء کو نفسانی خواہشات اور گمراہوں کے اندھیروں سے نکال کر ذکر' معارف' علوم واسرار نور قرب کی طرف پھر وہاں سے اپنے نور کی طرف لے آتا ہے۔فرمایا [اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے...... اللہ اہل ایمان کا دوست ہے اور وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لاتا ہے] اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لاتا ہے اور اللہ ہی ان کی تربیت فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کے دلی ارادوں سے مطلع کر دیا ہے اور انہیں خلوت وجلوت میں دشمنوں سے' شیطان اور خواہش نفس کی گمراہیوں سے محفوظ کر دیا ہے۔فرمایا [(اے شیطان) میرے بندوں پر تو غلبہ نہیں پا سکتا] نہ ان کا نفس امارہ ہے جو انہیں برائی کی طرف مائل کرے' مہلک لذتوں کی دعوت دے اور انہیں اہل سنت کی جماعت سے نکال سکے۔ارشادِ باری ہے [اسی طرح ہم نے اس سے برائی اور بے حیائی کو دور کر دیا کیونکہ وہ ہمارا مخلص بندہ تھا] لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی' ان کے نفسوں کی رعونتیں اپنی قوت سے مٹا دیں' انہیں مقامات سلوک میں ثابت قدم رکھا اور انہیں ایفائے عہد کی توفیق عطا فرمائی۔یہ توفیق بھی اس وقت نصیب ہوئی جب انہوں نے راہ حق میں صحیح نیت سے کام لیا' اپنی خلوت اور پریشانیوں پر صبر کا اظہار کیا' اپنے فرائض کما حقہ ادا کیے' حدود واحکام شرعیہ کی حفاظت کی اور راہ سلوک میں قائم دائم رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدم بنا دیا' ان کے دلوں کو صاف کر دیا اور انہوں نے خود کو بھی پاک صاف بنا لیا' دل کشادہ کر لیے' جرأت مندی کا ثبوت دیا اور ان باتوں پر عادی بن گئے' اس لیے انہیں اللہ کی

کامل ولایت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا دوست ہے۔ فرمایا: [اللہ نیک لوگوں کا دوست ہے] پھر یہاں سے صوفی کے درجات بڑھائے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ اللہ کے سامنے پہنچ جاتا ہے' اس درجہ پر ان کی مناجات ان کے دلوں میں پیدا ہوتی ہیں' وہ سب کچھ ترک کر کے اللہ کی طرف مشغول ہو جاتے ہیں اپنے نفسوں کو ہر چیز سے ترک کر لیتے ہیں' اللہ رب العالمین انہیں اپنے کنٹرول میں کر لیتے ہیں' وہ قرب الٰہی کی خوشبو سونگھتے ہیں' توحید و رحمت میں زندگی بسر کرتے ہیں اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کام میں مشغول نہیں ہوتے تا کہ شیطان اور خواہشات نفس انہیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اسی طرح ان کے اعمال میں شیطان یا نفسانی نقوص کا کوئی عمل دخل باقی نہیں رہتا' جیسے ریا کاری' نفاق' غضب' طلب معاوضہ' شرک اور غیر اللہ پر توکل بلکہ وہ اپنے عملوں کو توفیق الٰہی کی مرہون منت خیال کرتے ہیں تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہدایت کے بعد گمراہ ہو جائیں۔ جب وہ احکامات کی ادائیگی سے سبکدوش ہوتے ہیں تو انہیں انہی مراتب کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جنہیں انہوں نے اپنے اوپر لازم ٹھہرا لیا تھا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انہیں امین بنا دیا جاتا ہے اور ہر ایک سے اس کی حیثیت و کیفیت کے مطابق سوال کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے [تم آج سے ہمارے امین ہو] اس درجہ پر آ جانے کے بعد وہ کسی کے محتاج نہیں رہتے بلکہ معاملات ان کے سپرد کر کے انہیں اختیار دیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے: اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبریلؑ اپنے نبیؐ کے پاس پیغام بھیجا اور فرمایا: بندہ ادائیگی فرائض کے ساتھ میرا سب سے قریبی بنتا ہے پھر وہ نوافل کے ذریعے میرا قرب تلاش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور میں اس کا کان' آنکھ' زبان' ہاتھ پاؤں اور دل بن جاتا ہوں' وہ میرے کانوں کے ذریعے سنتا ہے' میری آنکھوں کے ذریعے دیکھتا ہے' میری زبان سے بولتا ہے' میرے ہی دل سے خیال کرتا ہے اور میرے ہاتھ سے ہی پکڑتا ہے۔ اس حدیث کو ہم نے اس کتاب میں جا بجا ذکر کیا ہے کیونکہ یہی حدیث تصوف کی بنیاد ہے۔

اس لیے بندے کا دل اللہ کی محبت' نور اور علم سے بھر جاتا ہے' پھر اس میں کسی اور چیز کی گنجائش نہیں رہتی۔ نبیؐ نے فرمایا تھا کہ جو شخص اللہ سے قلبی محبت کرنے والے کو دیکھنا چاہتا ہے وہ ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام ''سالم'' کو دیکھ لے جس کا ظاہر حکم الٰہی سے متحرک اور باطن محبت الٰہی سے پر ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے دربار میں عرض کیا' اے پروردگار! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ! کون سا گھر یا جگہ ایسی ہے جہاں میں آ سکتا ہوں؟ اگر میرا مقام سکونت جاننا ہی چاہتے ہو تو میں تارک اور عفیف کے دل میں رہتا ہوں۔ تارک وہ ہے جو کوشش اور مشقت سے دنیا ترک کرتا ہے مگر تا حال اس میں شائبہ ہوتا ہے پھر اللہ اس پر احسان فرماتے ہیں تو وہ دنیا کی طرف سے مردہ ہو جاتا ہے اور ساری دنیا چھوڑ دیتا ہے۔ پھر وہ عفیف بنتا ہے یعنی اپنے مالک کے سوا کسی کی طرف نہیں دیکھتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جب انسان دنیا چھوڑتا ہے تو پھر اس پر مزید احسان الٰہی کا کیا معنی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ایک مرتبہ تک پہنچاتے ہیں تو یہ شرط ہوتی ہے کہ بندہ اس پر قائم رہے اور اپنے قدم ثابت رکھے جب بندہ وہ شرط پوری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اگلے مقام ''عالم جبروت'' میں پہنچا دیتے ہیں۔ عالم جبروت کا حاکم اس کا نگہبان ہوتا ہے

اور اسے خواہشات سے روکتا ہے اور اس کے دل میں خشوع اور مسکین درآتی ہے۔ پھر اسے شاہ جبروت کے حضور پیش کیا جاتا ہے تو شاہ جبروت اسے مزید نکھار دیتا ہے پھر اسے عالم جلال میں لے جا کر آداب سکھائے جاتے ہیں' پھر عالم جمال میں پہنچا کر اس کی کثافت نفس دور کی جاتی ہے' پھر ملک عظمت میں لے جا کر اسے پاک کیا جاتا ہے' پھر ملک تجلی میں غسل کے ساتھ اسے صاف کیا جاتا ہے' پھر ملک بہجت میں جا کر اسے وسعت عطا کی جاتی ہے' پھر ملک ہیبت میں اس کی تربیت کی جاتی ہے' پھر ملک رحمت میں اسے قوت و شجاعت عطا کی جاتی ہے' پھر ملک فردیت میں اسے سب سے بیگانہ بنا دیا جاتا ہے۔ اس مقام پر لطف الٰہی سے اسے غذا ملتی ہے' شفقت الٰہیہ اسے مجتمع کر کے اس کا احاطہ کر لیتی ہے' محبت اسے قوت عطا کرتی ہے' شوق اسے قرب سے نوازتا ہے' مشیت قرب خداوندی تک پہنچا دیتی ہے۔ یہاں پہنچ کر وہ ٹھہر جاتا ہے' اسے پھر ادب سکھایا جاتا ہے' اس کے ساتھ راز و نیاز ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے بسط عنایت کرتے ہیں پھر اس پر قبض طاری کرتے ہیں۔ اس منزل پر پہنچنے کے بعد وہ جس جگہ' جس خلوت میں بھی ہو اپنے رب سے قریب اس کے دائرہ کنٹرول میں ہوتا ہے' اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار اور ان احکام و تصرفات کا امین بن جاتا ہے جو اللہ کی طرف سے مخلوق پر لاگو ہوتے ہیں و اس منزل پر اس کی صفات ختم ہو جاتی ہیں' کلام قطع ہو جاتا ہے' یہی مقام عقل و قلت کی رسائی کا منتہی اور اولیاء اللہ کا آخری مقام ہے' اس کے بعد انبیاء اور رسولوں کے مقام شروع ہوتے ہیں کیونکہ جہاں ولی کی انتہاء ہوتا ہے وہاں سے نبیؑ کی ابتداء ہوتی ہے۔

نبوت اور ولایت میں فرق یہ ہے کہ نبوت اللہ کی طرف سے ایک کلام ہے اور وہ جبرئیلؑ کے ذریعے اللہ کی طرف سے وحی ہے۔ جبرئیلؑ من جانب اللہ وحی پہنچاتے ہیں اور اس پر قبولیت کی مہر ثبت ہوتی ہے' اس کی تصدیق ضروری ہے جب کہ اس کا منکر کافر ہے کیونکہ اس کا منکر حقیقت میں کلام الٰہی کا منکر ہے۔

ولایت یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنی بات اپنے دوست کو بذریعہ الہام پہنچاتے ہیں۔ یہ الہام من جانب اللہ ہوتا ہے۔ اللہ اس کی زبان پر سچ جاری فرما دیتے ہیں۔ اس الہام میں ایک سکون ہوتا ہے جسے مجذوب کا دل قبول کر لیتا ہے اور اس سے سکون حاصل کرتا ہے۔ مختصراً یہ کہ کلام الٰہی انبیاء کے لیے مخصوص ہے اور الہام اولیاء اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ کلام کا منکر کافر ہے کیونکہ وہ فی الحقیقت کلام الٰہی کا منکر ہے اور الہام ولی کا منکر کافر نہیں البتہ وہ ناکام ہے۔ یہ انکار باعث وبال ہے۔ ''الہام'' وہ ہے جو اللہ کے حکم سے کسی دل میں راز کی طرح پیدا ہو۔ اللہ جس بندے سے محبت کرتے ہیں وہ محبت اس چیز کو واقعیت کے ساتھ بندے کے دل تک پہنچا دیتی ہے اور محبّ کا دل سکون کے ساتھ اسے قبول کر لیتا ہے۔

راہ سلوک میں مبتدی کے واجبات: ۞ ۞ مبتدی کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ اس کا عقیدہ صحیح ہو یعنی وہ سلف صالحین اور قدیم اہل سنت کے عقیدے پر اور انبیاء' مرسلین' صحابہ کرام اور صدیقین کے طریقے پر ہو جیسا کہ اثنائے کتاب اس کی تفصیل ذکر کی جا چکی ہے۔

قرآن و سنت کی پابندی: ۞ ۞ اوامر و نواہی اور اصول و فروع میں قرآن و سنت کی پابندی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ تک

پرواز کے لیے انہیں بازو (پر) بنالینا چاہیے۔اس کے بعد صدق و جہد کی ضرورت ہے کیونکہ راہ سلوک میں توقف اور سستی ہر آدمی کی فطرت میں داخل ہے۔نفس پرستی گمراہ کن چیز ہے' نفس عیبی ہے' لذات وخواہشات ہر وقت ہیجان برپا کرتی رہتی ہیں' ان سے گمراہی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے۔اگر مرید مذکورہ چیزوں میں جدوجہد سے کام لے تو اسے ہادی ومرشد' مونس اور راحت آفریں نصیب ہو جائے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے [جو لوگ ہمارے راستے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں ہم اپنے راستے ان کے لیے کشادہ کر دیتے ہیں] کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو شخص طلب وسعی کرے وہ اپنے حصول مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے' اس لیے صحیح عقیدے سے حقیقی علم حاصل ہوتا ہے اور سعی وکوشش سے راہ حقیقت بآسانی طے پاتا ہے۔

مرید کو سچے دل سے عہد کر لینا چاہیے کہ جب تک وہ بارگاہ الٰہی تک رسائی نہیں پائے گا ایک قدم بھی خلاف الٰہی نہیں اٹھائے گا' کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے وہ اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹے گا کیونکہ اہل صدق کبھی قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔اسے کرامت کی وجہ سے راہ سلوک میں توقف نہیں کرنا چاہیے۔کرامت کو راہ سلوک میں اپنی جہد وسعی کا صلہ نہیں سمجھنا چاہیے۔کیونکہ کرامت تو خود وصول الٰہی میں ایک حجاب ہے جو اللہ تک پہنچنے سے روکتی ہے البتہ وصول حق کے بعد کرامت ضرر رساں نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قدرت کا نمونہ اور بارگاہ الٰہی تک رسائی کا ثمرہ ہوتا ہے اور اس وقت صاحب کرامت اللہ کی زمین پر اللہ کی قدرت اور خرق عادت ہو جاتا ہے۔پہلے وہ نادان' ناواقف اور گونگا تھا' اب اس کا کلام حقیقت کاملہ بن جاتا ہے' اس کے حرکات وسکنات اور زندگی کی رفتار اہل خرد کے لیے درس عبرت ہوتی ہے۔اس پر اور اس کے دل میں ایسے افعال الٰہی کا ظہور ہوتا ہے جو عقل ودانش کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

معجزہ اور کرامت: ❁ ❁ ولایت کی شرط ہے کہ کرامت کو پوشیدہ رکھا جائے جب کہ نبوت ورسالت میں معجزات کا ظہور شرط ہے تاکہ نبوت اور ولایت میں فرق ہو جائے اس لیے مبتدی کو اس کی پابندی کرنی لازم ہے۔

مرید پر لازم ہے کہ وہ مقامات تقصیر میں واقع نہ ہو یعنی ان لوگوں سے میل ملاپ نہ رکھے جو اسلام وایمان کے تو داعی ہیں مگر عمل میں کوتاہ ہیں' ناکارہ ہیں' محض باتیں بناتے ہیں' اعمال واحکام کی مخالفت کرتے ہیں' انہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے [اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جسے تم نے کیا ہی نہیں' اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بڑا گناہ ہے کہ تم ان باتوں کا دعویٰ کرو جو تم نے انجام نہیں دیں (الصف:۲-۳)] نیز فرمایا [کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو' کیا پھر بھی تمہیں عقل نہیں؟ (البقرۃ:۴۴)]

مرید کو چاہیے کہ جو کچھ میسر ہو راہ حق میں صدقہ کرے' اسے خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لے کہ اگر میں نے یہ چیز خرچ کر ڈالی تو سحر وافطار کس چیز سے کروں گا! یہ یقین رکھے کہ گذشتہ دور میں کوئی ولی ایسا نہیں گذرا جو میسر چیزوں کو خیرات کر دینے میں بخل سے کام لیتا ہو۔اس طرح مرید کو ہمیشہ عاجز بنے رہنا چاہیے' بھوک اور گمنامی کو پسند کرے' لوگوں کی مذمت پر خوش رہے۔اگر اس کے ہم عصر لوگوں کو عزت' بخشش' مشائخ کی مجالس میں بلحاظ قرب اس پر ترجیح دی جائے تو اس پر حسرت نہ

کرے بلکہ راضی رہے' خود بھوکا رہے مگر دوسروں کا پیٹ بھرے' سب کی عزت ہونے دے اور خود ذلت پر راضی رہے' خود بھی دوسروں کی عزت کرے اور اپنے لیے ذلت کو پسند کرے' اگر کوئی مرید ان امور پر رضا مند نہ ہو اور اپنے نفس کو ان حالات پر مطمئن نہ رکھے تو اس کے لیے معرفت کا حصول ناممکن ہے اس لیے اس کی مکمل کامیابی مذکورہ طریقے میں ہی مضمر ہے۔

مرید اور رضائے الٰہی: ❁ ❁ مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنے گذشتہ گناہوں کی مغفرت طلب کرے اور آئندہ گناہوں سے حفاظت الٰہی کا خواستگار ہو' اللہ تعالیٰ کی پسند کے موافق اطاعت الٰہی اور اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والی عبادت کو توفیق کے سوا کسی اور مقصد کے پورا ہونے کا منتظر نہ رہے۔ وہ اپنی تمام حرکات وسکنات میں راضی برضا رہے۔ مشائخ واولیاء اور ابدال رحمۃ اللہ علیہم کی نظروں میں محبوب ومقبول ہو جانے کو پسند کرے اس لیے کہ ذی عقل وذی فہم دوستوں کے گروہ میں داخل ہونے کا یہی ذریعہ ہے' اہل خرد وہی ہیں جو اللہ کی جانب سے فہم رکھتے ہیں۔ یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا سب مرید کے احوال سے متعلق تھا جب تک مرید کا دل تمام خواہشات اور اغراض سے خالی نہ ہوگا اور صرف مذکورہ بالا مقصد کے حصول کے علاوہ دوسرے مطالب و مقاصد کے حصول کی آرزو سے پاک وصاف نہیں ہو جائے گا وہ مرید کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

شیخ طریقت کے ساتھ مرید کے آداب: ❁ ❁ مرید پر واجب ہے کہ ظاہری عمل میں پیر (شیخ) کی مخالفت نہ کرے اور نہ دل میں اس پر اعتراض کرے۔ ظاہر میں شیخ کی نافرمانی کرنے والا گستاخ و بے ادب ہے اور باطن میں اس پر معترض ہونے والا اپنی تباہی اور ہلاکت کا خواستگار ہے۔ مرید کو چاہیے کہ شیخ طریقت کی طرف داری میں اپنے نفس کو مصروف رکھے اور ظاہر و باطن میں شیخ کی مخالفت سے اپنے نفس کو باز رکھے اور اس کی اس خواہش پر اس کو ملامت کرے اور اس آیت کی تلاوت کثرت سے کرے ''اے اللہ ہم کو بخش دے' ہم سے پہلے جو مومن بھائی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ان کو بھی بخش دے' ہمارے دلوں کو مومنوں کی طرف سے نہ ہٹا اے پروردگار بیشک تو ہی مہربان اور رحمت کرنے والا ہے'' (الحشر: ۱۰) اگر پیر طریقت سے خلاف شرع کوئی عمل سرزد ہو تو اشارہ اور کنایہ میں میں اس کی وجہ دریافت کرے صراحت کے ساتھ وجہ نہ پوچھے اس صورت میں شیخ کو مرید سے نفرت ہو جائے گی۔ اگر شیخ میں کوئی عیب نظر آئے تو اس کی پردہ پوشی کرے اور اس کی شرعی تاویل نکالے اور اس بارے میں اپنے نفس کو غلط فہم سمجھے یعنی یہ خیال کرے کہ میں نے شیخ کے بارے میں جو کچھ سمجھا ہے غلط سمجھا ہے۔ اگر اس فعل کا کوئی شرعی عذر بن ہی نہ سکتا ہو تو شیخ کے لیے استغفار کرے اور اللہ سے دعا کرے کہ وہ اس کو توفیق' علم' بیداری اور تقویٰ عطا فرمائے۔

مرید کو چاہیے کہ پیر کے معصوم ہونے کا عقیدہ نہ رکھے' اس کی عیب کی کسی دوسرے کو خبر نہ کرے' جب مرید دوسری مرتبہ شیخ کی خدمت میں جائے تو خیال لے کر جائے کہ شیخ کا پچھلا عیب زائل ہو چکا ہوگا اور شیخ پچھلے درجہ سے ترقی کر کے دوسرے بلند مرتبہ تک پہنچ چکا ہوگا اور شیخ سے جو گناہ سرزد ہو چکا ہے وہ کسی سہو کی بنا پر سرزد ہوا ہے اور وہ شیخ کے دونوں مرتبوں کے درمیان حد فاصل بن گیا تھا۔ جہاں ایک حالت کی انتہاء اور دوسری حالت کی ابتداء ہوتی ہے یعنی ولایت کے ایک درجہ سے دوسرے درجہ کی طرف انتقال ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ لباس کو اتار کر دوسرا اعلیٰ اور افضل لباس اس کو پہنایا جاتا ہے اس لیے کہ اولیاء اللہ کا قرب

روزانہ بڑھتا ہے۔ شیخ طریقت اگر ناراض ہو جائے یا چیں بہ جبیں ہو یا کسی قسم کی بے التفاتی اس سے ظاہر ہو تو مرید اس سے کنارہ کش نہ ہو بلکہ اپنی حالت کا جائزہ لے اور دیکھے کہ کہیں شیخ کے حق میں اس سے کوئی گستاخی اور بے ادبی تو سرزد نہیں ہوگئی' یا حق کی ادائیگی میں اس سے کچھ کوتاہی تو نہیں ہوئی ہے۔ اگر حقوق اللہ میں کچھ قصور ہوا ہے تو پہلے اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اور دوبارہ اس کا اعادہ نہ کرنے کا عہد کرے پھر اپنے شیخ سے معذرت چاہے اس کے سامنے عجز وانکسار کا اظہار کرے اور آئندہ شیخ کے حکم کے خلاف نہ کرنے کا عہد کرے اور شیخ کی نگاہ التفات کے حصول کی کوشش کرے شیخ کے حکم کی ہمیشہ اطاعت کرے اور شیخ کو خدا تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ' راستہ اور سبب سمجھے' اس کو اس مثال سے سمجھنا چاہیے کہ اگر کوئی بادشاہ کا مقرب بننا چاہے تو اس کو بادشاہ کے مقرب کا وسیلہ ڈھونڈنا ہوگا تاکہ شاہی آداب اور حضوری کے طور طریقوں سے واقف ہو جائے' پیشی اور خطاب کے آداب معلوم ہو جائیں اور اس کو آگاہی ہو جائے کہ کون کون سے تحفے اور میوے ایسے ہیں جو بادشاہ کے حضور میں پیش کرنے کے لائق ہیں اور وہ کون کون سی چیزیں ہیں جن کی افزائش بادشاہ کو پسند ہے۔ اس لیے سب سے پہلے اسے یہی طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس وسیلہ اور آگاہی کے بغیر داخل ہو جائے اور اس کو ذلت وخواری کا منہ دیکھنا پڑے اور بادشاہ سے جو غرض ومطلب وابستہ تھا وہ حاصل نہ ہو سکے۔ ہر نئے داخل ہونے والے پر ایک ہیبت اور دہشت طاری ہوتی ہے اس کو ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو آداب کی یاددہانی کراتا رہے اور ازراہ مہربانی اس کو اس کے مرتبہ کے لائق جگہ پر کردے یا بٹھادے یا اشارے سے اس کے مناسب حال مقام کو بتادے تاکہ وہ بدتہذیبی اور بے وقوفی کا نشانہ نہ بنے۔

حضرت آدمؑ کی تربیت: ❀ ❀ مرید کو اس کا یقین رکھنا چاہیے کہ عادت الٰہی اس طرح جاری ہے کہ اس زمین پر ایک پیر ہو ایک مرید' ایک مقتدر ہو دوسرا مصاحب' ایک پیشوا ہو دوسرا پیرو' یہ عادت الٰہی حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد اللہ نے ان کو اسماء سکھا دیئے اور ان ہی سے کائنات کی ابتداء کی گویا ان کو اس طرح بتادیا جیسا استاد شاگرد کو بتادیتا ہے (سکھاتا پڑھاتا ہے) یا پیر مرید کو بتاتا ہے پھر تعلیم و تہذیب سے آراستہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو معلم' استاد اور شیخ حکم بنادیا۔ طرح طرح کے لباس اور زیور پہنائے' زبان کو قوت گویائی عطا فرمائی۔ جنت کے اندر کرسی نشین بنایا اور ملائکہ کو ان کے گرداگرد قطار در قطار کھڑا کیا اور فرشتوں سے سوال کیا' تمام فرشتوں نے لاجواب ہو کر کہا۔ ''الٰہی تو پاک ہے' تو نے جو کچھ ہم کو نہیں سکھایا اس کا ہم کو علم نہیں بیشک تو جاننے والا اور حکمت والا ہے'' (البقرۃ:۳۲) تب حضرت آدم علیہ السلام سے ارشاد ہوا کہ آپ ان تمام چیزوں کے نام بتادیں' حضرت آدمؑ نے تمام اشیاء کے نام بتادیئے اس سے فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی فضیلت نمایاں ہوگئی۔ آدم علیہ السلام سب کے شیخ اور فرشتے ان کے شاگرد ہو گئے' اللہ کی نظر میں اور فرشتوں کی نظر میں بھی آپؑ فرشتوں سے افضل اور اشرف قرار پائے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام پیشوا ہوئے اور فرشتے ان کے تابع اور پیرو۔

حضرت آدمؑ کا جنت سے خروج: ❀ ❀ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو شجر ممنوعہ کو کھانے' جنت سے نکلنے اور ایک

حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے کا حادثہ پیش آیا اور آدم علیہ السلام وہاں پہنچے جس کا نہ آپ کو علم تھا نہ آپ کبھی وہاں رہے تھے نہ آپ کے دل میں اس جگہ کا کبھی خیال آیا تھا۔ جب آپ زمین پر پہنچے اور ادھر ادھر گھومتے تو آپ کو سخت اضطراب لاحق ہوا اور وہاں آپ کو ایسی چیزوں سے سابقہ پڑا جن کو اس سے قبل آپ نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا یعنی بھوک' پیاس' باطنی سوزش اور علمی قبض کی کیفیت کہ اس سے پہلے آپ کبھی ان چیزوں سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ اس وقت لامحالہ آپ کو کسی معلم' مرشد' استاذ' رہنما اور آداب آموز کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس ضرورت کو رفع کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آپ کے پاس بھیجا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کے پاس آ کر اس کی وحشت کو دور کیا اور اس منزل اور فرودگاہ کے تمام عُقدے آپ پر کھول دیئے اور گیہوں بونے کا حکم دیا' آلات فراہم کر دیئے' گیہوں بونا' کھیتی کاٹنا' صاف کرنا اور پینا سکھایا' ان تمام امور کی انجام دہی کے بعد روٹی پکانا سکھائی۔ آدمؑ نے روٹی پکالی پھر حضرت جبریلؑ نے روٹی کھانے کا حکم دیا غذا نے ہضم ہو کر باہر نکلنا چاہا' اس کی تعلیم بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دی اور ان کو استنجاء کرنا سکھایا' ان کاموں میں مشغول رہ کر حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کی چمک دمک اور سفیدی سیاہی سے بدل گئی تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کو ایام بیض کے روزے رکھنے کی تعلیم دی' ان روزوں کے رکھنے سے آپ کے جسم کا گورا پن پھر لوٹ آیا۔ اس کے علاوہ دنیا کے دوسرے علوم اور آداب زندگی آپ کو سکھائے اس طرح حضرت آدم علیہ السلام جبرئیل علیہ السلام کے شاگرد بن گئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے استاد اور شیخ قرار پائے۔ اگرچہ جنت سے اخراج سے قبل حضرت آدم علیہ السلام' حضرت جبرئیل علیہ السلام اور تمام ملائکہ کے مقتدا اور شیخ تھے اور سب سے زیادہ عالم تھے' اس تبدیلی کا باعث' تغیر حال اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف انتقال تھا۔

اسی طرح حضرت شیث ابن آدم علیہ السلام نے اپنے باپ آدمؑ سے آداب زندگی اور تمام علوم سیکھے اور ان سے ان کی اولاد نے' اس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے جو کچھ آباؤ اجداد سے سیکھا اس کی تعلیم اپنی اولاد کو دی' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہ تعلیم دی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (یعنی ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو حکم دیا اور تعلیم دی اور یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد یعنی بنی اسرائیل کو تعلیم دی) (البقرۃ: ۱۳۲) عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو' آخر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ کو وضو اور نماز کی تعلیم دی اور مسواک کرنے کا بھی حکم دیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے مسواک کرنے کی تاکید فرمائی۔ ایک اور حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے مسواک کرنے کی ایسی سخت نصیحت کی کہ قریب تھا کہ وہ مجھے پرندا بنا دیں اور انہوں نے مجھے کعبہ کے پاس دو مرتبہ نماز پڑھائی' ظہر کی نماز سورج ڈھلتے پڑھائی تھی' اس حدیث کو اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں۔ آنحضرتؐ سے صحابہ نے' ان سے تابعین نے' ان سے تبع تابعین نے اپنے اپنے زمانے میں علم حاصل کیا۔ ہر نبی کا کوئی ایسا صحابی موجود رہا ہے جس نے تعلیم کے مطابق زندگی کا سفر طے کیا اور پیغمبر کا نائب بنا جیسے موسیٰؑ کے نائب ان کے خادم اور بھتیجے یوشع بن نون تھے' عیسیٰؑ کے

حواری ان کے نائب تھے اور نبی اکرمؐ کے جانشین ابوبکرؓ و عمرؓ تھے اسی طرح حضرت عثمانؓ، علیؓ اور دوسرے صحابہ کرام تھے۔

اس طرح اولیاء صدیقین، ابدال وغیرہ شاگرد و استاد بنتے چلے آئے ہیں۔ جیسے حسن بصری نے اپنے شاگرد رشید عتبہ بن غلام کو چھوڑا، سرّی سقطیؒ نے اپنے غلام اور بھانجے ابوالقاسم جنیدؒ کو چھوڑا۔ انہی پر دیگر حضرات کا قیاس کر لیجئے۔ الغرض اللہ تک پہنچنے کے لیے مشائخ اللہ کی راہ ہیں۔ اللہ کی راہ کو بتانے والے ہیں اور وہ دروازہ ہیں جس میں داخل ہو کر انسان اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے لہٰذا اللہ تک پہنچنے کے لیے ہر طالب حق کے لیے شیخ کے بغیر چارہ نہیں یہ دوسری بات ہے کہ حق تعالیٰ شاذ و نادر اپنے کسی بندے کو چن کر خود اسے تعلیم و تربیت دے اور اسے شیطان سے اور نفس و ہوئی کی برائیوں سے محفوظ رکھے جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ہمارے محبوب نبی حبیب اللہ صلوات اللہ علیہم وتسلیماتہ تھے اور اولیاء میں سے اویسؓ قرنی وغیرہ تھے مگر اغلب و اکثر اور اچھا اور سلامتی والا راستہ وہی ہے جو ہم نے بتایا کہ ہر مرید کے لیے شیخ کا ہونا ضروری ہے اور مرید شیخ کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑے جب تک منزل کی آخری حد تک پہنچ کر حق تعالیٰ کے دربار معرفت تک حضوری حاصل نہ کر لے۔ اب وہ شیخ سے مستغنی ہو سکتا ہے کیونکہ اب اس کی تربیت و تہذیب حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے اور حق تعالیٰ اب اسے اس کی صلاحیت کے مطابق ایسے ایسے اسرار سے آگاہ فرما دے گا کہ شاید اس کے شیخ بھی ان سے آگاہ نہ ہوں اور حق تعالیٰ شانہ اپنی مرضی کے مطابق اس سے کام لے گا اور کچھ کاموں سے روک دے گا اور حسب مصلحت اس کی حالت میں بسط و قبض فرمائے گا اور کبھی مال دار بنا دے گا اور کبھی نادار اور اسے علوم سکھائے گا اور علوم کے اقسام پر آگاہ فرما دے گا اور کاموں کے مراجع پر آگاہ فرما دے گا اور اپنے رب کے معلم ہونے کی وجہ سے دوسروں سے بے نیاز رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسری طرف اس کا دھیان ہی نہ جائے گا اور اپنے رب کے آداب ہی پیش نظر رکھے گا۔ اور دل و جان سے اس کی خدمت و احترام و توقیر کی محافظت کرتا رہے گا۔ اس حالت پر پہنچ کر اگر وہ شیخ سے رابطہ منقطع کر لے تو کر سکتا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اسے شیخ کے پاس جانے کی اجازت نہیں ہوتی اور اس پر شیخ کے پاس جانا حرام ہو جاتا ہے۔ جب تک حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی صریح حکم اور واضح خبر نہ آ جائے یہ دوسری بات ہے کہ اتفاق سے شیخ ہی اس کے پاس آ جائیں یا اتفاق سے سر راہ یا جامع مسجد میں ملاقات ہو جائے لیکن یہ ملاقات قصد و ارادے کے بغیر ہے۔ غرض یہ کہ یہ ساری باتیں اس کے حال کی حفاظت کے لیے رب پر مستغنی ہونے کی وجہ سے اپنے حال پر غیرت کی اور چمٹ جانے کی وجہ سے اور لغزش و سلب حال کے خوف کی وجہ سے معرض وجود میں آتی ہیں کیونکہ یہ مسئلہ ہے کہ اللہ کے حکم سے شیخ و مرید دونوں ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں جب کہ ان کے احوال بھی الگ الگ ہوں کیونکہ یہ تقدیری امور ہیں اور تقدیری امور غیب میں داخل ہیں اور رب العالمین کا فعل ہیں اور حق تعالیٰ شانہ روزانہ ایک شان میں ہوتا ہے وہ جسے چاہے مقدم کر دے جسے چاہے مؤخر کر دے۔ جس میں چاہے انقلاب و تغیر پیدا کر دے، جسے چاہے ولایت سے سرفراز فرما دے، جس سے چاہے ولایت سلب کر لے جسے چاہے مال دار بنا دے اور جسے چاہے نادار بنا دے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت سے دھتکار دے۔

اللہ تعالیٰ شانہ ہی تقدیری امور کو ان کے اوقات پر جاری فرماتا ہے تقدیر کا حال کسی کو معلوم نہیں اور نہ کسی اصول وکلی کی حد میں آسکتا ہے۔ رات تاریک ہے‘ سمندر میں بھنور والی موجیں ہیں اور میدان وسیع ہیں اور ان میں کیا کیا ہو رہا ہے اللہ ہی کو معلوم ہے اور رسولوں کو‘ انبیاء کو اور خاص خاص اولیاء کو جو کچھ بتا دیتا ہے تو ان میں سے دو شخصوں کو کسی ایک راز پر متفق نہیں ہونے دیتا جب وہ تقدیری اور فعلی حالات میں داخل ہو جاتے ہیں لہٰذا مرید شیخ کے ساتھ رہ کر کیا کرے جب کہ دونوں کی راہیں مختلف ہیں شیخ کی سمت اور ہے اور مرید کی سمت اور۔ ایک سمت کی طرف شیخ جا رہا ہے اور دوسری طرف کو مرید جا رہا ہے۔ ان کی پشتوں اور چہروں کی سمت میں تو اختلاف ہے تو ان کا اکٹھا ہونا اور جمع ہونا اور ایک جگہ باقی رہنا کیسے ممکن اور لائق اعتبار ہے؟ کیونکہ اکثر اسی پر حکم لگایا جاتا ہے جو ظاہر و باہر ہو حق تعالیٰ شیخ پر اور اس سچے مرید پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے کہ جب وہ ایسی حالت پر پہنچے کہ اللہ کی حضوری میں مشغول ہو کہ علاوہ کسی خاص وقت کے اسے اپنے پیر و شیخ کی ضرورت نہ رہے تو حق تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ اور عطیہ کبریٰ کا جس قدر بھی شکر بجا لائے کم ہے۔ مرید کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ بلا ضرورت کے شیخ کی موجودگی میں کلام نہ کرے اور اپنی ذاتی صفات کو شیخ کے آگے بیان نہ کرے اور نہ اپنا مصلیٰ کسی وقت ادائے نماز کے وقت کے علاوہ بچھائے پھر جب نماز سے فارغ ہو جائے تو فوراً مصلیٰ لپیٹ لے اور شیخ کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہو جائے اور جو اپنے کھلے ہوئے بستر پر آرام سے بلا کلفت غیر سے پاؤں پسارے بیٹھے ہیں تو یاد رکھیں کہ یہ مشائخ کی عادت ہوتی ہے مریدوں کی نہیں اور مریدوں کو پوری پوری کوشش کرنی چاہیے کہ مشائخ کے سامنے مصلیٰ بچھانے سے پرہیز کریں اور ان کے مصلے کے آگے اپنا مصلیٰ نہ بچھائیں۔ جو مرتبہ میں ان سے اونچے ہیں اور شیخ کے مصلے کے قریب بھی شیخ کی اجازت کے بغیر مصلے نہ بچھائیں۔ کیونکہ یہ صوفیائے کرام کے نزدیک بے ادبی ہے۔

مرید کی شان کے لائق یہی ہے کہ جب شیخ کے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیا جائے تو مرید خاموش رہے اگرچہ مرید کے پاس اس کا ایک مسکت اور فیصلہ کن حل موجود ہو بلکہ شیخ کی زبان سے جو کچھ اللہ تعالیٰ حل کرائے اسے غنیمت سمجھنا چاہیے اور اسے قبول کر کے اس پر عمل کرے۔ اگر شیخ کے حل میں کمی اور کوتاہی دیکھے تو شیخ کے خلاف شیخ کے حل کی تردید نہ کرے بلکہ اپنے مخصوص و اعلےٰ قسم کے علم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے مجھے اپنے فضل و علم اور نور سے آراستہ فرمایا ہے اور اسے اپنے دل میں چھپائے رکھے اور باتیں بنا کر اپنے علم کا اظہار نہ کرے اور نہ یہ کہے کہ اس مسئلہ میں شیخ غلطی پر ہیں اور شیخ کے کلام پر نقص وارد نہ کرے اگر بلا سوچے سمجھے غلبہ کی حالت میں شیخ کے خلاف کوئی بات نکل جائے تو خاموشی سے توبہ کرے اور آئندہ اس قسم کی حرکت نہ کرنے کے عزم سے اس کی تلافی کر دے جیسا کہ ہم گناہوں سے توبہ کے سلسلے میں اوپر بیان کر آئے ہیں‘ یاد رکھو مرید کے حق میں مکمل اور پوری پوری بھلائی اسی میں ہے کہ اس قسم کے موقعوں پر خاموش ہی رہے۔

مرید پر لازم ہے کہ سماع کے وقت شیخ کے اشارے کے بغیر کسی قسم کی کوئی حرکت نہ کرے اور اپنی طرف سے کوئی حال ظاہر نہ کرے ہاں اگر کسی مرید پر ایسا وجد طاری ہو جائے کہ اسے اس کے ہوش و حواس ہی سے گم کر دے اور عقل و خرد سے بیگانہ

بنا دے تو دوسری بات ہے جب اس وجد کا جوش ٹھنڈا پڑ جائے تو اپنے سکون اور وقار اور حالت پر فوراً لوٹ آئے اور اللہ تعالیٰ نے جس راز سے اسے نوازا ہے اسے چھپائے اس موقعہ پر ہم نے سماع کا ذکر کیا اگر چہ ہم سماع، رقص وسرور، راگ ورنگ اور قوالیوں کے قائل نہیں اور اوپر اسی کتاب میں ہم ان چیزوں کو مکروہ بتا آئے ہیں۔ مگر یہ مسئلہ ہم نے یہاں اس لیے بیان کر دیا کہ ہمارے زمانہ کے لوگ اپنی خانقاہوں اور اجتماعات میں قوالیوں اور رقص وسرور پر جان دیتے ہیں اور بڑے شوق سے اس قسم کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں مگر اس سے انکار نہیں کیا جاتا کہ اس قسم کے لوگوں میں بعض مخلص اور سچے بھی ہوتے ہیں اور سماع سے ان کی سچی محبت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور وہ اس محبت کے شعلہ میں گھر کر جلنے لگتے ہیں اور اس میں گم ہو جاتے ہیں اور ان کے ظاہری اعضاء لوگوں کے درمیان متحرک ہو جاتے ہیں اور قوم کی لذتوں اور خواہشوں سے بالکل علیحدہ ہیں ان کے دلوں میں اللہ کی محبت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے جب کہ لوگ اپنے دنیوی معشوقوں کو یاد کرتے ہیں جو ان سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ خواہ موت کی وجہ سے جدا ہوئے اور موت کی بھی ایک طویل مدت گزر گئی یا زندہ تو ہیں مگر وہ انہیں پا نہیں سکتے اور ان سے جدا ہیں اور سماع سے ان کی آتش شوق بھڑک اٹھتی ہے۔ سچے اور مخلص مرید کی آگ نہ تو ہلکی ہوتی ہے اور نہ کبھی اس کے شعلے بجھتے ہیں اس کا محبوب غائب نہیں بلکہ ہر وقت اس کے سامنے ہیں اور اس کا مونس اور ہمدم اس سے دور بھی نہیں بلکہ وہ تو دم بدم اس سے قریب سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ اور اس کا ہر لمحہ زیادہ قرب کی وجہ سے لذت اندوز و مسرت خیز ہوتا جاتا ہے۔ لہٰذا بجز اللہ تعالیٰ کے کلام (یعنی قرآن پاک) کے اور کوئی کلام اس کی حالت میں جوش و ہیجان بپا کرنے والا نہ ہو۔ البتہ قرآن پاک کی بعض آیتیں اس کی آتش شوق کو بھڑکا سکتی ہیں اس میں تو اس کے لیے گنجائش ہے اور وجہ جواز ہے۔ لیکن اشعار، رقص وسرور، ترنم انگیز صدائیں، محبت کے دعویداروں کی چیخیں جو شیطانوں کے بھائی اور ان کے کاموں میں شریک ہیں، خواہشات کے گھوڑوں پر اور طبائع اور ہوٰی کی سواریوں پر سوار ہیں اور ہر چیخنے والے اور فریاد کرنے والے کے پیروکار ہیں، اللہ سے محبت کرنے والے ان تمام شیطانی کاموں سے بیزار ہیں۔ مرید کا فرض ہے کہ سماع میں کسی سے معارضہ نہ کرے اور کسی کے وقت اور طلب میں حائل نہ ہو۔ بعض ایسے بھی ہیں جو ترک دنیا کے اشعار پڑھوانا چاہتے ہیں جو دلوں کو نرم بنائیں اور ان میں سوز وگزار پیدا کریں اور آخرت کی نعمتوں (جنتوں، حوروں اور دیدار باری تعالیٰ) کا شوق دلائیں اور دنیا سے، دنیاوی لذتوں اور شہوتوں سے، دنیا داروں سے اور دنیا کی عورتوں سے نفرت دلائیں اور دنیاوی آفتوں، مشقتوں، مصائب اور بلاؤں پر، آخرت والوں سے دنیا کے بھاگنے پر اور دنیا داروں سے دنیا کے قریب آنے پر صبر دلائیں۔ لہٰذا یہ تمام باتیں شیخ پر چھوڑ دیں کیونکہ لوگ شیخ کے مرید ہیں اور شیخ کے زیر تربیت ہیں اور اس کی ولایت میں ہیں ہاں اگر اس وقت سننے والا مستحق ہو تو ظاہر میں ادب پیش نظر رکھے اور باطن میں تکلف سے انکار کرے بلاشبہ حق تعالیٰ کوئی ایسا آدمی مقرر فرما جائے گا جو اشعار کی فرمائش کرے گا یا اشعار پڑھنے والے ہی کے دل میں ڈال دے گا کہ وہ مکرر اشعار پڑھے تا کہ سننے والا مخلص و صادق محب اپنا شوق پورا کرے اور اپنے دل کی آگ کو تسکین دے۔

شیخ سے آداب سیکھنا: ❁ ❁ مرید جب کسی شیخ سے تربیت حاصل کرنا چاہے تو صدق وخلوص اور ایمان واعتقاد کے ساتھ ساتھ یہ خیال کر لے کہ اس علاقہ میں اس شیخ سے بہتر کوئی نہیں اور اسی شیخ کے ذریعہ میں منزل مراد تک پہنچ سکتا ہوں حق تعالیٰ میرے اس عمل کو قبول فرمالے اور اپنے شیخ کا راز جو اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان ہے چھپائے اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دے حتیٰ کہ اس سلسلہ میں شیخ کی زبان سے جو الفاظ سنے ہیں انہیں بھی نقل نہ کرنے ہاں اگر وہ الفاظ اس کے حال کے لیے اولیٰ ہو تو دوسری بات ہے اور پوری احتیاط شیخ کی مخالفت سے بچے کیونکہ مشائخ کی مخالفت زہر ہلاہل ہے اور اس میں ہمہ گیر نقصان ہے لہٰذا نہ تو کھلم کھلا اس کی مخالفت کرے اور نہ تاویل کے ساتھ اور کوشش کرے کہ شیخ سے اپنے کسی حال و راز کو نہ چھپائے اور شیخ کے سوا کسی اور کو ان باتوں کی خبر نہ ہونے دے جن کی شیخ نے اجازت دی ہے۔ مرید کی شان کے یہ لائق نہیں کہ شیخ سے کسی شے کی رخصت مانگے یا جو چیز اللہ کے لیے چھوڑ دی ہو اس کی طرف لوٹ آئے کیونکہ اہل طریقت کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے اور ارادے کا فسخ کر دینا ہے ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہبہ کر کے اسے لوٹانے والا ایسا ہے جسے قے کر کے اسے چاٹ لے (بخاری: ۳/ ۲۰۷) مرید کا فرض ہے کہ شیخ بے ادبی کے سلسلہ میں ادب سکھانے کے لیے جو کچھ حکم کرے اسے دل و جان سے بجالائے اور اس پر چمٹا رہے۔ اگر شیخ کی ہدایات بجالانے کے سلسلہ میں کچھ کوتاہی ہو جائے تو اس سے شیخ کو مطلع کر دے تاکہ شیخ اس سلسلہ میں غور و فکر کرے اور اس کے حق میں توفیق و فلاح کی اور آسانی کی دعا کرے۔

شیخ کے فرائض: ❁ ❁ مریدوں کی تربیت کے سلسلہ میں شیخ کا فرض ہے کہ مرید کو حق تعالیٰ کی رضا کی خاطر قبول کرلے۔ اپنے نفس کی خدمت کے لیے نہیں اور اس کے ساتھ خیر خواہانہ زندگی بسر کرلے اور اسے محبت و شفقت کی نگاہ سے دیکھے اگر وہ ریاضت کی مشقت برداشت نہ کر سکے تو نرمی سے اس کے ساتھ پیش آئے تو اسے اس طرح تربیت دے جیسے ایک والدہ اپنے بچے کو تربیت دیتی ہے۔ اور ایک مشفق اور دانشمند حکیم والد اپنے بچے اور غلام کو ادب سکھاتا ہے۔ اور شروع میں آسان ترین ریاضت کرائے اور اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے پھر رفتہ رفتہ سخت ریاضتوں میں ڈال دے۔ چنانچہ شروع میں ہدایت فرمادے کہ تمام باتوں میں طبیعت کی خواہش چھوڑ دو اور شریعت میں جو رخصتیں ہیں ان پر عمل پیرا رہو۔ پھر جب وہ طبیعت کی قید اور اس کے حکم سے نکل جائے اور شرع کی قید و اطاعت میں داخل ہو جائے پھر آہستہ آہستہ رخصتوں سے واجبات کی طرف لائے ایک رخصت ختم کر کے اور اس کی جگہ فرض لے آئے۔ اسی طرح آہستہ آہست رخصتوں کو ختم کر کے فرائض لے آئے۔ اگر شیخ اپنے کسی مرید میں شروع ہی سے سخت مجاہدہ کی صلاحیت پائے اور اس میں اللہ کے عطا کردہ نور، مکاشفہ اور علم لدنی سے جیسا کہ اللہ کے اولیاء احباب، امین اور علماء میں اللہ کی سنت جاری ہے، عزیمت اور سخت مجاہدہ کی تڑپ بھانپ لے تو اس صورت میں آسان مجاہدہ دے کر چشم و پوشی نہ کرے بلکہ سخت ریاضت کرائے جس کے بارے میں یہ گمان ہو کہ مرید اسے بجا لائے گا اور اس میں کوتاہی نہ آنے دے گا۔ کیونکہ اسے یقین ہے کہ میں اسی لیے پیدا کیا گیا ہوں اور اس کا اہل ہوں اور یہ ریاضت اس کی صلاحیت کے عین موافق ہے۔ لہٰذا شیخ آسان ریاضت کرا کے اس سے خیانت نہ کرے۔

شیخ کے لائق یہ بات نہیں کہ کسی حال میں بھی مرید کی کسی چیز کو اپنے آرام کے لیے استعمال نہ کرے نہ اس کے مال سے فائدہ اٹھائے اور نہ اس کی خدمت سے۔ اور اس کی تربیت میں اللہ تعالیٰ سے کسی عوض کی یا کسی شے کی امید قائم نہ کرے بلکہ اللہ کی رضا کے لیے' اس کے حکم کو بجالانے کے لیے اور اس کے تحفہ اور ہدیہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اسے ادب سکھائے اور تربیت دے کیونکہ مرید شیخ کے چنے بغیر آیا ہے شیخ نے اسے طلب نہیں کیا ہے۔ بلکہ اللہ کے حکم و ہدایت سے تقدیرا اسے کھینچ لائی ہے۔ گویا وہ اللہ کی طرف سے ہدیہ ہے۔ لہٰذا شیخ کا فرض ہے کہ اسے قبول کر لے اور اپنی حسن تربیت سے اس کے ساتھ احسان کرے اور اس کے مال سے فائدہ نہ اٹھائے۔ اگر مرید شیخ کی خدمت میں بطیب خاطر کچھ مال پیش کرے تو اسے قبول کر لے کیونکہ اس مال کو اللہ تعالیٰ نے مرید کی نجات و صلاح کا ذریعہ بنایا ہے اور اس میں شیخ کا بھی حصہ مقرر فرمایا ہے تو اس صورت میں اس سے اعراض کرنے کی اور اسے قبول نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور اس بات کی پوری پوری احتیاط برتے کہ شیخ مریدوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور ان کا سارا مال ہضم کرنے کی فکر میں رہے۔ بلکہ اس سلسلہ میں اللہ کے حکم اور اس کی تقدیر کا منتظر رہے اور ہر آنے والے مرید کو نہ چنے پھر جسے اللہ تعالیٰ بلا تکلف کے اور بلا انتخاب کے اس کے پاس لے آئے اسے قبول کر لے اور اسے تعلیم و تربیت دے حق تعالیٰ تربیت میں اس کی مدد فرمائے گا اور فلاح و کامرانی مرید کے جلد از جلد قدم چومے گی اس لیے شیخ کو اس کے بارے میں تکلف سے بچنا ضروری ہے ورنہ مرید کے حق میں توفیق و تحفظ باقی نہ رہے گا۔ شیخ پورے حوصلہ کے ساتھ تربیت دے اور اگر مرید کی طرف سے ریاضت میں خلل یا سستی محسوس کرے تو اس کی طرف سے باطن میں توبہ کرے اور اس کی صلاح کی دعا مانگے شیخ پر لازم ہے کہ مریدوں کے اسراروں کی حفاظت کرے اور ان کے احوال پر کسی غیر کو مطلع نہ کرے خواہ مریدوں کے احوال کا علم شیخ کو علم لدنی کے ذریعہ حاصل ہوا ہو یا خود مریدوں نے ان کی شیخ کو خبر دی ہو اور چھپانے کی ہدایت کردی ہو۔ اس لیے غیروں پر ان اسرار نہانی کا افشاء کرنا اچھا نہیں کیونکہ یہ اسرار شیخ کے پاس امانت ہیں۔ یہ مثل مشہور ہے کہ آزاد و شرفاء کے سینے اسرار کی قبریں ہوتے ہیں لہٰذا شیخ کو مریدوں کے حق میں راحت کی جگہ اور ان کے اسرار کا خزانہ اور محفوظ کرنے والا اور ان کی پناہ گاہ اور غار ہو اور ان کا حوصلہ بڑھانے والا اور انہیں تقویت دینے والا ہو اور راہ سلوک سے اکتانے نہ دے اور انہیں تقویت دینے والا ہو اور راہ سلوک میں انہیں جمانے والا اور ان کی مدد کرنے والا ثابت ہو اور انہیں راہ سلوک سے اکتانے نہ دے اور انہیں مصاحبت سے اور اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے متنفر نہ ہونے دے۔ اگر شیخ کسی مرید سے کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو اسے تنہائی میں بلا کر نصیحت فرمائے اور اسے ادب سکھائے اور آئندہ اس کام کو کرنے سے روک دے خواہ وہ اعتقادی عمل ہو یا فروعی یا کسی ایسے حال کا دعویٰ ہو جو ہنوز مرید میں نہ پایا جاتا ہو یا مرید کو اس عمل میں فخر ہو اور اس کی طرف دیکھتا ہو لہٰذا شیخ اسے محل غرور سے بچائے اور اس کے احوال کو اس کی نظروں سے گرائے اور اعمال کو حقیر و معمولی بتائے تاکہ مبتدی ہلاک نہ ہو کیونکہ غرور انسان کو اللہ کی نگاہ سے گرا دیتا ہے۔ اور اگر عام طریقہ سے نصیحت کرنا چاہتا ہے تو سب کو جمع کر کے ان سے خطاب فرمائے اور کہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم میں بعض لوگ فلاں فلاں شے کا دعویٰ کرتے ہیں فلاں

فلاں بات کہتے ہیں اور فلاں فلاں عمل کرتے ہیں۔ پھر ان دعووں‘ باتوں اور اعمال کے فسادات اور خرابیاں بتائے اور مصالح کے مفید گوشوں پر بھی روشنی ڈالے اور انہیں نصیحت کرے اور اللہ سے خوف دلائے اور کسی کو معین کر کے خطاب نہ کرے کیونکہ اس سے نفرت کا جذبہ ابھرتا ہے اس قسم کے موقعوں پر اگر سختی سے پیش آیا جائے اور سخت سست کہا جائے اور ان کے برے کرتوت منظر عام پر لے آئے جائیں اور غیبت کی جائے اور ان میں عیب نکالے جائیں اور برائیاں ظاہر کر دی جائیں۔ تو مریدوں کے دل اپنے ارادوں سے متنفر اور شیخ کی صحبت سے بیزار ہو جائیں گے اور لوگ شیخ کے اس سلوک کی وجہ سے ارباب سلوک کو بدنام کر دیں گے اور لوگوں کے دلوں میں اولیاء اللہ کی محبت جو جڑ پکڑ گئی ہے وہ بھی چھوڑ بیٹھیں گے‘ اس لیے اس سلسلہ میں پھونک پھونک کر قدم اٹھانا چاہیے لیکن اگر شیخ غصہ سے مغلوب ہو کر ضبط و تحمل پر قابو نہ پا سکے اور کسی طرح غصہ کو نہ پی سکے تو اسے اس منصب ولایت سے دستبردار ہو جانا چاہیے اور مریدوں کو الگ کر دینا چاہیے اور اپنے نفس کی اصلاح میں لگ جانا چاہیے اور خود ریاضتیں کر کے اپنے نفس کی اصلاح کرے اور کسی شیخ کو تلاش کرے جو اسے ادب سکھائے‘ سیدھا کرے اور مہذب بنائے اور آفات کی موجودگی میں اس میں شیخ بننے کی صلاحیت نہیں۔ اور ایسی حالت میں اس کا شیخ بننا مریدوں کی راہ میں جو اللہ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ رکاوٹ ڈالنے کا موجب ہوگا۔

اقارب و اغیار کے ساتھ اور مال داروں اور فقیروں کے ساتھ میل جول: ❁ ❁ بھائیوں اور اپنوں کے ساتھ ایثار و جواں مردی کا سلوک کیا جائے ان کے قصوروں سے درگزر کی جائے ان کی مقدور بھر خدمت کی جائے اور کسی پر اپنا حق نہ سمجھا جائے اور کسی سے اس حق کا مطالبہ نہ کیا جائے بلکہ اپنے اوپر سب کا حق سمجھ لیا جائے اور اس حق کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کی جائے اور سچائی کے ساتھ صحبت رکھنے میں اور ان کے تمام اقوال و افعال میں موافقت کرنے میں فرق نہ آنے دیا جائے اور ہمیشہ ان کا ہم خیال رہا جائے۔ اگرچہ خود کو نقصان پہنچ رہا ہو۔ اگر ان کا کوئی عیب دیکھا جائے۔ تو ان کی طرف سے کوئی معقول عذر گھڑ کر پیش کر دیا جائے اور ان کی مخالفت‘ جنگ و جدل اور منافرت و مخاصمت سے بچا جائے اور ان کے عیبوں سے اندھا پن جانا چاہیے۔ اگر ان میں سے کسی کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو بظاہر اس کی بات مان لی جائے اگر وہ بات اس کے زعم میں خلاف واقعہ ہو مناسب ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے بھائیوں کی دلجوئی کرتا رہے اور ایسی باتوں سے بچتا رہے جو انہیں کرنے والے ہوں۔ اگرچہ وہ ان میں اس کی صلاح و فلاح بھی دیکھتا ہو لہٰذا اپنے کسی بھائی سے بغض و کینہ و حسد نہ رکھا جائے اگر تمہارے کسی بھائی کے دل میں تمہاری طرف سے کدورت ہو تو اس سے ایسے اعلیٰ اخلاق سے پیش آؤ کہ اس کی کدورت زائل ہو جائے اگر تم اپنے کسی بھائی کو اپنے حق میں اذیت و غیبت کی حالت میں دیکھو تو اسے ظاہر نہ کرو اور اسے یقین دلا دو کہ مجھے اس سلسلہ میں تمہاری طرف سے کسی قسم کا وہم بھی نہیں۔

بیگانوں سے میل جول: ❁ ❁ دوسروں پر اپنا راز ظاہر نہ ہونے دے اور تمام لوگوں کو محبت و پیار کی نگاہ سے دیکھ اور ان کے ذاتی احوال کی کرید نہ کرو بلکہ انہیں انہی پر چھوڑ دو اور ان سے طریقت کے مسائل چھپاؤ اور مقدور بھر ان کی بداخلاقی اور ترک

معاشرت پر صبر کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ مجھے ان پر برتری حاصل ہے بلکہ انہیں عیوب سے صحیح و سالم سمجھو اور دعا کرو کہ حق تعالیٰ ان کے گناہوں سے درگزر فرمائے اور اپنے آپ کو خیال کرو کہ میری سخت پکڑ ہونے والی ہے اور مجھ سے ہر چھوٹے بڑے اور معمولی اور عظیم گناہوں کی باز پرس کی جانے والی ہے اور ذرہ ذرہ کا حساب لیا جانے والا ہے اور یقین کر لو کہ حق تعالیٰ جاہلوں سے جن گناہوں سے درگزر فرمائے گا ان سے عالموں سے درگزر نہیں فرمائے گا۔ عوام پریشان نہ ہوں اور خواص کل کے لیے اپنی نجات کی زیادہ سے زیادہ فکر کریں۔

مال داروں سے میل جول: ۞۞ مال داروں سے بلا کسی طمع کے ان کی خیر خواہی کے لیے ملوجلو اور حرص و طمع کو دل سے بلکل نکال دو اور ان کے مال سے نا امید ہو جاؤ اور ان کے تحفے تحائف کے لالچ سے دین کے خلاف ان کی ہاں میں ہاں نہ ملاؤ اور اپنے دین کا تحفظ برقرار رکھو جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ سرور کائنات علیہ الصلوٰت والتسلیمات نے فرمایا کہ جو مال کے لیے کسی امیر کے سامنے گرے اس کا دو تہائی دین ختم ہو جاتا ہے۔ (الموضوعات: ۳/ ۱۳۹) لہٰذا ایسے فعل سے جو دین کے دو حصے گھٹا دے اور ان لوگوں کی صحبت سے، جن سے دین میں چھید ہو جائیں اور اس کا کڑا ٹوٹ جائے اور جن کی دولت اور دنیاوی چمک و مک سے نور ایمان بجھ کر رہ جائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی باتوں سے بچائے آمین، حدیثوں میں بھی اسی طرح آتا ہے تاہم اگر تم کو راستہ میں، یا سفر میں، یا مسجد میں، یا خانقاہ و سرائے میں یا کسی اجتماع میں ان سے ملنے کا اتفاق ہو جائے تو ان کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ کیونکہ حسن اخلاق سے پیش آنا ایک عام حکم ہے اور اسے ہر ایک کے ساتھ برتنا چاہیے خواہ امیر ہو یا فقیر اور یگانہ ہو یا بیگانہ۔ یہ مؤمنون کی شان نہیں کہ دوسروں کے مقابلہ میں خود کو برتر خیال کریں بلکہ ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ ہم سے سب اچھے ہیں تاکہ غرور کی بو نہ آنے پائے یہ خیال نہ کرو کہ ہمیں فقر کی فضیلت حاصل ہے اور ترک دنیا کو دنیا اور آخرت میں معمولی شے سمجھو اسے زیادہ اہمیت نہ دو۔

ایک مثل مشہور ہے کہ جو خود اپنی قدر و منزلت سمجھے اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں اور جو اپنے آپ کو بھاری سمجھے وہ ہلکا ہے۔ غنی کا فرض ہے کہ اپنے حال سے فقیر کے ساتھ احسان کرے۔ یعنی تھیلی کا منہ کھول کر مستحق فقراء کو دے اور تھیلی کو اللہ کی راہ میں خالی کر دے۔ کیونکہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کچھ دنوں کے لیے اس مال کا خزانچی بنا دیا ہے اور فقیر کا فرض ہے کہ اپنے دل میں امیر کی طرف سے ذرا بھی لالچ نہ رکھے اور امیر سے اور اس کے مال سے اس کا دل بلکل خالی رہے بلکہ تمام دنیا اور آخرت سے بھی اور اپنے دل میں کسی چیز کو جگہ نہ دے اور کسی چیز کو جگہ نہ دے اور کسی چیز کو گھسنے نہ دے کہ وہ دل میں جڑ پکڑ سکے اور دل کہ ہر چیز سے پاک و صاف اور خالی رکھے اور انتظار و کوشش کرے کہ یہ اللہ کا گھر ہے۔ اسی کی معرفت کے انوار سے بھر جائے۔ غیر اللہ کا اس میں وجود تو وجود گزر بھی نہ ہونے پائے اور نہ غیر اللہ کا اس میں رسوخ و جماؤ ہو۔ اس صورت میں حق تعالیٰ کا فضل و کرم بلا محنت و مشقت کے شامل حال ہوگا واللہ ہو الموفق۔

فقراء کے ساتھ میل جول: ۞۞ فقراء کو کھانے پینے میں، لباس میں، تمام لذتوں اور مجلسوں میں اور ہر نفیس و عمدہ چیز میں

ترجیح دو اور اپنے آپ کو ان سے حقیر و ادنیٰ سمجھو اور اپنے کو ان سے کسی چیز میں بھی افضل نہ سمجھو۔

ابو سعید بن احمد فرماتے ہیں کہ میں تیس سال تک فقراء کی صحبت میں رہا۔ کبھی میری ان سے رنجش نہیں ہوئی اور میرے اور ان کے درمیان کبھی کوئی ایسی بات پیش نہیں آئی کہ اس سے ان کا دل دکھے اور نہ کبھی بیزاری و نفرت کی نوبت آئی۔ لوگوں نے پوچھا: کیسے؟ بولے: اس لیے کہ میں ان کی صحبت میں رہ کر ہمیشہ اپنے اوپر ہی بدگمان رہا۔ جب میں ان کے پاس جاتا۔ تو سرور و پیار اور نرمی کی حالت میں جاتا اور اخلاق کے ساتھ ان کے ساتھ مل کر کام کرتا اور ادب کے اور ہدیہ کے اور کسی دنیوی یا دینی سبب کے ماتحت جاتا۔

لہٰذا ان تمام باتوں میں اپنے کو فقراء سے افضل نہ سمجھو بلکہ ان کا احسان مانو کہ انہوں نے تمہارا ہدیہ قبول فرمالیا۔ خبردار ان پر اپنا احسان نہ جتانا کہ ہم نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو توفیق دے کر ان کے ساتھ فلاں فلاں سلوک تمہارے لیے آسان بنا دیا اور تم کو اپنے خواص، اولیاء اور مقرب بندوں کی خدمات کا اہل بنایا کیونکہ صالح فقراء اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہوتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اہل قرآن ہی اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں۔ (احمد ۳/ ۱۲۸) اہل قرآن، قرآن پر عمل کرنے والے ہیں۔ قرآن کو بلا عمل کے پڑھنے والے اہل قرآن نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کا قرآن پر ایمان نہیں جو قرآن کے حرام کو حلال سمجھتا ہو۔ لہٰذا اس کا شکر ادا کرو جو تم سے تمہارا عطیہ قبول کرلے تمہارا اس پر کیا احسان؟

آدابِ فقراء میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ تم فقراء کو سوال کی نوبت ہی نہ آنے دو اور بلا سوال کے ان کی ضرورتیں پوری کرو۔ اگر اتفاق سے کوئی فقیر تم سے قرض مانگے تو ظاہر میں تو اسے قرض دے دو۔ مگر دل میں یہ سوچ لو کہ میں نے اسے قرض نہیں دیا بلکہ ہدیہ دیا ہے اور نہ مستقبل قریب میں اسے اپنے اس ارادے سے خبردار کرو کہ میں نے بطور حسن سلوک کے آپ کی خدمت کی ہے تاکہ تمہارے احسان کا بار اس کے کمزور کندھوں پر نہ پڑے جس سے اسے تکلیف ہو۔ ان کے ساتھ ایک ادب یہ بھی ہے کہ ان کی دلجوئی کے لیے فوراً ان کی مراد پوری کرو اور ان کا وقت ضائع نہ کرو کیونکہ فقیر فرزندِ وقت ہے جیسا کہ منقول ہے کہ فرزند آدم ابن الوقت ہے اس کے پاس انتظار کے لیے مستقبل میں وقت نہیں ہوتا۔

ان کے ساتھ ایک ادب یہ بھی ہے کہ اگر تم کو معلوم ہو کہ فلاں فقیر بچوں والا ہے تو صرف اس کے ساتھ سلوک نہ کرو بلکہ سلوک میں اس کے بچوں کا بھی خیال رکھو اور اسے اتنا دو کہ سب کے لیے فراخی ہو جائے تاکہ وہ فارغ البال ہو کر اللہ اللہ میں مشغول رہے۔ ایک ادب یہ بھی ہے کہ اگر کوئی فقیر اپنا حال تم سے بیان کرے تو اسے صبر و تحمل کے ساتھ سنو اور اثنائے گفتگو میں اس کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آؤ۔ ترش روئی اور الٹی سیدھی نگاہوں سے اسے نہ دیکھو اور نہ اس سے نفرت انگیز باتیں کرو۔ اگر کوئی فقیر تم سے کچھ سوال کرے اور اس وقت تمہارے پاس دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو اسے خندہ پیشانی سے محبت و پیار کے لہجہ میں جواب دو کہ افسوس اس وقت میں مجبور ہوں اور آپ کی خدمت کرنے پر قادر نہیں۔ ہاں حالات سازگار ہونے پر انشاء

اللہ میں آپ کی ضرور اعانت کروں گا اور اسے مایوس و ناامید بنا کر غمزدہ نہ چھوڑ و کہ وہ شرم و ندامت کی وجہ سے تمہارے پاس پھر نہ آئے کیونکہ تم نے اس کی ضرورت پوری نہیں کی تھی اور اسے افسوس تھا کہ میرا راز بھی ظاہر ہوا اور کام بھی نہ بنا۔ بسا اوقات فقیر کی طبیعت اس پر غالب آ جاتی ہے اور اس کا نفس اس پر مسلط ہو جاتا ہے اور اس کے حال پر جہالت کا زور ہوتا ہے تو اسے تم پر بھی غصہ آ جاتا ہے اور وہ حق تعالیٰ پر بھی اعتراض کر بیٹھتا ہے کہ اس نے اس کے مقدر میں ایسا کیوں لکھا کہ وہ دوسروں کے پاس اپنی حاجت لے جائے اور وہ اپنی نعمتوں کو دوسروں سے کیوں دلواتا ہے؟ براہ راست کیوں نہیں دیتا؟ یہ صورت حال اس کا دل اندھا بنا دیتی ہے اور اس کے ایمان کا نور بجھ کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا تم سے پہلے اس کی باز پرس کی جائے گی۔ کیونکہ تم ہی اسے لوٹا کر اس بدگمانی اور بے ادبی کا سبب بنے۔ بسا اوقات یہ فقیر، ثواب، معارف، علوم اور مصالح سے جو اس کی سوال میں رکھے گئے ہیں محجوب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ صبر کرتا، لوگوں سے سوال نہ کرتا اور بے ادبی اختیار نہ کرتا تو ساری برکتیں اسے حاصل ہوتیں۔ تو اس کا دل، ہاتھ اور گھر تونگر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے اور احسانات و انعامات کے لشکر آ جاتے اور محبت و پیار اور رعایت و راحت کا ہاتھ اس کے سر پر ہوتا اور اس پر یہ آیت چسپاں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ صلحاء کا متولی ہے اور اسے محفوظ اور غیرت دلایا گیا بنا دیا جاتا اور خالق کائنات کی مدد سے وہ تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا جاتا۔ دنیا اس کے پیچھے پیچھے ہوتی اور وہ دنیا کو دیکھتا بھی نہیں، آنے والے اس کے پاس آتے اس کے انوار و اسرار سے مستفیض ہوتے اور اس کی خوشبو سے اپنے دماغ معطر کرتے اور اسے ان کی خبر بھی نہ ہوتی اور ان سے غائب رہ کر اپنے آقا کے ذکر میں مشغول رہتا اور اس میں وہی جذبہ کارفرما ہوتا جو اسے اللہ کی طرف کھینچ کر لایا ہے اور دنیوی آمیزش کے اندھیروں سے اسے بچا لیتا اور نفس کی موافقت، خواہشات کی اطاعت اور دنیوی اور اخروی اشیاء کی خواہش سے نجات بخش ثابت ہوتا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ آج جنت والے اپنے شغل میں لطف اٹھا رہے ہیں۔ (یٰسٓ: ۵۵)

چونکہ جنت والوں نے دنیا میں اپنی جانیں اور مال دے کر جنت خرید لی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''یقین مانو اللہ تعالیٰ نے جنت کے عوض مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں'' (التوبۃ: ۱۱۱) اور انہوں نے دنیا میں فقر و فاقہ پر صبر کیا تھا اور اپنی جانیں، مال اور اولاد اللہ کی تصرف میں دے دی تھیں اور اپنی ہر چیز اللہ جل جلالہ کے حوالہ کر دی تھی اور اللہ کے فرامین و محرمات پر سرگرم عمل رہتے تھے اور خوشی خوشی اللہ کے احکام بجالاتے تھے اور ممنوعات سے باز رہتے تھے اور خود کو تقدیر کے حوالہ کر دیا تھا اور مخلوق سے علیحدہ ہو کر خلوت میں اللہ اللہ کیا کرتے تھے اور ارادوں، آرزوؤں اور خواہشوں سے بالکل دستبردار رہا کرتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں داخل فرما کر انہیں ایسی ایسی نعمتوں میں مشغول فرما دیا جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ وہ کسی انسان کے دل میں گزریں۔ اسی بناء پر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ آج جنت والے اپنے اشغال میں رہ کر ان سے لطف اٹھا رہے ہیں۔ اسی طرح اگر فقیر اسی طرح دنیا میں زندگی بسر کرے تو بظاہر قرآن جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس نے بھی اپنے مالک سے جنت کا سودا کر لیا ہے اور آخرت کے گھر سے پہلے اللہ کا پڑوس ڈھونڈھ لیا ہے

جیسا کہ رابعہ عدویہ فرماتی ہیں کہ پڑوس گھر سے پہلے ہے اور جس طرح حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ وہ اللہ کی رضا ڈھونڈتے ہیں (الانعام:۵۲) اور حق تعالیٰ نے کسی الہامی کتاب میں فرمایا کہ مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ بندہ ہے جو بلا بخشش کے میری عبادت میں مشغول رہتا ہے تاکہ میری ربوبیت کا حق ادا کرے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ جنت و جہنم پیدا نہ فرماتا تو کوئی اللہ کی عبادت کرنے والا نہ ہوتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر حق تعالیٰ سبحانہ جنت و جہنم پیدا نہ فرماتا تو کیا وہ عبادت کئے جانے کا اہل نہ تھا (ضرور تھا مگر لوگ اس کی عبادت نہ کرتے)

حق تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تقوے والا اور بخشش والا ہے (المدثر:۵۶) پھر جب کوئی فقیر مذکورہ بالا صفت سے متصف ہو اور اپنے مالک حقیقی کے سوا سب سے اس کا افلاس ثابت ہو اور دنیا کی چیزوں کے تعلق سے اس کا دل صاف ہو اور تمام چیزوں سے اپنا دل مار لے اور سچا اور مخلص ہو کر اللہ کا طالب بن جائے اور اپنے پروردگار کے ماسویٰ سے گم ہو جائے تو حق تعالیٰ کی بزرگی کا حق ہے کہ وہ اس کا متولی ہو اور اس کا ناز بردار ہو اور ملاقات کے وقت تک اسے آرام سے نعمتوں میں رکھے۔ پھر اس پر مزید نعمتوں کی بارش فرمائے اور گوناگوں جوڑوں، انوار، نعمتوں، پاکیزہ زندگی اور قرب سے نوازے۔ جو اس نے اپنے اولیاء اور احباب کے لیے تیار کر رکھی ہیں اور ان کا ان سے وعدہ فرمالیا ہے چنانچہ فرمایا ''کسی کو معلوم نہیں جو ان کے لیے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی نعمتیں چھپا کر ان کے عملوں کے صلہ میں رکھی گئی ہیں'' (السجدۃ:۱۱) اور نبی اکرم علیہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں کھٹکیں پھر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو یہ آیت ''فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ الخ'' پڑھ لو۔ (احمد ۲/۴۳۸)

اگر تم اسے، جو ہاتھ کا فقیر اور دل کا امیر ہے اور تم پر اپنے حال کو ظاہر کر کے اپنے مالک کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے کیونکہ اسے اپنے بچوں کے لیے یا خود اپنی ذات کے لیے رب العالمین کا فرمانبردار رہ کر سوال کرنا پڑ رہا ہے اس لیے کہ اگر سوال نہ کرے۔ تو اسے رب کی نافرمانی کا خوف ہے۔ کیونکہ اللہ ہی نے اسے سوال پر مجبور کیا ہے اور اس کے ذریعہ اسے آزمایا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے تمہارے بعض کو بعض کے لیے فتنہ بنایا ہے کہ آیا تم صبر کرو گے یا نہیں۔ علاوہ ازیں یہ ناداری کی حالت مستقبل قریب میں رہنے والی نہیں۔ بلکہ ایسی مال دار اور دائمی عزت سے بدل جانے والی ہے۔ جو قسام ازل نے اپنے فقراء کے لیے لکھ دی ہے اور جو مولی کے تقرب و بخشش کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ خالی ہاتھ لوٹا دو گے تو اے ہاتھوں کے مال دارو، دلوں کے فقیرو، اپنی ذاتوں سے اور اپنے رب بیگانو اور اپنے آغاز و انجام سے بے خبرو! حق تعالیٰ تم کو سزا دے گا اور تمہارے ہاتھوں سے دولت چھین لے گا، اور تم جیسے دلوں کے فقیر ہو ہاتھوں کے بھی فقیر بن جاؤ گے اور ہمیشہ چیزوں کے محتاج اور فقیر رہو گے اور ان سے کبھی تمہارا پیٹ نہیں بھرے گا۔

جن چیزوں پر حریص رہو گے، ان کے طالب رہو گے، ان کے حاصل کرنے اور قبضہ کرنے کی پریشانیوں میں مبتلا رہو گے

حالانکہ وہ چیزیں تمہاری قسمت میں نہ ہوں گی جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ سب سے بڑا عذاب غیر مقدر چیز کا طلب کرنا ہے ہاں یہ دوسری بات ہے کہ حق تعالیٰ تم کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور تم کو تمہارے گناہوں پر توجہ دلا دے اور تم توبہ اور دعائے مغفرت کرلو اور اپنی کوتاہیوں کا اقرار کرلو اور حق تعالیٰ اپنی نوازش سے تم پر رجوع فرمالے اور تمہارے گناہ بخش دے۔ آؤ ہم سب مل کر اپنے گناہوں پر روئیں دھوئیں اور حق تعالیٰ سے رحم کی درخواست کریں۔ بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا اور انتہائی مہربان ہے اور ارحم الراحمین ہے۔

حالتِ فقر میں فقیر کے آداب: ❀ ❀ فقیر کا فرض ہے کہ وہ اپنے فقر پر ترس کھا کر اس کا تحفظ کرے جیسے مال دار ترس کھا کر اپنی دولت کا تحفظ کرتا ہے۔ یعنی جس طرح مال دار اپنی دولت کے تحفظ کے لیے ہر طرح کے جتن کرتا ہے کہ اس کی دولت ضائع نہ ہو۔ اسی طرح فقیر کو اپنے فقر کے لیے ہر قسم کی دوڑ دھوپ کرنا ضروری ہے تاکہ اس کا فقر باقی رہے اور زائل نہ ہو ایسا نہ ہو کہ فقیر حق تعالیٰ سے یہ دعا کر بیٹھے کہ یا اللہ میرا فقر دور کر کے مجھے مال دار بنا دے یا مال دار بننے کے لیے یا دولت کی کثرت کے لیے کمائیوں' دھندوں اور اسباب معاش کی تلاش کرنے لگے۔ ہاں اگر اپنے بچوں کے لیے اور حالت تنگی میں اپنے نفس کو سوال سے بچانے کے لیے بقدر ضرورت حلال پیشہ اختیار کرلیا جائے تو خیر۔ فقیر کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ بقدر کفایت حاصل کرلے اور اس سے زیادہ کسی حال میں بھی حاصل نہ کرے اور اس مقدار کو حاصل کرنا بھی اللہ کے حکم کی تعمیل کے لیے اور خودکشی میں پڑنے کے ڈر سے ہو حق تعالیٰ جل مجدہٗ نے فرمایا: ''اپنی جانوں کو قتل مت کرو' دیکھو اللہ تم پر بڑا ہی مہربان ہے۔'' (النساء:۲۹) کیونکہ نفس کو اس کے حق سے روکنا حرام ہے اور نفس کا حق بقدر سد رمق طعام و شراب' لباس اور بقدر ضرورت ادویات ہیں اور فرائض ادا کرنے میں سستی نہ کرے یعنی نمازوں کا مع ان کی شرائط و ارکان اور واجبات کے ان کے اوقات میں پابند رہے کیونکہ یہ واجب ہے۔

اس سلسلے میں لذات کو ترک کردو اگر لذتیں مقدر میں ہوں گی تو بلا تکلف حاصل ہو کر رہیں گی بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے خود اسباب پیدا فرما دیں گے اس لیے قطعاً لذات کے پیچھے نہ بھاگو البتہ اگر کسی بیمار کو کوئی حکیم بطور دوا کسی لذت والی چیز کے استعمال کا مشورہ دیتا ہے تو وہ اسے استعمال کرے کیونکہ ایسا کرنا حالت مرض میں نفس کے لیے ضروری ہے جس طرح حالت صحت میں بقدر کفایت روٹی کھائی جاتی ہے۔

فقیر کو فقر میں ایسی لذت حاصل ہونی چاہیے جو حالت امیری میں امیر کو بھی نہیں آتی' اسی طرح اسے گم نامی' پستی' لوگوں کی عدم قبولیت اور عدم تعلقات کو اختیار کرنا چاہیے۔ فقیر کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کا دل حال کی صفائی کی وجہ سے قوی رہے اگر چہ اس کا ہاتھ مال سے خالی ہے اور جیسے جیسے فقر و فاقہ میں اضافہ ہو ویسے ویسے اس کے قلب و سینے کی صفائی ہو' مسرت بڑھتی جائے لیکن اگر مفلسی کا خیال اس کے دل کو تاریک کر کے اسے مالک سے ناراض کردے تو وہ سمجھ لے کہ میں فتنے میں مبتلا ہوں' حالت فقر میں گناہ کبیرہ کر بیٹھا ہوں اس لیے اب اللہ تعالیٰ سے پر خلوص توبہ کرے' گناہ کی کرید کرے' اپنے نفس کو ملامت کرے۔

اگر کسی فقیر کی اولاد زیادہ ہو تو اس کی حالت یہ ہونی چاہیے کہ ان کی رزق کے متعلق وہ پر سکون رہے' اپنے رب پر

بھروسہ رکھے' اپنے مالک کے حکم کے مطابق بظاہر کوئی پیشہ اختیار کر لے جب کہ باطن سے اپنے رب کے وعدے پر مطمئن رہے اور پورا پورا یقین کر لے کہ میرے بچوں کی روزی اللہ کی ضمانت میں ہے اور انہیں ان کے نصیب کا رزق مل کر رہے گا خواہ میرے ذریعے ملے یا کسی اور ذریعے سے اس لیے خود کو درمیان سے ہٹالے اور خالق و مخلوق کے درمیان فضول کوشش نہ کرے بلکہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم بجالائے اور رب پر اعتراض نہ کرے' نہ ناراض ہو' نہ الزام لگائے' نہ اس کے وعدہ میں شک کرے' نہ کسی سے اس کا شکوہ کرے ہاں جو کچھ شکوہ شکایت ہو وہ رب کے حضور پیش کرے' اللہ سے دعا مانگے کہ وہ صبر کی اور اہل وعیال کے متعلق اپنا حکم بجالانے کی توفیق عطا فرمائے' ان کا رزق آسان فرمادے کیونکہ وہ قریب ہے اور دعا قبول کرنے والا ہے۔ وہ اپنے بندے کو مشکل میں ڈال کر اپنے قریب کر لینا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سوال کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں کیونکہ سوال رب اور بندے میں' سید اور غلام میں' مال دار اور نادار میں تمیز کرتا ہے۔ بندہ فخر و تکبر سے نکل کر عجز و انکساری کی طرف لپکتا ہے اور جب بندہ عاجز بن جاتا ہے تو فوراً اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے حالانکہ آخرت کا ثواب اس کے علاوہ ہے۔

فقیر کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ مستقبل کے لیے پریشان نہ ہو بلکہ حال پر ثابت قدم رہے حال کی حدود و شروط اور آداب کی حفاظت کرے' دوسرے لوگوں سے صرف نظر کر لے خواہ وہ اس سے اعلیٰ ہیں یا کمتر۔ کسی غیر کے مال کی طمع نہ کرے کیونکہ یہ خصلت ہلاک کرنے والی ہے اور حال ہی حال والے کی نعمت و سلامتی کا ذریعہ ہے جس طرح بعض غذائیں بعض افراد کے لیے موجب صحت اور بعض کے لیے موجب مرض ہیں اس لیے مریض طبیب کے مشورے کے بغیر انہیں استعمال نہ کرے اسی طرح فقیر خود اپنے لیے حال کا انتخاب نہ کرے الا یہ کہ اسے اس میں داخل کر دیا جائے اور خود کسی حالت و مقام میں اپنے نفس کو بغیر حکم الٰہی داخل نہ کرے کیونکہ وہی زندگی موت کا مالک ہے ورنہ فقیر گمراہ ہو جائے گا۔ فقیر کو اس کے حال سے منتقل کرنے والا وہی ہے جو روکنے والا اور عطا کرنے والا ہے جو امیری غریبی کا مالک ہے' جو ہنسانے والا اور رلانے والا ہے۔ یہی چیز فقیر کو اس کے رب کے قریب کرنے والی ہے۔ متقدمین طریقت کا یہی وطیرہ رہا ہے اور رب کے اختیار میں ہی انجام ہے۔

فقیر کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ ہر وقت موت کے لیے منتظر رہے کیونکہ موت کا انتظار اس کی فقیری پر مددگار ہے۔ فقیر کو ہر تکلیف برداشت کرنی چاہیے کیونکہ اس طرح امیدوں کا خاتمہ ہوگا اور دنیاوی شہوات منقطع ہو جائیں گی جیسا کہ نبیؐ نے فرمایا: لذات کو کاٹ دینے والی ''موت'' کو بکثرت یاد کرو۔ فقیر کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ اس کے دل سے مخلوق کی یاد نکل جائے۔ ایک ادب یہ ہے کہ اگر کسی مال دار سے ملاقات ہو تو اس کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آئے اور وہ جو چیز ہبہ کرے خواہ حقیر سی ہو' اسے قبول کر لے کیونکہ یہ دلی طور پر اسباب کا غلام نہیں جس طرح دولت مند ہے۔ اگر فقیر صاحب عیال اور غریب ہو تو اہل و عیال پر تنگی نہ کرے الا یہ کہ اس کے اہل وعیال بخوشی فقیری پر اسے ترجیح دیں اور صبر و رضا' معرفت' نور ان کے دلوں سے ان کے اعضاء' زبانوں اور طبائع پر ظاہر ہو تو ان حالات میں خرچہ دینے یا نہ دینے کی' فقیری کو ترجیح دینے اور اہل وعیال سے ہاتھ تنگ کرنے کی پرواہ نہ کرے۔

فقیر کا ایک ادب یہ ہے کہ حالت تنگی میں پاک دامنی نہ گنوائے یعنی جو چیز شرعاً حلال نہیں اسے اپنی فقیری کی وجہ سے استعمال نہ کرے کہ وجوب سے رخصت کی طرف نکل آئے کیونکہ تقوی ہی دین کی بنیاد ہے جب کہ طمع وحرص دین کے لیے ہلاکت ہیں اور مشکوک چیزیں دین کو بگاڑتی ہیں۔

بعض سلف سے منقول ہے کہ جس کے ساتھ حالت فقر میں نیکی وتقوی نہیں وہ غیر شعوری طور پر حرام کھائے گا۔اس لیے فقیر کو حالت فقر میں تاویلات سے کام لینے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ دشوار اور احتیاط والے کام کرے اور احتیاط وجوب پر قائم رہنے میں مضمر ہے۔

کیا فقیر سوال کرسکتا ہے؟: ۞ فقیر کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ وہ غیر اللہ سے قطعاً سوال نہ کرے جب تک اس کے پاس قدر کفایت مال موجود ہو اگر سخت ضرورت میں مبتلا ہو جائے تو بقدر ضرورت لوگوں سے سوال کرلے کیونکہ یہ حاجت اس گناہ کا کفارہ ہوگی۔ پھر جہاں تک ممکن ہو اپنی ذات کے لیے سوال نہ کرے بلکہ ہمارے بیان کردہ اصول کے مطابق اپنے اہل وعیال کے لیے سوال کرسکتا ہے۔اگر فقیر کے پاس ایک درہم کا چھٹا حصہ ہو اور اسے ایک مکمل درہم کی ضرورت ہو تو وہ اس وقت تک سوال نہ کرے جب تک کہ وہ چھٹے حصے کو خرچ نہ کرلے۔

اس لیے معروف ہے کہ جب تک جیب میں کچھ ہو غیب سے کوئی ظہور نہیں ہوتا۔لوگوں سے مانگتے وقت صرف اشارہ کنایہ کرے جب کہ اللہ تعالیٰ سے کھل کر سوال کرے۔لوگوں کو امین و وکیل اور اللہ کے حکم سے تصرف کرنے والے خیال کرے۔اللہ کو چھوڑ کر لوگوں کو رب نہ بنالے' اس طرح تو وہ انہیں اپنے اور اپنے اہل وعیال کے حالات سے آگاہ کررہا ہے۔ رب سے شکوہ نہ کرے۔سوال خبر کی صورت میں ہو یعنی اس طرح سوال کرے' کیا ہمارے لیے بھی آپ کو کوئی چیز دی گئی ہے؟ کیا آپ کو کسی کی کفالت سونپی گئی ہے؟ اے وکیل! اے امین! اے خزانچی! اے فقیر! اے وہ شخص کہ جو اس امانت میں ہمارے برابر ہے' کیونکہ اس کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے' ہم سب کا روزی رساں بھی وہی ہے' کیا ہمارے لیے اس مال میں اس مالک نے تمہیں کچھ اجازت دی ہے؟ یعنی اس طرح خبریہ صورت میں سوال کیا جاسکتا ہے۔ ہر مشرک' دھوکہ باز' ریاکار' بت پرست' اہل طریقت کو جھٹلانے والا' ولایت کا دعویٰ کرنے والا' جھوٹا' منافق اور بے دین صاحب کرامت نہیں ہوسکتا' اس لیے ایسے لوگوں سے ہرگز سوال نہ کرو۔اگر ضرورت پوری ہو جائے تو اللہ کا شکر بجالاؤ' اگر سوال کے باوجود کچھ نہ ملے تو پھر بھی صبر کرو' سچے اور مخلص فقیر کا یہی وصف ہے۔اگر کوئی خالی ہاتھ لوٹا دے تو غصہ نہ کرو' الٹی سیدھی بکواس نہ کرو' اسے برا بھلا نہ کہو کیونکہ یہ ظلم ہے۔ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ خود کسی غیر کا محکوم ہے اور وکیل یا محکوم حاکم کے حکم سے ہی تصرف کرسکتا ہے اور مال کا اصل مالک و حاکم اللہ رب العزت ہے۔

سوال کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرے کہ الٰہی! فلاں کے دل میں ڈال دے کہ وہ میرا سوال رد نہ کرے' اس کے ذریعے میری قسمت کا رزق پورا کروادے' یا اللہ! اپنے صاحب مال بندوں کے ہاتھوں مجھے رسوا نہ کر۔شاید اللہ تعالیٰ نے اپنے

بندوں کے ہاتھ اس لیے روک دیئے ہیں کہ وہ مجھے اپنی طرف بلانا چاہتا ہے' اس خیال سے اللہ کے دربار کی طرف پلٹ جائے' خوب گریہ زاری کرے' ہاتھ اٹھا کہ دعا مانگے کیونکہ وہی اپنے بندوں کو عطا کرنے والا ہے۔

فقیر کے لیے آداب معاشرت: ❁ ❁ فقیر کو اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے' ملاقات کے وقت ماتھے پر تیوریاں نہ چڑھائے' ان کے کام اگر خلاف شرع نہیں تو ان میں اس کی مخالفت نہ کرے کیونکہ وہ کام حد سے متجاوز ہیں مگر موجب گناہ نہیں بلکہ مباح ہیں اس لیے ایسے کاموں میں الجھاؤ پیدا نہ کرے اگر ممکن ہو تو ان کا تعاون کرے۔ اپنے متعلق لوگوں کی مخالفت برداشت کرے' ان کی تکالیف پر صبر کرے' دل میں کینہ بغض نہ رکھے' لوگوں کو دھوکہ نہ دے' ان سے برا سلوک نہ کرے' ان کے پیچھے ان کی غیبت نہ کرے' ان کے سامنے بدخلقی سے پیش نہ آئے' بلکہ ان کے پیچھے ان کا دفاع کرے' ان کے عیوب پر حتی الوسع پردہ ڈالے۔ اگر کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کرے۔ اگر بیمار پرسی نہ کر سکے تو تندرستی پر اسے مبارکباد دے' اگر خود بیمار ہو جائے اور بعض لوگ اس کی بیمار پرسی نہ کر سکیں تو انہیں معذور سمجھے اور اگر یہی بیمار ہو جائیں تو ان کی بیمار پرسی کے لیے ضرور شرکت کرے' قطع رحمی کرنے والے سے صلہ رحمی کرے' حق تلفی کرنے والوں کو ان کا حق دے' ظالم کو معاف کر دے' معافی مانگنے والے کو معاف کر دے' اپنے نفس کو ملامت کرے' اپنی مملوکہ چیزوں کو اپنے بھائیوں کی چیزیں سمجھے البتہ ان کی چیزوں میں بلا اجازت تصرف نہ کرے' ہر حال میں تقویٰ کو لازم رکھے' اگر کوئی اس کے مال سے مستفید ہونا چاہے تو خندہ پیشانی سے اس کی ضرورت پوری کرے' اس کا شکریہ ادا کرے کہ اس نے تمہیں اپنی ضرورت کا اہل سمجھا ہے۔ حتی الوسع کسی سے خود سوال نہ کرے اگر کوئی اس سے سوال کرے تو اسے عطا کر دے کیونکہ ضرورت کی چیز واپس نہیں مانگتے اگر یہ ممکن نہیں تو چیز کے دینے میں سرعت کرے اگرچہ کوئی روزانہ اس سے مطالبہ کرے کیونکہ لوگوں کو چھوڑ کر تن تنہا اپنے مال و اسباب کو استعمال کرنا فقیر کے لائق نہیں۔ فقیر تو امین ہے کسی چیز کا اصل مالک نہیں ہے۔

جو شخص کسی چیز کا مالک ہے فی الحقیقت وہ چیز اس کی مالک ہے کیونکہ انسان اس چیز کا غلام بن جاتا ہے جس کے ہاتھ میں اس کی نکیل آ جاتی ہے لہٰذا جو چیزیں فقیر کے قبضے میں ہیں انہیں اللہ کی مملوکہ اشیاء خیال کرے۔ فقیر خود بھی دوسرے بندوں کی طرح اللہ کا بندہ ہے اور اللہ کی چیزوں میں اس کے تمام بندے برابر ہیں۔ جو چیزیں دوسرے بندوں کے پاس ہیں ان کے تصرف میں حکم شرعی کا خیال رکھے تا کہ ان لوگوں میں شامل نہ ہو جائے جو دوسروں کی ہر چیز مباح سمجھتے ہیں یہی مباحیہ وزنادقہ (بے دین) لوگ ہیں۔

اگر کسی فقیر پر فاقہ یا مشقت آن پڑے تو حتی الوسع اسے لوگوں سے مخفی رکھے تا کہ اس کے لیے تکلف کرنے کی وجہ سے لوگوں کو مشقت ہوگی' اسی طرح اگر کوئی پریشانی یا غم لاحق ہو تو اسے بھی دوسرے بھائیوں سے مخفی رکھے تا کہ ان کی عیش اور راحت میں خلل واقع نہ ہو۔ اگر کسی کو پریشانی لاحق ہو مگر وہ خوشی کا اظہار کر رہا ہو تو بظاہر اس کے ساتھ بھی خوشی کا اظہار کرے اور ان سے ایسی گفتگو نہ کرے جو انہیں مزید پریشان کرتی ہو یعنی ان کے مزاج اور ماحول کی موافقت کرے مخالفت نہ کرے۔

آدابِ حسنِ معاشرت میں ایک ادب یہ بھی ہے کہ اگر کسی فقیر کو دلی غم پہنچے تو اس کے ساتھ حسنِ اخلاق کے ساتھ شریفانہ گفتگو کرے تاکہ اس کا غم ماند پڑے۔ فقیر کو ہر کسی کے ساتھ سادگی کے ساتھ میل جول رکھنا چاہیے' کسی کو حد سے متجاوز ہونے کی تکلیف نہ دے بلکہ فقیر کو چاہیے کہ کسی کے موافق شرعی کاموں میں اس کا تعاون کرے۔ حدیث نبویؐ ہے: ''ہم لوگوں (انبیاء) کو حکم ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ ان کی عقل وفہم کے مطابق گفتگو کریں۔'' (الاتحاف: ۳۴۲/۱) فقیر کو چھوٹوں سے شفقت کے ساتھ' بڑوں سے عزت سے اور برابر والوں سے ملاطفت سے پیش آنا چاہیے تاکہ سب کی نگاہوں میں ہر دل عزیز رہے۔

فقراء کے کھانے کے آداب: ❁ فقراء لالچی بن کر کھانے پر نہ ٹوٹ پڑیں بلکہ کھاتے وقت بھی اپنے دل ذکر اللہ سے پر رکھیں۔ ایک ادب یہ بھی ہے کہ اپنے سے بزرگ سے پہلے کھانے کے لیے ہاتھ نہ بڑھائیں۔ کسی ایسے شخص کو جسے مدعو نہیں کیا گیا' کھانے کی دعوت نہ دیں۔ اپنے سامنے سے کوئی چیز اٹھا کر کسی دوسرے کے سامنے نہ رکھیں خواہ بطور خدمت وتواضع ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ میزبان کو ایسا کرنے کی اجازت ہے میزبان کو اپنے ساتھ کھانے کی دعوت نہ دیں۔ جب انہیں کھانے کے لیے ایک جگہ بٹھا دیا جائے تو کسی دوسری جگہ کو اختیار نہ کریں۔ جب تک اہل مجلس کھانا کھا رہے ہوں تو فقیر کو کھانے سے ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے خواہ برائے نام ہی کھاتے رہیں کیونکہ احباب شرما کر کھانا چھوڑ دیں گے۔ فقراء کے سامنے سے اس وقت تک دسترخوان نہ اٹھایا جائے جب تک وہ کھانا کھا رہے ہوں یا برغبت کھانے کی طرف دیکھ رہے ہوں بلکہ میزبان حدودِ شرعی کے تحت مہمانوں کو مزید کھانے پر اصرار کرے اگرچہ مہمانوں کو کھانے کی خواہش نہ رہے۔ کسی کو دوسرے کے منہ میں نوالہ دینا مناسب نہیں جب کہ سب لوگ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھے ہوں۔ جب پانی کا برتن پیش کیا جائے تو اسے اس وقت تک واپس نہ کیا جائے جب تک اس میں ایک قطرہ بھی باقی ہو۔ اگر میزبان کھانا کھلانے کے لیے کھڑا ہو تو اسے نہ روکا جائے۔ اگر میزبان مہمانوں کے ہاتھ دھلوائے تو اسے منع نہ کیا جائے۔ فقرا مال داروں کے ساتھ امتیاز کے ساتھ جب کہ فقراء کے ساتھ ایثار کے ساتھ اور بھائیوں کے ساتھ بلا تکلف ہو کر کھائیں۔

جب تک کھانا دسترخوان پر نہ چن دیا جائے کھانے کا تصور بھی نہ کریں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کھانا ان کی قسمت میں نہ ہو اور وہ اسے اپنے دل میں الجھائے رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے محجوب ہو جائیں اور ذکر اللہ وغیرہ سے غافل ہو جائیں۔ جب کھانے کا خیال نہ ہوگا تو سلامتی کے ساتھ رہیں گے۔ جب کھانا چن دیا جائے تو حسبِ خواہش کھا کر اللہ کا شکر بجالائیں۔ کھانے کا قصد وارادہ نہ رکھیں' اسے موضوعِ گفتگو نہ بنائیں بلکہ دل سے یہ خطاب کریں' اے دل! تو بیمار ہے جب تک تیری بیماری دور نہیں ہو جاتی تجھے کھانے پینے اور خواہشات سے پرہیز کرنا ضروری ہے اور وہ بیماری نفس کی خواہش اور ارادہ ہے' جس کا طبیب اللہ تعالیٰ ہے۔ جب طبیب اپنے مملوک کے ہاتھ کھانے پینے کی چیزیں بھیجے تو مریض اس یقین سے انہیں کھائے کہ یہی بیماری کی دوا ہے' اسی سے تندرستی ہوگی۔ اپنے حال کی حفاظت ومراقبہ کا دھیان رکھے' اپنے دلی خیالات نکال دے اور تمام حرکات وسکنات میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی سے سکون واطمینان حاصل کرے۔

فقراء کے باہمی آداب: ❀❀ فقراء کو چاہیے کہ اپنے ساتھیوں کو کسی چیز سے منع نہ کریں خواہ وہ لباس ہو جائے نماز ہو یا پانی پینے کے برتن ہوں اگر کوئی کسی کی جائے نماز پر پاؤں رکھ دے تو وہ اتنا ناراض نہ ہو کہ بدلے میں دوسرے کے جائے نماز پر پاؤں رکھنا شروع کر دے۔ اپنی جائے نماز کسی بزرگ کی جائے نماز کے آگے نہ بچھائے اگر کسی کے کندھے پر کوئی ہاتھ رکھ دے تو بدلے میں اس کے کندھے پر ہاتھ نہ رکھے کسی فقیر سے اپنی خدمت نہ لے جب کہ خود ہر کسی کی خدمت کرنا فخر سمجھے فقراء کے پاؤں دبائے اگر کوئی تمہارے پاؤں دبائے تو اسے منع نہ کرو۔ غسل کے لیے حمام میں جا کر حجام سے بدن ملوانا جائز نہیں ہاں اگر کوئی فقیر دوسرے فقیر کا بدن ملنا چاہے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر کوئی فقیر تمہارے جائے نماز کی طرف برغبت دیکھے تو وہ اسے دے دو۔ کھانے کے وقت فقراء کو اپنا انتظار نہ کرواؤ اور کسی کے دل کو تکلیف نہ پہنچاؤ کیونکہ انتظار میں بڑی تکلیف ہے۔ اگر کسی فقیر کی دعوت کرو تو اسے انتظار سے بچاؤ کیونکہ شوربے کا انتظار ذلت کا باعث ہے۔ ہر ممکنہ چیز کو جمع کرنا مناسب نہیں۔ اگر کھانا وافر نہ ہو تو خود مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لیے نہ بیٹھو ہاں اگر کچھ بچ جائے تو وہ کھالو اور حتی الامکان کوشش کرو کہ مہمانوں کے لیے صاف ستھرا کھانا حاضر کرو۔ کسی مجلس میں تنہا اپنے لیے کوئی چیز پسند نہ کرو اگر کوئی چیز مل جائے تو سب مل کر کھاؤ۔ اگر فقراء کی جماعت میں کوئی فقیر بیمار ہو جائے تو اسے علاج کے لیے جماعت سے اجازت لینی چاہیے۔

اگر کسی سرائے یا مدرسے میں ٹھہرا ہو اور وہاں کوئی شیخ یا خادم ہو تو ان کی اجازت لینی ضروری ہے۔ لوگوں کی مجلس میں ان کی موافقت کرے۔ فقرا کی مجلس میں اپنی تسبیح و تلاوت کو بلند نہ کرے بلکہ اسے لوگوں سے مخفی رکھے اور دل میں پڑھنے کی کوشش کرے۔ اگر اسرار والے خاص فقراء میں سے ہے تو آواز بلند پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کا متولی اس کا رب ہے اور وہی اس کے لیے اسباب فراہم کرتا ہے وہی امر و نہی کرتا ہے وہی اس کے لیے جماعت کے دل مسخر کرتا ہے انہیں اس کی طرف مائل کرتا ہے اور اس کی محبت ہیبت اور احترام بھر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں جماعت میں بلند آواز سے کوئی بات بھی نہیں کرنی چاہیے۔ جب جماعت میں ہو تو دو آدمی پوری جماعت کو چھوڑ کر چپکے چپکے باتیں نہ کریں اور جہاں تک ممکن ہو فقراء میں بیٹھ کر کوئی دنیاوی یا کھانے پینے کی باتیں نہیں کرنی چاہیے اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ فقراء کی مجلس میں جہاں تک ممکن ہو اس کے بغیر چارہ پائے تو کچھ نہ لکھے۔ بلکہ لکھے ہوئے عملوں میں مشغول رہے اور مراقبہ میں اور اپنے حال کے تحفظ میں مصروف رہے اور دونوں میں غور و فکر کرتا رہے اور ان کے سامنے کثرت سے نوافل نہ پڑھے۔ اگر جماعت روزہ رکھے۔ تو روزہ میں ان کی موافقت کرے اسی طرح اگر جماعت روزہ نہ رکھے۔ تو ان کی موافقت میں روزہ نہ رکھے اور ان سے علیحدہ ہو کر روزہ نہ رکھے اور جاگنے والے فقراء میں جاگے اور سوئے نہیں۔ ہاں اگر نیند ہی کا غلبہ ہو تو ان سے علیحدہ ہو کر سو جائے یا اتنی دیر لیٹ جائے کہ نیند کا جوش ٹھنڈا ہو جائے اور فقراء سے کسی شے کے طلب کرنے میں حتی المقدور پہل نہ کرے اور اگر فقراء اس سے کسی چیز کا مطالبہ کریں تو انہیں ناامید نہ کرے اور کچھ نہ کچھ دے دے خواہ تھوڑی ہی ہو اور طویل انتظار کرا کر ان کے دلوں کو دکھ نہ پہنچائے۔

اگر کوئی اس سے مشورہ کرے تو جواب دینے میں جلدی نہ کرے کہ اس کی بات کاٹ کر جواب دے دے بلکہ اسے اپنے دل کی بات کہنے دے۔ پھر جب وہ اپنی پوری داستان سنا چکے۔ تو مفید مشورہ دے اور رد و انکار سے جواب نہ دے۔ جب مشورہ کرنے والا اپنی بات ختم کر چکے اور اس کی رائے صحیح نہ ہو تو شروع میں اس کی موافقت کرے اور کہہ دے کہ یہ بھی ایک صورت ہے۔ پھر اسے کے خیال میں جو وجہ معقول ہو۔ اس کو نرمی سے بیان کرے۔ سختی سے اور کڑک کر بیان نہ کرے۔ فقراء کے ادب میں یہ بھی شامل ہے کہ کھانے میں عیب نہ نکالیں جیسا ہو کھالیں نہ اس کی تعریف کریں اور نہ برائی۔

فقراء کے بیوی بچوں کے ساتھ آداب: ❀ بیوی بچوں کے ساتھ حسن اخلاق و خندہ پیشانی سے پیش آئیں اور دستور کے مطابق ان پر ہر ممکن چیز خرچ کریں۔ اگر آج فقیر بقدر کفایت کا مالک ہے۔ تو اسے آج ہی خرچ کر دے۔ کل کے لیے روک کر نہ رکھے جب کہ فی الحال اس کے خرچ کرنے کی آج ہی ضرورت ہو۔ اگر خرچ کے بعد کچھ بچ جائے تو اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ بچوں کے لیے کل کے لیے جمع کرلے اور خود بالتبع کھائے یعنی اگر بچوں سے بچ جائے تو کھالے بلکہ خود اپنے بیوی بچوں کے حق میں وکیل' خادم اور غلام کی مانند رہے اور بیوی بچوں کی خدمت اور ان کے لیے تکلیف اور ان کے کاموں کو بنانے کی زحمت اللہ تعالیٰ کے حکم کو اور اس کی عبادت کو بجالانے کے لیے کرے اور اپنی خدمت کو کالعدم تصور کر کے بیوی بچوں کی خدمت کو اپنی خدمت پر ترجیح دے اور خود ان کی خدمت کرنے کی غرض سے بقدر سد رمق کھائے اور بچوں کو اپنی خدمت اور دل کی خواہشات کی پیروی کرنے کی طرف توجہ نہ دلائے۔ اگر کسی فقیر کے پاس کوئی ایسی چیز ہو۔ جو جاڑے میں کام آنے والی ہو اور گرمی کے موسم میں اسے اس کی قیمت کی ضرورت ہو۔ تو اسے بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر لے۔ اگر آج کا خرچہ حاصل ہو جائے اور خرچہ کے بعد کل کے لیے بقدر کفایت بچ جائے تو بچالے اور کل کا دن اللہ اللہ میں گزارے کسی کسب میں مشغول نہ ہو کیونکہ کفایت کے ساتھ توقف واجب ہے۔ اور کل کی فکر کل آنے پر موقوف رکھے اگر کسی کو توکل پر قدرت حاصل ہو اور بھوک کی تکلیف پر صبر کر سکے لیکن اس کے بچے ان تکلیفوں کو برداشت نہ کر سکتے ہوں تو اس قسم کا توکل ناجائز ہے (کیونکہ اس سے ان کی حق تلفی ہوتی ہے) اس لیے ان کے لیے محنت کرے اور کمائے۔ اگر گھر والے اللہ کی اطاعت اور حسن سیرت میں دلچسپی رکھتے ہوں تو انہیں حلال و مباح کمائی سے کھلائے تاکہ اس اطاعت و حسن سیرت کا نتیجہ مرتب ہو اور انہیں حرام نہ کھلائے کیونکہ حرام سے گناہ اور نافرمانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ فقیر کو اپنے اعمال کی اصلاح میں' صدق و صفائی میں اور دل کی پاکی میں پوری پوری سرگرمی دکھانی چاہیے۔ تاکہ اس میں اور اس کی بیوی بچوں میں معاملات درست رہیں اور وہ بھی بہترین صبر و اطاعت میں دلچسپی لیں اور پورے خاندان کی اللہ تعالیٰ اصلاح فرما دے اور سب گھر والے اس کے ہم خیال بن جائیں اور اس کی نیکیوں کی برکت متعدی ہو کر اس کے بچوں میں بھی پھیل جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلقات بہتر بنا لے گا اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کے تعلقات بہتر بنا دے گا'' (الکنز ۴۳۱۶۶) اور اہل و عیال لوگوں میں شامل ہیں۔

اگر کوئی مہمان آ جائے۔ تو جو کھانا مہمان کو کھلائے۔ وہی گھر والوں کو کھلائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے فراخی دی ہے تو اتنا

کھانا تیار کرایا جائے کہ سب کو کافی ہو بلکہ بچ بھی جائے۔لیکن اگر وسعت نہ ہو اور فقیر و تنگی ہو اور بچوں کے صبر وایثار اور رضا کا بھی علم ہو۔تو ان پر مہمانوں کو ترجیح دے۔اگر ان سے بچ جائے۔تو تبرک کے طور پر بچوں کو کھلا دے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ شانہ عنقریب ان کے صبر جمیل کا اجر جمیل عطا فرمادے گا اور ان کی روزیوں میں برکت عطا فرمائے گا کیونکہ حدیث میں ہے کہ مہمان اپنی روزی اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں اور گھر والوں کے گناہ اپنے ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ (الجامع الصغیر:۲/۴۴)

اگر کوئی فقیر کی دعوت کرے، وہ بچوں والا ہو اور گھر میں اتنا کچھ نہ ہو کہ بچے گزارا کر سکیں تو یہ جوانمردی نہیں کہ اپنے بچوں کو بھوکا چھوڑ کر خود دعوت میں چلا جائے اور اپنا پیٹ بھر آئے اور شریعت وطریقت میں یہ جائز نہیں کہ دعوت میں بچوں کو ساتھ لے جا کر ذلیل وخوار ہو۔لہٰذا ان حالات میں دعوت میں نہ جائے اور گھر والوں کے ساتھ صبر سے رہے۔اگر میز بان میں جوان مردی کا جذبہ کارفرما ہوگا اور اسے یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس مہمان کے بچے بھوکے ہیں۔تو وہ اس کے بچوں کو بھی دعوت میں بلا لے گا یا اپنے مہمان کو بچوں کی طرف سے اس طرح فارغ البال کر دے گا کہ بچوں کے لیے اس کے ساتھ اتنا کھانا کر دے گا کہ بچوں کو اور بیوی کو کافی ہو اور کہہ دے گا کہ یہ کھانا تمہارے بچوں کے لیے ہے۔فقیر پر لازم ہے کہ اپنے گھر والوں کو ظاہری علم و شریعت کے مسائل سکھائے اور علم وشریعت کے کسی مسئلہ کے خلاف کی انہیں جرأت نہ کرنے دے۔فقیر کی یہ شان نہیں کہ اپنے بچوں کو کوئی جائز پیشہ سیکھنے کے لیے بازار کے حوالہ کر دے بلکہ انہیں دین کے احکام سکھائے اور انہیں دنیا کی طرف رغبت کرنے سے نفرت دلائے۔ہاں اگر تنگی معہ بے صبری کے غلبہ ہو اور راز کے کھل جانے، رسوائی کا اور پیٹ کی خاطر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کا ڈر ہو تو پھر بچوں کو اور اپنی ذات کو کسی پیشہ میں لگا دے اور بقدر کفایت روزی بحکم رب پیدا کرلے تا کہ لوگوں سے مستغنی رہے۔یہ کسب دوسرے کاموں سے بہتر وافضل ہے۔لیکن شرعی حدود کی حفاظت کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔

فقیر اپنی اولاد کو حقوق والدین کی نگہداشت رکھنے کی تعلیم دے اور ان کی نافرمانی کرنے سے ڈرائے اور انہیں نصیحت کرے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا اور میرے حقوق کا خیال رکھیں، میرے ساتھ رہ کر عبادتوں پر صبر کریں، اطاعت رب العالمین پر جمے رہیں اور انہیں صبر وشکر کی فضیلت بتائے جیسا کہ ہم نے اس پر آداب نکاح میں کافی روشنی ڈالی ہے۔

<u>فقراء کے آدابِ سفر:</u> ❁ ❁ ہم نے اسی کتاب کی کتاب الادب میں یہ بیان کیا ہے کہ ایک سفر مومن پر فرض ہے۔یعنی اخلاق ذمیمہ سے سفر کر کے اخلاقِ جمیلہ کی منزل تک پہنچنا انتہائی ضروری ہے جس کے بغیر چارہ نہیں لہٰذا اپنی خواہش کو چھوڑ کر مولیٰ کی رضا کی طرف نکل جائے اور دل میں صحیح تقویٰ پیدا کرے۔جب فقیر اپنے شہر سے سفر کرنا چاہے۔تو اس پر سب سے پہلے جو چیز واجب ہے۔وہ یہ ہے کہ اپنے دشمنوں اور جھگڑنے والوں کو راضی کرے اور اپنے والدین سے یا ان سے جو وجوب حق میں ان کے قائم مقام ہیں، (جیسے چچا، ماموں، دادا، دادی وغیرہ) اجازت حاصل کرے، اگر وہ سفر کی اجازت دیں۔تو سفر کرے۔ورنہ سفر موقوف کر دے۔اگر بچوں والا ہو اور یہ ڈر ہو کہ پیچھے بچوں کو ضرر پہنچے گا اور وہ ضائع ہو کر رواں دواں ہوں گے۔تو جب تک ان کا انتظام درست نہ کرلے۔سفر پر ہرگز نہ جائے یا انہیں اپنے ساتھ لے جائے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

کہ انسان کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ جن کا خرچ اٹھاتا ہے' انہیں ضائع کر دے۔

فقیر کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ جب سفر کرے تو اپنا دل اپنے ساتھ رکھے۔ اس کا دل اس کے پیچھے کسی چیز سے الجھا ہوا نہ رہے اور تمام چیزوں کے تعلقات سے یکسو ہو جائے اور کسی کے مطالبہ سے وابستہ نہ رہے۔ اس صورت میں وہ جہاں بھی ٹھہرے گا۔ اس کا دل اس کے ساتھ ہوگا وہ تمام چیزوں سے یکسو ہوگا اور فارغ البال ہوگا جیسا کہ ابراہیم بن دوحہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ابراہیم بن شیبہ البادیہ سے ملاقات کی۔ انھوں نے فرمایا: ان تعلقات کو نکال پھینکو جن میں تمہارا دل پھنسا ہوا ہے۔ یہ سن کر میں نے اپنے دل سے بجز دینار کے سب چیزیں ہٹا دیں فرمایا: میرے دل کو اپنے دل کی چیز میں نہ پھنساؤ۔ اب جو چیز تمہارے دل میں ہے۔ اسے بھی نکال پھینکو۔ اب میں نے دینار کا خیال بھی ہٹا دیا لیکن پھر آپ نے فرمایا کہ اپنے دل سے تمام خیالات نکال پھینکو۔ میں نے غور کیا۔ تو یاد آیا کہ ابھی میرے جوتوں کے تسمے موجود ہیں۔ میں نے انہیں بھی پھینک دیا۔ اللہ کی قسم راستہ میں اگر مجھے تسمہ کی ضرورت پڑی۔ تو میں نے تسمہ اپنے سامنے پایا۔ پھر ابن شیبہ نے فرمایا کہ یہی حال اس شخص کا ہے۔ جو صدق وخلوص سے اپنے پروردگار سے معاملہ رکھے۔ فقیر کے شایان شان نہیں کہ وطن میں جن اوراد و وظائف پڑھنے کا عادی تھا' انہیں سفر میں چھوڑ دے یا ان میں کمی آنے دے۔ کیونکہ سفر سے احوال میں زیادتی ہوتی ہے۔

لہٰذا سفر کی وجہ سے اعمال واحوال میں خلال نہ آنے دیا جائے۔ رخصتیں کمزوروں اور عوام ہی کے لیے ہیں۔ طاقت والوں اور خواص کے لیے رخصتیں نہیں ہیں بلکہ تمام حالات میں ان کی شان کے شایاں ہمیشہ عزیمت ہے۔ توفیق ان کی رفیق ہے' رحمت ان پر برستی ہے' نگہبان ان کی نگرانی کرتے ہیں اور سدا ان کے لیے حفاظت وحراست ہے اور مزا تو یہ ہے کہ محبوب ان کے پاس ہے اور محبت وانسیت میں دم بدم اضافہ ہو رہا ہے۔ انہیں محبوب کی وجہ سے بے پرواہی ہے اور ان کی لگاتار ومتواتر امداد فرما رہا ہے' کمک ان کے لیے لازم ہے اور لگاتار ٹڈی دل لشکر ان کے ساتھ ہے۔ لہٰذا جس کام کے وہ پیچھے پڑے ہوئے ہیں اس کے لیے سفر انتہائی موزوں' مناسب اور قوت افزا ہے۔ کیونکہ سفر میں وہ اسباب سے جو ارباب ہیں' لوگوں سے جو بت ہیں' صلیب پرستوں سے جو سب سے زیادہ گمراہ اور شیطانوں سے بھی آگے آگے ہیں' بہت دور رہتے ہیں۔ فقیر کو لائق ہے کہ آغاز سفر میں اپنے دل کی نگہداشت کرے اور غفلت کی حالت میں سفر پر روانہ ہو اور سفر میں سرگرم ذکر وفکر رہے۔ تاکہ اپنے دل سے اپنے پروردگار کو نہ بھولے۔ یہ بھی لائق نہیں کہ فقیر کا سفر کسی بھی پہلو سے کسی دنیاوی غرض کے لیے ہو بلکہ سفر کسی عبادت کے لیے ہو۔ خواہ حج وعمرے کے لیے ہو یا کسی بزرگ سے ملاقات کے لیے ہو یا کسی مقدس وشریف جگہ کی زیارت کے لیے ہو۔ اگر اثنائے سفر میں فقیر کسی مقام پر اپنے دل کو کدورتوں سے صاف پائے اور یہ بھی دیکھے کہ میں یہاں سکونت اختیار کر کے آرام سے اپنی زندگی کے دن بسر کرلوں گا۔ تو اس جگہ بس جائے' اس سے چمٹ جائے اور وہاں سے ہرگز ہرگز نہ ہٹے الا یہ کہ کسی ضروری امر کی وجہ سے تقدیر ہی اسے وہاں سے ہٹا دے۔ تو وہاں سے ہٹ کر اس جگہ چلا جائے جہاں کا حکم ہوا ہے یا جہاں تقدیر اسے لے جانا چاہتی ہے۔ جب کہ وہ مفعول یعنی تقدیر کے تصرف میں ہے اور ہوئی' ارادہ اور آرزو سے کنارہ کش ہے اور اگر کسی

فقیر کو کسی جگہ عزت وقبولیت کا شرف نصیب ہو تو اسے اس جگہ سے نکل جانا مناسب ہے اور اس عزت وقبولیت کو اپنے دل کے لیے باعث تشویش تصور کرلے تاکہ اس میں پھنس کر اللہ سے دور اور محجوب نہ ہو جائے اور خالق کی بجائے مخلوق حصہ میں نہ آ جائے۔ یاد رکھیے یہ صورت حرص اور ہویٰ کی موجودگی میں پیدا ہوا کرتی ہے۔ لیکن اگر ہویٰ سے دل پاک وصاف ہو۔ تو اس پر لوگوں کی عزت وقبول کا کوئی اثر نہ ہوگا اور اس کے دل سے لوگ خارج ہوں گے اور اس میں اور لوگوں میں بہت سے حجاب حائل ہیں اور بہت سے نگہبان تیار کھڑے ہیں۔ جو دل کی حفاظت کر رہے ہیں اور لوگوں کو اس کے اندر داخل ہونے سے روک رہے ہیں تاکہ شرک کے ناپاک قدم نہ آئیں اور توحید پراگندہ نہ ہونے پائے۔

فقیر کو لازم ہے کہ رفقائے سفر کے ساتھ حسن اخلاق' لطف و مدارات اور تمام چیزوں میں ترک مخالفت وخصومات سے پیش آئے اور رفقاء کی خدمت کرتا رہے۔ ان سے اپنی خدمت نہ کرائے۔ سفر میں حتی الامکان ہر وقت باوضو رہنا مناسب ہے۔ اگر پانی نہ ملے تو تیمّم کر لے۔ جیسا کہ حالت اقامت میں باوضو رہنا مستحب ہے۔ کیونکہ وضو مومن کا ہتھیار ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث سے ثابت ہے۔ وضو شیطانوں سے اور ہر موذی چیز سے محفوظ رکھتا ہے۔ مناسب تو یہی ہے کہ خاص طور سے سفر میں نوعمر بچے جن کے ڈاڑھی مونچھ نہ ہو ساتھ نہ رکھے جائیں۔ کیونکہ وہ شیطانوں سے دوستی کرنے کے اور شیطانوں کو قبول کرنے کے جال ہیں اور فتنہ وشر کے' ہویٰ کی پیروی کے' نفسیاتی عیوب کے اور تہمت کے قریب ترین ہیں اور انہیں ساتھ رکھنے میں ایک عظیم خطرہ ہے۔ ہاں اگر فقیر امام ومقتدیٰ ہو اور عالم باعمل ہو اور بدل ہو خواہ نبی کا بدل ہو' جس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ یا امام کا بدل ہو' جو رہنما ہوتے ہیں یا ربانی کا بدل ہو جو معلم خیر ہوتے ہیں یا مؤدب کا بدل ہو جو لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرا کر جھنجھوڑتے رہتے ہیں اور انہیں تہذیب سے آراستہ کرتے رہتے ہیں یا خالق ومخلوق کے درمیان والے سفیر کا بدل ہو۔ غرضیکہ ابدال میں سے ہو تو اگر اس کے ساتھ سفر میں نوجوان وبوڑھے اور امرد ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اگر فقیر کسی شہر میں جائے اور وہاں کوئی بزرگ ہوں۔ تو پہلے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں سلام کرے اور ان کی خدمت کرے' انہیں احترام وعزت اور اکرام کی نگاہ سے دیکھے تاکہ ان کے فوائد سے محروم نہ رہے۔ اگر کوئی تحفہ ہاتھ آ جائے تو اسے اپنے رفقاء کو چھوڑ کر اپنے لیے خاص نہ کرے۔ اگر کسی رفیق سفر کو کوئی عذر پیش آ جائے تو اس کے ساتھ ٹھہر جائے اور اسے ضائع نہ ہونے دے۔ اللہ ہی صحیح راہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

فقراء کے سماع کے آداب: ❀ فقیر کا فرض ہے کہ قصد سماع کے لیے (عرس وقوالی وغیرہ میں) حاضر نہ ہو اور نہ سماع کو پسند کرے۔ لیکن اگر اتفاق سے اس قسم کی مجلسوں میں پہنچ جائے تو اس پر فرض ہے کہ ادب سے بیٹھ جائے اور دل میں اپنے پروردگار کا ذکر قائم رکھے اور غفلت وبھول والی چیزوں سے اپنے دل کو محفوظ رکھے۔ اگر کوئی شعر اس کے دل پر اثر انداز ہو تو یہ تصور کرے کہ یہ قرآن کے قاری کی ایک نصیحت ہے' غیبی الہام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے میری تنبیہ کے لیے اس کی زبان پر لایا گیا ہے۔ جس سے مجھے کسی بات کا شوق دلانا یا ڈرانا یا مانوس کرنا یا عتاب کرنا یا عبادت وغیرہ میں اضافہ کرنا

مقصود ہے۔لہٰذا جس چیز کی طرف اشارہ سمجھے۔اسے پوری سرگرمی سے بجالائے۔اگر سماع کی یہ حیثیت ہو۔گویا پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی زبان سے الفاظ ادا کر رہا ہے اور سننے والا یہ خیال کرلے گویا اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کے کلام کے ذریعہ مجھ سے مخاطب ہے یہ شرع کے موافق ہے اور برحق ہے۔بہرحال طریقت وحقیقت میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں' جو آداب شریعت کے خلاف ہو۔اگر مجلس سماع میں کوئی شیخ تشریف فرما ہوں تو فقراء پر حتی المقدور پرسکون رہنا اور ان کے وقار واحترام کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔اگر کسی جذبہ اندرونی کا غلبہ ہو تو اس غلبہ کے اندازے کے مطابق حرکات کا جواز ہے۔پھر جب اس جذبہ کے غلبہ کا جوش بجھ جائے تو فوراً پرسکون اور شیخ کے وقار واحترام کو پیش نظر رکھنا لازم ہے۔

فقیر کی یہ شان نہیں کہ قاری یا قوال سے استدعا کرے کہ اعلیٰ قول کو چھوڑ کر ادنیٰ قول اختیار کر۔یعنی قرآن پاک کی تلاوت چھوڑ کر غزلیں اور بھڑکدار اشعار گا کر پڑھے جیسا کہ آج کل ہمارے زمانے کے لوگوں کی عادت ہے اگر یہ لوگ اپنے قصد و تجرد میں اور تصرف واختیار میں سچے اور مخلص ہوتے تو ان کے دلوں اور اعضاء کو اللہ کے مقدس کلام کو سنے بغیر چین نہ آتا۔ کیونکہ وہ کلام ان کے محبوب حقیقی کا کلام ہے' اس کی ایک صفت ہے' اس میں ان کے محبوب ومطلوب کا ذکر خیر ہے اور اگلے پچھلے تمام اولیاء اللہ کا' ماضی ومستقبل کے تمام اللہ والوں' محبّ ومحبوب' مرید ومراد اور جھوٹے دعویداران محبت پر عتاب وسرزنش کا بیان ہے۔چونکہ ان کے صدق وقصد میں خلل ہے' ان کے دعوے بلا دلیل ہیں' ان کے جھوٹ اظہر من الشمس ہیں' وہ رسمی اور عادی طور پر اللہ اللہ کرتے ہیں' ان میں باطنی محبت' خلوص نیت' انوار معرفت' کشف حقائق' علوم غریبہ' اسرار سے واقفیت' قرب ازمحبوب' انس از حبیب' مطلوب تک رسائی اور سماع حقیقی کے جذبات کارفرما نہیں اور ان تمام جذبات سے ان کے دل غیر آباد ہیں' اسی لیے وہ قوالوں' نظموں اور غزلوں پر جو ان کے دلوں میں آگ لگادیں اور ان کے نفسانی عشق کی آگ بھڑکادیں اور دل والی اور روحانی آگ بجھادیں' ٹوٹ پڑتے ہیں بہرحال فقیر کی یعنی اللہ کے فقیر کی' معنی کے فقیر کی' صورت کے فقیر یعنی دنیا کے فقیر کی اور آخرت کے فقیر کے شایان شان یہی ہے کہ قاری اور قوال سے تکرار واعادہ کا سوال نہ کرے۔بلکہ یہ معاملہ حق تعالیٰ سبحانہ کے سپرد کردے اگر سننے والا فقیر صادق ومخلص ہے اور تکرار میں اس کے لیے مصلحت وعلاج ہے۔تو اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو اپنے اس مخلص بندے کی طرف سے کسی نہ کسی کو تکرار کی استدعا کے لیے کھڑا کردے گا اور اس کا نائب بنا کر اس کی فرمائش سے وہ چیز بار بار سنوادے گا یا خود قاری کے یا قوال کے دل میں یہ خیال پیدا کردے گا کہ وہ بار بار پڑھے تاکہ سامعین کرام زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہوں اور سرور وکیفیت کی لذت اٹھائیں۔

فقیر کو لائق نہیں کہ حالت سماع میں کسی غیر سے اپنی خدمت کرائے اور اس سے مدد طلب کرے۔اگر دوسرے فقراء اس فقیر سے اپنے لیے مدد مانگیں۔تو ان کی اعانت کردے۔یہ بھی بہرحال کمزوری ہے۔اسی طرح اگر فقیر کوئی آیت یا کوئی شعر سن کر وجد میں آجائے تو اس سے کوئی مزاحمت نہ کرے اور اسے وجد کی حالت میں رہنے دے۔لیکن اگر کوئی مزاحمت کرے۔تو فقیر کے لیے اولیٰ یہی ہے کہ اس کی مزاحمت کو مان لے۔اگر کوئی فقیر کسی آیت یا شعر کو سن کر وجد میں آجائے اور حرکت کرنے لگے

(ناچنے لگے) تو اسی وقت اسے اسی حال پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر حاضرین کو قرائن سے معلوم ہو جائے کہ اس کا وجد بناوٹی ہے اور وہ اس میں قصور و کوتاہی دیکھیں تو اس کے عیب پر پردہ ڈالنا واجب ہے اور اس کی طرف سے صفائی بھی مناسب ہے۔ اگر وقت کا تقاضہ یہ ہو کہ اسے تنبیہ کی جائے تو محبت و پیار سے نرم لہجہ میں دل سے نہیں محض زبان سے نہیں، تنبیہ کر دی جائے۔ لیکن اس کام کے لیے قوت حال، صفائی باطن، دقیق علم، اسرار پر اطلاع، کامل آداب اور سخت و قابل تعریف محافظت کی ضرورت ہے۔

اگر وجد کی حالت میں گدڑی یا کپڑے اتار پھینکے تو یا تو وہ کپڑے اس نے پڑھنے والے کو بطور انعام کے دیئے ہیں تو وہ کپڑے خاص طور پر قاری ہی کے ہیں یا مجلس کے درمیان پھینک دیئے ہیں تو ان کا حکم اس کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ ان کپڑوں کو اتار کر پھینکنے کا کیا مقصد ہے۔ اگر یہ جواب دے کہ میں نے یہ کپڑے فقراء کے حکم کے بموجب پھینکے ہیں۔ تو اس نے فقراء کے ساتھ حسن سلوک کا ارادہ کیا ہے۔ اس لیے وہ فقیروں ہی کے کپڑے ہیں اور فقراء اپنی رائے سے ان میں تصرف کر سکتے ہیں اور اگر یہ کہے کہ میں نے فلاں شیخ جس نے اپنی گدڑی وجد میں پھینک دی تھی۔ دیکھا دیکھی ایسا کیا ہے۔ تو یہ شخص انتہائی کمزور حال والا اور حقیقت میں انتہائی ردی کام کرنے والا ہے۔ کیونکہ گدڑی سے باہر نکل آنے کے حکم میں شیخ کی وہی شخص موافقت کر سکتا ہے جو شیخ کے وجد و حال میں بھی موافق ہو اور یہ بات بعید از عقل ہے کہ دو شخص ایک ہی حال میں موافق و متحد ہوں۔

آج کل فقراء میں شیخ کی موافقت میں حالت وجد میں گدڑی پھینکنے کی جو رسم پائی جاتی ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ اگر یہ کام عقیدے کی سستی سے کیا گیا ہے۔ تو پھر اس کا فیصلہ وہی شخص فرمائیں گے جن کی موافقت میں گدڑی پھینکی گئی ہے اور رسم و عادت کے طور پر ایسا کیا گیا ہے۔ علم و شریعت اور طریقت و حقیقت کے طور پر نہیں کیا گیا اگر گدڑی پھینکنے والا کہے کہ میں نے حاضرین مجلس سماع کی موافقت میں یہ کام کیا ہے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہے کیونکہ فعل میں شرکت اس وقت ممکن ہے جب کہ حال و وجد میں سب کا اتفاق ہو۔ حالانکہ کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہی نہیں کہ تمام حاضرین مجلس وجد میں آجائیں۔ مشرب و وجد میں لوگوں میں برابری نہیں ہوتی۔ لہٰذا جو گدڑی حاضرین کی موافقت میں پھینکی گئی ہے۔ اس کا حکم حاضرین کی رائے پر ہے۔ جو حاضرین کی گدڑیوں کا حکم ہوگا۔ وہی اس کا ہوگا اور اگر کہے کہ گدڑی پھینکتے وقت میرا کوئی قصد و ارادہ نہ تھا تو کہا جائے گا کہ اس صورت میں تم کو اختیار ہے گدڑی کے سلسلہ میں جو چاہو کرو۔ اس میں تصرف کا نہ حاضرین کو اختیار ہے نہ کسی شیخ کو۔ اگر وہ مجلس میں موجود ہوں۔ کیونکہ گدڑی والے نے شعور و ارادے سے گدڑی نہیں پھینکی اور نہ اس کی طریقت میں کوئی اصل ہے۔ اگر کہے کہ سماع کے وقت مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا قصد کے گدڑی پھینکنے کا اشارہ ہوا۔ یعنی میں نے کسی معین شخص کو دینے کا قصد نہیں کیا تھا۔ تو طریقت میں اس کی اصل پائی جا سکتی ہے۔ کیونکہ جس بادشاہ نے اسے خلعت سے نوازا اور سر بلند فرمایا تھا۔ اسی نے حکم دیا کہ اس لباس کو اتار پھینکو۔ پھر وہی اسے دوسرا خلعت عطا فرما دے گا۔ لہٰذا اس فقیر کا اسی طرح حکم ہے کہ اپنی گدڑی اتار پھینکے اور اللہ تعالیٰ شانہ کی عطا کردہ گدڑی پہن لے جو الطاف، انوار اور قرب کی ہے۔ پھر اس کا حکم مجلس میں موجود شخص

فرمائے گا۔ اگر کوئی شیخ اس مجلس میں موجود ہوتو، ورنہ حاضرین فقراء خواہ اسے پڑھنے والوں کو دیں یا قوالوں کو دیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا حکم گدڑی والا فقیر ہی کرے گا کیونکہ غیروں کی بہ نسبت وہی اپنی گدڑی میں تصرف کا حق دار ہے۔ لیکن حاضرین مجلس سے جو دنیا دار حضرات اسے خرید کر پھر فقیر کو لوٹا دیتے ہیں۔ یہ طریقت میں لائق تعریف بات نہیں اور ناپسندیدہ ہے اگر اس گدڑی کو خریدنے والا جواں مرد فقراء کا معتقد اور ان جیسا بننے کا ارادہ رکھتا ہوتو خیر کوئی حرج نہیں۔ یہ بھی ایک قسم کا معاوضہ اور لطیف پیرایہ میں سوال ہے لیکن انتہائی قابل مذمت ہے۔ کیونکہ جب وہ فقیر گدڑی سے باہر آیا تو اس نے وجد و حال سے اپنے نفس کی صداقت کا اظہار کیا اور گدڑی کا پھر پہن لینا اپنے نفس کی رسوائی اور اس کی تکذیب ہے جو انتہائی ناپسندیدہ ہے، جو فقیر اپنی گدڑی سے نکل جائے۔ اسے مناسب نہیں کہ پھر اس کی طرف رجوع کرے اور اسے قبول کرلے۔ پھر اگر ایسا کسی شیخ کے اشارے سے کیا گیا ہو۔ کہ شیخ نے اسے اس کے لینے کا حکم دیا ہوتو شیخ کے حکم کو بجالانے کے لیے کھلم کھلا لے لے (بہانے کی کیا ضرورت ہے) پھر جب شیخ صاحب تشریف لے جائیں۔ تو گدڑی کو اتار کر کسی اور کو دے دے اور جب جماعت کے درمیان کوئی چیز گرے تو اس میں ان میں برابری واجب ہے، اگر جماعت میں کوئی شیخ ہو اور وہ حاضرین میں سے چند لوگوں کو یا کسی معین شخص کو اس کے لیے مخصوص فرمادیں، تو شیخ کو اختیار ہے۔ شیخ کے حکم پر عمل کیا جائے اور ان کی رائے کو مقدم سمجھا جائے۔

اگر کسی فقیر نے اپنی گدڑی اتار پھینکی پھر وہ گدڑی اسی پر لوٹا دی گئی اور اس کی عادت ہے کہ جو چیز اتار کر پھینک دے اس کی طرف رجوع نہیں کیا کرتا اور دیگر فقراء نے اپنی اپنی گدڑی واپس لے لی ہے۔ اگر اس کا شیخ موجود ہوتو اس کا فرض ہے کہ اپنی گدڑی واپس نہ لے اور اپنی سابق عادت پر جما رہے اور جس چیز کو پھینک دیا ہے۔ اسے پھر نہ لے اور دیگر فقراء کی پیروی کر کے اپنی عادت کو نہ توڑے۔

اگر وہ فقیر تن تنہا ہے۔ تو اس کے کے شایان شان اور لائق یہی بات ہے کہ اس حال میں جماعت کی موافقت کرے اور اپنی گدڑی واپس لے لے۔ تاکہ اس کی قوم کے فقراء کو ندامت نہ ہو اور وہ شرمندہ نہ ہوں اور اس سے ناراض نہ ہوں۔ پھر اس کے بعد وہ گدڑی حاضرین مجلس کو دے دے یہی بہتر ہے اور اگر کسی ایسے شخص کو دے دے۔ جو مجلس میں موجود نہیں تو بھی جائز ہے۔ یہ آداب فقراء کے سلسلہ میں آخری موضوع ہے۔ یہ آداب ہم نے اختصار سے وقت کی گنجائش کے مطابق تھوڑے سے بیان کردیئے ہیں۔ جو آداب سرائے، پانی بھرنے اور پلانے، جوتا پہننے اور ان چیزوں کے بارے میں ہیں جو فقراء نے آپس میں ایجاد کرلی ہیں، انہیں وضع کرلیا ہے اور وہ ان میں رسمی طور پر جاری ہیں۔ ہم نے انہیں کتاب میں درج نہیں کیا ہے۔ وہ تو ان میں ملنے جلنے سے اٹھنے بیٹھنے سے اور گھل مل کر رہنے سہنے سے معلوم ہوسکتی ہیں۔ تاہم ہم نے ان میں سے اکثر چیزوں کا ذکر اثنائے کتاب میں کتاب الادب فی الشرع میں کردیا ہے۔ اب ہم اپنی کتاب ایک ایسے باب پر ختم کرتے ہیں۔ جس میں مجاہدہ، توکل، حسن، اخلاق، شکر، صبر، رضا اور صدق شامل ہیں کیونکہ یہ سات چیزیں اس (طریقت) کے بنیادی پتھر ہیں اور ہر ایک خیر و برکت کا موجب ہے۔

مجاہدہ' توکل' حسن خلق' شکر' صبر' رضا' صدق

مجاہدہ: ❀ ❀ مجاہدہ قرآن پاک سے ثابت ہے فرمایا: اور وہ جو ہماری جستجو میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم انہیں راہیں ضرور سمجھا دیتے ہیں۔ (العنکبوت: ۶۹)

رسول اکرم ﷺ سے افضل جہاد کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ ظالم بادشاہ کے سامنے سچی بات کہہ دینا سب سے بڑا جہاد ہے۔ [ابوداؤد (۴۳۴۴) ابن ماجہ (۴۰۱۱)] یہ روایت کر کے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آب دیدہ ہو گئیں۔

ابوعلی دقاق نے کہا: جو اپنے ظاہر کو مجاہدہ سے آراستہ کر لے۔ اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ سے حسین بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو ہماری طلب میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم انہیں اپنی راہیں ضرور سمجھا دیں۔ اگر کوئی آغاز میں صاحب مجاہدہ نہیں تو اس نے طریقت کی خوشبو نہیں سونگھی۔

ابوعثمان رحمہ اللہ نے کہا: جس کا خیال ہو کہ مجھ پر بلا مجاہدہ کے طریقت کے دروازے کھل جائیں یا بلا محنت بعض مسائل معلوم ہو جائیں تو وہ غلطی پر ہے۔

ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے کہا: جس کے آغاز میں قومہ نہ ہو' اس کے اختتام پر جلسہ بھی نہ ہوگا۔ موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ حرکت میں برکت ہے۔ ظاہری اعضاء کی حرکات برکات باطن کی موجب ہیں۔

حسن بن علویہ نے کہا: ابو یزید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں بارہ سال تک اپنے نفس کو لوہار بنا کر کوٹتا رہا اور پانچ برس تک دل کے آئینہ سے زنگ صاف کرتا رہا اور ایک سال تک اس آئینہ میں اپنے خدوخال دیکھتا رہا کہ اچانک مجھے اپنے باطن میں زنار دکھائی دیا۔ پانچ سال تک اس زنار کے کاٹنے میں سرگرم عمل رہا اور کوشش کرتا رہا کہ کس طرح کاٹوں۔ آخرکار اس سلسلہ میں مجھے کشف ہوا اور میں نے لوگوں کو مردہ پایا۔ بالآخر میں نے ان پر چار تکبیروں سے جنازے کی نماز پڑھی۔

جنید رحمہ اللہ نے کہا: میں نے سری ؒ سے سنا۔ آپ فرمایا کرتے تھے: لوگو! قبل اس کے کہ تم میرے مرتبہ تک پہنچو۔ خوب کوشش کرو۔ تم کمزور ہو جاؤ گے اور میری طرح سے عبادت میں کوتاہی کرنے لگو گے اور اس وقت سری کا بڑھاپا تھا لیکن عبادت میں نوجوان ان کے مقام تک پہنچنے سے عاجز رہ جاتے تھے۔

حسن قزاز رحمہ اللہ نے کہا: اس امر (تصوف) کی بنیاد تین چیزوں پر ہے کہ فاقہ ہی کے وقت کھایا جائے' غلبہ نیند کے وقت ہی سویا جائے اور ضرورت کے وقت ہی بات کی جائے۔

ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ نے کہا: انسان صلحاء کا درجہ نہیں پا سکتا جب تک چھ گھاٹیوں سے نہ گزر جائے۔ پہلی گھاٹی تو یہ ہے کہ اپنے اوپر نعمتوں کا دروازہ مقفل کر دے اور تشدد کا دروازہ کھول دے۔ دوسری گھاٹی یہ ہے کہ اپنے اوپر عزت کا دروازہ بند کر دے اور ذلت کا دروازہ کھول دے۔ تیسری گھاٹی یہ ہے کہ اپنے اوپر آرام کا دروازہ بند کر دے اور محنت و مشقت کا دروازہ

کھول دے۔ چوتھی گھاٹی یہ ہے کہ اپنے اوپر نیند کا دروازہ بند کرے اور بیداری کا دروازہ کھول دے۔ پانچویں گھاٹی یہ ہے کہ اپنے اوپر مال داری کا دروازہ بند کر دے اور فقیری کا دروازہ کھول دے۔ چھٹی گھاٹی یہ ہے کہ اپنے اوپر امیدوں کا دروازہ بند کر دے اور موت کی تیاریوں کا دروازہ کھلا رکھے۔

ابوعمرو بن جنید رحمہ اللہ نے کہا: جسے اپنا نفس پیارا ہے اسے اپنا دین عزیز نہیں۔

ابوعلی روذباری نے کہا: جب صوفی پانچ دن کے بعد کہہ دے کہ میں بھوکا ہوں۔ تو اسے بازار میں بھیج دو اور کمانے کی تاکید کر دو۔

ذوالنون مصری نے کہا: ایسی عزت جو اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نصیب نہیں فرمائی۔ بجز اس بندے کے جسے اس کے نفس کی ذلت کی طرف رہنمائی فرمائی اور اللہ کے نزدیک انتہائی ذلیل وہ بندہ ہے جسے اس نے اس کے نفس کی ذلت سے محجوب رکھا۔

ابراہیم الخواص رحمہ اللہ نے کہا: مجھے جو چیز ہولناک محسوس ہوئی میں اسی پر سوار ہو گیا۔

محمدؒ بن الفضل نے کہا: اصل آرام نفس کی امیدوں سے رہائی ہے۔

منصور بن عبداللہ رحمہ اللہ نے کہا: میں نے ابوعلیؒ رودباری سے سنا۔ فرماتے تھے کہ آفت تین دروازوں سے آتی ہے: طبیعت کی بیماری سے' عادت پر چمٹ جانے سے اور فساد صحت سے۔ میں نے پوچھا طبیعت کی بیماری کیا ہے؟ فرمایا: حرام کھانا۔ میں نے پوچھا عادت پر چمٹنا کیا ہے؟ فرمایا: حرام کو دیکھنا' اس سے فائدہ اٹھانا اور غیبت کرنا۔ میں نے کہا' فساد صحبت کیا ہے؟ فرمایا: جب دل میں کوئی خواہش پیدا ہو تو اس کے پیچھے لگ جانا۔

نصر آبادیؒ نے کہا: تیرا قید خانہ تیرا نفس ہے۔ اگر تو اس سے راحت پا جائے۔ تو تجھے دائمی راحت مل جائے۔

ابوالحسنؒ وراق نے کہا: ابتداء میں مسجد ابوعثمان میں ہمارا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ ہمیں دیتا۔ اسے سب بانٹ لیا کرتے تھے اور کسی خاص چیز کی نیت نہیں کرتے تھے اور اگر کوئی ہم سے بے ادبی سے پیش آتا۔ تو ہم اس سے اپنے نفسوں کا انتقام نہیں لیا کرتے تھے اور صبر و تحمل سے کام لیتے تھے بلکہ اس سے الٹی معافی مانگ لیا کرتے تھے اور اس کا احترام کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص ہمیں حقیر معلوم ہوتا تو ہم اس کی خدمت کیا کرتے تھے۔ غرضیکہ عوام کا مجاہدہ ظاہری اعمال (فرائض و واجبات و مستحبات) کو پورا کرنا ہے اور خواص کا مجاہدہ احوال کو پاک وصاف کرنا ہے۔ بھوک' پیاس اور بیداری تکلیفیں آسان ہیں لیکن بری عادتوں کا علاج دشوار و سخت ہے۔

نفس کی آفتوں میں سے ایک آفت یہ بھی ہے کہ نفس کا رجحان یہی ہوتا ہے کہ لوگ اس کی مدح وثنا اور ذکر خیر کریں اپنی تعریف سن کر ہر انسان خوش ہوتا ہے بلکہ کبھی تو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بھاری بھاری عبادتیں بھی کرتا ہے اور اس پر ریا اور نفاق کا غلبہ چھایا رہتا ہے۔

اس کی نشانی یہ ہے کہ جب یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور لوگ اس کی برائی کرنے لگ جاتے ہیں تو عبادت چھوڑ دیتا ہے اور سست پڑ جاتا ہے۔ نفس کی آفتیں' اس کا شرک' اس کے دعوے اور اس کا کذب انسانوں کو محسوس نہیں ہوا کرتا۔ جب تم اس کے امتحان کا اور مقابلہ کرنے کا موقعہ نہیں آتا۔ کیونکہ جب تک وہ خوف میں پھنستا نہیں' اس وقت تک وہ ڈرنے والوں جیسی باتیں نہیں کرتا۔ جب تم اسے مقاماتِ خوف میں پاؤ گے تو اسے اللہ سے ڈرنے والوں کی طرح خوفزدہ نہ پاؤں گے۔ انسان نیکوکاروں جیسی باتیں بناتا ہے مگر نیک کار نہیں ہوتا۔

صلحاء کا قول ہے کہ جب تک نیک کی نیکی کا امتحان نہ ہو تب تک اس کی نیک کاری کا پتہ نہیں چلتا۔ اگر تم دعویداران نیکی کی ذاتوں میں غور کرو اور ان میں تقوے کی شرطیں تلاش کرو تو تم انہیں مشرک' ریاکار اور مغرور پاؤ گے۔ نفس ہمیشہ عارفوں کے اوصاف بیان کرتے رہتا ہے۔ جب تک اس کی کوئی غرض اٹکی ہوئی نہیں ہوتی۔ لیکن اپنا الّو سیدھا کرنے کے لیے تم اسے ان باتوں میں جھوٹا پاؤ گے۔ علاوہ ازیں نفس یقین لانے والوں کے سے دعوے کرتا ہے۔ جب تک اخلاص کے معیار پر اسے کسا نہیں جاتا اور گمان کرتا ہے کہ میں تواضع پسند ہوں۔ جب تک اس کی مرضی کے خلاف غصہ کے وقت کوئی واقعہ پیش نہیں آتا۔ اسی طرح نفس صفائی' بزرگی' دوسروں کو خود پر ترجیح' اللہ کی راہ میں خرچ' تونگری' جوان مردی وغیرہ یعنی اخلاق حمیدہ کا دعوے کرتا ہے۔ جو اولیاء' ابدال' خواص اور اللہ والوں کے اخلاق ہیں اور یہ دعوے شیخی' غرور اور صداقت کا یقین دلانے کے لیے کرتا ہے۔ لیکن اگر تم اس کے اندر جھانک کر دیکھو اور اسے کسوٹی پر کسو تو کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا اور محض سراب ہی سراب نکلتا ہے۔ جیسے دور سے پیاسا پانی سمجھتا ہے مگر پاس آنے پر وہاں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں پاتا۔ اگر اس میں صداقت و اخلاص پایا جاتا تو اس کا دعویٰ صحیح ہوتا اور زبان سے سچی بات نکلتی۔ تو دنیا کو دھوکا نہیں دیتا۔ کیونکہ دنیا اس کے نفع ونقصان پر قادر نہیں اور پرکھنے پر اس کے اعمال کندن ثابت ہوتے اور اس کے قول وعمل میں موافقت ہوتی' تضاد نہ ہوتا۔

ابوحفص رحمہ اللہ نے کہا: وہ شخص بہت جلدی ہلاک ہو جاتا ہے۔ جو اپنے عیب نہ پہچانے۔ کیونکہ گناہ کفر کے قاصد وایلچی ہیں۔

ابوسلیمان رحمہ اللہ نے کہا: میں نے اپنے کسی عمل کو اچھا نہیں سمجھا کہ اسے شمار میں لاؤں۔ سرّی رحمہ اللہ نے کہا: مال دار پڑوسیوں سے' بازاری قاریوں سے اور امراء کے ہم نشین علماء سے بچو۔

ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے کہا: دنیا میں فساد چھ دروازوں سے آتا ہے۔ آخرت کے عملوں میں نیت کی سستی سے' تمناؤں میں جسموں کو گروی رکھنے سے' موت کے قریب ہونے کے باوجود لمبی لمبی امیدوں سے' خالق کی رضا پر مخلوق کی رضا کو مقدم کرنے سے' سنتوں کو چھوڑ کر خواہشات کے پیچھے لگنے سے اور سلف کے بہت سے شاندار کارنامے نظر انداز کر کے ان کی تھوڑی سی لغزشوں کو اپنے لیے حجت بنانے سے۔

مجاہدہ کی حقیقت: ❁ ❁ مجاہدہ کی حقیقت نفس وخواہش کی مخالفت ہے۔ مجاہدہ میں نفس کو اس کی مرغوب چیزوں سے' من مانی

باتوں سے اور تمام لذتوں سے چھڑایا جاتا ہے اور ہر وقت اسے اس کی خواہشوں کے خلاف آمادہ کیا جاتا ہے۔ اگر نفس خواہشات میں ڈوبنا چاہتا ہے۔ تو مجاہدہ اس سرکش گھوڑے کے منہ میں تقوے کی اور اللہ کے ڈر کی لگام ڈال دیتا ہے۔ اگر نفس منہ زوری کرے اور عبادتوں کے بجالانے میں پس و پیش کرے اور شرع شریف کی موافقت سے منہ موڑے۔ تو مجاہدہ اسے خوف کے خلاف ہوئی کے اور لذتوں کو دفع کرنے والے کوڑوں سے مار مار کر چلاتا ہے اور سیدھا کر دیتا ہے۔

مجاہدہ کا تتمہ مراقبہ: ❀ ❀ مجاہدہ مراقبہ کے بغیر تکمیلی مراحل طے نہیں کر سکتا۔ جب رسول اکرم ﷺ سے حضرت جبرئیلؑ نے احسان کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اسی مراقبہ کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اس تصور سے اللہ کی عبادت کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ تصور نہ آئے تو یہ تصور تو قائم کرو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے کیونکہ مراقبہ بندے کا اس پر یقین کر لینا ہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ اس کے ہر عمل سے آگاہ ہے۔ اسی یقین کو ہر وقت پیش نظر رکھنا مراقبہ ہے

یہی ہر نیکی اور کار خیر کی جڑ ہے۔ لیکن محاسبہ کے اور فوراً اصلاح حال کے بعد ہی اس مرتبہ تک پہنچا جاتا ہے۔ تاکہ انسان صحیح راہ پر گامزن رہے اور اسے چمٹا رہے اور اپنے اور اللہ کے درمیان دل کی بہترین نگہداشت کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہ کے ساتھ اپنی سانسوں کی حفاظت کرے اور یقین کرلے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ اس کی نگرانی کر رہا ہے اور اسے ہر وقت دیکھ رہا ہے اور اس کے دل کے قریب ہے اور اس کے احوال و افعال کو جانتا ہے اور دیکھ رہا ہے اور اس کی تمام باتوں کو سن رہا ہے۔

مجاہدہ مندرجہ چار چیزوں کے بغیر پورا نہیں ہوتا: اللہ کو پہچاننا' ابلیس کو جو اللہ کا اور انسان کا دشمن ہے' پہچاننا' نفس امارہ کو پہچاننا جو برائیوں کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے اور اللہ کے لیے عمل کو پہچاننا۔

اگر کوئی شخص اپنی تمام عمر عبادت میں پوری سرگرمی سے گزار دے اور مذکورہ بالا چار باتوں سے غافل رہے۔ تو اس کی عبادت بے سود ہے اور وہ جہالت ہی پر قائم ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ارحم الراحمین اسے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت: ❀ ❀ معرفت اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ بندہ اپنے دل کو قرب باری تعالیٰ سے چمٹا لے یعنی یہ پختہ عقیدہ رکھے کہ میں بارگاہ قدس میں حاضر و قائم ہوں۔ اس کی قدرت میں ہوں' وہ میرے پاس ہے اور میری حرکات و سکنات کو دیکھ رہا ہے۔ وہ میری نگرانی اور حفاظت کر رہا ہے اور بڑی قوت والا اور بڑی عظمت والا ہے۔ اس کے ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اپنے وعدوں میں قطعی سچا ہے اور ضمانت میں پورا پورا ذمہ والا ہے۔ اگر کوئی چیز اس سے مانگی جائے اور اس کے سلسلہ میں اس سے دعا کی جائے۔ تو وہ ایسا مالدار ہے کہ اس کے دینے سے اس کے خزانہ میں کمی نہیں آتی۔ اس کے جو وعدے ہیں۔ وہ انہیں پورا کیے بغیر نہ رہے گا اور اس نے جو دھمکیاں دہی ہیں۔ انہیں ضرور نافذ فرمائے گا۔ اسی کے پاس ٹھہرنے کی جگہ ہے اور تمام دنیا اس کی طرف لوٹ کر جائے گی۔ اسی سے ہر چیز نکلتی ہے اور وہی ہر چیز میں تصرف فرماتا ہے جسے چاہے ثواب دے اور جسے چاہے عذاب میں مبتلا کر دے۔ اس کا کوئی شبیہ نہیں نہ ہی اس کا کوئی ہم مثل ہے۔ وہ بندوں کے تمام کاموں کے

لیے کافی ہے۔ان پر بڑا مہربان ہے اور ان سے انتہائی محبت کرنے والا ہے۔ان کی تمام باتیں اچھی طرح سے سنتا ہے اور ان کے تمام حرکات وسکنات سے آگاہ ہے اور وہ ہر لمحہ اور ہر آن ایک شان میں ہے۔اسے کوئی کام دوسرے کاموں سے روکتا نہیں۔وہ پوشیدہ باتوں کو بلکہ پوشیدہ سے پوشیدہ باتوں کو' نیتوں کو' دل کے کھٹکوں کو' وسوسوں کو' حرکتوں کو' پلک جھپکنے کو' آنکھ کے اشاروں کو' طعن و تشنیع کو اور اس سے اوپر نیچے کی تمام چیزوں سے باخبر ہے خواہ وہ کتنی ہی لطیف و باریک ہوں اور دکھائی نہ دیتی ہوں۔اور اگر اس قدر عظیم ہوں کہ ان کا وصف بیان نہ کیا جا سکے تو انہیں بھی خوب جانتا ہے۔خواہ ماضی کی چیزیں ہوں یا مستقبل کی یا حال کی بلاشبہ وہ بڑی عزت والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ہم اس پر تفصیلی روشنی ''معرفتہ صانع عالم'' میں ڈال آئے ہیں۔

پھر جب یہ تمام باتیں مستحکم یقین کے ساتھ اپنے دل میں جمالی جائیں اور ہر عضو' ہر جوڑ' ہر رگ' ہر پٹھے' ہر بال اور تمام جلد میں خون کی طرح جاری وساری ہو جائیں اور خوب رچ جائیں۔تو یہی معرفت ہے اسی طرح یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قائم ہے۔اس کی ہر بات سے واقف ہے۔اس کے علم نے اسے گھیر رکھا ہے۔اس سے غائب ہونے والی کوئی چیز غائب نہیں ہوتی۔اللہ ہی نے اسے بہترین پیدائش میں پیدا کیا اور اسے بہترین شکل وصورت عطا فرمائی۔غرضیکہ یہ تمام عقائد اس کے دل میں جم جائیں اور ان پر اس کا عزم و ایمان متزلزل نہ ہو اور یہ اس کی عقل کو مکمل کر دیں۔اب اس میں محاسبہ پایا گیا اور اللہ تعالیٰ کی معرفت تک اسے رسائی حاصل ہوگئی اور اس پر حجت قائم ہوگئی اور وہ اللہ کی طرف سے ایک شریف و عالی مقام پا گیا۔

الغرض ان تمام باتوں میں اللہ کا خوف اس کے ساتھ رہنا چاہیے۔تاکہ اس کا دل اور تمام اعضاء گناہوں سے محفوظ رہیں۔یہ مرتبہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا ہے' جب تک اس شغل کے علاوہ جو اسے اس منزل معرفت تک پہنچانے والا ہے تمام اشغال ترک نہ کر دے۔سالک کے دل سے اللہ کا ڈر کبھی علیحدہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہر وقت اللہ کے قہر وعتاب سے لرزتا رہتا ہے کیونکہ اللہ اس پر ہر وقت قادر ہے۔اگر وہ چاہے تو اسے ماضی اور مستقبل کے گناہوں پر پکڑ لے اور شرم کی وجہ سے بھی خوفزدہ رہتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے قریب ہے اور اس کے ہر حال سے بخوبی واقف ہے اور جو بھی ارادہ' قصد' کھٹکا اور تصور اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے اللہ ہی کے لیے اور اس کی محبت کے سلسلہ میں پیدا ہوتا ہے۔لہٰذا وہ علم کے ساتھ انہیں چیزوں پر قائم ہے۔جن کو اللہ تعالیٰ اس سے پسند فرماتا ہے اور اس کی خاطر ان چیزوں سے بیزار رہتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہیں' اور جو کھٹکا' آنکھ کا ارشارہ' وسوسہ' ارادہ اور ظاہری یا باطنی حرکت اس سے سرزد ہوتی ہے۔تو اس سے پہلے اس کے دل میں اللہ کا علم ضرور قائم ہوتا ہے۔یہ اللہ والے علماء کا مقام ہے جو اللہ سے ڈرنے والے' اللہ کو پہنچاننے والے متقی اور پارسا ہوتے ہیں۔

ابلیس کی پہچان: ۞ ۞ ابلیس سے جنگ کرنے کے اور اس کے خلاف سرگرم عمل رہنے کا ظاہر و باطن میں اور اطاعت اور عدم اطاعت میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور اپنے بندوں کو بتا دیا ہے کہ ابلیس نے اللہ سے اور اس کے برگزیدہ بندے اور نبی سے جو دنیا میں اس کے خلیفہ تھے یعنی حضرت آدمؑ سے دشمنی کی اور آپ کی اولاد کو ضرر پہچانے کی فکر میں رہتا ہے۔انسان سو جاتا ہے۔مگر وہ دشمنِ انسان نہیں سوتا اور جب آدمی غافل ہوتا ہے تو اپنے کام سے وہ غافل نہیں ہوتا اور جب انسان خواب یا

بیداری میں سہو کر جاتا ہے تو وہ سہو نہیں کرتا۔ یہ ہر وقت انسان کی تباہی اور ہلاکت کی فکر میں رہتا ہے اور اپنے دھوکا فریب مکر اور دغابازی میں کسر اٹھا کر نہیں رکھتا اور اطاعت و معصیت کے سلسلہ میں اس کے پسندیدہ اور لذیذ دام فریب ایسے ہیں۔ جن سے بہت سے عابد ناواقف ہیں اور اس کے دام فریب میں آ کر دھوکا کھا جاتے ہیں اور اکثر عقلاء بھی اس کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ کمبخت ابلیس اس پر قناعت نہیں کرتا کہ انسان کو گناہ' ریاکاری یا غرور میں پھانس کر چین سے بیٹھ جائے۔ اس کی تو دلی تمنا یہی ہے کہ انسان اس کے ساتھ جہنم کے شعلوں میں کود جائے۔ جن میں وہ خود جانے والا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''شیطان تو اپنی جماعت کو اسی لیے بلاتا ہے کہ وہ جہنم والوں میں شامل ہو جائیں۔'' (فاطر:۶)

پھر جب انسان یہ پہچان جائے کہ شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے۔ تو حق و باطل کے معاملہ میں اس سے چوکنا رہنے کی سخت ضرورت ہے اور پھونک پھونک کر قدم اٹھائے اور کسی وقت بھی اس کی دشمنی سے غافل نہ رہے اور اس کی عداوت کو کسی حال میں بھی نہ بھولے اور خلوت و جلوت' میں ظاہر و باطن میں شدت سے اس کے ساتھ لڑتا رہے اور اس کے خلاف کرتا رہے' اس میں کسر اٹھا کر نہ رکھے' کوتاہی نہ کرے حتیٰ کہ پوری پوری تندہی اور سرگرمی سے اس سے جنگ و مجاہدہ کرتا رہے' جس امر خیر یا شر کی طرف بلائے اس سے بیزاری کا اظہار کرے اور ہمت کر کے اس کے دانت کھٹے کر دے' اپنی تمام حرکتوں میں اللہ تعالیٰ سے امداد چاہے' ابلیس کو شکست دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں روئے دھوئے اور اس کی پناہ طلب کرتا رہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے اور اللہ تعالیٰ شانہ کے سامنے اپنی فقیری محتاجی اور کمزوری و ناتوانی کا اظہار کرتا رہے کیونکہ اس سے بچنے کی تدبیر و قوت اللہ ہی کی مدد سے میسر آ سکتی ہے۔ رو رو کر اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہے کہ یا اللہ مجھے شیطان کے فتنوں سے محفوظ فرما اور دن رات' اندر و باہر' ظاہر و باطن اور خلوت و جلوت میں عاجزی سے بلک بلک کر فریاد کرتا رہے کہ یا الٰہی میری ابلیس پر مدد فرما۔ تاکہ ابلیس کے نزدیک اپنی کوشش حقیر و بے سود ثابت ہو اور اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ شخص مجھے اپنا دشمن تسلیم کرتا ہے۔ غرضیکہ ابلیس اللہ کا دشمن ہے اور اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلا اللہ کا نافرمان ہے اور مخلوق میں سب سے پہلے مرنے والا ہے یعنی نافرمان ہے کیونکہ ہر نافرمان مردہ ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری مخلوق میں سب سے پہلے مرنے والا ابلیس ہے۔ یہی اللہ کے اولیاء کا پکا دشمن ہے۔ یعنی انبیاء کا' صدیقین اور اللہ کے تمام برگزیدہ بندوں کا سخت دشمن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے آمین۔

انسان کو لازم ہے کہ یہ یقین کر لے کہ نفس و شیطان سے جہاد' جہاد اکبر ہے اور سب سے بڑا جہاد ہے اور میں اپنے رب کے قریب ہو۔ قربت اللہ تعالیٰ کا اس قدر اونچا اور اشرف مقام ہے کہ حد بیان سے باہر ہے۔ لہٰذا اپنے ارادے پر جما رہے اور مجاہدہ نہ چھوڑ بیٹھے کیونکہ اگر خدانخواستہ مجاہدہ چھوڑ بیٹھا یا اکتا گیا۔ تو رب العالمین کی نافرمانی کی اور شیطان کی بات مان لی اور جہنم میں گر گیا' اللہ کے غضب کا مستحق ہوا' اپنے دشمن ابلیس کی تمنا پوری کی اور اس کے کام پر اسے قوی بنایا۔ یاد رکھئے! شیطان کی انتہائی دلی خواہش یہی ہے اور تڑپ یہی ہے کہ انسان کو کافر و مشرک بنا دے اور جناب قدس سے دور کر دے اسی لیے وہ انسان کے دل

میں گوناگوں اوہام ووسوسے پیدکرتا رہتا ہے اور اللہ سے اس قدر دور کر دیتا ہے کہ اس پر اللہ کا قہر وعتاب نازل ہو جاتا ہے اور ابلیس اسے اس کے نفس پر چھوڑ کر چھین لیتا ہے اور انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور شیطان کے ساتھ جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔ خوب یادرکھو کہ شیطان سے زیادہ خطرناک دنیا میں کوئی چیز نہیں۔لہٰذا اس سے انتہائی محتاط رہو اور دم بھر کے لیے بھی اس کا کہنا نہ مانو۔ بندہ دو حال سے خالی نہیں' یا تو شیطان کا مرید ہو کر قعر مذلت میں گر کر ہلاک ہوا یا اللہ تعالیٰ کی عنایت ومہربانی اور نوازش و کرم سے شیطان کا دشمن بن کر رہائی حاصل کر لی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ابلیس کے شر اور اس کے لشکروں کی شرارتوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین' بلاشبہ فرمانبرداری کی طاقت اور نافرمانی سے بچنے کی قوت بلند وعظیم اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

نفس امارہ کی پہچان: ❁ ❁ نفس امارہ کو اسی مقام پر رکھے جس مقام پر اسے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اور اسی مذمت سے اسے یاد رکھے جو مذمت اس کی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اور وہی کوڑا لے کر اس کے سر پر کھڑا رہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کیونکہ نفس امارہ ابلیس سے زیادہ دشمن اور خطرناک ہے۔ ابلیس اس کی راہ سے انسان پر قابو پاتا ہے اور انسان کے نفس میں طرح طرح کی آرزوئیں پیدا کر کے اپنی طرف مائل کر لیتا ہے۔ لہٰذا انسان کو اپنی طبیعی خواہش کو پہچاننا چاہیے کہ وہ کیا ہے اور کیوں پیدا ہوئی۔ اگر وجہ پیدائش کمزور ہے اور اس کا لالچ کثیر وقوی ہے۔ حرص سے بھرپور ہے' جھوٹے دعوؤں سے آراستہ ہے تو اللہ کی اطاعت سے باہر ہے۔ اس پر حرص وطمع حکمران ہے اور امیدوں کے ہاتھ اسیر ہے۔ خوف والی چیزوں کو امن والی سمجھتا ہے' امیدیں باطل آرزوئیں ہیں' صدق کذب اور دعوے باطل ہے اور نفس کی طرف سے ہر چیز دھوکہ اور فریب ہے۔ نفس کا کوئی فعل قابل تعریف نہیں اور نہ کوئی دعویٰ سچا ہے۔ لہٰذا اس سے جو کچھ ظاہر ہو۔ اس سے دھوکا نہ کھانا اور نفس جس چیز کی طرف راغب ہو اس کی امید نہ باندھنا۔ اگر نفس کے بندھن کھول دیے جائیں۔ تو وہ شرارت پر اتر آتا ہے اور اگر اس کی لگام ڈھیلی کر دی جائے تو سرکش ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا کہا مان لیا جائے تو ہلاک کر دیتا ہے۔ اگر اس کے محاسبہ سے غفلت برتی جائے تو پیٹھ موڑ کر چلنے لگتا ہے۔ اگر اس کی مخالفت نہ کی جائے تو لے ڈوبتا ہے اور اگر اس کی خواہش کی پیروی کی جائے تو آگ میں لے کر کود جاتا ہے۔ نفس میں ایسی بیکار وفضول اور لایعنی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ جو حقیقت سے معرا ہوتی ہیں نفس کبھی خیر کی طرف نہیں لوٹتا اور بلاؤں کی جڑ' رسوائی کی کان ابلیس کا خزانہ اور ہر برائی کا ٹھکانہ ہے۔ اسے خالق کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ لہٰذا یہ انہیں برائیوں سے متصف ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے اسے یاد فرمایا ہے۔ جب یہ اللہ کا خوف ظاہر کرتا ہے۔ تو امن کی حالت ہوتی ہے اور اگر یہ صدق کا دعوے کرتا ہے تو کذب ہوتا ہے اور اگر خلوص کا دعویدار ہے تو یہ ریا اور غرور ہے' جب حقائق کا ظہور ہوتا ہے تو اس کا جھوٹ سچ کھل کر سامنے آ جاتا ہے اور کسوٹی پر کسنے سے اس کی پول کھل جاتی ہے۔ غرضیکہ ہر بڑی سے بڑی آفت اس میں موجود ہے۔ لہٰذا جن چیزوں کی طرف نفس بلاتا ہے۔ انسان پر ان کے سلسلہ میں اس کی مخالفت اور نفس سے جنگ واجب ہے اور اس سے محاسبہ کرنا اور اس کی حفاظت کرنا انسان کا اولین فرض ہے۔ اس کی کوئی کل صحیح نہیں وہ تو ہلاکت و تباہی کی طرف لپکتا ہے اور اس کی جتنی بھی برائی کی جائے اس سے بڑھا ہوا ہی نکلتا ہے۔ یہ ابلیس کا خزانہ' اس کی آرامگاہ' اس کا

ار الخطابت اور دارالامارت ہے اور اس کا لنگوٹیا یار ہے۔

پھر جب انسان نفس کو اس کے تمام نشانات سے پہچان لے اور اسے اس کی حقیقت معلوم ہو جائے تو نفس اس کی نگاہ میں لیل وخوار ہو جائے گا۔ اور انسان اللہ کے حکم سے اس پر حاوی ہو جائے گا۔ جب انسان میں یہ تین عادتیں جمع ہو جائیں۔ تو ان کے تحفظ پر اللہ تعالیٰ سے استقامت طلب کرتا رہے اور غافل نہ رہے اور اپنے نفس کا کہنا نہ مانے۔ کیونکہ انسان جب اپنے فس کو ادب سکھانے پر اور نفسانی خواہشات کی مخالفت پر قوی ہو تو وہ انشاء اللہ تمام عادتوں پر قوی رہے گا۔ لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ اللہ کے ساتھ ساتھ عزم بالجزم کو مقدم رکھے اور ان تمام باتوں میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی طرف مائل نہ ہو۔ کیونکہ اگر کسی دوسرے کا خیال دل میں لے آؤ گے تو نیکی کی توفیق نصیب نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے نفسوں کے حوالے فرما دے گا۔ اس لیے ان تمام باتوں میں اللہ ہی سے مدد مانگنی چاہیے اور تمام اوامر ونواہی میں اللہ کی رضا کی پیروی کی جائے اور بجز اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے کسی غیر کا خیال بھی دل میں نہ لایا جائے۔ پھر جب انسان مذکورہ بالا ہدایات پر عمل پیرا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کی توفیق عطا فرمائے گا' اس سے محبت فرمائے گا' مکروہ کاموں سے اسے بچالے گا اور ان برگزیدہ اللہ والے علماء کے لباس سے اسے آراستہ فرمائے گا۔ جو اسے اس بلند مقام تک پہنچ گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے عملوں کی پہچان: ❁ ❁ جو عمل اللہ تعالیٰ شانہ کی خوشنودی کے لیے کئے جاتے ہیں۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ انسان کو ان کے بارے میں یقین ہو۔ کہ فلاں کاموں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اور فلاں کاموں سے منع فرما دیا ہے۔ لہٰذا جن کاموں کا حکم ہے۔ انہیں بجالانا اطاعت ہے اور جن سے منع فرما دیا ہے۔ ان پر عمل کرنا معصیت (گناہ) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اوامر ونواہی میں اخلاص کا حکم فرمایا ہے اور کتاب وسنت کے مطابق انہیں ادا کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور ان عملوں کو بجالانے کی نیت محض حصول رضائے الٰہی ہو۔ دل میں کچھ اور خیال نہ ہو اور یہ بھی نہ ہو کہ ظاہری گناہ تو چھوڑ دے۔ لیکن باطنی گناہوں پر اڑا رہے جو اصل گناہ ہیں اور گناہوں کی جڑیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری گناہ چھوڑنے پر مغفرت کا وعدہ نہیں فرمایا اور نہ ان کے چھوڑنے پر آخرت میں ثواب کی ضمانت لی۔ لہٰذا فاسد نیت اور بد ارادے کے ساتھ بندہ ظاہری عبادت میں دھوپ دوڑ نہ کرے کیونکہ اس صورت میں اس کی ساری عبادتیں گناہوں میں تبدیل کر دی جائیں گی اور اسے دنیا و آخرت میں سزائیں بھگتنی پڑیں گی اور عملوں میں جو محنت ومشقت اٹھائی اور شہوت ولذت چھوڑی وہ رہی الگ' عبادت میں جو مقصد تھا۔ اس میں تشنہ کام رہا' دنیا میں بھی گھاٹا اٹھایا اور آخرت میں بھی۔

لہٰذا بندے کا فرض ہے کہ اطاعت کو خلوص وتقویٰ سے اور نیکی سے حسین بنائے اور صدق سے نیت کو آراستہ کرے اور ارادے کا محاسبہ کرکے تحفظ کرے' اس کا قصد صحیح ودرست نیت کے ساتھ ہو اور عبادتوں کے بجالانے اور گناہوں سے بچنے کے سلسلہ میں اپنے تمام اقوال' افعال اور احوال میں طلب خلوص وتوحید کا عزم بالجزم ہو۔ حتیٰ کہ عمل کی معرفت کی طرح نیت کی معرفت بھی محقق وثابت ہو جائے۔ انسان کا فرض ہے کہ شیطان کے پھندوں سے خود کو محفوظ رکھے اور خوب محتاط رہے کہ ابلیس

لعین اس سے دھوکہ دے کر تباہ کن عمل نہ کرانے پائے۔ اسے اپنی مکاریوں سے نہ پچھاڑ سکے اور اپنے دام وفریب میں نہ پھانسنے پائے' اسے حرام ومکروہ جگہ نہ لے جا سکے اور اسے بہلا پھسلا نہ سکے کیونکہ شیطان کے خنجر جن کو وہ لوگوں کے دلوں میں گھونپ دیتا ہے' لوگوں کو میٹھے معلوم ہوا کرتے ہیں اس لعین کے تباہ کن خیالات طبیعتوں کو پسند آتے ہیں اور انسان اس کی نادرو انوکھی باتوں سے لذت اندوز ہوتا ہے' جاہل انہیں نور ویقین سمجھ بیٹھتا ہے۔ حالانکہ وہ سراپا تاریکی وشک ہوتے ہیں یہ مکارو فریبی انسانوں کے لیے اطاعت کے سینکڑوں دروازے کھولتا ہے۔

جن سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے ایک معمولی سا گناہ کرالے۔ جس کی بنا پر اس کے تمام عمل ڈوب جائیں۔ اس لیے اس دشمن کے فریب سے ہوشیار رہو اور پھونک پھونک کر قدم اٹھاؤ۔ قدم قدم پر خار ہی خار اور خاردار جھاڑیوں کے انبار ہیں۔

کیا ہی اچھا ہو اگر شیطان کی مکاریوں اور دغابازیوں کو اسی طرح یاد کیا جائے جیسے قرآن یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یہی حکم فرمایا ہے۔ اس لیے انسان عبادتوں میں بھی اس سے محتاط رہے اور گناہوں میں بھی' اگر کسی کے دل میں کوئی خیال پیدا ہو یا اس کا دل کسی چیز کی خواہش کرے یا وہ کوئی قدم اٹھائے تو معرفت وعلم کی روشنی کے بغیر بلا شبہ سوچے سمجھے فوراً حرکت نہ کرے' اپنے نفس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور علماء کی طرح سوچ سمجھ کر احتیاط سے قدم اٹھائے اور اللہ والے فقہاء کے ساتھ جو اللہ کے اوامر ونواہی سے واقف ہیں۔ اٹھے بیٹھے حتیٰ کہ وہ اسے اللہ کی راہ بتائیں' اس کی نشان دہی کریں اور بیماری کا کھوج لگا کر اس کی دوا بتائیں۔ جیسا کہ ہم مجلس توبہ میں بیان کر آئے ہیں' انسان بلا معرفت کے طویل قیام وکثرت صیام اور ظاہری نوافل سے دھوکہ نہ کھائے۔ اگر کثرت قیام وغیرہ ہو اور اس کے خیال میں یہ عبادتیں نفس کو رب العالمین اور اپنے دشمن ابلیس کو پہچانتے ہوئے روبرو ہو تو عبادتیں صحیح ہیں اور یہ اس کے علم وفقہ کی علامت ہے۔ پھر انسان اپنے ظاہری اور باطنی اعمال پر غور کرے۔ اگر یہ علم خالص اللہ ہی کے لیے ہیں اور صدق وخلوص والے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے گا اور ان پر ثواب عطا فرمائے گا اور اگر اس کے برعکس ہیں تو منہ پر مار دئے جائیں گے۔ اس صورت میں انسان اپنے فرائض سے سبکدوش نہ ہوگا۔ خود انسان کو بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ میرے عمل مقبول ہیں یا مردود۔ اگر اس نے مقبول عمل کئے ہوں گے تو اخلاق حسنہ کا مالک ہوگا' عقل درست رہے گی' عمل صحیح ہوگا اور ہوشیاری میں اضافہ ہوگا اور اس کا اللہ کے اولیاء اور برگزیدہ بندوں میں شمار ہوگا جو اللہ ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں' اللہ ہی کے ساتھ کلام کرتے ہیں' اللہ ہی کے ساتھ لیتے ہیں اور اللہ ہی کے ساتھ دیتے ہیں اور فنافی اللہ ہیں' اس کے باوجود اپنے نفس کو' نفسانی خواہشوں کو متہم قرار دے اور ابلیس کو بھی خود اپنی معرفت کو بھی متہم قرار دے کہ ہنوز مجھے پوری معرفت حاصل نہیں ہوئی۔ دستکاری کی یہی صورت ہے۔

اصحاب مجاہدہ کی دس عادتیں: ۞ ۞ اہل مجاہدہ ومحاسبہ اور پکے ارادے والوں کے اندر دس عادتیں کارفرما رہی ہیں۔ جن کو وہ اپنے لیے آزما چکے ہیں اور جب یہ حضرات اپنے اندر اللہ کے حکم سے یہ دس عادتیں قائم رکھ لیں اور انہیں مستحکم وراسخ کر لیں تو بلند وشریف مقام حاصل کر لیتے ہیں

(۱) اللہ کی قسم کھا کر جو وعدہ کیا گیا ہو خواہ سچا ہو یا جھوٹا' عمداً کیا گیا ہو یا بھول کر' اس کے خلاف ہرگز نہ کیا جائے۔ جب انسان کے اندر یہ عادت جڑ پکڑ جاتی ہے اور اپنی زبان کو اس کا عادی بنالیتا ہے تو قسم کھانا چھوڑ دیتا ہے اور شعوری اور غیر شعوری کسی طور پر بھی قسم نہیں کھاتا اور جب اس کا عادی بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنے انوار کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ جس کا فائدہ اسے اپنے دل میں محسوس ہوتا ہے اور بدن میں بھی' اس کا درجہ بلند ہو جاتا ہے' عزم مستحکم ہو جاتا ہے' نگاہ تیز ہو جاتی ہے' لوگ تعریف کرتے ہیں اور پاس پڑوس میں عزت بڑھ جاتی ہے۔ حتیٰ کہ جان پہچان والے اس سے مشورہ کرتے ہیں اور دیکھنے والوں پر اس کا رعب پڑتا ہے۔

(۲) جھوٹ سے قطعی پرہیز کیا جائے۔ خواہ دل لگی کے طور پر جھوٹ ہو یا سنجیدگی سے۔ کیونکہ جب یہ عادت راسخ ہو جائے گی اور زبان پر کبھی جھوٹ نہیں آئے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کا شرح صدر فرمائے گا' اس سے اس کا علم نکھر آئے گا اور یہاں تک صفائی ہوگی۔ گویا اسے معلوم ہی نہیں کہ جھوٹ کس چڑیا کا نام ہے اور اگر کسی سے جھوٹی بات سنے گا تو جھوٹ پر اسے قائل کرے گا اور اپنے دل ہی دل میں جھوٹ سے اسے شرم دلائے گا اور اگر اس کے لئے دعا کر دے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اس کی جھوٹ بولنے کی عادت چھڑا دے تو ثواب ملے گا۔

(۳) مقدور بھر وعدہ خلافی نہ کرے اور اس سلسلہ میں پوری پوری احتیاط برتے۔ ہاں اگر بظاہر کوئی معقول عذر ہو۔ تو دوسری بات ہے یا سرے سے وعدہ کرنے کی عادت ہی چھوڑ دے۔ یہ سب سے اچھی بات ہے اور اس سلسلہ میں درمیانی راہ ہے کیونکہ وعدہ خلافی بھی جھوٹ ہی ہے۔ اس عادت سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے سخاوت اور حیا کا دروازہ کھول دے گا اور سچے دوستوں کے دلوں میں محبت بڑھے گی اور اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے نزدیک درجہ بلند ہوگا۔

(۴) کسی کو برا نہ کہے اور نہ کسی کو دکھ پہنچائے حتیٰ کہ ایک چیونٹی کو بھی دکھ نہ پہنچائے۔ یہ عادت اللہ کے نیک اور مخلص بندوں کی ہے اور اس کا انجام بخیر ہے اور ایسا شخص دنیا میں اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس نے اپنے پاس آخرت کے لیے ذخیرہ درجات جمع کر لیا ہے۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے خطرناک پھندوں سے اور ہلاکت گاہوں سے نکال لاتا ہے اور لوگوں کی شرارتوں سے محفوظ فرما دیتا ہے' عوام کے دلوں میں محبت پیدا فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔

(۵) کسی پر بددعا نہ کرے اگرچہ ظالم ہی کیوں نہ ہو' ظالم کو نہ زبان سے کچھ کہے' نہ ظلم کا بدلہ لے' اللہ تعالیٰ کے لیے ظالم کا ظلم برداشت کر لے اور قول وفعل سے بدلہ نہ لے۔ یہ خصلت انسان کو بہت بلند کر دیتی ہے اور اونچے درجوں تک اٹھا کر لے جاتی ہے۔ جب کسی میں یہ نیک عادت پائی جاتی ہو۔ تو وہ دنیا اور آخرت میں ایک شریف مقام حاصل کر لیتا ہے اور عوام و خواص میں ہردلعزیز بن جاتا ہے۔ خواہ وہ اپنے ہوں یا پرائے اور یگانے ہوں یا بیگانے اور اس کی دعا شرف قبولیت حاصل کرتی ہے اور مومنوں کے دلوں میں دنیا میں عزت بڑھتی ہے اور نیکیوں میں اونچا مقام حاصل ہوتا ہے۔

(۶) کسی اہل قبلہ کو قطعی طور پر مشرک یا کافر یا منافق نہ کہے۔ یہ لوگوں کی محبت سے قریب تر ہے اور انتہائی بلند درجہ والی

ہے سنت کے عین مطابق ہے۔ اللہ کے علم میں دخل دینے سے بہت دور ہے اور اللہ کے غصہ سے بھی بہت دور ہے اور اللہ کی رضا اور رحمت کے بہت قریب ہے اور یہ ایک شریف و معزز دروازہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے دلوں میں اپنے بندے کی محبت پیدا فرماتا ہے۔

(۷) ہر طرح کے گناہ (خواہ ظاہری گناہ ہو یا باطنی) کی طرف لپکتی ہوئی نگاہ بھی نہ ڈالے اور گناہ کا تصور بھی دل میں نہ آنے دے اور اپنے اعضاء کی سختی کے ساتھ گناہوں سے باز رکھے کیونکہ اس طرح گناہوں سے نگہداشت کرنے سے دل و اعضاء کے نیک اعمال کا ثواب بہت تیزی سے مرتب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ آخرت کی بھلائی جوجمع کر کے رکھتا ہے۔ وہ اس کے علاوہ ہے۔ ہماری اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو ان عادتوں پر عمل کرنے کی اپنی مہربانی سے توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں سے نفسانی خواہشیں دور فرمادے آمین۔

(۸) اپنا بار خواہ تھوڑا ہو یا بہت کسی پر نہ ڈالے بلکہ اس سلسلہ میں سب سے بے نیاز رہے اور اپنی کوئی ضرورت کسی کے سامنے پیش نہ کرے۔ کیونکہ یہ استغناء عبادت گزاروں کی عزت کا اور پرہیز گاروں کے شرف کا تتمہ ہے اور اس کی برکت سے تبلیغ پر قوت و جرأت حاصل ہوتی ہے اور اس کے نزدیک اس سلسلہ میں تمام مخلوق برابر ہوتی ہے اور سب کا حق یکساں ہوتا ہے۔ جب یہ عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ شانہ اس کی تونگری کا ضامن بن جاتا ہے اور یقین و توکل کا بھی کفیل ہو جاتا ہے اور اسے اس کی خواہش نفسانی پر ابھرنے نہیں دیتا اور لوگ حق میں اس کی نگاہ میں برابر رہتے ہیں۔ اس بات پر انسان کو قطعی طور پر یقین کر لینا چاہیے کہ یہ عادت مومنوں کے لیے عزت کا اور نیکوکاروں کے لیے شرف وقار کا سبب ہے اور خلوص کا قریب ترین دروازہ ہے۔

(۹) انسان کو چاہیے کہ کسی سے لالچ نہ رکھے اور سب کے مال کی طرف سے ناامید ہو جائے۔ یہی اس کے لیے سب سے بڑی عزت، اصلی تونگری، عظیم ملک جلیل القدر فخر، یقین صادق اور صحیح و شافی توکل ہے، اللہ پر بھروسہ کئے جانے والے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور نیکی کے دروازوں میں سے بھی ایک دروازہ ہے اور اسی سے انسان پارسائی حاصل کرتا ہے اور اس کی عبادتیں مکمل ہوتی ہیں اور یہی ان کی ایک نشانی ہے۔ جو دنیا سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاتے ہیں۔

(۱۰) دسویں عادت تواضع اور مسکینی ہے کیونکہ اس سے انسان اپنے مقام شرف کو مضبوط کرتا ہے، اپنا مرتبہ بلند کرتا ہے، اللہ کی اور مخلوق کی نگاہوں میں اپنی عزت و رفعت کی تکمیل کرتا ہے اور حسب منشا دنیوی اور اخروی کاموں پر قادر ہوتا ہے یہ عادت تمام عبادتوں کی نہ صرف جڑ بلکہ معہ ٹہنیوں، گرہوں اور پتوں کے مکمل درخت ہے۔ اسی سے تمام عبادتوں کا تکملہ ہوتا ہے اور اسی سے ان صلحا جیسے مراتب حاصل کرتا ہے۔ جو ہر حال میں خواہ تنگی ہو یا فراخی اور بیماری ہو یا تندرستی، اللہ سے راضی رہتے ہیں اور یہی تواضع تقوے کا کمال ہے۔

تواضع یہ ہے کہ انسان جس سے بھی ملے۔ اس کو اپنے سے اچھا سمجھے اور یہ گمان کرلے کہ ممکن ہے۔ اللہ کے نزدیک یہ

مجھ سے اچھا ہوا اور اس کا درجہ بارگاہ قدس میں مجھ سے اونچا ہو۔ اگر وہ نابالغ ہو تو خیال کرے کہ یہ اللہ کا بندہ معصوم و بے گناہ ہے اور میں گناہوں میں لتھڑا ہوا ہوں بلا شبہ یہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر بڑا ہو تو یہ تصور کرے کہ اس اللہ کے بندے نے مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت کی اس لیے مجھ سے افضل ہے اور اگر عالم ہو تو یہ رائے قائم کرے کہ اس کو وہ نعمت نصیب ہے۔ جو مجھے نصیب نہیں' اس کے پاس وہ بیش بہا دولت ہے۔ جو میرے پاس نہیں' وہ علم ہے جس سے میں بیگانہ ہوں اور اپنے علم کے تقاضوں پر عمل پیرا بھی ہے۔ لہٰذا یہ مجھ سے کہیں بہتر ہے اور اگر جاہل ہو تو سوچ لے کہ یہ بے چارہ تو جہل کی حالت میں اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے اور میں جاننے کے باوجود اللہ کی نافرمانی کرتا ہوں لہٰذا یہ مجھ سے اچھا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرا خاتمہ کس عمل پر ہو اور اس کا خاتمہ کس عمل پر ہو۔

اگر کافر ہو تو یہ خیال کرلے کہ ممکن ہے کہ یہ مشرف بہ اسلام ہو کر اچھے عمل پر دنیا سے رخصت ہو جائے اور خدانخواستہ معاذ اللہ میں ناشکرا بن کر دنیا سے بُرے عمل پر سدھار جاؤں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کا خاتمہ بالخیر فرمائے آمین۔ یہ خوف و بیم کا ایک دروازہ ہے اور سب سے پہلے انسان کے ساتھ ہوتا ہے اور آخری سانس تک باقی رہتا ہے۔ پھر جب بندہ متواضع بن کر زندگی گزارتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور محبوب بندہ بن جاتا ہے اور ابلیس لعین کا پکا دشمن اور ٹھیٹھ مخالف ثابت ہوتا ہے۔

یہ عادت محبت و شفقت کی ایک شاخ ہے اور غرور کا راستہ مٹا دیتی ہے اور کبر کی رسیاں کاٹ دیتی ہے اور ذاتی بڑائی کا درجہ چھڑا دیتی ہے اور دین و دنیا میں اور آخرت میں ذاتی عزت و رفعت سے دور کر دیتی ہے' بلکہ سچ پوچھو تو عبادت کا جوہر ہے۔ پارساؤں کے شرف کی انتہائی حد ہے اور عبادت گزاروں کی ایک مخصوص علامت ہے اور اس سے افضل کوئی چیز نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ عابدوں کی زبانوں کو دنیا کے ذکر سے روک دیتی ہے۔ اس کا ہر عمل اسی سے تکمیلی مراحل طے کرتا ہے اور ہر حال میں دل سے حسد' کینہ بغاوت کا جذبہ اور غرور نکال پھینکتی ہے اور ظاہر و باطن میں ایک زبان بنا دیتی ہے اور ظاہر و باطن میں ارادہ و کلام ایک ہی کر دیتی ہے ایسے شخص کی نگاہ میں خیر خواہی کے اعتبار سے تمام مخلوق یکساں ہوتی ہے۔ انسان کسی کا خیر خواہ نہیں ہوسکتا۔ جب تک اسے برائی سے یاد کرنا نہ چھوڑے اور اس پر طعن و تشنیع نہ چھوڑے۔ اگر اسے یہ پسند ہے کہ اس کے سامنے کسی کی برائی کی جائے یا وہ کسی کی برائی سن کر خوش ہوتا ہے۔ تو یہ عابدوں کے لیے آفت' سالکوں کے لیے تباہی اور زاہدوں کے لیے ہلاکت ہے جو اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ زبان و دل کی حفاظت پر ان کی (اور ہماری) اعانت فرمائے آمین۔

تو کل: ۞ ۞ توکل کی دلیل قرآن حکیم کی یہ آیت ہے ''اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے اللہ اسے کافی ہے'' (الطلاق:٣) اور یہ آیت بھی کہ ''اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھو۔'' (المائدہ:٢٣) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ مجھے حج کے زمانے میں قومیں دکھائی گئیں۔ میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ اس سے میدان اور پہاڑ پٹے ہوئے ہیں۔ ان کی کثرت و ہیئت دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ پھر مجھ سے پوچھا گیا: کیا آپ خوش ہیں؟ میں نے کہا: ہاں (میں خوش ہوں) کہا گیا کہ ان میں سے ستر ہزار بلا حساب کے جنت میں جائیں گے جو داغ نہیں لگواتے' نہ بری شگونوں کے

قائل ہیں اور نہ دم وغیرہ کراتے ہیں اور اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ یہ سن کر عکاشہ بن محصن رشدی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ سے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے بھی ان میں شامل فرمالے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ انہیں ان میں شامل فرما۔ پھر دوسرے شخص نے کھڑے ہو کر یہی سوال کیا آپ نے فرمایا عکاشہ اس سوال پر تم سے پہل کر گیا۔ (بخاری: ۱۷۴/۷)

توکل کی حقیقت: ❀ ❀ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کو سونپ دیئے جائیں اور اختیار و تدبیر کے اندھیروں سے نکل کر اور ترقی کر کے مشیت و تقدیر کے فراخ میدان میں آ جانا ہے۔ یعنی یہ یقین کر لینا ہے کہ تحریر تقدیر میں ردو بدل ہونے والا نہیں۔ جو میرے نصیب میں ہوگا۔ مجھے ضرور ملے گا اور جو مقدر میں نہیں ہوگا۔ وہ ہرگز نہیں ملے گا۔ اس عقیدے سے دل میں اطمینان و ٹھنڈک ہو اور اپنا آقا کے وعدے پر یقین ہو اور اپنے آقا سے اپنے حصہ کی روزی حاصل کرے۔

توکل کے درجے: ❀ ❀ توکل کے تین درجے ہیں (۱) توکل' (۲) تسلیم' (۳) تفویض۔ پہلا درجہ توکل کا ہے کہ متوکل کو اپنے رب کے وعدے پر یقین و اطمینان ہو۔ دوسرا درجہ تسلیم کا ہے۔ صاحب تسلیم اللہ کے علم پر قناعت کرتا ہے۔ تیسرا درجہ تفویض کا ہے۔ صاحب تفویض اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہتا ہے۔ یعنی توکل ابتدائی' تسلیم درمیانی اور تفویض انتہائی درجہ ہے۔ بعض کے نزدیک توکل مومنوں کی' تسلیم اولیاء کی اور تفویض' فرزندان توحید کی صفت ہے۔ بعض کے نزدیک توکل عوام کی' تسلیم خواص کی اور تفویض اخص الخواص کی صفت ہے۔ بعض کے نزدیک توکل انبیائے کرام کی' تسلیم حضرت ابراہیم کی اور تفویض ہمارے محبوب نبی کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ کی آپ پر اور تمام انبیائے کرام پر رحمتیں نازل ہوں۔ لہٰذا اصل توکل معہ اپنی مکمل حقیقت کے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اندر پایا گیا۔ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا اور حضرت جبرئیل نے آپ سے پوچھا: مجھ سے کچھ کام تو نہیں۔ تو فرمایا: آپ سے مجھے کچھ کام نہیں کیونکہ اس وقت آپ کو اپنے نفس کی خبر نہ تھی۔ صرف اللہ کی طرف دھیان تھا اور نفس کا ذرا سا بھی کہیں سراغ نہیں ملتا تھا۔ اس لیے آپ نے اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں غیر اللہ کی طرف بالکل توجہ نہیں فرمائی۔

سہل بن عبداللہ نے کہا: توکل کا پہلا مقام یہ ہے کہ انسان اللہ کی تقدیر کے آگے اس طرح بن جائے جیسے مردہ نہلانے والے کے آگے ہوتا ہے کہ نہلانے والا اسے جس طرف چاہتا ہے پلٹ دیتا ہے اور مردے میں نہ حرکت ہوتی ہے اور نہ کوئی تدبیر پائی جاتی ہے۔ لہٰذا توکل کرنے والے کی طرف ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ نہیں مانگتا نہ اس کے عطیہ کو لوٹاتا اور نہ روک کر رکھتا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ توکل اپنے کو تقدیر پر چھوڑ دینا ہے۔ حمدون رحمہ اللہ نے کہا: توکل اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑ لینا ہے۔ ابراہیم خواص رحمہ اللہ نے کہا: توکل کی حقیقت غیر اللہ سے خوف و رجا کو ہٹا دینا ہے یعنی غیر اللہ سے نہ ڈرا جائے اور نہ ہی اس سے کوئی آس باندھی جائے۔ بعض علماء نے کہا: توکل آج کی زندگی کے لیے سامان فراہم کرنا اور کل کا فکر نہ کرنا ہے۔ ابوعلی

رودباری نے کہا: توکل کی رعایت ونگہداشت کے تین درجے ہیں پہلا درجہ یہ ہے کہ اگر کچھ مل جائے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور اگر کچھ نہ ملے۔ تو صبر کرے۔ دوسرا درجہ یہ ہے۔ کہ انسان اس حالت میں ہو کہ کسی شے کا ملنا نہ ملنا اس کے نزدیک برابر ہو۔ تیسرا درجہ ہے کہ نہ ملنا معہ شکر کے زیادہ محبوب ہو کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو میرے لیے پسند فرمایا ہے۔ جعفر خلدی نے کہا: ابراہیم خواص نے کہا: ایک دفعہ میں مکہ معظمہ جا رہا تھا۔ میں نے راہ میں ایک وحشی آدمی دیکھا اور اس کے قریب جا کر اس سے پوچھا: کیا آپ جن ہیں یا انسان؟ اس نے کہا: میں جن ہوں۔ میں نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ بولا: مکہ جا رہا ہو۔ میں نے کہا؟ کیا بے سروسامان اور بلا سواری کے؟ بولا: ہاں' ہماری قوم میں بھی ایسے لوگ ہیں جو توکل پر سفر کرتے ہیں۔ میں نے کہا: توکل کیا ہے؟ بولا: اللہ تعالیٰ سے لینا توکل ہے۔

سہل رحمہ اللہ نے کہا: توکل دنیا کو روزی عطا فرمانے والے کو پہچاننا ہے۔ توکل اسی وقت صحیح ہوتا ہے کہ اگر بالفرض آسمان تانبے کا اور زمین لوہے کی بن جائے کہ نہ آسمان سے بارش ہو اور نہ زمین سے کچھ پیدا ہو۔ تو اسے یقین کامل ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان جس روزی کی ضمانت دی ہے۔ وہ اسے ضرور ملے گی اور اس کی مقدار کی روزی کو اللہ تعالیٰ اس کے لیے نہیں بھولے گا۔

بعض علماء کہتے ہیں: توکل یہ ہے کہ تم اپنے رزق کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی نہ کرو۔

بعض علماء کہتے ہیں: توکل کے لیے یہی کافی ہے کہ تم اللہ کے سوا اپنے لیے کوئی مددگار نہ ڈھونڈو اور نہ اپنے رزق کے لیے کوئی خزانچی تلاش کرو اور نہ اپنے عمل پر بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو حاضر وموجود سمجھو۔

جنید رحمہ اللہ نے کہا: توکل یہ ہے کہ تم ہمہ تن اپنے رب کی طرف متوجہ رہو اور دوسروں سے منہ پھیر لو۔ نوری رحمہ اللہ نے کہا: توکل یہ ہے کہ اپنی تدبیر کو اللہ کی تدبیر میں فنا کر دو اور کارساز' مدبر اور مددگار ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا اور کارساز ہونے کے اعتبار سے اللہ کافی ہے۔ بعض علماء نے کہا: توکل یہ ہے کہ ناچیز وحقیر بندہ صاحب جلال پروردگار پر اس طرح قناعت کرلے۔ جیسے حضرت خلیل نے رب جلیل پر قناعت کرلی تھی اور حضرت جبرئیلؑ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ بعض علماء نے کہا: توکل یہ ہے کہ خالق کائنات پر بھروسہ کر کے حرکات موقوف کر دی جائیں۔ کسی نے بہلول رحمہ اللہ سے پوچھا کہ بندہ کب متوکل کہلاتا ہے؟ فرمایا: جب وہ لوگوں میں رہ کر ان سے بہت دور رہتا ہے۔ لیکن اس کا دل اللہ سے قریب رہتا ہے۔

حاتم اصم رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو توکل کن چیزوں سے حاصل ہوا؟ فرمایا: چار باتوں سے مجھے یقین ہے کہ میرا رزق میرے سوا کوئی اور نہیں کھا سکتا۔ لہٰذا میں اس میں مشغول نہیں ہوتا' مجھے معلوم ہے کہ میرا عمل غیر نہیں کرسکتا۔ اس لیے میں عمل میں مشغول رہتا ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ موت اچانک آجائے گی لہٰذا میں ہر وقت اس کا منتظر ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہ کے سامنے رہتا ہوں۔ اس لیے اس سے شرماتا ہوں اور گناہوں سے باز رہتا ہوں۔

ابو موسیٰ دیبلی نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن یحییٰ سے توکل کے بارے میں پوچھا' فرمایا: اگر تم کسی اژدہے کے منہ میں پہنچنے تک ہاتھ داخل کر دو واس وقت بھی اللہ کی موجودگی میں کسی چیز سے نہ ڈرو۔

ابو موسیٰ رحمہ اللہ نے کہا: میں ابو یزید بسطامی کی تلاش میں نکلا تا کہ آپ سے توکل کے بارے میں پوچھوں۔ آخر کار میں شہر بسطام میں پہنچ گیا اور میں نے آپ کا دروازہ جا کھٹکھٹایا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ابو موسیٰ کیا عبدالرحمٰن کے جواب سے تم کو اطمینان حاصل نہیں ہوا کہ تم کو میرے پاس آنے کی اور مجھ سے پوچھنے کی نوبت آئی۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا۔ جناب من آپ دروازہ تو کھول دیں۔ فرمایا: اگر تم مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے آتے تو میں دروازہ کھول دیتا۔ اب تم جواب دروازے سے حاصل کر واور واپس چلے جاؤ۔ اگر وہ سانپ جو عرش پر حلقہ کئے ہوئے ہے۔ تم پر حملہ کرے تو اللہ کے ہوتے ہوئے اس سے بالکل نہ ڈرنا۔ ابو موسیٰ فرماتے ہیں۔ آخر کار میں واپس ہوا اور دبیل پہنچا اور وہاں ایک سال ٹھہرا۔ پھر میں ابو یزید رحمہ اللہ کی طرف ملاقات کی نیت سے روانہ ہوا اور جب آپ کے پاس پہنچا۔ تو فرمایا: اب تم ملاقات کی نیت سے آئے ہو۔ میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میں آپ کے پاس ایک ماہ ٹھہرا۔ جو بات میرے دل میں آتی تھی۔ اسے آپ سوال سے پہلے ہی مجھے بتا دیتے تھے۔ میں نے کہا: ابو یزید رحمہ اللہ! اب میں جانا چاہتا ہوں اور آپ سے کچھ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: یقین مانیے! دنیا کے لوگوں سے حاصل کردہ فائدہ کچھ فائدہ نہیں۔ اب آپ چلے جائیں اور اسی کو فائدہ سمجھ لیں۔ آخر کار میں واپس آ گیا۔

ابن طاؤسؒ یمانی کہتے ہیں: طاؤسؒ نے کہا: ایک دفعہ ایک دیہاتی اپنی سواری پر آیا اور اسے باندھا۔ پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر بولا: اے اللہ یہ سواری اور اس پر جو کچھ ہے۔ میرے واپس آنے تک تیری ضمانت میں ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور مسجد حرام میں جا کر اس نے عبادت کی۔ پھر وہاں سے نکل کر آیا۔ تو دیکھا کہ اس کا اونٹ مع سامان کے غائب ہے۔ اس مرتبہ اس نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ کہا کہ اے اللہ میری سواری معہ سامان کے میرے پاس سے نہیں چرائی گئی۔ بلکہ آپ کی نگرانی سے چرائی گئی۔ طاؤس کہتے ہیں۔ ابھی ہم اس حال میں دیہاتی کے پاس ہی تھے کہ ہم نے دیکھا۔ ایک شخص کوہ ابو قبیس کی چوٹی سے اتر رہا ہے اور بائیں ہاتھ سے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے اسے لا رہا ہے اور اس کا سیدھا ہاتھ کٹا ہوا اس کی گردن میں لٹک رہا ہے۔

حتیٰ کہ وہ اس دیہاتی کے پاس آ کر کہتا ہے کہ اپنا اونٹ معہ اس کے سامان کے تھام لے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے اس کے حال کے بارے میں پوچھا۔ کہنے لگا۔ ابو قبیس کی چوٹی پر میرے سامنے سرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار ایک شخص آیا اور مجھ سے کہنے لگا: اے چور اپنا ہاتھ آگے بڑھا۔ میں نے ہاتھ پھیلا دیا۔ اس نے میرا ہاتھ ایک پتھر پر رکھا اور دوسرا پتھر اٹھا کر میرے ہاتھ پر اس قدر زور سے مارا کہ میرا ہاتھ کٹ کر الگ جا پڑا۔ پھر اس نے اسی ہاتھ کو میرے گلے میں لٹکا دیا اور حکم دیا کہ دیہاتی کا اونٹ معہ سامان کے پہاڑ سے نیچے اتر کر اسے دے آ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا: اگر تم اللہ پر کما حقہ توکل کرو۔ تو اللہ تمہیں یقیناً روزی پہنچادے۔ جیسے پرندوں کو روزی دی جاتی ہے۔ کہ وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس لوٹتے ہیں۔ (احمد: ۱/۳۰)

حدیث نبویؐ: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کسی کو یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کی عزت کریں۔ تو اسے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا چاہیے اور جو سب سے زیادہ مال دار بننا چاہے تو اس کا بھروسہ اپنی مقبوضہ سے زیادہ اس پر ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ (الکامل ص ۲۵۶۵) حضرت عمرؓ اکثر بطور تمثیل کے یہ شعر پڑھا کرتے تھے

ھوّن علیک فان الامور :: بامر الاله مقاد یرھا

یعنی اپنے اوپر آسانی کر کیونکہ ہر کام کا اندازہ اللہ کے حکم پر ہے

فلا یاتینک مصروفھا :: ولا ھارب عنک مقدورھا

جو تجھ سے ہٹا دیا گیا۔ وہ تیرے پاس آنے والا نہیں اور جو تیرے مقدر میں ہے۔ وہ تجھ سے بھاگنے والا نہیں

یحییٰ بن معاذ سے پوچھا گیا کہ انسان کب متوکل ہوتا ہے؟ فرمایا: جب اللہ کو وکیل بنا کر خوش ہوتا ہے۔

بشر رحمہ اللہ نے کہا: ایک شخص کہتا ہے کہ میرا اللہ پر توکل ہے۔ حالانکہ وہ جھوٹا ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم اگر اس کا اللہ پر توکل ہوتا۔ تو جو کچھ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کرتا۔ اس پر خوش رہتا۔

ابوتراب نخشبی نے کہا: توکل بدن کو عبودیت میں ڈالنا' دل کو ربوبیت سے وابستہ کرنا اور بقدر کفایت پر اطمینان حاصل کرنا ہے کہ اگر مل جائے۔ تو شکر بجالائے اور نہ ملے تو صبر کا دامن نہ چھوڑے۔ ذوالنون مصری نے کہا: توکل نفس کی تدبیر کو چھوڑ اور ذاتی قوت اور طاقت سے دست بردار ہو جانا ہے۔ آپ سے کسی شخص نے توکل کے بارے میں پوچھا۔ تو ذوالنون نے فرمایا۔ ارباب کو چھوڑنا اور اسباب کو کاٹ دینا توکل ہے' وہ شخص بولا: اس سلسلہ میں کچھ اور فرمایئے' فرمایا کہ نفس کو ربوبیت سے نکال کر عبودیت میں ڈال دینا توکل ہے۔ یعنی توحید ربوبیت کے تو مشرک بھی قائل ہیں۔ اصل توکل توحید الوہیت کو اپنانا ہے کہ اللہ کے سوا غیر اللہ کی عبادت نہ کی جائے' ایک جگہ فرمایا: توکل لالچ کو ختم کر دینا اور اسے کاٹ دینا ہے۔ رہی ظاہری جدوجہد جو شرع کے مطابق کمائی ہے۔ سو وہ قلبی توکل کے خلاف نہیں۔ جب کہ بندہ اپنے دل میں یہ عقیدہ جما لے کہ تقدیر اللہ کی طرف سے برحق ہے۔ کیونکہ توکل کا ٹھکانہ دل ہے اور حقیقت ایمان میں بھی یہی ہے جو منکر کسب ہے۔ وہ منکر سنت ہے اور جو منکر توکل ہے وہ منکر ایمان ہے۔ اگر اسباب میں سے کوئی سبب دشوار ہو تو تقدیر سے ہے اور اگر آسان ہو تو تقدیر سے ہے۔ یعنی دشواری اور آسانی ہر ایک اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہے۔ اس لیے سبب کے لیے اعضاء اور ظاہری جسم کے حصے اللہ کے حکم سے حرکت کرتے ہیں اور باطن اللہ تعالیٰ شانہ کے وعدے کی وجہ سے پرسکون ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک شخص اونٹنی پر سوار ہو کر سرور عالم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہؐ! کیا میں اس کو چھوڑ دوں اور اللہ پر توکل کرلوں؟ آپ نے فرمایا: اسے باندھ کر رکھ اور اللہ پر توکل کر۔

بعض علماء نے کہا: متوکل ایک شیر خوار بچہ کی طرح ہے جو بجز اپنی ماں کی گود کے کچھ نہیں پہچانتا۔ اسی طرح متوکل اللہ ہی کو پہچانتا ہے اور اسی کی طرف لپک کر جاتا ہے۔ بعض علماء نے کہا: توکل شکوک سے یکسو ہونا اور خود کو شہنشاہ حقیق کے حوالہ کر دینا ہے۔ بعض علماء: جو کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے اس پر بھروسہ کرنا اور اس کی امید باندھنا اور جو لوگوں کے قبضہ میں ہے۔ اس سے ناامید ہو جانا توکل ہے۔ بعض علماء نے کہا: فکر معاش سے دل کو خالی کرنا اور روزی کے طلب کے تقاضوں کی فکر چھوڑ دینا توکل ہے۔ (الکنز: ۵٦٨٧)

حسن اخلاق: ۞ ۞ اللہ تعالیٰ شانہ نے قرآن حکیم میں اپنے محبوب نبیؐ کے اخلاق حمیدہ کا ذکر خیر فرمایا ہے کہ بلاشبہ آپ عظیم اخلاق والے ہیں۔ انس بن مالک نے کہا: کسی نے سرور عالم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! ایمان کے اعتبار سے کون سا مومن افضل ہے؟ فرمایا: اچھے اخلاق والا۔ (الجامع الصغیر: ۴۲/۱) اچھے اخلاق انسان کی بہترین عادت ہے اور اخلاق ہی سے انسان کا ذاتی جوہر چمکتا ہے' انسان پیدائش کے اعتبار سے پوشیدہ رہتا ہے۔ لیکن اخلاق کے اعتبار سے مشہور ہو جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے محبوب نبی اور رسول محمد رسول اللہ ﷺ کو باوجود معجزات فضائل اور بزرگیوں سے خاص کرنے کے حسن اخلاق سے مخصوص فرمایا اور جس طرح آپ کے اخلاق حمیدہ کی تعریف فرمائی۔ ایسی آپ کی کسی اور خوبی کی تعریف نہیں فرمائی اور فرمایا کہ آپ عظیم اخلاق کے مالک ہیں۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اخلاق حمیدہ سے اس لیے تعریف فرمائی کہ آپ نے دونوں جہانوں کی چیزیں لوگوں کو عطا فرما دیں اور آپ نے خود اللہ تعالیٰ شانہ پر قناعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ بڑا اخلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں عقل کا سہارا لے کر جھگڑا نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی اس قدر گہری معرفت حاصل ہو کہ کسی کو اس سے جھگڑا کرنے کی جرأت نہ ہو۔

بعض علماء نے کہا: جب انسان اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں ہو تو اس پر لوگوں کا علم اثر انداز نہ ہو۔ یہی بزرگ خلق ہے۔

ابوسعید حرار نے کہا: بزرگ خلق یہ ہے کہ انسان کو بجز اللہ تعالیٰ کی فکر کے کوئی اور فکر نہ ہو۔

جنید رحمہ اللہ نے کہا: میں نے حارث محاسبی سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم نے تین چیزوں کے ساتھ تین چیزیں گم پائیں۔ حفاظت کے ساتھ خوبصورتی کو' امانت کے ساتھ اچھے قول کو اور وفائے عہد کے ساتھ بھائی چارگی کو۔

بعض علماء نے کہا: خلق حسن اپنی ہر صفت کو ہیچ سمجھنا اور دوسرے کی ہر خوبی کو بڑا سمجھنا۔ بعض علماء نے کہا: حسن خلق کی نشانی ایذا سے رک جانا اور خود مشقت برداشت کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم اپنے مال سے لوگوں کو فائدہ نہ پہنچا سکو گے۔ اس لیے انہیں خندہ پیشانی سے اور حسن خلق سے فائدہ پہنچاؤ۔ (مجمع الزوائد: ۲۲/۸)

اللہ کے ساتھ حسن اخلاق: ۞ ۞ اللہ تعالیٰ شانہ کے ساتھ حسن اخلاق یہ ہے کہ اس کے اوامر بجالاؤ اور ممنوعہ کاموں سے بچو اور ہر حال میں استحقاق عوض کے عقیدہ کے بغیر اس کی اطاعت میں سرگرم عمل رہو اور تقدیری امور کے آگے بلا کسی اعتراض کے سر تسلیم خم کر دو اور اللہ کو ایک مانو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور شک چھوڑ کر اس کے وعدوں کو سچا جانو۔ ایک دفعہ

ذوالنونؒ مصری سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ فکر مند کون ہے؟ فرمایا: بدترین اخلاق والا۔ حسن بصریؒ نے کہا: (وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ کی تفسیر میں) یعنی اپنا خلق اچھا بنا۔ اس آیت (اللہ نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل فرمادیں) کی تفسیر میں کہا جاتا ہے کہ ظاہری نعمت خوبصورت پیدائش ہے اور باطنی نعمت خوبصورت عادت ہے۔ ابراہیمؒ بن ادہم سے پوچھا گیا: کیا آپ کبھی دنیا میں خوش ہوئے؟ فرمایا: ہاں، دو مرتبہ خوش ہوا ہوں۔ ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کتے نے آ کر میرے اوپر پیشاب کر دیا۔ اس دن میں خوش ہوا۔ اسی طرح میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آ کر میرے گھونسہ مارا۔ اس دن مجھے خوشی ہوئی۔ کہتے ہیں: جب بچے اویسؒ قرنی کو دیکھتے تو ان پر پتھر برساتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ بچو اگر تم کو پتھروں کے برسائے بغیر چارا ہی نہیں تو چھوٹے چھوٹے سنگریزے برساؤ تا کہ میری ٹانگوں سے خون نہ بہے ورنہ تم مجھے نماز سے روک دو گے۔ ایک شخص نے جو احنف بن قیس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا آپ کو گالیاں دیں۔ جب آپ اپنے قبیلہ کے پاس پہنچ گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے جوان! اگر تیرے دل میں کوئی بات باقی رہ گئی ہو تو اسے بھی کہہ ڈال۔ اور اپنے دل کی بھڑاس نکال لے۔ ایسا نہ ہو کہ میری قوم کے بعض نادان تیری گالیاں سن کر تجھے ان کا جواب دیں۔

حاتم اصم سے پوچھا گیا: کیا انسان ہر شخص کی بات برداشت کر لیتا ہے؟ فرمایا: ہاں مگر اپنے نفس کی بات برداشت نہیں کرتا، ایک دفعہ حضرت علی نے اپنے کسی غلام کو آواز دی۔ مگر وہ آیا نہیں۔ یعنی تین دفعہ آواز دینے کے باوجود نہیں آیا۔ آپ نے دیکھا بھالا۔ تو اسے لیٹا ہوا پایا۔ پوچھا: کیا تم نے میری آواز نہیں سنی۔ بولا: سنی، پوچھا، پھر جواب کیوں نہیں دیا؟ بولا: میں سزا سے بے خوف تھا۔ لہٰذا میں نے سستی کی فرمایا: اچھا تو جا میں نے تجھے اللہ کی رضا کے لیے آزاد کر دیا۔ بعض علماء نے کہا: حسن خلق یہ ہے کہ تم لوگوں سے قریب ہو اور ان کے درمیان اجنبی ہو۔ بعض علماء نے کہا: مخلوق کے ظلم کو برداشت کر لینا اور بلا قلق و ملال کے لوگوں کے حقوق ادا کرنا حسن خلق ہے۔

کہتے ہیں کہ انجیل میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اے میرے بندے غصہ کے وقت مجھے یاد کر لیا کر کیونکہ جب میں غصہ کروں گا۔ تو تجھے یاد کر لوں گا۔ ایک خاتون نے مالک بن دینارؒ کو "اے ریا کار" کہہ کر پکارا۔ بولے: اے اللہ کی بندی تجھے میرا وہ نام مل گیا جو بصرہ والوں کو معلوم نہ تھا۔ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: پیارے بیٹے! تین قسم کے اشخاص تین چیزوں کے بغیر نہیں پہچانے جاتے۔ سنجیدہ آدمی غصہ کے وقت، بہادر لڑائی کے وقت اور بھائی ضرورت کے وقت ہی پہچانے جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ میں جو بات نہیں۔ میں اس سے نہ پکارا جاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ یہ بات تو میں نے اپنی ذات کے لیے بھی تجویز نہیں کی۔ پھر آپ کے لیے کس طرح تجویز کر سکتا ہوں۔

شکر: ۞۞ شکر کی دلیل یہ آیت ہے "اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تم پر اپنی نعمتوں کو زیادہ کر دوں گا" (ابراہیم: ۷) عطاء رحمہ اللہ نے کہا: ایک دن میں صدیقہ کے پاس گیا اور میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی جو بات سب سے حیرت انگیز دیکھی ہو۔ وہ مجھے بتا دیجیے۔ صدیقہ نے رو کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی کون سی بات حیرت انگیز نہ تھی۔ ایک

رات کو آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس میرے بستر پر (یا فرمایا) میرے لحاف میں لیٹ گئے۔ حتیٰ کہ میرا جسم آپ کے جسم سے مل گیا۔ پھر فرمانے لگے۔ ابوبکرؓ کی صاحبزادی! مجھے اپنے پروردگار کی عبادت کرنے دو۔ میں نے کہا۔ مجھے تو آپ کا قرب محبوب ہے۔ مگر آپ کی خواہش کا میں بھی احترام کرتی ہوں۔ چنانچہ آپ کو عبادت کی اجازت دے دی۔ پھر آپ نے پانی کے ایک مشکیزہ کے پاس کھڑے ہو کر وضو کیا اور خوب پانی بہایا۔ پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور رونے لگے حتےٰ کہ آنسو آپ کے سینہ مبارک پر بہنے لگے۔ پھر رکوع میں بھی روئے اور سجدے میں بھی روئے اور سجدے سے سر اٹھا کر بھی روئے اور آپ اس طرح نماز پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ حتےٰ کہ بلال نے آ کر آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ اس قدر کیوں روتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے (اگر ہوں تو) آپ کے اگلے پچھلے گناہ بھی معاف فرما دیئے ہیں۔ فرمایا (یہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر بڑی زبردست نعمت ہے تو) کیا میں ایک شاکر بندہ بن کر زندگی کے ایام نہ گزاروں؟ میں اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں نہ ادا کروں۔ حالانکہ اس نے مجھ پر یہ آیت اتاری ہے کہ ''بلاشبہ آسمان وزمین کی پیدائش میں اور دن رات کے آنے جانے میں اربابِ دانش کے لیے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹ کر یاد کرتے ہیں اور کائنات کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں (آخر آیت تک)'' (البقرہ:۱۶۴)

اربابِ تحقیق کے نزدیک شکر کی حقیقت یہ ہے کہ عجز و انکساری کے ساتھ منعم کی نعمتوں کا اقرار کیا جائے۔ اس معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو شکور کے اسم سے پکارا ہے۔ شکور کے معنی تو شکر گزار کے ہیں۔

لیکن یہاں مجازی معنی مراد ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو شکر کا صلہ دینے والا ہے۔ للہٰذا جزائے شکر کو شکر سے تعبیر کر لیا گیا ہے۔ جیسا کہ ''فرمایا اور برائی کی جزا اس کے ہم مثل برائی ہے۔'' (الشوریٰ:۴) حالانکہ جزا برائی نہیں بلکہ عین عدل ہے۔ لیکن جزائے بدی کو بدی سے تعبیر کر لیا گیا۔

بعض علماء نے کہا: شکر کی حقیقت محسن کے احسانات کا ذکر کر کے اس کی تعریف کرنا ہے۔ اگر بندہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اس کے احسانات بیان کر کے اس کی تعریفیں کرتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ بندے کا شکر ادا کرتا ہے۔ تو وہ اپنے بندے کو اپنے احسانات کے ساتھ یاد فرماتا ہے۔ پھر بندے کا احسان یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت میں لگا رہے اور اللہ تعالیٰ کا احسان یہ ہے کہ بندے پر اپنے انعامات برساتا رہے اور حقیقت میں بندے کا شکر زبان سے احسانات کا ذکر کرنا اور ان کا دل سے اقرار کرنا ہے۔ پھر شکر کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک شکر زبان سے ہوتا ہے۔ یعنی نیازمندی کے ساتھ زبان سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرنا اور ایک شکر بدن اور اعضاء کے ذریعہ ہوتا ہے۔ یعنی عہد بندگی کو پورا کرنا اور خدمات کو بجا لانا اور ایک شکر دل سے ہوتا ہے۔ یعنی ہمیشہ حرمات کے تحفظ کے ساتھ فرش حضوری پر جما رہنا۔

بعض علماء نے کہا: آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ اگر وہ کسی کا عیب دیکھیں تو اسے چھپا لیں۔ کانوں کا شکر یہ ہے کہ اگر وہ کسی کا عیب سنیں تو اس پر پردہ ڈال لیں۔ غرضیکہ شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری نہ کی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک شکر علماء کا ہے

جوان کے قول سے متعلق ہے اور ایک شکر عرفاء کا ہے یعنی ان کا اپنے عام احوال پر ثابت قدم رہنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ ہم میں جو کچھ نیکیاں پائی جاتی ہیں اور ہم سے جس قدر ذکر' اطاعتیں اور عبادتیں سرزد ہوتی ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ شانہ کی توفیق' اعانت اور انعام کے نتائج ہیں اور جو کچھ ہمارے اندر کوتاہیاں' بے بسی اور جہالت ہے۔ اس کا ہمیں اعتراف ہے۔ پھر ہم ہر حال و ہر کام میں اللہ تعالیٰ شانہ کے محتاج ہیں۔

ابو بکر وراق رحمہ اللہ نے کہا: نعمت کا شکر احسان کو پیش نظر رکھنا اور اس کی حرمت کی حفاظت کرنا ہے۔ بعض علماء نعمت کا شکر یہ ہے کہ تم خود کو طفیلی سمجھو۔

ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا: شکر سے عجز کو پہچاننا شکر ہے۔

بعض علماء نے کہا: شکر پر شکر' شکر سے مکمل تر ہے یعنی یہ خیال کرو کہ شکر بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے نصیب ہوتا ہے اور یہ توفیق تم پر اللہ تعالیٰ کی ایک جلیل القدر نعمت ہے۔ پھر تم یہ سمجھ کر شکر ادا کرو گے۔ پھر شکر کے شکر پر شکر ادا کرو گے۔ اسی طرح یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ بعض علماء نے کہا: نعمتوں کو ولی نعمت کی طرف منسوب کرنا اور ولی نعمت کے آگے جھکنا شکر ہے۔ جنید رحمہ اللہ نے کہا: شکر یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو نعمتوں کا اہل نہ سمجھو۔ کہا جاتا ہے: شاکر وہ ہے۔ جو موجودہ نعمتوں کا شکر ادا کرے اور شکور وہ ہے جو مفقود نعمتوں کا شکر ادا کرے' کہا جاتا ہے کہ شاکر وہ ہے جو نعمتوں پر شکر ادا کرے اور شکور وہ ہے جو بلا پر شکر ادا کرے۔ شاکر وہ ہے جو کسی شے کے ملنے کے وقت شکر ادا کرے اور شکور وہ ہے جو تاخیر پر شکر ادا کرے۔

شبلی رحمہ اللہ نے کہا: شکر یہ ہے کہ نعمت کے دینے والے پر نگاہ رکھی جائے۔ نعمت پر نہیں' کہا جاتا ہے کہ شکر موجودہ نعمت کی حفاظت کا اور غیر موجودہ نعمت کے لیے شکار کا ذریعہ ہے۔

ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا: عوام کا شکر کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں پر ہوتا ہے اور خواص کا شکر ان دلوں میں وارد ہونے والے معانی پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں۔ حضرت داؤدؑ نے پوچھا کہ اے میرے معبود میں تیرا شکر کس طرح ادا کر سکتا ہوں حالانکہ میرا شکر ادا کرنا بھی تیری نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ اب تم نے میرا شکر ادا کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ اگر نعمت کا عوض نہ دیا جا سکے تو زبان سے اس کا طول طویل شکر ادا کرو۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت ادریسؑ کو بخشش کا مژدہ سنایا گیا تو آپ نے زندگی مانگی پوچھا گیا: زندگی کیوں مانگتے ہو؟ فرمایا تاکہ میں شکر ادا کر سکوں کیونکہ اس سے پہلے بخشش کے لیے عمل کیا کرتا تھا۔ اب شکر کے لیے کروں گا۔ پھر فرشتہ نے اپنے پر بچھائے اور ان پر بٹھا کر آپ کو آسمان کی طرف لے گیا۔

کہا جاتا ہے کہ کسی نبی کا ایک چھوٹے سے پتھر کے پاس سے گزر ہوا۔ جس سے کثرت سے پانی پھوٹ رہا تھا۔ آپ نے اس پر حیرت کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر کو زبان دے دی۔ آپ نے اس سے پوچھا کب سے رو رہے ہو بولا: جب سے میں

نے قرآن پاک میں یہ سنا ہے کہ ''جہنم کی آگ کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔'' (مریم:٦) اسی وقت سے میں اس کے خوف سے رورہا ہوں۔

یہ سن کر اس پیغمبر نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس پتھر کو آگ سے پناہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ میں نے اسے آگ سے پناہ دے دی۔ پیغمبر علیہ السلام تشریف لے گئے۔ پھر کچھ مدت کے بعد اس کے پاس سے گزرے۔ تو دیکھا۔ اب اس سے پہلے سے بھی زیادہ پانی ابل رہا ہے۔ آپ کو تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر کو زبان دے دی۔ پیغمبر علیہ السلام نے پتھر سے رونے کی وجہ پوچھی کہ اب تو اللہ تعالیٰ نے تم کو بخش دیا ہے۔ اب کیوں روتے ہو؟ بولا: میں پہلے خوف وغم کی وجہ سے روتا تھا اور اب مسرت وشکر کی وجہ سے روتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ شکر گزار کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہاری نعمتوں میں ضرور اضافہ کردوں گا'' (ابراہیم:٧) اور صابر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہر بلا سے محفوظ رکھتا ہے۔ فرمایا: یاد رکھو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرۃ:١٥٣) کہا جاتا ہے کہ حمد سانسوں پر ہے اور شکر حواس کی نعمتوں پر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے جنت میں جانے کے لیے جن کو بلا جائے گا۔ (الضعیفۃ:٦٣٢) وہ اللہ کی حمد کرنے والے ہوں گے۔ کہتے ہیں حمد دفاع پر ہے اور شکر عطاء پر ہے۔

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کسی سفر میں ایک معمر بزرگ کو دیکھا۔ جن کی کافی عمر تھی اور میں نے ان کا حال پوچھا فرمایا کہ مجھے ابتدائے شباب میں اپنی چچازاد بہن سے محبت تھی اور اسے بھی مجھ سے محبت تھی۔ حسن اتفاق سے اس سے میری شادی ہوگئی۔ شبِ زفاف میں نے اس سے کہا کہ آؤ اس شکر میں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ شب سعید عطا فرمائی ہے۔ اس رات جاگ کر اللہ کی عبادت کریں۔ چنانچہ ہم دونوں رات بھر نماز پڑھتے رہے۔ اسی طرح صبح ہوگئی اور ملنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اسی طرح ہم دونوں کو ستر یا اسی سال سے راتیں گزرتی چلی آرہی ہیں۔ ان کی بیوی ان کے ساتھ تھیں انہوں نے بھی اس واقعہ کی تصدیق فرمائی۔

صبر: ❀ ❀ صبر کی دلیل یہ آیت ہے۔ ''اے ایمان والو! صبر کرو' ایک دوسرے کو صبر کی رغبت دلاؤ' پہرہ دو' اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کو فلاح نصیب ہو۔'' (آل عمران:٢٠٠) دوسری جگہ فرمایا: ''اے نبی آپ صبر کریں اور آپ کا صبر اللہ ہی کے حکم سے ہے۔'' (النمل:١٢٧) حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صبر شروع صدمہ کے وقت ہوتا ہے۔ (بخاری:٢/١٠٠) ایک شخص نے کہا۔ یارسول اللہؐ میرا مال ختم ہوا اور میرا جسم بیمار ہوگیا' فرمایا: اس بندے میں بھلائی نہیں۔ جس کا مال نہ جائے اور وہ بیمار نہ ہو۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت فرماتا ہے۔ تو اسے آزماتا ہے اور جب آزماتا ہے تو اسے صبر کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ (الاتحاف:٩/١٤٢) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کا ایک درجہ ہوتا ہے۔ مگر وہ اس تک اپنے عمل سے نہیں پہنچتا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے کسی جسمانی بیماری میں مبتلا فرمادیتا ہے اور اس پر

صبر کرنے کی وجہ سے وہ اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ (ایضاً) ایک حدیث میں ہے کہ جب وَمَنْ یَعْمَلْ سُوْءً یُجْزَبِہٖ یعنی جو برے عمل کرتا ہے۔ اسے ان کا بدلہ دیا جاتا ہے' اتری۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ اس آیت کے بعد کیسے فلاح نصیب ہوگی؟ فرمایا: ابوبکر! اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے کیا تم بیمار نہیں ہوتے؟ کیا تم بلاؤں میں نہیں پھنستے؟ کیا تم صبر نہیں کرتے؟ کیا تم پریشان نہیں ہوتے؟ یہی چیزیں تمہارے برے عملوں کی جزا ہے یعنی یہ تمام چیزیں تمہاری برائیوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ (احمد ۱/۱۱)

صبر کی اقسام: ۞۞ لہٰذا صبر کی تین قسمیں ہیں (۱) اللہ کے لیے صبر کرنا یعنی اوامر بجالانا اور نواہی سے باز رہنا (۲) اللہ کے ساتھ صبر کرنا یعنی سختیوں اور بلاؤں میں اللہ کی تقدیر و مشیت کے آگے سر تسلیم خم کر دینا (۳) اللہ پر صبر کرنا یعنی اللہ کے رزق کی کشادگی کی کفایت کی مدد کے اور آخرت میں ثواب کے وعدوں پر صبر کرنا۔

بعض علماء کے نزدیک صبر کی دو قسمیں ہیں۔ اپنے کام پر صبر کرنا اور اس پر صبر کرنا جو بندے کا کسب نہیں ہے۔ پھر اپنے کام پر صبر کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ اللہ کے احکام بجالانے پر صبر کرنا اور ممنوعات سے باز رہنے پر صبر کرنا۔ اس پر صبر یہ ہے کہ انسان جسمانی اور روحانی آلام و مصائب پر جو اس کے مقدر کے ہیں صبر کرے اور خوئے تسلیم و رضا پیدا کرے۔

کہا جاتا ہے کہ صبر کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں۔ متصبر یعنی دشواری سے صبر کرنے والا صابر یعنی بلا دشواری کے صبر کرنے والا اور صبار یعنی انتہائی صبر کرنے والا۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص نے شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ صبر کرنے والوں پر کون سا صبر زیادہ سخت ہے۔ فرمایا: اللہ میں صبر کرنا' بولا: نہیں۔ فرمایا اللہ کے لیے صبر کرنا' بولا نہیں' فرمایا اللہ کے ساتھ صبر کرنا' بولا نہیں ... شبلیؒ نے کہا تو پھر کون سا صبر سخت ہے تو ہی بتا؟ بولا: اللہ سے صبر کرنا۔ یہ سن کر شبلیؒ نے ایک ایسی چیخ ماری۔ جس سے آپ کی روح نکلنے کا خطرہ تھا۔

جنید رحمہ اللہ نے کہا: مومن کے لیے دنیا سے آخرت کی طرف جانا آسان و سہل ہے۔ مگر اللہ کے لیے لوگوں کو چھوڑنا سخت ہے اور نفس کو چھوڑ کر اللہ کی طرف جانا اس سے بھی زیادہ سخت ہے اور اللہ کے ساتھ صبر کرنا انتہائی سخت ہے۔ جنید رحمہ اللہ سے صبر کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا: صبر یہ ہے کہ منہ بنائے بغیر کڑوے گھونٹ پی جانا۔ حضرت علی۔ نے کہا: صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو ایک جسم سے نسبت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ (التذکرۃ:۱۸۹) ذوالنون مصریؒ نے کہا: صبر مخالفتوں سے دور رہنا اور مصائب کے پھندوں والے گھونٹ سکون سے پی جانا اور میدان معیشت میں فقر و فاقہ کے باوجود تونگری کا اظہار کرنا ہے۔

بعض علماء نے کہا: صبر مصیبت کی حالت میں لب شکایت کو وا نہ کرنا اور مصیبت کی پروا نہ کرنا ہے۔ بعض علماء نے کہا: صبر مصیبت کی موجودگی میں مصاحبت کے ساتھ قائم رہنا ہے۔ جیسے انسان حالت تندرستی میں قائم رہتا ہے۔

بعض علماء نے کہا: صبر پر بہترین صلہ ملتا ہے۔ جو کسی اور عبادت پر نہیں ملتا اور صبر کے صلہ سے اوپر کوئی صلہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ

شانہ نے فرمایا: یقیناً ہم صبر کرنے والوں کو ان کے عملوں میں سب سے اچھا بدلہ دیں گے۔ دوسری جگہ فرمایا: صبر کرنے والوں ہی کو بلا حساب کے بدلہ دیا جاتا ہے۔ بعض علماء نے کہا: صبر اللہ تعالیٰ شانہ کے لیے ثابت قدم رہنا اور کشادہ پیشانی اور فراخ دلی سے مصائب کی ایذا سہہ لینا ہے۔ خواصؒ نے کہا: صبر اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن و حدیث کے احکام پر قائم و دائم رہنا ہے۔

یحییٰ بن معاذ رازی نے کہا: محبت کرنے والوں کا صبر ترک دنیا کرنے والوں کے صبر سے زیادہ سخت ہے۔ حیرت ہے کہ وہ کیونکر صبر کرتے ہیں۔

ممکن ہے صبر آڑے سے آڑے مقام
ممکن نہیں ہے صبر تمہارے فراق سے

بعض علماء نے کہا: صبر شکوہ کو چھوڑ دینا ہے۔ بعض علماء نے کہا: صبر اللہ سے مدد مانگنا ہے۔ بعض علماء نے کہا: صبر اللہ تعالیٰ شانہ کے نام کی طرح ہے۔

بعض علماء نے کہا: صبر یہ ہے کہ نعمت و محبت کی حالتوں میں فرق نہ کیا جائے اور دونوں حالتوں میں دل کو سکون و اطمینان حاصل ہو اور تصبّر (تکلف سے صبر کرنا) مصائب پر ان کا بوجھ محسوس کرتے ہوئے دل میں سکون کا پیدا ہونا ہے۔

رضائے الٰہی: ❀ ❀ رضا کی دلیل یہ آیت ہے: ''اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہو گیا اور مسلمان اس سے راضی ہیں۔'' (المائدۃ:۱۱۹) دوسری جگہ فرمایا: ''ان کا پروردگار انہیں اپنی رحمت و رضا کی بشارت سناتا ہے۔'' (التوبۃ:۲۱)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسے ایمان کا ذائقہ نصیب ہو گیا جس نے اللہ تعالیٰ کو خوشی خوشی اپنا پروردگار مان لیا۔ (مسلم' کتاب الایمان:۵۶)

کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو لکھا۔ اما بعد' یاد رکھو پوری پوری خیر و برکت رضا میں ہے (کہ راضی برضائے مولیٰ رہو) اگر تم کو رضا پر قائم رہنے کی طاقت ہے تو خیر ورنہ صبر کرو۔

قتادہ رحمہ اللہ سے اللہ کے اس قول کے بارے میں روایت کیا گیا: اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى الخ (یعنی جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدائش کا مژدہ سنایا جاتا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ خون کے سے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے) (النحل:۵۸) یہ حالت عرب کے مشرکوں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کے گندے اور شرمناک حال کی خبر دی ہے۔ لیکن مسلمان کی شان کے لائق یہی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت میں مقدر فرما دیا ہے۔ اس سے خوشی خوشی راضی ہو جائے۔ انسان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اس کے ذاتی فیصلہ سے کہیں بہتر ہے' اے فرزند آدم! اللہ تعالیٰ شانہ نے تیرے حق میں جو فیصلہ فرما دیا ہے۔ اگرچہ وہ تجھے ناپسند ہو۔ تیرے لیے اس فیصلہ سے بہتر ہے۔ جو تجھے پسند ہو۔ اس لیے اللہ سے ڈر جا اور اللہ کے فیصلہ پر راضی ہو جا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: امید ہے کہ ایک چیز تمہیں ناپسند ہو اور تمہارے حق میں بہتر ہو اور امید ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور تمہارے حق میں بری ہو (کیونکہ) اللہ کو (انجام) کا علم ہے تم کو نہیں۔'' (البقرۃ:۲۱۶) یعنی اللہ

تعالیٰ کو ان چیزوں کا علم ہے۔ جن میں تمہارے دینی اور دنیاوی کاموں کی اصلاح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لوگوں کی مصلحتوں کے دفتروں کو لپیٹ کر رکھ لیا ہے اور انہیں اپنی پرستش کا حکم فرمایا ہے کہ اوامر بجا لاؤ اور نواہی سے باز رہو اور قضاؤ قدر کے آگے سر تسلیم خم رکھو اور اجمالی طور پر اسے اس کے نفع ونقصان پر آگاہ فرمادیا ہے اور انجام اور نتائج کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے۔ اس لیے انسان کا فرض ہے کہ ہمیشہ اپنے آقا کی عبادت میں دوڑ دھوپ کرتا رہے اور مقدر پر راضی رہے اور اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے۔ کیونکہ اس مقام پر لب ہلانے کی گنجائش نہیں۔

یاد رکھو! ہر شخص کو تکلیف اس کی تحریر تقدیر کے مطابق خواہشات نفسانی کی پیروی اور اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے پہنچتی ہے۔ جو قضا پر راضی ہے۔ اسے آرام ہی آرام نصیب ہے اور جو راضی نہیں۔ اس کی شقاوت اور تکلیف کے طویل ہونے میں کلام نہیں۔ دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہوگی۔ جب تک انسان اپنی خواہشات کا پیروکار رہے گا اور اس کی موافقت کرے گا' وہ قضائے الٰہی سے ناراضگی کا اظہار کرتا رہے گا۔ کیونکہ خواہش اسے اللہ تعالیٰ شانہ کے حکم کے خلاف لے جائے گی۔ اس لیے اس کی تکلیف گھنی ہو کر بڑھتی ہی چلے جائے گی۔ لہٰذا آرام خواہش کی مخالفت ہی میں ہے کیونکہ اس مخالفت میں چار ونا چار قضا پر رضا ہے اور خواہش کی موافقت میں تکلیف ودکھ کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ اس میں بلاشبہ حق کی مشیت سے جھگڑنا ہے (اگر اللہ کی مشیت نہ ہوتی تو ہمارا وجود کہاں سے ہوتا) ہوائے نفس کی موجودگی میں ہمارا اصل وجود ہی ختم ہو جاتا ہے۔

اربابِ علم وطریقت میں رضا کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا رضا حال ہے یا مقام؟ عراقی کہتے ہیں۔ رضا بھی ایک حال ہے اور یہ انسان کی پیدا کی ہوئی نہیں ہوا کرتی بلکہ خداداد ہوتی ہے اور دیگر احوال کی طرح انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترتی ہے۔ پھر یہ ہٹ جاتی ہے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا حال لے لیتا ہے۔

خراسانی کہتے ہیں رضا' حال نہیں بلکہ مقام ہے اور توکل کی انتہاء ہے اور اسی انتہاء کے بعد انسان کسب کی طرف مائل ہوتا ہے' ان دونوں قولوں میں تطبیق ممکن ہے۔ وہ یہ ہے کہ رضاء کی ابتداء کیسی ہے اور مقامات سے ہے اور آگے چل کر یہ حال بن جاتی ہے جو انسان کے کسب میں داخل نہیں۔ غرضیکہ راضی وہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتراض نہ کرے۔

ابوعلی دقاق نے کہا: رضا یہ نہیں کہ تم بلا کا احساس نہ کرو۔ بلکہ رضا یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے حکم وفیصلہ پر اعتراض نہ کرو۔

مشائخ رحمہ اللہ نے کہا: قضا پر رضا اللہ کی نعمت کا سب سے بڑا دروازہ ہے جو انسان پر کھلا ہوا ہے اور دنیاوی جنت ہے یعنی جسے قضا پر رضا کے ساتھ نواز دیا گیا۔ اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ایک وسیع میدان عطا کیا گیا اور انتہائی بلند قرب سے سرفراز کیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک شاگرد نے اپنے استاد سے پوچھا: کیا کسی کو اللہ کی رضا کا علم ہو جاتا ہے؟ فرمایا: نہیں' بھلا رضا کا کیسے علم ہو سکتا ہے۔ وہ تو ایک غیبی چیز ہے' شاگرد نے کہا۔ نہیں' بلکہ انسان کو اللہ کی رضا کا علم ہو جاتا ہے۔ استاد نے پوچھا: کس طرح؟ بولا: جب میں اللہ کے حکم سے اپنے دل کو راضی پاتا ہوں۔ تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ مجھ سے راضی ہے۔

استاد نے کہا: بیٹا! تم نے بہت خوب سمجھا کیونکہ بندہ اللہ سے راضی نہیں ہوتا جب تک اللہ بندے سے راضی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے گا اور وہ اس سے۔'' (المائدۃ:۱۱۹)

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ اسے انجام دینے سے آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ فرمایا: تمہارے اندر اس عمل کی طاقت نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ سجدے میں گر گئے اور گڑگڑا کر دعائیں مانگنے لگے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ اے فرزند عمران! میری رضا اس میں ہے کہ تو میری قضا پر راضی رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی مقام رضا تک پہنچنا چاہے تو ان عملوں کو چمٹ جائے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا رکھی ہے۔

رضا کے اقسام: ❁ ❁ کہتے ہیں کہ رضا کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اللہ کے ساتھ رضا اور (۲) اللہ کے بارے میں رضا۔ اللہ کے ساتھ رضا یہ ہے کہ اس کے مدبر و منتظم ہونے اور اس کے بارے میں رضا یہ ہے کہ اس کے حاکم ہونے کے اعتبار سے راضی رہے۔

کہتے ہیں: راضی وہ ہے کہ اگر جہنم اس کے دائیں طرف رکھ دی جائے تو یہ نہ کہے کہ اسے بائیں طرف رکھ دو۔

بعض علماء نے کہا: دل سے کراہت نکالنے کا نام رضا ہے حتیٰ کہ دل میں فرحت و سرور کے علاوہ کچھ باقی ہی نہ رہے۔

رابعہ بصری سے پوچھا گیا کہ بندہ قضا سے کب راضی ہوتا ہے؟ فرمایا: اس وقت جب نعمت کی طرح مصیبت پر بھی خوش ہو۔ ایک دفعہ شبلیؒ نے جنیدؒ کے سامنے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھی۔ فرمایا: تمہارا یہ قول تمہارے سینہ کی تنگی پر دلالت کرتا ہے اور سینہ کی تنگی رضا بر قضا کے چھوڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔

ابو سلیمانؒ نے کہا: رضا یہ ہے کہ اللہ سے جنت نہ مانگ اور نہ اس سے جہنم سے پناہ مانگ۔

ذوالنونؒ مصری نے کہا: رضا کی تین نشانیاں ہیں۔ قضاؤ قدر میں اپنا اختیار ترک کر دینا اور اللہ کے فیصلہ کے بعد کسی مصیبت میں تلخی محسوس نہ کرنا اور مصائب میں اللہ کی محبت میں جوش پیدا ہونا۔

ذوالنونؒ نے کہا: رضا قضا کی تلخی کے ساتھ دلی مسرت کا نام ہے۔

ابو عثمان سے نبی اکرم صلعم کے اس قول أَسْأَلُكَ الرِّضَاءَ بَعْدَ الْقَضَاءِ (یعنی ''اے اللہ میں قضا کے بعد تیری رضا کا سوال کرتا ہوں'') (احمد:۵/۱۹۱) کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا کہ آپ نے یہ سوال اس لیے کیا کہ قضا سے پہلے رضاء رضا پر قصد ہے اور قضاء کے بعد رضا اصل رضا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت امام حسینؓ سے پوچھا گیا کہ ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے مال داری سے ناداری، تندرستی سے بیماری اور زندگی سے موت زیادہ پیاری ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ کے حسن اختیار پر بھروسہ رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر فرما دی ہے وہ اسے چھوڑ کر کسی دوسری چیز کی تمنا نہیں کرتا۔

فضیل بن عیاض (بشر حافی سے): ترک دنیا سے رضا افضل ہے۔ کیونکہ راضی رہنے والا اپنے مقام سے بڑھ کر خواہش نہیں کرتا۔ فضیلؒ کی یہ بات بالکل صحیح ہے کیونکہ اس میں اپنے حال پر رضا ہے۔ اور حال پر رضا میں ہر طرح کی بھلائی ہے۔ اللہ

تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: ''میں تجھے لوگوں پر اپنے پیام وکلام کے ساتھ چن لیا۔ لہٰذا میں جو کچھ دے دوں اسے لے لے اور شکر ادا کرو'' (الاعراف: ۱۴۴) یعنی اپنے حال کی حفاظت کر۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلعم فداہ ابی وامی سے فرمایا کہ ''آپ اپنی نگاہیں ان برتنے کی چیزوں پر نہ ڈالیں جو ہم نے دنیاوی زندگی کے رونق کے طور پر قسم قسم کے لوگوں کو دیں تاکہ ہم ان چیزوں میں انہیں آزمائیں۔'' (طٰہٰ: ۱۳۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے لاڈلے نبی کو ادب سکھایا اور آپ کو اپنے حال کی حفاظت کا اور رضا پر قضا کا ایک عظیم عطیہ کا حکم فرمایا۔ چنانچہ آگے فرمایا کہ ''آپ کے رب کی دی ہوئی نعمت بہت ہی بہتر اور دیرپا ہے۔'' (طٰہٰ: ۱۳۱) یعنی ہم نے آپ کو نبوت، علم، قناعت، صبر، دین کی ولایت اور امامت عطا فرمائی ہے جو دوسروں کو دی ہوئی چیزوں سے کہیں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہیں لہٰذا ہر طرح کی خیر و برکت حال کے تحفظ میں، رضا بر قضا میں اور ماسوای سے ترک توجہ میں ہے کیونکہ دوسری طرف نگاہ دوڑانا تین حال سے خالی نہیں یا تو وہ چیز تمہارے مقدر میں ہے یا کسی اور کے مقدر میں ہے یا کسی کے مقدر میں بھی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے آزمائش کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ اگر وہ چیز تمہارے مقدر میں ہے تو لامحالہ تمہارے پاس پہنچ کر رہے گی۔ خواہ تم اسے چاہو یا نہ چاہو اس لیے اس میں بے ادبی اور حرص کا اظہار تمہاری شان کے شایاں نہیں۔ کیونکہ عقل وعلم کی رو سے بے ادبی اور حرص قابل مذمت ہے اور اگر وہ چیز دوسرے کے مقدر میں ہے۔ تو تم جسے پا نہیں سکتے اور جو تم کو کبھی نہیں مل سکتی۔ اس کے لیے تکلیف کیوں اٹھاتے ہو؟ اور اگر وہ چیز باعث فتنہ ہے۔ تو ذی ہوش و دانش مند فتنہ والی چیز کو کیسے پسند کر سکتا ہے اور اسے اچھا سمجھ کر اس کی طرف کیسے مائل ہو سکتا ہے۔ کیا کوئی شخص اپنے لیے فتنہ کا امیدوار و طالب ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

بعض علماء نے کہا: رضا بر قضا یہ ہے کہ تمہاری نگاہ میں اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلے برابر ہوں۔ خواہ تم کو پسند ہوں یا ناپسند۔

بعض نے کہا: رضا، قضا کی تلخی پر صبر کرنا ہے۔ بعض علماء نے کہا: رضا اللہ تعالیٰ کے حکم میں چون وچرا نہ کرنا اور اسے تسلیم کرنے کا نام ہے۔

بعض علماء نے کہا: رضا ترک اختیار کا نام ہے۔

بعض علماء نے کہا: رضا تدبیر میں اچھے برے میں فرق نہ کرنے کا نام ہے اور معاملہ مدبر کائنات پر چھوڑ دینا ہے۔

بعض علماء نے کہا: حقیقت میں اہل رضا وہی ہیں۔ جو اپنے دلوں میں اختیار کا رشتہ کاٹ ڈالیں۔ لہٰذا وہ من مانی چیزوں کو پسند نہیں کرتے اور ان چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ جن سے اللہ کو طلب کرتے ہیں، نہ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتے ہیں۔ نہ وقوع سے پہلے کسی چیز کا فکر کرتے ہیں۔ پھر جب اللہ کا حکم، جس کے وہ منتظر نہ تھے اور نہ اس کا انہیں خیال تھا، رونما ہو جاتا ہے۔ تو وہ اس سے راضی ہوتے ہیں اور محبت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر مصیبت کے سلسلہ میں اللہ کا کوئی حکم ان پر اترتا ہے تو اسے اللہ کی نعمت تصور کر کے اس سے خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ پھر اپنے اس سرور کے بعد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں

پر نگاہ ڈالتے ہیں اور تصور کرتے ہیں کہ نعمتوں میں کھو کر منعم سے بے خبر ہونا باعث نقصان ہے۔ اس لیے ان کے دل نعمتوں سے ہٹ کر منعم میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو ان کے دل اس سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوتے۔ جب وہ اس مقام پر جم جاتے ہیں اور ہمیشگی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اس سے انتہائی اعلیٰ مقام پر لے جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نوازشوں کی حد و غایت نہیں، رضا بر قضاء کے سلسلہ میں انتہائی کمتر یہ چیز ہے کہ انسان غیر اللہ سے طمع و حرص کے بندھن کاٹ پھینکتا ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے لالچ رکھنے کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ یحییٰ بن کثیر سے روایت کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے تورات پڑھی تو اس میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنی جیسی مخلوق پر بھروسہ رکھے۔ ایک حدیث میں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہے جو اپنی جیسی مخلوق پر بھروسہ رکھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی اور کرم و شرف کی قسم جو شخص میرے علاوہ کسی غیر سے امید رکھتا ہے۔ میں اس کی امید ضرور بالضرور کاٹ دوں گا اور اسے لوگوں میں ذلیل و خوار کر دوں گا۔ اسے اپنے قرب سے دور کر دوں گا اور اپنے وصل سے اس کا تعلق کاٹ دوں گا۔ کیا وہ سختیوں میں غیر اللہ سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ حالانکہ سختیاں میرے ہاتھوں میں ہیں اور میں زندہ ہوں۔ کیا وہ غیروں سے امیدیں قائم کرتا ہے اور پریشانیوں کے لیے غیروں کے دروازے کھٹکھٹاتے ہو حالانکہ وہ بند ہیں اور ان کی کنجیاں میرے ہاتھوں میں ہیں۔ ایک دوسری حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ فرماتا ہے کہ جو بندہ لوگوں کو چھوڑ کر مجھے مضبوط پکڑ لیتا ہے اور میں اس کے دل اور نیت سے واقف ہوں۔ پھر اس سے آسمان و زمین اور ان کے باشندے سے اس کے خلاف سازش کریں۔ تو میں ضرور اس سازش سے نکلنے کے لیے اس کے لیے کوئی نہ کوئی راہ نکال دیتا ہوں اور جو بندہ مجھے چھوڑ کر لوگوں کو پکڑ لیتا ہے تو میں اوپر سے آسمان کے ذرائع اس سے کاٹ دیتا ہوں اور نیچے سے زمین کو شور بنا دیتا ہوں اور دنیا میں اسے مشقت میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہوں۔

کسی صحابیؓ نے کہا: میں نے سنا کہ سرورِ عالم صلعم نے فرمایا کہ "جو لوگوں سے عزت حاصل کرنا چاہے گا وہ ذلیل خوار ہوگا۔" (المغنی عن حمل الاسفار: ۴/۲۵۴) کہا جاتا ہے کہ جو اپنے جیسے کسی انسان پر بھروسہ کرتا ہے۔ ذلیل ہوتا ہے۔ اولادِ آدم کی طرف اس کے دل کا جھانکنا اور ان سے لالچ رکھنا۔ اس کی پریشانی اور ذلت و خواری کے لیے کافی ہے۔ اس میں دو باتیں جمع ہو گئیں۔ دنیاوی ذلت اور روزی میں ایک حبہ کی بھی زیادتی کے بغیر اللہ تعالیٰ سے دوری۔ اللہ تعالیٰ آرام کے بعد تکلیف سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

بعض علماء نے کہا: میں مرید و طلبہ کے حق میں لالچ سے زیادہ کوئی مضرت رساں چیز نہیں پاتا۔ سب سے زیادہ لالچ ہی ان کے دل ویران بناتا ہے۔ انہیں رسوا کرتا ہے۔ ان کے دل سیاہ فام کرتا ہے، انہیں اللہ تعالیٰ سے دور کرتا ہے اور ان کی پریشانیوں میں اضافہ کرتا ہے۔ لالچ کا یہی حال ہے۔ کیونکہ لوگ جہاں بھی ہوں۔ لالچ ایک قسم کا شرک ہے۔ یاد رکھو۔ اس نے شرک کیا۔ جس نے اپنے جیسے ایک انسان سے جو خود ہی اپنے نفع و نقصان پر قادر نہیں اور نہ دینے پر قادر ہے، لالچ رکھا۔

کیونکہ ایسے شخص نے شہنشاہ حقیقی کی مملوکہ چیزوں کو اس کی مملوکہ چیزیں سمجھیں تو اس میں تقویٰ کہاں رہا۔ تقویٰ اسی وقت باقی رہتا ہے۔ جب چیزیں اصل مالک (اللہ تعالیٰ) ہی کی طرف منسوب کی جائیں اور اسی سے مانگی جائیں کسی غیر سے نہیں۔ کہتے ہیں کہ لالچ کی جڑ اور شاخیں بھی ہیں' جڑ تو غفلت ہے اور شاخیں ریا' شہرت' ریب و زینت' تصنع' بناوٹ اور لوگوں سے عزت و جاہ کا طلب کرنا ہے۔

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ نے حواریوں سے کہا: کہ لالچ قاتل و تباہ کرنے والی بلا ہے۔

بعض علماء نے کہا: ایک دفعہ میں نے کسی دنیاوی کام میں لالچ کیا کہ ہاتف غیبی نے کہا: اے شخص آزاد و مرید کی شان کے شایاں یہ بات نہیں کہ جب وہ اپنی ہر مراد اللہ کے پاس پا جاتا ہے۔ تو وہ اپنے دل سے اللہ کے بندوں کی طرف مائل ہو۔

یقین مانو۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے بھی بندے ہیں جو لالچ کو جانتے بھی نہیں اور چیزوں کے مالکوں سے کسی چیز کا لالچ نہیں رکھتے۔ چونکہ وہ کسی سے لالچ نہیں رکھتے۔ اس لیے ان کی ساری ضرورتیں اللہ تعالیٰ پوری فرماتا ہے۔ اور ان کے پاس خیر و برکت کی ریل پیل ہوتی ہے' وہ سمجھتے ہیں کہ لالچ سے احوال میں کمی آ جاتی ہے اور یہ اہل توکل عرفاء کے درجوں میں سے سب سے گھٹیا درجہ ہے۔ جس مرید کے دل میں لالچ کا خیال آتا ہے اور لالچ اس کے دل میں سماتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے قرب سے بہت دور ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے اپنے جیسے ایک انسان سے لالچ کیا۔ حالانکہ اسے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کے حال سے واقف ہے لیکن اللہ تعالیٰ شانہ کا خوف بھی اسے لالچ سے نہیں باز رکھتا۔

صدق: ۞ ۞ سچ کے ثبوت میں یہ آیت ہے "اے ایمان والوں۔ اللہ سے ڈر جاؤ اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔" (التوبۃ:۱۱۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ بندہ برابر سچ بولتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے پاس صدیق لکھ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح جھوٹ بولتے بولتے اللہ کے پاس کذاب لکھ لیا جاتا ہے۔ (بخاری:۸/۳۰) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے داؤدؑ جو اپنے دل میں میری تصدیق کرتا ہے۔ میں اسے کھلم کھلا لوگوں میں مشہور کر دیتا ہوں۔ یعنی وہ لوگوں میں صادق و امین سمجھا جاتا ہے۔ یاد رکھو۔ سچائی دین کا ستون' تتمہ' نظام اور نبوت کا دوسرا درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ کا انعام ہے۔ یعنی نبیوں کے' انتہائی سچوں کے' شہداء کے اور صلحاء کے ساتھ ہوں گے۔" (النساء:۶۹) اس آیت میں انبیاء کے بعد صدیقین کو بیان کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیقین کا انبیاء کے بعد درجہ ہے۔ صادق اسے کہتے ہیں جس پر صدق کا غلبہ ہو اور صدیق وہ ہے۔ جس کی گھٹی میں صدق ہو اور صدق اس کی فطرت و عادت بن جائے اور اس پر ہر وقت صدق ہی چھایا رہے اور اس کا ظاہر و باطن سچائی سے بھرپور ہو۔ لہٰذا صادق وہ ہے۔ جو اپنی باتوں میں سچا ہو اور صدیق وہ ہے۔ جس کے اقوال' افعال اور احوال ہر ایک میں صداقت ہو۔ کہتے ہیں۔ جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ رہے۔ اسے سچ کو چمٹے جانا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ سچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جنید رحمہ اللہ نے کہا! سچے آدمی کو ایک دن میں چالیس چالیس درجات مل جاتے ہیں اور ریاکار

چالیس سال تک ایک ہی حالت پر قائم رہتا ہے۔ بعض علماء نے کہا: صدق خطرات کے مقام پر سچ بولنے کا نام ہے۔ بعض علماء نے کہا: صدق دل کی زبان سے موافقت ہے۔ بعض علماء نے کہا: صدق منہ کو حرام سے روکنا ہے۔ بعض علماء نے کہا: صدق اللہ سے عمل سے وفاداری ہے۔ سہل بن عبداللہ تستری نے کہا: جو شخص احکام شرع میں سستی کرتا ہے۔ خواہ اپنی ذات کے لیے سستی کرے یا کسی اور کے لیے اسے صدق کی خوشبو تک نصیب نہیں ہوتی۔ ابوسعید قریشی نے کہا: صادق وہ ہے۔ جو موت کے لیے تیار رہے اور اگر اس کا راز فاش ہو جائے تو شرمائے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو' (البقرۃ: ۹۴) یعنی موت کے لیے تیار رہو۔ بعض علماء نے کہا: صدق قصد وارادے کے ساتھ توحید کو صحیح کرنے کا نام ہے۔ بعض علماء نے کہا: صدق کی حقیقت یہ ہے کہ وہاں سچ بولا جائے جہاں جھوٹ سے نجات ملتی ہو۔ کہا جاتا ہے کہ صادق میں تین باتیں ضرور موجود رہتی ہیں' عبادت کی مٹھاس' ہیبت اور ملاحت۔ ذوالنون مصریؒ نے کہا: صدق اللہ کی تلوار ہے یہ تلوار جس چیز پر رکھی جاتی ہے اسی کو کاٹ دیتی ہے۔

سہلؒ بن عبداللہ نے کہا: صدیقین کا ابتدائی گناہ اپنے دلوں سے باتیں کرنا ہے۔

فتح موصلی سے صدق کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے لوہار کی بھٹی میں ہاتھ ڈال کر سرخ لوہا نکال لیا اور اپنے ہاتھ پر رکھ لیا حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اور فرمایا کہ یہ ہے صدق۔

حارثؒ محاسبی سے صدق کی نشانی کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا: صادق وہ ہے جس کے دل کی اصلاح کے لیے لوگوں کے دلوں میں اس کی جو قدر و منزلت ہے۔ اگر وہ ساری ختم ہو جائے تو پرواہ نہ کرے اور اپنی نیکیوں میں سے ذرہ برابر نیکی کی بھی کسی کو خبر نہ ہونے دے اور اگر اس کے برے عملوں کی لوگوں کو خبر ہو جائے تو برا نہ مانے۔ کیونکہ برے عملوں کے راز فاش ہونے پر کراہت اس بات کی نشانی ہے کہ وہ لوگوں میں اپنی عزت و جاہ کی زیادتی کا خواہش مند ہے اور یہ صدیق حضرات کی عادت نہیں۔

بعض علماء نے کہا: جو دائمی فرض سرانجام نہ دیتا ہو۔ اس سے وقتی فرائض قبول نہیں کیے جاتے۔ پوچھا گیا کہ دائمی فرض کیا ہے؟ فرمایا: صدق۔

بعض علماء نے کہا: اگر تم اللہ تعالیٰ کو صدق و خلوص سے طلب کرو۔ تو اللہ تعالیٰ شانہ تم کو ایک ایسا آئینہ عطا فرمادے گا۔ جس میں تم دنیا اور آخرت کی ہر عجیب سے عجیب چیز دیکھ لو گے۔



غنیۃ الطالبین

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے والد محترم کا نام موسیٰ، اور والدہ محترمہ کا نام امت الجبار فاطمہ تھا۔ ابو محمد کنیت رکھتے تھے اور محی الدین لقب، آپ کی پیدائش قصبہء جیلان میں ہوئی۔ اسی نسبت سے جیلانی کہلاتے ہیں۔ اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد تشریف لائے اور یہیں علم کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ توفیق ایزدی سے علم وعمل میں وہ کمال حاصل ہوا کہ بغداد اور اس کے اطراف و اکناف میں آپ کی فضیلت کا آفتاب سر پر آگیا۔ آپ نے احادیث کا بھی مطالعہ کیا اور انوار سنن سے کسب ضیاء کیا۔ اور ساری زندگی قرآنی احکامات اور احادیث کی روشنی میں بسر کی۔ مسندِ ارشاد پر بیٹھ کر سنت کی شرابِ طہور ہی لوگوں کو پلاتے رہے۔ راہِ رسولؐ ہی دکھاتے رہے۔

آپؒ سنہ 470 ہجری میں منصہء شہود پر جلوہ افروز ہوئے اور رشد و ہدائیت کا یہ نیّرِ تاباں اکانوے برس ضیاء بار رہا۔ اور سنہ 561 ہجری میں وفات پائی۔ آپ کو اس جہانِ رنگ و بو سے رختِ سفر باندھے کم وبیش آٹھ سو سال بیت چکے مگر ان کی یاد زندہ اور اور ذکرِ خیر گلاب و یاسمین کی مانند عطر بیز ہے۔ اسلئے کہ ان کا مشامِ جان کتاب و سنت کے پھولوں کی مہک سے معطر تھا۔ آپ نے ہر قیمت پر شرک اور بدعت کو مٹا کر توحید کو زندہ کیا۔ اللہ تعالی نے آپکے نام اور کام کو زندگی بخش دی۔

آپؒ نے متعدد کتب بھی تصنیف کیں۔ جن میں زیر نظر کتاب غنیۃ الطالبین سب سے اہم ہے۔ آپؒ کی دیگر مشہور تصانیف میں، فتوح الغیب، الفیوضات الربانیہ، الفتح الربانی، بشائر الخیرات (معجم الطبوعات) شامل ہیں۔ رہتی دنیا تک یہ کتب السید شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زندگی کی ترجمان اور دین اسلام کی موید رہیں گی۔

حکیم محمد صادق سیالکوٹیؒ

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور